ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

Please examine the book before taking it out. You will be responsible for damages to the book discovered while returning it.

DUE DATE

Cl. No _______________ *Acc. No.* _______________

Late Fine Ordinary Books **25 Paise** per day. Text Book **Re. 1/-** per day. Over Night Book **Re. 1/-** per day.

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اِسلامک رِیویُو اینڈ مُسلم انڈیا مجریۂ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ⅓ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔

جلد (۴) بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء نمبر (۱)

176

فہرست مضامین

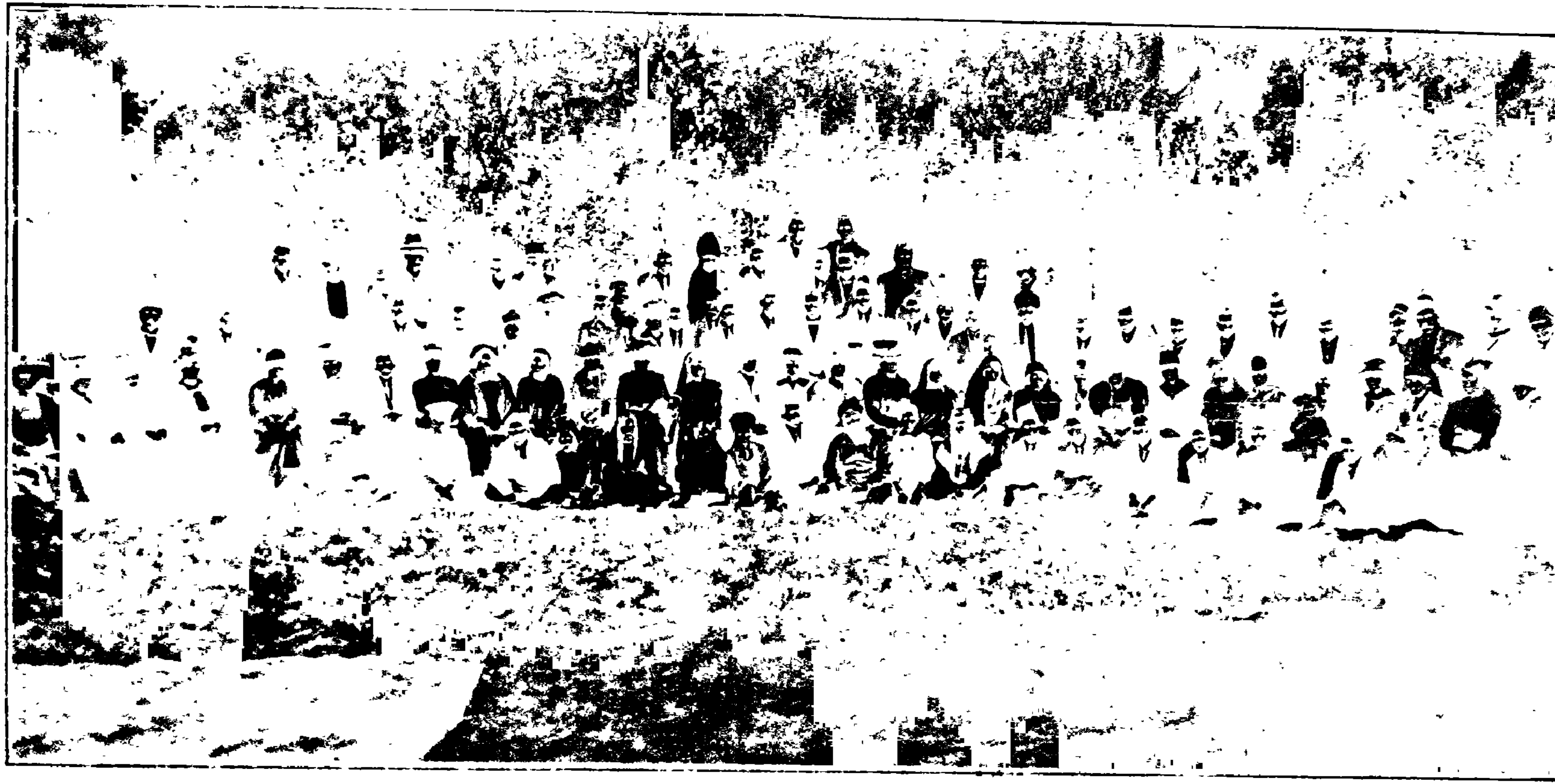
[illegible] لاہور میں مولوی ... پرنٹر کے اہتمام سے چھپوا کر مرزا یعقوب بیگ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

جزاکم اللہ واحسن الجزا

مندرجہ ذیل بہی خواہان مسلم مشن ووکنگ نے اجراء رسالہ سے آج تک رسالہ اسلامک ریویو انگریزی مع ضمیمہ اور اسکے اُردو ترجمہ اشاعت اسلام کا دائرہ اشاعت وسیع کرنے میں ہمہ تن جد و جہد سے کام لیکر عملی رنگ میں اپنی ہمدردی اور اخوت اسلامی کا ثبوت دیا ہے یوں تو ہم ہر ایک ہی کو فرداً فرداً بذریعہ خطوط انکی سعی بلیغ کا شکریہ ادا کرتے رہے ہیں لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی سب صاحبان کا شکریہ ادا کیا جائے ممکن ہے کہ قارئین کرام میں کسی کیلئے تحریص کا موجب ہو آیندہ بھی ہمیں اپنے برادران ملت سے قوی امید ہے کہ اپنے قیمتی اوقات کا ایک حصہ اس احسن اسلامی خدمت کے لئے وقف فرما کر عنداللہ ماجور ہونگے۔ اس وقت کاغذ کی اشد قلت و گرانی ہے اس گرانی کاغذ کا مقابلہ فقط رسالجات کی وسیع اشاعت ہی کر سکتی ہے۔ ادھر جنگ کی وجہ سے ووکنگ کے اخراجات بھی روزافزوں ترقی پر ہیں لیکن تو مسلم مشن ووکنگ اللہ تعالےٰ کا بنا کردہ مشن ہے وہی اسکی آبیاری فرمائیگا اور وہی اسکے اخراجات عظیم کا کفیل ہے۔ لیکن مبارک ہے وہ انسان جو وقت شناسی کر کے دعوت الی الخیر کے زمرہ میں شامل ہوتا ہے۔ امید ہے کہ دلدادگان اسلام مندرجہ بالاسطور کا جواب عملی رنگ میں دیکر عنداللہ ماجور ہونگے۔

جناب امام بخش خانصاحب - بنوں	جناب احمد بادشاہ صاحب - مدراس	جناب ایس۔ کے۔ نور احمد صاحب - ہزاری باغ
" مولوی غلام حسن خانصاحب - پشاور	" غلام مصطفےٰ کامل " - علیگڑھ	" محمد اللہ داد " کلکتہ
" چودھری غلام رسول صاحب - میانوالی	" روشن بن اللہ " اودنی	" آغا محمد " رنگون
" ملک راجہ شیر محمد صاحب - جہلم	" سعید حسن " اعظم گڑھ	" نذیر - ڈی احمد " سرگودھا
" خواجہ جمال الدین صاحب - "	" سید فضل الرحمن " کانپور	" آے - آر خطیب " ڈبھول
" خواجہ جلال الدین صاحب - کٹوعہ	" محمد غازیخان " بلوچستان	" خادم حسین " اُناؤ
" چوہدری نواب خان صاحب - جہلم	" سلطان احمد " رہتک	" محمد یوسف " رنگون
" شیخ عطا محمد " گلگت	" عبد السلیم " بنارس	" منشی برکت اللہ " اُناؤ
" " مولا بخش " سیالکوٹ	" محمد ذکریا " مہرانا گنج	" احمد مرتضےٰ " مراد آباد
" راجہ محمد شیر خان " پنڈی گھیب	" سید مرحسن " میسور	" عجب خان " باندہ دادشاہ
" ڈاکٹر لبشارت احمد " کھیوڑہ	" سید سرمست حسین " "	" ہدایت اللہ " پشاور
" عبداللہ خانصاحب " سرگودھا	" ایس۔ محمد خاں " انگیت پوری	" پیر محمد " نینی تال
" محمد اسمٰعیل " فیض آباد	" محمد عبد القادر " گورکھپور	" قادر بادشاہ " ارکاٹ
" عبد الصمد حبیب اللہ دہلی	" عبد الخالق " ڈھاکہ	" ممتاز حسین صاحب بھوپال
" فیروز الدین صاحب بنوں	" شیخ نظام الدین " میانوالی	" محمد اکرام " سامانہ
" مسٹر تاج دین " دیلی پورم	" احمد حسین " گیا	" ظفر حسین " قنوج
" جناب شیر محمد " موگا	" شاہ نواز علی " جلال آباد	" غلام محمد " راولپنڈی
" علی بخش حنیف محمد گوجرانوالہ بمال میانیسر	" محمد دستگیر " میسور	" امیر احمد " میسور

بہی خواہان کے بقیہ اسمائے گرامی ٹائٹل پیج کے صفحہ ۳ پر درج ہیں +



EID-UL-ADHA AT WOKING ON 27TH SEPTEMBER, 1917. (See p. 446.)

اشاعت اسلام

مجریہ احمدیہ اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ [illegible]

بابت ماہ جنوری ۱۹۱۵ء

نمبر (۱)

شذرات

[illegible] کا بڑا حصہ خواجہ کمال الدین صاحب کی بیماری کی وجہ سے [illegible]
[illegible] گذرا۔ مجھے خدا کا شکر ہے کہ اس ساری کمی کو سال کے آخر میں ایک ہی شخص نے [illegible] کر دیا

مارمیڈیوک پکتھال صاحب

[illegible] اسلام کے قریب بلکہ اندر ہی تھے۔ اور کئی بیش قیمت مضامین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
[illegible] لکھ چکے تھے آخر اعلان اسلام کیا۔ یہ ایک بڑے [illegible]
[illegible] کے صاحبزادے ہیں اور مشہور اہل قلم ہیں۔ گذشتہ جلسہ مولود نبی کریم
[illegible] میں ہوا ایک تقریر کی تھی جو رسالہ میں چھپ چکی ہے۔ جس کا اثر
[illegible] بہت ہوا +

اگر غور کیا جائے تو محض گنتی کوئی شے نہیں کام کے آدمی تھوڑے بھی [illegible]
جس قدر قوم کے خیالات پر انکی وجہ سے پڑتا ہے۔ وہ نتائج محض گنتی سے حاصل نہیں ہو سکتے
[illegible] سے یہ سلسلہ تبلیغ اسلام کا ولایت میں شروع ہوا ہے [illegible] مشہور

۔۔ذی اثر انسان اعلان اسلام کرتا رہا ہے۔ گو یہ سال بھی جو کام کے اجراء کے لحاظ سے مشکلات کا سال گذرا ہے اس فضل کے جذب کرنے میں ناکام نہیں رہا بلکہ ایک ایسا انسان ہم میں آگیا ہے جو سینکڑوں نہیں ہزاروں کا قائمقام ہو سکتا ہے ◆

ہمیں یہ بھی کوئی فخر نہیں کہ بعض قسم کے انسان ہماری کوششوں سے حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں جو کسی دن ایک عظیم الشان انقلاب ملک کے مذہبی خیالات میں کر سکتے ہیں ہم کیا اور ہماری کوششیں کیا سب کچھ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہی ہو رہا ہے۔ کہ طبائع کے اندر خود بخود ایک تحریک منجانب اللہ اسلام کی طرف پیدا ہوئی ہے۔ اور یہی وہ امر ہے جو یقین دلاتا ہے کہ اسلام کا آفتاب ہدایت مغربی دُنیا کو اب اپنے نور سے منور کر کے رہیگا۔ ہماری کوشش تو صرف اسقدر ہے کہ اسلام کی پاک تعلیم کا لوگوں کو علم ہوتا رہے۔ اور ان کو یہ سمجھ آجائے کہ دُنیا میں معقولیت اور حکمت کا مذہب صرف ایک ہی ہے اور وہ وہی ہے جو عرب کے رہنے والے ایک اُمّی نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر سکھایا تھا۔ ہاں یہ بھی اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار احسان ہے کہ اُس نے ہمیں آج اس مقصد کامیابی عطا فرمائی کہ اب اسلام کے متعلق غلط بیانیاں کرنیوالوں کے بھی دانت کھٹے ہو گئے ◆

وہ جو اعلان اسلام کر رہے ہیں درحقیقت ایک جزو اس بڑے حصہ کا ہیں جو ابھی اندر ہی اندر اسلام کی صداقت کا قائل ہو چکا ہو گو انہیں ابھی یہ احساس نہ ہو کہ جن نتائج پر وہ پہنچے ہیں وہ اصول اسلامی ہیں۔ ہاں اکثر لوگوں کو مسلمان نہیں تو ان کے اصول کے لحاظ سے ہم نیم مسلم ضرور پاتے ہیں اور ابھی اس جنگ عظیم نے جو مختلف نتائج مترتب کرنے ہیں ان میں سے ایک بڑا عظیم الشان نتیجہ خدمت دین حقہ ہے۔ وہ اُمور جن کا تعلق معاشرت اسلامی سے تھا۔ اور جنہیں آج تک یورپ میں نفرت کی نگہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آج لوگ ٹھنڈے دل سے ان پر غور کر رہے ہیں بلکہ بعض امور کو ایک یا دوسری شکل میں اختیار کر کے چلے جاتے ہیں ◆

کسی دوسری جگہ اس رسالہ میں قارئین کرام سنہ ۱۹۱۶ء کا حساب آمد و خرچ متعلق ووکنگ مشن ←

لگے پیدا ہو جانے سے بعض شپر چشم لوگ جو نور کی شعاعوں کو پھیلتا ہوا برداشت نہیں کرسکتے
کسی نہ کسی رنگ میں نیک کاموں کے متعلق بھی لوگوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتے رہتے ہیں
ووکنگ مشن کے اخراجات کا حساب ایک ایسی چیز ہے جسے جو چاہے دیکھ سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ
بعض باتوں کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے سال کے آخر پر فوراً حساب کتاب شائع نہیں ہو سکتا۔ اور اس سال
بھی اس کا مکمل حساب کے شائع ہونے میں خواجہ صاحب کی بیماری بھی ہی ہے بہرحال سنہ ۱۹۱۶ء کا حساب کتاب
آپ کے سامنے ہے اور سنہ ۱۹۱۷ء کا حساب بھی انشاء اللہ تعالےٰ جلد ان صفحات میں شائع کر دیا جائیگا +

سنہ ۱۹۱۶ء میں خواجہ کمال الدین صاحب کی ہندوستان میں موجودگی خاص تحریک کا موجب
تھی۔ مگر بایں آمد اخراجات کے مقابلہ کیلئے کافی ثابت نہیں ہوئی۔ یعنی کل آمد ۲۱۹۷۷ روپے
ہے۔ اور خرچ ۲۶۸۶۸ روپے ہے۔ گویا آمدنی خرچ سے قریباً پانچ ہزار روپے کم ہے۔ اس میں سے
قریباً اڑھائی ہزار روپے کی رقم بیشک ایک غیر معمولی خرچ ہے جو عملہ کے تغیر و تبدل کی وجہ سے ہوا۔
مگر بایں ہمہ آمدنی خرچ کیلئے مکتفی نہیں۔ اور یہ وہ امر ہے جس کی طرف بہی خواہان اسلام کو بالخصوص
توجہ کرنی ضروری ہے۔ اس کام کی ترقی جو قربانی آپ لوگوں سے چاہتی ہے وہ سوال ابھی درپیش
نہیں گو اسکے لئے ہمیں ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ کیونکہ اختتام جنگ پر ہماری زبردست جدوجہد
بہت قیمتی نتائج پیدا کر سکتی ہے بسردست ہم کو یہ فکر کرنا ضروری ہے۔ کہ آمدنی مستقل طور پر کم از کم
اس قدر ہونی چاہئے جو اخراجات موجودہ کو جس میں اب لندن کے اخراجات نے شامل ہو کر اور بھی
اضافہ کر دیا ہے پورا کر دے۔ اور کام چلانیوالوں کو روپے کیلئے اپیل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے
یہ کام خریداران اسلامک ریویو و اشاعت اسلام کا ہے +

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ اس مجمع کی تصویر شائع ہوتی ہے جس کا اجتماع ۲۸ ستمبر سنہ ۱۹۱۷ء کو تقریب عید الضحےٰ
ہوا۔ یہ تصویر اخوت اسلامی کا عملی نمونہ ہے محض فضل ربی سے گورے اور کالے کا امتیاز اسلام کے طفیل سے
دور کیا ہے مشرق اور مغرب کے مسلمین و مسلمات اکٹھے ملے جلے دوش بدوش بیٹھے ہیں۔ نیز اسی رسالہ کے
ساتھ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کا نمونہ بھی منسلک کیا جاتا ہے قسم اول قرآن کریم انشاء اللہ تعالےٰ

فروری سنہ ۱۹۱۸ء تک ہندوستان پہنچ جاویگی۔ اور قسم دوم ہندوستان پہنچ چکی ہے جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے۔ اور جس کی قیمت مبلغ ١٤ علاوہ محصولڈاک ہے +

خدائے یہوواہ کا غضب
سبت کی حرمت میں دست اندازی کی وجہ سے

ماہ اگست میں جو طوفان باراں قریباً تمام انگلستان پر رہا۔ اس سے فصلے اور کھیتوں کو بہت نقصان پہنچا۔ بقول بشپ صاحب برمنگھم چیمسفورڈ کے گرجے کا پادری کہتا ہے کہ الوار کے دن جو تقسیم عمل ہوئی وہ قادر مطلق کو ناپسند تھی۔ اور اس وجہ سے باران نے محل ہوئی۔ بشپ صاحب کی رو میں ایسی گفتگو مذہب سے ہنسی کرنا ہے۔ بشپ صاحب فرماتے ہیں کہ پادری نے تو خدا کی ذات کو بہت حقیر اور حقیر کر دیا ہے۔ اور اگر کوئی اور اس ہتک کا رد کرنیوالا نہیں تو کم از کم میں اتنی دلیری رکھتا ہوں کہ ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دوں کہ یہ بات بالکل بے انصافی پر مبنی ہے۔ اور اگر یہ بات سچ ہے تو نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ خدا کی پیاری اور بغرض مخلوق کا اکثر حصہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو جائے۔

میرے خیال میں اگر بشپ صاحب خود اپنے عقاید ایمان کو ذرا ٹھنڈے دل سے پڑھتے تو کبھی پادری صاحب پر ایسے الزامات عاید کرنے کی جرات نہ کرتے۔ کیا ان کا خدا ایک ہی لمحہ میں اور ایک ہی طریق سے مندرجہ ذیل دو احکام نازل نہیں کرتا۔ کہ شجر علم سے ہرگز ہرگز تو (آدم) نہ کھانا۔ اور کہ ساتواں دن تمہارے خدا کا سبت ہے۔ اور اس دن تو (آدم) کسی قسم کا کام نہیں کریگا۔ اگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے بوجہ سبت کی حرمت میں خلل آنے کے (اور وہ بھی پادری صاحبان کی رائے میں) اپنے غصے کا ظہور بصورت باران بے محل کیا۔ اور وہ تمام کھیت برباد کر دیئے جن کی آبپاشی سبت کے دن کی گئی تھی۔ تو کیا ہم خدا کی اس حرکت کو کہ اس نے آدم کے شجر ممنوع کے پھل کھانے پر اپنا غصہ اور ناراضگی دکھائی۔ ایک حرکت طفلانہ نہیں کہہ سکتے۔ فرمایا۔ دیکھو انسان اب ہماری طرح ہو گیا ہے۔ نیک و بد کی تمیز کر سکتا ہے۔ خبردار کہیں وہ ہاتھ بڑھائے۔ اور شجر زندگی کا پھل بھی کھا کے ابدی زندگی حاصل کرے۔ اگر چیمسفورڈ کے پادری صاحب کے وعظ سے مخلوق خدا رحمت الٰہی سے مایوس ہو جاتی ہے تو کیا خدا نے تمام نسل انسانی کو اس سے ہزار گنا زیادہ نا امید نہیں کیا جیسا کہ ہم

[illegible] نے انسان کو بوجہ صرف ایک حکم کی نافرمانی کے جنت سے باہر نکال دیا اور اس پر طرہ [illegible] تمام ابدی نسل [illegible]

خدا کا یہ کہنا کہ انسان اب ہم جیسا ہو گیا ہے۔ اور اب خبردار رہنا چاہیے کہ کہیں وہ [illegible] کا پھل کھا کر ابدی زندگی حاصل نہ کر لے"۔ ایک معمولی انسان کے اخلاق کا ایک [illegible] پہلو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اور انسان کی ہمسری سے خائف ہو کر اس کو ایک طرف [illegible] تاکہ ابدی زندگی حاصل کرنے کا موقع ہی اُسے نہ ملے کیا یہ ایک محب والد کا کام ہے یا ایک بُزدل رقیب کا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہم کو یہ سُنایا جاتا ہے۔ کہ خدا انسانوں کو اس قدر محبت کرتا تھا۔ کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بھیجا تاکہ اس کے ذریعے سے ہم ابدی زندگی حاصل کریں کیا یہ دو متضاد قول خدا کو اپنے عزم میں راسخ اور اپنے ارادے میں پکا دکھاتے ہیں۔ اور پھر اگر قانون (جیسا کہ مسیحی لوگ بموجب عقیدہ سینٹ پال مانتے ہیں) ہی دنیا میں گناہ لایا۔ اور اُس کی سزا لعنت اور جہنم مقرر ہوئی۔ اور رحمت الٰہی بعد میں نازل ہوئی۔ تاکہ ہمیں اس گناہ کی سزا سے بچائے جو کہ جنت کے باغ میں ہوا تھا۔ تو خدا کو کیا ضرورت تھی۔ کہ اس نے بار بار قانون کو مسیح کے آنے سے پہلے بھیجا۔ کیا اس بار بار قانون (سبب لعنت بموجب سینٹ پال) کے بھیجنے سے اور بنی آدم کو ایک دائمی لعنت میں دیکھنے سے خدا کی شان زیادہ بڑھ گئی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ خدا قانون کی ایک اور آزمائش کرنا چاہتا تھا جیسا کہ ایک نے سمجھ فقیہہ کہیگا تو کیا قانون خدا اور آئین عدل قانون کی مساوی نظر نہیں آتے۔ کیونکہ دونوں بوجہ محکموں کی تکالیف اور مصائب کے ناکامیاب ثابت ہوا۔ اور پھر ان کی منسوخی اور اصلاح لازم آئی +

بشپ صاحب پہلے اپنے گریبان میں تو منہ ڈال کر دیکھیں پھر کسی دوسرے پر جرح کریں۔ اُن کو چاہیے کہ پہلے ایمان اور عقائد کی پڑتال اچھی طرح کر لیں تو ان کو معلوم ہوگا۔ کہ ان کا ایمان چند متضاد عقائد کا مجموعہ ہے۔ اور ان کو خدا کے بہت سے مضحکہ انگیز نام ماسوا ۔ کے تجویز کرنے پڑیں گے +

سید عرفان علی بیرسٹر

والدین سے اچھا سلوک از روئے قرآن و انجیل

ایک نو مسلمہ خنیفہ بیگم کی قلم سے

وقضی ربك الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا - اما يبلغن عندك الكبر احدهما اوكلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما (بنی اسرائیل شورة ۱۷ - آیت ۲۴) تمہارا خدا تم کو حکم دیتا ہے - کہ سوا اسکے کسی کی عبادت نہ کرنا اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا - اگر والدین کا ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کے آگے اُف تک بھی نہ کرنا - اور نہ ہی ان کو جھڑکنا - اور ان سے ادب سے گفتگو کرنا ✦

ووصينا الانسان بوالديه احسانا حملته امه كرها ووضعته كرها وحمله وفصاله ثلثون شهرا حتى اذا بلغ اشده وبلغ اربعين سنة قال رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت على وعلى والدى - وان اعمل صالحا ترضه واصلح لى فى ذريتى (الاحقاف آیت ۱۵) ترجمہ - اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے - کس مشکل سے اسکی ماں نے اسکو پیٹ میں رکھا - اور مشکل ہی سے اسکو جنا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کا دودھ چھوٹنا تیس مہینے میں جا کر تمام ہوتا یہاں تک کہ آدمی اپنی پوری قوت کو پہنچتا ہے یعنی چالیس برس کو پہنچتا ہے تو دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو توفیق دے کہ تو نے جو مجھ پر اور میرے والدین پر احسانات کئے ہیں ان کا شکریہ ادا کرتا رہوں - اور اچھے نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو - اور میری اولاد بھی نیک بختی پیدا کرے ✦

مندرجہ بالا آیات قرآنی میں سے پہلی کو پڑھ کر ہم دیکھتے ہیں کہ والدین کی اطاعت اپنے خالق کی اطاعت سے معاً بعد لکھی گئی ہے - اور حق بھی انہیں کا ہونا چاہئے - کیونکہ والدین سے بڑھ کر کسی اور مرد یا عورت کا حق ہم پر نہیں ہو سکتا - والدین کی اطاعت تمام اخلاقی تعلیموں کا سرچشمہ ہے اس سے تمام قسم کی اطاعتیں نکلی ہیں - اور اسی سے سب سیراب ہوتی ہیں - ان وجوہات کے ماتحت کوئی عجیب بات نہیں کہ اسلامی تعلیم میں والدین کی اطاعت کو ایسا رتبہ بلند دیا جائے - اور اس قدر

... اسلام کے پیروں کو اجازت دی جائے +

برخلاف اس کے جب ہم نئے عہدنامہ میں اس از بس ضروری معاملے کی بابت جو کچھ لکھا ہے دیکھتے ہیں تو ایک بہت بڑی حیرانگی اور مایوسی ہم پر چھا جاتی ہے چند فقرے بطور نمونہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں :-

جب اس سے کسی نے کہا کہ دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے تجھ سے بات کیا چاہتے ہیں تب اُس نے جواب میں خبر دینے والوں سے کہا۔ کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی اور اپنا ہاتھ اپنے شاگردوں کی طرف بڑھا کے کہا کہ "دیکھ میری ماں اور میرے بھائی" (متی باب ۱۲ آیت ۴۷ تا ۴۹)

"اور جب مے گھٹ گئی یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مے نہیں ہے یسوع نے اس سے کہا کہ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام" (یوحنا باب ۲ آیت ۳ سے ۴) +

مندرجہ بالا دو قولوں سے اور اس قسم کے اور بہت سے اقوال سے جو کہ انجیلوں میں مسیح کی طرف منسوب کئے گئے ہیں صاف ظاہر ہے کہ وہ تو معاشرت خانہ کے فطرتی تقاضے سے بالکل لاپرواہ تھا۔ ان کی بابت تو یہ بھی مشہور ہے۔ کہ ایکدفعہ آپ نے فرمایا میرا اس دُنیا میں آنے کا مقصد تو جنگ اور نا اتفاقی کا بیج بونا ہے۔ اور ان کی طرف ایک اس قسم کا فقرہ بھی منسوب کیا جاتا ہے کہ میں انسان کو اس کے باپ کے برخلاف لڑکی کو ماں کے برخلاف اور بہو کو ساس کے برخلاف اُٹھانے آیا ہوں +

جناب مسیح کے ان اقوال کو ایک آدمی اس طرح معقول ٹھیرا سکتا ہے کہ خدا کا وفادار بندہ تمام دنیوی رشتہ داروں کی محبت کو اپنا عشق آلہی دکھانے کیلئے قربان کر دیتا ہے۔ لیکن اس کے جواب میں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ بدقسمتی سے انجیل ایک ایسی کتاب ہے جس کا مُدعا علاوہ دیگر اغراض کے یہ بھی ہے کہ بعض طفلان کم عمر کو بھی جن کا فہم خام ان اصُولہائے اعلےٰ و ارفع کو سمجھ نہیں سکتا تعلیم دے۔ ان کیلئے مسیح صرف خدا کا بیٹا یا خود خدا ہے۔ اور ایک ایسا بہترین نمونہ ہے جس کی تقلید وہ دنیاوی زندگی میں کرنی چاہتے ہیں۔ ان حالات کے ماتحت وہ اس امر کو ذرا بھی قبیح خیال نہیں کرتے کہ وہ اپنے والدین سے غیر مہذب طور پر یا سختی سے پیش آویں۔ اور اپنے اس شنیع رویہ کو وہ اپنے آسمانی باپ کے مرقوم سلوک کی آڑ میں چھپا لیتے ہیں +

برخلاف اس کے قرآن شریف کس احسن طریق سے ...

کرتا ہے فرماتا ہے

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین

ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر وان جاھدک علی ان تشرک بی ما لیس لک

بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا واتبع سبیل من اناب الی

(سورہ لقمان آیت ۱۴ و ۱۵) ہم نے انسان کو اسکے والدین کے حق میں تاکید کی۔ اسکی ماں نے اسکو

جھٹکے پر جھٹکا اٹھا کر پیٹ میں رکھا۔ اور دو سال میں اسکا دودھ چھوٹتا ہے ... ہمارا

شکر گزار رہے۔ اور اپنے والدین کا بھی۔ اور میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ بعد اگر تیرے

ماں باپ مجبور کریں کہ تو ہمارے ساتھ شریک خدا بنا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس امر

میں ان کا کہنا نہ ماننا۔ ہاں دنیا میں ان کی رفاقت کرو۔ اور ان لوگوں کی پیروی کرو جو ہماری

طرف رجوع بجا لاتے ہیں +

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم باوجود والدین کی اطاعت پر اس قدر

زور دینے کے اس بات کی اطلاع دینے سے بھی غافل نہیں ہوا کہ اس فرض کو تنا ...

اہمیت دی جائے خصوصاً اس حالت میں جب کہ وہ اپنے سے بالا فرائض کے ...

اور ان حالات میں بھی اسباب کا دھیان رکھا جائے کہ اس خانہ میں کسی طرح کا خلل ...

ایک مسلم کسی کام میں خدا کے بتائے ہوئے رستے کے برخلاف اپنے والدین کا حکم نہیں مان سکتا

لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے باپ کی مخالفت کرے اور لڑکی اپنی ماں کی مخالفت کرے ...

انکو لازم ہے کہ وہ اس دنیا میں ان سے احسن سلوک کرے +

میرا یہ کہنا بھی غیر محل نہ ہوگا کہ ایک آدمی مشرقی اور مغربی ... کی اطاعت ...

ایک بین فرق دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مشرق میں تعلقات خانگی مشترک سمجھے جاتے ہیں ...

بھائی بہنوں بلکہ دادا دادیوں نانا نانیوں کی محبت کو بھی ... اہمیت دی جاتی ہے ...

لکھا ہے۔ کہ آدمی پر لازم ہے کہ ماں باپ کو چھوڑے اور بیوی سے چمٹا رہے ... کا اکثر ...

یہ مشاہدہ کیا جاتا ہے بیوی سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ ... کہنا ...

ان کو بہت زیادہ تعلیم دی جاتی تھی ... ناکردہ کہلاتی ہیں۔ اس قسم کی مثال مشرقی ممالک میں قریباً معدوم ہیں بیٹے والدین کی ... دل سے کرتے ہیں۔ اور مسلم ممالک میں ... دیکھنے میں آتا ہے کہ بیٹا تو امیر کبیر ہو اور والدین اس کے افلاس و غربت زدہ ہوں۔ کاش کہ مغرب میں بھی ایسا ہی ہوتا تو کس قدر زندگیاں تبدیل ہو جاتیں۔ میں اس وقت بھی ایسی مثالیں پیش کر سکتی ہوں۔ جن میں بیٹوں کو تعلیم دی گئی۔ اور اسکے اخراجات ہر قسم کے ذرائع اور خرچ خانہ ... کئے گئے اُنھوں نے دُنیا میں عروج حاصل کیا اور نام بھی پایا لیکن اُن کی مائیں ... ہیں جنہیں اکثر بیوہ ہیں بڑی مشکل سے قوتِ لایموت حاصل کرتی ہیں۔ میں پوچھتی ہوں کیا یہ روا اور جائز ہے آؤ اسلام کے اصولہائے حقہ پر عمل شد آمد کریں اور مسیح جس نے جیسا کہ ... بیان کیا اپنی ماں سے اس قدر بے تعلقی ظاہر کی اسکی تعلیم کی پیروی چھوڑ دیں۔ باپ کی محبت تمام رُوئے زمین کی اُلفتوں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس واسطے چاہئے کہ تو اپنے ماں اور باپ کی عزت کرے اور تیری زندگی اس دُنیا میں دراز ہو۔ دوسرے لوگ جب وہ مسیح کی اسبات کو سُنینگے کہ اُنھوں نے اپنی والدہ ماجدہ کی اس قدر تھوڑی وقعت کی تو اُن کو بھی مجھ سا رنج و قلق محسوس ہوگا۔ ایک مسلم ایسے درد و رنج سے بالکل محفوظ ہے کیونکہ ... انجیل کی اس تعلیم کے برخلاف قرآن میں ماں کی عزت کی تعلیم پاتا ہے۔ ہمارے قرآن نے مسیح کے مُنہ سے یہ الفاظ کہلوائے۔ واوصٰنی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیًا ۔ وبرًا بوالدتی ولم یجعلنی جبارًا شقیا (سورہ مریم۔ آیت ۳۱ و ۳۲) مجھ کو حکم دیا کہ میں نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دوں جب تک زندہ رہوں مجھ کو ماں کا خدمتگزار بنایا اور مجھ کو سخت گیر اور بدراہ نہیں کیا۔

یہ حسن کر حسنی آتی ہے کہ ایک نبی اللہ جو کہ اپنی زندگی کو بطور نمونہ پیش کرے تاکہ دیگر انسان اس کی پیروی کریں۔ اور وہ خود اپنی ماں کو اس قدر حقارت سے کہے کہ اے عورت میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں۔

شفاعت کنندہ، زندگی کی خوراک یا سہارا ایک ابدی زندگی [illegible] جس پر ایمان لانے کی دعوت خدا کے نزدیک مجسم نیکی سے زیادہ ہے وغیرہ وغیرہ [illegible] بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ موجودہ کلیسا جس کو مسیح کی طرف منسوب کیا جاتا ہے [illegible] پولوس تھا نہ کہ مسیح۔ ٹالسٹائی مسیح اور سینٹ پال کی تعلیموں کو مطابقت نہ دے سکا [illegible] اس عقدہ مشکل کا حل یوں کیا کہ سینٹ پال اور اسکی تعلیم کو رد کر دیا۔

اس میں شک نہیں کہ مسیح صداقت کو کامل اور با کمل طور پر بیان نہ کر سکا ایک آدمی سینٹ پال کو روح القدس سے بھرپور خیال کر کے کہہ سکتا ہے کہ اس نے کامل طور پر صداقت کو بیان کیا۔ جیسا کہ تسکین دہندہ نے بموجب پیشگوئی حضرت مسیح کرنا تھا لیکن [illegible] اس صورت میں ہو سکتا تھا جبکہ مسیح اور سینٹ پال کی تعلیموں میں کوئی بین فرق نہ ہوتا [illegible] اور نیز اگر سینٹ پال کی وحی اور عقاید کا سراغ انسانی ذرائع تک نہ پہنچتا مسئلہ کلام جو کہ یوحنا نے اپنی انجیل کے شروع میں بیان کیا ہے وہ تو یقیناً افلاطونی فلسفہ کا ایک مسئلہ تھا جس کو الیگزینڈرین فلسفہ نے بہت عروج دیا۔ جو کچھ سینٹ پال نے خطوط میں مسیح کی بابت لکھا ہے۔ وہ تو اس وقت کے عام فلسفہ دانوں کا پیشتر از وعظ پال تھا سینٹ پال نے مختلف فلسفہ دانوں کی پیچ در پیچ تعلیمات کو ایک نئی شکل دے کر مسیح کو اس شکل میں پیش کر دیا۔ موجودہ کلیسا بھی مسیح کو اس شکل میں مانتا ہے۔ جب سینٹ پال کے اپنے ہم مذہبوں یعنی عیسائیوں نے اسکی تعلیم کو رد کر دیا۔ تو اسکو مجبوراً عام آدمیوں کا جن کو یہودی شریعت کے قوانین کی پابندی میں بڑی دقت پیش آتی تھی وعظ کرنا شروع کیا سینٹ پال نے اپنے عقائد منوانے میں سہولت پیدا کرنے کیلئے اس وقت کے رائج عقائد اور اپنے عقاید کو بڑی چالاکی سے ایک دوسرے کے مشابہ کر کے پیش کیا۔ "وہ جو کہ شریعت کے ماتحت ہیں ان کیلئے میں بحیثیت مطیع شریعت آیا ہوں۔ تاکہ ان کو اپنے ساتھ ملا لوں۔ اور وہ جو کہ شریعت سے باہر ہیں ان کیلئے میں بحیثیت بیروں از شریعت آیا ہوں تاکہ ان کو بھی میں اپنے ساتھ ملا لوں" (پہلا خط کرنتھیوں باب ۹ آیت ۲۰۔۲۱) اسکی اپنی قوم ایک مسیح کی منتظر تھی جس نے داؤد علیہ السلام کی [illegible] بادشاہت ان کو واپس دلانی تھی۔ اور کلام کی بابت فلسفہ والوں کا جو خیال تھا وہ بھی [illegible]

[illegible] ہمارا [illegible] سینٹ پال نے [illegible] باتوں [illegible] بھی
[illegible] مسیحی ہے تین تین پہنچیا اقوال [illegible] کہ [illegible] ایک مشہور
[illegible] کیا ہوں اور ان علما و فاضل [illegible]
[illegible] اسباب کا فیصلہ چھوڑتا ہوں کہ درحقیقت کلیسیا کا بانی
[illegible] ان تو ہیں نے ڈاکٹر جان ڈینہم پارسن مصنف "ہمارا خدا" [illegible]
[illegible] بنائی گئی تھی خدا تعالے کا اوتار ہے"۔ جس طرح وہ لوگ جو کہ
[illegible] نہیں جا سکتے۔ اور اسکی عکسی شعاعوں کو سورج خیال کر لیتے ہیں۔ اسی طرح
[illegible] اس کا کلام خود خدا [illegible] ہے۔ "برہم پرجاپتی کرن ہے خدا کا پلوٹھا
[illegible] کلام اس کا ترجمان ہے" "پرو [illegible] انسان آیا"۔ "اس کا پلوٹھا بیٹا"۔ چنانچہ
[illegible] پروردگار ہے" بحیثیت خدا کا اوتار ہونے کے اور تمام ذی فہم مخلوق میں
[illegible] کے ساتھ بغیر کسی حد فاصل کے ہمنشین ہے"۔ "ہم ایمان رکھتے [illegible]
[illegible] کلام ہے جو کہ بوجہ آسمانی ماں باپ رکھنے کے تمام ان گناہوں سے
[illegible] "خدا تعالے کا مل انتظام [illegible]
[illegible] بیٹے یعنے کلام راست کو اپنے متبرک گلے کی حفاظت کے [illegible] کیا ہے
[illegible] طاقتور شہزادہ اپنے نائب مقرر کرتا ہے"۔ "یہ ہے روٹی یعنی وہ خوراک جو خدا نے
[illegible] مہیا کی۔ خدا سب چیزوں کا سرچشمہ اول ہے [illegible]
[illegible] ہے۔ یلہ [illegible]

کیا عجیب بات ہے کہ ان ویدیانوسی اقوال سے ہمارے کان نا آشنا معلوم نہیں ہوتے بلکہ جو کچھ
[illegible] اُس سے بہت کچھ مشابہت رکھتے ہیں۔ اس مواصلت سے کیا یہ امر ثابت
[illegible] سینٹ پال [illegible] یوحنا کی انجیل کے بعض حصے فائلو اور اُس کے [illegible]
[illegible] انھوں نے بھی اسیطرح کلام کو سرچشمۂ فیوض قرار دیا۔ اور اس [illegible]
[illegible] جاتے ہیں مثلاً کلام۔ خدائی میں دوسرے درجہ پر [illegible] ہے۔ خدا کی
[illegible] بیٹے ہاتھ پر مسند نشین معصوم انسان [illegible] زندگی کی خوراک

اور مطابق حقائق اور مخلوق کے ما بین شفیع وغیرہ وغیرہ۔ الغرض اگر ہم ان باتوں کا جو کلیسیا کے حقیقی جیلد معقول ہیں ان کا سراغ فائلو اور دیگر فلاسفروں تک جو بابلی جنتری کی پیچ و پیچیں مسیح کے الفاظ اسکی کسی طرح تائید نہ کرتے ہوں تو ہم ہرگز یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ کلیسا کی بنیاد وحی اور الہام پر ہے۔ اور ہم یہ بھی نہیں مان سکتے کہ موجودہ کلیسیا اس مسیح کے الفاظ کا نتیجہ ہے جو یہودیوں کا پیغمبر تھا کیا مندرجہ ذیل دو قول ان باتوں کے عین مشابہ نہیں جو کہ ہم عموماً گرجاؤں کی منبروں سے سنتے ہیں جبکہ پادری صاحب اس مضمون پر وعظ کر رہے ہوں کہ مسیح کا خون نجات اور روح انسانی کی قیمت اور تاوان ہے۔

یکوع المسیح انسان ہے جو تم رسا رکھتا ہو اور جب وہ عوام کے افعال قبیحہ کو دیکھے اور کہ وہ ہو اللہ تعالیٰ سے جو کہ سب سے بڑا بچانیوالا ہے یہ نہ کہہ اٹھے کہ ہم کو اس گناہ کی گنہگاری سے آزاد کر دو روح کی ایک قیمت اور تاوان مقرر کرکے اسکو حقیقی آزادی اسکو عطا فرما دو (دی کوخیوس لنگ باب اول آیت ۱۳) اس وجہ سے وہ ان تمام لوگوں کو جو کہ زندگی کی دوڑ میں کوشش کرنے کے قابل ہیں ابھارتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی طرف پورے زور سے رجوع کریں۔ کیونکہ وہی تمام عقل کا سرچشمہ ہے تاکہ وہ اس کے متبرک چشمہ سے سیراب ہو کر وہ بجائے موت کے ابدی زندگی کا حاصل کرے۔

ڈی پیڈ فیوجس بابلاول آیت ۵۶۰ و ۳۱ +

(چالیس سلمان سجلیج)

ترجمۃ القرآن انگریزی کے متعلق ایک انگریز مصنف کی رائے

مسٹر ایس ایچ لیڈ جو بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی مسلم مشنری انگلستان کو ترجمۃ القرآن انگریزی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

مجھے ترجمۃ القرآن کی ایک کاپی موصول ہوئی ہے اور میں بعجلت تمام آپکو قرآن مجید کی الہامی پاکیزہ اور عزیز کتاب ہونے میں یقین دیتا ہوں اس کتاب کو محض ہاتھ میں لینا ہی ایک خاص لطف رکھتا ہے کیونکہ جب [illegible] جو بموجب ہدایت و نور ہیں۔ تو انسان کا قلب اس محنت کے لئے جس سے یہ کتاب تیار ہوئی ہے شکر و امتنان سے لبریز ہو جاتا ہے میں اس سے خوش ہوں کہ قرآن مجید اب میری مادری زبان میں ہو گیا ہے اور اس کی تفسیر ایک ہی علامہ [illegible] میں یقین کرتا ہوں کہ یہ تصنیف دنیا کی مذہبی زندگی میں ایک نیا دور شروع کر دیگی۔ تصنیف [illegible] کے قریب ہے۔ قیمت۔ کپڑے کی جلد [illegible]

ملنے کا پتہ۔ دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ابتدا یکم جنوری سنہ ۱۹۱۶ء از کتب دفتری بلال نور احمد سابق محاسب دفتر ووکنگ از یکم جنوری سنہ ۱۹۱۶ء تا ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء
بمطابقت ملک عبد القیوم محاسب دفتر ووکنگ بابت آخری ۳۱ یوم دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء و از کتب خواجہ عبد الغنی دفتر لاہور
بابت سنہ ۱۹۱۶ء

نقشہ آمد و خرچ بابت سال سنہ ۱۹۱۶ء

آمد	پائی	آنہ	روپیہ
از دفتر ووکنگ انگلستان بحوالہ نقشہ (ا)	۰	۱۰	۱۶۲۶
از دفتر ہندوستان بحوالہ نقشہ (ب)	۹	۹	۴۲۱۱۹
رسالہ اسلامک ریویو در انگلستان بابت قیمت	۰	۲	۱۰۹۶
" " در ہندوستان "		۳	۶۷۸۵
از غرض مفت تقسیم رسالہ و دیگر لٹریچر در ہندوستان (ج)	۰	۰	۱۲۵۰
از خصوصی برائے مفت تقسیم رسالہ و امداد مشن	-	-	۶۰۰۰
از اپیل جناب ... برائے مفت تقسیم رسالہ و دیگر لٹریچر بابت سال سنہ ۱۹۱۶ء	۰	۰	۶۰۰
خرچ از انجمن فرخ آباد	۰	۰	۵۵
بابت ام الالسنہ و دیگر کتب بک ڈپو	۹	۱	۳۵۳
میزان کل	۶	۱۰	۲۱۹۷۷

خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ ایڈیٹوریل سٹاف و دیگر عملہ لاہور و ووکنگ بحوالہ نقشہ (د)	۰	۰	۶۳۴۴
اخراجات طبع اسلامک ریویو و محصول ڈاک در انگلستان	۰	-	۷۷۱۹
اخراجات لنگر خانہ و دیگر اخراجات ووکنگ (و)	۰	۱۲	۸۰۴۴
کرایہ جہاز تبدیلی عملہ - - (ز)	۰	۶	۲۵۸۷
اخراجات دورہ خواجہ صاحب در ہندوستان و دیگر ایجنٹان (ح)	۰	۸	۶۳۵
تیاری پارچات وغیرہ عملہ جو ولایت کو گیا	۰	۸	۱۲۱
محصول ڈاک متعلقہ اسلامک ریویو وی پی وغیرہ در ہندوستان ...	۹	۷	۳۸۱
سٹیشنری مع کاغذ برائے ہند	۹	۱۲	۷۸
ولیمی قوم ... جو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہو گئی ...	۰	۸	۸۳
قرضہ حسنہ ...	۹	۶	۶۰۰
قیمت اشیاء جو وقتاً فوقتاً ووکنگ کو ارسال ہوئیں مثلاً لحاف کمبل ...	۰	۷	۱۲۲
متفرق در ہندوستان و انگلستان جس میں ... دفتر کی الماریاں بھی شامل ہیں	۰	۱۵	۱۲۰
میزان کل	۳	۱۱	۲۶۸۶۸

دستخط
عبد الغنی ... دفتر لاہور

دستخط
بلال نور احمد سابق محاسب ووکنگ
حال محاسب اسلامک ریویو دفتر لاہور

دستخط
ملک عبد القیوم محاسب
دفتر اسلامک ریویو ووکنگ

نقشہ الف

تفصیل آمد امداد مشن در انگلستان	پنس	شلنگ	پونڈ	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن جو انگلستان میں وصول ہوئی ۔	۴	۴	۳۸			
از گورنمنٹ وار آفس بابت دعوت مسلم سپاہیان جو عید کے موقع پر شامل نماز ہوئے	[illegible]	[illegible]	۱۵	[illegible]	[illegible]	[illegible]
از بورڈران بابت خوراک جو دوکنگ میں رہے	۲	۴	۵۵		۱	
کل میزان	۱۰	۸	۱۰۸	-	۱۰	۱۶۲۶

نوٹ: میموریل ہوس ملحقہ مسجد ووکنگ میں علاوہ عملہ مشن کے بعض اور احباب بھی عارضی طور پر آکر وقتاً فوقتاً مسنونہ میعاد مہمانداری سے زیادہ عرصہ کیلئے رہتے ہیں ایسے احباب خرچ خوراک اپنا دیتے ہیں انہیں میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے واپسی انگلستان پر اپنے آپ کو شامل کیا ہے +

العبد

بلال نور احمد و ملک عبد القیوم محاسب ووکنگ

نقشہ ب فہرست زر عطیہ و امداد ووکنگ مسلم مشن سنہ ۱۹۱۶ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
از شیخ صاحب منگرول	۰	۰	۵۰/	از منافع رسالہ اشاعت اسلام	۰	۰	۳۰۰
امانت از نواب صاحب انبہ	۰	۰	۲۰۰	امانت انجمن [illegible] خواجہ کمال الدین صاحب مشنری ووکنگ	۰	۰	۱۰۹
آمد معرفت مسٹر نائیڈو از دکن	۳	۱	۹۰۰	از نظام کلب دکن بار چہارم بہ تفصیل ذیل مولوی سید زین العابدین صاحب بلگرامی ۱۰۰ روپیہ	۰	۰	۱۵۸

نوٹ: ریاست منگرول کا چندہ اعانت جو بسر کردگی عالیجناب والا مراتب شیخ صاحب منگرول وصول ہوا تیراں صد روپیہ تھا۔ جو حسب ایماء شیخ صاحب مختلف مدات میں تقسیم کر دیا گیا مبلغ ۵۰ روپیہ ماعز الہٰی مشن دیا نقشہ ۲۵۰ روپیہ صرف تقسیم رسالہ جو نقشہ ج میں اندراج ہوا ہے ۳۰۰ بمد طبع قرآن کریم جو کمیٹی ترجمۃ القرآن کریم کے حوالہ کیا گیا اس چندہ میں زیادہ تر رقم عالیجناب شیخ صاحب منگرول کی جیب خاص سے تھی ۴ اسکی تفصیل جو انہوں نے دی وہ حسب ذیل ہے: مبلغ ۶۲۱ از مسلمانانِ منگرول ... قیمت رسالہ اردو ۱۰ قیمت رسالہ اردو بصیغہ حالی ... مسجد کا چندہ ... کل ۱۵۹ ... اسمیں سے ... روپیہ خرچ اشتہارات وغیرہ جو بکمر ... پندرہ روپے انہوں نے بابت سفر خرچ ... کے باقی ... بھیجے ہے اور بقیہ ... وغیرہ ہوگی +

[illegible] حاجی [illegible]	
[illegible] حبیب [illegible]	[illegible]
[illegible] محمد صاحب	عہ
[illegible] دستشجاعت اللہ صاحب	صہ
جملہ ارباب رسوم ... میزان	[illegible]
بوہسکہ انگریزی	[illegible]
منی آرڈر	[illegible]
فیس کمشن	[illegible]
بہ قبضہ کلب	[illegible]
معرفت عالیجناب حاجی احمد صاحب	
جائنٹ سکریٹری نظام کلب کن بارنیجم	۸۸
معرفت ایجنٹان دفتر بتفصیل ذیل	۴۹-۱۷
چندہ قربانی در کاٹھیاواڑ	[illegible]
حاجی پیر محمد قاسم صاحب پاٹوا	صہ
حسین قاسم دادا	صہ
خان مرتضیٰ خان جی	عہ
خان سلطان محمد خاں	عہ
آدم حاجی پیر محمد	عہ
محمد حاجی غنی	عہ
حاجی یوسف حبیب	[illegible]
حاجی عمر ابا	[illegible]
حاجی آدم عبد اللطیف	[illegible]
حبیب احمد موسیٰ	صہ

نوٹ۔ اس کی تفصیل اب تک موصول نہیں ہوئی +

[illegible]	
حاجی حبیب [illegible]	صہ
حاجی آدم حسین	صہ
داؤد محمد ابلی	[illegible]
محمد اسمٰعیل عیسیٰ	[illegible]
حافظ ابراہیم محمد	[illegible]
طیب عبد الغنی	[illegible]
ولی محمد حاجی غنی	[illegible]
آدم علی بھٹی	[illegible]
عبد الشکور یوسف	[illegible]
احمد عبد الکریم اسمٰعیل	[illegible]
آدم ایوب کشٹا	[illegible]
ولی محمد احمد لطیف	[illegible]
عبد الشکور ہاشم	[illegible]
عیسیٰ اللہ قاسم	[illegible]
احمد حاجی قارا	[illegible]
کریم حاجی احمد	[illegible]
طیب عثمان قاسم	[illegible]
عبد الغنی عبد اللطیف	[illegible]
عبد الرحمن کریم	[illegible]
پیر محمد حبیب	[illegible]
حاجی آدم حاجی احمد	[illegible]
عبد الشکور عبد الکریم	[illegible]

[illegible] کاٹھیاواڑ [illegible] یاٹوا۔ کتیانہ۔ جوناگڈھ کے علاوہ سے فراہم کی اور جن لوگوں کے حاجی امانت [illegible]

[illegible]

نام	روپیہ	آنہ	پائی
[illegible] داؤد علی محمد من صاحب باٹوا	۴/		
عبدالکریم محمد ״ ״	۴/		
عباس سلیمان سنگر ״	۴/		
محمد عثمان قاسم ״ ״	۴/		
ولی محمد حاجی دادا ״	۴/		
شکور حاجی غنی ״ ״	۴/		
آدم کریم سورتی ״ ״	عہ/		
آدم حاجی کریم ״ ״	عہ/		
داؤد غیب ״ ״	عہ/		
آدم حسین ״ ״	عہ/		
آدم علی محمد ״ ״	عہ/		
شکور ہاشم ״ ״	عہ/		
ابراہیم حبد الغنی حبیب ״	عہ/		
داؤد حاجی غنی بھوپرا ״	عہ/		
حبیب حاجی طاہر محمد ״	عہ/		
داؤد حاجی حیدر بابا ״	عہ/		
حاجی حسین حاجی غنی ״ ״	عہ/		
حاجی غنی حاجی طیب ״ ״	عہ/		
حاجی پیر محمد موسیٰ ״ ״	عہ/		
آدم جمال دادا ״ ״	۱۰/		
علی سیٹھ صاحب تی ٹی ڈنڈم کنیانہ کاٹھیاواڑ	صہ		
حاجی محمد صاحب نقشبندی لسی - کنیانہ	صہ		

نام	روپیہ	آنہ	پائی
[illegible] حاجی جمال غنی صاحب سپیٹھ [illegible] کنیانہ	صہ		
سیٹھ محمد طیب صاحب آدمانی ״	عہ		
سیٹھ محبوب حاجی علی محمد صاحب ״	صہ		
سپیٹھ احمد ابا کپا ״ ״	صہ		
صالح محمد حاجی ولی ״ ״	صہ		
حاجی موسیٰ عیسیٰ کمپنی ״ ״	عہ		
حاجی جان محمد صاحب بھار ״	صہ		
آدم حاجی علی محمد صاحب ״	عہ		
غنی محمد داؤد اسوانی صاحب ״	معہ/		
بابا رحمت اللہ صاحب بہرانی ״	۸/		
حاجی لطیف صاحب بندر گاہ ״	صہ/		
حاجی ایوب جمال صاحب ״	صہ/		
ہاشم لطیف صاحب ״	صہ/		
حاجی بابا اسحاق صاحب ״	صہ/		
موذن مسجد صاحب مدینہ ״			
ولایت حسین لال میاں صاحب ״	۸/		
قاسم بھائی علی محمد ״ ״	۸/		
قادر بھائی ابراہیم ״ ״	۸/		
حسین میاں حامد میاں ״ ״	۸/		
غلام نبی غلام حیدر ״ ״	۴/		
سید علی محمد میاں ״ ״	۴/		
دیارام کھمر رام ״ ״	۴/		
جمال حسن سراج دین ״ ״	۴/		

نام	رقم	پائی	آنہ	روپیہ
عبدالصمد ۔ کتبیات	۱۲/			
حبش صاحب ″ ″	۱۲/			
″ ″ ″	۱۲/			
علی محمد بھائی ″	۱۲/			
بکر ۔ کتبیات	۸/			
ظان مرزو دنی	۸/			
بکر حاجی فقیر محمد جان ملا صاحب	عہ/			
محمد لاکھانی	عہ/			
بکر حاجی ڈالڈا صاحب	عہ/			
یوسف علی ہاشم تیداول کاٹیاوار	عـہ			
مسلم الاسلام ۔ ماتا ڈسٹرکٹ	صـہ			
عبدالرحیم خاں صاحب پروفیسر پنشنر جوناگڈھ کالج	عـہ			
سلطان محمد خانم ناگڑھ	عـہ			
مندرجہ ذیل رقم مبلغ ۸۶ فرست جناب عبدالوہاب صاحب سوداگر ممبئی کی معرفت بتفصیل ذیل				
... الدین ۔ دہلی ۔	عہ/			
محمد فاروق صاحب ″ ″	عہ/			
عبدالعزیز ″ ″ ″	عہ/			
شفیع اللہ ″ ″ ″	عہ/			
انعام الٰہی ″ ″	عہ/			
عبدالرحیم عبدالرشید	عہ/			

نام	رقم	پائی	آنہ	روپیہ
جناب الحق صاحب دہلی	عہ/			
″ عبدالخالق ″ ″	عہ/			
″ عبدالوحی محب الستار ″	عہ/			
″ رفیع اللہ محمد صدیق ″	عہ/			
″ قمرالدین صاحب ″	عہ/			
″ نور الٰہی محمد علیخان ″	عہ/			
″ حاجی محبوب علی ″ ″	عہ/			
″ عبدالکریم ″ ″	عہ/			
″ محمود حق ″ ″	عہ/			
″ محمد احمد ″ ″	عہ/			
″ خلیل الرحمن ″ ″	عہ/			
″ نور حسن ″ ″	عہ/			
″ محمد اشفاق ″ ″	عہ/			
″ محمود حق ″ ″	عہ/			
″ نوردین ″ ″	عہ/			
″ محمد اسحٰق اللہ دایا ″	عہ/			
″ محمد امین ″ ″	عہ/			
″ مبارک علی ″ ″	عہ/			
″ فیاض الدین کمپنی ″ ″	عہ/			
″ عباد اللہ و احسان اللہ ″	عہ/			
″ حاجی میاں و جان احمد میاں ″	عہ/			
″ احمد دین و عبدالکریم ″	عہ/			
″ نور حسن و محمد شریف حسن ″	عہ/			

بابو کرم الٰہی صاحب	دہلی		عہ/
// عبد الظفر محمد صدیق صاحب	دہلی		عہ/
// عبد الغنی صاحب	کلکتہ	//	عہ/
// محمد ابراہیم صاحب	//	//	عہ/
// محمد اشفاق	//	//	عہ/
// شہاب الدین	//	//	عہ/
// حاجی عبد الرزاق	//	//	عہ/
// محمد اشفاق	//	//	عہ/
// محمد اشفاق	//	//	عہ/
// منشی محمد صدیق	//	//	عہ/
// مسعید	//	//	عہ/
// احمد خان ولد محمد خان	//		عہ/
// رفیع الدین	//	//	عہ/
// محمد رفیع	//	//	عہ/
// محمد یعقوب	//	//	عہ/
// محمد ابراہیم	//	//	عہ/
// محمد صدیق	//	//	عہ/
// محمد اسمعیل	//	//	عہ/
// ذکاء اللہ	//	//	عہ/
// عبد الرزاق	//	//	عہ/
// عبد الرحمن	//	//	عہ/
// محمد شفیع	//	//	عہ/
// عبد الغنی	//	//	عہ/

عبد الفضل محبوب الٰہی	دہلی		عہ/
// کرم الٰہی ولد لال کمپنی	//	//	عہ/
// محمد بخش صاحب	کلکتہ	//	عہ/
// محمد صدیق محمد حسن صاحب	//	//	عہ/
// ابو الحسن	//	//	عہ/
// ذوقی الدین	//	//	عہ/
// عبد السلام	//	//	عہ/
// محمد صادق	//	//	عہ/
// عبد القادر و عبد الستار	//		عہ/
// محمد شفیع	//	//	عہ/
// عبد العزیز سراج دین	//		عہ/
// عبد العزیز محمد رفیع	//	//	عہ/
// محمد خان	//	//	عہ/
// محمد صدیق محمد نعیم	//	//	عہ/
// حاجی احسان اللہ	//	//	عہ/
// سراج الدین	//	//	۸/
// محمد اسمعیل	//	//	عہ/
// نور الٰہی کمپنی	//	//	عہ/
// اسمعیل و ابراہیم	//		عہ/
// محمد رفیع	//	//	عہ/
// محمد صدیق الدین	//	//	عہ/
// عبد الحق	//	//	عہ/
// محمد امین	//	//	عہ/

نام	پائی	آنہ	روپیہ
... (روپیہ ... عہ/ عہ/)			
... محمد قاسم نور علی ۳/			
... حمید صاحب ربلی عہ/			
... عبداللہ " " ۳/			
... صرا " " عہ/			
... وعبدالجلیل عہ/			
... صدا " " عہ/			
... عبدالحکیم صاحب ... عہ/			
... نامعلوم " " ...			
منگرول معرفت جناب ... رحمت اللہ صاحب			
... محمد صاحب منگرول صہ/			
... کریم " " صہ/			
... عزلی " " عہ/			
... محمد " " ۳/			
... ابو ... حاجی محمد " " للعہ/			
... عبدالکریم " " عہ/			
... حاجی ... " " عہ/			
... رحمت اللہ " " عہ/			
... ابراہیم یوسف " " عہ/			
... عبداللہ عزلی " " ۸/			
... کریم ... " " ۱۲/			
... اسمٰعیل " " ۸/			

نام	پائی	آنہ	روپیہ
جناب عمر لطیف صاحب منگرول عہ/			
" قاسم غنی صاحب " عہ/			
" ابراہیم قائم " " عہ/			
" موسیٰ حبیب " " ۸/			
" اسمٰعیل کریم " " عہ/			
" ولی صائع " " عہ/			
" کریم آمن " " عہ/			
" حبیب ناسو " " عہ/			
" غنی موسیٰ " " عہ/			
" ہاشم علی " " ۴/			
" کریم نور محمد " " عہ/			
" یوسف سلیمان " " عہ/ ۸/			
" حبیب سلیمان " " عہ/			
" غنی سلیمان " " عہ/			
" اسمٰعیل سلیمان " " ۸/			
" غنی ولی " " ۴/			
" حاجی اسحٰق احمد " " عہ/			
" یوسف عمر " " ۴/			
" کریم موسیٰ " " ۴/			
" احمد اسحٰق " " عہ/ ۸/			
" عثمان غنی " " ۴/			
" کریم اسمٰعیل " " ۸/			
" کریم نور محمد " " ۸/			

پائی	آنہ	روپیہ	
			جناب محمد حاجی ابا صاحب منگرول ۶ر
			،، عثمان ابا ،، ،، ۴ر
			،، کریم حاجی ،، ،، ۶ر
			،، محمد حبیب ،، ،، ۸ر
			،، غنی حبیب ،، ،، عہ
			،، یوسف سلیمان ،، ،، ۴ر
			،، اسمعیل صالح ،، ،، ۸ر
			،، محمد حاجی ابراہیم ،، ،، عہ ر
			،، عبد اللہ محمد ،، ،، ۸ر
			،، محمد حاجی نور محمد ،، ،، ۴ر
			،، عمر لطیف حاجی ،، ،، ۸ر
			،، ابراہیم کنتنو والا ،، ،، ۸ر
			،، باٹی عبد اللہ شبلی صاحب ،، ۴ر
			،، باٹی حنیفہ صاحب ،، عہ ر
			،، یوسف حاجی سلیمان صاحب ،، عہ ر
			،، خان محمد صاحب ،، ۴ر

[illegible]			بابت قیمت رسالہ از جملہ مسلمین ہندوستان بتفصیل ذیل ۔ ۔ ۔
ایک عدد رسالہ مفت	صہ		جناب عبد المتین صاحب قائم گنج
۲ عدد رسالہ مفت	عہ		،، معین الدین ،، ،،
۱ عدد رسالہ مفت	صہ		،، معلم الاسم ،، ،،
۱ عدد رسالہ مفت	صہر		،، محمد عبد الحافظ ،، ،،
۱ عدد رسالہ مفت	صہر		،، عبد الحق ،، ،،
۲ عدد رسالہ مفت	عہ		،، فضل امام ،، ،،
۲ عدد رسالہ مفت	عہ		،، حبیب علی خاں صاحب وادہ
یکصد رسالہ مفت	صہر		جناب ایلیہ صاحب شیخ نور احمد صاحب وکیل ایبٹ آباد
۹۶۹	۹	۰	امداد از جملہ مسلمین ہندوستان بتفصیل ذیل
	عہ		جناب خواجہ عبد المجید صاحب علیگڈھ
	۱عہ		معرفت جناب کرم الٰہی صاحب اسسٹنٹ سرجن نوشہرہ از طرف مسلمانان نوشہرہ ۔ ۔ ۔
	۱۲ر		جناب سید غلام مصطفیٰ صاحب کابل علیگڈھ
	۸ر		جناب فضل الٰہی صاحب معرفت کامل صاحب
	۴ر		،، فضل کریم ،، ،،
	للعہ		جناب کامل صاحب کی معرفت بابت قیمت کتب
	عہ		جناب محمد شریف محمد اسمعیل ناظم شفاخانہ مشہد
برائے مفت تقسیم رسالہ	صہر		،، سید غوث صاحب کلرک
،، ،،	صہ		،، عبد العزیز ،، مشہد

[illegible] صاحب ... مبیور	صہ
[illegible] صاحب ... کھیور	عہ
[illegible] صاحب ... گجرات	صہ
[illegible] صاحب ... دسکاگا	عہ ۱۲؍
[illegible] صاحب ... وخیرہ زکوٰۃ	۴؍
... ظہیر الدین صاحب ... جہلم	۱۵؍
معرفت جناب پیر محمد صاحب نینی تال ...	
[illegible] چندہ فراہم شدہ	عہ ۱۲؍
... سید فضل الرحمن صاحب کانپور اعانت	لعہ ۱۲؍
میر حیات علی صاحب ... بابت لنگر خانہ	صہ
... الحسن صاحب ... خلیل آباد	عہ
... جہاں بیگم صاحبہ معرفت منہاج الدین صاحب انجینیر مظفر گڈھ	عہ ۹؍
... حافظ سیف اللہ خان صاحب ... کابل	عہ
... معرفت جناب پیر محمد خان صاحب ... دفتر ... نینی تال	للعہ
شیخ عبد الرؤف صاحب ... الہ آباد	عہ
جناب ... صاحب دہلوی	عہ ۲۰
دالپسی ...	[illegible]
جناب حافظ صاحب ... شیل ...	صہ
معرفت جناب پیر محمد صاحب نینی تال ...	صہ
معلوم الاسم	۳؍
جناب نصیر الدین صاحب ... ابن ...	[illegible]
جناب عبد الصمد صاحب	صہ
جناب محمد رشید احمد صاحب ... شہر	عہ
محمد عزیز الدین صاحب ... ترچنا پلی	صہ
حکیم رافت اللہ صاحب ... زکوٰۃ	عہ
نصیر الدین صاحب ... ابن ...	۱۵؍
سید محمد حسین صاحب ... ضلع مظفر گڈھ	عہ
جناب مولوی صدر الدین صاحب ... حضرت شیخ ... صاحب ... جمع کرا ...	۱۲۵ للعہ
جناب محمد اسلم خان صاحب ... خان خیل	۱۱؍
چندہ ... حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ... شہر	۱۵؍
جناب شیخ ... صاحب ... لاہور	عہ ۶۰

دستخط

خواجہ عبد الغنی محاسب لاہور

نقشہ ج

روپیہ	آنہ	پائی	تفصیل
۲۵۰	۰	۰	از ... منگرول ...
۱۰۰۰	۰	۰	از کراچی ...
۱۲۵۰	۰	۰	میزان

[illegible] ... ۱۲۵۰ روپیہ ... ۵۰۰ روپیہ ... اور ۵۰۰ روپیہ ... باقی ... روپیہ ... [illegible]
... جناب ... صالح محمد صاحب ... عبد الرحیم خان صاحب ... جناب غلام علی صاحب ... [illegible]

نقشہ د

ایڈیٹوریل سٹاف - - - - - - -	[illegible]
دیگر عملہ ووکنگ و لاہور - - - - - - -	[illegible]
میزان کل	[illegible]

یہ رقم ہردو لاہور میں ہاؤس کے علاوہ ووکنگ کا عملہ شاملہ ۔۔۔ [illegible] درج ہے ۔

دستخط
عبدالقیوم ۔ عبدالغنی

نقشہ ہ

تفصیل اخراجات طبع رسالہ اسلامک ریویو و بلاک تصاویر در انگلستان ۔

روپیہ	آنہ	پائی	پونڈ	شلنگ	پنس	
			٣١٧	٧	٣	بابت اجرت طبع رسالہ اسلامک ریویو - - - - -
			١٧	١٠	٨	بلاک تصاویر - - - - - - -
			[illegible]	٤	١٠	محصول ڈاک - - - - - - -
			١	١٨	٨	متفرق خرچ - - - - - - -
			٣٣	١٠	٧	اجرت نامہ نگاران رسالہ - - - - - -
٧٧١٩	-	-	٥١٤	١٢		میزان

دستخط ۔ بلال ۔ ١٩١٦ محاسب ووکنگ [illegible]

نقشہ و

خلاصہ حساب خرچ در سال سنہ ١٩١٦ء ۔ از کتب دفتر مرتبہ شیخ بلال نور احمد بلال محاسب ووکنگ

روپیہ	آنہ	پائی	پونڈ	شلنگ	پنس	
[illegible]	[illegible]	-	١١٩	١٩	٦	خوراک مہمانان علاوہ اخراجات عیدین
			١٢٣	[illegible]	٤ ½	خوراک بورڈرمن و خوراک عملہ

نوٹ فروری سنہ ١٩١٦ء سے ماسوا عملہ اور متعلقہ بادرچیخانہ و صفائی مکان وغیرہ دیگر کل عملہ کا خرچ خوراک ان کے ذمے [illegible]

تفصیل	پنس	شلنگ	پونڈ	پائی	آنہ	روپیہ
[illegible]	۶	۱۷	۱			
[illegible] بوٹ گرم کرنے [illegible]	۸	۱۸	۱۵			
[illegible] مکان [illegible] وولکنگ	۴	۶	۲۹			
[illegible] مقامات برائے کچھ	۱۰½	۴	۲۳			
[illegible] ووکنگ	۸	۸	۳			
[illegible]	۶	۴	۲۹			
[illegible] وکرسی	۸	۱۶	۲۷			
[illegible]	۳	۱۱	۲			
[illegible] ملازمان کے باورچی وغیرہ	۴	۶	۳۰			
ملک عبدالقیوم صاحب تنخواہ علی الحساب	۰	۰	۵۰			
مولوی صدرالدین صاحب و بلال نور احمد صاحب خرچ سفر	۲	۱۶	۲۱			
[illegible] بذریعہ ملک عبدالقیوم صاحب آخر یوم اول دسمبر ۱۹۱۶ء	۶	۷	۸			
میزان	۴	۶	۵۳۶	-	۱۲	۳۴۴۳

دستخط - بلال نور احمد محاسب دفتر ووکنگ حال محاسب لاہور

نقشہ ن

کرایہ [illegible] برائے تبدیلی عملہ مابین لاہور و ووکنگ ۔

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
ملک عبدالقیوم صاحب از لاہور تا ووکنگ سیکنڈ کلاس [illegible] درجہ سوم و دیگر اخراجات ۔ ۔	۰	۰	۹۹۰
[illegible] صاحب ۔ کرایہ جہاز و ریلوے از لاہور تا ووکنگ	۰	۰	۷۲۰
[illegible] مولوی صدرالدین صاحب و شیخ بلال نور احمد کرایہ جہاز و ریلوے ۔ [illegible] مولوی صدرالدین صاحب کا [illegible] جہاز [illegible] بمبئی پہلے [illegible] ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۰	۶	۸۷۷
میزان		۶	۱۵۸۷

دستخط خواجہ عبدالغنی　　　دستخط - ملک عبدالقیوم

نقشہ ح

سفر خرچ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ہندوستان (کراچی) ٹیلیگرام ... مسکروں وغیرہ وغیرہ	[illegible]
تنخواہ ایکنطان بمعہ سفر خرچ	[illegible]
میزان	[illegible]

دستخط۔ خواجہ عبدالغنی محاسب دفتر لاہور

قرآن کریم نے کس طرح تعلیم اور علم طبیعی کو ایک نئی وسعت عطا فرمائی

ازقلم سید احسان البکری

(یہ مضمون نیو لائیٹ سمر سکول کے ممبران کے سامنے زیر صدارت جناب ڈاکٹر اولسی ملر صاحب پی ایچ ڈی پڑھا گیا)

ہمیشہ سے تاریخ دانوں کیلئے یہ ایک بڑا دلچسپ مضمون رہا ہے کہ وہ اُن وجوہات کی پڑتال کریں جنکی وجہ سے علم اور تعلیم کو ایک نمایاں ترقی عین اُس وقت ہوئی جب اسلام دُنیا میں آیا۔ جو کچھ اہل یورپ نے اہل یونان یا روما سے حاصل کیا تھا وہ تو عیسائی معبدوں کے پوشیدہ ترین کونوں میں مخفی تھا۔ اس وقت علم حاصل کرنا ایک گناہ کبیرہ سمجھا جاتا تھا۔ چاروں طرف جہالت ہر قوم کا خاصہ ہو گیا تھا۔ اور جو کچھ اُن کے آباؤ اجداد نے علم کی مختلف فروع کی بابت چھوڑا تھا وہ سب کا سب نسیان کی نذر ہو چکا تھا۔ جہالت و گمراہی کے بادل چاروں طرف محیط تھے خصوصاً عرب میں جہاں کہ ظلمت و ضلالت سب سے زیادہ تھی۔ اہل عرب اُمیوں کے لقب سے مشہور تھے یعنی وہ قوم جو کامل طور پر اَن پڑھ تھی۔ ان حالات کے ماتحت کیا یہ ایک معجزہ نہیں کہ پیغمبر خدا کی بعثت ایک ایسے لوگوں میں ہو جو دُنیا میں سب سے زیادہ جاہل تھے اور وہ ان کو اپنے بہترین اصولہائے معاشرت سکھا کر علم و فضل میں سب قوموں سے آگے بڑھا دے۔ اسلام کی ابتدا کے چند ہی سال بعد عرب لوگ اس وقت کی معلومہ دُنیا کیلئے علم و تدریس کی مشعل بردار بن گئے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ موجودہ طریق تعلیم اور قبل از اسلام طرز تدریس میں اسلام ایک عظیم الشان حد فاصل ہے۔ زمانہ قدیم کے لوگ صرف لفظی اور خیالی بحثوں میں حصہ لیتے تھے۔ اور اپنے اوقات کو اپنے مشلوں

یہ کامل اور عملی زندگی کا جزو ہوتا تھا۔ معلم فاضل کا خطاب ان راہبوں اور پجاریوں
کو ملتا تھا جو اپنی عمر کا بیشتر حصہ ایک معبد یا استھان یا مندر کی مجاوری
میں بسر کرتے تھے۔ اسلام جب پھیل گیا تو اس نے تمام کائنات کو ایک مطالعہ گاہ اور دُنیا کو
قرار دیا۔ اور کیا یہ ایک مسلمہ امر نہیں ہے کہ باوجود اسباب کے کہ اس وقت منطق فلسفہ شاعری
اور یونانیوں کا چرچا تو کثرت سے تھا لیکن ہم کو یہ پتہ بالکل نہیں چلتا کہ اسلام کی بعثت سے پہلے بھی
کوئی باقاعدہ کوشش ان معلومات بڑھانے کیلئے کی جن کو آجکل علوم جدید کہا جاتا ہے۔
عربوں نے نہ صرف علم کی ان سب شاخوں کو وسعت و ترقی دی بلکہ علوم میں بھی ایک قابل قدر اضافہ
کیا۔ انہی کا کام تھا کہ انہوں نے پرانی یونانی تصانیف کو جو کہ کسمپرسی میں بلا وجہ کسی کونے میں
پڑی تھیں بار دیگر ہی کی رُوح پھونک دی۔ یہ زبان عربی ہی کی بدولت تھا کہ یورپ کو بھی ٹولومی
(جس کی بابت پہلے ذکر گذر چکا ہے) کی تصانیف کا ترجمہ لاطینی زبان میں میسر ہوا۔ اور علم ہندسہ کا
بھی یہی حال ہے۔ ارسطو کی تصانیف کا علم جو یورپ کو ملا تو اہل عرب کی بدولت ملا۔ کیونکہ انہوں نے
اس کی حفاظت کی۔ اور اسکے اس اصول کی پیروی بھی کہ حالات کو عملی طور پر پرکھنا چاہیئے عربوں نے
کی۔ الیگزینڈرین سکول فلسفہ کی عملی تعلیم کو مان لیا۔ اور اس وقت کے عیسائیوں نے افلاطون اور
اس کے سکول فلسفہ کی تعلیم کو وسعت اور مدد دی کیونکہ اُنکے اصول بھی انسان کو آزادانہ رائے کیطرف
لے جاتے تھے۔ ہم یہ دعویٰ بھی کر سکتے ہیں۔ کہ فصاحت اور بلاغت کی ابتدا بھی عرب ہی سے ہوئی
اور مسلمانوں کے وسیلے سے اہل یورپ کے ہاتھ لگی۔ مسلمانوں نے رُوحانی دولت کے تین خزانے کھولے
جن کو یونانیوں کے غرور نے بدنام اور اہل روما کی گندی عادات نے بالکل بیجان کر دیا
علم حساب اور اسکے فروع۔ سوم علم قدرت و تجربہ جس کی فکر نہ تو یونانیوں نے کی اور
نہ رومانیوں نے لیکن جو ایک مشرقی عالم تھا اس نے اپنا فلسفہ عربوں سے سیکھا۔ پوپ سلوسٹر ثانی
کو اس وقت کے جاہل اہل یورپ بوجہ ان کے علم کے ساحر قرار دیتے تھے اس نے مسلم کالجوں
میں تعلیم پائی تھی۔ یہ امر تو اب مسلم ہے کہ علم کیمیا کے موجد اہل عرب ہی ہیں جیسا کہ خود اس لفظ سے
ظاہر ہے علاج معالجہ اور دوائی کے استعمال کو مسلمانوں نے بہت توسیع دی۔ مسلم ممالک کے
سب بڑے بڑے شہروں میں ہسپتال و پاگلخانے معہ قابل دائیوں کے اور لائق حکیموں کے پائے جاتے

تھے سپین میں ایک جانوروں کے ہسپتال کی بنیاد رکھی گئی۔ اہل یورپ جب بیمار ہوتے تو کسی ولی یا بزرگ کے مزار پر شفا حاصل کرنے کیلئے جاتے لیکن ایک مسلمان بیمار طبی علاج کیلئے ہسپتال جایا کرتا تھا۔ صرف بغداد میں ہی ۸۶۰ سند یافتہ معالج تھے۔ علم نجوم، علم ہندسہ، علم جغرافیہ، علم بصارت ان سب علوم کی تاریخیں اس عظیم الشان کام کی رہین منت ہیں جو مسلمانوں ... کاشتکاری میں جو ترقی اور اصلاحیں ہوئیں وہ بھی پہلے پہل کے مسلمانوں کی جدوجہد کا نتیجہ تھیں۔ جیسا کہ سپین میں ان کی آبپاشی کے انتظام کے نشانات صاف طور پر بتلاتے ہیں۔ مصر میں مسلمان خلیفوں کے ماتحت آج کل کی قابل زراعت زمین سے پانچ گنا زیادہ زمین قابل زراعت تھی مسلمانوں ہی نے روئی کا پودہ یورپ میں پہلے پہل لگایا اور اسی طرح گنا بھی لگایا۔ جو کہ بعد ازاں جزائر مشرق تک پہنچ گیا۔ ریشم و سوت کا تننا، چھینٹ کا چھاپنا۔ کپڑوں اور دیگر اشیاء کا رنگنا۔ شیشے کا تیار کرنا۔ یہ سب ان بہت سی دستکاریوں میں سے چند ہیں جن کو مسلمانوں نے کمال تک پہنچایا۔ پہلے پہل کے مسلمانوں نے ہوا میں پرواز کی کوشش بھی کی۔ اور عبدالقاسم شیشے کا موجد اس پرواز میں مکمل طور پر کامیاب ہوا لیکن بدقسمتی سے نیچے گر پڑا اور مر گیا۔ یہ تو میرے مضمون کی حدود سے باہر ہے کہ میں ان تمام علوم کو بالتفصیل بیان کروں جس کی وسعت اور ترقی میں اسلام نے بہت بڑا حصہ لیا۔ میرے خیال میں میرا اتنا کہنا کافی ہوگا۔ کہ اسلام نے دیگر مذاہب سے بہت بڑھ چڑھ کر علم و تعلیم کی اشاعت میں کوشش کی +

ایک مسلمان کیلئے علم اور تعلیم ایک مذہبی فرض ہے ہر ایک مسلم مرد اور عورت پر تعلیم حاصل کرنا فرض ہے میں یہ بات بھی آپکے ذہن نشین کرا دینی چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی سائنٹفک ترقی کا راز سوائے قرآن شریف کے اور کچھ نہیں۔ میں صرف دو تین آیات قرآن شریف سے نقل کر دیتا ہوں (اگرچہ اس قسم کی آیات سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے) جن سے نہ صرف یہ بات بپایۂ ثبوت تک پہنچ جاویگی کہ مسلمانوں کے دلوں کو کس طرح تعلیم حاصل کرنے کیلئے تحریص دلائی گئی ہے۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہو جاویگا کہ کس طریقے سے اسکو تعلیم حاصل کرنی چاہیئے۔ فرمایا۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنهار لآیٰت لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعودا

ويتفكرون في خلق السموات والارض - ربنا ما خلقت هذا باطلاً سبحنك فقنا عذاب النار (سورۃ آل عمران آیت ۱۸۹ - ۱۹۰) آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کے بدلنے میں عقلمندوں کیلئے نشانیاں ہیں - جو کھڑے بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے ہیں - اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں (کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ بے فائدہ تو پیدا نہیں کیا - تو پاک ہے ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچائیو +

مقصود اس کے میں مندرجہ بالا آیات پر کوئی بحث کروں نہیں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اسبات کو مدنظر رکھیں لفظ الوالالباب کے معنے ذی فہم انسان ہیں - اور یہ ایک بہترین مسلم کی لازمی اور ضروری شرط ہے - اور لفظ سموٰت والارض (آسمانوں و زمین) سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو کہ آسمان اور زمین میں پائی جاتی ہیں +

اب تو آپ صاحبان پر واضح ہو گیا ہو گا - کہ قرآن کے رُو سے ایک اچھے اور نیکوکار مُسلم کی تعریف یہی ہے کہ وہ دنیا کی ہر چیز کی خلقت پر غور و خوض کرے - اس نیت سے کہ وہ کوئی مفید نتائج اس سے اخذ کرے جیسا کہ مندرجہ بالا آیات کے آخری حصہ سے ثابت ہے فرمایا - کہ یہ (دُنیا) بیفائدہ تو نہیں بنائی - اور اس سوال کے پہلے لفظ ربّنا رکھا ہے - عربی لفظ رب کا ترجمہ عموماً انگریزی میں Lord یعنی مالک کیا گیا ہے لیکن دراصل اس کے اندر بہت سی صفات ہیں جو لفظ مالک یا لارڈ میں نہیں - اسکے اندر خالق - پرورش کنندہ اور ترقی دہندہ صفات آجاتی ہیں یعنی ایک ایسی ہستی جو نہ صرف پیدا کرے بلکہ مخلوق کی تربیت اس طرح کرے - کہ اسکی تمام فطرتی قابلیتیں ان سے کمال تک پہنچ جاویں - ایک مسلم کا قرآنی تعلیم کے ماتحت اس دُنیا پر غور کرنے سے یہ مطلب ہے کہ جب کبھی وہ ان لوازح میں کوئی چیز دیکھے تو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ چیز ضرور کسی ایسی غرض کیلئے پیدا کی گئی ہے جو کسی نہ کسی رنگ میں اسکی بہبودی اور ترقی سے وابستہ ہے - اور وہ غرض کیا ہے - اب اگر اس قسم کی تحقیق ہر ایک مسلم کا فرض ہے تو آپ صاحبان اس سے معلوم کر سکتے ہیں - کہ قرآن نے اپنے پیروں کو تعلیم حاصل کرنے کا طریقہ سکھایا ہے - قرآن تو یہ بات ان کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہے کہ تمام کائنات کو اپنی کتاب بناؤ اور ہر ذرہ قدرت کو اپنی کتاب سمجھو - زیر بحث آیات کے حصے کے ماتحت تو یہ لازم

آتا ہے کہ ہم اپنی روحانی ترقی کا خوب خیال رکھیں لیکن پچھلے حصے میں بیان ہو چکا ہے کہ انسان کو ان تمام اشیاء پر جو ہمارے فائدے کیلئے بنائی گئی ہیں ان پر بھی غور و خوض کرنا چاہیئے۔ دراصل یہ اسلام کے خادموں میں روحانی قوانین اور جسمانی تعلیم دونوں پہلو بہ پہلو ترقی کرتے ہیں۔ اور اس امر کو مدنظر رکھنے سے اس ترقی کا راز جو اوائل کے مسلمانوں کے ذریعہ سے علم طبعی و علم ہیئت کو ہوئی بالکل کھل جاتا ہے +

قرآن شریف مسلمانوں کو بار بار ان تاریخی وجوہات اور ذرائع پر غور کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے جو مختلف اقوام کے زوال کا باعث ہوئے۔ فرمایا "ان سے کہہ دو کہ دنیا کے چاروں کونے چھان ماریں اور دیکھیں کہ مجرموں کا انجام کیا ہوتا ہے اور وہ جو خدا کی شریعت کی پرواہ نہیں کرتے ان سے کیا برتاؤ کیا جاتا ہے"۔ اس طرح ہر ایک مسلم کو اپنے پیشروؤں سے عبرت حاصل کرنا اور خدا کے قانون کی مخالفت نہ کرنا سکھایا گیا ہے۔ قرآنی اصطلاح میں الہامی قوانین سے اکثر قوانین قدرت مراد لیجاتی ہے۔ اور جب تک ایک انسان قوانین قدرت کا کافی اور شافی طور پر علم نہ رکھتا ہو تو وہ کس طرح ان کی مخالفت سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن شریف اپنے پڑھنے والوں کی توجہ اس طرف مبذول کرتا ہے کہ وہ یہ معلوم کریں کہ ان سے پہلے لوگ کن وجوہ کے ماتحت تنزل میں گرفتار ہوئے یعنی علم تاریخ کا مطالعہ ہر مسلم پر ضروری اور لازمی ہے +

قرآن شریف میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ کہ تمام اشیائے دنیا انسانی ضروریات کے پورا کرنے کیلئے پیدا کی گئی ہیں۔ میں بطور حوالہ ایک آیت پیش کرتا ہوں فرمایا "تمام آسمان و زمین و ما فیہما تمہاری خاطر پیدا کی گئی ہیں"۔ اس آیت سے ایک اور سربستہ راز مسلمانوں پر اور ان کی بدولت تمام دنیا پر کھلگیا یعنی کہ کائنات کی ہر ایک چیز نہ صرف انسان کے استعمال کے لئے بنائی گئی ہے بلکہ یہ کہ انسان کو اپنی مرضی کے مطابق بھی چلا سکتا ہے بشرطیکہ وہ ان کو قابو میں لانے کے ذرائع کو معلوم کرنے کی کوشش کرے۔ اور اس طرح قرآن شریف کے ذریعہ سے ایک نئی خواہش حاصل کرنے کی پیدا ہوئی۔ کیا ہی خوش کن اور حوصلہ افزا یہ خوشخبری ہے کہ دنیا نہ صرف میرے استعمال کیلئے بنائی گئی ہے۔ بلکہ میری مرضی کے ماتحت کام کرنے کیلئے بھی۔ جب سے یہ الہامی تعلیم دنیا میں آئی اسی وقت سے مختلف اجزائے قدرت فروع میں انسان نے اس قدر ترقی حاصل کرلی کہ آج وہ بجلی

... ہمیں ... کس طرح اپنے تجربات جاری رکھے اور کوشش کر کے مادے کی مختلف ... صفات دریافت کریں۔ ہمارا علم اور تعلیم کبھی مکمل نہیں ہو سکتے جب تک ہم خود ... اندازہ نہ کر لیں اور اپنی استعداد سے بڑھ کر خواہش کرنا فضول ہے اس سے ظاہر ہے کہ تعلیم کو ترقی اور وسعت دینے کیلئے ہم کو اپنی قابلیت کا اندازہ کرنا لابد ہے اور کیا ... نے تمام نسل انسانی پر ایک بہت بڑا احسان نہیں کیا۔ جبکہ اس نے مندرجہ بالا آیت میں یہ بتلا دیا کہ کائنات رہنمائے انسانی ہی کے ماتحت چلنے کیلئے بنائی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان ... کرنے کی استعداد موجود رکھتا ہے میرے خیال میں اس جگہ حضرت آدم کے باغ ... کے قصہ کا حوالہ دینا بیجا نہ ہوگا۔ کہ کس طرح قرآن اور انجیل نے اسکو مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے۔ بائبل پیدائش میں تو یہ لکھا ہے کہ شجر علم کو چکھتے ہی سے آدم کا زوال اور بطور نتیجہ تمام نسل انسانی ہی ملعون ہونا واقع ہوا۔ اور مغربی فقہ بھی یہی بات عام طور پر تسلیم کرتی ہے لیکن قرآن کی رُو سے علم حاصل کرنے سے انسان نے اشرف المخلوقات ہونے کا درجہ حاصل کیا۔ فرمایا۔" اور جب تمہارے مالک نے فرشتوں کو کہا کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بھیجنے والا ہوں"۔ تو انہوں نے کہا" بھلا اس کو بھیجنے سے کیا فائدہ ہوگا وہ تو وہاں فساد پیدا کریگا۔ اور خون بہائیگا۔ اور ہم تو تیری حمد کرتے ہیں۔ اور تیری تسبیح کرتے ہیں"۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ یقیناً میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"۔ اور اس نے آدم کو تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا۔ اور پھر فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور کہا" اگر تم حق پر ہو تو مجھے چیزوں کے نام بتاؤ"۔ انہوں نے کہا" تو بڑا احسان والا ہے۔ جو کچھ تو نے ہم کو سکھایا اسکے سوا ہم کچھ نہیں جانتے تحقیق تو علیم اور حکیم ہے"۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا" اے آدم ان کو نام بتا دو"۔ پھر جب آدم نام بتا چکا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا" کیا ہم نے تم سے نہیں کہا تھا۔ کہ میں یقیناً آسمان اور زمین کی غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ اور جو کچھ تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اسکو بھی جانتا ہوں۔ اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا"۔ اس قصے سے ہم کو نہ صرف انسان کا فرشتوں سے برتر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ یہ راز بھی کھل جاتا ہے۔ کہ وہ کن وجوہ سے اپنی برتری پیش کر سکتا ہے یہ ہم کو بتلاتا ہے کہ انسان مادے کی خفیہ اور پوشیدہ خواص کو ظاہر کرنے کی قابلیت رکھتا ہے میں ... بات کیلئے تیار نہیں ہوں کہ اس لیکچر میں یہ بھی بیان کروں کہ فرشتے کیا چیز ہیں۔ میرا یہ کہنا کافی ہوگا

قرآن کی اصطلاح میں جہاں تک جسمانی دنیا کا تعلق ہے فرشتوں سے مراد وہ ہستیاں ہیں جو ذی علم اور بالارادہ ہیں۔ اور مادہ پر قابو رکھتی ہیں۔ لہٰذا ان کے خواص کے ظہور کا ان سے گہرا میرے خیال میں آپ صاحبان اب خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ مضمون زیر بحث کو ان سے کیا تعلق ہے۔ اگر فرشتوں کا یہ کام ہے کہ وہ مادے کے خواص ظاہر کریں تو ایک ایسے مخلوق کی ضرورت ہے جو ان خواص کو ٹھیک طور پر استعمال کرے۔ خدا نے انسان کو اس غرض کیلئے پیدا کیا اور ان کے خواص کی جانچ پڑتال کرنے کی استعداد بھی انہیں دے دی۔ اور اس رنگ میں فرشتوں یعنی عناصر کو قابو میں رکھنے والی ہستیوں نے اس کو سجدہ کیا۔ فرشتے انسان کے خادم ہیں۔ اور اُن کے احکام کی تکمیل کیلئے کمربستہ حاضر ہیں بشرطیکہ وہ مطلوبہ علم بھی رکھتا ہو۔ قرآنی قصہ کے بموجب فرشتے اسباب کے سمجھنے سے قاصر تھے کہ انسان کی خلقت میں کیا مصلحت ہے لیکن جب اُن کو معلوم ہو گیا کہ وہ اس شے کو پا لیگا جس کو وہ جانتے ہیں۔ تو انہوں نے فوراً سر تسلیم خم کر دیا۔ باب پیدائش میں جو قصہ درج ہے ممکن ہے کہ وہ ایک استعارے کا رنگ بھی اندر رکھتا ہو اور جس کے معنے ان اصحاب کو معلوم ہوں جو کلیسیائی فقہ میں ماہر ہیں لیکن ایک مجھ جیسے دنیا دار کے نزدیک قرآن میں جو قصہ مرقوم ہے وہ زیادہ دلکش اور طاقتور معلوم ہوتا ہے۔ اور ہم کو الہام ہوتا ہے کہ ہم بحیثیت اپنے پہلے باپ کے وارث ہونے کے دُنیا و مافیہا کے علم رکھنے کا دعویٰ کریں۔ ہم اس وراثت سے شرمندہ نہیں۔ اور اس علم سے ہم کو عار نہیں۔ یہ ہمارے زوال نہیں بلکہ اقبال کا باعث ہے۔ یہ گناہ نہیں بلکہ عین نیکی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی آخری کتاب کے دُنیا میں آنے کی اہم اغراض میں سے ایک یہ بھی تھی کہ انسان کو تعلیم دی جائے۔ اور سچ بات تو یہ ہے کہ سب سے پہلی وحی جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر غار حرا میں نازل ہوئی۔ وہ اسباب کا کھلے لفظوں میں اعلان کرتی ہے فرمایا۔ پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو منجمد خون سے پیدا کیا۔ پڑھ کہ تیرا رب بڑی عزت والا ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ اور انسان کو وہ پڑھایا جس کا اسکو علم نہ تھا۔ یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ قلم کا استعمال جو اس پہلی وحی میں مرقوم ہے ایک ایسے آدمی کو بتایا جس کی قوم قلم کے استعمال کی بیخبری میں ضرب المثل تھی۔ یہ تو اس ترقی کی طرف اشارہ تھا جو قلم کے استعمال سے دُنیا

[illegible] ہمیں شک نہیں کہ [illegible] زمانے میں بھی قلم کا استعمال بہت خفیف [illegible]
[illegible] علاوہ ازیں [illegible]
[illegible] بالکل [illegible] آ رہو جاتی۔ اور یہ تو ہر ملک میں تسلیم ہو چکا
کہ کاغذ کے بنانے والے اہل عرب تھے۔ سب سے پرانی کاغذی نوشت جو کہ آج تک ہالینڈ کی [illegible]
موجود ہے عربی میں ہے ۔

اس پہلی وحی میں ان الفاظ کا علّم الانسان ما لم یعلم یا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا [illegible]
اس بات کا اشارہ کرتا ہے کہ عنقریب تعلیم اور تدریس میں قلم کا استعمال ضروری ہوگا۔ اور اُس کا
استعمال حفظ کرنے اور رٹ لینے کے پرانے طریقوں کی جگہ لے لیگا۔ بلکہ اس وحی نے تو علم میں ایک
[illegible] طور کھول دیا یعنی نامعلوم چیزوں کو معلوم کرنے کی کوشش کرنا۔ کیا ہم اس امر سے انکار کر سکتے
ہیں کہ دنیا میں جو کچھ بشکل علم موجود ہے۔ اور جو کچھ نامعلوم چیزوں کی بابت معلوم ہوا ہے وہ سب
قلم کے استعمال کی بدولت ہوا ہے۔ آپ صاحبان کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ
علیہ [illegible] پہلی وحی کا سب سے پہلا لفظ پڑھ ہے۔ اس لفظ کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف
وحی کرکے نوشت وخواند کے اس دوران کی طرف اشارہ کیا۔ جس نے عنقریب دنیا کی کایا
پلٹ دینی تھی۔

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا — پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودہ — ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفےٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے — جو ضروری تھا وہ سب اُس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں — مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اُس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ — وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں — پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور — ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں — جن کا اس نور کے ہوتے بھی دلِ اعمیٰ نکلا
جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں — جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

از قلم سید عنبر حسین صاحب دہلوی

تسلسل صفحہ ۵۱۳ اشاعت اسلام جلد ۳ نمبر ۱

کثیر الازدواجی

اسلامی مسئلہ نکاح کے پیش کرنے میں بہت بڑی غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ یہ دعوے کیا گیا ہے۔ کہ اسلام نے کثیر الازدواجی کی بنیاد رکھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہر ایک انسان جو مغربی تصانیف کا مطالعہ کریگا وہ اس نتیجہ پر پہنچ جاویگا۔ کہ یورپین اسلام کا ہر ایک پہلو پیش کرنے میں بڑی بدنیتی اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے عیسائی پادریوں نے اسبات کو خاص طور پر مدنظر رکھا کہ اصلی اور حقیقی اسلام ان کے گلوں کی پہنچ سے باہر ہے۔ اور خود اسلام کو ایسی مکروہ شکل میں پیش کیا کہ جس کو دیکھتے ہی دل میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے انہوں نے حتے الوسع کوشش کی کہ وہ اسلام کی اظہر من الشمس محاسن پر بھی ایک پردہ ڈال دیں۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں نے کوئی اختراع نہیں کی۔ کوئی نئی چیز دنیا میں نہیں لائے جو ترقی دنیا کو بمع یورپ کے اُن کی بدولت نصیب ہوئی اِس سب کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے پرانے یونانی علوم و تصانیف کو دوبارہ زندہ کر دیا اور بس۔ وہ اِسبات کو ہرگز تسلیم نہ کرتے تھے کہ دلائل کا زمانہ اسلام ہی سے شروع ہوا۔ اور اسی وجہ سے عیسائی توہم پرستی کا غبار ادہر منتشر ہو گیا۔ مسلمانوں نے عام تعلیم کو وسعت دینے کیلئے مکتبین و سکولیں کالج اور کتب خانے کھولے اور انہی کی پیروی کرتے ہوئے جب یورپ میں تعلیم کو ترقی ہوئی تو عیسائیوں نے اسلام کی مخالفت کا ایک نیا پہلو اختیار کر لیا یعنی اسکی تعلیم و عادات کے پیش کرنے میں غلط بیانی اور بد دیانتی سے کام لینا شروع کر دیا۔ انہوں نے یہ مشہور کر دیا کہ اسلام تو یہ کہتا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے قسمت سے ہوتا ہے انسان کو ذرہ بھر بھی اختیار نہیں دیا گیا۔ اور یہ کہ مسلمان تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑی نفرت و حقارت

[illegible] اسلام [illegible] کی تعلیم دیتا ہے ۔
[illegible] کی بعد اور [illegible] اور دیگر
[illegible] کے پورا کرنے کا [illegible] اور یورپ میں عورتوں کو [illegible]
حق کی [illegible] کرتے ہیں ۔ اور اسلام میں کثیر الازدواجی یا عورتوں سے
[illegible] ہے ۔ اس غلط بیانی اور غلط بیانی کی وجہ یہ تھی ۔ کہ پادری
[illegible] تے تھے کہ اسلام کے چند خیالات دینے والے نور کے سامنے عیسائیت ایک
[illegible] عیسائیت کی بنیاد قصوں اور مشتبہ کہانیوں پر تھی ۔ حالانکہ اسلام کی بنیاد واقعات علم
[illegible] لوگوں نے صرف اس حالت میں ترقی کی جبکہ انہوں نے عیسائیت کو خیرباد کہا بخلاف اسکے مسلمانوں
[illegible] وقت تک ترقی کی جب تک وہ اسلام کی پوری پیروی کرتے رہے ۔ اور ان پادری صاحبان
[illegible] کامل تھا کہ اگر اسلام کی کتاب اپنی اصلی شکل میں پیش کی گئی تو وہ یورپ میں غور و فکر کا
[illegible] کر تمام یورپ پر پہلے کی طرح محیط ہو جاویگی ۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے اس کتاب
[illegible] کے پیش کرنے میں غلط بیانی سے کام لیا ۔ ان کو یہ وہم و گمان بھی نہ تھا ۔ کہ کتاب مقدس
لفظاً اسی حالت میں محفوظ تھی اور ہے جس میں کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل
[illegible] اور اسی وجہ سے اُن کی غلط بیانی کا بھانڈا کسی نہ کسی دن ضرور ٹوٹنا تھا ۔ قرآن میں
[illegible] توریت کی طرح کوئی تحریف نہیں کی گئی ۔ آج بھی ایک آدمی قرآن شریف کی
[illegible] گردانی کر سکتا ہے ۔ تاکہ وہ اپنی آنکھ سے دیکھے کہ عورتوں کو کیا کیا حقوق اس نے دیئے
بخلاف اسکے انجیل شریف یا نئے عہدنامے میں تو عورت اور اسکے حقوق کے سوال کو
[illegible] اتک نہیں گیا ۔ اور باوجود اس کے کہ ان کتب مقدسہ میں بہت کچھ بعد میں داخل کیا گیا
[illegible] آدمی آج تک ایک ایسی آیت انجیل سے پیش نہیں کر سکتا جس سے یہ ثابت ہو کہ عیسے مسیح
حضرت موسیٰ نے کبھی اپنے پیرؤں کو یہ تعلیم دی ہو کہ ایک سے زیادہ شادی نہ کرنا ۔ مسیح نے
[illegible] ت کو بحیثیت عورت ہونے کے ایک بھی حق یا رعایت نہیں دی ۔ اور بدیں وجہ اگر حضرت مسیح
[illegible] نیا میں پیدا ہی نہ ہوتے تو اس سے عورتوں کے حقوق میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی ۔ بلکہ ان کو کچھ
[illegible] ندہ ہی ہوتا ۔ اور وہ یہ کہ وہ ان الزامات سے مبرا رہتیں جو کہ مسیح کے اُن پاک حواریوں نے

ان پر لگائے جنہوں نے کوشش کی کہ وہ بھی مسیح کی طرح اپنی زندگی بسر کریں [illegible] سے پرہیز کریں۔ اور جنہوں نے صاف طور پر کہا کہ عورت ہی کی وجہ سے پہلے جوڑے [illegible] کو موت کی تکلیف اٹھانی پڑی" یعنی وہی نسل گناہ کا باعث ہوئی ہے۔

مسیح یا اس کے معاً بعد آنے والے نے کبھی کثیر الازدواجی کو نہیں روکا۔ بلکہ کبھی کوئی مخالفت بھی نہیں کی۔ اور مسیح کے سالہا سال بعد تک عیسائی لوگوں میں کثیر الازدواجی رائج رہی۔ [illegible] سال ہوئے کہ نبی کریم اپنا مذہب لے کر دنیا میں تشریف لائے۔ اور اس وقت عیسائیت کی رو سے کثیر الازدواجی کو برا یا ملعون نہ سمجھا جاتا تھا۔ اب جو عیسائی ممالک اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ صرف ایک شادی کرتے ہیں تو اسکی وجہ عیسائیت نہیں بلکہ تمدنی اصلاح ہے۔ مسیح سے تقریباً ۶۰۰ سال بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اسلام کی شریعت لے کر آئے اس وقت کثیر الازدواجی تمام ملکوں اور تمام مذہبوں میں رائج اور ٹھیک سمجھی جاتی تھی۔ اور ایسا ہی کثیر الازدواج زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے کسی مذہب یا تمدنی اصول نے اس کا رد نہیں کیا۔ ماسوا عیسائیت یہودیوں کے۔ آج بھی ایسا کوئی مذہب نہیں جس نے اس کا رد کیا ہو یا کم از کم اس کو محدود کیا ہو۔ آریہ لوگوں میں جن کا مذہب سب سے پرانا ہے جن کی تاریخ سب سے قدیمی ہے جن کے اصول معاشرت سب سے پہلے کے ہیں لیکن وہ تو آج کل بھی ایک سے زیادہ بیبیاں رکھتے ہیں۔ ان کا مذہب اور قانون تو اُن کو اجازت دیتا ہے کہ جتنی عورتیں چاہیں بیاہ لیں پس صرف یہودی اور عیسائی ہی وہ قومیں ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں اور بزرگ باپ دادا کے عملی نمونوں کو پس پشت ڈال کر اس قانون کو توڑ ڈالا ہے کسی اور کا ذکر کیا کیا جائے خود حضرت موسیٰ کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں۔ مسیح تو [illegible] کے زمرہ میں شامل ہو گیا تھا۔ اس واسطے اُس نے شادی نہیں کی لیکن اس نے کبھی کچھ اپنے پیشرووں یعنے موسیٰ سلیمان یا خود اپنے باپ دادا کے عمل کے خلاف نہیں کہا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ خود مقدس مریم کی ایک سوتن تھی۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کام تو یہ تھا کہ وہ تمام اخلاقی اور تمدنی نقائص کو دور کر دے اور ایسے قوانین بنا دے جو لوگوں کیلئے تمام وقتوں اور ترقی کے تمام مدارج پر قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ خاتم النبیین تھے۔ آپ کا پیغام تمام دنیا کیلئے تھا اور تمام قانون جو آپ لائے وہ

بنی نوع انسان کیلئے تھے یعنی ان میں علاوہ انسانی معاملات کو دکھا گیا تھا۔ انسان کے اخلاقی اور دنیاوی بہبودی کا بھی ذریعہ ہے۔ تمام دیگر مذہبی اصلاح کنندوں اور نبیوں نے عورت اور اسکے حقوق کو چھوا تک نہیں۔ گویا کہ عورتیں انسانیت ہی سے خارج تھیں یا یہ کہ ان کا پیغام آدمی کے نصف انسانی (یعنی عورتوں) کیلئے نہ تھا۔ لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک امر کو جو عورت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس طرح بیان کیا جس طرح مردوں کے متعلق امور کو بیان کیا۔ آپ جانتے تھے عورت اور اسکے حقوق کا سوال آپ کو کس طرح نہ چھوڑنا چاہئے تھا۔ اور آپ نے نہیں چھوڑا۔ آپ کو مسئلہ نکاح بیان کرنا پڑا۔ اور اس کے ضمن میں یہ بھی بیان کرنا پڑا کہ بی بی ایک چاہیئے یا زیادہ۔ نبی کریم نے کسی رنگ میں دیگر مقدس نبیوں یا اُستادوں کی زندگیوں کو قابل اعتراض نہیں کہا اور بدیں وجہ آپ ان کی کثیر الازدواجی کے رواج کو بُرا نہیں کہہ سکتے تھے۔ اس معاملے میں اللہ تعالےٰ سے وحی پاکر آپ نے فرمایا۔ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع۔ فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃً او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ الا تعولوا۔ یہ سورۃ النساء کی تیسری آیت ہے۔ اور اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

"اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے (حق میں) انصاف قائم نہ رکھ سکو گے۔ تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو تین تین چار چار عورتوں سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ برابری نہ کر سکو گے تو ایک ہی (بی بی) کرنا۔ یا جو تمہارے قبضے میں ہو (اس پر قناعت کرنا) بے انصافی سے بچنے کے لئے یہ سب سے بہترین طریق ہے" +

تمام قرآن شریف میں یہی ایک آیت ہے جس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اس پر کچھ بحث کی جائے۔ سب سے زیادہ ضروری بات جس کو مدنظر رکھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ اس آیت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ کثیر الازدواجی فرض ہے۔ اس میں تو صرف یہ کہا گیا ہے کہ ایک سے زیادہ بیبیاں اگر چاہو تو کر لو اور وہ بھی ایک بڑی سخت شرط کے ماتحت۔ ایک آدمی ایک سے زیادہ بیبیاں صرف تب رکھ سکتا ہے جب وہ ان میں کامل طور پر عدل و انصاف کر سکتا ہو۔ اور اگر وہ عدل نہ کر سکے تو ایسے آدمی کیلئے صاف طور پر حکم ہے کہ وہ صرف ایک سے شادی کرے

کیا یہ ایک تعجب انگیز بات نہیں کہ آج سے ۱۳۰۰ سال پہلے جبکہ کسی مذہب کو ایک سے زیادہ شادی نہ کرنے کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اس وقت ایک مذہبی پیشوا الہامی کتاب سے یہ حکم سناتا ہے کہ اگر عدل نہ کر سکو تو بس ایک ہی شادی کرو۔ اس میں شک نہیں کہ یہ حکم کوئی سخت اور لازمی نہیں کیونکہ جیسا کہ ابھی اور ہم آگے چلکر ایک اور آیت اسی سورۃ النساء سے پیش کریں گے۔ جس سے ثابت ہو جاویگا۔ کہ یہ حکم اُس حد تک لازمی ہے جس حد تک انسان اسکو بغیر اپنے فطرتی تقاضا کی مخالفت کرتے ہوئے سہار سکتا ہے۔

نادان اور جاہل مغربی مصنفوں نے کثیر الازدواجی کو نہ صرف اسلام کے سر تھوپا ہے گویا کہ وہ مسلمانوں ہی میں مخصوص تھی۔ بلکہ یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرے۔ جاپان جو کہ ہر ایک بات میں مغرب کی تقلید اندھا دھند کر رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بھی اس مغربی جہالت کی پیروی کی ہے۔ اس مضمون کے لکھنے والے نے خود اپنی آنکھوں سے ایک جاپانی فرمان دیکھا ہے جو کہ ایک مسلم ترک واعظ کو دیا گیا تھا۔ اور جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ کثیر الازدواجی فرائض اسلام میں سے ہے۔

ہر ایک کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کی تمام طرز معاشرت کا ماخذ قرآن شریف ہے کثیر الازدواجی کی اجازت مندرجہ بالا آیت میں دیگئی ہے سارے قرآن میں کوئی اور ایسی آیت نہیں جو یہ اجازت دے اور یہ بات تو اب بالکل صاف ہو چکی ہے کہ کثیر الازدواجی ہرگز ہرگز کسی مسلمان پر فرض یا لازمی نہیں۔ برخلاف اسکے وہ مسلمان جو ایک سے زیادہ بیبیاں رکھتے ہیں۔ اور ان میں عدل نہیں کرتے تو وہ ایک گناہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ قرآن کے اس حکم کی صریح مخالفت کر رہے ہیں۔ کہ اگر تم عدل نہ کر سکو صرف ایک عورت سے شادی کرو۔ کوئی ایسا مذہب پیش کرو جس میں بعض حالات کے ماتحت کثیر الازدواجی ایک گناہ ہو۔

مغربی لوگ جو اس بات کو ناممکن خیال کرتے ہیں۔ کہ دو بیویوں میں عدل ہو سکے ان میں سے کوئی مسلمان ہو جائے۔ اور ایک سے زیادہ شادیاں کرے تو قرآن کی رو سے بلا شک وہ گنہگار ہوگا اور وہ اسلام کے احکام نکاح کی اس وقت تک اطاعت کرینگے جب وہ صرف ایک شادی کریں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض حالات کے ماتحت کثیر الازدواجی

ایسا کبھی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہوگا۔ کہ وہ ہرگز ایک کامل نبی تمام زمانوں اور تمام لوگوں کیلئے بھیجا ہوا نہیں بن سکتے۔ اگر وہ بعض حالات کے ماتحت ایک سے زیادہ شادی کی اجازت نہ دیتے وہ صرف مغرب کے لئے بلکہ مشرق اور شمال اور جنوب کی ہر ایک قوم اور ہر ایک زمانے کیلئے رسول بن کر آئے تھے +

یہ آیت جسمیں ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت ہے ایک بڑی خونریز لڑائی کے بعد نازل ہوئی یعنی جنگ احد کے بعد بہت سے مسلمان مرد شہید ہو گئے۔ اور مسلمان مردوں کی تعداد میں ایک کمی واقع ہو گئی بہت سی کم عمر لڑکیاں یتیم رہ گئیں جن کی حفاظت کا کوئی نہ کوئی انتظام کرنا لازم تھا۔ قرآن میں تو یتیموں کی خبرگیری اور اُن کے حقوق کی حفاظت کے لئے بڑے سخت احکام آئے ہیں۔ پرانے عربوں میں تو یہ دستور تھا کہ یتیم لڑکیوں کے والی اُن کی مرضی کے خلاف اُن سے شادی کر لیتے تھے تاکہ وہ ان کی جائداد کے مالک بن جائیں۔ قرآن نے اس سے منع فرمایا اور کہا کہ اگر ایک یتیم لڑکی سے شادی کرنے میں ناانصافی یا اسکی حق تلفی کا احتمال ہو تو شادی شہید شدہ مسلمانوں کی بیواؤں میں سے یا دیگر ناکتخدا عورتوں میں سے کسی سے کر لو۔ اور یہ حدیث صحیح مسلم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے +

ان حالات کے ماتحت ایک ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کیجائے۔ کیونکہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ تھی۔ انسانی معاشرت کی ساخت ہی اس طرح پر ہے کہ بعض خاص موقعوں پر مردوں کی تعداد ضائع ہو جاتی ہے۔ آج یورپ میں موجودہ جنگ نے اسی قسم کے حالات پیدا کر دیئے ہیں۔ نبی کریمؐ ایک مذہبی پیشوا تھے اور ایک اخلاقی اُستاد تھے وہ کسی صورت میں کتخدا لڑکیوں کا حاملہ ہونا اور مائیں بننا روا نہ رکھ سکتے تھے۔ وہ نہ تو اس بات کو پسند کر سکتے تھے کہ حرامی بچے پیدا ہوں۔ اور نہ ہی فطرتِ انسانی کے تقاضے کو رد کر سکتے تھے۔ ایک عورت کا مجرد زندگی بسر کرنا فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ ایک عورت جس کی صحت اچھی ہو اور جس کا جسم تنومند ہو اگر اسکو مجبوراً مجرد رکھا جائے تو وہ بوجہ ایک فطرتی تقاضے کی مخالفت کرنے کے نقصان اٹھائیگی۔ اگر موجودہ مہذب دنیا زنا اور ناجائز تعلق پر چشم پوشی اور اسکو معاف کرتی ہے تو کرے لیکن نبی کریم یہ کبھی نہ کر سکتے تھے۔ اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بعض حالات و شرائط کے ماتحت

۹۵۸۹

کثیر الازدواجی کی اجازت نہ دیتے تو وہ ادب اور رعب جو تمام غیر متعصب اور منصف لوگ آپ کا بحیثیت ایک نبی اور ایک اخلاقی و تمدنی اصلاح کنندہ کے کرتے ہیں اس کے آپ ہرگز مستحق نہ ہوتے۔ کتاب و شریعت جو آپ لائے اس کی بابت آپ نے دعویٰ کیا کہ میں یہ کتاب خود خدا اور قوانین قدرت کے بنانے والے کی طرف سے لایا ہوں۔ اور جس طرح دیگر اسلامی قوانین اس دعویٰ کی سچائی پر دلالت کرتے ہیں۔ اس طرح قانون کثیر الازدواجی بھی اس دعوے کی تائید کرتا ہے ہم نے مانا کہ کثیر الازدواجی کوئی عمدہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے ایک آدمی کی عورتوں میں باہمی نفاق اور حسد پیدا ہوتا ہے جس سے قوم پر بہت برا اثر پڑتا ہے لیکن اس حسد کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ اُن کا خاوند ان سے یکساں برتاؤ نہیں کرتا۔ اور قرآن تو صاف کہتا ہے کہ تم صرف اس حالت میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکتے ہو جب کسی نہ کسی طریق سے تم کثیر الازدواجی کے اس نقصان عظیم سے پیچھا چھڑا لو۔ اور اگر اس بُرائی سے پیچھا چھڑانا ممکن نہ ہو تو ایک ہی پر کفایت کرو +

اس آیت کے پچھلے حصے یعنی ذٰلك ادنیٰ الا تعولو کے معنی امام شافعی یوں کرتے ہیں۔ کہ کثیر الازدواجی کو بڑی سختی سے روکنا چاہا ہے۔ اور ایک سے زیادہ بیبیاں ہونی چاہئیں۔ امام رازی بھی امام شافعی کی اس تشریح سے متفق ہیں۔ اور یہ دونوں مسلمانوں میں بڑے ولی اور مفسر گذرے ہیں۔ اور موجودہ یورپ کی تہذیب کے شروع ہونے سے بہت پیشتر ہوئے ہیں +

جناب مولوی عبد القادر صاحب جو قرآن کے ایک مفسر ہیں اور جو یورپین زبانوں قانونوں دستوروں وغیرہ سے بالکل ناواقف تھے انہوں نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی ہو تو انمیں عدل اور انصاف ضرور برتنا چاہیے۔ قرآن شریف کثیر الازدواجی کے مسئلہ کو صاف کرنے کیلئے کسی لطیف معانی یا تشریح کا محتاج نہیں۔ اسمیں تو صاف لکھا ہے۔ کہ بڑی سخت شرائط کے ماتحت ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ اور نیز قرآن کا یہ منشا ہرگز نہیں کہ اسکے پیرو اس کا ناجائز استعمال کریں۔ سورۃ النساء کے ۱۹ رکوع کی ۱۲۹ آیت میں فرمایا۔ ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ راڈویل نے جو ترجمہ اس آیت کا کیا ہے اس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔ ہمیں اس موقع پر ایک عیسائی مصنف کے ترجمے کا حوالہ دینا زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے +

باوجود اس کے تمہاری طاقت نہیں ہے کہ تم اپنی بیویوں سے یکساں سلوک کرو مگر تم ایسا کرنے
کی کوشش کرتے رہو۔ لیکن ایسی نہ ہو کہ کسی ایک کی طرف ہی مائل ہو جاؤ۔ یہ نہیں ہے کہ حالت منتب
ہی جوڑ کر اس آیت کو اگر اس آیت سے ملا کر پڑھیں جس میں بعض شرائط کے ماتحت ایک
سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دی گئی ہے تو اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ اسلام کثیر الازدواجی
کو اچھا نہیں سمجھتا۔ اور ایسا کرنے میں وہ حسب معمول فطرت انسانی کی طرف متوجہ کرا رہا ہے۔ وہ
ایک آیت میں بیان کرتا ہے کہ اگر ایک یتیم لڑکی کا ولی اس سے شادی کرے تو اغلب ہے کہ بددیانتی
سے کام لیا جائے اور لڑکی کی حق تلفی ہو۔ اس واسطے بہتر ہو گا کہ بجائے اس یتیم لڑکی کے
ولی کا ولی وہ خود سے وہ کسی اور عورت سے شادی کرے۔ اسلام نے جس طرح غلاموں کو آزاد کیا
اسی طرح غلام عورتوں کی شادی ہر ایک آزاد انسان کے ساتھ جائز رکھی۔ اس کے بعد قرآن نے
بعض انسانی مدارج حالات اور شرائط کو مدنظر رکھ کر مرد کو اجازت دی کہ وہ ایک سے زیادہ عورتوں سے
شادی کرے۔ لیکن اس میں بھی کثیر الازدواجی پر حدود اور شرائط لگا کر دوسرے مذاہب کی مخالفت کی۔
مکان شرائط اور حدود لگانے پر بھی قناعت نہ کر کے قرآن کریم نے کثیر الازدواجی کے سب سے زیادہ
قبیح پہلو کو دور کر دیا۔ اور حکم دیا کہ مسلم کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت تو دی جاتی ہے
مگر شرط یہ ہے کہ تمام بیویوں سے یکساں سلوک کیا جائے۔ اور کوئی ناانصافی یا حق تلفی نہ ہو اور
ہی حسد کے پیدا ہونے کا موقع ہی نہ دیا جائے۔ اگر ایک آدمی اپنی بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک
نہیں کر سکتا تو اس کے لئے بڑے صاف اور کھلے لفظوں میں حکم ہے فواحدۃ کہ وہ صرف ایک پر قناعت
کرے اور اس عورت میں ایک اور جگہ مرد کو متنبہ کیا کہ عورتوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا کوئی آسان بات نہیں اور اگر ایک مرد دانستہ
یکطرفہ ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ جان بوجھ کر ایک عورت کی تکلیف و رنج کا باعث ہے۔ اور ایسا کرنا یقیناً گناہ میں شامل ہے۔
یہ سوال ہو سکتا ہے کہ خود حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کبار نے کیوں نہ صرف
ایک ہی پر کفایت کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت کے اہل عرب کی حالت اور تمام دنیا کے اس وقت
کے حالات کے ماتحت ایک سے زیادہ شادی کسی صورت میں نہ کرنا ناممکن تھا اور اس سے چنداں کوئی
فائدہ بھی نہ ہو سکتا تھا۔ کثیر الازدواجی کو قریباً قریباً ایک مذہبی حکم سمجھا جاتا تھا۔ جس پر تمام انبیاء
اور بزرگوں نے عمل کیا تھا۔ اور یہی ایک ذریعہ تھا جس سے اس وقت کی عورتوں کے آرام اور حفاظت کا

خاطر خواہ انتظام ہوسکتا تھا کیونکہ اس وقت کی عورتیں نہ اپنی تعلیم کی وجہ سے کوئی کام کر سکتی تھیں نہ اپنا
پیٹ پال سکتی تھیں۔ عورت اپنی گذران کیلئے ایک پیشہ یعنی شادی کر لینا ہی رکھتی تھی جب تک اس کی
شادی نہ ہوتی تھی اس وقت تک وہ اپنے باپ کی کفالت پر گذارا کرتی تھی۔ اکثر والدین تو
لڑکیوں کی پرواہ نہ کرتے تھے اور ہندوستان اور عرب دونوں جگہ لڑکی کو شیرخوارگی کی
حالت میں مار دیتے تھے۔ اور اگر لڑکی جوان ہو جاتی تو باپ چاہتا اس بلا میں پھنسا کر جلدی
اسکی شادی کہیں کر دے۔ اور وہ اس کے بوجھ سے آزاد ہو جائے۔ جب اسکی شادی ہو جاتی تو اسکا
خاوند اسکی تمام ضروریات کا متحمل ہو جاتا۔ اور اگر بدقسمتی سے بیوہ ہو جاتی تو اسکی حالت نہایت
قابل رحم ہو جاتی۔ اس بیچاری کا کوئی ٹھکانا نہ ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے ہندوستان میں اکثر
بیوائیں اپنے مرحوم خاوند کی لاش کے ساتھ ہی ستی ہو جاتی تھیں۔ عرب اور دیگر ممالک میں
بیوائیں گذارہ حاصل کرنے کیلئے دوسری شادی کر لیا کرتی تھیں۔ اور اس حالت میں
جبکہ مردوں کی تعداد عام طور پر کم تھی وہ بھی کسی سے شادی نہ کر سکتی۔ اگر ایک سے زیادہ شادی
نہ کرنے کا رواج ہوتا۔ اور اگر کثیر الازدواجی کی اجازت نہ ہوتی تو سوائے بازاری عورت بن جانے
کے اسکے پاس کیا چارہ تھا۔ اس طرح اگر تمدنی اور اخلاقی نقطۂ خیال سے دیکھا جائے تو
کثیر الازدواجی ان حالات کے ماتحت ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ اس نے عورت کو فحش کاری سے
بچالیا۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر فائدہ مند اور رائج الوقت طریق کو کس طرح رد
کر سکتے تھے۔ اور ان حالات کے ماتحت آپ کا فرض تھا کہ آپ ایک سے زیادہ شادی کرتے۔
بہت سی عورتوں کے خاوند نبی کریم کے مذہب کی خاطر شہید ہوئے تھے۔ اور نبی کریم کا فرض
منصبی تھا کہ وہ ان شہدا کی بیواؤں کی خبر گیری اور حفاظت کا پورا انتظام کرتے۔ آپ
نے بحیثیت شاہ عرب بھی بڑی سادہ زندگی بسر کی۔ آپ کی ذاتی آمدنی بہت قلیل تھی۔ اور آپ
کیلئے آسان نہ تھا کہ آپ چند اور محتاجوں کا بار اپنی قلیل آمد پر ڈالتے لیکن بہرحال ان
لوگوں کی بیواؤں کی حفاظت جنہوں نے اپنی جانیں اسلام کی راہ میں قربان کر دی تھیں
آپ پر لازمی تھی۔ اور آپ کس طرح کسی دوسرے کو ان میں سے بعض کا بوجھ اٹھانے کے لئے
کہہ سکتے تھے۔ اگر خود آپ اس بوجھ سے گریز کرتے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو بعض بیواؤں

یہی آنحضرت کی تمام بیویاں بیوائیں تھیں سوائے حضرت عائشہ کے جن کی شادی
اس کے باپ نے نبی کریم کے ساتھ کر دی تھی۔ اور وہ نبی کریم کے ساتھیوں اور
سب سے زیادہ سچا اور پکا دوست تھا۔ اور بہت اوائل زمانے میں مسلمان

زدواجی کو شہوت رانی کا ایک ذریعہ کبھی بھی نہیں سمجھا گیا بڑے بڑے امرا اور معزز
لڑکیوں کی شادی ایسے آدمیوں سے کر دیتے تھے جن کے پاس بیویاں زندہ موجود
بلکہ اس کو تو فسق و فجور سے بچنے کی ایک راہ سمجھا گیا تھا۔ اور اس وجہ سے بڑے
آدمی اس پر عمل پیرا ہوتے تھے تمام پہلوؤں پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے ۔ کہ
دواجی آج بھی خفیہ یا کھلم کھلا زنا کاری سے بدرجہا بہتر ہے ۔ اور آج بھی دنیا کے
جتنے ایسے ہیں۔ کہ ان میں کثیر الازدواجی کا روکنا اول درجے کی بیوقوفی اور پاگل پن
ہوگا۔ دنیا کے بہت سے حصوں میں اگر آج کثیر الازدواجی روک دی جاوے۔ تو اس کا
ہوگا کہ وہاں کے لوگوں کی اخلاقی حالت بہت گندی اور گری ہوئی ہو جاویگی۔ اور خود
ذات آنکھوں سے گر جاویگی +
کثیر الازواجی ایک نعمت ہے۔ اگر اسکی وجہ سے زنا اور بازاری خرافات کا خاتمہ ہو جاوے
ایک قوم کیلئے رحمت بن سکتی ہے۔ اگر یہ اس قوم کو بیماریوں سے بچاوے اور تعداد
نسل کے کم ہونے کو روک دے۔ فرضِ محال اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ یورپ کی عورتوں نے
قدر ترقی کر لی ہے۔ کہ وہ خود اپنی خبر گیر ہو سکتی ہیں۔ اور وہ مجرد زندگی بسر کرنا بہتر سمجھتی
لیکن یقیناً دنیا میں علاوہ یورپ کے اور ممالک بھی ہیں۔ اور جب تک دنیا میں ایسے لوگ
موجود ہیں جن کو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اشد ضرورت پیش آتی ہے۔ تو یہ ضروری ہے کہ وہ
شریعت جو عالمگیر ہونے کا دعوے کرے اسمیں ان کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں ایک سے زیادہ شادی
کرنے کی اجازت ہو۔ اسلام ہرگز یہ تعلیم نہیں دیتا کہ اگر تم ایک شادی پر اکتفا کرو گے تو اسلام سے
خارج ہو جاؤ گے۔ ایک شادی پر اکتفا کرنیوالا مسلمان ویسا ہی مسلمان ہے جیسا کہ ایک
شادی کرنیوالا عیسائی دوسرے عیسائیوں کی مانند ہوتا ہے۔ ہاں فرق ہے تو اتنا کہ اگر کوئی

اَن مٹی اور اہم ضروریات پیش آجائیں تو اسلام کی رُو سے ایک مسلمان جائز طور پر ایک سے زیادہ شادی کرنے کے بعد بھی مسلمان رہ سکتا اور کسی حالات کے ماتحت وہ کسی عورت کے ساتھ ناجائز تعلق نہیں رکھ سکتا۔ اور اس کے برخلاف عیسائی صاحبان یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر ایک عیسائی ایک سے زیادہ شادی کرے۔ تو وہ کسی صورت میں عیسائی نہیں رہ سکتا۔ ہاں اگر ضرورت ہو تو دو سو کے قریب بھی داشتہ رکھے اور کھلم کھلا تعلق رکھے تو تب بھی وہ موجودہ زمانے کے عیسائی قانون سے محفوظ اور مبرا ہے۔

ایسے تمام شہر جن میں مسلمان اور عیسائی قسطنطنیہ کی طرح شہر کے دو حصوں میں آباد ہیں، اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ تہذیب زمانہ کیلئے مسلم شریعت زیادہ سُود مند ثابت ہوئی ہے۔ یا تہذیب جس کا ماخذ عیسائیت بنایا جاتا ہے جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے قسطنطنیہ کے اس حصے میں جو عیسائی تہذیب کے زیر اثر ہے صرف اسمیں بازاری بد اخلاقیاں زنا اور حرامیوں کا پیدا ہونا بکثرت پایا جاتا ہے۔ قوانین اسلام کی خوبی دیکھئے کہ ایک طرف تو تمام بد اخلاقیوں کو روک دیا اور قوم کو بالکل پاک کر دیا۔ اور دوسری طرف کثیر الازدواجی کی ترغیب بھی نہیں دی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد تمام دیگر ممالک سے زیادہ ہے لیکن اگر ایسے مسلمانوں کی اوسط لیجائے جنھوں نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں تو ہزار میں سے تین یا چار زیادہ نہ ملینگے۔ پس اب تو آپ کو یقین آگیا کہ صرف ہندوستان نے قریباً سات کروڑ ایسے مسلم پیدا کر دیئے جنھوں نے نہ صرف نام کیلئے ایک شادی پر اکتفا کیا جسطرح کہ عیسائی یورپ کے باشندے کرتے ہیں۔ بلکہ انھوں نے حقیقتاً اور سچے طور سے ایک بیوی پر اکتفا کی ہے۔ بفرض محال اگر انسان کو حکم دیا جائے کہ یا تو علانیہ ایک سے زیادہ شادی کر و اور یا خفیہ زناکاری کرو تو ہر ایک ذی عقل انسان جس کے دل میں ذرہ بھر بھی اخلاقی حس ہوگی تو وہ بالضرور پہلے امر کو دوسرے پر ہزار درجہ ترجیح دیگا۔ اسمیں شک نہیں کہ بعض فرماں رواؤں۔ بادشاہوں شہزادوں اور امیر عیش پرستوں نے ہندوستان میں دیگر ممالک کیطرح کثیر الازدواجی کی اجازت کو ناجائز طور پر استعمال کیا ہے لیکن ایسے واقعات عیسائیوں میں بھی ہوئے ہیں۔ اور ہوتے ہیں۔ اور آجکل بھی ایک سے زیادہ شادی نہ کرنے کے قانون کو بعض حالات میں بہت ناجائز طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر ایک آدمی کے ایک سے زیادہ شادی کرنیکے قانون کو بُرے طور پر استعمال کئے جانے سے عیسائیت پر کوئی حرف نہیں آتا تو اسیطرح اسلام بھی کثیر الازدواجی کے ناجائز استعمال ہونیکے الزام سے مبرا ہے۔ ہم یہ بار بار کہتے ہیں کہ ہم بذات خود کثیر الازدواجی کو پسند نہیں کرتے۔ اور اسلام ہرگز ہرگز

یں اچھا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اسلام تو ایک ہی شادی پر اکتفا کرنے کو بہت اچھا سمجھتا
م دیتا ہے۔ اور اگر کوئی ایسے اصحاب دائرہ اسلام میں داخل ہوں جو ایک سے زیادہ
یاں سلوک نہ کر سکیں تو وہ ایک گناہ کے مرتکب ہونگے۔ اگر وہ ایک سے زیادہ شادی
یں ایسی قومیں موجود ہیں جن کے مردوں کے دل وسیع نہیں۔ اور جن کی عورتیں ایکدوسرے
ں بہت ترقی کر چکی ہیں ایسی اقوام کے لئے صرف ایک شادی پر اکتفا کرنا ہی بہترین قانون تمدن سکھا
رت نے بانی اکتفا نہیں بلکہ عملی اور صدق دل سے۔ اور اسلام ایسے افراد کو ہرگز کثیر الازدواجی
نہیں دیتا۔ اسلام اسبات میں بڑی سختی کرتا ہے۔ کہ مرد اور عورت آپس میں کوئی ناجائز تعلق پیدا
ور کسی حالت میں اسکی اجازت نہیں دی۔ اسلام نے اس محدود اور مشروط کثیر الازدواجی کی
اسی گناہ اور بدکاری کے علاج کیلئے دی تھی۔ اسلام کے قوانین اسکے لئے باعث عار یا
نہیں ہوسکتے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی عیسائی مُقنن کی ضرورت نہیں۔ اسلامی قوانین بذات خود
نی اور تہذیب دنیا کیلئے کافی اور شافی ہیں بشرطیکہ پورے طور پر ان کی پیروی کیجائے +

ں ایک بات رہگئی جو اس مضمون میں نظر انداز نہ ہونی چاہئے۔ اور وہ یہ کہ خود عورت ذات رواج
زدواجی کی ذمہ وار ہے۔ اگر تمام عورتیں اتفاق کرلیں کہ کسی ایسے آدمی کے ساتھ شادی نہ کرینگی
پاس بیوی موجود ہو تو کثیر الازدواجی کا نام تک مٹ جاوے۔ ایک عورت کا ایک سے زیادہ خاوند
نیا میں بالکل معدوم ہوگیا ہے۔ اگرچہ بعض مذاہب اسکو جائز قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ کسی آدمی نے یہ گوارا
ایک ایسی عورت سے شادی کرے جو کسی اور مرد کی منکوحہ ہو۔ اور کثیر الازدواجی کا رائج ہونا ہی بتلائے
ہے کہ عورت ذات اسکو برداشت اور گوارا کرتی ہے +

فطرت انسانی پر غور کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی ایک سے زیادہ شادی کر سکتا ہے۔ اور اسلام
ول نہیں کہ فطرت انسانی کی مخالفت کیجائے۔ بلکہ اسکو روکنا اسکو راہ پر لانا اور اسکو بہتر بنانا سکھایا ہے
ہب ہندو مذہب اور اصلی عیسائیت ان تمام نے فطرت انسانی کو رد کرنا چاہا نفس کشی کی تعلیم دی
ں نے دنیا کی خوبصورتی اور دلربائی اسکی شان و شوکت اسکی عظمت اسکی طاقت ان سب کو بطور
فریب دھوکا اور مایا پیش کیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام تو ہر وقت آسمانی سلطنت کے خیالات میں ڈوبے
تھے۔ انکو تو آسمان کی فکر تھی نہ کہ زمین کی۔ آپنے خود ایک مجرد زندگی بسر کی اور شادی اور بال بچوں سے

محروم رہنے۔ ابن آدم کو تو اپنا سر چھپانے کیلئے جگہ نہ ملتی تھی اور موجودہ تہذیب کے مطابق تو وہ ایک مہذب انسان ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتے۔ اور اگر آج کل کے لوگ انکی پیروی عملی طور پر کریں تو تہذیب کا نام و نشان بھی کہیں نہ ملے۔ (باقی آیندہ)

لمعات انوار محمدیہ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ۔ حسن سیرت و معاشرت کا نمونہ علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ۔ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ زندگی کا دلکش مرقع جس میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی مسلم مشنری و جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی۔ و جناب شیخ مشیر حسین صاحب بیرسٹر (قدوائی) و دیگر مشاہر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے۔

قیمت غیرمجلد ۶ر مجلد ۱۰ر

لنڈن میں جلسہ میلاد النبی (صلعم)

اس کتاب میں اس مقدس جلسہ کی مفصل روئداد ہے جو زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک سائٹی مورخہ ۶ جنوری ۱۹۱۷ء کو سیسل ہوٹل میں مقدس تقریب ولادت آنحضرت پر منعقد ہوا۔ دیگر مشاہیر قوم و پریزیڈنشل تقریر کے علاوہ ایک انگریز قابل مصنف مسٹر مارماڈیوک پکتھال کی ایک زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے "خلق عظیم" کے متعلق نہایت ہی قابل مطالعہ ہے۔ ہمارے ناظرین کرام ضرور اس کی متعدد کاپیاں خرید فرما کر غیر مسلم احباب میں تقسیم فرمائیں قیمت ۲ر

المشتہر

خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

interests of man to those of society, from morality to cri[...]
from punishment here to that of the life to come."—DEVONPO[...]
(*Mohammet and Qur án*).

STYLE AND LANGUAGE OF AL-QUR-ÁN.

"The Qur-án is universally allowed to be written with t[...] utmost elegance and purity of language. . . . It is confessed [...] the standard of the Arabic tongue."—GEORGE SALE.

"Such-like topics of the Qur-án are set forth in langu[...] of beauty and vigour, abounding often in real poetry. T[...] can be no introduction to the noble tongue other than [...] eloquent lessons of the Prophet himself couched as th[...] are in language of singular force and beauty. The langu[...] of the Qur-án is considered the purest Arabic and conta[...] such charming style and poetic beauties that it rema[...] inimitable."—*The Popular Encyclopædia*.

"That the best of Arab witnesses has never succeeded [...] producing anything equal to the merits in Qur-án. . . . [...] compose such revelations at will was beyond the power of [...] most expert literary artist."—*Encyclopædia Britannica*.

"The contents of the different parts of the Qur-án [...] extremely varied. Many passages consist of theological a[...] moral reflections. We are reminded of the greatness, t[...] goodness, the righteousness of God, as manifested in Nature, [...] History, and in Revelations through the Prophets; especial[...] through Muhammad, God is manifested as the One, the A[...] powerful. Idolatry and all deifications of created beings, su[...] as the worship of Christ as the son of God, are unsparing[...] condemned."—*Encyclopædia Britannica*, vol. xvi. p. 599.

". . . The Qur-án, the miracle to which Muhammad hims[...] so often appealed as proof of his Divine mission, and [...] miracle indeed it seems. For the Prophet, though cultur[...] was illiterate, and there is no reasonable room for doubt th[...] a large part at any rate of that strange flood of eloquence [...] purely seen came to him in states of trance. The book is li[...] no other book on earth. Explanations of the mystery of i[...] existence have been suggested by the sceptical, but non[...] explains it. It remains a wonder of the world."—MARMA[...]DUKE PICKTHALL.

"The Qur-án is but little read by Europeans; it is ignorant[...] supposed to contain many things that it does not contai[...] there is much confusion in people's minds between its te[...] and ancient Semitic traditions and usages retained by its fo[...] lowers; in places it may seem formless and barbaric; [...] what it has chiefly to tell of is the leadership of one ind[...] vidualized militant God, who claims the rule of the who[...] world, who favours neither rank nor race, who would lead me[...] to righteousness. It is much more free from sacramentalism[...] from vestiges of the ancient blood sacrifice and its associate[...] sacerdotalism, than Christianity."—H. G. WELLS.

"However often we turn to it (Qur-án) . . . it soon attract[...] astounds, and in the end enforces our reverence. . . . Thus th[...] Book will go on exercising through all ages a most poten[...] influence."—GOETHE.

[illegible] brought together in one, or two [illegible] threads they are woven into [illegible] constitution of Muhammad. [illegible] revengefulness, calumny, mockery, avarice, [illegible]ry, mistrust, and suspicion are [illegible] and wicked; while benevolence, [illegible]ce, patience, and endurance, [illegible]wardness, decency, love of peace [illegible]ing in one God and submitting to [illegible] pillars of true piety and the principl[illegible] of a true believer."—CHAMBERS'S *Encyclopædia*.

"At a later period of his (the Prophet's) career, no one would venture to doubt the Divine origin of his whole Book."—RODWELL.

[illegible] unique in history, Mohammed is the [illegible], of an empire, and of a religion. Illiterate himself, [illegible] to read or write, he was yet the author of a [illegible] a poem, a code of laws, a book of common prayer, and a bible in one, and is reverenced to this day by a sixth of the whole human race as a miracle of purity of style, of wisdom, and of truth. It is the one miracle claimed by Mohammed—'his standing miracle,' he called it—and a miracle, indeed, it is."—BOSWORTH SMITH'S *Life of Mohammad*.

"The morals of the Qur-án have not been less unjustly attacked than its dogmas. It condemns debauchery and excesses of every kind, usury, avarice, and pride, slander and calumny, covetousness, hypocrisy, the thirsting after worldly goods; it ordains, on the contrary, almsgiving, filial piety, gratitude towards God, fidelity to engagements, justice, specially towards orphans and without respect of persons, chastity and decency, [illegible] the ransoming of captives, patience, submission, benevolence, forgiveness of injuries, the returning of good for evil, and the walking in the path of virtue, not with the view of obtaining the approbation of the world, but for being acceptable to God."—J. DAVENPORT.

"Among the many excellencies of the Qur-án are two eminently conspicuous—one being the tone of awe and reverence which it always observes when speaking or referring to the Deity, to whom it never attributes either human frailties or passions; the other, the total absence throughout it of all impure, immoral, and indecent ideas, expressions, narratives, etc., blemishes which, it is much to be regretted, are of frequent occurrence in what Christians style the 'Old Testament.' So exempt, indeed, is the Qur-án from these undeniable defects that it needs not the slightest castration, and may be read, from beginning to end, without causing a blush to suffuse the cheek of modesty itself."

"The Qur-án is the general code of the Moslem world: a social, civil, commercial, military, judicial, criminal, penal, and yet religious code. By it everything is regulated—from the ceremonies of religion to those of daily life, from the salvation of the soul to the health of the body, from the rights of the general community to those of each individual, from the

11 And when it is said to them, Do not make mischief in the land, they say: We are but peacemakers.

12 Now surely they themselves are the mischief-makers, but they do not perceive.[25]

13 And when it is said to them, Believe as the people believe, they say: Shall we believe as the fools believe? Now surely they themselves are the fools, but they do not know.

14 And when they meet those who believe, they say, We believe; and when they are alone with their devils[26] they say: Surely we are with you, we were only mocking.

Or ring-leaders.

15 Allah shall pay them back their mockery,[27] and He leaves them alone in their inordinacy, blindly wandering on.

Or bring disgrace upon them.

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

TA LL, and similarly *khada'a* means *he refrained*, as in إن فلان يعطي ثم يخدع (S-I L).

24 The disease is the pain in their hearts due to the advent of the Holy Prophet, for he deprived them of leadership. Allah's adding to this disease signifies that their pain became greater as they witnessed the triumphant progress of Islam. As for attributing this addition to Allah, compare 71:5 where Noah is made to say: "But my call has only made them flee the more." The increase in the disease or the aversion was the result of their own act in each case, but as Allah's raising the Prophet and the triumph of his cause or the invitation of the Prophet became the respective occasions of that act, Allah or the invitation is spoken of as the effective cause. Similarly in 95:5 it is said, "Then we render him the lowest of the low", whereas the degradation is the result of man's own action and the Divine Being only brings about the consequences of the deed that man does. Or the *disease* here stands for the weakness of their hearts (AH), for they had not the courage to deny Islam openly, and this weakness only became the greater as the cause of Islam became more and more triumphant.

25 Their idea of making peace was only this, that they mixed with both parties, but they were really taking advantage of this opportunity to sow the seeds of dissension and mischief among the various parties. In fact, they were a constant source of mischief, for whereas outwardly they were with the Muslims, they always plotted against them and gave help to their enemies.

26 By their *shayāṭīn* or *devils* are meant their *evil companions*, as plainly stated in v. 76: "And when they meet those who believe they say, We believe; and when they are alone with one another they say," etc.; where, instead of being alone with their *devils*, they are spoken of as being alone with *others from among themselves*. IMsd says that by their *devils* are meant *their leaders in unbelief* (IJ). This significance is given in the margin. Kf and Bd say by their *shayāṭīn* or *devils* are meant *those men who made themselves like the devils in their insolence and rebellion*. In fact, in the Arabic language the word *shaiṭān* (devil) signifies, as A'Ub puts it, "*every insolent or rebellious one from among the jinn and the men and the beasts* (Rgh). Hence the word is freely used to indicate *insolent men, serpents*," etc.

27 The word *istihzā* occurring in this verse is thus explained by Kf. *The meaning is*

SECTION 2

Lip-profession

8-16. The hypocrites and their indulgence in mischief and mockery. 17-20. Two parables

8 And there are some people who say: We believe in Allah and the last day[22]; and they are not at all believers

9 They desire to deceive Allah and those who believe, and they deceive only themselves and they do not perceive.[23]

10 There is a disease in their hearts, so Allah added to their disease, and they shall have a painful chastisement because they lied.[24]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ
بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝
يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا
يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝

---

that of the reprobate, the hardened sinners who pay no heed to the call of the reformer. They refuse to open their hearts to receive the truth, and do not lend their ears to listen to it nor use their eyes to distinguish the truth from the falsehood. This is stated clearly in 7 : 179. "They have hearts with which they do not understand and they have eyes with which they do not see, and they have ears with which they do not hear; they are as cattle." And in 41 : 5 we have: "And they say, Our hearts are under coverings from that to which you call us, and there is a heaviness in our ears and a veil hangs between us and you." A comparison with these two verses is sufficient to show that what is indicated by "the setting of the seal on the hearts and hearing" in the first case is indicated in the second by "the possession of hearts with which they do not understand, and ears with which they do not hear," and in the third by "their hearts being under coverings and their ears having a heaviness in them." Thus the significance of "their hearts being sealed" is simply this, that they pay no heed to the Prophet's warning, and refuse to understand and hear what he says, and so their very refusal becomes the sealing of their hearts and ears. And as Allah made them taste the consequences of their heedlessness He is spoken of as having sealed their hearts and ears.

22 Belief in Allah and the last day is here equivalent to the profession of the faith of Islam. See foot-note 19. The persons spoken of in this verse are the hypocrites who were a source of constant trouble to the Holy Prophet at Medina. Before he came to that city, Abdulla bin Ubayy was a person of note there, and he expected to become the leader. But the Holy Prophet's advent, and his recognition by all the communities of that city as the head of the republic there, robbed Abdulla of those dearly cherished hopes, and he along with his followers adopted an attitude of hypocrisy towards the Holy Prophet and his companions. The case of the hypocrites is dealt with at length here, in 3 : 118-180, 4 : 60-152, 9 : 38-127, and in the 63rd chapter, and occasionally elsewhere.

23 *Khâda'a-hû* signifies *he strove, endeavoured* or *desired to deceive him* (LL). . . . One says this of a man when he has not attained his desire, for many a verb of the measure of *fa'ala* relates to one only as in the instance of عاقبت اللص i.e. *I pursued the thief* (LA-LL). *Khâda'a* also indicates, when used concerning the Divine Being, *He requited to him his deceit* (TA-LL). See further foot-notes 27 and 637. But note that *khâda'a* also means *taraka* (Q), i.e. *he forsook*, as in خادع الجلد i.e. *he forsook glory*

24, see next page.

5 These are on a right course from their Lord, and these it is that shall be successful.

6 Surely those who disbelieve, it being alike to them whether you warn them or do not warn them,[20] will not believe.

7 Allah has set a seal upon their hearts and upon their hearing, and there is a covering over their eyes and there is a great chastisement for them.[21]

Ar. thou

أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ
ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝
خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى
أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

mention all the prophets by their names, for "there are some of them that We have mentioned to you and there are others whom We have not mentioned to you" (40 : 78). It should also be noted that the word *anzala* (inf. n. *inzal*), which occurs here in connection with revelation, is generally used in the Qur-án in the simple sense of *sending down*, i.e. *the making to come at* or *arrive at* or *come to a certain place*, and does not necessarily imply *sending from above*. Hence wherever the word is used in connection with Divine messages, I have translated it as *reveal*, because revelation is the form in which Divine messages are communicated to men. It should also be noted that the singular personal pronoun *ka* has been translated as *you*, while the exact sense of the original is given in the marginal remarks.

19 A belief in a life after death is the last of the five fundamental principles of Islam that are stated here. It is only this belief that can make the generality of men conscious of the responsibility of human actions. A life after death, according to Islam, implies a state of existence which begins with death, but a complete manifestation of which takes place later, when the fruits of the actions done in this life take their final shape. It should be borne in mind that a belief in Allah and a belief in the hereafter, being respectively the first and the last of the fundamental principles of Islam as mentioned here, often stand for a belief in all the fundamental principles of Islam, as in vv. 8, 62, etc. That the word *ákhirat* does not signify the later revelation is made clear by a comparison with a similar use of the word elsewhere, as, for instance, in 12 : 37, where Joseph is made to say: "Surely I have forsaken the religion of a people who do not believe in Allah and they are deniers of the hereafter"; or in 27 : 3: "Who keep up prayer and pay the poor-rate, and of the hereafter they are sure." In fact it is quite unwarranted to take *al-ákhirat* as meaning some particular revelation to be granted after the Holy Prophet, for the door to revelation is open to all the followers of the Holy Prophet, and thousands have been made to drink deep at this source.

20 The passage سواء عليهم ءانذرتهم ام لم تنذرهم is parenthetical (AH), and should be translated as such. The ordinary rendering of the passage, which makes the parenthetical passage an enunciative one, makes the verse meaningless, for it would then run thus: "Surely those who disbelieve, it is alike to them whether you warn them or do not warn them; they will not believe." Now this amounts to saying that no one who had once disbelieved would ever believe, a statement which is absurd on the face of it. Treating the portion quoted above as parenthetical, the meaning is quite clear, viz. disbelievers of a particular type, i.e. those who pay no heed at all to the Prophet's warning, cannot benefit by his preaching. This interpretation makes the passage agree with the spirit of the Holy Qur-án. Otherwise the preaching of the Qur-án would be meaningless, for as a matter of fact it was from among those who disbelieved first that the converts to Islam were continually gained.

21 It should be noted that only those disbelievers are spoken of here who so hardened their hearts as not to pay any heed to the Prophet's preaching and warning, as clearly indicated in the previous verse. It is not on every heart that the seal is set, but only on

3 Those who believe in the unseen[15] and keep up prayer[16] and spend out of what We have given them;[17]

4 And who believe in that which has been revealed to *you* and that which was revealed before *you*,[18] and they are sure of the hereafter.[19]

الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَيۡبِ وَيُقِيۡمُوۡنَ
الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۙ
وَالَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَآ
اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۚ وَبِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ ؕ

15 *Al-ghaib* is that *which is unseen or imperceptible by the ordinary senses*, such as the ...ence of Allah, the certainty of which is obtained through Divine revelation. To ...ler it as *mysteries of faith*, as Sale has done, ... to introduce the Christian formulas ...mysteries into the clear principles of Islam. As regards the acceptance of the unseen ...must be borne in mind that every science is based on certain fundamental principles, the ...h of which is actually witnessed only in the result.

16 *Salát* among the Arabs stood for *supplication* or *prayer*, as A'shá says, speaking of ...e

وقابلها الريح فى دنّها ❊ و صلى على دنّها وارتسم i.e. *and he exposed ...the wind ... its jar, and he prayed over its jar and petitioned for it* (IJ). Similarly in ...ther verse the same poet says.

لها حارس لا يبرح الدهر بيتها ❊ وان ذبحت صلى عليها وزمزما

...phrase صلى عليها is here equivalent to دعا لها i.e. *he prayed for her* (IJ). In ...em *As-salát* assumed a regularity and a form and became an established institution ...religion, for details of which see Preface. The verb used to indicate the observance of ...*lát* is throughout the Holy Qur-an *aqáma*, from اقام الامر i.e. *he kept a thing or an ...air in a right state* (LL), and hence it is not the mere observance of the form that the ...ur-án requires, but the keeping of it in a right state, i.e. being true to the spirit of the ...ver. It should, however, be borne in mind that besides the regular service, which is ...tioned five times a day and which is obligatory, there is ample room for the individual ...the Muslim *salát* for the outpouring of the heart's sentiments. It may also be added ...at prayer, according to the Holy Qur-an, is the true means of the purification of the ...art, for "prayer keeps one away from indecency and evil" (29 : 45).

17 Spending out of what one has been given stands here for charity in its broadest ...se, or the doing of good to all creatures. Like its other institutions useful to humanity, ...am has given a regularity and a permanence to the institution of charity. No one can ...ter into the brotherhood of Islam unless and until he is willing to give annually a part ...his wealth for the support of the poorer members of the brotherhood. The part thus ...quired to be paid into the public funds is called *Zakát*, which is a kind of tax, amounting ...nerally to a fortieth portion of certain possessions—a tax which is levied on the rich for ...he benefit of the poor. The conditions subject to which it is made obligatory, and other ...tails, will be found in the Appendix. Besides the obligatory payment, however, the ...pression used here includes voluntary charitable acts of every kind, from a complete ...votion of oneself to the cause of humanity to a smile to one's fellow-being, the last ...included in the definition of charity according to an express saying of the Holy Prophet.

18 Of all the religions of the world Islam is the only one that laid down the broad ...sis of faith in all the prophets of the world, and the recognition of truth in all religions ...its distinctive characteristic. The words *that which was revealed before you* include ...velations to all the nations of the world, for we are elsewhere told that "there is not a ...ople but a warner has gone among them" (35 : 24). The Qur-án does not, however.

19, see next page.

2 This[12] book[13], there is no doubt in it, is a guide to those who guard (against evil).[14]

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ

places, and the meaning is decided in each case by the context. Such is the opinion of I'Ab (AH). Both Jc and IMsd agree in interpreting the combination الٓمّٓ, (read *alif, lám, mím*) occurring here, as well as at the commencement of the 3rd, 29th, 30th, 31st, and 32nd chapters of the Holy [illegible], as standing for انا الله اعلم i.e. *I am Allah, the [illegible] Knower*, *alif* standing for *aná*, *lám* for *Alláh* and *mím* for *a'lamu* (AH, IJ), being respectively the first, the middle, and the last letter of the words for which they stand. Others regard them as contractions for some Divine attribute. That they may also serve as the names of chapters is no ground for supposing that they carry no significance. The strange suggestion of Goldziher that *alif, lám, mím* stands for *amr-li-Muhammad*, which is said to mean *at the command of Muhammad*, is not only devoid of authority but is also grammatically incorrect, and the correct Arabic equivalent would be *bi-amr-i-Muhammad*, which, however, does not give us the actual letters. Rodwell's statement, made in his comment on the significance of the letter *nun* occurring in the beginning of chapter 68, that "the meaning of this and of the similar symbols, throughout the Qur-án, was unknown to the Muhammadans themselves even in the first century," is equally devoid of truth, for the significance of these letters can in most cases be traced to the companions of the Holy Prophet, and hence the suggestion that these were "private marks or initial letters attached by their proprietor to the copies furnished to Zaid, when effecting his recension of the text under 'Usmán" is not even worth consideration and it is further opposed to the surest historical testimony, which proves beyond all doubt that these letters were recited as parts of these chapters in the time of the Holy Prophet himself.

12 Palmer translates the word *zálika* as *that*, and thinks that its rendering as *this* is an error, but as LL says: "Like as a person held in mean estimation is indicated by *házá*, which denotes a thing that is near, so, on account of its high degree of estimation, a thing that is approved is indicated by *zálika*, whereby one indicates a thing that is remote." In other words, *zálika* does refer here to a remote thing, and should not be rendered as *that*, but it indicates *the high estimation* in which the Qur-án is held.

13 The Qur-án is here called *al kitáb*, or *the Book*. The root-word *Kataba* means *he wrote* and also *he brought together* (LL) and *kitáb*, or *book*, is a writing which is complete in itself. Thus a letter may also be called a *kitáb*, and in this sense the word occurs in 27 : 28, 29. The application of the word *kitáb* to the Holy Qur-án occurs in very early revelations, and the use of the word shows clearly that the Qur-án was from the first meant to be a *complete book*, and one that existed not only in the memory of men but also in visible characters on writing material, for otherwise it could not be called *al-kitáb*. Thus there is conclusive internal evidence in the use of this word that its arrangement, without which it could not be called a book, was effected by the Holy Prophet for himself, and the copy prepared by Zaid in the time of Abu Bakr followed that arrangement. For the explanation of the word *Qur-án* see foot note 228.

14 I make a departure here from the rendering of the word *muttaqi*, which English translators generally render into *God-fearing* or *pious*. The root is *waqá*, and conveys the sense of *saving*, *guarding*, or *preserving* (LL). According to Rgh, *wiqáyah* signifies *the guarding of a thing from that which harms or injures it*. The verb of which *muttaqi* is the nominative form is *ittaqá*, which means, *he preserved* or *guarded himself exceedingly*. "In the conventional language of the law," according to LL, "*he preserved or guarded himself exceedingly from sin* or *what would harm him in the world to come*." Hence the word *muttaqi* may properly be translated only as *one who guards himself* (*against evil*), or *one who is careful* (*of his duty*).

SECTION 1

Fundamental Principles of Islam

1 Omniscience of Allah. 2 Qur-án a perfect guidance. 3, 4 Fundamental principles. 5-7. Consequences of their acceptance and rejection.

In the name of Allah, the Beneficent, the Merciful — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

1 I am Allah, the best Knower.[11] — الٓمّٓ

a fast line can be drawn as to the subjects which are treated in Meccan or Medinian revelations. The latest European criticism on this point inclines more to a right view than the hasty opinion of earlier critics. In his "New Researches" Hirschfeld observes: "If we had no other critical aid, it would frequently be quite impossible to distinguish between Medinian and later Meccan revelations. . . . Medinian addresses, like the Meccan ones, abound in declamatory, narrative, and parabolical passages." But I must add that many of the unwarranted conclusions of European critics are based on the rash generalizations of Oriental exegetes.

The doubt regarding vv. 285, 286, the concluding verses of the chapter, is equally groundless. V. 285 only reiterates the cosmopolitan nature of the religion of Islam, which had already been established in the very beginning in v. 4, and then in the middle of the chapter in v. 136, a belief in the truth of all the prophets being mentioned as the very basis of the religion of Islam in all the three places. V. 286 teaches a prayer, about the Medinian origin of which it is rather strange that a doubt should have been entertained.

I do not find any reliable report as to the Meccan origin of any portion of this chapter. Even if there were any such report, I would warn the reader to receive it with caution. The whole of the 2nd chapter thus belongs to earlier Medinian revelation, and I very much doubt the reports which refer the injunctions regarding the prohibition of usury in the concluding sections to about the closing period of the Holy Prophet's life. That portion may have been revealed at a later period than the rest of the chapter, but in view of the same prohibition having been revealed in 3:129 it could not be so late. An analysis of the chapter leads one to the conclusion that almost the whole of it was revealed previous to the revelation of the next or the 3rd chapter.

---

11 The original words are *alif, lám, mím.* Translations of the Holy Qur-án generally leave abbreviations, like the one occurring here, untranslated. The combinations of letters or single letters occurring at the commencement of several chapters of the Holy Qur-án, 29 in all, are called الحروف المقطعة or simply *muqatta'át*, and according to the best received opinion these letters are abbreviations standing for words. The Arabs used similar letters in their verses, as in قلت لها قفی فقالت قاف where the letter *qáf* stands for *waqaft-u,* i.e. *I stop* (AH). Another instance of the same is contained in the verse, بالخیر خیرات و ان شرفاً ∴ ولا ارید الشر الا ان تا where *fá* stands for *fasharrun,* meaning *then evil let there be,* and *tá* for *tashá'*, meaning *thou pleasest* (AH). And in ordinary conversation you hear a man saying *fá* in answer to one who says, *Wilt thou come?* The *fá'* in this case means فاذهب بنا i.e. *then go thou with us* (LL). Abbreviations are known to all languages, the only peculiarity of their use in Arabic literature being that the letters carry different meanings in different

of the text. Thus we find no break in the continuity of the subject, and the change whenever necessary, is introduced quite naturally.

Connection with the preceding Chapter.

There is a clear connection between this chapter and the last one. There in the concluding words is a prayer *for being guided on the right path* (1 : 5), while here that guidance is offered in the opening words: "This book, there is no doubt in it, is a guide" (v. 2). Again, that prayer seeks to establish us in the path of those who have received Divine favours (1 : 6), and here we are told in v. 5 who are they on the right direction and who shall be successful. Similarly, while that prayer creates in us the yearning to avoid the path of those upon whom wrath has been brought down and those who go astray (1 : 7), this one hastens to point out that those who do not care for the Prophet's warning, neither reflecting upon it nor lending ear to it (v. 6), have ultimately their very hearts and ears closed against the truth, this grievous punishment being the form in which wrath is brought down upon them (v. 7) and that those who consider faith to be only a lip profession are really they who go astray, because they buy error at the price of right direction (v. 16). Any one who has read the Holy Qur-án will easily see that no other chapter could have so fittingly followed the *Fátihah*, and as in the beginning, so in the end there is a clear connection with the opening chapter.

But though this chapter follows the *Fátihah* it is really the first chapter, because the *Fátihah* is placed at the head as being the essence of the whole of the Qur-án. This affords very clear evidence of the wisdom displayed in the arrangement of the chapters of the Holy Book. For this chapter fittingly opens with a prelude as to the object which is aimed at in the revelation of the Holy Qur-án, and contains in its very opening verses the fundamental principles of the Islamic religion, which are also in fact the fundamental principles which can form the basis of the natural religion of man. These principles are five in number, three of them containing theoretical ordinances or articles of belief and two containing practical ordinances or principles of action. The theoretical ordinances are a belief in the Unseen, i.e. Allah, in Divine revelation to the Holy Prophet as well as to the prophets before him, and in the life to come, while on the practical side is mentioned prayer, the outpouring of the human heart before the Great Divine Mind which is the source from which springs true Divine love, and charity in its broadest sense. The result of the acceptance of these fundamental principles is mentioned in v. 5, being guidance in the right direction and success. Similarly, it is with a reiteration of the broad principles of the Islamic faith and with a prayer for the triumph of the truth that the chapter ends, and the whole of the chapter is really an illustration of the truth of the principles enumerated in its beginning. If this chapter were removed from its place, there is not a single other chapter in the whole of the Qur-án that could take its place and serve the purpose of a prelude to the Holy Book.

Date of Revelation.

There is little doubt that this chapter was revealed at Medina, and belongs to the earliest Medinian revelations. Doubt has been entertained as to vv. 21-39 and 164-172, but the reasons given are very poor. That all those verses in which the words "O men" occur belong to the Meccan revelation, and those in which the words "O you who believe" occur belong to Medinian revelation, is the unwarranted generalization of some exegetists, and European students of the Holy Qur-án have taken it from the *Itqán*, without caring to see that even the *Itqán* does not rely on this test, and without giving any consideration to facts. For the 4th chapter, *the Women*, undoubtedly belongs wholly to the Medinian revelation, and it opens with the words "O men." Similarly, the 22nd chapter, which is unanimously accepted as belonging to the Meccan period, begins with the words "O you who believe." Hence the criterion on which vv. 21-39 are regarded as belonging to Meccan revelation fails altogether. As regards the testimony of the subject matter in these verses, as well as in 164-172 and 256-258, doubt being also entertained as to the Medinian origin of the latter, it seems to me to be a mere fancy of the critics, for no hard

tle and Subject-matter.

name of this chapter is taken from the story narrated in vv. 67-71 regarding the slaughter of a *cow*. As this chapter deals chiefly with the Jews, and as ... worship, as ... in foot-notes 84 and 108, was the particular form of idolatry which took a hold on the Jews, the importance of that incident seems to have been rightly estimated in ... this chapter the name that it bears.

This chapter deals mainly with the Jews and their contention against Islam, and ... it is that much of the legislation, details of which necessarily differ from the Jewish ..., and most of the Jewish objections to the prophethood of Muhammad, may peace and blessings of Allah be upon him, are dealt with in this chapter. ... of the ...ysis of the chapter will show how the various sections fit into each other, the ...gation of confusedness in the arrangement being simply due to want of reflection.

The chapter opens with a brief statement of the fundamental principles of Islam and, after mentioning the consequences of their acceptance or rejection in the first section, and ...ing with lip-professions in the second, draws an inference of the truth of those ...ciples, and more particularly of Divine Unity, by referring to the work of ... in nature ... the third. The fourth section proceeds to show that man is endowed with vast capa... ...ties, but suffers the consequences of wasting his opportunity, and this is illustrated in ... story of Adam. Then in the fifth section the case of the Israelite nation is intro...ed, and they are told how the Qur-án fulfils the prophecies met with in their books, and ... next two sections are devoted to Divine favours on them and their stubbornness, being ...owed by three others which speak of their degeneration, their hard-heartedness, and ... violation of covenants. The eleventh section speaks of their objections to the Holy ...phet, and the twelfth refers to their great enmity and to their plans against him. The ...rteenth states that former scriptures are abrogated and a better and more advanced ...de is given in the form of Islam, the religion of entire submission. The next section ...oints out that partial good is met with in all religions, but it is only in Islam that ...igion attains to perfection. The fifteenth reminds the Israelites of the covenant with Abraham, which required the raising of a prophet from among the Ishmaelites, being ...llowed by another dealing with the religion of the great patriarch. The subject of *Qibla* ...eing transferred to the Ka'ba, the house rebuilt by Abraham, is thus introduced, and the ...xt two sections, while declaring the Ka'ba to be the new centre of spiritual activity, ...o give reasons for the change. The nineteenth warns the Muslims that they must ...dergo hard trials before they obtain mastery of the Sacred House, which was henceforth ... be the centre of the Muslims, though the idolatry prevailing there was certainly destined ... disappear, while Unity must ultimately obtain the triumph, this being made clear in ...e twentieth section. Certain minor differences with the Jewish law are then introduced against the common principle of the doctrine of Unity, and thus the laws relating to ...ods, retaliation, transfer of property on decease, fasting, fighting, pilgrimage, wine, ...ambling, orphans, marital obligations, divorce, and widowhood are discussed in the ...even sections that follow. The next two make a reversion to the subject of fighting, ...hich was necessary if the Muslims would escape national death, and illustrations are ...ven from the Israelite history. We are then told in the thirty-fourth section of the ...ighty power of Allah to give life to the dead, and the Muslims are told that they should ...ot use compulsion in the matter of religion, as their opponents had done. Two instances ...re then quoted in the following section, one from the history of Abraham and the other from the Israelitish history, showing how dead nations are raised to life. But national growth and prosperity, we are immediately told in the thirty-sixth and thirty-seventh ...ections, depends on acts of sacrifice, and every penny spent in the cause of truth yields ...even hundredfold and even much more fruit. The Muslims, being thus promised abund...ance of wealth as the result of their sacrifices, are warned in the following section against usurious dealings which breed an inordinate love for wealth, for the amassing of wealth was not the goal of a Muslim's life. They are at the same time told, in the thirty-ninth section, to guard their property rights by the employment of writing in their transactions ...d securing evidence. In conclusion they are taught a prayer for the ultimate triumph

CHAPTER II

THE COW

(Al-Baqarah)

REVEALED AT MEDINA

(40 *sections and* 286 *verses*)

Abstract:

Sec. 1. Fundamental principles of Islam.
Sec. 2. Lip-profession.
Sec. 3. Divine Unity.
Sec. 4. Man's vast capabilities.
Sec. 5. Fulfilment of Israelite prophecies in the Holy Prophet.
Sec. 6, 7. Divine favours on Israel and their stubbornness.
Sec. 8. Israelites' degeneration.
Sec. 9. They grow in hard-heartedness.
Sec. 10. Their covenant and its violation.
Sec. 11. Their rejection of the Prophet.
Sec. 12. Their enmity towards the Prophet.
Sec. 13. Former scriptures are abrogated.
Sec. 14. Perfect guidance is only in Islam.
Sec. 15. Covenant with Abraham.
Sec. 16. The religion of Abraham.
Sec. 17. Ka'ba as the centre.
Sec. 18. Grounds for making the Ka'ba the Muslim centre.
Sec. 19. Hard trials necessary to establish that centre.
Sec. 20. Unity must prevail ultimately.
Sec. 21. Certain changes in old laws: prohibited foods.
Sec. 22. Retaliation and bequests.
Sec. 23. Fasting.
Sec. 24. Fighting in defence.
Sec. 25. The pilgrimage and the mischief-makers.
Sec. 26. Trials and tribulations.
Sec. 27. Miscellaneous questions.
Sec. 28, 29. Divorce.
Sec. 30. Remarriage of divorced women and widows.
Sec. 31. Additional provisions for divorced women and widows.
Sec. 32, 33. The necessity of fighting in the cause of truth: illustrations from Jewish history.
Sec. 34. There should be no compulsion in religion.
Sec. 35. How dead nations are raised to life.
Sec. 36, 37. Spending money in the cause of truth.
Sec. 38. Usury prohibited.
Sec. 39. Contracts and evidence.
Sec. 40. The Muslims shall be made victorious.

...her | 7 *Not* those upon whom wrath is brought down, nor those who go astray.[10] غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝

10 The Holy Prophet is reported to have said: Those upon whom wrath is brought ...wn are the Jews and those who go astray are the Christians (AH). Of course the words ...only explanatory and do not limit the significance of the original words used. The ...ly Prophet made the Arabs realize by the case of the two peoples whom they knew well ...w men sometimes desert the right or the middle path leaning to either extreme the ...ws rejecting Jesus Christ, a righteous servant of God, as a liar, while the Christians ...nt to the other extreme and raised that same mortal to the dignity of Godhead. Islam ...culcated that the middle path was to be followed, neither leaning to the side of hatred ...r being excessive in love, because the former brings down Divine wrath as it did in the ...se of the Jews and the latter leads a man astray as it led the Christians.

2 The Beneficent, the Merciful,

3 Master[7] of the day[8] of requital.

4 Thee do we serve and Thee do we beseech for help.

5 Guide us on the right path,

6 The path of those upon whom Thou hast bestowed favours,[9]

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ing, but also that of regulating, completing, and accomplishing (TA-LL), i.e. of the evolution of things from the crudest state to that of the highest perfection. According to Rgh, *Rabb* signifies the *fostering of a thing in such a manner as to make it attain one condition after another until it reaches its goal of completion*. Hence *Rabb* is the Author of all existence, Who has not only given to the whole creation its means of nourishment but has also beforehand ordained for each a sphere of capacity and within that sphere provided the means by which it continues to attain gradually to its goal of perfection. It will thus be seen that the word *Rabb*, which for want of a better word, I render as *Lord*, conveys a far nobler and grander idea than the word *ab* or *father*, which has comparatively a very limited significance. The Muslim prayer therefore prefers the use of the word *Rabb* or *Lord* to that of *ab* or *father* in addressing the Divine Being.

6 The word translated as *worlds* is *'alamin*, which is pl. of *'alam* (from the root *'ilm*, meaning *to know*, indicating literally *that by means of which one knows a thing*, and hence it signifies *world* or *creation*, because by it the Creator is known. In a restricted sense it is applied to *any class* or *division of created beings* or *of mankind* (LL). Hence *'alamin* has been translated as "nations" in 2:47 and elsewhere. The all-comprehensiveness of the Lordship of Allah in the very first words of the Qur-án is quite in consonance with the cosmopolitan nature of the religion of Islam, which requires an admission of the truth of the prophets of all nations and thus subverts all narrow views of religion and of Godhead.

7 English translations have usually adopted *King* as the translation of the word *Málik*, which is not strictly correct. *Málik* and *malik* are two different words from the same root, the former signifying *master* and the latter *king*. According to the rule of forming derivations in Arabic, an additional letter (as the *alif* in *Málik*) gives the meaning of greater intensity (AH), and hence a master is more than a king. The adoption of the word *málik* or *master* is to show that Allah is not guilty of injustice if He forgives His servants, because He is not a mere king or a mere judge, but more properly a *Master*.

8 The word *yaum* is applied in the Holy Qur-án to any period of time, from a moment (55:29) to fifty thousand years (70:4), and may therefore indicate an indefinitely small or indefinitely large space of time. According to LL *yaum is a time, whether day or night* (Msb); *time absolutely, whether night or not, little or not*; also a day, meaning the period from the rising of the sun to its setting. According to Rgh the word *yaum* indicates *a period of time, whatever period it may be*, and this is the proper signification. As there are ample indications in the Qur-án that the Divine law of requital is working every moment, and there is nothing to support the idea that it will not come into force before a particular day, the law of requital referred to in this verse is therefore a law which is constantly at work.

9 Those upon whom favours are bestowed are according to I'Ab the four classes mentioned in 4:69, viz. the prophets, the truthful, the faithful, and the righteous (AH). This shows that according to the Holy Qur-án, the favours that were bestowed upon the prophets, the gift of Divine revelation being one of the chief of them, can still be bestowed upon the righteous who follow the right way.

In[1] the name of Allah,[2] the Beneficent, the Merciful.[3]	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
1 (All)[4] Praise is due to Allah, the Lord[5] of the Worlds.[6]	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

1 I retain the ordinary translation of the particle *bi*, but I must warn the reader that the sense of this particle is not the same in Arabic as the sense of the word *in* in the equivalent phrase *in the name of God*, *in* in the latter case signifying *on account of*, whereas the *bá* in Arabic signifies *by*, or *through*, or, to be more exact, *with the assistance*. The phrase is in fact equivalent to: *I seek the assistance of Allah, the Beneficent, the Merciful* (AH).

2 *Allah*, according to the most correct of the opinions respecting it, is a proper name applied to *the Being Who exists necessarily by Himself, comprising all the attributes of perfection* (TA-LL), the *al* being *inseparable from it, not derived* (Msb-LL). *Al-iláh* is a different word, and there is nothing to show that *Allah* is a contraction of *Al-iláh*. The word *Allah* is not applied to any being except the only true God, and comprises all the excellent names (TA-LL), and the Arabs never gave the name Allah to any of their numerous idols. Hence, as being the proper name of the Divine Being, and not having any equivalent in any other language, I have adopted the original word in this translation.

3 *Ar-Rahmán* and *Ar-Rahím* are both derived from *rahmat*, signifying *tenderness requiring the exercise of beneficence* (Rgh), and thus comprising the idea of *love* and *mercy*. *Ar-Rahman* and *Ar-Rahím* are both active participle nouns of different measures denoting intensiveness of significance, the former being of the measure of *fa'lan* and indicating the greatest preponderance of the quality of mercy, and the latter being of the measure of *fa'il* and being expressive of a constant repetition and manifestation of the attribute (AH). The two words have been explained by the Holy Prophet himself, and though the words are different, the ultimate significance is the same as that which is the result of the grammatical consideration. He is reported to have said: "*Ar-Rahman* is the Beneficent God Whose love and mercy are manifested in the creation of this world, and *Ar-Rahím* is the Merciful God Whose love and mercy are manifested in the state that comes after" (AH), i.e. in the consequences of the deeds of men. Thus the attribute of mercy in *Ar-Rahmán* is manifested before man comes into existence in the creation of things that are necessary for his life here, and therefore without his having deserved them, while the same attribute in *Ar-Rahím* is manifested when man has done something to deserve it. Thus the former is expressive of the utmost degree of love and generosity, the latter of unbounded and constant favour and mercy. Lexicologists agree in holding that the former includes both the believer and the unbeliever for its objects, while the latter particularizes more the believer (LL, Rgh, LA, TA). Hence I render *Ar-Rahmán* as meaning *the Beneficent God*, because the idea of doing good is predominant in it, though I must admit that the English language lacks an equivalent of *Ar-Rahmán* even making an approach to giving expression to the all-comprehensive love and goodness manifested in that word.

It may also be noted that *Ar-Rahmán*, though manifesting an attribute, is like a proper name and applicable only to the Divine Being. The word is, in fact, used as an alternative with Allah, very clearly so in 17 : 110. Hence it is not applied to denote the quality of mercy in man, though *Ar-Rahím* is so applied. The only exception mentioned by the lexicologists is that Musailma the Liar was called the *Rahmán of Yamámah* by his followers, but such use of a proper name has always been considered allowable. As the word *Rahman* as a name of the Divine Being was quite new to the Arabs (25 : 60), the followers of the Liar may have applied it to him as a retort to the Muslims.

4 The *al* in *al-hamd-u* is for *istighráq-ul-jins*, i.e. the universal inclusion of the genus (AH), showing that all kinds of praise are included.

5 The Arabic word *Rabb* conveys not only the idea of *fostering*, *bringing-up*, or *nourish-*

6, see next page.

paternal care and affection contained in the word *Father* dwindles into insignificance before the all embracing beneficence and love of the *Rabb* of all existence Who provides and regulates the means of existence, nourishment, and perfection of the creatures long before they come into existence, there is, on the other, the high aspiration of the soul for an unbounded spiritual rise unhampered by all considerations of cares of the body which crave for the "daily bread," and even of solicitude for forgiveness of wrongs done and injuries inflicted, for the soul seeks to rise to a place where wrongs and injuries are not known. It makes the soul aspire to the great spiritual eminence to which arose those to whom Allah was gracious, the prophets, the truthful, the faithful, and the righteous (4 : 69). It sets before the eye that high goal, the goal of Divine grace wherein is no displeasure and which is beyond the reach of error. With all its beauty, even the Lord's prayer sinks into insignificance before the all-comprehensiveness and majestic glory of the *Fatihah* and one would in vain turn over the pages of sacred books to find anything approaching the grand and sublime ideas contained in this chapter of the Holy Qur-án.

The four attributes of the Divine Being mentioned here are, moreover, a refutation of the wrong conceptions of the fundamental principles of faith met with in some of the prominent religions of the world. The name *Rabb*, for instance, which signifies Divine providence, indicates that all things in creation are so made as to attain gradually to a state of perfection within their spheres of capacity, and thus points out the erroneousness of the doctrine of the "Fall of man," which upholds that an original state of perfection has given place to degeneration. The designation of the Divine Being as *Lord of the worlds* gives a death-blow to all narrow views of the spiritual blessings and their limitation to certain territorial bounds, racial distinctions, or particular times, and thus makes clear that the highest of these blessings, the gift of Divine revelation, could neither be limited to a particular country nor to a particular nation, nor yet to a particular age. The attribute of loving beneficence in *Ar-Rahman* is a refutation of the doctrines of atonement and sonship, as it directs attention to the fact that benefits are conferred on man by the Divine Being without exacting any compensation from him, *Ar-Raḥmán* being the Beneficent Lord whose manifold blessings are conferred on man without his ever having done anything to deserve them. The attribute of mercy in *Ar-Raḥím* points out the error of the Vedic doctrine which teaches that the Divine Being is unable to give manifold and unlimited reward for limited acts of man and that therefore his salvation, even when it has been earned after going through innumerable states of life, must be shortlived, for *Ar-Raḥím* signifies the Merciful Being Who multiplies rewards to an unlimited extent. And the last attribute, *mastership of the day of requital*, is directed against those doctrines which deny the quality of forgiveness in the Divine Being, the most prominent of these being the doctrine of the transmigration of souls, for *Málik* is not the king or the judge whose duty is to hold the balance equally between two parties, but He is the Master, and those that are guilty are only His creatures, whom He can wholly forgive without any idea of injustice or favouritism being attributed to Him.

I have also said that the seven verses of the *Fátiḥah* contain the whole of the Qur-án in them. It is for this reason that in 15 : 87, already quoted, it is spoken of as the *Great Qur-án* (Bkh). And so in fact it is, as the name *Umm-ul-Qur-án*, a name given to it by the Holy Prophet himself, shows (Bkh). For the Qur-án is a Book which declares the glory of Allah and teaches the right way to man, and both these themes find expression in the *Fátiḥah*. The fundamental principles of faith, the prime attributes of the Divine Being which are the basis of all other attributes, the relations which ought to hold between man and his Creator, are all contained in their essence in the seven short sentences of which this wonderful chapter is made up. And to crown all, this chapter opens with the broadest possible conception of the Lordship (this word is intentionally adopted in the place of *Fatherhood*) of the Divine Being and the brotherhood of man, nay of the oneness of all creation, for the unity of the creation necessarily follows the unity of the Creator.

. *Bismillâh* itself in the form in which it was taught by the Holy Prophet. For so . e as the sixth year of Hejira, when a truce was drawn up between the Muslims and . Quraish Suhail ibn-i-'Amru, on behalf of the Quraish, refused to prefix *Bismillâh* *Rahmân ir Rahîm* to the agreement, saying "I do not know this," and the agreement as therefore headed by *Bismika Allâhumma*, the form in common use among the Quraish (Tb). That some nations had some such form which they prefixed to their writings cannot be denied, but the mere existence among any other people, as the Jews . the Sabeans or the Zoroastrians, of any expression which they prefixed to their writings, does not show that the Holy Prophet had borrowed the idea from here or there. It is in the choice of the words that the real beauty lies, for the real message of Islam was the perfection of religion, and this perfection is made clear in its *Bismillah*, in the very first words with which it opens. Islam has never claimed that what it preached was never preached to the world before; on the other hand, it lays claim to purifying and making perfect the old doctrines (5 : 3). Even the words *Bakhshaishgar* and *Dâdar*, meaning respectively the *Pardoner* and the *Just*, make no approach to the beauty of the two fundamental attributes of love and mercy made manifest in the words *Al-Rahmân* and *Al-Rahîm*. The choice of these two attributes of love and mercy as the prime attributes of the Divine Being is sufficient comment on the misstatements of the carpers at Islam, who misrepresent the God of Islam as a Cruel and Wrathful Being.

The *Fâtihah* has a special importance as a prayer, being an essential part of every prayer, whether offered in congregation or in private. Its *Oft-repeated Seven Verses* constitute the prayer for guidance of every Muslim at least thirty-two times a day, and therefore it has a much greater importance for him than the Lord's prayer for a Christian. And there is another difference too. The latter is instructed to pray for the coming of the kingdom of God, whereas the Muslim is instructed to seek for his right place in that kingdom, which had already come, the hint no doubt being that the coming of the Holy Prophet was really the advent of the kingdom of God about whose approach Jesus preached to his followers (Mark 1 : 15). Thus the prayer is a model prayer taught to the Muslims, and the objection as to the inconsistency of the form of address adopted here with the Divine authorship of the Book vanishes in the light of these facts. The numerous prayers contained in the Holy Qur-an follow the same rule and are never preceded by the word "say" or any other word to that effect. For instance, compare the prayer contained in the concluding verse of the 2nd chapter, and also the prayer contained in 3 : 7, 8 and 3 : 190-193 and elsewhere. That a form of prayer or supplication is meant for the suppliant is so clear that any introductory word commanding men to pray in that form would have been superfluous.

Some hostile critics have suggested that such a prayer is suited only for blind and sinful men groping in the dark to find out the way. Surely it is a very distorted view of the sublime words, which express the natural yearning of the sincere soul to be kept on the right way and to be saved from stumbling. The prayer contained in this chapter is the sublimest of all the prayers that exist in any religion, and occupies the first place among all the prayers contained in the Qur-án itself. A chorus of praise has gone forth for it from the greatest detractors of the Holy Qur-án, and they have been compelled to "admire its spirit." The entire chapter is composed of seven verses, the first three of which speak of the four chief Divine attributes, viz. providence, beneficence, mercy, and requital, thus giving expression to the grandeur and praise of the Divine Being, and the last three lay open before the Great Maker the earnest desire of man's soul to walk in righteousness without stumbling on either side, while the middle one is expressive of man's entire dependence on Allah. The attributes referred to are those which disclose Allah's all-encompassing beneficence and care, and His unbounded love for all of His creatures, and the ideal to which the soul is made to aspire is the highest to which man can rise, the path of righteousness, the path of grace, and the path in which there is no stumbling. If, on the one hand, the narrow views which addressed the Divine Being as the Lord of a particular nation are swept off before the mention of His equal providence and equal love for all mankind, nay for all the creatures that exist in all the worlds, and the idea of

made obligatory for the Muslims, and there is a vast mass of evidence showing that this happened very early after the Prophet's call. For not only is the fact referred to in the earliest revelations, such as the 73rd chapter, but there are also other historical incidents showing that prayer was observed by the earliest Muslim converts. The Holy Prophet's removal to the house of Arqam is a historical fact of undoubted truth, and it occurred at the latest in the fourth year of his preaching, and this removal was necessitated by the troubles caused to the Muslims on account of their saying prayers in places which were not safe from the interference of the unbelievers. Thus the story of Sa'd, who retired for prayer with a group of believers to a valley near Mecca,[1] and the occurrence of an affray with some of his neighbours, as narrated by Muir, may be taken as a preliminary to the choice of Arqam's house so as to avoid interruption.

This chapter is headed by the words *Bismilláh ir-Rahmán-ir Rahím* which also head every one of the other 113 chapters of the Holy Qur-án with the exception of one only, the ninth, while the same sentence occurs once in the middle of a chapter, viz. in 27:30, thus occurring 114 times in the Holy Qur-án. The phrase has besides acquired such a wide usage among the Muslims that it is the first thing which a Muslim child learns, and in his everyday affairs the *Bismilláh* is the first word which a Muslim utters.

The *Bismilláh* is the quintessence of the chapter *Fátihah*, in the same manner as the latter is the quintessence of the Qur-án itself. By commencing every important affair with the *Bismilláh* the Muslim in fact shows in the midst of his everyday life affairs that the right attitude of the human mind towards the Great Mind of the universe is that it should always seek its support in the Mighty One who is the source of all strength, and thus Divine Unity finds expression in the practical life of man in a manner unapproached anywhere else in the history of religion.

The revelation of the *Bismilláh* seems to have soon followed the first revelation of the opening verses of Chapter 96, for it forms a part of even the shortest chapter revealed to the Holy Prophet. Moreover, the words of the *Bismilláh* show a deep connection with the account of the first revelation as given by the Holy Prophet himself. He was in the wilderness cave of Hira when the first message came to him. This message was brought by an angel, who asked the Holy Prophet *to read*. "I am not one who can read," was the reply. The request and the answer were repeated thrice, when the angel said: "Read in the name of your Lord Who created. He created man from a clot; read and your Lord is most Honourable" (Bkh). And as the Prophet, who on the most trustworthy testimony did not know either reading or writing, was able to read with the help of the Lord, even so is every Muslim taught to seek the help of Allah, the Beneficent, the Merciful, in everything that he seeks to do. The *Bismilláh* must thus have immediately followed the very first revelation.

Besides the word *Alláh*, which in the Arabic language is the proper name of the Divine Being, there occur in the *Bismilláh* the two chief attributive names *Ar-Rahmán* and *Ar-Rahím*, which signify respectively the Beneficent One Who exercises His love towards all His creatures in providing for them before they come into existence, and the Merciful One Who deals mercifully with His servants in making their humble deeds bear fruit. Thus, in addition to the dependence of man on his Divine Maker, the *Bismilláh* teaches the absolute and transcendental Unity of the Divine Being in the use of the word *Alláh*, which was never applied to any other object of worship by the Arabs, and His great and unbounded love and mercy for His creatures in the use of the two words *Ar-Rahmán* and *Ar-Rahím*. So great is His love that He requires no compensation for its exercise, as the Christian doctrine of atonement teaches, and so great is His mercy that He can make the deeds of man bear an unbounded fruit, and the gift of His salvation is therefore permanent and not temporary, as taught by the Vedic religion.

Rodwell's suggestion that the *Bismilláh* in the form in which it appears in the Holy Qur-án was first taught to the Quraish by the poet Umayya of Táif seems to have been due to some misconception, for there is unimpeachable testimony to show that the Quraish not only did not know the name *Ar-Rahmán* of the Divine Being, to which they asserted themselves to be utter strangers (25:60), but that they were averse to the use of

بسم الله الرحمن الرحيم

PART I

CHAPTER I

THE OPENING

(Al-Fátiḥah)

REVEALED AT MECCA

(7 *verses*)

Abstract:

...the Lord of the whole creation, brings the creation to its goal of completion. His loving beneficence and mercy are exercised both before and after man makes ...t deserving of them. 3. His dealing with man is as that of a master with his ...ts, and therefore His law of requital is characterized by forgiveness. 4. Man's ...dence on Him and His assistance of man. 5-7. Prayer for being kept always on the ...t or the middle path and not to be diverted to either side.

General Remarks.

The *Fátiḥah* or *the Opening* is known under various other names. It is spoken of as *...an minal Mathani* or *the Seven Oft-repeated Verses* in the Qur-án itself (15 : 87) because ... seven verses are constantly repeated by every Muslim in his prayers at least thirty-two ...es a day. It is spoken of as the *Fátiḥat-ul-Kitáb* or *the Opening of the Book* in ...ying of the Holy Prophet in which it is said that "No prayer is complete without the ...itation of *Fátiḥat ul-Kitáb*" (AD, Tr.). Hence it is also called *Súrat-us-Salát*, i.e. *the ...ter of Prayer*, being essential to every prayer whether performed in congregation or in ...vate. It is also called *Súrat-ud-Du'á*, i.e. *the Chapter of Supplication*, because the ...re chapter is a supplication or a prayer to the Great Master and because as a prayer ...t only occupies the highest place among the prayers of other sacred books, but also ...ong those taught by the Holy Qur-án itself. It is also called *Umm-ul-Kitáb*, i.e. *the ...is of the Book*, because it contains the whole of the Qur-án as it were in a nutshell. ...me of the other names given to this chapter are *the Praise*, *the Thanksgiving*, *the ...undation*, *the Treasure*, *the Whole*, *the Sufficient*, *the Healer*, and *the Healing*.

Al-Fátiḥah or *Fátiḥat-ul-Kitáb* contains seven verses in a single section, and was ...ealed at Mecca, being without doubt one of the earliest revelations. Muir, who divides ... whole of the Meccan revelation into five periods, places the *Fátiḥah* in the first ...od—though he is mistaken in placing it before even the 96th chapter, for which there is ...rwhelming evidence as being the first revelation. It is, of course, impossible to give ... exact date or even the exact order in which the various chapters were revealed, but ...re is not the least doubt that the *Fátiḥah* must be placed among the earliest revelations. ...s referred to in 15 : 87 as *the Seven Oft-repeated Verses*, a name by which this chapter ...enerally known, and the 15th chapter, which is undoubtedly Meccan, can by no ...ans be placed among the latest Meccan revelations. Again, it is a fact that the *Fátiḥah* ...ned an essential part of the Muslim prayers from the earliest days when prayer was

world over, and of a book which is considered by such a mass of humanity to be the Final Word of God as reve to His Last Prophet—a book of moral, social, and relig guidance, of undoubted authenticity, purity, and sublimity.

THE EXCELLENCE OF THE HO AL-QUR-ÁN

THE TESTIMONY OF WESTERN WRITERS

"WHEN once you get this Qur-án fairly off, the essential of it begins to disclose itself, and in this there is a merit other than the literary one. If a book come from the heart, it will contrive to reach all other hearts; all art and authorcraft are of small amount to that. One would say the primary character of the Qur-án is that of its *genuineness* of its being a *bona-fide* book. Sincerity, in all senses, seems to me the merit of the Qur-án; it is, after all, the first and last merit in a book; gives rise to merits of all kinds—nay, at bottom, it alone can give rise to merit of any kind."—CARLYLE.

"The Mohammedan law is binding upon all, from the crowned head to the meanest subject; it is a law interwoven with a system of the wisest, the most learned, and the most enlightened jurisprudence that ever existed in the world."—EDMUND BURKE (*Impeachment of Warren Hastings*)

"The Qur-án contains pure, elevated, and benignant precepts."—WASHINGTON IRVING'S *Life of Mohammad.*

"The creed of Mohammad is free from the suspicion of ambiguity, and the Qur-án is a glorious testimony to the unity of God."—GIBBON.

"The Qur-án abounds with arguments drawn from Nature and Providence: with a view to prove the existence of God, as the Supreme Ruler, and to enforce His sovereign claim on the obedience and gratitude of mankind. The retribution of good and evil in the life to come, the obligation to follow virtue and eschew vice, the duty and happiness of the creature in worshipping and serving the Creator, and such-like topics, are set forth in language of beauty and vigour, abounding often with real poetry. Thus, also, the reasonableness of the Resurrection is taught by many forcible considerations, and especially by the analogy, so striking in southern climes, of the earth, long dry and dead, quickened suddenly into exuberant life by copious rain from heaven."—WILLIAM MUIR.

"Within a confined circle the code of the Qur-án makes doubtless a deeper impression than has been made on Christianity by the code of the Bible."—DEAN STANLEY.

"We may well say the Qur-án is one of the grandest books ever written. . . . Such a work is a problem of the highest interest to every thoughtful observer of the destinies of mankind."—DR. STEINGOSS.

"That part of Islam . . . which most distinctly reveals the mind of its author is also its most complete and its most shining part. We mean the Ethics of the Qur-án. They are not found

THE FIRST ENGLISH TRANSLATION AND COMMENTARY OF THE HOLY QUR-ÁN BY A MUSLIM THEOLOGIAN

THE Maulvi Muhammad Ali, M.A., LL.B., has prepared, after labour of about nine years, an English translation, with necessary notes and commentary, of the Holy Qur-án, which has been printed in England and has just come out after unavoidable delays caused by the war. Each copy contains about 400 pages, and includes a comprehensive preface showing special features of Islam as preached in the Holy Book, and exhaustive discussion of the authenticity of the Holy Book, original purity and incorruptibility, in which the Maulvi definitely proves that the Holy Book as it stands to-day is exactly as it was arranged by the Holy Prophet Muhammad himself. Elaborate indexes are also given. The whole cost has come up to £1,500. The price of a leather-bound, gilt-edged copy on good India paper is 20s., to be had of the ISLAMIC REVIEW Office, The Mosque, Woking, Surrey.

Although it has increased the expense greatly, it was thought very necessary that the original text in Arabic, written by expert caligraphists in India, should also accompany the translation of each verse, as can be seen on the sample pages.

The translation is very faithful. The notes and commentary are fully comprehensive and explanatory, and every objection of Western critics has been met and answered. The mistakes of European translators and commentators have been corrected on the authority of old commentators as well as expert Arabic scholars. The relation of one chapter to the other and the connected context of the verses of each chapter have been fully established. An abstract of both chapters and sections is also given.

To those who know the learned translator his very name would be a guarantee to them that the translation is scholarly, and the commentary is based on the authentic traditions of the Great Prophet as interpreted by the authentic Muslim *savants*. For the benefit of strangers the selection of the sample pages has been such as to give out the characteristics of the translation of the whole, so that the reader of these pages should be able to form some idea of the nature of the whole volume.

It would but be superfluous to dilate upon the need of an English translation by a person who has not only a command over the English language but also over the original (i.e. Arabic) text of a book which holds the most unique position in the world of literature.

We appeal to our Muslim brothers to purchase as many copies as possible and to enable the translator to publish other Islamic literature in the West. We also appeal to those non-Muslims who are interested in comparative theology and who would like to possess from its very source a good knowledge of that great faith which claims 400,000,000 souls scattered all the

خان صاحب ۔ ایبٹ آباد
احمد صاحب ″
حبیب اللہ صاحب کیمبر
شاہ ″ پشاور
غلام رسول خانصاحب ۔ فیروزپور
شاہ صاحب سرہند کنال
″ بلند شہر
شاہ ″ سرگودھا
حسین ″ بارہ بنکی
اللہ ″ گڑگانوں
اسمٰعیل ″ مراد آباد
اللہ ″ عمرزئی
عبدالعزیز ″ چاند پور
غلام علی ″ کرانچی
احمد خان ″ عدن
صدیق ″ راولپنڈی
عبدالقادر ″ کراچی
بہرام خان ″ سابق کیمبر
محمد یونس ″ سیرا
ایس قادری عدن
عبدالکریم صاحب اورنگ آباد
ستار علی ″ بھوپال
الحسن ″ لکھنؤ
سلطان ″ ہزارہ
عبدالوہاب ″ سندھ
چھوٹے خان ″ بریلی
عبدالسلام ″ جاورہ
جان محمد ″ چنیوٹ
ناظر الحسن ″ خلیل آباد
عبدالرشید ″ میسور
رحیم الدین ″ سلہٹ
عبدالعزیز ″ گوجرانوالہ
لطفی ″ مرزاپور
اکبر حسین ″ راٹھ
فیض محمد ″ گجرات

جناب حبیب الدین صاحب ٹیرا
″ ظہور القیوم ″ چٹاگانگ
″ ایم ۔ ان ۔ ظاہر ″ احمد نگر
″ مقصود احمد ″ جام سیٹھ
″ مقبول احمد ″ گونڈہ
″ ایم حبیب ۔ ″ لیو سیلیون
″ سید محمد ″ فرد پور
″ سید سکندر علی صاحب سلہٹ
″ فرید الحسن صاحب ۔ نگینہ
″ قاسم عبداللہ ″ عدن
″ عبدالحنان ″ سکھر
″ جلال الدین ″ جہان
″ محمد اہل اللہ ″ سندور
″ اکبر علی ″ جہلم
″ محمد سمیع ″ گورکھپور
″ مولوی شرف الدین ″ ″
″ غلام حسن صاحب ۔ مرزاپور
″ محمد عمر ″ نواب شاہ
″ محمد ابراہیم ″ بیرزادہ
″ انوار الزمان ″ گوداوری
″ عبدالسلیمان بنگلور
″ عنایت اللہ صاحب ۔ احمد نگر
″ ابوالحسن ″ سمری
″ تاج محمد ″ کامل پور
″ فضل رحیم ″ سرہند
″ خدا بخش ″ لدھیانہ
″ قادر خان ″ ٹانڈو داؤد شاہ
″ عبدالجلیل ″ پورٹ بلیر
″ عبدالرزاق ″ آسام
″ عزیز اسلام ″ شیلانگ
″ عبدالباری ″ اخلاص پور
″ عبدالکریم ″ کالمبو
″ چراغ دین ″ بانہال
″ ایس ۔ حق ″ ٹانگوپ
″ محمد غوث ″ پالم کوٹ

جناب عبدالغنی صاحب ۔ ارکاٹ
″ محمد غالب ″ پیرزادہ
″ اکبر خاں ″ لسبیلہ
″ عبدالغنی ″ گھوگھا
″ ممتاز یار الدولہ ″ ساگر الور
″ عبدالکریم ″ پانچ محل
″ افتخار احمد ″ امرگام
″ محمد جمال الدین ″ لکھنؤ
″ عبدالرؤف ″ الہ آباد
″ ایم ۔ ایچ ۔ ہاشم ″ پانچ محل
″ سلطان جان ″ مہتمم
″ محمد عمر دراز ″ بغداد
″ امتیاز علی ″ مہوبہ
″ ٹھیکا خان ″ بیسا پوٹھیا
″ محمد مرتضیٰ ″ مراد آباد
″ محمد عبدالغفور ″ ناگپور
″ محمد اسحاق ″ کوئٹہ
″ رحیم بخش ″ سامانہ
″ قمر علی ″ الہ آباد
″ محمود اختر ″ بھاگلپور
″ خلیل صاحب ″ ڈھاکہ
″ محمد بشیر ″ بنارس
″ سید محمد تقی ″ مرزاپور
″ قاضی مصباح الدین ۔ جھنگ

نوٹ۔ اگر کسی بھی احباب کا اسم گرامی سہواً مندرجہ بالا فہرست سے رہ گیا ہو تو معاف فرمائیں۔

ضروری نوٹ

خواجہ عبدالمجید صاحب بحیثیت نمائندہ رسالجات کی توسیع اشاعت کے لئے اس ماہ کے اندر مشرقی بنگال و سندھ کی طرف دورہ پر نکلیں گے احباب مشرقی بنگال و سندھ کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ ان کی اعانت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

خواجہ عبدالغنی مہتمم اشاعت اسلام لاہور

مرواریدِ ثلاثہ

قیمت مجلد عہ/

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں

یہ ہر سہ کتب مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں جو تین خاص مضامین پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں جو بہ تفصیل ذیل درج ہیں۔ آپ کے مطالعہ کے قابل ہیں +

براہینِ نیرہ حصہ اول کامل معروف بہ نبذ کامل الہام قیمت ۱۲/ اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن کریم ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے +

اُمّ الالسنہ معروف بہ نبذ کامل الہامی زبان قیمت ۱۲/ یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ جسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور ابتدا میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے +

اسوہ حسنہ معروف بہ نبذہ و کامل نبی قیمت ۸/ اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اس کتاب کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں بنتا کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی ہے +

نوٹ

محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا

خطباتِ غربیہ

فی جلد ۲/

فی خطبہ (۳ر) اُردو محصولڈاک بذمہ

خطبات چھپ کر تیار ہیں۔ کاغذ کی قلت کی [illegible] بہت ہی قلیل تعداد میں چھپوائے گئے ہیں جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہے ہیں! احباب فوراً [illegible] عجلت سے کام لیں۔ ورنہ بعد میں مایوس ہونا پڑیگا + مصنفہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ لندن وہ معرکتہ الآراء خطبے ہیں۔ جو جناب خواجہ کمال الدین نے اپنے قیام لندن میں نا آشنایانِ اسلام کو اسلام سے [illegible] کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان فرانس بیکالینڈ کے مختلف مقامات پر خطبے اور تقریروں کی شکل میں دیئے۔ اسکے پڑھنے سے ہر ایک شخص صرف اسلام کی خوبیوں اور اسکے اصولوں ہی سے واقف ہو جاتا ہے۔ بلکہ دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی فضیلت کا قائل ہونا پڑتا ہے! ان خطبات میں سے چند خطبات ہم نے بعض احباب کی بار بار فرمائش پر اُردو میں ترجمہ کرائے ہیں۔ ان خطبات کے مضامین کے لحاظ سے انہیں چھ جلدوں میں حسب ذیل ترتیب دیا [illegible]

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی [illegible]
(۲) " " " توحید۔ دُعا۔ تصوف
(۳) " " " خطبات عیدین
(۴) " " " دہریوں اور ملحدین کو [illegible]
(۵) " " " اسلام اور دیگر مذاہب
(۶) حقوق نسوان

نوٹ چھ جلدوں کے مکمل سٹ کے خریدار سے عہ مجلد [illegible]

المشتہر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لا[illegible]

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت
[illegible] کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — و مولوی صدرالدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

پھر کیا اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انھیں رسالوں کی آمد بہت حد تک ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۷) بابت ماہ فروری ۱۹۱۸ء نمبر (۲)

فہرست مضامین

[illegible] لاہور میں [illegible] کے اہتمام سے [illegible] سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رسالہ اشاعت اسلام کی اشاعت کی طرف ہمدردانِ قوم کی توجہ درکار ہے

اِس رسالہ کی غرض و غایت یہ ہے کہ ایک تو مسلم برادران کو اسلامک ریویو کے انگریزی لٹریچر سے اور ترقی ووکنگ مشن سے اطلاع ہوتی رہے۔ اور نیز اس رسالہ کے منافع سے بہت حد تک ہمارے مشن کو امداد ملے۔ امسال کسی قدر افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ قریباً بہت سی کاپیوں کے پرچہ سالانہ کے وقت واپس ہو گیا ہے۔ بعض وقت بالضرور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ڈاکیہ کی غلطی سے رسالہ واپس ہو جاتا ہے لیکن اکثر انکاری ہو گیا ہے ہم اپنے معاونین سے اور اشاعت اسلام کے کام سے دلچسپی اور محبت رکھنے والے احباب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ اِس طرح رسالہ کا انکار کس قدر بُرا اثر اشاعت کے کام پر ڈالتا ہے۔ ووکنگ کے اخراجات مشن بوجہ جنگ کے دن بدن فزوں تر ہیں اگر کثیر تعداد انکار ہو جاوے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی رقم کی امداد اس مشن سے کم ہو گئی۔ اسلئے ہم اپنے احباب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ حتے الوسع اسکی اشاعت میں کافی دلچسپی لیں۔ اگر قارئین کرام اپنے حلقۂ اثر میں سے دو دو جدید خریدار بھی امسال ہمیں دیں تو پھر کیسر کمیں زیادہ نکل جاتی ہے +

خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ نولکھا لاہور

تصنیفات حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ ایل ایل بی حال مترجم قرآن کریم

نکات القرآن حصہ اول پارہ اول کی تفسیر	۶/
" حصہ دوم	/۶
" حصہ سوم	/۸
" حصہ چہارم	/۶

جمع قرآن و قرآن کریم کے جمع کرنے کی تاریخ نہایت بسط و شرح سے لکھی ہے اور ثابت کیا گیا کہ موجودہ قرآن وہی کلام ہے [illegible] ۴/

حدوث مادہ۔ جن لوگوں کو آریہ سے مباحثہ کرنا پڑتا ہے وہ اسکو ضرور مطالعہ فرمائیں ۴/

مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو۔ عزیز منزل۔ نولکھا لاہور



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) — بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۱۸ء — نمبر (۲)

شذرات

اس پرچہ کے ساتھ اس مقدس شہر کی تصویر دیجاتی ہے جو دارالاقامت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہونے کی وجہ سے "مدینہ" کے نام سے مشہور ہے لیکن اس کا پہلا نام یثرب تھا بعد میں جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت فرما کر یہاں سکونت اختیار کر لی۔ تو عام طور پر اسے مدینۃ النبی صلعم کے نام سے پکارا جانے لگا جس سے ہوتے ہوتے صرف مدینہ رہ گیا۔ اس پاک مقام میں ہی سردار اولین و آخرین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک وجود مدفون ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ چونکہ حج پر جانیوالے اکثر مسلمان مدینہ میں بھی جاتے ہیں۔ اور اپنے دل میں حضرت نبی کریم صلعم کی اس سے کروڑہا بڑھ کر عزت و عظمت لئے ہوئے جاتے ہیں جو آپ کے متبعین اولیاء اللہ کی ان کے دلوں میں ہے۔ مگر روضۃ النبی صلعم پر شرک کی ان علامات کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا جو دوسرے بزرگان دین کی قبروں پر نظر آتی ہیں۔ یہ ایک صاف اور بین شہادت ہے اس کامیابی کی جو توحید الٰہی کے اس علمبردار کو نصیب ہوئی ہے۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم۔ روضۃ النبی کے ساتھ ہی مدینہ میں مسجد نبوی بھی ہے جس کی بنیاد خود رسول اللہ صلعم نے اپنے ہاتھ سے رکھی تھی۔ غرض یہ پاک اور بابرکت مقام بہت سی عالیشان برکات کا وارث ہے۔ جہاں ہر سال ہزارہا انسان اسکے پاک مقامات کی سیر کیلئے جاتے ہیں۔ اور اسکے روحانی فیوض سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

فاضل مستشرق مسٹر پکتھال (نو مسلم) کا ایک اور معنی خیز لیکچر

ایک خاتون کا اسلام

گذشتہ سے سابق جمعرات کو مسلم ہوس لندن میں بسرپرستی مسلم لٹریری سوسائٹی مسٹر پکتھال نے مضمون ماڈرن ازم اور اسلام پر لیکچر دیا مسلم غیر مسلم کا ایک خاصہ مجمع تھا۔ خلاصۂ مضمون یہ تھا کہ آجکل چاروں طرف ہر مذہب کو نئے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ہر ایک شعلہ مذہب اپنے عقائد متعلقہ الٰہیات۔ اخلاق۔ روحانیات۔ تمدن وغیرہ میں کانٹ چھانٹ کرکے اُسے ایک نیا قالب دے رہا ہے۔ اور کیا مزے کی بات ہے کہ جو نیا قالب یہ دے رہے ہیں وہ اسلام ہے۔ اسلام کو کسی ماڈرن ازم کی ضرورت نہیں۔ یہ اُن کے لیکچر کا خلاصہ تھا۔ اور اسکی تشریح میں انہوں نے مسئلہ صفات الٰہیہ۔ مسئلہ رسالت۔ اخلاق۔ تمدن وغیرہ ایک ایک امر لیا۔ اور اس پر بسیط بحث کرکے موجودہ رجحان خیالات کا نچوڑ پیش کیا۔ اور پھر اسکے مقابل قرآن کریم کی آیات پڑھیں۔ اور یہ دکھلایا کہ وہ قرآن میں ہے۔ ان کا لیکچر اسلامک ریویو کے جنوری ۱۹۱۸ء کے نمبر میں چھپ گیا ہے۔ اور اس کا ترجمہ رسالہ ہذا کے دیگر صفحات پر ناظرین ملاحظہ کریں۔ اس لیکچر کا حاضرین پر کیا اثر تھا۔ اور کس سکوت اور محویت کے عالم میں لیکچر سنا گیا۔ اس کا بیان قوت متخیلہ سے زیادہ تعلق رکھتا ہے لیکن وہ امر جس نے یہاں کے مسلمانوں کو محو استعجاب میں غرق کیا۔ اور انگریزی خوان مسلمانان ہندی بھی عبرت پکڑیں وہ یہ ہے کہ جب انھوں نے قرآن کی آیات پڑھیں تو اُن کا ترجمہ انگریزی نہیں پڑھا بلکہ اصل عبارت قرآن انہوں نے تلاوت کی۔ اور پھر یہ آیات قرآن کھولکر نہیں بلکہ ازبر زبانی یعنے حافظہ سے پڑھیں اللہ اللہ کیا نظارہ تھا۔ ایک مادرزاد انگریز اور اسلام پر وعظ اور قرآن کو تلاوت کر رہا ہے۔ لیکچر کا خاتمہ جس انداز پر ہوا۔ وہ اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا کا مصداق تھا۔ یعنے لیکچر کے خاتمہ پر مسٹر پکتھال جس طرح ہم نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوتے ہیں اُس طرح کی صورت انہوں نے اختیار کی آنکھیں بند کرلیں۔ اور نہایت دردناک لہجہ میں جو مجھے رُلا دینے کیلئے کافی تھا یہ دُعا کی ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین

قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقتہ لنا بہٖ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت
مولٰینا فانصرنا علی القوم الکٰفرین۔ مسلمانوں پر تو وجہ کا عالم تھا۔ مسٹر پکتھال نے
غیری قوت سے اشتر کا کام کر گئے۔ آپ نے کہا اے مسلمانوں خدارا اپنے اعمال سے اسلام کی خوبیاں
بتاؤ۔ دوسروں کی نگاہ میں اسلام کی صورت ہمارے اعمال نے بگاڑ دی ہے۔ میں انگریز ہوں
میں اپنی قوم کے خیالات سے خوب واقف ہوں اور جو میں کہتا ہوں میں سمجھ کر کہتا ہوں کہ تمہارا
فیشن ایبل بننا۔ تمہارا نوعمر لڑکیوں کو لئے پھرنا تمہارا شراب پینا۔ اور تمہارا
الغرض خال خال سُور کھا لینا تمہارا ناچنا اور بالوں میں شریک ہونا تمہاری عزت ہماری قوم
عزیزوں کے دلوں میں پیدا نہیں کرتا۔ بلکہ اس کا اثر اُلٹا ہوتا ہے۔ تم اپنے اسلامی اخلاق پر
قائم رہو تو تم اسلام کی اعلیٰ خدمت کر سکو گے۔ یاد رکھو اگر اسلامی سلطنتیں کمزور ہو گئیں اگر
سلطنتیں ہاتھ سے نکل ہی ہیں تو اسکی پرواہ نہ کرو۔ تم رُوحانی سلطنت قائم کرو۔ تم یہاں کے
سب برادر ایمان پر قبضہ کرو اور فتح پاؤ اور اسلام کو اعمال سے پھیلاؤ وغیرہ وغیرہ +

خاتمہ لیکچر پر مختلف مختصر سی تقریریں سامعین کی طرف سے ہوئیں۔ خدا کی شان ہم میں سے
ایک نے کہا کہ نہیں اسلام کو بھی کسی قدر کانٹ چھانٹ کی تھوڑی سی ضرورت ہے۔ مثلاً موسیقی اور
گانا بجانا۔ یہ اصل اسلام اگر نہیں تو ہونا چاہیئے۔ واہ رے فاضل نومسلم۔ یہ ایک ایسے شخص نے
کہا کہ جس کے بعد از رُوئے قواعد سوسائٹی کسی کو بولنے کا حق تھا تو صرف لیکچرار کو تھا۔ وہ اُٹھا اور
اس نے کہا۔ کہ میں اس امر کی سخت مخالفت کرتا ہوں اسلام کو بہ حیثیت مذہب نہ گانے بجانے سے
تعلق ہے۔ نہ کسی مذہب کو اسکی ضرورت ہے۔ گانا۔ حیوانی جذبات کے ہیجان کا موجب ہے عبادت
میں اس کا دخل نہ ہونا چاہئے۔ ویسے سوشیل رنگ ایک اور امر ہے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ اکبر
یہ تو ہمارے مادرزاد مسلم ہیں اور یہ ہمارے نومسلم بھائی +

خدا کا احسان ہے کہ گذشتہ ہفتہ میں مس ہر ایک خاتون نے جو گذشتہ اگست سے
اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتی تھیں۔ اور گذشتہ اکتوبر کے اخیر اسکی آمد و رفت مسلم ہوس میں
شروع ہو گئی۔ اُس نے بہت سی بحث و تحقیق کے بعد ذیل کے اقرار پر دستخط کیئے :۔
میں کنسٹس ہلر بنت رابرٹ ہلر و فاکیشی اور عقیدتمندی سے اقرار کرتی ہوں

کہ میں نے بہ طیب خاطر اسلام کو اپنا مذہب قبول کیا۔ اور میں ایک خدا یعنے اللہ کی پرستش
اور صرف ایک ہی اللہ کی پرستار ہوں۔ اور میں ایمان لائی کہ حضرت محمد خداتعالیٰ کے رسول
اور مسنجر اور نبی تھے۔ میں تمام انبیا کی ابراہیم۔ موسیٰ عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ کی یکساں عزت کرتی ہوں
اور میں اقرار کرتی ہوں کہ میں خدا کی مدد کے سہارے مسلم زندگی اختیار کرونگی +

میں نے یہ اقرارنامہ بلفظہٖ لکھدیا ہے یہاں لفظ پرافٹ کے معنے اس قدر وسیع ہیں کہ
اس لفظ کے ساتھ منجانب اللہ کا ہونا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ اسلئے جو لوگ کسی شخص سے
صرف یہ اقرار لیکر کہ خدا ایک ہے اور محمد پرافٹ ہے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ مسلمان ہو گیا وہ یا خود دھوکہ
میں ہیں یا لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کیسی سے یہ اقبال کراکر کہ وہ محمد کو پرافٹ مانتا ہے یہ اعلان کرنا
کہ فلاں فلاں نے حضرت خاتم المرسلین کی نبوت کا اقرار کیا۔ یہ لفظ خواہ بڑی عقلمندی
سے سمجھے جاتے ہیں لیکن غلط ہیں یہ لفظ پرافٹ کے معنے نہیں۔ کیونکہ پرافٹ کے لازماً معنے نبی
کے نہیں لفظ نبی میں من اللہ کی جزو ضروری ہے۔ اسلئے ہم نے اپنے اقرارنامہ سے لفظ
پرافٹ کا نکالدیا اور لفظ مسنجر رکھا۔ پھر ہم مسیح کے متعلق بھی اسی لئے اقرار لے لیتے
ہیں کہ وہ ایک نبی ہے۔ اور ان کی طرح پھر ہم لفظ مسلم بھی لکھوا لیتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ اُس نے
اسلام اپنا مذہب قبول کر لیا +

یہاں اب عام اصطلاح میں لفظ پرافٹ کا مفہوم یہی آنحضرت صلعم ہے۔ اسلئے کسی کا
یہ کہنا یا لکھ دینا کہ میں خدا کو ایک جانتا ہوں اور محمد کو پرافٹ تسلیم کرتا ہوں اسکے لئے
اسلام کو سچا مذہب نہ سمجھ کر یہ حیلہ نہ سکتا ہے قربان جاؤں اُس نبی پاک کے کہ جس نے کلمہ
طیبہ میں رسول اللہ کا لفظ تجویز کیا۔ خداتعالےٰ ان لوگوں کو سمجھ دے جنہوں نے یہ تی
کھیل یہاں شروع کی ہے +

خواجہ کمال الدین

سلاجیت (مومیائی) بیرے ضرر زود اثر مفرد دوائی صدر درجہ کی مقوی اعصاب و معدہ ہے۔ جگر۔ گردہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے زکام۔ ریزش دردکمر یا دیگر دردوں کو بھی جو ریح یا چوٹ کے باعث ہوں دور کرتی ہے تمام دن نخرے کے لو بہت کم تھکاوٹ اسکے استعمال سے ہوتی ہے مرد و زن بچہ بوڑھا ہر موسم میں بلا تمیز استعمال کر سکتے ہیں + قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ/) خوراک ایک رتی سے دو رتی حسب مزاج ہمراہ دودھ استعمال کریں +

المشتہر منیجر کارخانہ سلاجیت برانڈرتھ روڈ لاہور

حضرت مسیح بحیثیت انسان اور بحیثیت خدا

اذ قالت الملٰئکۃ یٰمریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی
ابن مریم وجیھا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین ۔ قرآن سورۃ ۳ آیت ۴۴ (ترجمہ جب
فرشتوں نے (مریم سے) کہا ۔ اے مریم خدا تم کو اپنے حکم کی خوشخبری دیتا ہے ۔ اس کا نام ہوگا عیسٰے
ابن مریم دنیا اور آخرت میں رو دار اور خدا کے مقرب بندوں میں سے ہوگا) +

قرآن شریف مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ مسیح حضرت کا بڑا ادب کریں ۔ اگر ہم ان کو ایک انسان
کی حیثیت سے دیکھیں تو اُن کے اعلےٰ اخلاق اور اوصاف حمیدہ کی تعریف بے اختیار منہ سے
نکل پڑتی ہے انہوں نے بڑا دلیرانہ رویّہ اختیار کیا اور خدا کی ذات پر ان کو کامل بھروسہ تھا
صرف خدا کی خاطر انہوں نے دُکھ درد اور ہر طرح کے مصائب برداشت کیئے حتّٰے کہ جان تک
دینے کیلئے تیار ہو گئے ۔ اگر ہم آپ کی جوانی سے اوایل زندگی کے حالات کو مطالعہ کریں تو
معلوم ہوگا کہ وہ اکثر مختلف مذہبی سوالات پر ربیوں سے بحث کیا کرتے تھے ۔ اور ابھی آپ
کم عمر ہی تھے کہ آپ اپنے والد کو اسکے کام میں مدد دیا کرتے تھے +

ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہ یکایک ایک دن اپنے گاؤں کے صومعہ میں اپنے آپ کو بحیثیت ایک
واعظ کے پیش کرتے ہیں ۔ تورات کی بہت سی پیشگوئیاں لوگوں کو سُنا کر خود اُن کا مصداق
ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ اور ہم آپ کی اس دلیری اور ہمت کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے ہم نے
سنا کہ اپنی قوم میں آپ کی حیثیت کوئی معزز نہ تھی ۔ آپ ایک نجار کے بیٹے تھے ۔ اور اکثر اوقات
اپنے باپ کے ساتھ کام کرتے دیکھے گئے تھے ۔ تاہم آپکے خیالات تو بڑے اعلےٰ اور ارفع تھے ۔
بعض نے تو آپ کو وہ مسیح موعود سمجھ کر آپ کا خیر مقدم کیا ۔ جس نے ایک عالمگیر امن قائم کرنا تھا ۔ اور یہودی
قوم کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ قائم کرنا تھا ۔ اکثر لوگوں نے آپ کو رد کر دیا جس طرح وہ پہلے
نبیوں کو رد کرتے آئے تھے ۔ اور حضرت مسیح کو کہنا پڑا ۔ کہ ایک نبی کی عزت ہوتی تو ہے لیکن اس کے
وطن مالوف میں نہیں“ ۔ بائبل کی رُو سے پانی کو مئے بنانا آپکے بہت اوائل معجزوں میں سے
تھا ۔ اگر یہ حق ہے تو آپ کی قدر و منزلت ہمارے دل سے اتر جاویگی ۔ ہم کس طرح باور کر سکتے ہیں کہ

یسوع مسیح نے صاف بے ضرر پانی کو نشہ والی شراب بنا دیا۔ اور اپنے اس فعل سے اپنے حوار[یوں کے لئے]
ایک بُرا نمونہ پیش کیا۔ کیونکہ آجکل تمام ڈاکٹر جو خدا کا بیٹا ہونا تو درکنار کسی رنگ میں نبی اللہ بھی [نہیں مانتے]
وہ سب بات پر متفق ہیں کہ تمام منشی چیزیں انسان کیلئے بیحد ضرر رسان ہیں۔ اور اگر [اس]
معجزے کو سچ مان لیں تو گویا ہم نے اقرار کر لیا کہ حضرت مسیح کو نسل انسانی کا اسقدر پاس بھی نہ تھا
جس قدر آجکل کے بہت سے اصحاب کو ہے۔ اور اس صورت میں تو بحیثیت نبی بھی انکی کوئی عزت نہیں
کر سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ مسیح نے اور بھی بہت سے معجزے کیئے لیکن ان میں کوئی ایک معجزہ بھی ایسا نہیں
جو آگے دکھلایا نہ جا چکا ہو۔ آپ سے پہلے جو نبی آئے انہوں نے آپ سے بڑھ چڑھ کر معجزے دکھائے۔ [مسٹر]
صاحب لکھتے ہیں۔ وہ (حضرت مسیح) زندہ بھی رہے تو نسل انسانی کو فائدہ پہنچانے کیلئے اور [مرے]
بھی تو اسی کیلئے لیکن اس کے بالمقابل سقراط نے بھی اپنی زندگی اور موت دونوں کو مذہب وا[خلاق]
کیلئے وقف کر دیا تھا۔ وہ لوگ جو خوشی و غمی سے موثر ہونا بُرا سمجھتے ہیں۔ اگر وہ مسیح کی انکسا[ری]
نیکیوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تو دیکھیں ہمارے لئے آپ کی انسانیت کی یہ ایک کا[فی]
شہادت ہے کہ آپ اپنے ملک اور اپنے احباب کے لئے آنسو بہاتے تھے۔

بائبل کے معجزات کس طرح اُس قوم کو قائل کر سکتے تھے جو موسوی شریعت کے عظیم الشان
معجزوں پر کامل ایمان رکھتے تھے۔ پرانے زمانے کے نبیوں نے مریضوں کو شفا دی۔ مُردوں کو زندہ [کیا]
سمندر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ سُورج کو ساکت کر دیا۔ اور ایک آتشیں رتھ میں آسمان پر چڑھ گئے۔ اور
ایرانیوں کے استعارے والے طرزِ کلام میں ایک ولی یا شہید کو خدا کا بیٹا ہونے کا لقب دے سکتے ہیں۔
حضرت موسیٰ کے معجزے یقیناً حضرت مسیح کے معجزوں سے زیادہ عالیشان تھے۔ حضرت موسیٰ کی
دعا سے مصر پر سات وبائیں نازل ہوئیں۔ اور انہی کی دُعا سے وہ رفع ہوئیں۔ آپ نے بحیرۂ قلزم
کو دو ٹکڑے کر دیا۔ آپ نے بنی اسرائیل کو آسمانی طعام من و سلویٰ کھلایا۔ اس فانی دنیا ہی میں
آپ نے خدا کا جلوہ قریب سے دیکھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فرشتوں نے آپکی تجہیز و تکفین کی۔
بہر حال اگر ہم یسوع مسیح کو ایک انسان فرض کریں تو آپ کے معجزے صادق ٹھیرتے ہیں۔ اور انکی وجہ [سے]
آپ قدر و منزلت کے مستحق ہو جاتے ہیں لیکن باوجود اپنی ساری طاقت اور قوتوں کے آپ کس قدر
عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ فرمایا "اپنے وجود سے تو میں کچھ بھی نہیں کر سکتا"۔ اور جب ایک آدمی آپ کو

ذکر خدا بہکر تا ہے تو آپ اسکو جواب دیتے ہیں "تم مجھے کیوں نیک کہتے ہو سوائے ایک کے کوئی
بھلا نہیں وہ اللہ ہے" +
انجیل میں جو آپکے قصے درج ہیں۔ان کے ماتحت تو آپ بحیثیت ایک انسان بھی قابل وقعت نہیں
بحیثیت خدا کا بیٹا تو درکنار رہا۔اس کا ایک بڑا ثبوت وہ الفاظ ہیں جو آپکے آخری الفاظ
ہیں "ایلی ایلی لما سبقتنی" "اے خدا اے خدا کیوں تو نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا"۔ایک اولوالعزم انسان جس کو
اعتقاد اور بھروسا ہے وہ بھی ایسے الفاظ اپنے منہ نہیں نکالیگا۔اور اگر وہ بذات خود
تو بھلا اپنے آپ کو بلانے سے کیا فائدہ تھا۔یہ آہ وزاری صاف بتاتی ہے۔کہ وہ بالکل بیکس
تھے اور خدا کی مدد کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔اور اگر آپنے سچ مچ یہ الفاظ کہے تو ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ مرتے وقت آپ کو یقین تھا کہ خدا نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا ہے +
بھلا انجیل کے قصہ کا قرآن کے قصہ سے کیا مقابلہ ہوسکتا ہے۔قرآن شریف مسیح کی بابت
ایسا کلمہ نہیں کہتا جو آپ کی ہتک یا سُبکی کا باعث ہو۔بلکہ جہاں کہیں ان کا ذکر کیا ہے
عزت کی ہے۔اگر ہم مسیح کو قرآنی نقطہ خیال سے دیکھیں یعنی آپ کو ایک انسان سمجھیں تو ہمارا دل آپ کی
عزت اور ادب سے بھر جاتا ہے۔اور اگر ہم آپ کو انسان ہی فرض کر کے انجیل کا قصہ پڑھیں تو ہم کو
آخری الفاظ کے جو آپنے صلیب پر کہے اور اس موقعہ کیلئے جسمیں آپنے انجیر کے درخت پر
اسواسطے لعنت کی۔کہ اس نے آپ کو بے موسم کی انجیر نہ دیں۔ان دو مواقع کیلئے کوئی قابل
عذر ڈھونڈھنے پڑینگے۔اور اگر ہم یسوع مسیح کو خدا مان لیں جس طرح کہ وہ لوگ جو آپکے پیرو کہلاتے
ہمکو منوانا چاہتے ہیں تو ہمارے خیالات آپ کی بابت کس قدر مختلف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ
ہم خدا کی صفات کو ٹھیک طور پر مانتے ہوں +
قرآن میں بہت سے حصے ہیں جن میں خدا کی صفات مذکور ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے۔
خدا واحد لاشریک ہے۔حیّ وقیوم ہے سب کا روزی رساں ہے۔نہ اسکو اونگھ آتی ہے اور
نہ نیند تمام آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اس کا ہے کوئی اسکے حکم کے بغیر اسکے پاس سفارش نہیں کر سکتا
ہے وہ جانتا ہے جو کچھ انکے سامنے ہے۔اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔اور وہ ان کے علم میں سے
کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے سوائے اسکے جو وہ چاہے۔اس کا تخت (سلطنت) زمین آسمان

پھیلا ہو رہے ہے۔ اور ان دونوں کی پرورش سے وہ تھک نہیں سکتا۔ وہ سب امر قضا و رضا
بہت سے لوگ اسبابِ کو فوراً مان لینگے کہ یہ سب صفات خدا کی ہونی چاہئیں۔ تاکہ وہ عاقل اور عظمت انسان کی پرستش کے شایاں ہو۔ کوئی انسان جو انسان کہلانے کا صحیح طور پر مستحق ہے کبھی ایک کمزور اور ضعیف خدا کے آگے نہیں جھکیگا۔ جب ہم اس سے دعا مانگتے ہیں تو گویا ہم نے مان لیا کہ وہ قدرت طاقت والا خدا ہے ورنہ ایک ایسی ہستی سے دعا مانگنا جو مطلوبہ چیز عطا کرنے کی طاقت ہی نہ رکھتی ہو فضول ہے +

اب ذرا غور کریں کہ کہاں تک مسیح کے اندر خدائی صفات پائی جاتیں ہیں۔ پہلے آپ کی معجزانہ پیدائش کو لیں۔ کیونکہ یہ بھی آپ کی خدائی کا ایک ثبوت پیش کیا جاتا ہے اول تو کہ بہر حال ایک عورت آپ کی ماں تھی۔ اور ایک غیر محدود ہستی کس طرح ایک فانی عورت کے رحم میں رہ سکتی تھی۔ اور بفرض محال اگر یہ مان بھی لیں کہ بن باپ ہونے کی وجہ سے حضرت مسیح خدا ہو گئے تو پھر ملک صدق کو کیا سمجھنا چاہئے جو بقول سینٹ پال وہ پہلے اپنے نام کے معنوں کے موافق راستی کا بادشاہ اور پھر شاہ سالیم یعنے سلامتی کا بادشاہ۔ یہ بے باپ بے ماں بے نسب جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر مگر خدا کے بیٹے سے مشابہ ٹھیر کر ہمیشہ کاہن رہتا ہے (عبرانیوں باب ۷ آیت ۲ و ۳) +

مسیح کو بھی ملک صدق ہی کے نمونہ پر کاہن کہا گیا ہے۔ نیز اگر مسیح خدا کا بیٹا کہلوایا جا سکتا ہے تو بعض ہند ورشی بھی جو کنواری لڑکیوں کے بطن سے بطور معجزہ پیدا ہوئے وہ بھی ایسا کہلوانے کے مستحق ہیں۔ قرآن کریم اسکی تردید کرتا ہوا فرماتا ہے۔ یہ اللہ کے شایاں نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے جب کسی کام کا حکم وہ نافذ کر دیتا ہے تو صرف کُن کہ دیتا اور وہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر مسیح کو بوجہ اسکے معجزوں کے خدا بنایا جاوے تو کس قدر خدا کی عظمت اور بزرگی میں فرق آجاتا ہے۔ اگر ان معجزوں کو خدا کی طرف منسوب کیا جاوے تو ان کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں بنتی۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وہ معجزے ہی نہیں رہتے۔ خدا کو کیا ضرورت تھی کہ معمولی معمولی معجزوں سے اپنی طاقت کا ثبوت دیتا۔ کیا موجودات عالم کی خالقیت کا معجزہ مسیح کے معجزوں سے کم ہے۔ ذرا گھاس کے اگنے پر ہی غور کر لو۔ کیا یہ مسیح کے سامنے

سے زیادہ عظیم الشان نہیں ہے۔ ہم ایک ننھا سا بیج زمین میں بوتے ہیں۔ اس سے ایک پودا نکلتا ہے
میں ایک بڑا بھاری درخت بن جاتا ہے بیسیوں جانور اور پرندے اس میں پناہ لیتے ہیں اور انسان
جیسا کہ اگر ہم ایک مٹھی بھر بیج زمین میں ڈال دیں تو ایک دن نہیں کہ ہم سبزی ابھرتی دیکھتے ہیں تھوڑا
بعد ہم کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سبزی بڑی ہو گئی ہے۔ اور اس میں خوشے نکل رہے ہیں حالانکہ یہ سب
جن کے نزدیک جانا بھی پسند نہیں کرتے اور ہوا اور پانی نے پیدا کیا۔ کیا یہ مسیح کے
کی بڑھ چڑھ کر نہیں ہے۔ کیا خدا کا ادنےٰ سے ادنےٰ کرشمہ مسیح کے بڑے سے بڑے معجزے سے بڑھ کر
ہے۔ بائبل کی رو سے مسیح کے احکام متضاد ہیں۔ پہاڑی والے وعظ میں تو آپ فرماتے ہیں لیکن
سے کہتا ہوں کہ ظلم کا مقابلہ نہ کرو۔ اور اگر کوئی تمہاری بائیں گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا
اس کے آگے پیش کر دو"۔ بعد ازاں آپ اپنے حواریوں کو کپڑے بیچ کر تلواریں خریدنے کا حکم دیتے
۔ پھر جب ان تلواروں کے استعمال کا وقت آتا ہے تو آپ کہتے ہیں "وہ جو تلوار کو استعمال کرینگے وہ خود
کا شکار ہو جائینگے"۔ کوئی آدمی یہ نہ مانیگا کہ خدا متضاد احکام دیتا ہے لیکن اگر ہم بائبل
مطالعہ کریں تو ہم کو ایسے بہت سے موقعے ملینگے جہاں مسیح نے اپنے کسی پہلے حکم کے خلاف حکم دیا۔
گویا آپ نے فرمایا "میں قانون کو رد کرنے کیلئے نہیں بلکہ پورا کرنے کیلئے آیا ہوں" اور باوجود اسکے
سبت توڑا اور اپنے حواریوں کو ایسا کرنا سکھایا۔ حتے کہ ایک دفعہ تو آپ نے اپنے حواریوں کو اجازت
کسی غیر کے کھیت میں سے کچھ بالیں توڑ لیں اور تعجب ہے کہ ان باتوں کے باوجود بعض لوگ آپ کو
مانتے ہیں۔ ہم نے آپ کے علم کی تعریف کی تھی لیکن اگر آپ سچ مچ خدا ہیں تو یہ ساری بحث بیکار
ہو جاتی ہے کیونکہ وہ خود خدا ہیں تو یقیناً آپ نے جھوٹ بولا جب یہ کہا کہ "میں اپنے وجود سے
نہیں کر سکتا"۔ کیا وہ بھی خدا ہو سکتا ہے جو ہم کو کہے "مجھے نیک مت کہو"۔ یقیناً وہ لوگ
خدا مانتے ہیں وہ خدا کی ہستی کو بالکل معمولی خیال کرتے ہیں۔ یسوع مسیح خود اپنے حواریوں کو
دیتا ہے کہ وہ خدا کو "اے ہمارے باپ" کہہ کر پکاریں۔ اور اسی معنوں میں وہ خود اسکو باپ کہہ کر
تے تھے۔ لوگ مسیح کو خدا مانتے ہیں۔ اُن کا ایمان قدیم زمانے کے رومن کیتھولک کی مانند ہے
صاحب لکھتے ہیں "کیتھولک لوگوں کا مذہب ایک سیدھی چٹان کے کنارے پر لرزاں تھا۔
سے پیچھے ہٹنا ناممکن تھا اور ادھر گرنا قیامت ہی تھا۔ اور ان کے مذہبی

کی بہت سی تکلیفوں کو اُن کی نفرت کو عظمت اور ان کے عقیدے کی بہت سی قوتوں کو اُن کے علم الٰہیات کی برتری نے اور بھی بڑھا دیا۔ وہ یہ کہنے سے جھجکتے تھے کہ مع خدا جو کہ بن برابر کی حیثیت کے اقنوموں میں سے دوسرا اقنوم ہے لیٹنکل گوسٹ پست ظاہر ہوا اسا صداقتی جو تمام کائنات پر حاوی ہے وہ مریم کے بطن میں مقید رہی۔ اسکی ابدی زندگی کا خمار انسانی سالوں مہینوں اور دنوں سے ہوا۔ خدائے قادر کو کوڑوں سے پیٹا گیا اور صلیب پر چڑھایا گیا۔ اس کے بے حس جسم نے درد اور جان کنی محسوس کی۔ اس کا کامل علم جہالت سے مُبرا نہ تھا۔ اور کہ اس زندگی اور ابدی زندگی کے سرچشمہ نے کیلوری پہاڑ پر وفات پائی"۔

مُغیر

واقعات اور ذرائع

عیسائیت اور اسلام

واقعات عالم اور ان کے ذرائع کے درمیان جو رشتہ ہے۔ اس کا معلوم کرنا ایک بہت ہی عجیب مطالعہ ہے۔ اگرچہ ہمیں بہت سی مشکلات کا سامنا بھی ہے۔ اکثر اوقات ہمارے خیالات ہماری رائے کو یکطرفہ اور یکطرفہ بنا دیتے ہیں۔ ہمارے تعصب ہماری نظر کے دائرہ کو تنگ کر دیتے ہیں۔ ایک انسان عام طور پر تمام بھلائیوں اور مفید باتوں کو اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے اور تمام مجری نقصان دہ باتوں کو دوسرے کے سر تھوپتا ہے۔ یا کم از کم اپنے آپ کو ان کا باعث قرار نہیں دیتا۔ موجودہ جنگ کے آغاز سے پہلے یورپ کے باشندے بڑے زور شور سے یہ دعویٰ کیا کرتے تھے۔ کہ جس قدر ترقی اور تہذیب زمانہ جو انہوں نے حاصل کی ہے وہ صرف قریباً دو ہزار سال تک عیسائیت کی پیروی ہی کا خاص نتیجہ تھا۔ مشرقی لوگ جن کے خیالات مذہب کی طرف بہت مائل ہیں اور جو اس بات کے قائل ہیں کہ ترقی مذہب ہی سے ہو سکتی ہے۔ انہوں نے اول اول یورپ کے اس دعوے کی مخالفت نہ کی۔ اور جو کچھ کشش مشرق میں جہلا کے دلوں میں عیسائیت نے حاصل کی اس کا باعث بہت حد تک اور سب سے بڑھ کر یہی تھا۔ وجوہات اور نتائج کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے ہمارے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم بڑے صبر و تحمل سے تمام ملحقہ واقعات کو مدنظر رکھیں۔ ہم کو چاہئے کہ بہت دقیق نقطہ چینی کے بعد

...نا ہی اخذ کریں اور تعصب یا میلانِ طبع کو ہرگز اسمیں دخل نہ دیں۔ اگر دو چیزیں ایک جگہ چلتی ہیں تو ہرگز کسی کو حق نہیں کہ وہ فوراً اس طرح سے نتیجہ نکال لے کہ وہ ایک دوسرے پر منحصر ہیں۔ کہ ان کے وجود میں ایک بہت بڑا نمایاں فرق ہو۔ یورپ نے بیشک گذشتہ چند سالوں میں بہت سی دنیاوی ترقی حاصل کی ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے عیسائیت بھی گذشتہ صدیوں سے یورپ کا رائج مذہب ہی ہے۔ اسمیں بھی شک نہیں۔ کہ مذہب ہماری انفرادی خاندانی ملی زندگی پر بہت سا اثر رکھتا ہے یا رکھنا چاہئے۔ اور ان واقعات کے ماتحت نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اس تمام ترقی کا باعث عیسائیت ہی ہے۔ ایک ذی فہم انسان کبھی اسبات سے نکال نہیں سکتا۔ کہ موجودہ اخلاق کا ستیاناس جو مغرب میں ہو رہا ہے نہ کبھی ہماری ترقی اور تہذیب کا ایک نتیجہ ہے۔ اس واسطے اگر موجودہ خونریز جنگ کو عیسائیت کا نتیجہ نہیں مانا جاتا تو تھوڑا سا منطقی استدلال سے ثابت ہو جائیگا۔ کہ یورپ کی علمی اور مادی ترقی اور تہذیب کا ماخذ بھی عیسائیت نہیں بلکہ کوئی اور وجوہ ہیں۔ اسمیں کوئی شُبہ نہیں کہ عیسائیت غیظ و غضب روکنے کی تعلیم دیتی ہے۔ علم تاریخ کا کوئی طالبعلم کرنیوالا موجودہ غیظ و غضب اور وحشیانہ فطرت کے نمود کو مسیح کی تعلیم جس کا خاصہ عاجزی تھا نتیجہ نہیں بتا سکتا۔ مسیح کے تمدنی اصول ہرگز موجودہ اخلاق اور تہذیب کے شایانِ حال نہیں۔ ریفرمیشن (اصلاح) سے پہلے کی صدیوں میں یورپ جہالت اور ظلمت کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا۔ یہی ایک وقت تھا جس میں کلیسیا کی طاقت سب پر حاوی تھی۔ اور کوئی اس کے آگے سر نہیں اٹھا سکتا تھا۔ آج بھی وہ ممالک جنہیں کلیسیا کا حکم بلا شرکتِ غیر اٹل مانا جاتا ہے وہ اخلاقی اور دنیوی دونوں طرح تمام یورپ سے پیچھے ہیں۔ جن ملکوں نے ریفرمیشن (اصلاح) کو قبول کیا اور کلیسیا کی جکڑ کو توڑ پھینکا انہوں نے آہستہ آہستہ ترقی کے زینے چڑھنے شروع کئے۔ بہرحال اس معاملہ میں ایک صحیح نتیجہ پر پہنچنے کیلئے یہ سب سے بہتر ہوگا۔ کہ ہم عیسائیت کے اصول کو اُن کے تعلیمی رنگ میں دیکھیں تو معلوم ہو جاویگا کہ کہاں تک انسانی ترقی اور تہذیب کے مُعاون و مُمد ہیں۔

تمام مذہب عیسائیت کا لب لباب دو اصولوں میں آجاتا ہے۔ انسان کا فطرتاً گناہگار رہنا اور خدا کا معاف کرنا یعنی اسبات کا اعتراف کہ انسان قانون پر چلنے اور فلاح حاصل کرنے کے بالکل ناقابل ہے اور اسبات پر ایمان کہ خدا نے اپنے خاص فضل و رحمت سے کوئی ایسا ذریعہ مُہیا کر دیا جس سے

گنہگاروں کا کفارہ ہوگیا کہ نسل انسانی ہمیشہ سے آئندہ سزا و پاداش کے خوف سے ہراساں بھی ہے۔ اس دامنگیر فکر ہے نجات کس طرح ہو۔ اور فلاح سے اعمال کے ہر حصہ میں لگی رہتی۔ یہی چند اصول ہیں جن پر مذہب عیسوی کی بنا ہے۔ میری سمجھ میں تو ہرگز یہ نہیں آتا کہ کس طرح ان اصولوں کو ترقی اور تہذیب کی سہولت دی جا سکتی ہے۔ جبکہ ہر آن اور ہر طرف سے یہ خوفناک اصول ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہو کہ ہم خدا کے قانون پر چل سکتے ہی نہیں۔ یہ ہماری فطرت کے خلاف ہے تو کس طرح ہم ترقی کیلئے کوشش کر سکتے ہیں اس قسم کے اعتقاد ہم کو ترقی کی ترغیب ہرگز نہیں دے سکتے۔ اگر ایک دفعہ ہم ایک ایسے مذہب کو مان لیں تو تمام عمر ہم کو یہی دھن لگی رہنی چاہئے کہ ہم کس طرح گناہوں کی پاداش اور سزا سے جو سر پر کھڑی ہے نجات حاصل کریں نیز اگر نجات عملوں سے نہیں بلکہ صرف چند عقائد کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے ملتی ہے تو پھر کونسی چیز ہے جو ہم کو عمل کرنے کیلئے ترغیب دے سکتی ہے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر انسانی ترقی کو روکنے والا اور کونسا اصول ہو سکتا ہے کہ انسان کا اعلیٰ سے اعلیٰ حصول (نجات) شفقت الٰہی خلق اللہ نہیں بلکہ بعض ایسے واقعات پر ایمان لانے سے حاصل ہوتی ہے۔ جو تاریخ میں پورے طور پر یقینی بھی نہیں بہت کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ صرف آئندہ زندگی کی راحت ہی انسان کی کوششوں کا مدعا ہونا چاہئے اگر یہاں بھی لیں کہ یہی ہماری زندگی کا ایک مدعا ہے تو ترقی حاصل کرانے کیلئے لازم تھا کہ یہ نجات ہماری کوششوں کا صلہ ہوتی نہ کہ صرف لفظی ایمان کا۔ دو ہی ایسی باتیں ہیں جو ہم کو عمل کرنے کی ترغیب لاتی ہیں اپنی حالت کو بہتر بنانے کی خواہش اور ظالموں کی دست درازی اور ظلم سے حفاظت ہم یہ تو ثابت کر چکے ہیں کہ اگر ہم اس ترقی کش اصول پر ایمان لے آویں کہ انسان اپنی نجات خود حاصل کرنے سے قطعی قاصر ہے اور نتیجۃً یہ بھی مان لیں کہ نجات صرف ایمان سے ہو جاتی ہے تو مندرجہ بالا دو باتوں میں سے پہلی خواہش تو ہماری صفحہ ہستی سے معدوم ہو جاتی ہے۔ دوسری ترغیب وہ بات یعنی دست درازی سے حفاظت کی خواہش پر غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ عیسائیت اس پہلو سے بھی انسانی ترقی میں کانٹے پیدا کرتی ہے بے جا اور ظلم کا مقابلہ نہ کرنے کا اصول عیسائیت جس پر جنگ سے پہلے اس قدر زور دیا جاتا تھا اس کا مفہوم یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ظلم اور دست درازی کے خلاف جنگ کرنے سے صریح طور پر منع کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ انسان کو دکھ درد یا آرام و راحت ہی کام کرنے کی ترغیب دے سکتے ہیں۔ اور جب تک وہ ہم پر اور ہماری کوششوں پر مبنی ہیں اس وقت تک ہم قوم کے چست اور سرگرم افراد میں شمار ہو سکتے ہیں لیکن جونہی کہ ہم یہ مان لیں کہ راحت عمل کا نتیجہ

[illegible] نے تہمیں [illegible] [illegible] بھی [illegible]

[illegible] ایک [illegible] ہو [illegible] عمل [illegible]

[illegible] اس [illegible] کی مانند ہے جس کو [illegible] گیا لیکن [illegible] کے [illegible]

[illegible] زندگی [illegible] اسلام [illegible] ہے۔ [illegible]

[illegible] کہ [illegible] بناتے ہیں اور [illegible]

[illegible] نتیجہ ہے ہم میں سے ہر ایک کو اپنے [illegible] ترقی پیش آئے [illegible]

[illegible] سکتا ہے۔ اور [illegible] خودی زندگی [illegible] حالت [illegible] سے [illegible]

[illegible] وہ باپ ہرگز ایک اچھا باپ کہلانے کا مستحق [illegible] بچوں کو یہ تعلیم دے کہ جو کچھ انکو ضرورت

[illegible] وہ اُن کو مہیا کر دیگا۔ اور اگر [illegible] شرارت کریں تو ان کو [illegible] سزا [illegible]

[illegible] اپنے [illegible] رحم اور کرم پر ایمان لے آویں۔ برخلاف اسکے بہترین باپ وہ ہے جو اُن تمام

[illegible] بچے خود حاصل نہیں کر سکتے مہیا کرے۔ اور ان [illegible] سکھائے اور سکھے کہ بلوغت پہنچ کر

[illegible] ضروریات کو خود پیدا کرنی ہونگی۔ اور یہی اُن [illegible] ذہن نشین کرادے کہ وہ اپنے افعال

[illegible] ہونگے۔ یہ کوئی لفظی باتیں نہیں تواریخ سے ثابت ہے کہ ایسے واقعات پیش آئے [illegible]

[illegible] دور [illegible] ہونے کے چند صدیوں [illegible] تک کہ کلیسیا کے [illegible]

[illegible] یورپ کی حالت تباہ ہو چکی تھی۔ اور وہ کوئی [illegible] درمیانی زمانے میں [illegible] کی

[illegible] یا گم ہو چکے تھے یا بحرِ نسیان میں غرق ہو چکے تھے عیسائیت کے پہلے دور [illegible]

[illegible] کاہلیت اور سستی چھائی ہوئی تھی۔ لوگوں نے اپنے روزمرہ کے

[illegible] تھے تجارت و زراعت [illegible] تھیں اور ایک [illegible] ان ایام کا [illegible]

[illegible] انہی ایام میں اسلام بھی بڑی آب و تاب سے ترقی کر رہا تھا۔ اور مسلمان ممالک [illegible]

[illegible] ختم ہو چکا تھا۔ اور ہر جگہ [illegible] روحانی قوتوں سے کام لیا جاتا [illegible]

[illegible] سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اسلام افعال [illegible] ایمان لانے کی تعلیم نہیں دیتا۔

[illegible] اپنی نجات حاصل کرتا ہے۔ خود بدی کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اپنے پورے زور سے ظلم و

[illegible] کرتا ہے۔ مجھے [illegible] کلام [illegible] وعدہ دے [illegible]

افعال کا نتیجہ نہیں بلکہ صرف ایمان سے بھی مل سکتی ہے تو ایسا مذہب واقعی اپنے اندر ایک کشش ضرور رکھتا ہے لیکن یہ منصب صرف عیسائیت ہی کو حاصل نہیں اور جب سے لوگ بھی جیسے مسلمان کہلانا چاہتے ہیں۔ اس قسم کی باتوں پر ایمان لے آتے ہیں بعض موجودہ مسلمان بھی اس قسم کے اصول مانتے ہیں اور باوجودیکہ ان کا مذہب ان کو ہرگز اسکی اجازت نہیں دیتا۔ تاہم وہ اپنے ضمیر کو تسلی دینے کیلئے اس قسم کے اعتقاد رکھ لیتے ہیں لیکن ان مسلمانوں کا مذہب اگرچہ غلط ہے لیکن پھر بھی عیسائیت سے بہتر کیونکہ وہ یہ ہرگز نہیں مانتے کہ خدا اور اُن کے درمیان کسی تیسرے کی بھی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی وہ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کو رحم کرنے کیلئے کسی اور کو بطور کفارہ سزا دینے کی حاجت ہے + (مسلمان)

عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

از قلم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹلا

تسلسل صفحہ ۴۸۔ اشاعت اسلام جلد ۴ نمبر ا

کثیر الازدواجی

بدھ یا مسیح کی پیروی کرنے سے تو خود نسل انسانی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ برخلاف ان سب کے ہر ایک مسلم دعا مانگتا ہے۔ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ (اے رب ہمارے عطا کر ہم کو اس دنیا کی تمام اچھی اور عمدہ نعمتیں اور آخرت کی تمام اچھی اور عمدہ نعمتیں) +

روزمرہ کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مادر قدرت نے مرد کو اس قدر عقل حیوانی بھی نہیں دی جتنی کہ ایک پرند مثلاً سارس کو دی ہے۔ ہندوستانیوں نے تجربہ سے معلوم کیا ہے کہ ان پرندوں کا جوڑا ایک دوسرے پر اس قدر فریفتہ ہوتا ہے۔ کہ اگر ان میں سے ایک مر جائے تو دوسرا باقی عمر اکیلا رہتا ہے۔ اور اپنے رفیق کیلئے بہت جزع فزع کرتا ہے۔ اور ہجر کے صدمات کی وجہ سے بہت جلد مر جاتا ہے۔ مرد و عورت دونوں میں سے کسی کی محبت بھی اس قدر دیرپا اور ثابت قدم نہیں ہوتی۔ اور یہ بات بہت ہی عجیب ہے۔ کہ مغربی عیسائی ممالک میں جہاں ایک سے زیادہ شادی کا حکم نہیں وہاں اس محبت کا اثر بہ نسبت مشرقی ممالک کے جہاں ایک سے زیادہ شادی روا ہے بہت ہی جلد مٹ جاتا ہے۔ مغربی عیسائی ممالک میں ایک مرد کو بہت جلد اپنی مرحومہ بیوی

نے کیلئے ایک دوسری لڑکی اور ایک عورت کو اسکے مرحوم شوہر کی جگہ لینے کیلئے بہت جلد ایک دوسرا
خاوند مل جاتا ہے۔ اور بعض اوقات تو ایسی بہت ناپسندیدہ اور غیر موزوں سرعت سے کام لیا جاتا ہے
ایسی شاذ و نادر ہی ایک بیوہ دوبارہ شادی کرنے کی آرزو رکھتی ہے۔ باوجودیکہ اسکا مذہب اسکو
اجازت دیتا ہے۔ اور اکثر اوقات ایک مرد اپنی مرحومہ زوجہ کی یاد کو تازہ رکھتا ہے اور باقی
عمر بسر کرتا ہے۔ ہندوستان میں ایک جوان رنڈوا اس خیال سے بعض اوقات دوسری شادی کی
سکتا ہے۔ کہ کہیں وہ خراب ہو جائے۔ ورنہ وہ زیادہ پسند کرتا ہے کہ عین عالم شباب میں ہی مجرد
انگلستان میں اکثر نامی گرامی اصحاب فوراً نئی دلہن بیاہ لاتے ہیں جونہی کہ انکی پہلی زوجہ اس دنیا سے کوچ
یورپ کے لوگ تو نر چڑیا کی طرح اپنی بیوی کی وفات کے معاً بعد فوراً ہی نئی عورت بیاہ لیتے ہیں۔
یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ اسکی وجہ ایک شادی پر اکتفا کرنا ہے۔ اور نہ ہی مشرقی مرد اور عورت کی محبت
کا پیدا ہونا کثیر الازدواجی کا باعث گردانتے ہیں۔ ہاں ہمیں شک نہیں کہ موجودہ سائنس اور بیالوجی نے
ثابت کر دیا ہے۔ کہ مرد فطرتاً ایک سے زیادہ شادی کرنے کے قابل بنایا گیا ہے۔ ان حیوانوں کی طرح جو
زیادہ شادی نہیں کرتے۔ مرد اور عورت کا جوڑہ اکٹھا پیدا نہیں ہوتا۔ اور نیز عورتوں کی تعداد
بھی بہت زیادہ ہے۔ قدرت اور بھی بہت سے ذرائع سے صاف اعلان کر رہی ہے کہ مرد کو ایک سے
زیادہ بیویوں کی حاجت ہے۔ ہاں مرد کو یہ حق ضرور ہے کہ وہ اپنی فطرت کو بہتر بنائے لیکن وہ ہرگز بالکل
اس کے خلاف نہیں چل سکتا +

مرد کی جسمانی ساخت ہی کثیر الازدواجی کیلئے ایک کافی دلیل ہے۔ مشہور و معروف مسٹر نائٹس گیبو
تجربات کی بنا پر کہتے ہیں کہ "گرم ملکوں میں لڑکی آٹھ یا دس سال کی عمر میں شادی کے قابل ہو جاتی ہے
یہی وجہ ہے کہ ان ممالک میں شادی بچپن ہی میں ہو جاتی ہے۔ بیس برس کی عمر میں ان کی جوانی ڈھلتی
شروع ہو جاتی ہے۔ گویا کہ عقل اور خوبصورتی کی دو صفتیں ان میں اکٹھی نہیں ہوتیں جب ان کا حسن
جوانی کا دعویٰ کرتا ہے تو عدم عقل کی وجہ سے ان کا دعویٰ باطل ٹھہرتا ہے۔ اور جب
عقل کی دولت ان کے ہاتھ لگتی ہے تو اس وقت حسن کا خزانہ لٹ چکا ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ
بیچاری ہر حالت میں دست نگر رہتی ہیں۔ کیونکہ جب حکومت شباب اور حسن دونوں مل کر ان کو نہ دلا سکے
تو عقل جیسی خیالی شعور کس طرح دلا سکتا ہے۔ تو ایسی آب و ہوا میں بتقاضائے فطرت مرد کیلئے

ضروری ہے کہ وہ ایک بیوی سے قطع تعلق کرنے کے بعد دوسری سے ناطہ جوڑے بغیر کوئی قانون شکنی کرنے سے نہ رہ سکتا ہو۔ اور ان ملکوں میں کثیر الازدواجی کو رائج کرنا ہی فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ ذرا سرد ملکوں میں بھی ایسے جسمانی وجوہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ کہ ان کے ماتحت مرد کو اگر جوڑ نا ہے کیا جائے تو اسکو مجبوراً ایک سے زیادہ شادی کرنی پڑتی ہے۔ سکوین ہر بڑی خرابی کا علاج جلد کرنا ہے تاہم بعض اوقات حالات میں اور ہم سے بعض تو ہمیشہ ہی کثیر الازدواجی پر عمل کرتے ہیں۔ اور جبکہ ہر ایک مرد کو بہت سی عورتیں درکار ہیں تو اس سے بہتر اور کیا راہ ہو سکتی ہے۔ کہ ان کا جائز قرار دیا جائے بلکہ ان کو مجبور کیا جائے۔ کہ وہ ان بہت سی عورتوں کا محافظ اور خبر گیر بھی بنے۔ اس سے عورت اپنی اصلی اور فطرتی جگہ یعنی ایک محترم ہستی کی حیثیت میں پیش ہوگی۔ اور بیگم یا خانم کے الفاظ جنہوں نے تمام یورپین تہذیب اور عیسائیت کو باطل بنا رکھا ہے وہ صفحۂ ہستی سے مٹ جاویں گے۔ اور صرف عورت کا لفظ رہ جاویگا۔ اور ساتھ ہی اسکے ان بدنصیب اور بدبخت عورتوں کا وجود جن سے آج یورپ بھرا پڑا ہے کالعدم ہو جاویگا"۔

اس کے آگے یہ بڑا فلاسفر لکھتا ہے:-

"کثیر الازدواجی پر بحث اور نقطہ چینی کرنا لاحاصل ہے۔ یہ دنیا کے ہر کونے میں عملی طور پر پائی جاتی ہے۔ اگر کوئی بات غور طلب ہے تو یہ ہے کہ اس کیلئے قانون کیسے بنانے چاہئیں"۔

اور اسلام کے بے نظیر ہونے کی یہ ایک قاطع دلیل تا قیامت رہیگی۔ کہ صرف اسلام ہی نے کثیر الازدواجی کیلئے بھی اسی طرح لطیف احسن اور موثر طور پر قانون بنائے جس طرح دیگر ضروریات انسانی کیلئے۔ چند ہی دن کا ذکر ہے کہ ایک جرمن فوجی افسر کی بابت یہ کہا گیا کہ اس نے تعداد پیدائش کی کو روکنے کیلئے یہ مشورہ دیا کہ ترکوں کی طرح جرمنی میں بھی ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت دیجائے۔ اس پر عیسائی پادریوں کے غصہ کی آگ بھڑک اٹھی لیکن بہرحال جرمن کونسل نے اس مسئلہ پر غور کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

یہ عقدہ ابھی حل طلب ہے جس حالت میں انکی تمام کتب مقدسہ اس مسئلہ پر خاموش ہیں تو عیسائی پادری کس کے حکم سے شادی کی بابت کوئی قانون بنا سکتے ہیں۔ وہ قانون خواہ ایک یا ایک سے زیادہ شادی کرنے کا ہو۔ نیز وہ کس طرح کثیر الازدواجی کے برخلاف ایک حرف بھی کہنے کی جرات کر سکتے ہیں جبکہ خود ان کے اپنے انبیاء کا عمل اس کا مؤید اور مؤکد ہے۔ انکو شرم آنی چاہئیے کہ وہ کس منہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پیدا کرنے میں یہ مکان کا وجود تمام نسل انسانی کیلئے اس قدر فائدہ مند ثابت ہوا ہے
انہوں نے استقدر اعلیٰ تمدنی قانون بنائے۔ کثیر الازدواجی کو بھی روا رکھا اور ساتھ
ہی بیوی پر اکتفا کرنے کی ترغیب فواحد ؐ کے صریح اور صاف حکم کے ماتحت دی
مسٹر ہگنس لکھتے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ان قدیم مذاہب کے قوانین کی پیروی کی جو
فرات کی مغربی طرف واقع ہیں اور عیسائیوں کے نزدیک تو اس حصہ میں ساری دنیا آجاتی ہے
جنہوں نے اپنے پیروؤں یعنی بنی اسمٰعیل ابن خلیل اللہ کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دی اور
عیسائی مصنفین نبی کریم کو جو اپنے متبعین کی خواہشات بہیمیہ کا سامان مہیا کرنے کے ہمیشہ
بدگوئی اور بد زبانی کا ہدف بنے رہے ہیں۔ لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ کیوں ایک سے
بیویاں رکھنے کی اجازت دینے والے سے اس قدر نفرت اور بیزاری ظاہر کیجائے۔ خدا نے داؤد
سلام کو اپنے دل کے نمونہ کے موافق اور اپنے قانون کو پورا کرنیکے لئے بنایا تو پھر یقیناً معترضین
ان حضرت داؤد کی عملی مثال کو مدنظر رکھ کے قدرے رحم سے کام لینا چاہیئے تھا۔ خصوصاً جبکہ حضرت
کی کتابوں میں جن میں آپکے پیروؤں کے مختلف فرقوں نے آپکے احکام جمع کئے ہیں کسی
جگہ بھی اس کے خلاف کوئی حکم نہیں دیتے ؛
تھامسن صاحب اپنے عالمانہ مضمون "دی کان کیو بینٹا" میں ثابت کرتے ہیں کہ تمام
قدیم زمانوں میں کثیر الازدواجی کو روا سمجھا گیا ہے۔ نہ صرف مشرق میں بلکہ مغرب کے ہر ایک
ملک میں بھی ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت تھی۔ کثیر الازدواجی کا رواج پہلے یونانیوں میں
تھا۔ اس کا ذکر پلو ٹارک نے ان جوان آدمیوں کے زمرہ میں کیا ہے۔ جنہوں نے فوج سے علیحدگی
اختیار کرلی تھی۔ یوریپیڈیس اور افلاطون اس کے حامی تھے۔ اور روما کے قدیمی باشندے اسکو منع
سمجھتے تھے۔ خود مارک انیٹونی نے دو بیویاں رکھنے کی جرات دکھائی۔ اور اس وقت سے یورپ میں
کثیر الازدواجی کا رواج عام ہوگیا۔ حتیٰ کہ تھیوڈسیس، ہنوریس اور آرکیڈیس کا زمانہ آگیا اور اُس نے
پہلے ۳۹۳ عیسوی میں ایک خاص قانون کثیر الازدواجی کو روکنے اور منع کرنے کیلئے بنایا۔ اسکے
بعد شاہ ویلنٹینین نے ایک فرمان جاری کیا جس کے رُو سے سلطنت کی تمام رعایا کو اجازت دی کہ
وہ چاہیں تو ایک سے زیادہ شادیاں کرلیں۔ اور نیز اُس زمانے کی مذہبی تواریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ

بڑے بڑے پادریوں نے اسکے رائج ہونے پر کوئی اعتراض کیا۔ یا اس کے روکنے کی کوشش کی۔ ویلنٹینین
این کانسٹینٹن اور اس کے بیٹے ہرکلیس و ہائیریسیس ان سب کی بہت بہت سی بیویاں تھیں۔ پیپن اور
چارلیمگنس بھی اس زمرہ میں داخل ہیں۔ ان کی بابت تو سینٹ اس پر جینس بھی یہی اظہار دیتے ہیں
کہ ان کی بہت سی بیویاں تھیں۔ اسی طرح لاث ہیرٹ اور اس کے بیٹے نے لڑنل فریڈرک ... جرمنی اور
چارلیمگنی شاہ فرانس ان سب نے ایک سے زیادہ بیویاں کیں۔ فریڈرکس۔ گونٹرین۔ کیریبرٹ۔ سیگبرٹ
اور چلپیرک ان سب بادشاہان سلف نے ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ شادیاں کیں۔ گونٹرین نے
ونیریڈا۔ مرکیٹرووڈا اور آسٹر گلڈ ان تین عورتوں کو بحیثیت جائز اور منکوحہ بیبیوں کے اپنے حرم سرا
میں داخل کیا۔ اور کیریبرٹ کے زنانخانہ میں مرفلڈا مرکومنیا۔ ارتھیوگلڈا تین منکوحہ بیویاں تھیں۔

بزرگ ڈینیل خود اقرار کرتا ہے کہ فرانس کے بادشاہ ایک سے زیادہ شادی کر لیتے تھے۔ بابت
انکار نہیں کرتا کہ ڈوگابرٹ اول کی تین بیویاں تھیں۔ وہ اسبات کا صاف اقرار کرتا ہے کہ تھیوڈوبرٹ کی
شادی ڈینٹیری سے ہوئی باوجودیکہ وہ پیش ازیں منکوحہ تھی۔ اور ڈینٹیری کی بیوی مسمی ویسیگلڈ بھی زندہ موجود
تھی۔ اس کے آگے وہ لکھتا ہے کہ ڈینٹیری نے اس فعل میں اپنے چچا کلوٹیر کا تتبع کیا۔ جس نے باوجود
تین بیویاں رکھنے کے کرمیا ڈومیر کی بیوہ سے شادی کی۔

جان ڈیون پورٹ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے صرف ایک ایسے فعل
کی حد بندی کی اور اسکو قوانین کے ماتحت جائز رکھا جس کو پرانے مذاہب کی رُو سے دستورِ عام قرار دیا
تھا۔ بلکہ اس پر عمل کرنیوالوں پر اپنی رحمتیں اور فضل نازل کئے۔ اور اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ
نبی کریم اس الزام سے بالکل بری ہیں کہ آپ نے کثیر الازدواجی کو رائج کیا اور خصوصیت سے اس کی ترغیب دی
نبی کریم نے صرف کثیر الازدواجی کیلئے شرطیں لگا دیں اور قوانین بنا دیئے۔ اس سے آپ کی عظمت
ثابت ہوتی ہے کہ آپ نے ایسے قانون مقرر کئے جو کامل اور عالمگیر ہیں۔ اس بات کا اقرار خود عیسائی
مصنفین کرتے ہیں۔ ایک مشہور عیسائی نامہ نگار لکھتا ہے کہ معاشرت اور اخلاق کے قانون جو محمد نے
(نبی کریم نے) بنائے وہ ایک عملی سے اعلیٰ ترقی یافتہ اور اوج سے اونچے وحشی قوم دونوں کے موافق حال
ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے گذشتہ دس صدیوں میں جن جن اقوام و ممالک نے ان کو قبول کیا وہ ان تمام
دیگر اقوام جن سے ان کو واسطہ پڑا ان سے آگے بڑھ گئیں اور ان پر غالب آگئیں۔

...علیہ وسلم کے وہ ایک مخلص مسلمان تھے گو ڈیون پورٹ نے بھی اقرار کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکے بنائے ہوئے
نہیں بلکہ خدا کی شادی ... سب سے پہلے یہی ہے کہ ... ایک ایسے قوانین کا مجموعہ ہے جس کی بنا پر عقلمند آ
ئین بنانا قانون خالق ہی ہے

ہر ایک شخص جو مسلم ممالک کی حرم کی زندگی سے واقف ہے وہ اعتراف کرتا ہے کہ باوجود کثیر الازدواجی کے رائج ہونے کے ان لوگوں کی زندگی میں راحت اور آرام ہے۔ مغربی خواتین جنہوں نے مسلم ممالک کی زندگی سے واقفیت حاصل کی ہے۔ وہ انکی زندگی کو بڑے پیار اور الفت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ کثیر الازدواجی پر عمل کرنے سے ثابت ہوا ہے کہ یہ عمل کچھ ایسا قبیح نہیں۔ باوجود کثیر الازدواجی کے رائج ہونے کے مشرقی معاشرت بڑی دلفریب اور صدور جہ کی لبھانیوالی ہوتی ہے۔ اور اب تو کثیر الازدواجی کا رواج یورپ سے اٹھتا چلا جاتا ہے لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ یورپ کی موجودہ مذکر آبادی کے بڑے حصے کے قتل ہونے سے یہ رواج از سر نو عروج پکڑ جائے۔ اور اگر اس رواج نے نیست و نابودی ہونا ہے۔ تو خدا کرے کہ اسلامی جھنڈے کے ماتحت ہی اس کا خاتمہ ہو۔ نہ کہ ان قوانین کے ماتحت جن کا نفاذ ... ثابت کو قرار دیا جاتا ہے جو حلال خفیہ کثیر الازدواجی یعنی زنا اور حرامکاری کو اس کی اصلی صورت میں ... دینی چاہیئے۔ جنگ کے تیسرے سال کے اختتام پر فرانسیسی عورتوں کا صرف ½ شادی کر سکیگا ... تخمینہ میں نہ تو ان لاکھوں مجروح سپاہیوں کو شامل کیا گیا ہے جو شادی کے قابل ہی نہیں رہے۔ اور ... حالت کا خیال رکھا گیا ہے کہ جنگ کے خاتمہ پر فرانس تقریباً ..... ۲ لاکھ ایسے فوجی سپاہی رکھے گا جو کہ امراض مخصوصہ اور دق سل وغیرہ کے باعث کمزور ہوگئے ہونگے۔

بقول ڈاکٹر ... آف ... اگر جنگ زیادہ عرصہ تک جاری رہی تو جرمن کے لاکھوں ... لڑائی کے بعد خاوندوں کا کوئی پتہ نہ ملیگا۔ ایسے آدمی جو شادی کرنے کیلئے قابل ترین تھے ان میں سے ... گذشتہ ہفتہ کے اخبارات میں مندرجہ ذیل شمار اور بیانات شائع ہوئے۔ گذشتہ تین سال کی جنگ میں جو اشخاص تلف ہوئے ان کا تخمینہ یہ ہے:

قریباً ۳۰۰۰۰۰۰ جرمن اور

قریباً ۲۰۰۰۰۰۰ فرانسیسی

لڑائی کے پہلے سال کے اختتام پر فرانس میں صرف ایسے محکمے تھے جنہیں بیواؤں کی تعداد مولودوں کی تعداد سے زیادہ تھی۔

قریباً دو لاکھ کم ہو گئے ہیں۔ تعداد پیدائش و اولاد میں بڑی محرومیت سے کم پیدا ہوئی۔ ایسے نوجوانوں میں نوجوان عورتوں کی نامتناسب زیادتی تعداد کی وجہ سے مسئلہ کثیر الازدواجی پیدا ہو رہی ہے۔ کیا اب تک نہیں آ گیا۔ کہ تمام یورپ کی بابت بھی اس قسم کا شمار دستیاب ہو۔ ہم کو نہ تو مقتولین جنگ کی ٹھیک تعداد بتائی جاتی ہے۔ اور نہ ہی ان موتوں کی تعداد شائع ہوتی ہے جو ویسے ہی بیماریوں سے واقع ہوتی ہیں اور باوجودیکہ ایک وقتی خوف سب پر طاری ہے لیکن ان نقصانات کی بابت جو جنگ کاری اور بیماریوں سے ہو رہے ہیں۔ ان کا کوئی ٹھیک پتہ نہیں دیا جاتا۔ اور یہ بیماریاں ایسی ہیں کہ معمولی ایام میں تو ہزاروں کو جان سے ہلاک کر ڈالتی ہیں۔ اور ہزاروں کو زندہ درگور بناتی ہیں۔ اور جنگ کے ایام میں تو ان کے مقتولین اور اسیروں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔

اسلام نے جو ایک بیوی پر اکتفا کرنے کی تعلیم دی ہے تو اس میں سچے طور پر اکتفا کرنا سکھایا ہے جیسا کہ ہندوستان کے مسلم کرتے ہیں۔ اور اگر یہ رواج دنیا سے اٹھ جائے۔ اور لوگ سچے طور سے ایک بیوی پر اکتفا کرنے لگ جاویں۔ تو اس سے بجائے اسلام کی شکست کے اسلام کو ایک فتح نمایاں حاصل ہو گی۔ دونوں طرح اسلام کی فتح ہی فتح ہے۔ اگر یورپ کی اقوام اپنی تخفیف شدہ آبادی کو پورا کرنے کیلئے اور بیماریوں سے بچنے کیلئے حقیقی طور پر کثیر الازدواجی اختیار کر لیں تو اس میں بھی اسلام کی فتح ہے۔ اور اگر وہ حقیقی طور پر اسلامی طریقے سے ایک بیوی پر اکتفا کریں تو اس میں بھی اسلام کی فتح ہے۔ بلکہ ایسے تمام اصحاب جن کو تثلیث جیسے لایعقل اور نہ سمجھ آنے والے مسئلوں سے جو عیسائیت بطور بجائے ایمان پیش کرتی ہے اطمینان حاصل نہ ہو۔ یا جن لوگوں کو کفارہ اور مسیح کے خون سے نجات حاصل ہونے کے مسئلے سے جو کہ بہت ہی غیر مہذب اور برے اخلاق کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور جن کو مسیح نے کبھی نہیں سکھایا تسلی نہ ہوتی ہو یا وہ لوگ جو ایک ایسے مذہب پر ایمان لانا چاہتے ہیں جو انسانی عقل اور دلائل کی بنا پر مبنی ہو جس کے اخلاقی قوانین قابل عمل ہوں۔ اور جن پر خود اس مذہب کے بانی نے عملدرآمد کر کے ان کا قابل عمل ہونا ثابت کر دیا ہو۔ یا وہ لوگ جو تمام نسل انسانی کو بلا امتیاز رنگ یا قوم یا ملک خدائے خالق و واحد کے جھنڈے کے ماتحت ایک عالمگیر محبت اور برادری کی رسی میں جکڑا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ الغرض وہ تمام مغربی احباب جو اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں ان کو ہرگز ہرگز کثیر الازدواجی کے ہوّے سے جس کو صرف شرارت کی بنا پر لازمی اور ضروری پیش کیا گیا ہے ڈرنا نہیں چاہئے۔ اسلام نے ہرگز ہرگز کثیر الازدواجی کو ایک لازمی

...جیسا بلکہ اسلام نے تعدد کی ترغیب بھی نہیں دی۔ اور حق تو یہ ہے کہ دنیا کے مذاہب میں
یہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جس نے ایک بیوی پر اکتفا کرنے کو شادی کا بہترین سلک بتایا ہے۔ اگر
...نیت میں صاف طور پر فواحدۃ کا حکم دیا۔ یعنی صرف ایک پر اکتفا کرو۔ اسلام کی
...تعلیم پیش کی۔ یہ آخری کتاب جو آخری نبی پر نازل ہوئی تمام اسلامی دنیا اس کا ایک لفظ بھی
...سکتی۔ تمام اُمت کے اجماع۔ حدیث اور خود نبی کریم صلعم کے تعامل کو بھی مانتے ہی بغیر کسی
...ان کا حق ہے کہ اس کتاب مقدس یا کلام اللہ یا الہام الٰہی سے نتیجے طلب کر سکے۔ اور اگر وہ اس
...ہی کے قانون کو ڈھونڈیگا تو اس پر روشن ہو جاویگا۔ کہ کہیں بھی کثیر الازدواجی مسلمانوں پر فرض
...ئی ہی +

[illegible]

کثیر الازدواجی ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر نسل انسانی کی ابتدا ہی سے عمل ہوتا چلا آیا ہے +
موجودہ زمانے تک نسل انسانی کا اکثر حصہ کثیر الازدواجی کو ایک قابل قدر اور قابل عزت اصول
مانتا چلا آیا ہے۔ نیز یہ کوئی مذہبی مسئلہ نہیں بلکہ معاشرت کا ایک قانون ہے۔ اور اس کا مرغوب
ہونا یا نفرت سے دیکھا جانا حالات زمانہ اور قومی ضروریات کے ماتحت ہوتا ہے +
فطرت انسانی اور حیات کی مقتضی ہے کہ مرد ایک سے زیادہ بیویاں رکھے۔ اور آج بھی ہر ایک قوم ملک
مذہب و ملت میں اس کا رواج ہے خواہ جائز طور پر یا ناجائز طور پر کھلم کھلا یا خفیہ +
خود ضرورت ذات نے اسکو برداشت کرلی ہے ورنہ اس کا وجود ممکن نہ تھا +
اس کو جائز طور پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور ناجائز طور پر بازاری خرافات اور زناکاری کے روکنے
کیلئے یہی ایک کارگر حربہ ہوسکتا ہے۔ اور کوئی اخلاقی اصلاح کنندہ اسکو رد نہیں کر سکتا جب تک
وہ اس بات کا ذمہ دار نہ ہو کہ وہ انسانی زندگی کے بعض حالات کے ماتحت جو کہ ہر وقت پیدا ہو سکتے ہیں
اس پر چشم پوشی کرتا ہے +
روئے زمین کے کسی مذہب نے اور عیسائیت نے بھی اس کو منع نہیں کیا۔ اور یہ عیسائی پادریوں اور
...علماء کی سراسر بے انصافی ہے کہ وہ اپنے مذہب کی آڑ میں مشروط کثیر الازدواجی کو
ناجائز قرار دیتے ہیں +

(۷) سوائے نبی کریم خاتم النبیین کے کسی اور مذہبی پیشوا نے کبھی ایک شخص کی [illegible] کی حدبندی کی ہے۔ اور اسکے متعلق قانون بنائے اسلام نے کثیر الازدواجی کیلئے شرطیں لگا کر ایسے قانون بنائے جو ہر طرح مفید اور موثر ثابت ہوئے ہیں +

(۸) سوائے قرآن کریم خاتم الکتب کے کسی اور الہامی کتاب نے ایک بیوی پر اکتفا کرنے کی تعلیم نہیں دی +

(۹) کثیر الازدواجی خود بخود مٹتی چلی جاتی ہے۔ اگر خونریز جنگیں یا کوئی اور اسی قسم کا باعث اسکو رائج نہ کرے۔ اور قومی بہتری کیلئے اسکو پھر رائج نہ کرے یہ سب بہتر ہے۔ اگر حالات زمانہ ضروریات قوم اس کے قائم ہونے کی مقتضی ہوں تو اسلامی قوانین کے ماتحت اسکو جائز رکھا [illegible] ورنہ ہر جگہ اسلامی طور سے ایک بیوی پر اکتفا کرنی چاہئے +

(۱۰) کثیر الازدواجی کوئی خاص اسلامی مسئلہ نہیں۔ ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کو بہ نسبت کثیر الازدواجی کے اسلام سے زیادہ تعلق ہے +

ایام حج میں مکہ معظمہ کا منظر

حضرت ابراہیم کی دعا اور اُس کا استجابت

(خطبہ عید الضحیٰ از جناب خواجہ کمال الدین صاحب)

پانچ ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا کہ تمام قوموں کے جد امجد حضرت ابراہیم نے اپنے آپ کو [illegible] کے پاس مکہ میں خدا کے سب سے پہلے گھر کی مشترک عبادت کے لئے [illegible] بنایا۔ حضرت ابراہیم اس [illegible]

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ہدی للعالمین (ترجمہ) عبادت کے لئے جو پہلا گھر ٹھہرایا گیا۔ وہ یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور دنیا جہان کے لوگوں کیلئے موجب [illegible]

قرآن سورۃ ۳ آیت ۹۵)

مندرجہ بالا آیت میں مکہ کے معبد کعبہ ہی کو خلق کی عبادت کا پہلا گھر کہا گیا ہے [illegible] حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تشریح میں لکھتا ہے [illegible] صاحب [illegible] کے حالات ہمسائے عرب [illegible] ہیں۔ یہ الفاظ یقیناً کعبہ شریف کی طرف اشارہ کرتے ہیں [illegible]

کو اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے بچے اسمٰعیل کو وہیں چھوڑنا پڑا جو تپتی ریت سے چٹیل
جنگل سنسان تھا جہاں وہ اسمٰعیل کے ساتھ رہیں۔ ان کو اس زمین کے ذریعے بسنے کیلئے سبزی کا
چھوڑ کر آنا پڑا ہو گا اگرچہ حضرت ابراہیم کو اسباب کا وعدہ دیا گیا تھا کہ ان کی نسل
بہت بڑی طاقتور اور عظیم النسل قوم ہو گی۔ تاہم اس کے دونوں کی وحشت اور
تنہائی کی وجہ سے باپ حضرت ابراہیم کے دل رنج و قلق سے بھر گیا اس کا
بیان قرآن میں درج ہے انہیں اپنے دل کا غبار نکالا +

ابراھیم رب اجعل ھذا البلد امنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام
اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانک
ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم
الصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرت
ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن وما یخفی علی اللہ من شیء
ولا فی السماء الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل واسحٰق ان ربی
رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء ربنا اغفر لی
وللمؤمنین یوم یقوم الحساب (سورۃ ۱۴ آیت ۳۵ تا ۴۱) ترجمہ۔ جب ابراہیم نے

عالمگیر طور پر کیا گیا ہے روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بہت اوائل زمانوں سے لوگ کعبہ
اور طواف کے لئے آتے رہے ہیں۔ اور لوگ ہر سال یہاں عرب کے ہر کونے سے یمن و بذرامانت سے
کے ساحل سے سیریا کے ریگستان سے حیرا اور بصرہ کی دور دور کی سرحدوں سے الغرض
سے آتے رہے ہیں ایسی عالمگیر عظمت حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ اس کی ابتدا
زمانے میں ہوئی ہو۔ بائبل کی کتاب پیدائش میں ہاجرہ اور اسمٰعیل کی جلاوطنی کا ج
نہایت مختصر ہے لیکن بائبل کا بہ تفصیل بیان کرنا کہ حضرت ابراہیم نے انکو ایک مشک پانی
دیکر روانہ کیا گویا کہ وہ کسی قریبی گاؤں میں ہائش اختیار کرنے چلی تھی دور از قیاس معلوم ہوتا ہے
اپنے رقیب کو اس عاجز و ملول کے ساتھ جلاوطن کر کے چین نہیں آسکتا تھا۔
حضرت ابراہیم کے ہمراہ ہاجرہ و اسمٰعیل اس جگہ آنے کی بابت مشہور ہے جہاں اب
[illegible]

دعا کی۔ اے میرے پروردگار اس شہر (مکہ) کو امن کی جگہ کر اور مجھکو اور میری نسل کو دیگر ابھی) سے بچا
کر (وہ کہیں) لگیں بتوں کو پوجنے۔ اے میرے پروردگار کچھ شک نہیں کہ ان بتوں نے اکثر لوگونکو
گمراہ کیا۔ تو جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان
ہے۔ اے ہمارے پروردگار میں نے تیرے معزز گھر (خانہ کعبہ) کے پاس ان بیابان میں جہاں کھیتی نہیں
اپنی کچھ اولاد لاکر بسائی ہے۔ تاکہ اے ہمارے پروردگار یہ لوگ یہاں نماز پڑھیں تو ایسا کر کہ لوگوں کے
دل ان کی طرف کو مائل ہوں۔ اور دوسرے ملکوں کی پیداوار سے تو ان کو روزی دے۔ تاکہ تیرا شکر
کریں۔ اے ہمارے پروردگار جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں تجھ کو (سب) معلوم ہے۔ اور
اللہ پر کوئی چیز چھپی نہیں رہتی نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ خدا کا شکر ہے جس نے مجھ کو باوجود
بڑھاپے کے اسمٰعیل اور اسحٰق (دو بیٹے) عنایت کیئے۔ کچھ شک نہیں کہ میرا پروردگار دعا کو سننے والا ہے
اے میرے پروردگار مجھ کو توفیق دے کہ میں نماز پڑھتا رہوں اور میری اولاد کو بھی (توفیق دے)
اے ہمارے پروردگار میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے پروردگار جس دن حساب ہونے لگے مجھ کو اور
میرے ماں باپ اور سب ایمان لانیوالوں کو بخش دیجیو) +

یہ دعا اپنے رنگ میں لاثانی ہے۔ کیونکہ اسمیں ایسی باتوں کے پورا ہونے کیلئے مانگی گئی ہے جو دنیا کے
ناممکنات میں سے تھیں۔ اگر ایسی دعائیں قبول ہو جاویں جو سہولت سے حاصل ہو سکتی ہوں تو وہ استجابت دعا
کا کوئی ثبوت نہیں بن سکتیں لیکن اگر ایسی چیزوں کیلئے دعا مانگی جائے جو انسانی احاطہ طاقت سے باہر
ہیں۔ اور جن کے حصول میں سر توڑ مشکلات ہوں اور وہ قبول ہو جاویں۔ تو وہ اس بات کی کامل شہادت
ہیں کہ خدا واقعی سمیع اور قدیر ہے۔ اور ابراہیم کی دعا اسی قسم کی ایک دعا تھی۔ وہ اپنے اہل و عیال کو
ایک ایسی وادی میں بساتا ہے جہاں نہ کھیتی ہو سکتی ہے۔ اور نہ خودرو پیداوار ہے جو آج تک اس بنجر
حالت میں رہا ہے۔ اور باوجود اس کے وہ اپنی صحرائی نسل کے واسطے پھلوں کی روزی مانگتا ہے۔
عرب کی سرزمین ایسی تھی اور ہے کہ اسمیں گرد و نواح کے لوگونکو وہاں بلانے کیلئے کوئی ترغیب دہ بات
نہیں اور نہ اسمیں کوئی ایسی خوبی ہے جس سے کسی فاتح کے دہن حرص میں پانی بھر آئے نہ ہی اسمیں

بقیہ حاشیہ ہے وہ بائبل کے قصے سے بالکل الگ اور مختلف ہیں۔ اور اگر ان دونوں کو مد نظر رکھکر نتیجہ حقہ نکالا جاوے
تو قرآنی آیات بالکل صادق مصدق ٹھیرتی ہیں (ترجمہ از قرآن حضرت مولوی محمد علی صاحب) +

کوئی قدرتی مناظر ایسے تھے جس کے حصول کیلئے دنیوی فوائد کے طالب اس کی چھان بین کرتے اور اسکے ناقابل گذر ہونے کی خاصیت کو دور کرتے لیکن باوجود ان سب مشکلات کے حضرت ابراہیم چاہتے ہیں کہ اسکو تمام روئے زمین کا مرکز بنا دیا جائے۔ اور دعا یہ کرتے ہیں کہ اے خدا لوگوں کے دلوں میں اس ملک کے باشندوں کیلئے ایک انس اور عشق پیدا کر دے۔ یہ ایک یقینی امر تھا کہ ایک ایسی بنجر سرزمین میں جس میں کوئی جہاں بیرونی علم اور روشنی کو نفوذ کرنے کیلئے دقتیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہالت اور بت پرستی کا مرکز بنی رہتی لیکن پیغمبر سعید والد خواہش کرتا ہے کہ اسکی اولاد بتوں کی پرستش سے محفوظ رہے۔ یہ ایک ایسی دعا تھی۔ جس کا پورا ہونا قریباً ناممکن تھا لیکن یہ دعا ایک ایسی ہستی سے کی گئی تھی جس کے سامنے ناممکنات واقعات اور مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ اور یہی ہستی باری تعالیٰ کا ایک زبردست اور مضبوط ثبوت ہے۔ حضرت ابراہیم کی یہ دعا کے الفاظ حرف بحرف ہزارہا سالوں تک پورے نہ ہوئے بلکہ بالمقابل اس کے اسکی اولاد کے اعمال اس کی دعا کے بالکل برخلاف اور متضاد مشاہدہ ہوئے حتےٰ کہ وہ توہمات اور بت پرستی میں بطور ضرب المثل پیش کیئے جانے لگے۔ لیکن یہ الفاظ ایک نبی کی دعا تھی بھلا کس طرح پورے ہونے بغیر رہ سکتے تھے۔ وہ دفعہ آرہا تھا جب کہ وہ پتھر جس کو راجگیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ اسلیئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لیلی جاویگی۔ اور ایک قوم کو جو اسکے میوے لاوے دیجاویگی (متی باب ۲۱ آیت ۴۲ و ۴۳) وہ ساعت آن پہنچی جبکہ خداوند نے کوہ فاران* سے اپنا تجلی نور روشن کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین مکہ معظمہ میں مبعوث ہوئے۔ وحی من اللہ کے ماتحت آپ نے اپنے ہموطنوں کو اپنے جد امجد کی وہ دعا جو اُن کی روایات میں موجود تھی یاد دلائی۔ اور اُن کو یہ بشارت دی کہ آپ کے وجود اور بعثت میں وہ دعا پوری ہوئی ہے۔ اور آج سے تین سال پہلے جبکہ میں حج کرنے گیا تو میں نے اپنی آنکھوں سے اس کا ثبوت دیکھا۔ ایک ایسی سرزمین جو آج تک بنجر ہے وہاں کے باشندے دنیا کے ہر حصے کے پھل اور میوے کھاتے ہیں۔ اگر ایسی سرزمین جس میں کوئی قدرتی منظر ایسا دلکش نہیں کہ جس کی وجہ سے لوگ وہاں جائیں وہی خطہ زمین تمام قوموں کا مرکز اور جائے زیارت بنا ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم کی خواہش تھی۔ کہ لوگوں کے دلوں میں ایک عشق اور امنگ اسکے واسطے پیدا ہو جائے تو کیا ہر ایک مسلم خواہ وہ دنیا کے

* اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا (استثنا باب ۳۳ آیت ۲)

کسی حصہ میں آباد ہو یہ امنگ اور خواہش نہیں رکھتا کہ وہ مکہ معظمہ کی زیارت کرے اور اپنے متاع سے کچھ میوہ جات ابراہیم کی اولاد کو کھلانے کے لئے لینا چاہے۔ حضرت ابراہیم کے ان الفاظ کو نبی کریم کے دل کی تڑپ فرض کر لو۔ اور اگر یہ لفظاً لفظاً پورے ہو جاویں تو کیا ہم کو ایک ایسے طاقتور دست قدرت کا ثبوت نہیں ملتا جو اسباب کو خوب جانتا ہے کہ کس طرح واقعات اور ذرائع کو اس دعا کے پورا کرنے کیلئے جو اس سے مانگی ہے اکٹھا کرنا چاہئے۔ اس بزرگ باپ نے ایک یہ بھی خواہش کی تھی "میری اولاد کو بت پرستی اور شرک سے بچائیو"۔ اور کیا بیت اللہ شریف کو دست قدرت کی ایک ہی جنبش نے بتوں سے ایسا کامل طور پر صاف اور پاک نہیں کر دیا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ گذشتہ زمانے کی جہالت آمیز بت پرستی سے قطع نظر کر کے کیا یہ ہم نہیں دیکھتے کہ ان صحرائی بدوؤں اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں نے اس مہذب شرک کے آگے بھی تسلیم خم نہیں کیا جس کے آگے ترقی یافتہ مغربی لوگ اس تہذیب اور ترقی والی بیسویں صدی میں سر جھکائے مارتے ہیں۔ حضرت ابراہیم فرماتے ہیں "اے خدا میں نے اپنی اولاد کو تیرے متبرک گھر کے قریب بسایا ہے۔ تاکہ وہ نماز کو قائم کریں۔" تمام دنیا میں صرف ایک ہی بشر ہے جس نے نماز کے عمل کو ہمیشہ کے لیئے سرسبز اور بارونق کر دیا ہے۔ اور وہ حضرت ابراہیم کا بیٹا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے نماز کو روحانی غذا بنانا چاہتے ہیں اسواسطے فرمایا۔ "انسان کی زندگی صرف خوراک پر منحصر نہیں بلکہ ہر اس لفظ پر جو اللہ کے منہ سے نکلے"۔ لیکن کتنی شرم اور عبرت کی بات ہے کہ بقول جرنیل گارڈن آف خرطوم آپ کے مغربی پیرو خوراک کی پرواہ نماز سے بہت ہی زیادہ کرتے ہیں۔ یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی کام تھا کہ آپ نے اس اصول کو عملی جامہ پہنایا جس کی تعلیم نبی ناصری دینے آیا تھا۔ آپ نے اپنے پیروں پر فرض کر دیا۔ کہ وہ دن میں پانچ دفعہ اپنی روح کو غذا پہنچائیں۔ اور کیا یہ ایک عجیب بات نہیں کہ تمام روئے زمین پر بیت الحرام ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں پورے چوبیس گھنٹے خدا کی عبادت ہوتی رہتی ہے۔ میں نے گرجا دیکھے۔ ہندوؤں کے مندر۔ بدھ مذہب والوں کے معبد۔ مسجدیں۔ الغرض مختلف قسم اور مختلف مذاہب کے جائے پرستش دیکھے ہیں۔ وہ عبادت کے لئے کھلتے ہیں۔ اور دن کے کچھ حصے کیلئے بند کر دیئے جاتے ہیں لیکن مکہ معظمہ میں جانے سے معلوم ہوگا۔ کہ اس متبرک گھر میں ہر وقت رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنیوالوں کا

مجھے شاہد رہنا ہے کہ میں جو کچھ مدت مکہ معظمہ میں رہا تو اپنی خواہش کو پورا کرنے کیلئے دن رات کے قریباً ہر گھنٹے میں وہاں گیا لیکن مجھے کوئی ایک لمحہ بھی ایسا یاد نہیں پڑتا جس وقت میں نے لوگوں کو اسکے اندر نماز اور طواف کرتے نہ دیکھا ہو۔ مدینہ منورہ کی مسجد کا دروازہ بھی رات کے گیارہ بجے سے لیکر تین بجے تک بند ہو جاتا ہے لیکن بیت الحرام کے دروازے دن رات اپنے پرستاروں کیلئے کھلے ہیں۔ اور نہ صرف حج کے دنوں میں ایسا ہوتا ہے۔ بلکہ تمام سال بھر یہی نظارہ رہتا ہے +

حضرت ابراہیم کے دل کی یہ امنگیں جس کے پورے ہو جانے سے ہم کو دعا کی کے استجابت اور ہستی باریتعالیٰ پر ایک مضبوط ثبوت ملتا ہے۔ آپکی اور دلی خواہش کا پتہ دیتی ہیں۔ ایک باپ جس کی اولاد نے اللہ تعالےٰ کے وعدہ کے مطابق دنیا کے چاروں طرف پھیلجانا تھا فطرتاً یہ خواہش کریگا۔ کہ اسکی نسل کے مختلف فروع ایک عالمگیر برادری میں منسلک ہوں۔ اور ایکدوسرے کو ملنے کیلئے ان کا ایکمرکز ہو۔ اس بزرگ اور پاک باپ کے الفاظ یہ تھے۔ ایجدا لوگوں کے دلوں میں ان کیلئے ایک عشق پیدا کردے۔ اور ان کیلئے میوہ جات مہیا فرما۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ مکہ معظمہ کو تمام اقوام کے اکٹھا ہونے کا مرکز بنانا چاہتا تھا۔ اس سرزمین کے باشندے جہاں کسی پھل کا نام و نشان تک پیدا نہیں ہوتا آج دنیا کے ہر قسم کے میوے اور پھل کھاتے ہیں۔ کہاں ہے وہ مسلم جس کے دل میں مکہ معظمہ کی زیارت اور بیت الحرام کے طواف کی امنگ نہ ہو خواہ وہ کیلیفورنیا میں ہو یا برازیل میں۔ آسٹریلیا میں ہو یا جاپان میں +

جو لوگ الہام یا دعا کے قائل نہیں ان کے غور کرنے کیلئے کس قدر عظیم الشان یہ نشان ہے۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دنیا کے ہر کونے کے لوگ گروہ در گروہ اس بلدالامین یعنی مکہ معظمہ کی طرف آئے۔ سن ہجری کے آخری مہینے ذی الحجہ کی نویں تاریخ تھی جبکہ قریباً چار لاکھ آدمی جنہیں چین فلپائن میلے برہما ہندوستان افغانستان بلوچستان مصر روم۔ ایشیا اور انگلینڈ ان سب ملک سے آئے ہوئے لوگ شامل تھے۔ یہ سب مکہ سے چلکر منا کی طرف چلے۔ یہ مقام مکہ سے چھ میل پر واقع ہے۔ اور روایات کے بموجب حضرت ابراہیم حضرت اسمٰعیل کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کیلئے یہاں ہی لائے تھے۔ ہم سب نے رات وہاں بسر کی۔ اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد ہم میدان عرفات کیطرف چلے۔ یہ مقام منا سے قریباً چھ میل پر ہے۔ اور یہیں مسلمانوں کا حج ہوتا ہے

اور یہاں دوپہر ہونے سے پہلے پہنچنا ضروری ہے۔ یہ ایک بہت ہی عظیم الشان جلوس تھا جو کم از کم بیس میل تک پھیل سکتا تھا۔ اسمیں اونٹ گھوڑے۔ خچر۔ گدھے سب قسم کی سواریاں تھیں جن پر حاجی لوگ اپنی منزل مقصود کو جا رہے تھے۔ اور بعض بعض جگہ گاڑیاں بھی تھیں۔ اور نصف سے زیادہ لوگ پا پیادہ جا رہے تھے۔ ان کے رنگ ان کی زبان ان کی قوم سب مختلف تھیں۔ ان کے رتبے اور درجے یکساں نہ تھے لیکن باوجود اس اختلاف کے سب کے سب ایک برادری کی مضبوط رسی سے بندھے ہوئے تھے اور خدا کی توحید پر ایمان لانے کے سچے جوش سے معمور تھے اور انسانی مساوات کا عملی ثبوت دے رہے تھے۔ خاندانی عظمت یا دولت اس جگہ اپنے مالکوں کی عزت اور رعب بڑھا سکتیں ہیں جہاں دوسروں کو ان کا پتہ ہو۔ لیکن قیمتی پوشاک اور اعلیٰ لباس اجنبیوں میں بھی رعب اور اثر جما سکتے ہیں لیکن خدا کی کامل فراست نے تمام ان اختلافات کو دور کرنے کیلئے جو انسان نے خود بنا لئے ہیں اور تمام انسانوں میں مساوات دکھانے کیلئے مکہ معظمہ کی پاک گرد و نواح میں حج کے ایام میں اسکی اجازت بھی نہیں دی۔ اور حکم دیدیا کہ ہر ایک حاجی خواہ اس کا رتبہ کچھ ہی ہو شاہ ہو یا گدا اس پر فرض ہے کہ مکہ کی پاک حدود میں داخل ہونے سے پہلے تمام پوشاکوں اور لباسوں کو خیرباد کہے اور دو سفید چادریں جن کو احرام کہتے ہیں پہن لے۔ ایک سے تو اپنی ٹانگیں اور دوسری سے باقی جسم ڈھانکے اور اس حکم سے اختلاف مراتب کے آخری ذریعہ کو بھی مٹا دیا ہے۔ ذرا اپنے ذہنوں میں یہ نقشہ تصور کرلو کہ لکھوکھا مرد اور عورتیں جو مختلف مدارج اور مرتبے رکھتے ہیں سب کے سب ایک ہی عاجزانہ لباس پہنے ہوئے ہیں ان میں اعلیٰ ادنیٰ کی کوئی تمیز نہیں۔ وہ کئی مہینوں تک دن رات خدا کی راہ میں اسطرح بسر کرتے ہیں۔ جیسے وہ سب ایک رتبے اور ایک درجے کے آدمی ہیں۔ اور وہ ایکدوسرے کو خطاب جو کرتے ہیں تو عمر یا تذکیر تانیث کے لحاظ سے ایکدوسرے کو باپ۔ ماں۔ بہن۔ بھائی۔ بیٹی کہہ کر پکارتے ہیں بہت سے خوبصورت چہرے جن میں حسن زنانہ کی پوری دلربائی تھی وہاں موجود تھے لیکن کوئی بدی کا خیال تک انکے نزدیک بھٹکتا تھا۔ اور وہ غیر مرد کی نگاہ اور تاڑ سے اس طرح محفوظ تھیں جس طرح پردے میں۔ وہاں تمام آنکھیں نیچے کی طرف جھکی ہوئی تھیں اور نگاہیں پاؤں پر گڑی ہوئی تھیں دل تمام شہوانی خیالات اور بری خواہشات سے پاک اور نیلے لوث تھے۔ ایک بات جو ہمیشہ کیلئے میرے دل پر کالنقش فی الحجر ہوگئی وہ یہ تھی کہ اس وسیع انسانی طوفان میں ہر ایک آدمی شجاعانہ اور با امن رویہ اختیار کرتا تھا

موجود ہیں جو سب ایک معین مقام پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان میں سے اکثر پیادہ تھے اور معمول مقصد پر ایک معین وقت سے پہلے پہنچنا تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے کوئی دھکم دھکا یا گمان نہ تھا۔ اس دن ہر جگہ عورتوں اور بچوں کو ترجیح و سہولت دیجاتی تھی۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ غیر مہذب اور نیم وحشی لوگ جو وسط افریقہ سے آئے ہوئے تھے وہ بھی اس قاعدے پر بڑی پابندی سے عمل پیرا تھے ہاں ایک چیز ایسی تھی جس کو میری آنکھیں حج کے تینوں ایام آخر میں برابر ڈھونڈتی رہیں لیکن اس کو نہ پا سکیں میرا مطلب وہ صاحب جو ہر انسان ہے جو ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔ اور دینی دُنیوی غرض ہر ایک اجتماع کو اپنی حاضری سے مشرف کرتا ہے۔ یعنی پولیس مین یا سپاہی۔ مجھے سخت حیرت ہوئی جب مجھ کو یہ کہا گیا کہ ایام حج میں ان حضرات کی کبھی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوئی۔ شاید خدا کی بادشاہت ان ایام میں آسمان سے نیچے اُتر آتی ہے۔ اور اس گروہ عظیم کو جس میں مختلف قوم و ملک کے باشندے ہوتے ہیں ان میں امن قائم کر دیتی ہے کہ ہمارے تمام فطرتی گناہ اور جرم کی رغبتیں ان ایام میں دب جاتی ہیں۔ اور ہم کم از کم اس مدت کیلئے فرشتہ خصال بن جاتے ہیں ورنہ کیوں حاکمان مکہ اس آسانی سے حفظ امن کے قائم کرنیوالوں اور انتظام کے ضروری عنصروں سے خدمات لینے کی ضرورت سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔ جو آپ کا دل چاہے اس سے نتیجہ نکال لیں۔ لیکن میری چشم جوینده نے معمولی سے معمولی شرارت کا ایک شمہ بھی نہ دیکھا۔ مجھے مذہبی اور دنیاوی مسلم اور غیر مسلم ہر قسم کے میلوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ ہندوستان میں بھی مغربی ممالک میں بھی بہت سے اجتماع میں نے مختلف مقامات پر دیکھے ہیں لیکن میں نے ایسی کوئی جگہ نہ پائی جہاں پولیس کا زبردست ہاتھ انتظام کیلئے موجود نہ ہو۔ اور ان تین ایام حج میں بیت الحرام کی حدود کے اندر ان صاحب کی غیر حاضری ایک کافی ثبوت ہے کہ کم از کم مذہب انسانوں کو فرشتہ خصال بنا سکتا ہے اور ان کے دلوں میں وہ عالمگیر مساوات اور انسانی ہمدردی پیدا کر سکتا ہے۔ جو گناہ اور جرم کو نیست و نابود کر سکتی ہے کیونکہ ہمدردی اور برادری اسی وقت تک رہ سکتی ہے جبکہ ہم دوسروں کی خاطر اپنی ضروریات قربان کر دیں یہی ایک طریق ہے جس سے مختلف اور متضاد عنصر یکمشت طور پر جمع ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ روح مردوں میں پیدا ہو جائے تو آج ہی گناہ کا نام و نشان تک معدوم ہو جائے۔ پرائے مال پر نگاہ ڈالنا اور اس کے پانے کی آرزو کرنا یہی تمام جرم اور گناہ کے ارتکاب کی وجہ ہے۔ تمام کریہ اعمال کی اصل آرزو و حرص ہے یہی دست درازی کی ترغیب دیتی ہے اور جرم کا بیج ڈالتی ہے۔ بھلا پرائے مال کی خواہش کا خیال تک بھی ایسے

آدمی کے دل میں پھٹکنے نہیں پاتا جو اپنی ضروریات کو دوسروں کیلئے قربان کرنا اپنا فرض اولین سمجھے اور یہی مذہب اسلام کی تمام فقہ کا لب لباب ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون (جب تک خدا کی راہ میں وہ چیزیں نہ خرچ کروگے جو تم کو عزیز ہیں۔ کامل نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے) یہ تعلیم تھی جو اس گرد و نواح میں جلوہ گر تھی۔ اور جس کا لازمی نتیجہ گناہ کا نیست و نابود ہو جانا ہے۔ اور اگر گناہ کے اژدہا کو ہم بذات خود بغیر صلیب کے دست نگر ہونے کے کچل سکتے ہیں۔ تو اس میں کیا ہرج ہے۔ ان واقعات کے ماتحت کیا ایک مسلم کا یہ حق نہیں کہ وہ یہ ایمان رکھے کہ حج کرنے سے تمام گذشتہ اعمال معاف ہو جاتے ہیں۔ اگر ایک ایسی روح جس کا میں نے ذکر کیا ہے اور جس کو میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے انسان پر حاوی ہو جائے۔ اور کم از کم ان ایام کے لئے اس کے نفس پر غالب ہو جائے تو کیا اس کے گذشتہ گناہ اس سے دور نہیں ہو گئے۔ اور نیکی اور تقویٰ کی ایک نئی زندگی اختیار کرنے کے قابل وہ نہیں ہو گیا۔ میری دلی خواہش ہے کہ مسلمان ایکدوسرے سے ہمیشہ ویسا ہی برتاؤ کریں جس طرح میں نے انکو ان تین ایام میں جو مجھے تمام عمر نہ بھولیں گے کرتے دیکھا۔ اور اگر وہ ایسا برادرانہ رویہ اختیار کریں تو نبی کریم کا با امن اور باہمی الفت کا زمانہ پھر میسر آ جانا کوئی مشکل بات نہیں۔ میں نے خدا کی بادشاہت کو کوہ فاران کے دامن میں مسلط دیکھا۔ اور میرا ایمان اس بات پر اور بھی قوی ہو گیا کہ ضرور بالضرور نبی کریم کے وقت بھی خدا کی بادشاہت عرب میں مسلط ہو گی۔ کیا آپ کے وہم و گمان میں بھی ایسی حکومت یا سلطنت آسکتی ہے جسمیں امن قائم کرنے کیلئے پولیس یا دیگر لوازمات کی کوئی ضرورت نہ ہو۔ لیکن دنیا اس بات کی شاہد ہے کہ مدینہ میں جب نبی کریم وہاں گئے تو اسی قسم کی حکومت وہاں قائم ہو گئی۔ ان دنوں میں جرم تو بالکل معدوم ہو چکا تھا۔ اور جب کبھی بدقسمتی سے کوئی کمزور دل انسان کسی بری خواہش کے ارتکاب کا شکار ہوتا تو وہ فوراً ہی ایک دو دن کے اندر اندر اپنے جرم کا اقبال کر لیتا اگرچہ کسی انسان نے اسکو وہ جرم کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تھا۔ نبی کریم کے صحابہ کرام عملی رنگ میں خدا کو حاضر و ناظر مانتے تھے اور اسی وجہ سے پولیس کی تحقیقات کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ مجرم کی گرفتاری کیلئے ہتکڑیوں کی ضرورت نہ تھی۔ خود مجرم اپنے آپ کو گرفتار سمجھتا تھا۔ جھوٹ ڈھونڈنے سے نہ ملتا تھا۔ اس واسطے مقدمات کے فیصلوں کے لئے موجودہ لمبی چوڑی قانونی کارروائی کی حاجت نہ پڑتی تھی۔ دعوے کے ثبوت کے لئے گواہوں کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی۔ نہ کوئی اقرار واقعات

اور نہ کوئی تنقیح طلب امور رہ جاتے تھے ایک طرف تو ٹھیک اور سچے دعوے اور الزام پیش کئے جاتے تھے اور دوسری طرف اقبال اور اعتراف کیا جاتا تھا۔ الغرض یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ خداوند عالم خود ہر جگہ حکمران ہے اور حضرت مسیح کی یہ دُعا کہ تیری بادشاہت آوے"۔ اور جو ان کو دیکھنی نصیب نہ ہوئی تھی وہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود بابرکت سے پوری ہوئی +

اسلام اور موجودہ علمی تحقیقات

(از مرماڈیوک پکتھال صاحب)

آپ سے یہ عرض کرنے کے بعد کہ میرے لیکچر کا مضمون موجودہ علمی تحقیقات ہوگا جب میں نے اس پر غور کیا تو یکایک میں نے یہ محسوس کیا کہ نہ مجھے تو موجودہ تہذیب و تحقیقات زمانہ کا مفہوم بھی معلوم نہیں اس سے میرا مطلب صرف وہ کوشش تھی جو گذشتہ چند سالوں میں مختلف مذاہب میں اسبات کے لئے کی گئی ہے۔ کہ اپنے اپنے عقائد پر موجودہ علمی خیالات کے ماتحت لفظ چینی کیجائے اور ساتھ ہی ان پر ایمان بھی قائم رکھا جاوے مثلاً بہت سے عیسائی صاحبان نے انجیل پر لفظاً لفظاً ایمان رکھنا ترک کر دیا ہے۔ حتے کہ بعض تو پرائیویٹ گفتگو میں یہ اقرار بھی کر لیتے ہیں کہ مسیح کی خلقت اور ہستی پر بھی ان کو شک ہے۔ مگر وہ برابر کلیسیا کے قوانین کی تقلید کرتے ہیں۔ اس کے عقائد کو اندھا دُھند تسلیم کرتے ہیں۔ اور ایک عجیب اور نرالی طرز سے عیسائیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان آدمیوں سے قطع نظر کر کے جو بالکل دنیا میں غرق ہیں ایک موجودہ یہودی بھی اپنے عقائد سے مُنہ پھیر لیتا ہے لیکن ساتھ ہی موسوی شریعت کو بڑی تعظیم سے دیکھتا ہے اور اس کا ادب کرتا ہے۔ یہ لوگ ایک لاادری کو کہہ سکتے ہیں کہ بھلے میاں ہمارا ذکر کیوں تم بالکل چھوڑ دیتے ہو۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم کو ایک مسئلہ میں شک بھی ہو اور ساتھ ہی ہم کو اس پر ایمان بھی ہو۔ یہ ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن اکثر لوگ اسکو بہت آرام دہ خیال کرتے ہیں۔ اور بہت سی نئی اختراعات اور ترقیات کیے آگئے جس سے ایک پکا مومن اور ایک پکا لاادری دونوں چونک پڑتے ہیں وہ بڑی سہولت سے تسلیم کر دیتا ہے عیسائی یورپ کی آنکھ اب ان سچے مسجود ان حق پر ہے جو صدق دل سے طالب حق ہیں نہ کہ اس قسم کی مرد یا عورتوں پر جو اپنے ضمیر کو ایک گہری نیند سُلا دیتے ہیں۔ جو کچھ

بھلائی موجودہ تہذیب میں ہے۔ اور اسمیں شک نہیں کہ لفظی نقطہ خیال سے تو ضرور اسمیں کچھ نہ کچھ بھلائی ہے
خیال اور رائے کی آزادگی کی وجہ سے ہے جو صرف مذہبی رہنمائی اور مادی اصولوں کی عدم موجودگی کی وجہ
سے اسمیں نقص واقع ہو جاتا ہے۔ یہ تو آپ خود مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ عیسائی کلیسیا اپنی طاقت اور دبدبہ
کلیۃً کھو بیٹھا ہے۔ اور جب ان کا دور دورہ تھا۔ ان دنوں وہ اپنی خود غرضانہ حرص اور تعصب کے لئے ضرب المثل
تھے۔ یورپ عموماً تو یہ کرتا ہے کہ تمام دنیا کی قسمت کی کنجی اس کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن کیا مزے کی بات ہے
کہ خود اپنے اوپر قابو نہیں پا سکتا۔ آخر اس کی وجہ جو جلوہ ہے کہ ان میں کوئی ایسا شخص نہیں جو غور کرے۔ انکے
پاس کوئی ایسا مذہب نہیں جس پر ایک انسان دلیل کے ساتھ ایمان لا سکے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کائنات کے
مالک جس کی مرضی کے آگے ہم کو طوعاً و کرہاً جھکنا پڑتا ہے اسکی ہستی پر ایمان نہیں رکھتے۔ اگر آپ ٹھنڈے دل سے
اس پر غور کرینگے تو ضرور میری رائے کے ساتھ اتفاق کرینگے +

تمام لوگ پکار رہے ہیں کہ ایک جدید مذہب کی ضرورت ہے۔ جدید مذہب کی پکار کانوں کو کچھ عجیب سی
معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ صرف ایک ہی سچا مذہب ہے اور ہمیشہ سے رہا ہے جس طرح کہ صرف ایک سچا خدا ہے اور رہے
دیگر مذاہب صرف گمراہ شدہ انسانوں کے فاسد خیالات کا نتیجہ ہیں۔ ابراہیم موسیٰ عیسیٰ اور بدھ کا بھی
اور ان تمام مذہبی استادوں کا جن کے پیرو آجکل بت پرستی کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔ ان سب کا
مذہب ایک ہی تھا یعنی مذہب محمدیہ اسلام۔ خدا کسی ایک مخصوص محدود قوم کا رب نہیں جس طرح کہ
یہودی لوگ مانتے ہیں نہ ہی وہ صرف تمام نسل انسانی کا رب ہے جس طرح بہت سے مذہبی آدمی اعتقاد رکھتے
ہیں۔ بلکہ وہ سب مخلوق اور سب عالموں کا رب ہے +

اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السموات و
ما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما
خلفھم ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السموات
والارض ولا یئودہ حفظھما وھو العلی العظیم **ترجمہ**۔ اللہ کے سوا کوئی معبود
نہیں زندہ قائم رکھنے والا ہے نہ اسکو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ اس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
زمین میں۔ کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اسکی جناب میں سفارش کرے۔ جو کچھ لوگوں کے پیش ہے اور جو
کچھ ان کے بعد ہے وہ اسکو معلوم ہے۔ اور لوگ اسکی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں رکھتے۔ مگر

جس کو وہ چاہے۔ اسکی کرسی آسمان و زمین پر حاوی ہے۔ اور آسمان و زمین کی حفاظت اس پر گراں نہیں وہ عالیشان عظمت والا ہے۔ تمام چیزوں کی پرورش وہ ایک ہی طرح کرتا ہے فرمایا۔ روے زمین پر کوئی ایسا جانور نہیں۔ نہ ہی کوئی ایسا پرندہ ہوا میں اڑنے والا ہے جو تمہاری جیسی مخلوق نہ ہو۔ ہم نے اپنی کتاب حکیم میں کوئی پہلو فروگذاشت نہیں کیا۔ اور آخرکار اللہ کی طرف لوٹنا ہے +

خدارا ان آیات کا مقابلہ انجیل کے اس حصے سے کرو جہاں چڑیوں کی قیمت کا جھگڑا درج ہے۔ اور انصاف سے بتاؤ کہ موجودہ علوم طبیعی کی اختراعات کے ماتحت کون سی کتاب سچائی کے زیادہ نزدیک ہے۔ کئی صدیوں سے یہ دنیا بغیر کسی انسان کے قائم تھی۔ قدرت کی وسیع دنیا میں درخت مچھر جو ہے تمام ٹری چھوٹی مخلوق کی ایسی ہی نگہداشت کیجاتی ہے جیسی انسان کی زندگی اور معیشت ہماری زندگیوں کے زیبار یا ماتحت نہیں۔ قدرت کے قوانین خدا کے قوانین ہیں +

"بموجب حکم خدا قادر و حکیم سورج اپنے معین راستے پر سفر کرتا ہے۔ اور چاند کیلئے ہم نے منازل مقرر کی ہیں۔ حتے کہ وہ مرجھائے ہوئے پتے کی طرح اپنی جگہ پر واپس نہ آئے۔ سورج چاند سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور رات دن کے حصہ میں نہیں آ سکتی۔ ہر ایک جدا جدا قوانین کے ماتحت حرکت کرتا ہے"

میں نے مندرجہ بالا عبارات کو اپنی یاد سے چن لیا۔ وگرنہ آپ صاحبان خوب ہی جانتے ہیں کہ قرآن کے قریباً ہر حصے پر ایک مسلمان کو یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ قوانین قدرت پر غور کرے تو اسکو خدا کی ہستی کے بین ثبوت ملینگے +

یہاں انگلستان میں اس وقت ایسے لوگ موجود ہیں جو بغیر کسی جھجک کے یہ اقرار کرینگے کہ "ہم قدرت کے صانع اور قدرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ نہ کہ کلیسیا کے خدا پر"۔ مذہب اسلام میں انسان کو غلطاں و پریشان کرنے کیلئے ایسی کوئی تمیز یا فرق خدائے اسلام اور خدائے قدرت میں نہیں وہ دونوں ایک ہیں +

ایک انسان کیلئے خدائے قدرت پر ایمان لے آنا کافی ہے۔ اور جب آدمی خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلے تو کس طرح کفر و انکار کر سکتا ہے۔ آجکل انگلستان میں درختوں کے پتے جھڑ گئے ہیں۔ جدھر دیکھو سرما ہی سرما کا دور دورہ نظر آتا ہے۔ یہ سال کا سب سے ناخوشگوار حصہ ہے

لیکن باوجود اسکے کسان آج ہی سے آنیوالی بہار یعنے دوبارہ زندگی کا انتظار کر رہا ہے۔ مگر خدا کی پروردگاری کا انسان کی حکومت سے مقابلہ کیا جاوے۔ اور خلیج فارس میں جو فاسقانہ خونریزی اور ناپاک تلاطم مچا ہوا ہے اسکو مدنظر رکھا جاوے تو ترتیب و احکام قدرت بمع اپنے تمام حالات کے حتے کہ موسم بھی بہت ہی خوشگوار اور پیارے معلوم ہوتے ہیں۔ انسان جس قدر وحشیانہ رویہ چاہے اختیار کرے لیکن توانین قدرت کا ایک شمہ بھی وہ بدل نہیں سکتا۔ میدان جنگ میں پھر گھاس اگیگی۔ اور پھٹنے والے گولوں اور بمبوں نے جو شگاف کر دیئے ہیں انہیں میں سے خودرو پھول کھلینگے۔ خدائے قدرت ان سب کو رد براہ کر لیگا۔ میرے خیال میں بہت سے وہ لوگ جو خدائے قدرت پر ایمان رکھنے کا دعوی کرتے ہیں خود قدرت کو خدا بنا دیتے ہیں۔ اور اس کے شعبدوں میں خدائے قادر کی ہستی کے ثبوت نہیں دیکھتے اور خدا بھی ایسا جو ارض وسما کا مالک ہے خالق ہے رہبر ہے اور منصف عالمین ہے وہ اسبات کا انکار کر دینگے کہ خدا کو ہر ایک روح کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے لیکن ہر زمانے اور ہر ملک کے باشندوں میں سے بعض کا تجربہ اسبات کی شہادت دیتا ہے کہ خدا بقول قران متوکلوں کا دوست ہے، وہ انکو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔“ +

میں پھر دہراتا ہوں کہ ہر ملک اور ہر زمانے کے باشندوں کا ذاتی تجربہ اسکی شہادت دیتا ہے۔ یہ میری ذاتی رائے ہے اور میرے خیال میں یہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔ اگرچہ بعض کا یہ خیال ہے کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں انکو جو مذہبی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ سراسر ایک دھوکا ہے۔ خدا واحد رب العالمین ہے الرحیم ہے رحمن ہے۔ اور بدلے میں کچھ نہیں مانگتا۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ بعض لوگ گمراہ ہیں۔ اور اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ رکھنے کی تعلیم انکو دیگئی ہے لیکن جب کبھی وہ خلوص دل سے نماز میں خشوع اختیار کریں۔ اور اپنے ضمائر کو ان دنیوی وسائل سے بالا کر لیں تو خدا جو ارض وسموات کا مالک ہے ان کی مدد کریگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ باطل مذہبی جوش کوئی چیز ہی نہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے اور اسلام ہمکو اس قابل بناتا ہے کہ ہم اس باطل مذہبی جوش کا پتہ لگا لیں اور اسکی تمیز کر لیں۔ کیونکہ جسقدر اخلاقی قانون ہمارے لئے رکھے گئے ہیں۔ ان سب کا مطلب اور مدعا یہی ہے۔ کہ انسان کے فہم کو صاف اور ٹھیک رکھا جاوے۔ اور اسی وجہ سے مذہبی عبادت میں ان تمام چیزوں سے کنارہ کشی کرنی چاہیئے جو فہم کو گم کرنیوالا یا دھندلا کر دیں۔ اور

جذبات جو سرود۔ خوشبو۔ تصاویر یا بتوں سے پیدا ہوں ان کو خدا تک پہنچانے والے خیال نہیں کرنا چاہئے خصوصاً ایک ایسے اعتقاد میں تمام شرک و بت پرستی اور دنیا کے مذاہب باطل کی تہ میں اس خالق و قادر کی وحدانیت کا خیال پائیں گے تمام پیغمبر اور رسول اپنے اپنے وقت میں توحید خدا کا گیت گاتے رہے۔ ان حالات کے ماتحت کیا ایک مذہب جدید کی ضرورت باقی رہجاتی ہے ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی نیا مذہب اختراع نہیں کیا۔ آپ نے لوگوں کو حق کی طرف بُلایا۔ اور اسلام کی صداقت کی بنیاد جس طرح آنحضرت نے اس وقت ڈالی آج بھی وہی ہے۔ آج استنبول کی عظیم الشان مسجد سلیمانیہ میں بالکل اسی طرح نماز ادا کی جاتی ہے جس طرح قریب میں اس چھوٹے سے حجرے میں ادا کیجاتی ہے۔ جہاں نبی کریم ایک کھجور کے پیڑ کے ساتھ ٹیک لگاکر وعظ کیا کرتے تھے۔ مذہب کے بارے میں موجودہ تہذیب کا مقصد اگر اسکو فائدہ مند ثابت ہوتا ہے تو یہ ہونا چاہئے۔ کہ وہ مذہب کا اس قدر اختصار کرے کہ صرف حق محض باقی رہجاوے یعنی ایک ایسی امت باقی رہجاوے جو انسانی تجربہ کے امتحان میں آج بھی کامیاب نکلے۔ اور اگر کوئی آدمی اس خلوص دل اور حق کے واسطے عمل کرے تو وہ یقیناً مسلم ہو جاوے گا خواہ اسکو اس کا علم ہو یا نہو اسلام کیلئے صرف اس قدر جدت طبع چاہئے۔ کہ اس پر موجودہ حالات زمانہ کی رُو سے نظر کیجاوے تو معلوم ہوگا کہ ان تمام نئے واقعات کا منتظر اسلام اسطرح تھا۔ جس طرح پکی ہوئی کھیتی کاٹنے والے کی منتظر ہوتی ہے تو موں میں سرفراز کرنے کیلئے۔ اور ان جدید اوقات میں وہ معزز اور مکرم جگہ دلانے کیلئے جو گذشتہ زمانہ میں مسلمانوں کو حاصل تھی ہم کو تعلیمی تمدنی اور معاشرتی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اور اعتقاد یا طرز عبادت میں ذرہ بھر تبدیلی کی ضرورت بھی نہیں۔ اور اگر اسلام پھر انسانی ترقی کا رہبر بن جاوے تو یہ دنیا کی عین خوش قسمتی ہوگی۔ میں یہ باتیں آپ کی خوشامد کیلئے نہیں کہہ رہا۔ نہ اسلئے کہ میں اپنے اس اعتقاد پر خوش ہوں جو کہ میں نے سالہا سال کی فکر اور مطالعہ کے بعد اختیار کیا۔ بلکہ میں یہ باتیں اس واسطے کہہ رہا ہوں کہ ان لاانتہا مواقع کیلئے جو ہم کو میسر ہیں آپ کی غیرت کو جوش میں لاؤں۔ دوسری بات جو میں نے کہنی ہے وہ ذرا کڑوی ہے ہم کو مذکورہ بالا اشیاء کی ضرورت نہیں۔ ہاں ایک چیز کی ہمکو سخت ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ ہم موجودہ ضروریات کے مطابق اسلامی زندگی کا ایک بہترین نمونہ ہوں۔ ہم سب کیلئے موجودہ وقت بڑے تفکرات کا زمانہ ہے۔ ہم کو بالکل پتہ نہیں کہ کل کیا ہوگا۔ لیکن روزمرہ کی زندگی میں فرداً فرداً یا اجتماعی رنگ میں یہ اسلامی اخلاق کا نمونہ بننے سے کوئی چیز ہماری مانع نہیں +

اکثر اوقات مسلم تہذیب پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اس نے کوئی تصاویر یا مجسمے پیدا نہیں کئے
بلکہ بعض قیمتی [illegible] کے نمونے [illegible] تہذیب کے [illegible] پیدا کئے
تھے صفحہ ہستی سے مٹا دیا ہے۔ ان نقطہ چینیوں کی گفتگو کے سلسلہ میں مجھے ایک انگریز کا واقعہ یاد آتا ہے جس نے یہ
کہا تھا کہ اگر ایک انسانی بچہ اور ایک کیاب مجسمہ دونوں ایک ایسی جگہ ہوں جہاں پر احتمال ہو کہ آگ ان کو
بھسم کر دیگی تو وہ اس مجسمہ کو بچانے کی کوشش بہ نسبت اس زندہ انسانی بچہ کے زیادہ کریگا۔ جن تہذیبوں کا
نام و نشان اسلام نے مٹا دیا وہ تہذیبیں ایسی تھیں کہ ان کے ماتحت نسل انسانی کا اکثر حصہ
حد درجہ کی بدبختی میں پڑا ہوا تھا۔ اعلیٰ اخلاق غیرت یا انصاف یہ ڈھونڈے نہ ملتے تھے اسلام
نے ان محکوم لوگوں کو انسانی حقوق عطا فرمائے۔ کیا یہ چند مصوروں کے چند تصاویر بنانے یا چند سنگتراشوں
کے چند مجسمہ تیار کرنے سے بہتر کام نہیں۔ میری رائے میں اس کا ہلیت کے سببوں میں سے جو کہ اسلام برگزشتہ
چند سالوں سے طاری ہیں ایک بڑا سبب یہ ہے کہ اسلام تمام انسانوں کو خوش و خرم کر دیتا ہے۔ اور جب
کبھی کسی ملک پر اسلام کا جھنڈا گڑ جاتا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ اس ملک کے اکثر باشندے خوشحال
ہو جاتے اور اس خوشحالی کی وجہ سے مسلمانوں نے کسی حد تک کوشش کرنا ہی چھوڑ دیا۔ اور اس طرح حریص
اور ناشاد لوگوں نے ان پر دست درازیاں شروع کر دیں۔ انہوں نے اس وقت قرآن کی اس تعلیم
کو پس پشت ڈال دیا۔ کہ "ان مع العسر یسرا فاذا فرغت فانصب والی ربك فرغب"۔
تحقیق تکلیف کے ساتھ ہی آرام ہے اور جب تو فارغ ہو جائے تو کوشش کرتا رہ اور خدا کی رضا
ڈھونڈتا رہ +

برادران مسلم برادری ایک وقت ایسی تھی اور ہونی بھی چاہئے جیسے خدا کی بادشاہت زمین پر نبی کریم
کی زندگی کے آخری دس سال اور پہلے خلیفوں کے عہد میں ہمیں جو نظارہ نظر آتا ہے تاریخ میں اس کی نظیر
نہیں ملتی۔ ایک بڑی وسیع قوم یا یوں کہیئے کہ کئی قوموں کا مجموعہ جنہیں سے بطور معجزہ قبیلوں کی
خانہ جنگی دور کر دیگئی تھی۔ وہ سب ایک خدا کے حکم کو بغیر کسی چون و چرا کے مانتے تھے انکے لئے نہ کسی نظام
کی اور نہ کسی پولیس کی ضرورت تھی +

وہ قوانین جو قرآن میں درج ہیں اور جو نبی کریم نے سکھائے صرف دینی اخلاقی قوانین کا کام بھی دے سکتے
ہیں۔ آپ اس سے کسی طرح گریز نہیں کر سکتے کہ یہی ایک قانون ہے جس پر ملک و ملت کے وہ باشندے

عمل پیرا ہو سکتے ہیں جو انسانی بھلائی اور انسانی ترقی کے ذریعہ سے خدا کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں صرف اسی میں مذہب کے دونوں رکن یعنی حقوق اللہ و حقوق العباد کو کامل طور پر مواصلت دی گئی ہے جس بات کا اقرار صرف مسلمانوں نے بلکہ ان عیسائیوں اور یہودیوں نے بھی کیا ہے جنہوں نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ گذشتہ چند صدیوں میں مسلمان اس قانون کے لفظوں کی تقلید کرتے رہتے ہیں۔ اور اسکے اصلی مدعا کو خبط کر دیا ہے کسی شیخ الاسلام یا مجتہد کے فتوے کی اندھی تقلید کرنا یا کسی قانون کے معمولی سے اختلاف یا اجتہاد میں مبالغہ کرنا! الغرض اس قسم کی تمام کاہلیت کو قرآن نے بہت مذموم قرار دیا ہے۔ اسکی وجہ سے تعلیم کو اس قدر تنزل ہوا ہے کہ بہت سے موقعوں پر ان متبرک فقرات کو بلا سمجھنے یا غور کرنے کے دہرا دینا باقی رہ گیا۔ اور اسکو بجائے ایک الہام یا عقل کی مشعل کے ایک سحر اور جادو سمجھا گیا۔ میں اور آپ دونوں نے اسبات کو اکثر مشاہدہ کیا لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے اسکے تغیر کے آغاز کو بھی مشاہدہ کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ موجودہ ایام ظلمت میں بھی میری اُمید اس قدر قوی ہے +

ہماری موجودہ تکالیف کا باعث بہت حد تک وہ میلان ہے جس کی وجہ سے ہم اپنی شریعت کے الفاظ پر ہی قناعت سے سوچتے رہتے ہیں۔ اور اس کے نتائج اسقدر خطرناک ہیں۔ کہ ہر ایک مسلم کا دل ان سے دہل جانا چاہئے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر ایک بیرون بین عیسائیت کی موجودہ دنیوی کامیابی سے متاثر ہو کر یہ خیال کرے کہ اسلامی شریعت اب پرانی ہو گئی ہے اور موجودہ ضروریات زمانہ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ لیکن ذرا گہری نظر سے دیکھو تو معلوم ہو جاویگا کہ خود دشمنوں کے اقرار سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ صرف اسلامی شریعت ہی ایسے اخلاقی قوانین رکھتی ہے جن کے ماتحت ترقی ہو سکتی ہے ان تمام خفیہ کارروائیوں کی وجہ جو آج تمام یورپ میں ہو رہی ہیں۔ مشکلات مزدوری ہے۔ ان سب کی وجہ یہی ہے کہ موجودہ تہذیب اور معاشرت کی بنیاد سہو پر رکھی گئی ہے۔ ذرا انگریزی قوانین طلاق یا امریکہ کے قوانین طلاق پر ایک نظر ڈالے تو معلوم ہو جاویگا کہ وہ اسلامی شریعت کے مقابل کس قدر ہیچ اور قابل شرم ہیں۔ شراب وغیرہ کے استعمال پر جو جدید قیود لگائی گئیں ہیں انہی کو دیکھئے عیسائی ترقی کی یہ سب جدید اختراع ہے۔ ان بین الاقوام قوانین کے ناقابل التفات اور بزدلانہ آغاز ہی پر غور کیجئے جن میں عیسائی جنگوں کے تظلم اور بے رحمی کی حد بندی کی کوشش کی گئی ہے۔ کیا یہ سب بالفعل حقیقت میں اسلام کے متبرک قوانین کے آگے سر نہیں جھکاتے۔ ان کے سوا ممکن نہ تھا کہ اس تہذیب کا نا تمام جس کو

عیسائیت کا نتیجہ بتایا جاتا ہے۔ . . . . ہمیشہ کیلئے برباد نہ ہو جائے۔ اسلام وہ تمدنی قوانین اور مذہبی اصول اپنے اندر رکھتا ہے جو کہ تمام ممالک میں یکساں رائج ہو سکتے ہیں۔ اور جن کی عظمت ہر ایک انسان اگر وہ متعصب نہیں تو ضرور کریگا +

اسلامی شریعت ہرگز ناکامیاب ثابت نہیں ہوئی جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ گذشتہ چند سالوں میں تو اسکی کامیابی کا ثبوت بیشتر از بیشتر ملا ہے۔ اور خصوصاً سرزمین یورپ میں اسلام ہی ان ایام کے بار ثقیل کا متحمل ہو سکتا ہے۔ اور کوئی مذہب اسکے قابل نہیں +

میں وثوق سے یہ بات کہتا ہوں کہ جب ایک مسلم جان بوجھ کر دکھاوے کیلئے سؤر کا گوشت کھاتا ہے یا شراب پیتا ہے یا عورتوں کے معاملہ میں کمینہ اخلاق کا اظہار کرتا ہے۔ الغرض جب کبھی کسی رنگ میں وہ اپنے مذہب کے معلوم قواعد کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ ہر ایک ایسے انگریز کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ جو انگریز کہلانے کا حقیقی طور پر مستحق ہے۔ ایسا کہہ سکتے ہیں کہ بعض احکام کی پیروی غیر ضروری ہے۔ اور ان کا کوئی خاص مقصد نہیں ہوتا لیکن قرآن تو کہتا ہے۔ جو کوئی کوشش کرتا ہے اپنی ہی روح کی بھلائی کیلئے کرتا ہے ورنہ خدا تو غنی ہے اسکو بندوں کی احتیاج نہیں +

ان احکام میں بت پرستی یا ظاہر پرستی کا کوئی رنگ نہیں۔ یہ تعویذ نہیں ہیں۔ یہ ہماری روحوں کے فائدے کیلئے ہم پر فرض کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ ان پر چل کر وہ نفع اٹھا دیں۔ یہ ذریعہ انتظام ہے۔ اور قوم کو یکجا رکھتے ہیں۔ وضو۔ اوقات نماز۔ ماہ صیام۔ حج ان میں ایک بھی بذات خود بظاہر کوئی ایسا اہم امر نظر نہیں آتا نہ ہی خدا کو اسکی حاجت ہے۔ ان کی حاجت اور وقعت ہمارے اپنے لئے اور ہمارے ہمجنسوں کیلئے ہے۔ انہی کے ذریعے سے مسلم برادری کو جمع کیا جاتا ہے۔ انہی سے ہمارے دل و دماغ کو روحانی فضائل حاصل کرنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ قواعد جن کی پیروی اپنی رضا و رغبت سے کی جاتی ہے یہی ایک چیز ہے جو اعلیٰ طبقے کے یوروپین کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ کچھ دن ہوئے میں نے ایک خبر سُنی اگرچہ اسکے صحیح ہونے کا دعوےٰ میں نہیں کر سکتا۔ مگر سُنا جاتا ہے۔ کہ جرمن سپاہی اور روسی سپاہی اپنے مسلم ہمرکابوں کا اُسوۂ حسنہ دیکھ کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ کیا کسی ایسے مسلم کے نمونہ سے بھی لوگ اسلام میں داخل ہو سکتے ہیں جو خود اپنے فرائض کو فراموش کرتا ہو۔ اور اپنے مذہب کو دیگر عام مذہبوں کے ہمپایہ سمجھتا ہو

اگرچہ مسلمانوں نے دنیوی طاقت اپنے ہاتھوں سے کھو دی تاہم اسلام ابھی اپنے اسوۂ حسنہ سے دنیا کو مسخر کر سکتا ہے۔ آؤ ہم اس جہاد کبیر کیلئے کوشش کریں۔ اور یہی سچا جہاد ہے۔ کیونکہ نبی کریم نے فرمایا سب سے بڑا جہاد نفس کے خلاف ہے۔ یہ کوئی ناممکن امر نہیں۔ یہ کام تو معمولی آدمیوں کے احاطہ طاقت سے بھی باہر نہیں۔ کیونکہ مذہب اور شریعت کے احکام بالکل معقول ہیں ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا و لا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا و لا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولینا فانصرنا علی القوم الکفرین +

نُور از کوہِ فاران

انجیلی پیشینگوئیوں کا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پورا ہونا

اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور ان کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کیلئے تھی (استثنا باب ۳۲ آیت ۲ سے ۵) خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے جو فاران سے آیا سلاہ۔ اسکی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اسکی حمد سے معمور ہوئی" (حبقوق ۳ باب آیت ۳) "میں ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤنگا وہ سب ان سے کہیگا" (استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸) "میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر تم اُن کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی رُوح حق آئے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاویگی۔ اسلئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی لیکن جو کچھ وہ سُنیگی سو کہیگی اور تمہیں آیندہ کی خبریں دیگی" (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ و ۱۳)

ایک طرف حضرت موسیٰ بنی اسرائیل سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ عنقریب خدا تعالےٰ کا ظہور بشکل ایک عظیم الشان نبی کے ہوگا جو ان کے بھائیوں میں سے اسکی مثل ہوگا۔ اور دوسری طرف جناب مسیح موعود نبی کو رُوح حق کا لقب دے کر اسباب کے لئے مخصوص کر دیتے ہیں کہ وہ کامل صداقت کا رہنما ہوگا۔ اس مقدس موعود ہستی کی لفظی تصویر کھینچتے وقت حضرت موسیٰ اور جناب مسیح دونوں ایکدوسرے کے مشابہ الفاظ استعمال کرتے ہیں

"میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہیگا" (استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸)
"کہ وہ اپنی نہ کہیگی لیکن جو کچھ وہ سنیگی سو کہیگی" (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۳)

ان الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موعود ہستی ایک رسُول اللہ اور نبی اللہ ہے نہ کہ ایک غیر عنصری اور خیالی ظہور باریتعالیٰ۔ اگر خدا حضرت موسیٰ کی وحی کے ذریعہ سے سینا سے آیا۔ اور مسیح ناصری کے پیغام کے ذریعہ سے اس نے شعیر سے طلوع کیا۔ تو کیا ضروری نہیں کہ ہم کوہ فاران سے کسی انسان کے فرزند کے ظہور کا انتظار کریں۔ جو اسکے فاران سے نکلنے کو ظاہر کرے۔ خصوصاً جبکہ حبقوق نبی اس کو کوہ فاران کا قدوس کہتا ہے عیسائی فقیہوں نے خواہ مخواہ مسیح کو اُس موعود نبی سے مخلوط کرنے کی کوشش کی ہے جس کی بشارت حضرت موسےٰ نے دی تھی۔ بنی یعقوب ہمیشہ سے مسیح میں اور کتاب استثنا والے نبی میں فرق تمیز کرتے آئے تھے۔ یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت جو ہم پڑھتے ہیں اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے "تب انہوں نے اس سے پُوچھا تو اور کون ہے کیا تو الیاس ہے اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ آیا تو وہ نبی ہے اس نے جواب دیا نہیں۔ اور اُنہوں نے اس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ الیاس اور نہ وہ نبی پس کیوں بپتسمہ دیتا ہے" (یوحنا باب پہلا آیت ۲۱ و ۲۵)

ان آیات میں تین مختلف اشخاص کا ذکر ہے مسیح۔ الیاس۔ اور وہ نبی۔ خود جناب مسیح نے وہ نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر حضرت عیسیٰ مسیح تھے اور یوحنا بقول مسیح الیاس تھے تو کیا ہم کو یہ فیصلہ اخذ کرنے کا حق نہیں کہ مسیح کی بعثت اور ظہور وہ نبی کی بعثت اور ظہور نہ تھی۔ مسیح کے پہلے پیرو بھی یہی رائے رکھتے تھے "اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہُوئی۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے لیئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا۔ کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی میری مانند اُٹھاویگا۔ جو کچھ وہ تمہیں کہے اسکی سب سنیو" (اعمال باب ۳ آیت ۲۰ تا ۲۲)

اگرچہ مضمون ہذا کا لکھنے والا مسیح کی بعثت ثانی کا منتظر ہے۔ تاکہ موسوی پیشگوئیاں پوری ہوں لیکن ہمیں تو وہ ذرہ بھی کلام نہیں۔ کہ مسیح کی بعثت اول دوم اس نبی کی بعثت نہ تھی جس کے متعلق موسیٰ نے وعدہ دیا تھا۔ کہ میری مثل خدا ایک نبی اُٹھائیگا۔ اور نہ ہی مسیح کی بعثت ثانی موسوی وعدہ کو پورا کر سکتی ہے بموجب عقائد کلیسیا مسیح انصاف کی سزا بھگتنے آئے نہ کہ شریعت دینے۔ اور

مثیل ہونے نبی لے تو ایک آتشیں شریعت اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر آنا تھا۔ وہ بھی موسے کی طرح صاحب شریعت نبی ہونا تھا۔ اور نیز وہ موعود نبی بنی اسرائیل میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں پیدا ہونا تھا۔ موعود نبی کی شناخت کے لئے موسیٰ کی ایک دوسری پیشینگوئی بہت کام آسکتی ہے جس میں کہ خدا کا کوہ فاران سے نمودار ہونا بیان کیا گیا ہے۔ کتاب استثنا باب ۳۳ آیت ۲ میں خدا کو سورج سے تشبیہ دیگئی ہے۔ وہ سینا سے آتا ہے شعیر سے طلوع کرتا ہے لیکن اپنے پورے نور کے ساتھ کوہ فاران ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہاں تو اسکے ساتھ دس ہزار قدسی بھی ہیں۔ اور اسکے دائیں ہاتھ میں ایک آتشی شریعت بھی ہے۔ کسی نبی اسرائیلی کو معہ حضرت عیسیٰ کوہ فاران سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا۔ ہاجرہ معہ اپنے بیٹے اسمٰعیل کے دشت بیرسبع میں سرگردان پھرتی رہی۔ اور بعدازاں اس نے فاران کے بیابان میں بودوباش اختیار کی (پیدائش باب ۲۱ آیت ۲۱) اسمٰعیل نے ایک مصری عورت سے شادی کی۔ اور اسکے پلوٹھے بیٹے کیدار سے عربوں کی نسل شروع ہوئی۔ اور اس وقت سے لیکر آج تک وہ بیابان فاران میں بودوباش پذیر ہیں۔ اور اگر یہ بات ہر پہلو سے ثابت ہو جاوے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیدار کی نسل میں ہونیکی وجہ سے بنی اسمٰعیل تھے۔ اور آپ دشت فاران میں بطور نبی مبعوث ہوئے۔ اور مکہ میں دس ہزار قدسیوں کے ساتھ داخل بھی ہوئے۔ اور اپنے متبعین کو ایک آتشی شریعت بھی دی تو کیا مندرجہ بالا پیشینگوئی لفظاً لفظاً آپکے وجود سے پوری نہیں ہوئی۔ حبقوق نبی کی بشارت کے الفاظ خصوصاً قابل توجہ ہیں۔ اسکی (یعنی وہ متبرک نبی جو فاران سے ظاہر ہوگا) عظمت سے آسمان بھر جاویگا۔ اور زمین اسکی حمد و ثنا سے پُر ہو جاویگی۔ لفظ حمد بڑا معنی خیز ہے۔ کیونکہ خود لفظ محمد کے معنی حمد کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اہل عرب یعنی کوہ فاران کے باشندوں کو بھی وحی اور الہام کا وعدہ دیا گیا تھا بیابان اور اسکی بستیاں کیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرینگے سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکارینگے۔ وے خداوند کا جلال ظاہر کرینگے اور بحری ممالک میں اسکی ثنا خوانی کرینگے۔ خداوند ایک بہادر کی مانند نکلیگا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اکسائیگا۔ وہ چلائیگا ہاں وہ جنگ کے لئے بلائیگا۔ وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کریگا (یسعیاہ باب ۴۲ آیت ۱۱ سے ۱۳) اسی بات کے متعلق دو اور پیشینگوئیاں قابل غور ہیں جن میں کیدار کیطرف

اشارہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک میں تو لکھا ہے "اُٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا۔ اونٹوں کی قطاریں اور مدیان اور عیفہ کی سانڈنیاں تیرے گرد بے شمار ہونگی۔ وہ سب جو سبا کے ہیں آوینگے۔ قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی۔ نبیط کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے۔ وے میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے جاوینگے اور میں اپنی شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا (یسعیاہ باب ۶۰ آیت ۱ سے ۷) دوسری پیشگوئی بھی اسی کتاب میں ہے لکھا ہے "عرب کی بابت الہامی کتاب عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے باشندو۔ روٹی لیکے بھاگنے والے سے ملنے کو نکلو کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی (یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۳ تا ۱۶) ذرا یسعیاہ نبی کی پیشگوئیوں کو پڑھتے وقت کتاب استثنا والی بشارت کو مدنظر رکھو جس میں صاف لکھا ہے کہ خدا کا طلوع فاران سے ہوگا۔ اگر حضرت اسمٰعیل نے دشت فاران میں رہائش اختیار کی اور سیبر یعنی عربوں کی نسل کا بانی وہاں پیدا ہوا۔ اور اگر بنی سیبر کی طرف الہام الٰہی ضرور آنا تھا اور اگر سیبر کے گلوں کیلئے لازمی تھا کہ وہ پاک مذبح پر آکر خدا کے گھر کی عظمت کے لئے قربان ہوں اور جہاں کی زمین کئی صدیوں تک جہالت اور ظلمت سے ڈھکی رہتی تھی۔ اور اگر قیدار کی ساری حشمت یعنے تیر انداز اسکی نسل کے دلاور اور مضبوط بہادر یہ سب ننگی تلوار اور کھنچی ہوئی کمان سے بھاگنے والے کے ٹھیک ایک سال بعد کم ہو جانی تھی تو وہ موعود نبی جس نے فاران سے طلوع کرنا تھا سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ نبی کریم بھی قیدار کی پشت سے اسمٰعیل کی نیک اولاد میں جو کہ دشت فاران میں رہائش پذیر ہوئے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی وہ نبی ہیں۔ جن کے وجود سے ملک عرب میں ایک ایسے وقت نور الہام آیا جبکہ ظلمت تمام دنیا پر طاری تھی۔ اور عوام الناس جہالت میں غرق تھے۔ آپ ہی کی بعثت سے خدا نے فاران سے طلوع کیا۔ اور مکہ ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں بیت اللہ کی اس قدر عظمت کیجاتی ہے۔ اور جس کے مذبح پر کیدار کے گلے اور ریوڑ قربان کیئے جاتے ہیں۔ نبی کریم کو آپ کے ہم قوموں نے بہت اذیت دی اور آپ کو مکہ سے ہجرت کرنی پڑی۔ آپ کو ننگی تلوار اور کھنچی ہوئی کمان سے بھاگنا پڑا۔ اور ہجرت کے ایک ہی سال بعد بنی قیدار کے ساتھ آپ کو مقام بدر پر لڑنا پڑا۔ اور یہ پہلا

جنگ عظیم جو کفار مکہ اور نبی کریم کے درمیان ہوا۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ بنی قیدار کے تیر اندازوں کی تعداد کم ہوگئی اور قیدار کی ساری حشمت جاتی رہی۔ اگر ان تمام پیشگوئیوں کے مصداق نبی کریم کو نہ مانا جائے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ابھی تک وہ پوری نہیں ہوئیں "عظمت الاکبر" جس کا اظہار یسعیاہ باب ۴۲ میں کیا گیا ہے۔ وہ مکہ کا بیت اللہ شریف ہے نہ کہ کلیسیائے مسیحا جس طرح کہ بعض عیسائی مصنفین نے فرض کر لیا ہے کبھی کسی عیسائی گرجا کے مذبح پر قیدار کے ریوڑ نہیں آئے جن کا ذکر ساتویں آیت میں ہے اور یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ قیدار کے دیہات اور اُن کے باشندے ہی رُوئے زمین پر ایک ایسے لوگ ہیں جن پر عیسائی کلیسیا کا اثر ذرہ بھی آج تک نہیں ہوا۔ اور کتاب استثنا میں جو دس ہزار قدسیوں کا ذکر تھا اُسکو بھی توجہ نظر رکھیئے۔ لکھا ہے "اس نے (یعنی خدا) فاران سے طلوع کیا۔ اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ دشت فاران کی مکمل تاریخ کو پڑھو تو آپ کو نبی کریم صلعم کی فتح مکہ کے علاوہ کوئی اور واقعہ اس قسم کا نہ ملیگا۔ آپ ۱۰ ہزار مومن لیکر مدینے سے نکلے۔ اور بار دیگر بیت اللہ میں داخل ہوئے آپنے دُنیا کو ایک آتشی شریعت دی جس سے تمام باطل قوانین جلکر خاک سیاہ ہوگئے۔ تسلی دہندہ اور رُوح حق جس کی بشارت حضرت مسیح دیتے رہے تھے اُس کا مصداق بھی آپکے سوا کوئی نہیں ہوسکتا عیسائی فقیہ تو متبرک رُوح کو اسکی مصداق ٹھیراتے ہیں مگر اُسکا ثبوت اُن کے پاس کوئی نہیں جناب مسیح نے فرمایا "تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ میں چلا جاؤں۔ کیونکہ اگر میں نہ گیا تو تسلی دہندہ بھی نہیں آئیگا۔ لیکن اگر میں رخصت ہو جاؤں تو میں اُسکو تمہاری طرف بھیج دونگا۔" ان الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ تسلی دہندہ مسیح کی رخصت ہونے کے بعد ہی آسکتا ہے جس وقت آپ یہ الفاظ کہ رہے تھے تو اُس وقت وہ ہرگز آپکے ساتھ نہ تھا۔ اور اگر اسکے آنے کے لئے مسیح کا رُخصت ہونا بالکل لابد تھا۔ تو کیا ہم یہ مان لیں کہ مسیح پاک رُوح سے محروم رکھا گیا تھا۔ ان سب باتوں کے علاوہ جو حضرت مسیح نے اسکی بابت کہا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنے والا ایک انسان تھا نہ کہ کوئی رُوح "وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہیگا جو سُنیگا وہ کہیگا" اس سے تو یہ نتیجہ نکلا کہ خدا اور رُوح القدس دو مختلف ہستیاں ہیں۔ اور یہ کہ رُوح القدس اپنی بابت بھی کلام کر سکتا ہے۔ اور جو کچھ خدا سے سُنے وہ بھی بیان کر سکتا ہے۔ مسیح کے الفاظ بڑے واضح طور پر کسی نبی اللہ کی آمد کی خوشخبری دیتے ہیں۔ وہ اسکو رُوح الحق کے نام سے پکارتا ہے۔ اور قرآن نے بھی نبی کریم کو یہی نام دیا ہے فرمایا "وہ حق کو لیکر آیا اور اس نے تمام انبیا کے اقوال کی تصدیق کی"۔

مسیح کی اس پیشینگوئی کا قرآن شریف میں یوں ذکر ہے فرمایا مسیح ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں نبی اللہ ہوں جو کچھ میرے پہلے تورات میں نازل ہو چکا ہے اس کی میں تصدیق کرتا ہوں اور میں ایک رسول کے آنے کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیگا۔ اور جس کا نام احمد ہو گا"۔ جناب مولوی محمد علی صاحب جنہوں نے قرآن شریف کا ترجمہ زبان انگریزی میں بڑے اعلیٰ طرز سے کیا ہے اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:۔ یہ کہتے ہوئے کہ مسیح تورات اور موسوی کتب مقدسہ کی تصدیق کرتا ہے اس پیشینگوئی کی طرف اشارہ کیا ہے جسمیں نبی کریم کی آمد کی خوشخبری دیگئی ہے۔ اور جس کا ذکر اس عبارت کے آخری حصہ میں بہ تفصیل کر دیا ہے اور جہاں مسیح کو یہ پیشگوئی سُناتے ہوئے پیش کیا ہے۔ یہ بات کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلعم کے دو نام تھے محمدؐ و احمدؐ۔ ان دونوں ناموں کی اصل ایک ہی لفظ سے ہے یعنی لفظ حمد جس کے معنی تعریف ہیں محمدؐ وہ جس کی بہت تعریف کی گئی ہو یا بار بار لگاتار اسکی تعریف کی گئی۔ اور احمدؐ وہ جو خود بڑی تعریف کرے۔ یہ خیال نہ کرنا چاہیئے۔ کہ مسیح نے بعینہ الفاظ قرآنی کہے تھے۔ کیونکہ مسیح تو عبرانی زبان بولتے تھے نہ کہ عربی۔ سب سے بڑی مشکل تو یہ ہے کہ خود انجیل میں مسیح کے الفاظ بجنسہ محفوظ نہیں۔ اور ہم کو ایک یونانی ترجمہ پر حصر کرنا پڑتا ہے۔ اور اس میں لفظ فارقلیط ملتا ہے۔ جس کے معنے تسلی دہندہ کیئے گئے ہیں۔ ہم اسبات کو خوب جانتے ہیں۔ کہ بعض اوقات ترجمہ کرنے میں اصل مفہوم خبط ہو جاتا ہے۔ اسلئے یونانی نسخے میں لفظ Paraclete اور انگریزی نسخے میں لفظ Comforter کا ہونا ہم کو نہیں بتا سکتے۔ کہ مسیح کے اصلی الفاظ یا ان کا مفہوم کیا تھا"۔ تاہم وہ تمام صفات جن کا ذکر یوحنا باب ۱۴ آیت ۶ اور باب ۱۶ آیت ۷ میں ہے وہ سب نبی کریم کے وجود میں پائی جاتی ہیں اسکی بابت لکھا ہے کہ وہ تا ابد رہیگا۔ اور نبی کریم کی شریعت ابدی ہے۔ کیونکہ کوئی نبی آپ کے بعد اصلاح شریعت کے لئے نہیں آسکتا۔ اسکی بابت کہا گیا ہے۔ کہ وہ تمام باتیں سکھائیگا۔ اور نبی کریم ایک مکمل اور عالمگیر شریعت لے کر آئے۔ ان سب سے زیادہ واضح یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ تا ۱۴ ہیں:۔

"میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دیگی۔ اسلئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی۔ لیکن جو کچھ وہ سنیگی کہیگی اور تمہیں آئندہ کی خبر دیگی۔ وہ میری بزرگی کریگی"۔ اس روح حق والی پیشینگوئی کا یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶ میں جو تسلی دہندہ کی بابت پیشگوئی ہے اس سے مقابلہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل باتیں ہماری سمجھ میں آتی

ہیں +

(۱) مسیح کامل صداقت کی تعلیم نہ دے سکا۔ آپ کی تعلیم صرف بنی اسرائیل کی اصلاح کیلئے تھی ۔ علاوہ ازیں ان کی عام مشہور کمزوریوں کی اصلاح کرنے کیلئے آپ نے ان کو بُرا بھلا کہا۔ اور برخلاف اسکے تسلی دہندہ کی شریعت مکمل ہوگی ۔ اور لوگ کامل صداقت کی طرف لے جائیگی۔ اور قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جو ایک کامل شریعت ہونے کا دعوے کرتی ہے +

(۲) کہ تسلی دہندہ صاف اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں کہیں گے ۔ جو سُنیگا سو کہیگا۔ ان الفاظ کا مفہوم بھی بالکل وہی ہے جو کتاب استثناء ۱۸ باب ۱۸ آیت کا ہے:۔ اور میں اپنے الفاظ اسکے منہ میں ڈالونگا"۔ اور یہ صفت بھی صرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پائی گئی ہے +

(۳) کہ وہ مسیح کا رُتبہ بلند کریگا اور واقعی نبی کریم نے ان تمام الزامات اور بہتانوں کو جو مسیح اور اُن کی ماں پر لگائے گئے تھے ان سب کو جھوٹ اور لغو کہہ کر حضرت عیسیٰ کا درجہ بلند کر دیا +

عیسائی لوگ نبی کریم کو ان پیشگوئیوں کا مصداق صرف اس وجہ سے نہیں مانتے کہ انجیل میں تسلی دہندہ کو رُوح الحق کہا گیا ہے اور بدیں وجہ ایک انسان اس کا مصداق نہیں ہوسکتا لیکن اس کے ساتھ ایک اور بھی مشکل کا سامنا ہوتا ہے۔ اور یہ ہے کہ مسیح اس آنیوالے کو تسلی دہندہ دیگر یا ثانی فرماتے ہیں (مثلاً یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶) جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ وہ آنے والا بھی خود مسیح کی طرح بشکل انسان آئیگا۔ اور نیز تمام مذہبی تاریخ میں مصلح ہمیشہ بشکل انسان آتے رہے ہیں۔ اور ہم کسی طرح یہ بات اپنے ذہن میں نہیں لا سکتے۔ کہ ایک رُوح اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ جو سُنے وہ کہے۔ اور اگر اسکو استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸ سے مطابقت کر کے پڑھا جائے تو اسمیں تو صاف لکھا کہ وہ نبی مثیل موسیٰ ہوگا۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن شریف میں نبی کریم کو کئی جگہ الحق کہا گیا ہے مثلاً سورۃ ۱۷ آیت ۸۱ قل جاء الحق وزھق الباطل کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل جاتا رہا۔ ایک اور بات جو قابل تذکرہ ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم کی بعثت کے متعلق جو مختلف پیشگوئیاں تھیں وہ آپ کی زندگی کے مختلف پہلو اپنے اندر لئے ہوئے ہیں نبی کریم کی زندگی کے دو پہلو ہیں جلالی و جمالی۔ ایک تو رعب و عظمت کا اور دوسرا حُسن و خوبی کا۔ پہلے کا ظہور تو اسم محمدؐ سے ہوا اور دوسرے کا اسم احمدؐ میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ دونوں نے آنحضرتؐ کی بعثت کی خوشخبری دینے میں جو الفاظ استعمال کئے جو ہی اپنی فطرت کا پہلو لئے ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰ نے رعب و عظمت پر زور دیا کیونکہ وہ خود ایک

پیغمبر، مقنن اور بادشاہ تھے۔ اور حضرت مسیح نے حسن خوبی کو بیان کیا۔ کیونکہ انکی اپنی تعلیم میں اخلاقی تعلیم کا حسن تھا۔ اور نبی کریم صلعم کی ذات بابرکات یہ دونوں پہلو اپنے اندر رکھتی تھی۔ آپ علماً اور عملاً محمد بھی تھے اور احمد بھی تھے +

اخلاق فاضلہ کا اجتماع

(ایک نو مسلم انگریز کی قلم سے)

"تحقیق میں نے اپنا کام پورا کر دیا ہے۔ میں تمہارے درمیان ایک صریح امر چھوڑتا ہوں یعنی خدا کی کتاب۔ اگر تم اسکو مضبوطی سے پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے" +

مندرجہ بالا الفاظ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف کے آخری حج میں فرمائے۔ میدان عرفات کی بلند زمین میں جو کہ حج کا اصلی مرکز ہے آپ ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے اور اپنا آخری وعظ لوگوں کو سنایا۔ آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر آپ نے فرمایا۔ "اے اللہ میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے اور اپنا فرض ادا کر دیا ہے" + اور تمام لوگوں نے ملکر بآواز بلند کہا۔ "بے شک آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے" پھر نبی کریم نے فرمایا "اے اللہ میں التجا کرتا ہوں کہ اس بات کا گواہ رہیو" +

یہ ایک ایسا کامیاب اسوہ حسنہ ہے جو ہمارے اندر حسینی مستقل مزاجی اور صبر کی روح پھونک دیتا ہے یہ ایک انسان تھا جس کو صرف چند سال پہلے سخت ایذائیں پہنچائی گئیں ہر طرح کی مصائب اور جلا وطنی اسکو برداشت کرنی پڑی۔ یہ انسان اپنی قوم کی طرف ایک ایسے وقت پیغام حق لیکر آیا تھا جبکہ وہ ضلالت اور جہالت کے سب سے نچلے درجہ میں گری ہوئی تھی۔ اور جس کی اصلاح کی ہر ایک کوشش کو ایذا رسانی اور آزار سے روکا گیا۔ جس کا نہ کوئی حامی نہ مددگار تھا لیکن اپنے کام کی صداقت کا یقین اسکو کامل تھا کہ کسی قسم کی مصائب یا تکالیف اسکو اپنے کام سے ایک انچ بھی پیچھے نہ کر سکیں۔ سال پر سال گذرتے جاتے تھے۔ اور کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ جنہیں گھر بار وطن چھوڑ کر آپ کو ہجرت کرنی پڑتی۔ ہاں یہی انسان زندگی کے نشیب و فراز میں سے گذر کے بعد اسی جگہ آتا ہے جہاں اسکو ہر طرح کی تکلیف دیگئی تھی۔ اور جہاں سے وہ ناکامیاب ہٹا گیا تھا۔ اب ہزار آدمیوں کے مجمع میں بآواز بلند کہتا ہے "تحقیق میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے"۔ اگر تاریخ کے بڑے مشہور لوگ نسل انسانی کیلئے نمونہ بن سکتے ہیں۔ اور دوسروں کے دلوں میں حصول مقصد کیلئے مستقل مزاجی کی روح پھونک سکتے

ہیں تمام کامیاب انسان کا نمونہ ایسے لوگوں کے زمرہ میں لاثانی ہے جن کو بہترین قرار دیا گیا ہے۔ دنیا کی مذہبی تواریخ
میں کسی اور کامیاب انسان کے نمونہ کی تلاش کرنا بالکل بے سود ہے۔ آل یعقوب کے بنانے والے یعنی حضرت موسیٰ نے
ارض مقدس کی دیواروں کو صرف دور ہی سے مشاہدہ کر سکے حضرت مسیح کو دیکھو اور جو چاہو کرو لیکن آپ کبھی بھی
ثابت نہیں کر سکتے کہ اپنی زندگی میں انہوں نے کامیابی کا منہ دیکھا ہو۔ میں نے کتنی بار چاہا کہ تیرے لڑکوں کو
جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے اکٹھے کرتی ہے جمع کروں مگر تم نے نہ چاہا (متی ۲۳ باب ۳۷ آیت)
یہ الفاظ ان کی کوششوں کے نتائج پر ایک کافی شہادت ہیں۔ ان الفاظ میں تو ایک دلی خواہش کا اظہار ہے
یعنی مرغی چاہتی ہے کہ اپنے چوزوں کو اپنے پروں تلے اکٹھا کرلے۔ اور اس خواہش کے نہ پورا ہونے کی یاس
ان میں پائی جاتی ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ الزام باشندگان یروشلم پر عائد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے آپ کا
پیغام سننے سے انکار کیا۔ تاہم یہ بات تو پھر بھی ویسی ہی رہی کہ آل یعقوب میں جو بیج آیا وہ انکو اس فصل کے کاٹنے کا
جیسی اُس نے انکو پایا۔ اور اس نے اپنے معتقدوں سے بالکل مایوس ہو کر اس دنیا سے کوچ کیا۔ بدقسمتی سے دنیا کے کسی
حصہ کا کوئی اور پیغمبر اس قدر خوش نصیب نہیں ہوا کہ وہ اپنی زندگی میں ہی اپنی کوششوں کا نتیجہ بشکل فتح و
نصرت دیکھ لے۔ رامچندر۔ کرشن۔ زردشت یہ سب دنیا جہان سے چلے تو واقعات زمانہ چنداں امید افزا نہ تھے
نبی کریم صلعم کی زندگی لاثانی ہے۔ اور بہ حیثیت ایک پیغمبر اور مذہبی پیشوا کے آپ کی کامیابی بےنظیر ہے۔ اور اگر
آپ یوں کہیں کہ نبی اپنی زندگی کے بعد اپنے اعمال اور الفاظ کے لحاظ سے زندہ رہتے ہیں تو اس نقطۂ خیال سے بھی محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ہی ایک انسان ہے۔ جو مذہبی تاریخ میں ابدی زندگی پانے کا سب سے زیادہ مستحق نظر آتا ہے۔ "میں تم میں خدا کی کتاب
اور اپنا اُسوہ حسنہ چھوڑتا ہوں۔ اور اگر تم ان پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔" یہ ہیں آپ کے
الفاظ اور آج بھی یہ ہر طرح صادق ہیں + موسیٰ یا مسیح یا دیگر انبیا کے الہاموں کو کامل یا ہماری ضروریات کا متکفل
سمجھنا بالکل لاحاصل ہے۔ انہوں نے تو اپنے احکاموں کا عملی نمونہ بھی پیش نہیں کیا۔ تاریخ میں ان کی زندگی کے
صحیح واقعات بالکل نہیں ملتے۔ اور جو کچھ حالات ان کے دستیاب ہوتے ہیں انمیں فسانے اور قصے کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اور حقیقت
کی جھلک ان سے نہیں آتی۔ انسان کو سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسکے پاس تمام مذہبی معاشرتی اور اخلاقی معاملات
کیلئے بیّن اور قابل عمل احکام ہوں۔ قرآن شریف صرف ایسی ہدایت رکھنے کا دعوے کرتا ہے۔ بلکہ ان تمام احکام کا عملی نمونہ
نبی کریم صلعم کی زندگی سے پیش کرتا ہے یعنی کہ خود نبی کریمؐ نے قرآن کے تمام احکام پر عمل کرکے یہ بات ثابت کردی کہ قرآن
کی تعلیم قابل عمل ہے۔ بہت سے انبیا نے تو گوشہ نشین زاہدانہ زندگی بسر کی۔ اور روزمرہ کی زندگی کے تجربات سے

اور عوام الناس کی مشکلات سے بالکل ناواقف ہے۔ انکی سوانحعمریاں ایک تو بالکل کمیاب ہیں اور دوسرے جو کچھ حالات انکی بابت ہم کو معلوم ہوتے ہیں انکی بنا مشکوک باتوں پر ہوتی ہے اور وہ قابل اعتماد نہیں ہوتیں۔ برخلاف اسکے نبی کریم ہمارے لئے ایک کامل انسانی نمونہ ہیں۔ آپ کو حقیقت تمام اخلاق فاضلہ کا اجتماع کہا جا سکتا ہے۔ ہم آپ کو مختلف حیثیتوں میں دیکھتے ہیں مثلاً بحیثیت ایک یتیم خادم تجار شوہر واعظ مہاجر جنرل بادشاہ منصف وغیرہ وغیرہ۔ آپ کی زندگی کے مختلف حالات نے آپ کو مختلف موقع دیئے اور انکی وجہ سے آپ مختلف اقسام کے لوگوں کیلئے ایک کامل نمونہ بنگئے۔ بدقسمتی سے جناب مسیح کو شوہر یا والد بننے کا موقع ہی نہیں ملا اور بوجہ نسل انسانی کے ایک بڑے اہم اور لابد پہلو میں آپ نمونہ نہیں سمجھے جا سکتے۔ کیا ایک والد جناب مسیح کی سوانحعمری سے کوئی سبق حاصل کر سکتا ہے کہ والدین کو اپنی اولاد سے کس طرح سلوک کرنا چاہیئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ جناب مسیح نے وعظ نہیں کیا لیکن کیا اسلامی تعلیم کا ماخذ اس سے بہتر نہیں۔ قرآن میں والدین کے سلوک کیلئے کھلے احکام ہیں اور ساتھ ہی نبی کریم کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے ایک عملی نمونہ ہے۔ کیونکہ وہ خود باپ تھے۔ اسی طرح جنگ کے ایام میں عیسائی لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ ان حالات میں حضرت عیسیٰ کی حقیقی تعلیم کیا ہے۔ اور حق تو یہ ہے جنگ کی بابت حضرت عیسےٰ نے کبھی کوئی احکام دیئے ہی نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ پہاڑی والے وعظ میں چند مشہور احکام موجود ہیں لیکن حضرت مسیح نے ان کو عملی جامہ پہنا کر کبھی نہ دکھایا۔ ہاں آپنے قلیل تعداد حواریوں کی حفاظت کے لئے ان پر ایک بڑے محدود رنگ میں کچھ تھوڑا سا عمل کیا۔ انسانی ترقی میں جنگ ایک ضروری چیز ہے۔ اسی وجہ سے قرآن نے بطور حکمت اسکے استعمال کیلئے احکام نافذ کئے۔ اور ہم مسلمان تو اپنے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر غور کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کو بھی حفاظت خود کیلئے تلوار اٹھانی پڑی۔ اور اس طرح جنگ کی بابت جو احکام قرآن میں تھے ان پر عامل ہو کر عملی نمونہ قائم کرنے کا موقع آپ کو ملا۔ میں اس قسم کی بہت سی مثالیں پیش کر سکتا ہوں۔ اور ان سب کا یہی نتیجہ نکلیگا۔ کہ نبی کریم کی زندگی قرآن کی سب سے پہلی اور اعلےٰ تفسیر ہے۔ اور دنیا کے بڑے آدمیوں میں آپ بالکل بینظیر ہیں کیونکہ آپنے اپنی امت کے تمام لوگوں کی زندگیاں بسر کیں۔ اور اس طرح وہ تعلیم جو آپ لائے تھے اسکا قابل عمل ہونا ثابت کر دیا۔ اس سے ایک اور بڑا امر جو کہا تیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ کس طرح مسلمانوں میں وحدانیت قائم کی ہے کیونکہ بجائے اسکے کہ روزمرہ کی زندگی میں وہ مشکوک منطقی احکام پر چلیں۔ اور ان میں اختلاف رائے پیدا ہو۔ انکی ساری تعلیم کو ایک آدمی کے نمونہ پر محمول کرنے سے تمام احکام کا مطلب ایک بہترین طریقہ سے سمجھا دیا گیا ہے۔ نبی کریم کی زندگی کا یہی مقصد تھا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ میں آپ کی اس قدر قدر کرتا ہوں۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم میرے لئے قرآن کا بہترین مفسر ہے اور اس انسان سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس کو خود خدا نے اپنا الہام بھیجنے کیلئے چنا +

سلمان

تصحیح - رسالہ جنوری ۱۹۱۵ء کے صفحہ چار کی سرخی میں ناظرین کرام "خدائے یہود کا غضب" کی بجائے "خدائے یہود" تصحیح فرمالیں - اور ایسا ہی سرورق کے صفحہ اول فہرست مضامین کے مضمون نمبر ۲ میں +

مطبوعات جدیدہ

اعجوبۂ اسرار - یہ عجیب و غریب کتاب جناب نقی محمد خان صاحب خلیل ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس بھرتپور راجپوتانہ کی تصنیف ہے - اس میں نفسانیت انسان کی ماہیت روحانیت فنا پر مبسوط بحث کی گئی ہے - جو خان صاحب مذکور سے قیمت ۱۲ر پر مل سکتی ہے - حسن سیرت کے علاوہ حسن صورت میں بھی تصنیف مذکورہ عمدہ ہے +

صوفی جنتری - یہ جنتری نہایت کارآمد اور دلچسپ معلومات سے لبریز ہے بہت سی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے ضخیم و شاندار جنتری ہے جو قیمت ۸ر پر کارخانہ صوفی پنڈی بہاء الدین گجرات پنجاب سے مل سکتی ہے +

مفت بالکل مفت

نظام المشائخ اور خطیب کے نمونے بالکل مفت ملینگے - محصول کے ٹکٹوں کی بھی ضرورت نہیں صرف اس اعلان کا حوالہ دیکر فرمائش بھیج دیجئے - نظام المشائخ ماہوار مذہبی رسالہ ہے - اور خطیب مذہبی ہفتہ وار اخبار دونو دیکھنے کے لائق - جب ہی تو ہم بے دھڑک نمونہ مفت حاضر کرنے کو طیار رہتے ہیں +

المشتہر مینیجر خطیب نظام المشائخ دہلی

معارف اعظم گڈھ

مجلس دار المصنفین کا ماہوار علمی و دینی رسالہ جو مولٰینا سید سلیمان ندوی سابق ایڈیٹر الندوہ کے زیر ایڈیٹری ۶۴ صفحہ کی ضخامت اور اعلے لکھائی چھپائی کے ساتھ شائع ہوتا ہے - ملک کے لائق اہل قلم اسمیں مضمین لکھتے ہیں ہر مضمون نہایت لیاقت سنجیدگی اور استناد کے ساتھ لکھا جاتا ہے مولانا شبلی مرحوم کے غیر مطبوعہ مضامین بھی اس میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں قیمت سالانہ للعہ نمونہ چھ آنے (۶ر)

مینیجر - رسالہ معارف اعظم گڈھ

ظل السلطان

اگر آپ بہترین خیالات و مضامین کا آئینہ دیکھنا چاہیں تو ظل السلطان کو ملاحظہ فرمائیے جو ماہانہ بھوپال سے شائع ہوتا ہے سالانہ قیمت ہے - اس میں زنانہ دلچسپیوں و اصلاح و تمدن و معاشرت اور تعلیم نسوان کے متعلق اعلے مضامین شائع ہوتے ہیں اور تین سال کے عرصہ میں جس قدر زنانہ تعلیم کا مواد اس رسالہ نے فراہم کیا ہے اردو میں کہیں نظیر نہیں - نمونہ کا پرچہ ۱؎ کے ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہے مضمون نگاروں کو معاوضہ اور انعام بھی دیا جاتا ہے - اسکے ذخیرہ میں اعلیٰ مرتبت خواتین کی نہایت قابل قدر تصانیف موجود ہیں خصوصاً علیا حضرت فرمانروائے بھوپال اور بیگم جنجیرہ کی تصانیف بھی ملتی ہے فہرست ایک آنہ کے ٹکٹ پر بھیجی جاتی ہے +

المشتہر - محمد مہدی منیجر ظل السلطان بھوپال

براہین نیرہ حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام قیمت ۱۲ر

ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان قیمت ۱۲ر

اُسوۂ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی قیمت ۸ر

خطبات عربیہ - ۲۲ خطبہ ۳ ترجمہ جلدوں کے مکمل سٹ کے غیر مجلد ۱۰ر مجلد ۲۰ر

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بکڈپو عزیز منزل لاہور

بلادِ غربیّہ میں اسلام کا مشعلبردار

اسلامک ریویو مجریہ لندن قیمت سالانہ معہ

اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام۔ قیمت سالانہ ۸؍ ۔ ایڈیٹر خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرفت کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو اطلاع دینا چاہتے ہیں۔ کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں اس کا ہر ایک خریدار اب گویا بلاد غربیہ میں اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ اگر برادران ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچ ہزار اور اردو کے دس ہزار خریدار پیدا کر دیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم جانتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو۔ اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیجدے۔ تو ہم اُن کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کر دیں گے کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں نہیں ؟

دوستو اُٹھو ! جاگو ! ! وقت کو غنیمت سمجھو ! ! ! اسلامک ریویو ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے ! اور بفضلہ تعالےٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے۔ اس کو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالےٰ سے اجر جزیل پاؤ گے + والسلام

قیمت جلد اسلامک ریویو ۱۹۱۳ء ۵؍ چھ روپے ۱۹۱۴ء ۱۲؍ بارہ روپے ۱۹۱۵ء ۱۲؍ بارہ روپے ۱۹۱۶ء مکمل ۱۲؍ بارہ روپے ۔ تیسرے نمبر ۱۹۱۷ء صرف ۵؍ +

اردو ترجمہ اشاعت اسلام ۱۹۱۴ء چھ روپے ۱۹۱۵ء عہ و ۱۹۱۶ء عہ فی ۔ عہ ۱۹۱۷ء تین روپے (۳؍) +

نوٹ نمونہ ۱؍ کے ٹکٹ آنے پر رسالہ خدمت کیا جائیگا۔ کُل درخواستیں بابت خریداری تبدیل پتہ آنی چاہئیں +

المشتہر خواجہ عبدالغنی منیجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

لنڈن

میں جلسۂ میلاد النبی (صلعم)

قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲؍

اِس کتاب میں اس مقدس جلسہ کی مفصل روئداد ہے۔ جو زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک سوسائٹی مورخہ ۶ جنوری ۱۹۱۶ء کو سیسل ہوٹل میں مقدس تقریب ولادت آنحضرت پر منعقد ہوا۔ دیگر مشاہیر قوم و پریزیڈنشل تقریر کے مسٹر پکتھال کی ایک زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے خلق عظیم کے متعلق نہایت ہی قابل مطالعہ ہے۔ ہمارے ناظرین کرام ضرور اسکی متعدد کاپیاں خرید فرما کر مسلم احباب میں تقسیم فرمائیں +

المشتہر

منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو

عزیز منزل ۔ لاہور

بسم اللہ

نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — و مولوی صدرالدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

اسے پڑھکر اور کوئی نیکی کرو آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے +

جلد (۴) | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۳)

فہرست مضامین

یونین سٹیم پریس ہوگلالہ دلو الخیڈ منزل کے اہتمام سے چھپوا کر محمد یعقوب بیگ سکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

ووکنگ مُسلم مشن

ناظرین کرام ووکنگ مسلم مشن کے کارہائے نمایاں سے خوب واقف ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے کہ اسکو گذشتہ سالوں میں ہر قسم کی نصرت و کامیابی ہوئی۔ اس مشن کو قائم ہوئے اب چھٹا سال گذر رہا ہے۔ اس چھ سال کے عرصہ میں نہ صرف اسلام کی تبلیغ کی راہ ہی صاف ہوگئی ہے۔ کہ جس اکیلے کام پر اگر تیس سال بھی لگ جاتے تو بہت نہ تھے۔ بلکہ ایک خاصی بڑی قابل و اہل قلم نومسلمین کی جماعت پیدا ہوگئی ہے لیکن ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ **اسلامک ریویو** انگریزی جس کے ذریعہ سے یہ تبلیغ اس وقت ہورہی ہے۔ اس کا حلقہ اشاعت دن بدن تنگ ہورہا ہے۔ اس طرف موجودہ حالات کے ماتحت یورپ میں ہر ایک چیز کی قلت و گرانی ہے۔ اخراجات طبع و کاغذ میں بھی قیمت کا کئی گنا زیادہ اضافہ ہوگیا ہے۔ اسلئے اشاعت اسلام کے پاک مقصد سے جو ہمدردی رکھتے ہیں۔ وہ اس وقت مشن کی امداد کیلئے کھڑے ہوجائیں۔ ورنہ ان کی عدم توجہ سے مشن مذکورہ کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے +

بہی خواہان مسلم مشن ووکنگ مندرجہ ذیل طریقوں سے اس وقت مشن مذکورہ کی اعانت فرماسکتے ہیں :-

۱- رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی انگریزی دان احباب میں اور اردو دان احباب میں اردو ترجمہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت فرمائیں۔ کیونکہ انہیں رسالوں کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات عظیم کا کفیل ہے اور کم از کم ازراہ کرم تین جدید خریدار ہر ایک خریدار عنایت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں +

۲- اپنے اپنے شہر کے معزز و ذی اثر مسلم احباب کی خدمت میں اس مشن کی مالی اعانت کے لئے تحریک فرمائیں +

۳- اپنے حلقہ اثر میں یورپ میں مفت رسالہ اسلامک ریویو کی تقسیم کے لئے تحریک فرمائیں۔ اور جو تبلیغ اسلام کا شیدائی صرف رحمت فرمائیں تو ہم ان کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت بطور تبلیغ تقسیم کرینگے +

کسی قدر افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ سالانہ وی پی پر رسالہ اشاعت اسلام کے پانچ صد کے قریب خریداران نے وی۔پی سے انکار کردیا ہے۔ بعض وقت بالضرور ایسا ہوتا ہے۔ کہ ڈاکیہ کی غلطی سے رسالہ واپس ہوجاتا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس طرح رسالہ کا انکار کس قدر عظیم اثر اشاعت اسلام کے کام پر ڈالتا ہے۔ بہرحال اشاعت اسلام کے خریداران کا اس وقت فرض ہے۔ کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے کم از کم ۲ جدید خریدار فراہم فرماکر عنداللہ ماجور ہوں +

مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور



Habeeba — Y[illegible] Akbar — Rasheeda — Saheeda

A BELGIAN MUSLIM FAMILY.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) بابت ماہ مارچ ۱۹۱۸ء جلد (۳)

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ بلجیم مسلم خاندان کی تصویر شائع ہوتی ہے۔ جو آنحضرت صلعم کے قدموں تلے آچکے ہیں۔ اور اس تصویر میں دائیں طرف نمبر ۱ پر صفیہ ہیں۔ جو کہ باقی تین بچوں کی والدہ ماجدہ ہیں۔ نمبر ۲ پر رشیدہ، نمبر ۳ پر یوسف اکبر اور نمبر ۴ پر حبیبہ ہیں۔ یہ انکے اسلامی نام ہیں۔

ہمارے لنڈن مسلم ہوس کی تبلیغی کوششیں بھی محض فضل ایزدی سے روزافزوں ترقی پر ہیں اور پبلک میں مذہبی مذاق پیدا کرنے میں بہت حد تک کامیاب ہو رہی ہیں۔ ہر اتوار باقاعدہ لیکچر منعقد ہوتے ہیں۔ جن کی تفصیل ذیل میں دیگئی ہے۔ اور ان لیکچروں میں سامعین کی تعداد ہر اتوار بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور سامعین بڑے ذوق وشوق سے لیکچروں کو سُنتے ہیں۔ اور ان کی قدر کرتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ دو ماہ کے لیکچروں کا نہایت ہی دلچسپ خاصہ یہ تھا کہ مضمون تو ایک ہی تھا لیکن مختلف پہلوؤں سے اس پر روشنی ڈالی گئی۔ اور چونکہ ان مضامین میں مذہب کے ساتھ ساتھ مختلف مواقع پر سائنس کے ضروری اور خاص خاص حوالجات بھی دیئے گئے

اسلئے یہ مذہب اور سائنس کا مطالعہ متقابلہ اسلامی تعلیم کی روشنی میں عوام الناس کیلئے بہت سود مند ثابت ہوا - ذیل میں ان لیکچروں کی فہرست دیجاتی ہے - جن پر گذشتہ دو ماہ میں مبسوط بحث ہو چکی ہے +

(۱) سائنس اور مذہب
(۲) سائنس و الہام
(۳) مختلف اقوام کی الہامی کُتب
(۴) تمام الہامی کُتب کا نچوڑ قرآن میں ہے -

ہماری مسلم لٹریری سوسائٹی بھی اپنے مفید مذہبی مقصد میں ترقی کر رہی ہے - ہر پندرھویں یوم جلسے منعقد ہوتی ہیں - اور ان جلسوں میں عمدہ عمدہ مضامین پر لیکچر دیئے جاتے ہیں - اور سامعین حسب معمول بڑے شوق سے اس میں بھی حصہ لیتے ہیں - ان مواقع پر مضامین زیر بحث دینی و دنیوی دونوں مذاق کے ہوتے ہیں - اور موخر الذکر مضامین اکثر سامعین کی توجہ اختتام لیکچر پر خاص طور سے اُس عجیب و غریب اتحاد (باہم آہنگی) کیطرف مبذول کرتی ہیں - جو تعلیمات اسلام اور موجودہ سائنس کے درمیان پائی جاتی ہے - ڈاکٹر سلیمان صاحب نے مسئلہ ارتقا پر عالمانہ تقریر کی - جو کہ ان کی محنت شاقہ و علمیت کا نتیجہ تھی - اور اسکے بعد ایک طول طویل اور مفید بحث اس پر ہوئی - مسٹر اصفہانی صاحب نے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نصیحت آمیز تاریخی مطالعہ کا لیکچر دیا - وہ بھی ان کی علمی قابلیت و تحقیقات کی بین دلیل تھی - اور یہ بھی بڑے حظ و شوق سے سنا گیا

ہمارے ووکنگ کے اتوار کے لیکچر بھی حسب معمول جاری ہیں - اور گذشتہ چند ہفتوں میں جو مضامین زیر بحث رہے اُن کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) حقیقت جہنم -
(۲) کیا انسان فطرتاً گنہگار ہے
(۳) الہام کی ضرورت

پندرہ روزہ اتوار کے لیکچر بمعہ نماز کے ۱۱۱ کیمپ ڈن ہل روڈ - ناٹنگن ہل گیٹ ویسٹ لنڈن میں بوقت سوا تین بجے باقاعدہ ہوتے رہے ہیں - اور مندرجہ ذیل لیکچر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

مسلم مشنری نے مختلف تاریخوں پر مختلف مضامین پر دیئے جو ذیل میں درج ہیں :-

۹ دسمبر ۱۹۱۶ء - حضرت ابراہیم کا مذہب

۲۲ دسمبر ۱۹۱۷ء - حضرت عیسیٰؑ کا مذہب -

۶ جنوری ۱۹۱۸ء - خدا کی وحدانیت پر ایمان اور اُس کا انسانی زندگی پر اثر -

ذیل میں دو اعلان شائع کئے جاتے ہیں جو حال ہی میں ووکنگ ہیڈ آفس سے موصول ہوئے ہیں جو کہ ناظرین کرام کی خوشنودی کا باعث ہونگے - بہر حال جو کچھ بھی آج تک تبلیغی رنگ میں ہم کو کامیابی و نصرت ہوئی - وہ محض فضل ایزدی ہے - اور اس پر جس قدر بھی سجدات شکر ادا کریں کم ہیں - وگرنہ ہم کیا اور ہماری کوششیں کیا +

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

دو خواتین کا قبولِ اسلام

برادران - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - اس سال بھی مجلس میلاد بڑے اہتمام سے کی گئی - رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب اس سال اس مبارک موقعہ پر تقریر کرنے کے لئے منتخب کئے گئے - انھوں نے نہایت مہربانی سے اس فرض کو عمدگی کے ساتھ ادا کیا - کچھ تو جنگ کے باعث اور کچھ تعطیلات کرسمس کے سبب کسی اچھے ہوٹل میں جگہ نہ مل سکی - اسلئے ۲۹ دسمبر ۱۹۱۷ء مولود شریف کے لئے تجویز کیا گیا - پرنسس ہوٹل پکاڈلی میں ایک شاندار کمرہ کرایہ پر لیا گیا - حاضرین کی تعداد اس سال بھی ڈیڑھ صد کے لگ بھگ تھی - ان میں قریباً ایک تہائی مسلم تھے - اور باقی مختلف طبقات کے ذی حیثیت اصحاب تھے - جن کو من وجہ اسلام سے دلچسپی تھی - مرزا ہاشم اصفہانی پریزیڈنٹ سنٹرل اسلامک سوسائٹی نے سید صاحب کو تقریر کرنے کیلئے بلایا اس تقریر کا اثر خاص حاضرین پر ہوا - آپنے مختصر سا تاریخی تبصرہ ان مذاہب کا دیا - جو اسلام سے پہلے دُنیا میں تھے - اور ظاہر کیا کہ حالات وقت ایک مذہب چاہتے تھے - محاسن اسلام

بیان کرتے ہوئے آپ نے اسبات پر زور دیا کہ اسلام جو دنیا کیلئے ایک نیا مژدہ لایا وہ یہ تھا کہ خدا پرستی اور فرائض دنیوی اور آگرنا دو ضدیں تھیں جیسا کہ مذاہب قدیمہ نے سمجھ رکھے تھے اسلام دنیا میں رہکر دنیا سے بے تعلقی سکھاتا ہے۔ آپ کی تقریر میں وہ حصہ نہایت دلچسپ تھا۔ جسمیں آپ نے دکھلایا۔ کہ موجودہ عیسائیت تعلیم مسیح کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اس میں یونانی۔ رومی۔ مصری اور ایرانی اباطیل پرستی کے عنصر مرکب حیثیت میں نظر آتے ہیں لندن کے ٹائمز اخبار نے مولود شریف کے متعلق ایک خاص نوٹ بعنوان لندن میں اسلام درج کیا۔ اور سید صاحب کی تقریر کا خلاصہ بھی دیا۔ نومسلم حاضرین میں میجر جنرل ڈکسن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ وہ لندن سے ۱۰۰ امیل پر بود و باش رکھتے ہیں لیکن خاص اس جلسہ میں شریک ہونے کیلئے تشریف لائے اس سال یہی پسند کیا گیا کہ اس جلسہ کو خالص مذہبی رنگ دیا جائے۔ اسلئے کسی قسم کی موسیقی کا آئیٹم پروگرام میں شامل نہ تھا +

ماہ دسمبر میں دو اور خواتین لندن مسلم ہوس میں بعد از نماز جمعہ شریک اسلام ہوئیں ایک اُن میں سے مسز کار تھیں۔ اور دوسری اُن کی ایک رفیقہ +

مسلم ہوس کے جلسے دن بدن رونق پذیر ہیں۔ اور مختلف طبقات کے لوگ لیکچروں میں شریک ہوتے ہیں +

ووکنگ خاکسار۔ عبد القیوم ملک بی اے (علیگ)

سلاجیت (مومیائی) } یہ بے ضرر زود اثر مفرد دوائی حد درجہ کی مقوی اعصاب و معدہ ہے۔ جگر و گردہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے۔ زکام۔ ریزش۔ درد کمر اور دردوں کو بھی جو رتح یا چوٹ کے باعث ہوں دُور کرتی ہے۔ تمام دن محنت کے بعد بہت کم تھکاوٹ اس کے استعمال سے ہوتی ہے۔ مرد و زن بچہ و بوڑھا ہر موسم میں بلا پرہیز استعمال کر سکتے ہیں۔ دماغی کام کرنیوالوں کیلئے از حد مفید ہے + قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ/) خوراک ایک رتی سے دو رتی حسب مزاج ہمراہ دودھ استعمال کریں +

المشتہر۔ مینیجر کارخانہ سلاجیت عزیز منزل۔ نولکھا لاہور

آنحضرت صلعم کا اُسوۂ حسنہ

(اس مختصر سے آرٹیکل کے مصنف انگلستان کے مشہور اہل قلم مسٹر مارماڈیوک پکتھال ہیں جس میں انہوں نے اس اعتراض کا مختصر سا جواب دیا ہے کہ کلمہ توحید میں رسالت کا کیوں ذکر ہے)

بعض وقت ایک آزاد خیال منتقد یہ کہہ دیتا ہے کہ ایمان بالتوحید کافی ہے۔ اور کسی خاص پیغمبر کی تعلیم کا مرہون ہو جانا ضروری نہیں اس واسطے ہمیں تمہارے عقیدے کے اس حصہ سے جسمیں انسانی عنصر شامل ہے اتفاق نہیں +

میرے خیال میں اس اعتراض کی بنیاد یہ ہے کہ ان معترضین نے اسلام کو ان مذاہب جیسا سمجھ رکھا جہاں پیغمبر کو اُسکے پیروں نے خدا بنا رکھا ہے۔ یا یہ کہنا چاہیئے۔ یہ معترضین بھی حقیقت مذہب سے بھی آشنا نہیں ہوئے اور اسکے بندوں میں کسی سفارش کنندہ کی تو فی الواقع ضرورت نہیں۔ اور نہ پیغمبر اس اس مقصد کیلئے آئے۔ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے پیغمبر ہیں جس نے صاف طور پر اس حقیقت کو مبرہن کیا ہاں ایک ایسے پیغمبر کی ضرورت جو نمونہ اور اُسوہ ہو۔ اور نمونہ بھی ایسا کہ نہ صرف کسی قوم کیلئے بلکہ تمام مخلوق عالم کیلئے ہو یہ وہ ضرورت حقہ ہے جس کا ثبوت یہ نام نہاد عیسائی دُنیا اپنے عقائد خیالات اور اعمال کی غیر ہم آہنگی اور انتشار سے دے رہی ہے حقیقی مذہب کے دو فرائض ہیں ایک خدا سے متعلق اور دوسرا انسانوں کے متعلق اور یہ دو باتیں اسلام میں ہی پائی جاتی ہیں۔ "اللہ رب العالمین ہے" یہی ایک تعریف خدا اسلام کی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی خاص دُعا میں اس حقیقت پر زور دیا۔ "تیری مرضی دُنیا میں پوری ہو"۔ وہ رسول برحق تو ضرور ہے لیکن عامۃ الناس کیلئے اُن کی زندگی کوئی عملی نمونہ اپنے اندر نہیں رکھتی۔ کیونکہ پیدائش سے لیکر اُن کی ساری زندگی کا دور کچھ نرالا سا واقع ہوا ہے۔ ان کے پیروؤں نے انہیں خدا بنا لیا۔ اور ان کے اس فقرہ سے کہ "میری سلطنت اس دُنیا کی نہیں" ایک اچھا عذر تراش لیا۔ کہ مذہب کو دنیوی زندگی سے کچھ تعلق نہیں اور یہ امر آئندہ زندگی میں پورا ہوگا۔ لیکن یہی الفاظ اُنکے نزدیک جو مسیح کو خدا نہیں مانتے اپنے اندر صاف اور کھلے معنے رکھتے ہیں۔ اور ان سے صرف اسقدر مراد ہے کہ اعمال کا عوضہ آئندہ زندگی سے وابستہ ہے۔ یہودی بیشک خدا کی سلطنت کو اس دُنیا سے

وابستہ سمجھتے رہے لیکن یہ الٰہی سلطنت ان کے نزدیک انہیں کے حصہ میں آئی تھی۔ جناب مسیح نے ایک حد تک اس غلطی کو دور کیا۔ اور خدائی قوانین کی حقیقت کو واضح کیا لیکن یہ تو رسُول کریم کا ہی حصہ تھا۔ کہ قوانین الٰہیہ کو پُورے طور پر ظاہر کرنے یعنی ان قوانین کو جو اخلاق اور کائنات سے تعلق رکھتے ہیں (قرآن کا کوئی صفحہ اُٹھا کر دیکھو تمہیں وہاں قوانین کائنات اور قوانینِ الٰہیہ مترادف نظر آویں گے) یہی وہ قوانین ہیں جن کا عمل انسانی زندگی پر ہر وقت اور ہر جگہ ہو رہا ہے۔ اسی سے دُنیوی اور اُخروی حسنات پیدا ہوتے ہیں انہیں قوانین سے تکمیل نفوسِ انسانیہ ہوتی ہے۔ اور یہی قوانین جہاں ایک طرف قرآن کریم میں ہیں ہاں ان کی عملی مثال آنحضرت صلعم کی زندگی ہے۔ اسلئے میرے نزدیک یہ دو امر ایک دوسرے سے لازم ملزوم کا حق رکھتے ہیں آپ کے حالات زندگی جس کا ہر ایک واقعہ تاریخ کی کسوٹی پر جچ چکا ہے اپنے اندر انسانوں کیلئے ایک مکمل راہنمائی کا جوہر لئے ہوئے ہے ان میں عسرت و ثروت مصیبت و نصرت۔ بے یاری و طاقت غرضیکہ انسانی حالات کے ہر پہلو کی ایک سچی تصویر ہے اور جو حالت بھی ہے اسمیں آپ کا طرز عمل ایک کامل اُسوہ ہے۔ آپ کا ہر حال کی آب و تاب در آپ کے حالات کی نسبت دُنیا کی عمر کے ساتھ دن بدن منور ہوتی جاتی ہے۔ اور اگر خدانخواستہ اس مُقدس انسان کے وجود باجود سے دُنیا ناآشنا رہتی تو بلاشبہ مذہب ایک بے معنی اوہام پرستی اور بیجان رسمیات کا نام رہ جاتا پیغمبر خدا نے اس امر کو ثابت کر دیا۔ کہ انسان اپنی زندگی کے معمولی فرائض کو انجام دیکر بھی بالاتر قوانین الٰہیہ کا پابند ہو سکتا ہے۔ آج دُنیا بھر کے مسلمان آپ کی زندگی کے سُنہری اصُولوں پر نظر کرتے ہوئے آپس کے اختلافات اور فرقہ بندیوں کو بھول جاتے وہ انسان تو ضرور تھے لیکن اللہ کی نصرت سے کام وہ کر گئے جو انسانی طاقت سے بالاتر تھا۔ وہ کام آج بھی پائدار ہے۔ گو ہماری غلط کاریوں نے اسے دھندلا کر رکھا ہے۔ ہاں یہ فرض ہمارا ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی مدد کے بھروسے پر اسکی حقیقی خوبصورتی سے پھر از سر نو خود دُنیا کو آشنا کریں اور خود دُنیا کے فائدے کیلئے اُسے اکناف عالم میں پہنچا دے +

محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) ہی تو اسلام کی جان ہے اسلام بلا محمدؐ ایک مہمل کلام ہے اور بالاازفہم امر ہے۔ مزا یہ ہے کہ جو اعتراض آپ کے مخالفین کو سُوجھا ہے وہی ایک بے بہا جوہر آپ کی زندگی میں سے ایک تو ہم پرست انسان نے لیا ہے گیا۔ کہ آپ کا دشمنوں کے مصائب کو صبر و تحمل سے برداشت کرنا

آپ کا اصلاح خلق کرنے کیلئے ہر قسم کی اذیت کو مکّہ میں جھیلنا واقعی ایک اعلےٰ اور سچا نمونہ ہے لیکن جب آپ مدینہ میں پہنچے اور طاقت پاکر فوجوں کو اپنے مخالفین کے مقابل لائے پھر آپ نے شادیاں کیں دشمن آپ کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے۔ اور بعض ایسے امور کئے جن کا نہ کیا جانا بدرجہا بہتر ہوتا۔ لیکن آنحضرت صلعم کی زندگی کا مقصد ان توہم پرست لوگوں کو خوش کرنا نہ تھا۔ کہ وہ چند ایک خوشکن لیکن قطعًا ناقابل عمل قواعد وضع کر جاتے۔ اور ایسا ہی مصائب وشدائد کے مقابل اعلےٰ درجہ کا صبر وتحمل وجوانمردی دکھانا بڑے اعلےٰ امور میں سے ہے۔ لیکن صرف ایک خلق میں تو کمالات انسانی کا منشا نہیں۔ آپ نے ان تمام طبقات انسان کیلئے جو مختلف زندگیوں اور حالات میں البتہ ہیں ان کیلئے عمل پیرا قواعد اور ہدایات مرتب فرمائیں۔ اور ان قواعد کو اپنی زندگی میں عمل کا لباس پہنایا تھا۔ اگر آپ نے بذات خود جنگجوئی نہ کی ہوتی تو دنیا کے سپہ سالاروں کیلئے آپ کی زندگی بے سبق وخالی از نمونہ ہوتی۔ اگر آپ نے خود نبرد آزمائی نہ کی ہوتی تو آپ ایک ایسے انسان کیلئے جو بھلائی۔ سلامتی اور انصاف کیلئے سپاہی بن کر اپنی جان پر کھیلتا ہے۔ ان کیلئے کیا نمونہ تھے اگر آپ نے قوانین وضع نہ کئے ہوتے تو واضعان قوانین کی کیا رہنمائی کر سکتے۔ اگر آپ نے کرسی عدالت پر بیٹھ کر انفصال مقدمات نہ کیا ہوتا تو وہ ایک جج کیلئے کس طرح مفید ہوتے۔ اگر آپ قبالہ زوجیت میں نہ آتے تو پھر نصف سے زیادہ زندگی اپنی رہنمائی کیلئے کوئی مثال نہ پاتی اور نہ آپ سبق دے سکتے۔ کہ ہم کس طرح بیوی اور بچوں سے حسن سلوک کر سکیں۔ اگر آپ نے غریب کو اذیت دینے والوں اور معصوموں پر ظلم کرنے والوں کو کیفر کردار تک نہ پہنچایا ہوتا۔ اگر آپ نے دشمنوں کو مغلوب کرکے ان کو معاف نہ کیا ہوتا۔ اگر آپ نے اپنے متعلقین کی غلط کاریوں پر چشم عفو سے نہ دیکھا ہوتا الغرض مختلف امور میں آپ زندگی کے مراحل طے نہ کئے ہوتے تو آج وہ کیسے ایک کامل نمونہ اور مکمل اسوہ دنیا کیلئے ہوتے۔ فی الحقیقت اور رہنمایان دین کے مقابل آپ میں یہ ایک ممیز نشان ہے کہ آپ نے نہ صرف انسانی زندگی کے کل شعبوں میں آبیاری کیلئے عملی قوانین دیئے ہیں بلکہ آپ خود ان قوانین پر عمل پیرا ہوئے ہیں"٭ کیا ہم اسلام کو محمدؐ کے سوا سمجھ سکتے ہیں +

٭ ترجمۃ القرآن از مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے +

تمام اخلاق عظیمہ اور مکارم اخلاق حلم و ہمدردی کی تعلیمات کاملہ جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اور جو ایک پُر عظمت اور وسیع دل کا نشان دیتی ہیں وہ سب کی سب رسول کریم کی حیات میں عملی جامہ پہن لیتی ہیں۔ اسی فراست خاتون یعنی حضرت عائشہ صدیقہ نے جس سے بڑھ کر شاید ہی کوئی اور رسول پاک کی سیرت سے واقف ہوگا۔ اس نے کیا بامعنی بات کہی ہے جس نے پیغمبر خدا کی سیرت کو نہایت خوبی سے ظاہر کر دیا ہے۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم کی سیرت کیا تھی تو انھوں نے فرمایا "کان خلقہ القرآن" کہ قرآن ان کا خلق تھا یعنی سیرت اور اخلاق کے عالیشان مراتب جو قرآن کریم پیش کرتا ہے۔ وہ آنحضرت صلعم کی فطرت سلیم کی تصویر ہیں۔ وہ وسعت قلب جس کی تعلیم قرآن کریم دیتا ہے۔ ایک ترجمہ فی الاعمال چاہتی تھی۔ تاکہ ایک عام فہم دل بھی اُسے سمجھ سکے۔ اور یہ بات آنحضرت کی زندگی سے ظاہر ہوتی ہے جس میں طرح طرح کی وسیع القلبی اپنا جلوہ دکھلا رہی ہے مثلاً

اوّل۔ جہاں حضرت موسیٰ اور نوح نے اپنے دشمنوں کی بے انصافی اور ظلم کے بدلے میں انکی تباہی کیلئے دعا کی رسول خدا نے اپنے دشمنوں کے حق میں باوجود اسکے کہ وہ عداوت اور بغض میں بیحد بڑھ چکے تھے معافی اور مغفرت کی دعا کی +

دوم۔ جب نبی کریم نے مکہ فتح کیا تو بطیب خاطر اپنے بدترین دشمنوں کو معاف کر دیا ایسے عفو کی نظیر کسی دنیوی یا مذہبی تاریخ میں نہیں ملتی +

سوم۔ آپکے مکارم اخلاق اور انکی وسعت +

چہارم۔ سخت سے سخت مشکلات اور مخالفت میں بے صبری اور بے قراری کا لفظ تک آپ کی زبان پر نہیں آیا۔ بالمقابل اس کے حضرت عیسیٰ نے ایلی ایلی لما سبقتنی پکارا لیکن واہ رے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بڑھ کر مصائب کا سامنا پڑا لیکن کیا مجال کہ حرف شکایت کبھی لب تک آوے +

پنجم۔ شدید خطرات کا مقابلہ کرتے ہوئے پروردگار کی ذات پر کامل بھروسہ اور اعتماد رکھنا +

ششم۔ استقلال اور عزم جو ایسے نادر مواقع پر ظاہر ہوا +

ہفتم۔ اپنے تمام مختلف فرائض کو نہایت عمدگی سے ادا کرنا بحیثیت ایک مذہبی پیشوا

ایک اخلاق معلم ۔ ایک اور بس حاکم ایک سپہ سالار فوج ۔ ایک حکمران بادشاہ ۔ ایک چاہنے والا شوہر ایک شفیق باپ ۔ ایک مخلص دوست ۔ ایک یتیموں کا ملجا غریبوں کا حامی ایسی قسم کی اور بہت سی حیثیتوں کو آپ نے نہایت صدق و صفائی اور خوش اسلوبی سے نبھایا ۔ آخر میں دو ایک امور بھی قابل توجہ ہیں ۔ وہ معترضین جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ۔ وہ خود ہی ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ اگر آنحضرتؐ کل بنی نوع کیلئے رہنما اور نمونہ تھے تو پھر ضرور تھا کہ دوسروں کی ہدایت کیلئے ان تمام حالات میں سے آپ خود گذرتے جن سے مختلف انسانی جماعتوں کو تعلق ہے علاوہ ازیں ہر ایک انسان میں طرح طرح کی قوتیں اور عجیب عجیب طاقتیں ہیں ان کا نشو و نما اور ظہور حالات مختلفہ چاہتا ہے بعض اخلاق فاضلہ کا ظہور خاص حالات کو چاہتا ہے ۔ اگر کسی شخص کی زندگی ان حالات خاصہ کے ماتحت نہ ہو تو پھر وہ اخلاق حسنہ کس طرح ظاہر ہوں ضرور تھا کہ کل دنیا کا ہادی ان تمام حالات کے ماتحت اپنی زندگی کوئی نہ کوئی حصہ گذارے ۔ اور ہر امتحان میں پورا اتر کر "انک علیٰ خلق عظیم" کا مصداق ٹھیرے ۔

کوہِ استقلال

(اس مضمون کے مصنف ہمارے عالم فاضل پروفیسر نورالدین سٹیفن ہیں) ۔

آجکل دنیا کے کام عموماً سمجھوتے سے چلتے ہیں ۔ اور بجائے اسکے کہ حق و انصاف کی پیروی کامل طور پر کیجائے لین دین کے معاملات باہمی رضامندی سے ہو جاتے ہیں مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ فلاں بات یوں ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ نہیں اصلی یوں ہے ۔ اور جب وہ دونوں کسی ایسے فیصلے پر نہیں پہنچ سکتے جو دونوں کو منظور ہو تو وہ اپنی رائوں کو ایک عجب طرز سے خلط ملط کر دیتے ہیں اور وہ دونوں اس فیصلے کو تسلیم کر لیتے ہیں جو نہ تو بالکل ٹھیک اور نہ بالکل غلط ہوتا ہے بلکہ ایک نرالا سی مرکب ہوتا ہے ۔ اور اس کا قدرتی نتیجہ لاانتہا فساد اور غلط فہمیاں ہوتی ہیں ۔ ان حالات کے دوران میں ایک ایسے آدمی کی ذات پر غور کرنا بہت ہی فرحت اور خوشی کی بات ہے جس نے اپنے خیالات کو مناسب الفاظ میں ادا کیا اور اس انداز سے اپنا مفہوم اپنے سامعین کو سمجھایا کہ کسی کو مجال بھر

بھی شک نہ ہے۔ اس قسم کا انسان محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس مضمون میں آپ کی سوانحعمری پر کوئی بحث نہیں کیجائیگی۔ ہاں جہاں تک میرا علم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ جسمانی قوے کے لحاظ کوئی تنومند انسان نہ تھے۔ اور آپ کے مزاج میں زود حسی اور عزلت گزینی کی رغبت تھی۔ اور بدنیتی یہ بیہودہ سیاسیات کو اپنے سامنے اور بہتر طریق سے ظاہر کرنا جس طرح آپ نے کر کے دکھایا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ خدا یہ سمجھتے اور باہمی رضامندی کو کام میں لانے یا بالکل سکوت اختیار کرنے سے زیادہ فائدہ ہوتا لیکن صداقت ایمانی کا جوش آپ میں اس قدر تھا کہ آپ نے بڑی دلیری سے کھلم کھلا اُن کا اعلان کیا۔ جو رائے آپ نے مذہب اور معاشرت کے معاملات میں قائم کی تھی وہ بہت سوچ بچار اور تجربہ کی بنا پر تھی۔ کسی چیز کے وقتی فائدے کی وجہ سے آپ اس سے متاثر نہ ہوتے تھے۔ ان سب کو حق اور انصاف کی کسوٹی پر جانچتے اور اپنی تسلی پورے طور پر کرنے کے بعد آپ بالکل نڈر اور بیخوف ہو کر اپنے اوپر بھروسہ رکھتے۔ اسمیں شک نہیں کہ اکثر اوقات آپ کا رحم آپکے انصاف میں ایک رکاوٹ ہو جاتا تھا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا۔ کہ صرف رحم کی بنا پر اپنی رائے کو بدل دیا ہو۔ یہ خیال ہمیشہ بعد از فیصلہ آیا کرتا تھا۔ مثلاً ایک منصف یہ فیصلہ دے سکتا ہے۔ کہ واقعی ایک آدمی نے خطا کی ہے۔ اور سزا کا مستحق ہے۔ اسکے بعد یہ خیال دل میں آسکتا ہے اور اسکے قصور کو اس پر خوب روشن کرنے کے بعد اس پر رحم کیا جا سکتا ہے اس وجہ سے نہیں کہ وہ اس کا مستحق تھا۔ بلکہ اس واسطے کہ یہ ایک ایسے آدمی کا سلوک ہے جس کا مقصد ہر حالت میں اللہ تعالےٰ کی پیروی اور رضا تھی۔ اور جو انصاف کی حقیقت اور عظمت کو یہ دکھا کر منوانا چاہتا تھا کہ انصاف و سزا کا مقصد بدلا اور انتقام نہیں۔ بلکہ اس کی اصلی غرض و غایت اصلاح مجرم اور اظہار ترحم ہے۔ اور نبی کریم کی یہ حدیث جان کر کہ "خدا ہرگز اس پر رحم نہیں کرتا جو مخلوق خدا پر رحم نہیں کرتا"۔ تمام سزاؤں کو رحم سے مُبدل اور موثر کر دے +

آپ ہمیشہ صاف و رنگین الفاظ میں گفتگو کرتے تھے آپ کا کلام معموں اور چیستانوں سے مُبرا ہوتا تھا۔ آپ ہرگز ان آدمیوں میں سے نہ تھے۔ جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اپنے خیالات کو چھپانے یا مشتبہ کرنے کی غرض سے ہمکو طرز بیان دیا گیا ہے۔ آپ کا قول اور عمل یہ تھا۔ کہ ہمیشہ سچ کہو خواہ وہ لوگوں کو بُرا اور ناپسند ہی کیوں نہ لگے۔ آپ کبھی بھی رازداری اور خفیہ کارروائی کو

پسند فرماتے تھے کیونکہ ایک موقع پر جب ایک معتقد آپ سے کچھ مشورہ لینے آیا اور کہا کہ وہ معاملہ بڑا خفیہ اور پوشیدہ ہے تو آپ نے جواب دیا کہ اگر کوئی بات پوشیدہ رکھنی ہے تو بہتر ہے کہ تو چپ رہے کیونکہ وہ جو آہستگی سے پرندوں کو سنائی جائے وہی ندیوں کو گا کر سنائی جاتی ہے +

میرے خیال میں وہ وقعت اور بزرگی جو آپ کو اپنے معتقدوں میں حاصل تھی اس کا راز یہی تھا آپ ہمیشہ سیدھی بات کرتے تھے خواہ جواب و مشورہ دینا ہو یا سرزنش کرنی ہو۔ حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جن کیلئے وہ جواب خاطر خواہ نہ ہوتا وہ بھی آپ کا مفہوم فوراً سمجھ جاتے اور یہ اقرار کرتے تھے کہ آپ نے بالکل سچائی سے اپنے دلی خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ گو یہ خوب معلوم ہے کہ آپ کی اوائل زندگی کے لکھنے والے مؤرخ اسباب کو تسلیم نہ کرینگے مگر یہ بات بالکل حق ہے اور حق ہمیشہ ظاہر ہو کر رہتا ہے اور موجودہ معلومات نے آپ کی زندگی کو اور بھی قابل قدر ثابت کیا ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی ہے کہ جس قدر الزام آپ پر لگائے گئے تھے۔ ان سب کا باعث تعصب تھا۔ یا یوں کہئے کہ عمداً غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیا گیا تھا۔ تھامس کارلائل بھی آپ کے ہی پیرو رہتے وہ لکھتے ہیں :-

"وہ ایک صادق اور باوفا انسان تھا اپنے قول اپنے فعل اور اپنے خیال میں ہمیشہ سچ سے کام لیتا تھا۔ آپ کبھی مہمل بات نہ کرتے تھے۔ آپ باتونی نہ تھے اور بلا ضرورت آپ گفتگو بھی نہ کرتے تھے لیکن جب کبھی آپ بولتے تو ادب عقل اور ایمانداری سے بولتے اور کسی نہ کسی معاملے پر روشنی ڈالتے" +

اس قسم کی عزت حاصل کرنا کسی مضبوط انسان ہی کا کام ہے اور پھر اُسکو حاصل کر کے اسکو نبھانا یا اور بھی مشکل کام ہے۔ گویا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے وقت میں ایک نہ ہلنے والی چٹان تھے۔ اور آپکے اِرد گرد ریت کے ذرات تھے جو اِدھر اُدھر اُڑتے تھے۔ آپنے محسوس کیا کہ اس بے ثباتی کو تباہی سے بچانے کی حتے الوسع کوشش کرنے ہی کیلئے آپ کو مبعوث کیا گیا ہے اور اس کام کو پورا کرنے کیلئے آپنے کوئی تدابیر یا ذرائع اختیار نہیں کئے۔ بلکہ ایک چٹان کیطرح آپ ثابت قدم رہے۔ اور آپکے سہارے سے کھڑے ہونے کے بعد بعض نے آہستہ آہستہ بذات خود کھڑے ہونے کی طاقت حاصل کر لی بعض نے آپ کو پشت پناہ بنا کر آفات زمانہ سے پناہ لی اور

آراء و غور کیلئے ان کو فرصت مل گئی لیکن اکثر ان میں سے ہوا کے آگے چلتے گئے اور کوئی جائے قرار نہ پا سکے +

ذرا تھوڑی دیر کیلئے ان حالات پر غور کرو جن سے نبی کریم گھرے ہوئے تھے دغا فریب شراب خوری - بے عصمتی بے حیائی ظلم و تعدی ان سب کا بیحد زور تھا اور اور لوگ ہرگز یہ گوارا نہ کر سکتے تھے کہ کوئی انکے عیش میں خلل انداز ہو - مذہب کا حقیقی اثر زائل ہو چکا تھا - اور اسکی جگہ بُت پرستی مادہ پرستی شمس پرستی - یہودیت عیسائیت اور دیگر مظاہر قدرت کی پرستش وغیرہ کو مختلف شکلوں اور رنگوں میں خلط ملط کر کے مانا جاتا تھا - یہ ایک ایسا کام تھا - جو کہ بالکل نا ممکن معلوم ہوتا تھا - اور بہت کم لوگ ایسے کاموں کا بیڑا اٹھا سکتے ہیں - چند نئے خیالات و عقائد کا اس طریقہ سے رائج کرنا کہ حالات زمانہ میں بھی چنداں تبدیلی واقع نہ ہو بڑی احتیاط اور دماغ کو چاہتا تھا +

اس سے بڑھ کر کمزوری ظاہر کرنے اور مصلحت وقت کے ماتحت ہو جانے کا اور کونسا موقع ہو سکتا تھا لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی ذلیل یا حقیر ذرائع استعمال نہیں کئے - ناجائز ذرائع سے کام لینا بہت برا ہے - اور ان سے اسی طرح پہلو تہی کرنی چاہئے جس طرح دیگر افعال قبیحہ سے - پانی اور تیل کسی طرح حل نہیں ہو سکتے - اور نبی کریم خوب جانتے تھے کہ ناجائز ذرائع بالکل بے سود ہوتے ہیں اور آپ نے علے الاعلان لا الہ الا اللہ کی تبلیغ شروع کی - آپ کے پیغام میں غلط فہمی کا خدشہ ہی نہ تھا معاملہ بالکل صاف تھا - ہاں یا نہ اگر خدا تعالیٰ سب پر حاکم ہے - ارفع ہے تو ضرور وہ بے مثال اور لاثانی ہونا چاہئے اور یقیناً وہ واحد بالذات اور واحد بالصفات باقی تمام معبود باطل ہیں کسی کا کوئی اختیار نہیں - یہ ایک ایسا اعلان تھا کہ جس میں نہ غلط فہمی ہو سکتی تھی اور نہ ہی اس پر کوئی اعتراض ہو سکتا تھا شراب خوری کے ساتھ بھی آپ نے اس طرح سلوک کیا یہ ایک شجرہ بدی تھا جس کو آپ نے جڑوں میں سے اکھیڑ ڈالا - آپ نے میانہ روی کا عذر بالکل نہیں مانا - اور نہ ہی آہستہ آہستہ چھوڑنے کی اجازت دی بلکہ اس سے کامل طور پر الگ رہنے کا حکم دیا کسی مسلمان کو خواہ وہ کسی گوشہ زمین میں ہو آپ نے کمزوری دکھانے کا موقع ہی نہیں دیا - اگر ایک چیز واقعی پلید اور گناہ کی چیز ہے تو اس کا تھوڑا یا بہت دونو یکساں گناہ ہیں اس واسطے اسکو بالکل ہی دفع کرنا چاہئے اس میں آپ ایک چٹان کی مانند ثابت قدم رہے - اور کوئی انسان آپکے پاؤں کو تذبذب نہ دے سکا

ایک امر خاص یہ بھی تھا کہ اوائل ایام اسلام ہی میں یہ خیال لوگوں کے دلوں کو بھلا معلوم ہوتا تھا کہ سزائے گناہ بجائے مجرم کے کسی اور کو مل جائے اور حضرت سیدہ صحابہ کی دعا عاصیوں کیلئے باعث حفاظت و درگذر کے ثابت ہو۔ ایک بزدل انسان تو ہمیشہ اسباب کیلئے تیار رہے گا کہ اپنے گناہوں کا بار کسی اور کے سر پر ڈال دے اور بعض تو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ خود خدا پر اثر ڈال کر اس سے رعایت حاصل کر سکتا ہے۔ اسلئے کہ وہ اسکا مستحق تھا یا اس نے مغفرت مانگی بلکہ اس لئے کہ اس سے ایک بہتر ہستی نے اسکے لئے دعا مانگی بہت سے انسانی کام اس طریقے سے چل جاتے ہیں۔ اور اکثر اوقات وہ انسان کامیاب نظر آتا ہے جو کامیابی کا مستحق تو نہ تھا۔ لیکن دوسرے لوگ اس کا کام کر دیتے تھے اور عموماً اس قسم کی کامیابی کی وجہ رشوت ستانی کی کوئی قسم ہوتی ہے کیونکہ ایسا بہت ہی کم دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ بلا کسی غرض و خواہش کے کوئی آدمی دوسرے کا کام کرے۔ یہ فعل انسانی تو ہے۔ لیکن یہ خدا کے بھی شایاں ہے؟ وہ کیا یہ خیال کرنا خدا کی تذلیل نہیں کہ اسکے الطاف و فضائل حق اور انصاف پر مبنی نہیں بلکہ ان لوگوں کی دعاؤں اور التجاؤں پر منحصر ہیں جن کا پیشہ پیسے لیکر یا بن پیسے دوسروں کیلئے دعا کرنا ہے +

عفو اور درگذر تو عین انصاف و ترحم ہے لیکن مجھ کو کسی اور کے گناہ کی وجہ سے سزا دینا خواہ میں اس کے عوض سزا بھگتنے کیلئے ہر طرح تیار ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ کہاں کا انصاف اور رحم ہے۔ اسطرح یہ بھی انصاف و رحم سے بعید ہوگا کہ وہ میرے گناہوں کو اس وجہ سے بخش دے کہ مجھ سے ایک کم گنہگار انسان میرے لئے دعا کرتا ہے۔ اس موقعہ پر بھی نبی کریم نے بڑے واضح احکام دئیے اور فرمایا "کہ ہر ایک انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ وار ہے۔ اور کوئی انسان خالق اور عبد کے درمیان نہیں آسکتا" اور ہرگز کبھی اس قاعدے کے خلاف نہ ہوگا۔ حتٰے کہ وہ خود کسی دوسرے انسان کے لئے خدا کی رائے کو متاثر نہ کر سکیں گے"۔ اگر اللہ سے کوئی فضل چاہتے ہو تو خود التجا کرو"۔ اس قسم کا اعتقاد اس وقت کسی طرح فائدہ مند یا کامیاب ثابت نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ عین صداقت تھی اور نبی کریم نے یہاں بھی گول مول بات کرنا اپنی شان کے شایاں نہ سمجھا +

نبی کریم کی زندگی کے حالات میں سے مندرجہ ذیل واقعہ بہت سی لطیف اور معنی خیز ہے۔ لکھا ہے کہ ایک امیر کبیر آدمی آپکے پاس دعا کرانے آیا (اور یہ تو آپ سمجھ ہی سکتے ہیں کہ وہ خالی ہاتھ تو ہرگز نہ آیا ہوگا) لیکن آپ نے اسکو سرزنش کی اور کہا "جو چیز تم خدا سے حاصل نہیں کر سکتے

وہ میں بھی نہیں لا سکتا جاؤ اور خدا سے دعا کر کے خود مانگو۔" ملتجی نے عرض کی "یا رسول اللہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ کیا مانگوں اور کس طرح مانگوں"۔ آپ نے فرمایا۔ "جاؤ اللہ کے حضور کھڑے ہو اور طہارت کے بعد دعا کرو کہ اے اللہ تو خوب جانتا ہے۔ اور تیرا بندہ منتظر کرم ہے۔"

یہاں بھی آپ بالکل بیچون اور ثابت قدمی کا نمونہ دکھاتے ہیں۔ بار دیگر میں کارلائل صاحب کا حوالہ دیتا ہوں وہ لکھتے ہیں :-

"شروع میں سے جب یہ انسان حج وغیرہ کیلئے جاتا تو اس کے دل میں ہزاروں خیالات پیدا ہوتے میں کیا ہوں۔ یہ ناقابل فہم چیز جسمیں رہتا ہوں اور جسکو لوگ عالم کائنات کہتے ہیں کیا ہے زندگی کا مقصد کیا ہے موت کس چیز کا نام ہے۔ مجھے کس پر ایمان لانا چاہئے۔ مجھے کیا کرنا چاہئیے۔ غار حرا اور کوہ سینا کی وحشتناک چٹانیں صحرا کے ریتلے میدان۔ یہ بڑا کرہ ہوائی جو خاموشی سے ہمارے سروں پر گردش کر رہا ہے یہ ٹمٹماتے ہوئے ستارے ان میں کوئی بھی ان سوالات کا جواب دے سکا۔ خود انسان کی روح اور الہام آلہی ان استفسارات کا جواب دے سکتے تھے۔ (ہیرو اور ہیرو ورشپ)

اور حقیقت بھی یہی تھی اسکی روح نے اسکے دل کو اسی طرح تسکین دی جس طرح اس نے دوسروں کو دی آپکے دل میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہا۔ اور اس وجہ سے آپ اسقدر مستقل اور اولوالعزم رہے آپنے سبھی کبھی نہیں کہا کہ میرا خیال یہ ہے بلکہ فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ بات یوں ہے آپ اس قدر وثوق اور بھروسہ سے بات کرتے تھے کہ شک کا احتمال بھی نہ ہو سکتا تھا بحیثیت انسان ہونے کے آپ میں کمزوریاں ضرور تھیں۔ مگر خدا کی قدرت اور طاقت پر آپ کو کامل بھروسہ تھا۔ آپ ہمیشہ بردباری اور خاکساری اختیار کرتے تھے۔ فرمایا "تحقیق خدا نے مجھے ایک حلیم اور بردبار بندہ بنایا ہے نہ کہ ایک مغرور بادشاہ۔ معلوم ہوا کہ اپنی ذات کے متعلق بھی آپ بالکل صاف گو تھے۔ اپنی حیثیت کے سمجھانے میں آپنے کوئی شک نہیں رہنے دیا۔ اور اگر بعض نادان معتقدوں نے آپ کی ذات کے لئے ان کمالات کا دعویٰ کیا جو آپ میں نہ تھے تو اس کا الزام آپ کی ذات بابرکات پر عائد نہیں ہو سکتا۔ آپکے اپنے الفاظ سے زیادہ صاف اور کیا ہو سکتا ہے۔ فرمایا "انا بشر مثلکم" "میں تمہاری طرح ایک انسان ہوں" ۔ یہ ایک ایسی بات ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور ہر ایک انسان اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اور یہاں پر بھی آپنے صدق و صفا ہی کو

سے اور کہا جاوے گا یا لیکن آپ نے اپنی حیثیت کو مشتبہ نہیں کیا۔ اور اپنے عقائد کی تبلیغ بڑے واضح اور کھلے الفاظ میں کی +

چونکہ ادو نامہ نگار بہت سے مضمون آپ کی ذات کے متعلق لکھے جاتے ہیں اس واسطے مناسب یہی ہے۔ کہ میں اپنے مضمون کو زیادہ طویل نہ کروں +

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس چیز کو آپ گناہ سمجھتے تھے اسکے نزدیک تک نہ پھٹکنے دیتے تھے خواہ اس وقت تک کے لوگ اسکو اچھا ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں ذرا خیال تو کیجئے کہ کتنی دفعہ آپ کو خیال آتا ہوگا کہ آسان راہ اختیار کر لی جاوے۔ حالاتِ زمانہ کے مطابق حکم پاجاوے تاکہ آپ کے لئے سہولت پیدا ہو جائے۔ آپ نے کبھی ان خیالات کو اگرچہ وہ آپکے دل میں گذرے کوئی وقعت نہیں دی۔ آپ کی فطرت صحیحہ اور آپکے عقائد حقہ دونوں نے آپ کو بالکل ثابت قدم رکھا خواہ دوسرے کچھ ہی کریں اور خواہ کتنی ہی مشکلات کا سامنا ہو آپ ہمیشہ حق کی طرف ہوتے تھے۔ اور اس طرح آپ ایک چٹان تھے۔ اور آپ کے اردگرد سب ریت کے ذرات تھے جو ادھر اُدھر اُڑ رہے تھے ہوا کے تھپیڑے آپ کو لگے۔ آپکے خلاف منصوبے کئے گئے۔ آپ کے رفیقوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن آپ نے اپنے کار خیر کے مقابل ان سب کو ہیچ سمجھا۔ اور آج تک بڑے فخر سے لوگ آپ کی مستقل مزاجی اور اولوالعزمی کے مداح ہیں۔ آپ صداقت کے ستون ثابت قدمی کے پہاڑ اور حلیمی کے دریا تھے۔ انہیں کی بدولت آپنے تمام مخالفت پر فتح پائی۔ اور آج تک حق کی حمایت پر جمے رہے + نورالدین سٹیفن

لمعاتِ انوارِ محمدیہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات آپکے خلق عظیم کا آئینہ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی۔ ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جسمیں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و جناب مولوی صدرالدین صاحب بی اے۔ بی ٹی مسلم مشنری و جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایل۔ ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی (بیرسٹر) و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین درج جو نہایت قابل دید ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے +

قیمت غیر مجلد ۶ر مجلد ۱۰ر

عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی

تسلسل صفحہ ۷۰ اشاعت اسلام جلد ۴ نمبر ۲

طلاق

مسئلہ طلاق کو مسئلہ ازدواج سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اور یہ انسان کیلئے مخصوص ہے قدرت نے حیوانوں اور پرندوں کو انسانوں کیطرح اس قدر احساس اور غیرت نہیں عطا کی کہ وہ اپنے زوج سے قطع تعلق کرلیں۔ شاید یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ پرندے اور حیوان جو ایک سے زیادہ زوج نہیں رکھتے۔ ان کو فطرتاً باہمی وفا کا مادہ بہت عطا کیا گیا ہے۔ اور انکے مزاج ایک دوسرے سے اس قدر موافق ہوتے ہیں۔ کہ ان میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کی حاجت نہیں ہوتی۔ انسان کو بعض اوقات بوجہ ذی فہم عاقل اور اہل تمیز ہونے کے دوسروں سے کچھ زیادہ تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ خواہ مرد اور عورت کتنی ہی احتیاط اپنے زوج کے انتخاب میں کریں لیکن پھر بھی ممکن ہے۔ کہ ان میں اختلاف اور ناموافقت پیدا ہو جاوے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک میاں بیوی کی ناچاکی اور ناخوشی کا باعث سوائے عصمتی کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ اکثر اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ میاں اور بیوی کا مذاق اور مزاج اس قدر مختلف اور ایکدوسرے کی ضد ہے۔ کہ ان کے گھر کی ساری خوشی خاک میں ملجاتی ہے۔ شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ہے:۔

"اگر ایک بد عورت ایک نیک گھر میں آجاوے تو وہ اس دُنیا میں اس گھر کو دوزخ بنا دیگی"

اسی طرح اگر ایک عورت کو زبردستی ایک ایسے خاوند کے سپرد کیا جاوے۔ جس کو وہ کسی طرح پسند نہیں کرتی تو باوجودیکہ عورت میں خود ناپسندی اور نفس کشی کی استطاعت زیادہ ہوتی ہے لیکن نتیجہ سوائے ناچاکی اور بدمزگی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ سچ ہے کہ اسکو بہ نسبت مرد کے گھر سے زیادہ الفت ہوتی ہے۔ اور فطرتاً اپنے بچوں کو بہ نسبت خاوند کے زیادہ پیار کرتی ہے

عام طور پر بھی محبت کا مادّہ اسمیں زیادہ ہے۔ اور خصوصاً اپنے شوہر سے وفا کرنے کا میلان اُس کا خاصہ ان باتوں میں وہ مرد سے کہیں بڑھ کر ہے۔ وہ ہر طرح کی تکالیف اور دُکھ خوشی برداشت کریگی۔ لیکن اپنے بچوں اپنے میاں اور اپنے گھر کو چھوڑنا پسند نہ کریگی۔ فرقہ اناث کی اس خصوصیت ہی کی وجہ سے سوائے نبی کریم کے جن کو عورتوں کے حقوق کی حفاظت کا فکر سب سے زیادہ تھا۔ کسی مُقنن نے آج تک یہ خیال نہ کیا۔ کہ ایسے واقعات بھی پیش آسکتے ہیں۔ جن میں ایک عورت اپنے میاں سے طلاق لینا چاہتی ہے بسوائے اہل ہنود کے تقریباً ہر ایک مذہب میں مرد عورت کو طلاق دینے کا مجاز ہے لیکن سوائے اسلام کے کوئی اور مذہب عورت کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ بھی اپنے شوہر سے طلاق حاصل کرسکتی ہے۔ یونانی۔ رومن بنی اسرائیل عیسائی ان سب کے نزدیک مرد کو حق حاصل ہے کہ وہ عورت کو طلاق دے +

اہل اسلام میں ایسے مفسر بھی گذرے ہیں جنہوں نے یہ فتویٰ دیا کہ اسلام میں طلاق بالکل ناجائز ہے۔ لیکن اس رائے کو مانا نہیں گیا۔ "ردالمحتار" میں ان دلائل کا جواب دیا گیا جو طلاق کے ناجائز ہونے پر پیش کئے گئے۔ لیکن آخر میں یوں لکھ دیا ہے۔ "کہ طلاق واقعی ممنوع ہے۔ لیکن بعض حالتوں میں مباح یعنی جائز ہے۔ اور اس وجہ سے بعض مفسروں نے اسکو ممنوع قرار دیا ہے +

برخلاف اس کے اسلام میں عورت کی اس قدر عزت کی گئی ہے۔ کہ "درالمختار" مرد کی کمزوریوں اور جسمانی نقائص کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔ "کہ عورتوں کے حقوق اور مطالبات قائم رکھنے کے لئے طلاق لابد ہے"۔ تاہم یہ بات تو بالکل مُسلم ہے۔ کہ طلاق سے بڑھ کر اور کوئی چیز اس عظیم الشان مقنن (نبی کریم) اسکو ناپسند نہ تھی۔ بہت سی احادیث اسبارے میں آپ سے مروی ہیں۔ فرمایا "ابغض الحلال الی الطلاق" +

(۱) تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ کریہہ اور ناپسند ہے "مشکوٰۃ شریف"

(۲) جو کوئی اپنی بیوی سے بلاوجہ قطع کرتا ہے اس پر خدا کی لعنت ہوتی ہے"

(۳) طلاق سے بدتر کوئی اور چیز رُوئے زمین پر خدا نے پیدا نہیں کی" (ابوداؤد) +

(۴) عورتوں سے نکاح کرو اور بلاوجہ ان کو طلاق مت دو۔ کیونکہ خدا شہوت ران مرد یا عورت کو

پسند نہیں کرتا (مشکوٰۃ شریف) +

(۵) طلاق خدا کے عرش تک کو ہلا دیتا ہے +

(۶) غلاموں کو آزاد کرنے سے بڑھ کر کوئی اور چیز خدا کو مرغوب نہیں۔

اور طلاق سے بڑھ کر اور کوئی چیز باعث قہر خدا نہیں "

(دار قطنی) +

اور اسی قسم کے بہت سے قول حدیثوں میں مروی ہیں۔ ہر ایک مسلم خوب جانتا ہے کہ نبی کریم طلاق کو بہت ہی ناپسند کرتے تھے۔ لیکن چونکہ آپ تمام دُنیا کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اور آپ کی شریعت ہر زمانہ اور ہر ملک کیلئے تھی۔ اس واسطے مجبوراً آپ کو طلاق کی بابت بھی قوانین جاری کرنے پڑے۔ لیکن ذاتی طور پر آپ کو اس سے بعید نفرت تھی۔ اور آپ کی نفرت کوئی پوشیدہ امر نہ تھی۔ آپ کی یہ ناپسندیدگی قوم مسلم کیلئے باعث رحمت و برکت ہوئی ہے۔ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان باشندوں میں لاکھ میں سے ایک بھی اجازت طلاق کو عمل میں نہیں لاتے۔ اور افغانستان اور ٹرکی کا بھی یہی حال ہے۔ ہاں حجاز اور مصر کے بعض عرب لوگ بعض دفعہ طلاق کی اس محدود اجازت کا ناجائز استعمال کرتے ہیں مسلم ممالک میں طلاق کو معاشرت کے نقطہ خیال سے بہت ہی قابل نفرین عمل خیال کیا جاتا ہے۔ اور جو کوئی بلاوجہ طلاق کو عمل میں لاوے وہ سب کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ سب سے بڑا فرق جو عیسائیت اور اسلام کے قوانین طلاق میں ہے وہ یہ ہے کہ عیسائیت صرف ایک وجہ سے طلاق کو روا سمجھتی ہے یعنی بے عصمتی یا زنا۔ اور اس حالت میں طلاق کا فیصلہ لوگوں کے سامنے کھلم کھلا کیا جاتا ہے۔ برخلاف اسکے اسلام نے کوئی محدود شرائط طلاق کے لئے مقرر نہیں کئے۔ اور نیز اس کا فیصلہ پرائیویٹ طور پر کرنے کا حکم دیا ہے۔ الغزالی صاحب تحریر کرتے ہیں :-

"طلاق سے الگ رہنے کیلئے حتے الوسع کوشش کرنا چاہئے۔ کیونکہ باوجود جائز ہونے کے خدا اس کو پسند نہیں کرتا اور لفظ طلاق کا ایک عورت کے سامنے صرف کہہ دینا ہی اسکو تکلیف دینا ہے اور کس طرح کسی کو تکلیف دینا روا ہو سکتا ہے۔ اور جس حالت میں طلاق بالکل لابد ہو جاوے۔ اور اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ

تین طلاق وار نہیں ہو سکتے بلکہ تین مختلف موقعوں پر تین طلاق ہو سکتے ہیں* اور جب عورت کو طلاق دی جاوے تو اسکے ساتھ احسان کرو۔ نرمی سے پیش آؤ۔ غصہ اور سخت گوئی سے کام نہ لو بلکہ انصاف برتو۔ طلاق کے بعد مرد کو چاہئے کہ اپنی مطلوقہ عورت کو کچھ ہدیہ پیش کرے! وہ ہر ایک کو یہ کہتا پھرے کہ میں نے فلاں فلاں قصور کی وجہ سے اپنی بی بی کو طلاق دیا ہے۔ ایک آدمی کی بابت لکھا ہے کہ جب وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کی تیاری کر رہا تھا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ کس وجہ سے تم اسکو طلاق دے رہے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ میں اپنی بیوی کے راز کسی پر افشا کرنا نہیں چاہتا۔ اور جب اس نے بیوی کو طلاق دیدیا تو پھر لوگوں نے اس سے وہی سوال کیا تو اس نے کہا "اب میں اور وہ بالکل اجنبی اور غیر محرم ہیں مجھے اسکے ذاتی معاملات سے کیا واسطے" +

اسلام نے طلاق کے واسطے قیود اور حدود تو خوب لگا دیئے اور بڑے زور سے اسکو روکنے کی کوشش بھی کی لیکن کوئی خاص حدود شرائط اس پر عمل کرنے کیلئے نہیں بتائے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ دیگر مذاہب مثلاً عیسائیت کی طرح اسلام کسی ایک قوم یا ایک ملک کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ اسکی تعلیم تمام دنیا کے ہر زمانے ہر قوم اور ہر طبقے کے لوگوں کیلئے تھی۔ حضرت مسیح نے فرمایا۔ "میں تو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آیا تھا" (متی باب ۱۵ آیت ۲۴) اور بدیں وجہ اس کا مسئلہ طلاق صرف یہودیوں کے لئے مخصوص تھا۔ اور اس کا مقصد اُن کو اس گری ہوئی اخلاقی حالت سے نکالنا تھا جس میں وہ مسیح کی بعثت کے وقت گرے ہوئے تھے اور خوبی تو دیکھئے کہ ساری انجیل میں عورتوں یا ان کے حقوق کی بابت صرف بھی ایک مسئلہ درج ہے +

اگر ممکن ہو سکتا تو جناب مسیح رسم شادی کو بالکل ہی اُڑا دیتے اور تمام اپنے پیرؤں کو خدا کی بادشاہت کیلئے مخنث بنا دیتے +

اس زمانے کے رائج الوقت قانون موسوی کو بدلتے ہوئے اور طلاق کے وجہ کو صرف بے عصمتی اور زنا پر محدود کرتے ہوئے جناب مسیح نے فرمایا۔

---

* کامل طلاق کا طریقہ یہی ہے کہ تین مختلف طہروں پر طلاق دیا جاوے ورنہ طلاق تو ایک دفعہ کہنے سے بھی ہو سکتا ہے +

" پھر اُس نے ان سے کہا موسیٰ نے تمہاری سخت دلی کے سبب تم کو اپنی جوروؤں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی پر شروع سے ایسا نہ تھا اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوا زنا کے کسی اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے۔ اُس کے شاگردوں نے کہا۔ اگر مرد کا حال جورو کے ساتھ یہ ہے تو جورو کرنا اچھا نہیں۔ اُس نے ان سے کہا کہ سب اس بات کو قبول نہیں کرتے ہیں مگر وہ جنہیں دیا گیا کیونکہ بعضے خوجہ (مخنث) ہیں جو ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے۔ اور بعضے خوجہ ہیں جنہیں لوگوں نے خوجہ بنایا اور بعضے خوجہ ہیں جنہوں نے آسمان کی بادشاہت کے لئے اپنے آپ کو خوجہ بنایا جو اسکو قبول کرسکتا ہے سو کرے" (متی باب ۱۹ آیت ۸ سے ۱۲)

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے زنا کے علاوہ ان تمام وجوہات کو زیر نظر رکھنا تھا جن کے ماتحت زندگی خانہ کی ساری خوشی خاک میں ملجاتی ہے۔ اور میاں بیوی کا اکٹھا رہنا محال و ناممکن ہو جاتا ہے عیسائی مقننوں کو مجبور اً مسیح کے اِس قانون واحد کو بھی خیر باد کہنا پڑا۔ کیونکہ وہ قانون عالمگیر نہ ہوسکتا تھا اور وہ اس قابل نہ تھا کہ ہر طبقے کے لوگوں میں ہر واقعات میں اس پر عمل کیا جائے۔ روس میں جو کہ یورپ کے تمام ممالک سے عیسائیت میں بڑھا ہوا ہے وہاں طلاق دینے کیلئے ۲۹ وجوہات جائز رکھے گئے ہیں۔ امریکہ میں تو طلاق بچوں کا کھیل ہوگیا ہے۔ خود انگلستان میں ایسی تحریکیں کی گئی ہیں۔ کہ وجوہات طلاق کو زنا یا نامردی کے علاوہ زیادہ وسیع کیا جائے۔ موجودہ مہذب دنیا کا میلان اسلامی اصُول طلاق پر عمل کرنے کا ہوتا جاتا ہے۔ اور اسکو زنا کے علاوہ دیگر وجوہات کے ماتحت بھی جائز قرار دینا چاہتے ہیں۔ اور ہونا بھی اسی طرح چاہئے۔ انگلستان میں قانون طلاق غیر معمولی طور پر سخت ہے۔ اور باوجود اس کمیشن کے جس کا مقصد طلاق کے حصُول کو آسان کرنا تھا اب بھی ہزاروں ایسے زن وشوہر ہیں جن کی زندگی ایک ناقابل برداشت عذاب ہے۔ اور لاکھوں ایسے ہیں جو اپنے زوج سے بالکل علیحدہ کنواروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایک عورت کو اگر اس کے خاوند سے الگ کردیا جائے۔ اسکے بچے اُس سے چھین لئے جائیں۔ نہ کوئی مونس وغمخوار تو یقیناً وہ عورت طلاق کو اس زندگی پر بدرجہا ترجیح دیگی۔ جو اسکو اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے کے بعد بسر کرنی پڑتی ہے۔ ایک مرد پر بھی یہ بہت ہی گراں گزرتا ہے۔ کہ جب اُسکو اپنی الگ کی ہوئی بیوی کے

عورت کا مستقل بدھیرجانا ہے اور اپنے گھر کے انتظام کیلئے الگ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اس حالت میں جبکہ مرد اور عورت کو علیحدہ علیحدہ رہنا پڑتا ہے اور طلاق واقع نہیں ہو سکتی تو علیحدگی ان دونوں کیلئے بہت ہی ناگوار ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس ناگوار زندگی سے نجات حاصل کرنے کیلئے چونکہ کی شکلیں ہیں تو اس کا فعل قابلِ درگذر ہونا چاہئے۔ اور ایسے حالات کے ماتحت جبکہ علیحدگی لابد ہو جائے تو عورت ہی کی خاطر طلاق جائز ہونا چاہیئے۔

یہ بات ایک مسلّمہ امر ہے کہ کیوں انگریزی قانونِ طلاق عیسائیت کے اصول طلاق پر دیگر عیسائی ممالک سے زیادہ زور دیتا ہے۔ میسرز ارتھر کونن ڈائل صاحب نے ستمبر ۱۹۱۷ء میں اخبار ٹائمز کو لکھا:-

"جناب من۔ قوانینِ طلاق کی بابت مجوزہ اصلاحات پیش کی گئی ہیں۔ انکو روکنے کیلئے لارڈ ہیلیفکس نے عیسائی روایتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ انکو یہ بات ضرور مدِنظر رکھنی چاہیئے کہ دیگر تمام عیسائی اقوام حتّٰی کہ خود ہمارے قریبی سکاٹ لینڈ کے باشندے اس معاملہ میں ہم سے بہت زیادہ وسعتِ قلبی سے کام لیتے ہیں۔ آپ اس بات پر مصر نہیں ہو سکتے کہ یہ ممالک ہم سے کم درجے کے عیسائی ہیں۔ اور نہ ہی آپ یہ اصرار کر سکتے ہیں کہ لارڈ ہیلیفکس اور اُن کے متبعین ہی ایک ایسا گروہ ہیں جو اصلی حقیقی عیسائیت کی تعلیم پر کاربند ہیں۔ جو لوگ عیسائیت اور مصیبتوں کی رہائی کو ایک دوسرے کے مترادف سمجھتے ہیں۔ وہ آپ کی رائے سے ہرگز اتفاق نہیں کرینگے"۔

لیڈی جنیو میکنزی صاحبہ نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۷ء بروز منگل کے ایوننگ سٹینڈرڈ میں مندرجہ ذیل عبارت لکھی:-

کیا یہ مناسب ہے کہ ایک ایسے وقت میں جبکہ ملک جنگ میں مصروف ہو معاشرتی اصلاحوں کیلئے مثلاً ہمارے قانون طلاق کی تبدیلی کیلئے زور دیا جائے یقیناً جتنی جلدی ایک غلطی کا ازالہ کیا جائے اُتنا ہی بہتر ہے۔ اور ہمارے انگریزی قوانین طلاق ہمارے لئے بحیثیت قوم کوئی باعثِ فخر نہیں سب سے پہلا نقص تو یہی ہے کہ وہ ہر ایک غریب مرد اور غریب عورت کیلئے خواہ وہ امیر ہو یا غریب صریحاً حق تلفی ہیں۔ غیر محقق لوگوں کا بیان ہے کہ آجکل ایک غریب آدمی بھی محکمۂ طلاق سے ایک گوشت کے ٹکڑے کی قیمت خرچ کر کے طلاق حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن ایسے بیانات صرف لندن کے غرباء کیلئے مخصوص نہیں ہونے چاہئیں۔ کیونکہ برمنگھم۔ مانچسٹر۔ لورپول یا نیوکیسل کا ایک غریب باشندہ

ہرگز کبھی طلاق حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ مسئلہ طلاق پر جو ایک کمیشن نے رپورٹ لکھی تھی۔ اور اس پر ہماری گورنمنٹ عالیہ نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اسمیں یہ سفارش کی گئی تھی کہ طلاق کے مقدمات کی سماعت ان کے مقامات پر ہی ہونی چاہیئے۔ تاکہ وہ لوگ جو لندن سے باہر رہتے ہیں ان کیلئے بھی اسی قسم کی سہولت پیدا ہو جائے جس طرح لندن والوں کیلئے ہے لیکن ابھی تک اس معاملہ میں کوئی توجہ نہیں کی گئی ۔

جنگ کے آغاز میں ہم نے سپاہیوں کی غیر منکوحہ بیویوں کی بابت بہت کچھ سنا۔ اور گورنمنٹ نے بھی از روئے انصاف یہ بات تسلیم کی کہ انکو اپنے اور اپنے بچوں کے گذارے کیلئے ایک وظیفہ ملنا چاہیئے جس سے وہ اپنے خاوند کی غیر حاضری میں اپنا گذارا کرے۔ اگر ہمارے قوانین طلاق انسانیت سے اس قدر بعید نہ ہوتے تو غیر منکوحہ بیویوں کی تعداد اس قدر زیادہ نہ ہوتی۔ شمار کیا جاتا ہے کہ ہر سال قریباً سات ہزار وظیفے علیحدہ شدہ بیویوں کیلئے منظور کیئے جاتے ہیں۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مہجور مرد اور عورت پھر کبھی جائز طور سے شادی نہیں کر سکتے۔ وہ مذہبی پیشوا اور کارکن جو حقیقی طلاق سے منع کرتے ہیں۔ وہ در اصل بہت حد تک ناجائز تعلقات کے بڑھانے اور حلال زادوں کی تعداد پیدائش کو کم کرنے کا باعث ہو رہے ہیں۔ بہت سے مہجور زن و مرد ایسے ہیں کہ وہ بڑی خوشی سے والدین بننا تو چاہتے ہیں۔ لیکن جب وہ اس قسم کے تعلقات پیدا کرتے ہیں تو خودداری اور غیرت کا خیال ان کو یہ اجازت نہیں دیتا۔ کہ وہ ایسی اولاد پیدا کریں جن پر حرامزدگی کا بٹہ ہمیشہ کیلئے لگ جائے اور اس طریقہ سے موجودہ رسم جدائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس قسم کی ایک شادی سے چار اشخاص اولاد پیدا کرنے سے بالکل محروم رہجاتے ہیں ۔

سلطنت برطانیہ ہی کے اندر بڑے اعلیٰ قوانین طلاق مروج ہیں میرا مطلب سکاٹلینڈ کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ لیکن اگر انگلستان اور ویلز کے اصلاح کنندگان آپس میں فیصلہ کرکے ایک درخواست پارلیمنٹ میں پیش کریں کہ ہمکو بھی سکاٹلینڈ کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے تو اسی وقت چرچ آف انگلینڈ اور بشپ صاحبان ہم پر یہ فتوے دینگے۔ کہ یہ لوگ ہمکو ایک بہت ہی اخلاق سے گری ہوئی اور تہذیب عمل کے مرتکب کرانا چاہتے ہیں ۔

دو مین کو اپریٹو گلڈ کے ممبران کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ انگلستان کے قوانین

طلاق کی اصلاح کریں۔ ۱۹۱۶ء میں انکو یہ اطلاع پہنچی کہ اگر وہ اِس اصلاح کی کوشش سے درگذر نہ کرینگے تو چار سو پونڈ کی رقم کی اعانت جو انکو فلاں مذہبی ذرائع سے دی جاتی تھی بند کردی جاویگی لیکن آفرین ہے اِس محسن انسانیت پر کہ انہوں نے اِس قید او روک سے قطعی انکار کر دیا اور اِس کمی رقم کو اپنی گرہ سے پورا کر دیا +

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ موجودہ زمانہ میں کیوں ہم زمانہ سلف کے خیالات اور اِس وقت کی ناقابل فہم پیچیدگیوں کی وجہ سے اپنی زندگیوں کو بدمزہ کرتے ہیں۔ ہم کیوں یہ بات دیکھ کر چپ ہیں۔ کہ جو چیز ایک امیر آدمی آسانی سے حاصل کرسکتا ہے اُسی کیلئے ایک غریب آدمی ترستا رہتا ہے ہماری بعض بیرونی بستیوں نے وطن مادر کی اندھا دھند تقلید کو خیرباد کہہ کر شادی اور طلاق کیلئے بڑے مدلل قوانین مرتب کئے ہیں۔ گویا کہ اُنکی نظروں میں ہمارا اُسوہ اب اس قابل نہیں ہا کہ باقی دنیا اس کی پیروی کرے۔ جاپان کے باشندوں نے جب اپنی پرانی قبا اُتارنی چاہی تو وہاں کے اہل علم و فہم نے مختلف ممالک کے رائج الوقت قوانین کی جانچ پڑتال کی اور یہ فیصلہ کیا کہ قوانین طلاق کے نقطہ خیال سے انگریزی طرز بالکل پرانی اور دقیانوسی ہے۔ اور اس پر عمل نا ممکن ہے۔ اور انہوں نے بعض دیگر یوروپین ممالک کے قوانین طلاق کو پسند کرکے اپنے ملک میں رائج کیا +

مثلاً ملک ہالینڈ میں جہاں کے باشندے اپنے جذبات کے بندے نہیں وہاں ایک بڑا اعلیٰ قانون طلاق رائج ہے۔ اور کیا مزے کی بات ہے کہ جب سے اہلِ ہالینڈ کو طلاق کے بارے میں سہولتیں دیگئی ہیں اس وقت سے مقدماتِ طلاق کی تعداد کم ہوتی چلی گئی ہے + مندرجہ ذیل ممالک میں طلاق جائز سمجھا گیا ہے۔ اور انمیں مرد و عورت کے حقوق میں کوئی خاص تمیز نہیں کی گئی :-

آسٹریا (صرف پراٹسٹنٹوں کیلئے) ڈنمارک۔ فرانس۔ جرمنی۔ ہنگری (پراٹسٹنٹوں یونانیوں اور یہودیوں کیلئے) ناروے۔ سویڈن۔ سوئٹزرلینڈ۔ رومانیا اور روس بعینہٖ اسی قسم کا قانون پرتگال۔ کیپ برادنس۔ نیوزیلینڈ اور نیو سوتھ ویلز میں مروّج ہیں۔ ان میں سے آخری دو ملکوں میں بعض شرطیں زائد کی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ صرف وہاں کے وہ باشندے ان قوانین سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ جو انکو اپنا وطن بنالیں۔ اور امریکہ کی ریاستہائے متحدہ میں مرد و عورت کو وجوہات طلاق میں ایکدوسرے کے مساوی سمجھا گیا ہے۔ یہ ایک بے جوڑ سی بات معلوم ہوتی ہے کہ صرف انگلستان میں ہی

قانون طلاق کی رُو سے عورت ایک قسم کی تعذیر کے ماتحت رہتی ہے۔ اگر ایک عورت کبھی بھولے سے ایک اخلاقی قانون کو توڑے تو اس کا خاوند بلا کسی شور و مد کے طلاق بآسانی حاصل کر سکتا ہے لیکن برخلاف اسکے اگر ایک خاوند کھلم کھلا اور بار بار ایک فعل شنیع کا مرتکب ہو لیکن بے چاری اس عورت کے لئے یہ بالکل ناممکن ہوگا کہ کسی طرح وہ عقد نکاح سے آزاد ہو کر اس سے اپنا پیچھا چھڑا سکے۔ ہاں سکاٹلینڈ کی عورتیں ان حالات کے ماتحت طلاق حاصل کر سکتی ہیں +

مسز ویب جو لندن میں ڈائیوسیزن اور پریوینشن ایسوسی ایشن کی کمیٹی کے ممبر ہیں انہوں نے رائل کمیشن کے سامنے بہت ہی دلچسپ شہادت پیش کی۔ ان کے خیال میں طلاق کا حق مرد و عورت کو یکساں دینا بداخلاقی اور گناہ کو روکنے کے لئے ایک بہت کارآمد ذریعہ ثابت ہوگا۔ اُنہوں نے بیان کیا +

"میرے پاس اس قدر پُرزور اور جوشیلے الفاظ نہیں جن سے میں اپنے خیالات کا اظہار اس بے انصافی کی بابت کر سکوں۔ جو مرد اور عورت کی اخلاقی حدبندی میں برتی گئی ہے جس چیز نے مجھے یہ کام کرنے کی ترغیب دی جو میں آجکل کر رہی ہوں وہ یہ تھی کہ جب بحیثیت ایک جوان شادی شدہ عورت ہونے کے مجھے یہ معلوم ہوا کہ ایک مرد تو کھلم کھلا ایک قابل نفرین زندگی بسر کر سکتا ہے لیکن اسکی معصوم بیوی کیلئے سوائے علیحدگی کے اور کوئی چارہ نہیں۔ اور اگر خدانخواستہ عورت سے وہ لغزش ہو جائے (جو کہ اب ضرب المثل ہو چکی ہے) تو اس کا خاوند طلاق نامہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور وہ بدنصیب عورت باوجود بچوں کی ماں ہونیکے تمام حقوق سلب کرانے پر مجبور کیجاتی ہے۔ لوگ جب ان عورتوں کا ذکر کرتے ہیں جو بڑی عقلمندی سے اپنے خاوند کی بیوفائی سے قطع نظر کرتی ہیں تو وہ عموماً اسبات کو بھول جاتے ہیں کہ ایسے معاملہ میں ایک اور عورت کا تعلق بھی ہوتا ہے۔ اور اکثر اوقات یہی وہ عورتیں ہیں جن کی مدد مجھے کرنی پڑی ہے +

اولاد پر بے ترس کرنے کی نیت سے بیحد شراب پینے کی عادت۔ عورت سے قطع تعلق یا بے رحمی اسی قسم کی چند باتیں طلاق دلانے کے وجوہات ہونے چاہئیں +

سر آرتھر کونن ڈائیل صاحب موجودہ قوانین طلاق اور انکی اصلاح کے بارے میں مندرجہ ذیل رائے ظاہر کرتے ہیں:۔

یہ قانون جو موجودہ زمانے میں ایک مرد یا عورت کو ایک بے بنیادی خرابی کے ساتھ زبردستی اکٹھا رکھتا ہے یا جو ایک مرد یا عورت کو تمام زندگی کیلئے ایک مخبوط الحواس یا مجرم کے ساتھ زندگی بسر کراتا ہے۔ وہ بہت ہی بُرا اور قابل نفرت قانون ہے۔ یہ ہر ایک فرد بشر کے فطرتی حق کے برخلاف ہے کہ وہ ایک ایسی زندگی بسر کرنے کیلئے مجبور کیا جائے۔ جو ناقابل برداشت ہے۔ ہر ایک ذی فہم انسان اس بات کی صداقت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اور اگر مذہبی جہالت درمیان میں نہ ہو۔ تو آج ہی سب لوگ اسکو تسلیم کرلیں مسٹر میکلس ہمبرٹن نے اِس مسئلہ پر مندرجہ ذیل رائے زنی کی ہے:۔

سنہ ۱۹۰۷ء سے لیکر آج تک برابر انگلستان میں تعداد پیدائش کم ہوتا چلا گیا ہے۔ اور جنگ سے جو شدید نقصان پہنچے ہیں۔ ان سے آیندہ نسلوں کی جسمانی طاقت اور تعداد کو بڑا نقصان پہنچیگا یہ چونکا دینے والے واقعات ہیں اور اہل فہم کے دلوں میں خود بخود یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ ہم کو اس کا کیا انسداد کرنا چاہئے۔ بیان یہ کیا جاتا ہے کہ اس مُلک میں لاکھ سے زیادہ ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے خاوند یا بیویوں سے قطع تعلق کرلیا ہے۔ ان میں سے بہتوں نے تو ایسے تعلقات پیدا کرلئے ہیں جن کو قانون ظاہری روا نہیں رکھتا + ہاں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ اگر ان کے پاس روپیہ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ وہاں جاکر کسی کچہری کے ذریعہ سے طلاق حاصل کرلیتے۔ یہ تو ہمیں پہلے ہی معلوم تھا کہ کلیسیا اسکی مخالفت ضرور کریگا۔ لیکن کیا کلیسیا نے اِس مسئلہ میں ہمیشہ سے ایک ہی رویہ اختیار کیا ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں ہم نے اکثر پڑھا ہے۔ کہ ایسے وجوہات کے ماتحت عقد نکاح کو توڑا گیا ہے۔ جو ان وجوہات سے ہرگز زیادہ مضبوط نہیں جو ہم کو آجکل در پیش ہیں +

معاشرت کے ناقابل ہونے یا کسی اور جسمانی مرض کی وجہ سے اور بعض اوقات تو صرف ایسی شورش کی بنا پر ان جوڑوں کو علیحدہ کیا گیا۔ جن کو یہ کہا گیا تھا کہ خدا نے تم کو ہمیشہ کیلئے ملایا ہے اور یقیناً ہمکو یہ کہنے کا حق حاصل ہے۔ کہ اگر ایک زن و مرد کا یکجا رہنا محال اور ناممکن ہو جائے تو ان کو کوئی نہ کوئی سہولت دی جانی چاہیئے۔ وہ حضرات جو اصلاح قوانین ازدواج کے مخالف ہیں ذرا اِس بات کا جواب دیں کہ وہ لکھوکھا مرد اور عورت جو ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں انکی تکالیف اور مصائب کو دُور کرنے یا کم از کم اُن میں تخفیف کرنے کے لئے کونسا نعم البدل وہ بتا سکتے ہیں۔ اور وہ حضرات جو انگلستان کے قوانین طلاق میں اصلاح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگرچہ

تھوڑی سی تکلیف مُسلم قوانین طلاق کے معاملہ میں اُٹھاتے تو بجائے اپنی اصلاحات پیش کرنے کے وہ یہ کوشش کرنے لگیں گے۔ کہ انگلستان میں مسلم قوانین طلاق رائج کئے جائیں +

اسلام کے قوانین طلاق کی بابت جو کچھ قرآن میں لکھا ہے اسکو مطالعہ کرتے وقت مندرجہ ذیل امُور ہمیشہ مدّنظر رکھنے چاہئیں +

(۱) اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک عالمگیر مذہب ہے ساتھ ہی وہ کسی فرد بشر کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ قوانین قرآن میں کوئی تبدیلی کرے۔ اور اس وجہ سے بالکل ناممکن تھا کہ وہ کوئی خاص اور محدود شرائط سے اجازت طلاق کو منقید کرتا +

(۲) اسلام ہرگز کسی معمولی شرائط پر طلاق کی اجازت نہیں دیتا۔ اور چونکہ یہ مذہب اپنے پیرووں کے اندر ایک مذہبی جوش پیدا کرنے میں بہت کامیاب ہوا ہے۔ اس واسطے ان کے تمام اعمال کی نگرانی کا سامان مُہیّا کر دیا ہے +

(۳) مسئلہ طلاق پر مسئلہ ازدواج اور قوانین حفاظتِ اولاد کے زمرہ میں اُن کے پہلو بہ پہلو رکھ کر غور کرنا چاہئے +

قرآن جو شادی کی غرض اور مقصد بتاتا ہے وہ یہ ہے:۔

ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنو علیھا وجعل بینکم مودۃً و رحمتہً ۔ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم کو ان سے راحت ملے۔ تم میں پیار اور اخلاص پیدا ہوُ (سورۃ الروم آیت ۲۱) +

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ انسانی معاشرت کی بہبودی اور خوشنودی کیلئے ازواج اور شادی ایک بہت ضروری بات ہے۔ نسل انسانی کا ازدیاد اسی پر منحصر ہے۔ اور اسی واسطے طلاق لوگوں کو خواہ نخواہ بُرا لگتا ہے۔ لیکن بعض حالات میں طلاق ایک نعمت غیر مترقبہ ہو جاتا ہے اور بہت سے گھروں کو ناخوشی اور بدمزگی سے بچا لیتا ہے۔ جب ایک مرد و عورت کا نکاح اُن کے لئے اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی باعث تکلیف اور ابتلا ہو جاتا ہے۔ تو ضرور طلاق پر عمل کرنا چاہئے۔ مذہب اسلام کی رُو سے شادی ایک عقد اور عہد نامہ ہے۔ اس گرہ یا عہد نامے کے ٹوٹ جانے کا نام طلاق رکھا گیا ہے +

اسلام نے عقد نکاح کو متبرک کرنے کیلئے کوئی خاص رسومات نہیں سکھائیں۔ طرفین کی رضامندی شادی سے پہلے مہر کا مقرر ہونا اور دو شاہدوں کا حاضر ہونا۔ یہ تین چیزیں ہیں جن کی موجودگی میں ایک مرد و عورت کا اسلامی طریقہ سے عقد نکاح باندھا جاتا ہے یعنی اسی طرح عقد نکاح کو توڑنے کے لئے کسی رسومات کی حاجت نہیں۔ عورت کو سب لوگوں کے سامنے طلاق دینا۔ کیچڑ میں ایک گندے کپڑے کا دھونا اور اپنی زندگی کے سب پوشیدہ رازوں کو فاش کرنا یہ سب غیر ضروری اور قبیح امر ہیں۔ اسلام میں جب خاوند عقد نکاح سے آزاد ہونا چاہے تو اسکو طلاق کہتے ہیں۔ اور یہ امر بہت پوشیدہ طور سے ہوسکتا ہے۔ اور جب عورت عقد نکاح سے آزاد ہونا چاہے یا طرفین ایکدوسرے سے رضامندی سے نکاح کو توڑنا چاہیں تو اسکو خلع یا مبرات کہتے ہیں۔ اور اس پر عملدرآمد ایک حاکم شرع کو کرانا پڑتا ہے +

اسلام نے عقد نکاح کو توڑنے کیلئے کوئی خاص شرائط نہیں بتائے یعنی ہر ایک عقد نکاح کو اپنے مخصوص شرائط کے ماتحت توڑے جانے کی اجازت دی ہے۔ ہر ایک مرد و عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ شادی کرتے وقت شرائط طلاق ایکدوسرے سے لکھوالیں +

اگر عورت اپنے حقوق کی حفاظت کرنے کے قابل نہ بھی ہو تو قرآن اسکی کافی حفاظت کی ہے فرمایا وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احدٰھن قنطارًا فلا تاخذوا منه شیئًا۔ اتاخذونه بھتانًا واثمًا مبینًا وکیف تاخذونه وقد افضیٰ بعضکم الیٰ بعضٍ واخذن منکم میثاقًا غلیظًا ۔ اور اگر تمہارا ارادہ ایک بی بی کو بدلکر اسکی جگہ دوسری بی بی کرنے کا ہو۔ تو گو تم نے پہلی بی بی کو ڈھیر سارا مال دیدیا ہو تاہم اسمیں سے کچھ بھی واپس نہ لینا۔ کیا (تمہاری غیرت جائز رکھتی ہے) کہ کسی قسم کا بہتان لگا کر اور صریح بیجا بات کرکے اپنا دیا ہوا (اس سے) واپس لو۔ اور دیا ہوا کیسے واپس لوگے۔ حالانکہ تم ایکدوسرے کے ساتھ صحبت کرچکے ہو۔ اور بیبیاں تم سے (مہر و نفقہ) کا پکا قول لے چکی ہیں (سورۃ النساء آیت ۲۰ و ۲۱) +

قرآن نے قنطار کا لفظ استعمال کرکے عورتوں کو حق دیدیا ہے کہ وہ اپنے مہر جتنے چاہیں مقرر کرائیں۔ اور مرد کو حکم ہے کہ طلاق دیتے وقت وہ کوئی چیز واپس لینے کا مدعی نہیں ہوسکتا۔ اور جو کچھ

اس نے اپنی بیوی سے وعدہ کیا ہے وہ سب اسکو ادا کرنا ہوگا۔ گویا ایک رنگ میں طلاق کی طاقت عورت کے ہاتھ میں ہے۔ یہ اب اس کا فرض ہے کہ اپنی شادی کے وقت یہ احتیاط کرے کہ وہ رقم مہر جو اس کے طلب کرنے یا طلاق میں واجب الادا ہوگی وہ اس قدر ہو۔ کہ طلاق کی طاقت اسکے اپنے ہاتھوں میں رہے +

اگر شادی کے وقت رقم مہر اچھی خاصی مقرر کی جائے تو یہ ان ضعیف الایمان مسلمان خاوندوں کی جلد بازی پر ایک قانونی اور جائز روک بن سکتی ہے جو اللہ اور اسکے رسول کے احکام کی عزت نہ کرتے ہوں۔ اور اگر خود عورت عقد نکاح کو توڑنا چاہے یعنے حالت خلع حاصل کرنا چاہے تو مہر واجب نہ ہوگا بشرطیکہ کوئی اور شرائط نہ کی گئی ہوں۔ سورۃ البقرہ کے انتیسویں رکوع میں مسئلہ طلاق کی بابت جو احکام دیئے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔ مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے جو تشریح اور تفسیر ان آیات کی اپنے ترجمۂ قرآن میں کی ہے وہ خاص طور پر قابل توجہ ہے لیکن جگہ نہ ہونے کی وجہ سے ہم ان کے لکھنے سے معذور ہیں:۔

فرمایا۔ الطلاق مرّتٰن فامساك بمعروف او تسریح باحسان ؕ ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئًا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللّٰہ ؕ فان خفتم الا یقیما حدود اللّٰہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ ؕ تلك حدود اللّٰہ فلا تعتدوھا ۚ ومن یتعد حدود اللّٰہ فاولئك ھم الظلمون ۝ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجًا غیرہٗ ؕ فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود اللّٰہ ؕ وتلك حدود اللّٰہ یبینھا لقوم یعلمون ۝ واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف ۠ ولا تمسکوھن ضرارًا لتعتدوا ۚ ومن یفعل ذالك فقد ظلم نفسہ ؕ ولا تتخذوا ایت اللّٰہ ھزوًا واذکروا نعمت اللّٰہ علیکم وما انزل علیکم من الکتاب والحکمۃ یعظکم بہٖ ؕ واتقوا اللّٰہ واعلموا ان اللّٰہ بکل شیئ علیم۔ ترجمہ۔ طلاق (جس کے بعد رجوع ہوسکتا ہے) دو ہی دفعہ ہوسکتا ہے) پھر یا تو دستور کے مطابق اسکو (زوجیت میں) رکھو یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت

کر دو ۔ اور جو کچھ تم ان کو دے چکے ہو اس سے کچھ بھی واپس لینا جائز نہیں ۔ مگر یہ کہ میاں بی بی خوف کریں کہ جو حدیں خدا نے ٹھیرائی ہیں وہ ان پر نہ رہ سکیں گے ۔ اور اس صورت میں کہ تم لوگوں کو اسبات کا خوف ہو کہ میاں بی بی اللہ کی حدوں پر قائم نہیں رہ سکیں گے ۔ اور عورت (اپنا پیچھا چھڑانے کے عوض) کچھ دے نکلے تو اسمیں دونوں پر کچھ گناہ نہیں ۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو ۔ اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائیں تو یہی لوگ برسر ناحق ہیں ۔ اب اگر عورت کو تیسری بار طلاق دیدی تو اسکے بعد جب تک عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے ۔ اسکے لئے حلال نہیں ۔ ہاں اگر دوسرا شوہر اسکو طلاق دیدے تو دونوں (میاں بی بی) پر کچھ گناہ نہیں کہ ایکدوسرے کی طرف رجوع کریں بشرطیکہ دونوں کو توقع ہو کہ اللہ کی حدوں پر قائم رہ سکینگے ۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جن کو اُن لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے جو سمجھتے ہیں ۔ اور جب تم نے عورتوں کو (دو بار) طلاق دیدی ۔ اور اُن کی عدت پوری ہونے کو آئی تو یا تو (رجوع کر کے) دستور کے مطابق ان کو (زوجیت میں) رکھو ۔ یا (تیسری) طلاق دیکر ان کو اچھی طرح رخصت کر دو ۔ اور ایذا دہی کیلئے ان کو نہ رکھو کہ لگو ان پر زیادتی کرنے ۔ اور جو ایسا کریگا وہ اپنا ہی (کچھ) کھوویگا ۔ اور اللہ کے احکام کو ہنسی نہ سمجھو ۔ اور اللہ نے جو تم پر احسان کئے ہیں ان کو یاد کرو اور یہ بھی کہ اس نے تم پر کتاب اور عقل کی باتیں اُتاریں کہ تو ان کے ذریعے سے نصیحت کرے ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو ۔ اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے (سُورۃ البقرہ) +

پھر سُورۃ الطلاق کے پہلے رکوع میں فرمایا :-

یاایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف واشھدوا ذوی عدل منکم واقیموا الشھادۃ للہ ذلکم یوعظ بہ من کان یومن باللہ والیوم الاخر ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ۔ ترجمہ ۔ اے پیغمبر (مسلمانوں سے کہو) جب تم بیبیوں کو طلاق دینی چاہو ۔ تو ان کو اُنکی

عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت گننے لگو۔ اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرتے رہو۔ (عدت میں) ان کو گھر سے نہ نکالو اور وہ (خود بھی) نہ نکلیں مگر یہ کہ کھلم کھلا بیحیائی کر بیٹھیں (تو نکال دو) یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جس شخص نے اللہ کی حدوں سے قدم باہر رکھا تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ طلاق کے بعد (ملاپ کی) کوئی صورت پیدا کر دے پھر جب عورتیں اپنی عدت پوری کریں تو (یا ان سے رجوع کر کے) سیدھی طرح ان کو رکھو یا سیدھی طرح ان کو رخصت کرو۔ اور اپنے لوگوں میں سے دو معتبر لوگوں کو گواہ کر لو۔ اور (اے گواہو) اللہ کا پاس کر کے ٹھیک ٹھیک گواہی دینا یہ نصیحت کی باتیں ان لوگوں کو سمجھائی جاتی ہیں۔ جن کو اللہ اور روز آخرت پر یقین ہوتا ہے۔ اور جو شخص خدا سے ڈرتا رہیگا خدا اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیگا (آیت پہلی و دوسری) +

پھر اسی سورۃ کی چھٹی و ساتویں آیت میں فرمایا۔

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن فان ارضعن لکم فاٰتوھن اجورھن واتمروا بینکم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع لہ اخری لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اٰتٰہ اللہ لا یکلف اللہ نفساً الا ما اٰتٰھا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا۔ ترجمہ مطلقہ عورتوں کو (عدت کے لئے) اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم خود رہو۔ اور ان پر سختی کرنے کے لئے ان کو ایذا نہ دو۔ اگر حاملہ ہوں تو بچہ جننے تک ان کا خرچ اٹھاتے رہو۔ پھر اگر وہ (بچے کو) تمہارے لئے دودھ پلائیں تو انکو دودھ پلائی دو۔ اور آپس کی صلاح سے دستور کے مطابق (اجرت) ٹھیرا لو۔ اور اگر آپس میں کشمکش کرو گے تو (مرد کو کوئی اور (عورت) آسیر جاویگی جو اسکے لئے (بچے کو) دودھ پلائیگی۔ جس کو گنجائش ہو اسکو چاہئے کہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے۔ اور جس کی آمدنی مقرر ہو وہ جتنا اس کو خدا نے دیا ہے۔ اس کے موافق خرچ کرے۔ خدا نے جس کو جتنا دے رکھا ہے۔ اس سے بڑھ کر کسی کو تکلیف دینی نہیں چاہتا۔ خدا تنگی کے بعد فراغت بھی جلد دیتا ہے +

قوانین طلاق کو عمداً ایک ایسی لچکدار حالت میں چھوڑا گیا ہے۔ تاکہ وہ نہ صرف تمام

ملکی اور انسانوں کے حسب حال ہوں۔ بلکہ ذاتی اور انفرادی طور پر بھی مختلف واقعات میں قابل عمل ہوں
اور اس وجہ سے مندرجہ بالا آیتوں کے معانی و معارف سمجھنے میں بہت کچھ اختلاف کیا گیا ہے۔
اور وہ احکام جو نبی کریم سے مختلف مسلم قاضیوں اور مفتیوں کو اس غرض سے بتائے کہ وہ خاص
حالات کے ماتحت اپنا فیصلہ یوں دیا کریں۔ ان کا مفہوم سمجھنے میں بھی بہت کچھ اختلاف رہا ہے۔
اسلامی دنیا کا اکثر حصہ اہلسنت کہلاتے ہیں وہ امام ابو حنیفہ کی فقہ پر عامل ہیں لیکن تمام مسلم
فقیہ اور مقنن خواہ وہ حنفی ہوں یا شافعی خارجی ہوں یا شیعہ سب کے سب اس بات پر متفق الرائے ہیں
کہ جب تک خاص ناقابل گریز وجوہ پیدا نہ ہو جائیں طلاق دینا ہرگز جائز نہیں ہوتا۔ اور کوئی مسلمان
مذہب اور قوانین کے رُو سے طلاق نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ کوئی خاص اس قسم کے حالات پیش آئیں
خود قرآن نے موافقت اور رُجوع پر بڑا زور دیا ہے۔ اور اسباب کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ
ایک سچے مومن کو اللہ کے رحم اور فضل پر بھروسا کرنا چاہئے۔ ایسے حالات میں بھی جہاں میاں
بیوی ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہوں۔ اور بظاہر طلاق کی ضرورت محسوس ہو وہاں بھی خدا
ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ کہ ایکدوسرے کی طرف رجوع کر لیتے ہیں۔ سورۃ النساء کے تیسرے
رکوع میں فرمایا:-

وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ
فیہ خیراً کثیراً (ترجمہ۔ اور بیبیوں کے ساتھ حسن سلوک سے رہو اور اگر تم کو وہ بی
ناپسند ہو تو عجب نہیں کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ اسمیں بہت خیر و برکت دے) +

قرآن ہرگز ہرگز اسبات کا اشارہ تک نہیں کرتا۔ کہ جلد بازی کر کے طلاق دے دو۔ اُس نے
طلاق کے تین مدارج رکھے ہیں۔ اور میاں بیوی کو حکم دیا ہے۔ کہ جب تک دو طہر نہ گذر جائیں وہ
ایک ہی گھر میں رہیں۔ تاکہ اگر اُن میں ذرہ بھی ایک دوسرے کی محبت ہوگی۔ تو تیسرا درجہ یا کامل
طلاق واقع ہونے سے پہلے وہ ایکدوسرے کی طرف رجوع کر لینگے۔ اور جہاں تک ان کے نان و نفقہ
کا سوال ہے۔ ان حالات میں خاص توجہ کی گئی ہے جب عورت حاملہ ہو +

جناب رائٹ آنریبل سید امیر علی نے اپنی کتاب میں مسئلہ طلاق پر مندرجہ ذیل قوانین وضع
کیئے ہیں:-

اہلسنت نے دو قسم کی طلاق کو جائز قرار دیا ہے۔ اول طلاق سنت اور دوسرا طلاق بدعت یا طلاق بدعی۔ طلاق سُنت تو وہ ہے جو ان قوانین کے ماتحت دیا جائے جو کہ نبی کریم کی حدیثوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور آپ نے یہی پسند فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص بالکل مجبور ہو جائے تو طلاق اسی طرز و طریق سے دے۔ اور یہی شرعی اسلامی اور جائز طلاق ہے +

طلاقِ بدعت جیسا کہ اس نام سے ظاہر ہے غیر شرعی اور خلافِ سنت نبوی طرز طلاق ہے اور اسکو قریباً دوسری صدی ہجری میں رائج کیا گیا تھا۔ اس وقت ظالمان خلیفہ* کو وہ قیود اور شرائط جو طلاق پر لگائی گئی تھیں بہت ناگوار معلوم ہوتی تھیں۔ اور ان قوانین کے آہنی شکنجہ سے بچنے کیلئے انہوں نے ہر طرح ہاتھ پاؤں مارے۔ قوانین طلاق جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا بہت لچکدار رکھے گئے ہیں۔ تاکہ مختلف حالات اور مختلف زمانوں میں قابل عمل ہوں۔ ان لوگوں نے انکی وسعت سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا اور اپنے مطلب حاصل کرنے کے لئے انکو موڑ توڑ لیا +

اہلِ تشیع اور مالکی تو طلاق بدعت کو قطعی ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں لیکن حنفی اور شافعی اس بات پر متفق ہیں کہ اگر بدعی طریقہ سے بھی طلاق دیا جائے تو وہ جائز اور حلال تو ہے اگرچہ طلاق دہندہ ایسا کرنے سے ایک فعل شنیع اور گناہ کا مرتکب ہوتا ہے +

طلاقِ سُنت یا تو حسن ہوگا یا احسن یعنی یا تو مناسب اور اچھا یا بہت ہی مناسب اور بہترین
طلاقِ سُنت جب احسن طریق سے دیا جائے تو خاوند کو مندرجہ ذیل شرائط کو پورا کرنا پڑتا ہے +

اوّل۔ وہ اپنی عورت کو ایک ہی فقرہ میں طلاق ایک دفعہ کرے۔

دوم۔ وہ اس حالت میں طلاق دے سکتا ہے۔ جبکہ عورت حالت طہر میں ہو اور مباشرت میں کوئی روک رکاوٹ نہ ہو۔

سوم وہ اپنے تمام حقوقِ زوجیت سے دست بردار ہو کر تین ماہ کی عدت کیلئے اس سے الگ رہے۔ اور اسکو اپنے گھر میں رکھے۔ یہ آخری شرط اسواسطے لگا دی تاکہ اسبات کا بخوبی پتہ لگ جاوے کہ خاوند نے جو اپنی بیوی سے قطع تعلق کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ وہ کسی جلد بازی یا وہم کا نتیجہ ہے۔ یا ایک مصمم ارادہ ہے۔ اور اگر تین طہروں کی عدت ختم ہونے تک مرد رجوع نہ کرے تو طلاق واقع ہو جاتا ہے

* اس سال کی تصدیق تاریخ سے نہیں ہوتی۔ مذہبی اختلاف رائے اس کی وجہ معلوم ہوتا ہے۔

حسن طلاق یہ ہے کہ خاوند طلاق کو تین مختلف طہروں میں یکے بعد دیگرے دوہرائے اور جب تیسرا طلاق واقع ہوگا تو وہ قطعی اور آخری ہوگا۔ اہل تشیع طلاق کے صرف اُن دو طریقوں کو جائز اور حلال سمجھتے ہیں +

طلاق بدعت میں مرد اسبات کا مجاز ہے کہ تینوں طلاق یکدم کر دے خواہ عورت حالتِ طُہر میں ہو یا نہ ہو۔ اور جب عورت کی عدت پوری ہو جائے تو اسکے بعد قطعی طلاق ہو جاتا ہے۔ بہرحال دونوں قسم کے طلاق رجوع کی اجازت دیتے ہیں۔ کہ اگر خاوند کسی وقتی غیظ و غضب کے ماتحت یا جلدبازی کی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ تو تین طہروں کی عدت گذرنے سے پہلے وہ رجوع کر سکتا ہے۔ جب رجوع کرنے کی عدت ختم ہو جاتی تو اسکو طلاق بین کہتے ہیں اور جب اجازت رجوع ہو اسکو طلاق رجعی کہتے ہیں جب قطعی اور آخری طلاق (طلاق بین) واقع ہو جائے تو وہ میاں بیوی پھر ایکدوسرے سے شادی نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ عورت کسی اور مرد سے شادی کرکے اس سے طلاق نہ حاصل کرلے +

سوٹریا اور سیڈ الٹ اسبات پر مسلم فقیہوں سے متفق ہیں کہ یہ قانون اس واسطے جاری کیا گیا۔ تاکہ عرب میں جو بار بار طلاق دینے کی رسم تھی اُسکو روک دیا جائے۔ سیڈ الٹ صاحب اس شرط کو بہت ہی محتاط اور دانشمندانہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اسکی وجہ سے ایرانیوں اور جزیرہ نمائے عرب کے مشرکوں کی رسم طلاق پر قیود لگ گئے اور عمل طلاق بایدو شاید ہو گیا۔ سوٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اس روک اور شرط کا مدعا یہ تھا کہ ایک نیم وحشی تیز حس اور حاسد نسل کی غیرت کو جوش میں لایا جائے اور وہ اِس بے غیرتی سے بچنے کیلئے طلاق میں بہت محتاط ہو جائیں +

انگلینڈ میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ ایک خاوند اپنی بیوی کی بے عصمتی پر مطلع ہونے کے بعد بھی اسکے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ اور اس وجہ سے اگر بعض غیر معمولی حالات کے ماتحت ایک مُسلم اپنی مطلّقہ بیوی سے اِس حالت میں شادی کرے جبکہ وہ ایک دوسرے خاوند سے طلاق حاصل کر چکی ہے تو اسکو بہت معیوب یا رذیل خیال نہیں کرنا چاہئیے۔ بہرحال نبی کریم محلل اور محلل لہٗ دونوں کو بُرا جانتے تھے اور دونوں سے منع فرمایا ہے (مشکوۃ شریف) اور طلاق بدعت کا تذکرہ کرنا ہی فضول ہے۔ کوئی مسلم جسمیں ذرا بھی ایمان ہوگا یا غیرت رکھتا ہوگا وہ اس پر کبھی عمل

نہ کریگا۔ خود حنفی فقہ دانوں میں اس کے جائز اور حلال ہونے میں اختلاف ہے منطق الاخبار میں مسلم کی حدیث ہے جسمیں لکھا ہے کہ تین طلاق اکیدم جائز نہیں۔ اور اگر کوئی آدمی تین طلاق ایک دم دے بھی دے۔ تو وہ صرف ایک رجعی طلاق کے برابر ہونگے +

نواب صدیق حسن خان صاحب اغاثۃ اللحفان وعلم المتین کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں

وقد اختلف اهل العلم فی ثلاثه دفعة واحدة هل تقع ثلاثه او واحدة فقط فذهب الی الاول الجمهور وذهب الی الثانی من عدا هم وهو الحق۔ اور علماء میں اس بات پر اختلاف ہے کہ تین طلاق اگر ایک ہی دفعہ دیئے جائیں تو انکو تین سمجھنا چاہئے یا ایک۔ اکثروں کا تو یہ خیال ہے کہ ان کو تین ہی دفعہ سمجھنا چاہئے لیکن جو تھوڑے ہیں وہ سچے اور برحق معلوم ہوتے ہیں (حسن الاسوۃ صفحہ ۱۶) +

حضرت ابن عباس سے بھی یہی مروی ہے کہ تین طلاق جو ایک ہی دفعہ دیئے جائیں وہ ایک رجعی طلاق کے برابر ہوتے ہیں (ابن داؤد) صحیح بخاری میں جو قصہ اوامر کا لکھا ہے کہ بوجہ سنجیدہ غصہ اور اشتعال کے اس نے ایک ہی دفعہ تین طلاق دیئے۔ اور نبی کریم نے معان کی کاروائی کے بعد بڑی شدومد سے اسکو جائز قرار دیا۔ اس واقعہ کو طلاق بدعت کے جائز ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جا ہے۔ قانون اور فقہ کے نقطۂ خیال سے تو یہ حلال اور روا ہے۔ اور اس قسم کے حالات میں جس طرح اوامر نے اپنی بیوی کو زنا کرتے ہوئے پکڑا۔ ایسے وقت اسکو ناروا نہیں سمجھنا چاہئے۔ امریکہ میں تو ایک آدمی ایسے حالات کے ماتحت قتل کا مرتکب بھی ہوسکتا ہے۔ اگرچہ یہ قانون تحریری طور سے قانونی کتابوں میں درج نہیں۔ اور یقیناً قتل سے طلاق افضل ہے۔ بہرحال کوئی جس کے دل میں نبی کریم کے قول و فعل کی عزت ہوگی۔ وہ کبھی اس طلاق بدعت کا مرتکب نہ ہو جبکہ وہ خوب جانتا ہے کہ نبی کریم اسکو بہت ہی قبیح اور خلاف قرآن واسلام خیال کرتے تھے یا قرآن میں آیا ہے کہ ہرگز زیادتی نہ کرو۔ اور اللہ کی باندھی ہوئی حدوں کو قائم کرو +

دُرّ المختار میں نسائی کا حوالہ دیکر لکھا ہے کہ ایکدفعہ نبی کریم کو یہ خبر ملی کہ فلاں آدمی نے تین طلاق ایک ہی وقت دیدیئے۔ تو آپ بڑے غصے میں کھڑے ہوئے اور فرمایا" یلعب بکتاب اللہ عزوجل وانا بین اظهرکم" کہ میری زندگی ہی میں پاک اور قدوس خدا کی کتاب (قرآن

کی اسقدر سختی کیساتھ ہے۔ اور امام بخاری اس حدیث کو محکم مانتے ہیں +

ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ نبی کریم سے سوال کیا گیا اگر میں تین طلاق ایک ہی دفعہ دے دوں تو کیا سچ ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ تم خدا کے نافرمان اور مستکر ٹھیروگے۔ اور تمہاری بیوی تم سے جُدا ہو جاویگی۔ تاہم طلاق بدعت بھی صرف زنا کو طلاق کی سب سے بڑی وجہ سمجھنے سے بہتر ہے شیخ عبدالحق محدث اسبات میں امام ابوحنیفہ سے متفق ہے کہ ایکدم طلاق دینا کفر ہے +

طلاق تحریری اور زبانی دونوں طرزوں سے دیا جا سکتا ہے۔ اور ہر دو حالت میں بیوی کو اسکی اطلاع دینی لازم ہے۔ خلع کی اجازت سورۃ البقرہ کی ۲۲۹ آیت سے اخذ کی گئی ہے۔ اسکے لئے عملی مثالیں ہیں جنمیں سے ایک یہ ہے ثابت بن قیس کی بیوی نبی کریم کے پاس آئی اور کہا:

"یارسول اللہ میں ثابت بن قیس میں یا اسکے اخلاق یا اس کے مذہب میں کوئی نقص نہیں پاتی۔ لیکن میں اپنے وعدے میں بیوفائی نہیں کرنا چاہتی یعنی منافق بننا نہیں چاہتی"۔ نبی کریم نے کہا "کیا تو وہ باغ جو بسبب اسکے تجھے دیا واپس کرنے پر تیار ہے"۔ اس نے کہا "ہاں"۔ تب نبی کریم نے ثابت کو کہا۔ اپنا باغ واپس لیلو اور اسکو فوراً طلاق دیدو (مکاشفات شریف)

عرب میں بہت سے رواج مثلاً ظہار اور ایلا طلاق کے متعلق رائج تھے جن کی اصلاح قرآن نے فرمائی۔ اور تعلق زوجیت کو ایک متبرک اور اہم بنیاد پر قائم کیا۔ ان اصحاب کیلئے جو اپنے اندر کافی مذہبی جوش رکھتے ہیں۔ قرآن میں قوانین مندرج ہیں۔ اور اُن کیلئے نبی کی حدیثیں روائتیں اور مثالیں اسبات کی ذمہ دار ہیں۔ کہ قوانین طلاق کا ناجائز استعمال کبھی نہ ہوگا۔ اور ان لوگوں کیلئے جو صرف دنیاوی سخت قوانین کے ذریعہ سے قابو میں آسکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی شادی کرتے وقت مسلم عورت کا فرض ہے کہ مندرجہ ذیل امور کو خوب دیکھ بھال لے۔

(۱) نکاح نامہ پر کم از کم دو مردوں کی گواہی ہونی چاہئے۔

(۲) رقم مہر معقول ہونی چاہئے۔ خصوصاً وہ حصہ جو موجل ہو تا کہ طلاق کے رستہ میں یہ رقم ایک روک ہو جائے +

(۳) کوئی ایسی شرط نکاح میں داخل کی جائے جس کا مفہوم ہو کہ بلا رضامندی طرفین طلاق نہ دیا جاسکیگا +

(۴) کہ خاوند کو بلا وجہ اور بلا رضامندی طرفین ایک سے زیادہ بیوی کرنے کا حق نہ ہوگا +

اگر مسلم قوانین ازدواج اور قوانین طلاق کی پوری توقیر کی جاوے تو ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ قوم کی بہبودی کیلئے اور انفرادی طور بھی ذاتی راحت کیلئے اِن اسلامی قوانین سے بڑھ کر کوئی قانون دُنیا میں نہیں +

ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں۔ اور اب پھر دوہراتے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو کوئی ضرورت غیر مذاہب کو دکھانے کی نہیں۔ اور اسلامی قوانین کسی مہذب سے مہذب قانون سے کم نہیں۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ مسلم گھر اور مسلمانوں کی خانگی زندگی عیسائی خانگی زندگی سے زیادہ راحت دہ اور امن والی ہے۔ موجودہ یورپین طرز معاشرت کا اگر مسلم زندگی خانہ سے مقابلہ کیا جائے۔ تو کھلتا ہے کہ یورپین لوگ ابھی بالکل ابتدائی اور غیر مہذب درجے میں ہیں +

ہندوستان کی رُوحانیت

(لیکچر جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو نے لندن میں زیر صدارت مسٹر مارمڈیوک پکتھال دیا)

ہندوستان ہمیشہ اختلاف و تفرقہ کا مسکن سمجھا جاتا رہا ہے۔ اسے ایک ملک یا ایک قوم سمجھنے کی بجائے بہت ملکوں اور اقوام کا مجموعہ خیال کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ ایک اجنبی کی نگاہ ہندوستان کی انہی خصوصیات تک ہی محدود ہو۔ لیکن وہ لوگ جن کا یہ وطن ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ دلفریب خطہ اتفاق و اتحاد کے عنصر سے بالکل ہی خالی نہیں۔ ایک عظیم الشان امر مشترک اتحاد جو ہندوستان کی سب قوموں میں پایا جاتا ہے وہ عبادت اور مذہبی زندگی کی ایک رُوح ہے۔ جو اسکے مندروں۔ صومعوں اور مسجدوں میں یکساں طور پر موجود ہے۔ اور یہ وہ مشترک سرچشمہ ہے۔ جہاں سے ہندوستان اپنی رُوحانی زندگی کی غذا حاصل کرتا ہے +

آخر مغربی تہذیب اپنے ملحدانہ خیالات کو لئے ہوئے اس مذہبی سکون اور روحانی اطمینان کے تماشہ گاہ پر آپہنچی۔ اور آتے ہی انسانوں کے روزمرہ زندگی پر ایک لخت حملہ کیا جس سے ایک تزلزل برپا ہو گیا۔ مغرب کی مادی ترقی نے ہمیں لبھایا۔ اور اسکی ظاہری چمک دمک نے ہماری آنکھیں

چند صدیوں لیں نے ہمارے قدموں کو ڈگمگایا۔ اور ہم تشکک واوہام کی تاریکی میں ٹامک ٹوئیے مارنے لگے مگر ہندوستان کی اسے خوش قسمتی کہنا چاہئیے۔ کہ بعض ایسے عنصر فوراً حرکت میں آئے۔ جن کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ وہی پُرانی مذہبی رُوح ازسرِنو تازہ ہوگئی۔ جس سے مذہب اور موجودہ خیالات میں کوئی بُعد و افتراق واقع ہونے کی بجائے اتحاد و اتفاق کی صورت دوبارہ قائم ہوگئی۔ اور یونیورسٹیوں کے تعلیمیافتہ لوگوں نے موجودہ علوم اور اصُول سائنس کی چھان بین کرنے کے بعد بالآخر مسجدوں اور مندروں میں ہی قرار حاصل کیا۔ اور سائنس کے تجارب کے ساتھ ساتھ مذہب پر بھی عمل ہونے لگا۔ مسجدوں کے میناروں سے اذان کی آوازنے پھر تعلیم و تہذیب سے خراج حاصل کیا اور گنگا کے مُقدس کناروں پر یونیورسٹیوں کے علما و فضلا آ جمع ہوئے۔ کیا ہی عجیب ریمارک ہے جو ایک روزانہ انیگلو انڈین اخبار نے کیا۔ کہ آزادانہ تعلیم جس نے مغربی یونیورسٹیوں میں کلیسیا سے بہت سخت بے رغبتی اور مذہب سے بالکل برگشتگی پیدا کر دی تھی۔ ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں اسی نے اسلامی اعتقادات پر ایک بہت ہی قوی اور اعلےٰ درجہ کا ایمان پیدا کر دیا ہے +

علے الصبح ہی جبکہ عیش و عشرت کے دلدادہ اپنی تمام رات کی عیاشیوں سے تھک کر ابھی خوابِ راحت کے مزے لے رہے ہوتے ہیں۔ ڈھولوں کے بجنے کی آواز گھنٹوں کے ٹن ٹن اور نر سنگھوں کی گھوں گھوں آوازیں آتی اور عابد و زاہد لوگوں کو اپنے اپنے معابد و مندر کی طرف بلاتی ہیں۔ اسی وقت مسجدوں کی چوٹیوں سے بھی ایک دلکش آواز آتی ہے جو خاموشی اور سناٹے کے تمام پردوں کو پھاڑتی ہوئی نکل جاتی ہے۔ وھو ھذا

"اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں۔ خواہ وہ انسان ہو یا خدا کا اوتار۔ محمد اُس کا رسُول ہے۔ جو یہ پیغام لایا ہے۔ کہ جسقدر جلد نماز کی طرف آؤگے اتنی ہی جلد فلاح حاصل کروگے۔ نماز نیند سے اچھی ہے۔ اسلئے کہ خدا سب سے بڑا ہے۔ خدا سب سے بڑا ہے۔ اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے"

ایک ہندوستانی کے نزدیک یوم سبت اور ہفتہ کے باقی دنوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہاں کے عبادتخانے ہر وقت کُھلے رہتے ہیں اور صبح و شام کبھی عبادت کرنیوالوں پر بند نہیں ہوتے۔ اگر ایک طرف مشاغل دنیوی ہماری تمام تر توجہات اور قوائے کو صرف اپنی ہی جانب متوجہ رکھتے ہیں۔ اور ہم انہی میں ہمہ تن معروف

رہتے ہیں۔ تو کیا دوسری طرف روحانی امور کو بھی ہم پر یہ حق حاصل نہیں۔ کہ ہم ان کی طرف بھی التفات
کریں۔ اور کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے وہ الفاظ جو اہل مغرب کو خوب معلوم ہیں ہمیں روحانیات کی طرف
متوجہ نہیں کرتے۔ جن میں حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ انسان صرف روٹی ہی سے نہیں جیتا
بلکہ ہر ایک کلام جو خدا کی طرف سے آئے اُسے زندگی بخشتی ہے۔ (متی ۴ باب آیت ۳ و ۴) کیا مسیح کے
الفاظ بے معنی ہو چکے ہیں۔ یا یہ صرف انہی کے کام آسکتے ہیں۔ جو انکی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کچھ
دن ہوئے کہ مجھے ایک قابل اور مہذب خاتون سے گفتگو کرنے کا موقعہ ملا۔ جس میں میں نے اُسے کہا
کہ ہم مسلمان عیسائیوں سے بدرجہا بہتر اپنے آپکو عیسائی سمجھتے ہیں۔ جس کے ثبوت میں میں پھر حضرت مسیح
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسی قول کا حوالہ آپ کو دونگا۔ جو ابھی میں نے نقل کیا ہے۔ کہ انسان صرف
روٹی سے ہی نہیں جیتا۔ بلکہ ہر ایک کلام جو خدا کی طرف سے آئے اسے زندگی بخشتی ہے۔ مسلمان صبح کے
وقت جب اُٹھتا ہے تو صبح کی چائے سے پیشتر ہی وہ سب سے پہلے خدائے واحد لاشریک کے سامنے حاضر
ہوتا اور ان دُعاؤں کے ذریعہ سے جو اسکے پاک رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہمیں یعنی اللہ تعالیٰ
کے مُنہ سے نکلے ہوئے پاک کلام سے زندگی حاصل کرتا ہے پھر دوپہر کے کھانے کا وقت آتا ہے
اور پیشتر اسکے کہ وہ کھانے کے دسترخوان پر بیٹھے پہلے مسجد کی طرف دوڑتا ہے۔ اس کے بعد پھر
کی چائے سے پہلے وہ پھر نماز پڑھتا ہے۔ اور بالآخر مغرب کے وقت پھر اپنے خالق اکبر کے آگے سربسجود
ہوتا ہے۔ گویا ہر حالت میں وہ حقوق اللہ کی نگہداشت ضروری سمجھتا ہے۔ اور کسی حالت میں بھی
اپنی نفسانی خواہشات کو ان پر مقدم نہیں کرتا۔ آپ سوتے وقت چائے بسکٹ اور شراب پیتے ہیں
لیکن ایک مسلمان کو آپ بستر پر جانے سے پیشتر دیکھیں گے۔ کہ کبھی تو وہ چھاتی پر ہاتھ باندھے کھڑا
ہے کبھی گھٹنوں پر ہاتھ رکھتا اور جھک جاتا ہے۔ اور کبھی پھر کھڑا ہوتا اور کبھی اپنے معبود حقیقی
کے آگے اپنے سر کو جو انسان کی دُنیوی عزت وعظمت کا واحد نشان ہے انتہائی عبودیت کیلئے کمال
تذلل اور فرمانبرداری کے ساتھ اسکے آستانہ ربوبیت پر رکھ دیتا ہے۔ غرض مسلم معبود حقیقی کی محبت
میں سرشار مسلم دنیا و جہان کے حُسن و جمال کے مالک کی جس کا حسن و احسان تمام معبودان باطلہ پر غالب
ہے عبودیت و فرمانبرداری میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتا۔ اسے آپ مذہبی پابندی کے نام
پکاریں یا مذہبی جنون اس کا نام رکھیں لیکن آپ بھی تو اپنے جنونوں سے آزاد نہیں۔ کیا آپ نے

بعض چیزوں کو اپنا مشہود و مقصود و مطلوب بنا رکھا ہے۔ تو ہم دیکھیں کہ آپ کے اور ہمارے معبود میں
سے قابلِ پرستش کون ہے۔ اور کس کو عقلِ سلیم دو وہاتھ سے دھکے دیتی ہے۔

عبادت صرف انتہائے محبت کا نام ہے۔ اور محبت حُسن و احسان سے پیدا ہوتی ہے
پھر اُس رحمٰن خدا سے جو ہر قسم کے حُسن و احسان کا سرچشمہ ہے زیادہ محسن کون ہوسکتا ہے۔ حُسن کیا ہے؟
یہی احسان ہے۔ کیا آپ نے صرف اسی کو حُسن سمجھ رکھا ہے۔ کہ ایک دلفریب چہرہ ہو حسین سرگیں
آنکھیں اور ایک تیکھی ناک ہو۔ سیاہ کاکلیں اور اُبھری ہوئی پیشانی اور ایشیائی خیالات
کے مطابق ایک چھریرا قد جسم ہو۔ بیشک عہدِ شباب میں انہی خصوصیات کو میں حقیقی حُسن سمجھتا تھا لیکن اب
یہ سب خیالات تبدیل ہو چکے ہیں۔ اور نئی نئی خواہشات اور جذبات نے بعض اور ہی چیزوں کو محبت کا آماجگا
ہ بنا دیا ہے۔ حسن بذاتِ خود کوئی شئے نہیں۔ وہ چیز جو تمہاری حد سے بڑھی ہوئی خواہشات اور تمہارے
نفس اور رُوح کو اطمینان اور تسکین بخشتی ہے۔ وہی حُسن ہے۔ دل ہی ہے۔ جس سے ایک آرزو اٹھتی ہے
اور وہ مطلوبہ شئے کو مرجعِ حُسن سمجھ لیتی ہے۔ آرزو اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب کوئی ضرورت
لاحق ہو۔ ایامِ طفولیت میں انسان اپنی کم عقلی کی وجہ سے حسن کو ٹھیک طور پر سمجھ نہیں سکتا۔ اور اسلئے
اسکے حصولِ حُسن کے ذرائع بھی اسکی عقل و فہم کے لحاظ سے اسی قدر محدود ہوتے ہیں آہستہ آہستہ تجربات
اور مشاہدات ہماری ضروریات کے علم کو وسیع کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور وہ چیز جو ہماری ان ضروریات
کو پورا کرتی ہے ہم اسکو محسن کہہ دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس سے جب اور زیادہ بڑھے جاتے ہیں۔
تو اس ایک ہی خلاق ہستی کو اپنی سب ضروریات کا پورا کرنیوالا اور محسنِ حقیقی پاتے ہیں۔ اور وہی ایک عبادت کے
لائق نظر آتا ہے۔ آپ اپنی ضروریات پر ایک نظر ڈالیں۔ اور دیکھیں کہ ان ضروریات کو پورا کرنے
کیلئے محسنِ حقیقی نے کیا کیا سامان اور ذرائع پیدا کئے ہیں۔ پھر اس قدر احسانات سہتے
ہوئے اس ربّ العالمین سے بڑھ کر کون ہے جس کو ہم محسن کہہ سکیں۔ اور کون ہے جو اس خالقِ اکبر سے
بڑھ کر معبودیت کا مستحق ہو۔ فطرتِ صحیحہ پر قائم ہو جاؤ۔ تو تمہارے ہفتہ کے تمام ہی دن ایام سبت
بن جائیں گے۔ درحقیقت تمہاری زندگی کا ایک ایک لمحہ اس خالق اکبر کی یاد میں ہو جاتا ہے۔ اسلئے
اسی وقت آپ سچے یہودی کہلا سکتے ہیں۔ جب مسلمانوں کی طرح ہر ایک لفظ جو خدا کے منہ سے نکلے وہ
آپ کی خوراک ہو۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچکر آپ حقیقی راحت اور کامیابی کا منہ دیکھ سکتے

ہیں۔ اس وقت تمام دُنیا آپکے ذریعہ آسودہ حال ہو گی۔ اور "خدا کی بادشاہت" اُس میں بر قائم ہو جائیگی
ان حالات کے ہوتے ہُوئے نبی عربی صلعم کے پیروؤں کا پانچ وقت مسجدوں کی چھتوں سے حیّ علی الفلاح
کی صدا بلند کرنا کوئی بےمعنی بات نہیں۔ بلکہ یہ اسی کامیابی و مرفع الحالی کی طرف اشارہ ہے جس کو خدا
کی بادشاہت کے نام سے جناب مسیح علیہ السلام نے خوشخبری دی +

کیا آپنے کبھی معلوم کیا کہ عبادت دراصل کیا ہے۔ اسکی ابتدا کیونکر ہوتی ہے۔ اور اس کا آخری
مقام کیا ہے میں سمجھتا ہوں۔ کہ قریباً آپ سب نے ہی عشق و محبت کی گرمیوں کا مزا چکھا ہو گا! ور
کوئی نہ کوئی معشوق بھی آپ رکھتے ہونگے پس وہ کونسی بات ہے۔ جو آپ اپنے دلربا کو خوش کرنے
کیلئے اُٹھا رکھتے ہیں۔ اور اپنی محبت کو پُورا کرنے اور اسکی رضامندی حاصل کرنے کے لئے
کونسی سخت سے سخت مشکلات ہیں جو آپ برداشت نہیں کرتے لیکن باوجود اس قدر مشکلات کے
ابھی آپنے عبادت کے صرف پہلے ہی زینہ پر قدم رکھا ہے جناب مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
عبادت الٰہی کے صرف اس پہلے زینہ تک ہی ہمکو پہنچایا۔ جب انہوں نے یہ دُعا کی "تیری مرضی جیسی
آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو جائے"۔ یہ اُس زینہ کی دراصل پہلی سیڑھی ہے۔ جو انسانیت
کی ابتدائی منزل مقصود تک لیجانے والا ہے۔ اور جو ہماری اپنی ذات کو محو کر کے اس ایک ہی ہستی سے
ہمیں جا ملاتا ہے یہی وہ بات ہے جس کو آنحضرت صلعم نے سکھایا۔ کہ "تخلقوا باخلاق اللّٰہ"
الٰہی اوصاف سے متصف ہو جاؤ اور نفسانیت وخودی کا جامہ اُتار کر ربانی اخلاق کا جامہ زیب تن
کرو۔ اگر جناب مسیحؑ نے خدا کی عبادت کا پہلا زینہ بتایا تو حضرت محمد صلعم نے اسکی انتہائی منزل مقصود
تک پہنچایا۔ آنحضرت صلعم نے اس کمال کو جتانے ہوئے میں کسی قسم کی نفرت کا برتاؤ جناب مسیحؑ سے
نہیں کرتا۔ اور نہ ہی ان دو نبیوں میں بحیثیت نبوت کوئی فرق کرتا ہوں۔ ایک مسلمان تو ان باتوں
سے کوسوں دور ہے۔ اسکی تو پاک کتاب قرآن کریم کسی ایک نبی میں بھی فرق کرنے کی اجازت نہیں دیتی اور
صاف طور پر اس سے یہ اقرار لیتی ہے۔ کہ "لا نفرق بین احد من رسلہٖ" بات اصل یہ ہے
کہ نبی ہمیشہ اپنے وقت کے لوگوں کی عقل و فہم کے مطابق ہی انہیں تعلیم دیتے ہیں۔ جناب مسیح جن لوگوں
میں مبعوث ہوئے۔ وہ کوئی بہت زیادہ عقل و سمجھ نہیں رکھتے تھے۔ آپ کو چونکہ دھوبیوں اور مچھلی والوں سے
واسطہ پڑا۔ جن کی کم فہمی اور بےسمجھی کی آپ اکثر شکایت کیا کرتے تھے۔ اسلئے آپ ان سے تمثیلوں

میں کلام کرنے پر مجبور تھے لیکن ہمارے سرکار حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت مبعوث ہوتے ہیں۔ جبکہ دُنیا نے آپکے فیضان رحمت سے مستفیض ہو کر آپکے زیر اطاعت بہت جلد علم و تہذیب کا ایک انقلاب عظیم دیکھنا تھا۔ اسلئے اگر جناب مسیح نے خدا کی محبت وعبادت کے فقط اسرار ہی ہم پر کھولے۔ تو آنحضرت صلعم نے ہمیں اسکی آخری منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ یہی وہ بات ہے جسکو جناب مسیح نے خود ان الفاظ میں بیان کیا +

"میری اور بہت سی باتیں ہیں۔ کہ میں تمہیں کہوں۔ پر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنے رُوح حق آوے۔ تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دیگی۔ اسلئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی لیکن جو کچھ وہ سُنیگی سو کہیگی۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگی (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ و ۱۳)" +

عبادت صرف چند گیت گانے یا چند الفاظ کے دُہرانے یا ہاتھوں اور جسم کی بعض حرکات کا ہی نام نہیں۔ یہ سب کچھ تو دل کے احساس کا اظہار ہے۔ عبادت جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں اپنی مرضی و خواہشات کو رضاء الٰہی کے ماتحت کر دینا ہے۔ اور اس مقولہ کو عملی طور پر سچ کر دکھانا ہے۔ کہ "تیری مرضی جیسے آسمان پر پُوری ہوتی ہے ویسی زمین پر بھی ہو" +

اب کیا یہ دریافت کرنا کوئی مشکل امر ہے۔ کہ اسکی مرضی آسمان پر کیسے پوری ہوتی ہے۔ بحث کو مختصر کرنے کیلئے ہمیں صرف یہ دیکھ لینا چاہئے۔ کہ نسل انسانی کے مختلف افراد کے ساتھ اسکی مرضی کیونکر پُوری ہوتی ہے۔ اور اس پر اگر ہم غور کریں۔ تو کیا صاف طور پر ہمیں نظر نہیں آتا کہ اس کی بادشاہت عالمگیر ہے۔ کیا اس نے مختلف اقوام اور افراد کے درمیان ان کے جسمانیات و روحانیات کے بارہ میں کوئی تفریق روا رکھی ہے۔ کیا ہر ایک مُتنفّس کو اس نے ایک ہی قسم کے اعضا و جوارح اور دل و دماغ عطا نہیں کیا۔ کیا کائنات کا ہر ایک ذرہ تمام بنی نوع انسان کی ہر ایک قسم کی ضروریات کو پُورا کرنے کیلئے پیدا نہیں کیا گیا۔ وہ سب کا باپ ہے۔ جو ہر ایک بنی نوع انسان کے نشو و نماء اور بھلائی کو یکساں طور پر ملحُوظ رکھتا ہے۔ اسکے حقیقی پرستار اور محبوب سوائے اسکے کہ نسل انسانی کو بھی اعلےٰ مدارج ترقیات پر لیجائیں اور کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے مالک حقیقی کے ساتھ اسکی عالمگیر بادشاہت کے کام چلانے میں بطور وسائط کے کام دیتے ہیں پس اگر ہم میں عبادت کی حقیقی اور سچی رُوح کام کرنے لگ جاوے تو کیا یہ ممکن ہے۔ کہ آپس میں تفاوت مراتب اور

ایک دوسرے سے اوپر ہونے کے کمینہ و خود غرضانہ خیالات پھر بھی باقی رہ جائینگے۔ لیکن انسان ممکن ہے اس خیال کو لئے ہوئے ایک دوسرے کی مدد کرنے کو کسر شان سمجھے۔ اگر خود غرضی مقابلہ کی تحریص دلاتی ہے اور اس کے ساتھ بغض اور حسد کی روح ایک دوسرے کی مدد کرنے کی تہ میں کام کرتی ہے۔ اگر میں اپنے رب العالمین کا پرستار ہوں۔ جو تمام مختلف اقوام اور مذاہب کا پیدا کرنیوالا اور انہیں تربیت سے انسانی مقام تک پہنچانیوالا رب العالمین ہے۔ اور یہ وہ الفاظ ہیں جن کو ایک مسلم اپنے معبود حقیقی کے دربار میں حاضر ہو کر نماز کے اندر دہراتا اور اللہ تعالیٰ کو ان الفاظ سے پکارتا ہے تو ایسی حالت میں کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ میں تلوار ہاتھ میں لوں اور دوسری قوموں کو جن کی ترقی و تنمیت ہی اس خالق اکبر کا حقیقی منشا ہے تلمرد کرنے اور کچل دینے کیلئے انہیں تباہ و برباد کرتا پھروں۔

اس سوال کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ روح عبادت تمام انسانی بہبودی میں کیونکر کام آتی ہے۔ عبادت ہے اپنے کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا کر دینے کا نام ہے۔ بہت سے طریق ہیں۔ جن سے انسان اپنی ذات کو محو کر کے اس رب العالمین سے ملنا چاہتا ہے۔ بدھ نے اسبات کی تعلیم دی۔ جب اس نے کہا کہ نروان یعنی اپنے آپکو فنا کرنے سے ہی نجات ملتی ہے۔ اسلام جو میرا مذہب ہے۔ اسکے لغوی معنی بھی یہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت پر دی کے اپنے آپ کو ماتحت کر دینا۔ اور اپنے آپ کو اسکے سپرد کر دینا۔ اپنے آپ میں قربانی و ایثار کا مادہ پیدا کرو۔ تو یہی خود بخود رذائل دور ہو جائینگے۔ جرائم ہم میں فطری اور جبلی طور پر نہیں۔ بلکہ یہ ایک عارضی ہوتی اور پیدا کردہ چیز ہے۔ گناہ خود غرضی کا نتیجہ ہے۔ جو لالچ اور طمع کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ کیا آپ نے کبھی کسی مجرم کے دل کی کیفیت کو مطالعہ کیا۔ کسی ملک کے مجموعہ تعزیرات کو دیکھو۔ آپ وہ فیصدی اس قسم کے جرائم آپ کو ملیں گے۔ جنمیں دوسروں کی چیزیں غصب کر لینے کی کوشش ہوتی ہے۔ اس قسم کے جرائم کا علاج سزا نہیں۔ وہ تو ارتکاب جرم میں محض ایک رکاوٹ کا کام دیگی نہ کہ بدی کو ہی زائل کریگی۔ اسلئے اس کا سب سے بہتر علاج یہ ہے۔ کہ ایک خود انکاری کی حالت اپنے اندر پیدا کی جائے۔ اور یہ زہد و تقوےٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ قربانی و ایثار کی حالت انسان سے دوسروں کی فلاح و بہبودی کیلئے کام کراتی ہے۔ اسکو اسی بات میں راحت تسکین ہوتی ہے۔ کہ اسکی کمائی سے دوسروں کا فائدہ ہو رہا ہو۔ وہ درحقیقت جیتا بھی دوسروں کیلئے ہی ہے۔ اسلئے دوسروں کا مال لینے کی تمنا ہی نہیں کر سکتا۔ اپنے اندر یہ تقوےٰ و زہد کی حالت پیدا کرو

خود کو خدا کی ملاقات کے قابل بناؤ۔ خودغرضی اور خواہشات نفسانی کو چھوڑ دو۔ اور اس طرح ہر برائی کی جڑ کو ہی اکھاڑ دو۔ اسی کے ساتھ دو میں پھر کہتا ہوں۔ کہ اس روح کو عملی طور پر پیدا کرو۔ اور پولیس اور جیلخانوں کو بھی موقوف کر دو۔ کہ اس حالت میں ان کی بھی چنداں ضرورت نہیں۔ یہ میں کوئی وہم و خیال کے گھوڑے نہیں دوڑا رہا جو الف لیلیٰ کی باتیں ہوں۔ نہیں بلکہ رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ کو دیکھو۔ آپ کی سیرت کو مطالعہ کرو۔ آپ کے نقش قدم پر چلو۔ اور دیکھو کہ میرا یہ بیان کس قدر سچائی پر مبنی ہے۔ صاحب صدر سے پوچھئے۔ جو میری طرح مسلمان ہونے کے ساتھ اسلام کی تاریخ پر بھی بہت کچھ عبور ان کو حاصل ہے۔ یہ آپ کو بتائیں گے۔ کہ آنحضرت صلعم نے مدینہ کے اندر اپنے آخری ایام میں پولیس اور جیلخانوں کے بغیر سلطنت کی ہے۔ یہ وہ وقت تھا۔ جب حقیقتاً گناہ مفقود اور جرائم شاذ و نادر ہی رہ گئے۔ اور خدا کی بادشاہت زمین پر قائم ہو گئی۔

ابھی میں آپ سے زہد و عبادت کے آخری اور انتہائی مقام کا ذکر کر رہا تھا۔ اور میں نے بتایا تھا کہ اپنی ذات کو محو کر کے اس خالق اکبر سے جا ملنا ہی انتہائی مقام عبادت ہے۔ یہ بھی میں بتا چکا ہوں کہ خود انکاری ہی وہ دروازہ ہے۔ جہاں سے ہو کر ہر ایک خدا پرست کو اس صداقت کو پانے کیلئے گذرنا پڑتا ہے۔ اور اسکو پانے کیلئے مختلف رہبران دین نے مختلف قوموں اور ملکوں کے حالات کے مطابق مختلف طریقے ایجاد کئے۔ فطری خواہشات کو مارنے کیلئے لوگوں نے مختلف راہبانہ طریق اختیار کئے اور ضروریات انسانی یا پسندیدہ اشیاء سے انہیں بہت سخت کنارہ کشی اختیار کرنی پڑی۔ لوگوں نے دنیا سے علیحدگی اختیار کی دنیا کو فساد کا گھر سے علیحدہ رہنے کیلئے گھروں سے نکلکر جنگلوں اور بیابانوں میں رہائش اختیار کی۔ تاکہ حقیقی اطمینان قلب کو پا سکیں اور دلجمعی کے ساتھ گیان دھیان میں مصروف ہوں۔ گذشتہ زمانوں میں ہندوستان میں سادھو اور سمادھی بُری خواہشات اور جذبات پر قابو پانے کیلئے ان راہبانہ طریقوں کی مشق کیا کرتے تھے۔ مقصد تو نیک تھا لیکن اس سے انسانوں کے باہمی میل جول اور تعلقات سے جو ایک عطیہ الٰہی ہے۔ محروم ہونا پڑتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دوسرے کا محتاج اور مدنی بالطبع بنایا ہے۔ آپس کے تعلقات سے علیحدہ ہونا اسکی منشا کے خلاف چلنا ہے۔ اور اس قسم کا فعل ہمارے بھائی بندوں کو ان خاص عطیات الٰہیہ سے فائدہ اُٹھانے سے محروم کر دیگا۔ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر ودیعت کئے ہوں۔ ماسوا اسکے خود انکاری

کی اصل روح سوسائٹی ہی میں پوری تربیت پاسکتی ہے۔ نہ کہ عزلت گزینی میں۔ ایک راہب اپنے آپ کو سوسائٹی کے فوائد سے محروم کرلیتا ہے۔ تاکہ بدیوں سے بچ سکے لیکن فی الحقیقت جذبات اور خواہشات پر اسی صورت میں قابو پایا جاسکتا ہے۔ کہ انسان سوسائٹی کے دوسرے ممبروں میں رہکر اپنے باہمی تضاد و تخالف افعال بھی دیکھتا اور مقابلہ کرتا رہے تمہاری زندگی کا ایک ایک لمحہ تضاد و اختلافات سے گھرا ہوا ہے۔ اور جب تم ان کا جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کرتے ہو۔ تو اپنے جذبات پر قابو پانے کا مادہ تم اپنے اندر پیدا کر لیتے ہو جس کے بغیر خود فراموشی کا پیدا ہونا ناممکن اور محال ہے۔ اسی لئے اسلام نے "لا رھبانیت فی الاسلام" کہکر رہبانیت اور تجرد کو ممنوع قرار دیا اور سب کو ہی شادی شدہ زندگی بسر کرنے کا حکم دیا۔ خوب یاد رکھو۔ کہ کنبہ اور بیوی بچوں کے ساتھ رہنے سے ہی انسان میں ایثار کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اپنے بال بچوں کی محبت اسے مجبور کرتی ہے۔ کہ وہ اپنے عیش و آرام کو دوسروں کے فائدہ اور بہبودی کیلئے خیرباد کہے۔ اسی سے آگے ترقی کرکے وہ اپنے ہمسائیوں اپنے ہموطنوں اور اس سے بھی بڑھ کر کل بنی نوع انسان سے رنگ اور قومیت کی تفریق بغیر وہ نیکی اور ایثار کرتا ہے! اور اس طرح ایک سکون قلب حاصل کرتا ہے۔ جو اسے حقیقی عبادت کا پھل دیتا ہے۔ اسلام اس وقت دنیا میں آیا۔ جبکہ دنیاوی مشاغل نے ایک نیا پہلو اختیار کرنا تھا۔ اور رہبانیت کی کوئی ضرورت دنیا کو نہ تھی۔ وہ اپنی سیدھی سادی تعلیم کو لے کر آیا۔ تاکہ بنی نوع انسان اپنے باہمی تعلقات اور فرائض انسانی کو قطع کئے بدوں عبادت کی اصل غرض و مدعا کو حاصل کرسکیں۔ ایک مسلمان اپنی مسلسل نمازوں اور روزوں اور اپنے مختلف صدقات اور حج اور اور دیگر مذہبی کاموں کے ذریعہ سے اپنے نفس پر قابو پانے اور خواہشات کو حد اعتدال پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے اندر ایک دل پیدا کرتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے عشق و محبت سے لبریز اور اسکی عبادت میں محو ہوتا ہے۔ بنی نوع انسان کی خدمت اسکی عبادت اور حقوق اللہ کی ادائیگی ہے۔ وہ ایک سلیم الطبع قلب کے ساتھ زمانہ کے نشیب و فراز کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس کے دن کے اوقات مخلوق کی خدمت میں بسر ہوتے ہیں۔ اور رات کی گھڑیاں عبادت الٰہی میں۔ وہ علی الصباح ہی اٹھتا ہے۔ اور غسل کرکے نماز ادا کرتا اور نصرت الٰہی کے لئے دست بدعا ہوتا ہے۔ وہ مصلے پر دوزانو بیٹھ کر اللہ تعالےٰ کے صفات حسنہ پر جن سے متصف ہونا اسکی زندگی کی غرض و غایت ہے غور اور تدبر کرنے لگتا ہے لوگ لغشت

کی تعلیم کے ماتحت اسے اسکی بھی ضرورت نہیں کہ علیحدگی اختیار کرنے کیلئے اپنے دم کو بند کرے۔ وہ عشق الٰہی میں اس قدر محو ہوتا ہے۔ کہ کوئی چیز بھی اس کے دل کی توجہ کو دوسری طرف پھیر نہیں سکتی۔ اگر آپ نے عشق حقیقی کا حظ اٹھایا ہے۔ تو آپ میری بات کو خوب سمجھ جائیں گے۔ کیا آپ جس وقت اپنے معشوق کا تصور کرتے ہیں تو تمام ارد گرد کے حالات سے بیخبر نہیں ہو جاتے۔ دل کی اس قسم کی محویت اگر ایک زمینی چیز کے عشق میں ممکن ہو سکتی ہے۔ تو خدا تعالےٰ کے عشق کے متعلق آپ ذرا غور تو کریں کہ کیا کچھ محویت نہ ہوتی ہو گی۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے ہمیں تو گیلنشٹ کی بتائی ہوئی ریاضتوں میں پڑنے کی کیا ضرورت رہجاتی ہے ایک مسلم اللہ تعالےٰ کی صفات پر خوض و تدبر کرتے ہوئے اپنی کمزوریوں اور نا تربیت یافتہ اخلاق کا مطالعہ کرتا ہے۔ اور ان ذرائع کے معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جن سے وہ زمینی اخلاق کو ترک کر کے ربانی اوصاف سے متصف ہو جائے۔ گو راستہ بہت دشوار ہے۔ اور اس پر چلنا اشد مشکل لیکن ایک حق کے متلاشی کیلئے اس پر سے گذرنا ناممکن امر نہیں۔ اس کا نصب العین تو بہت ہی اعلےٰ اور ارفع ہوتا ہے۔ اور اسکی نظر اس دلپذیر وعدہ پر ہوتی ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت اسے پہنچایا گیا ؂

پھر اگر وہ ثابت قدم اور مستقل مزاج ہے۔ تو آخر الامر اس پر وہ وقت آتا ہے جب وہ اپنی مطلوبہ شے کو پالیتا ہے پھر اس چشمہ صافی پر پہنچ کر وہ ایک نئی زندگی کا پانی پیتا ہے۔ ایک آگ اوپر سے اترتی ہے جو اسکے تمام سفلی خواہشات اور جذبات بہیمیہ اور تمام غیر اللہ کی محبتوں کو اگر کوئی اب بھی باقی رہ گئی ہوتی ہیں فنا کر کے گویا موت اسکی پہلی زندگی پر وارد کر دیتی ہے۔ اُدھر خدائی شعلہ کی چنگاری جو ہر ایک انسان کے دل میں ہے روشن ہو جاتی ہے اسکا سینہ ہر ایک قسم کی میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسی زندگی میں اس سکینہ آتشین کو پالیتا ہے جس کی طرف پر حسنا اصطباغی نے اشارہ کیا۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ایک لوہے کے ٹکڑہ کو جب آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ تو وہ آگ ہی کی شکل و صورت و اوصاف اپنے اندر لے لیتا ہے اور اس وقت کیلئے اور اپنے آپ کو کھو کر آگ ہی ہو جاتا ہے پھر کیا یہ جسمانی مناظر اس قسم کے واقعات روحانی پر تمہارا الیقین پیدا نہیں کر دیتے۔ خدا تعالےٰ کی محبت کے آتشیں سکینہ میں ڈبکی لگاؤ۔ تو تم اللہ تعالےٰ

کی طرح چمک اُٹھوگے ۔ یہ وہ حالت ہے ۔ جب تمہارے ہاتھ پر اندھے بینا ہونگے ۔ گونگے بولنے لگینگے لنگڑے چلنے لگینگے اور مُردے تمہارے اشارہ سے جی اٹھینگے ۔ کیا اس قسم کے بہت سے واقعات کُتب مقدسہ میں لکھے ہُوئے نہیں ۔ لیکن شومئے قسمت سے آپ لوگ اِس اعلےٰ اور رُوحانیت کے انسان کو خدا یا خدا کے اوتار سمجھ لیتے اور اِس طرح اپنے آپ پر ترقی کا دروازہ بند کر لیتے ہیں ۔ انہیں اپنے جیسا انسان قرار دو ۔ کیونکہ وہ انسان درحقیقت تھے اور ہیں ۔ انکی یہ حالت اور تمام اعلےٰ صفات اور کارنامے انسانی ممکنات میں سے ہو جاتی ہیں ۔ جن کو ہر ایک انسان حاصل کر سکتا ہے ۔ ان میں سے ایک کو بطور مثال لو ۔ اور اسکی زندگی کے ان روشن اور شاندار واقعات کا جن کی وجہ سے وہ ہمارے نزدیک خدا ثابت ہوتا ہے ۔ اسکے اِن حالات سے مقابلہ کرو ۔ جبکہ معمولی انسانی کمزوریاں اس سے سرزد ہوتی ہیں +

اِن واقعات کو بھی شمار کر لو ۔ کہ کتنی مرتبہ اس نے انجیر کے درخت پر لعنت کی اور کتنی دفعہ وہ یہ بھی بھول گیا ۔ کہ وہ انجیروں کا موسم ہی نہیں تھا ۔ اور اگر موخر الذکر واقعات اس سے زیادہ دفعہ اور زیادہ صفائی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے تو سمجھ لو کہ آگ نہیں بلکہ لوہے کا ایک ٹکڑا ہے ۔ خدا نہیں مگر خدا کے رنگ میں رنگین ہے ۔ جتنی دیر وہ آگ کے اندر رہتا ہے اس سے روشنی اور گرمی نکلتی ہے لیکن جونہی کہ وہ وقت گذر جاتا ہے پھر وہی پرانے کا پرانا لوہا رہ جاتا ہے ان اوقات کا انسانوں پر وارد ہونا ناممکنات میں سے نہیں صرف محبت آلہی میں اپنے آپ کو بھلا کر اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت میں لگنا ضروری ہے ۔ اور پھر یہ حالت انسان پر وارد ہو جاتی ہے ۔ خاص خاص عقائد اور اعمال کے انسان اس کمال کو پا لیتے ہیں ۔ اور اسلام میں ہر کوئی اسکو حاصل کر سکتا ہے ۔ وہ یہ نہیں چاہتا ۔ کہ انسان ایک راہبانہ زندگی اختیار کر کے دُنیا اور اس کے تمام مشاغل سے قطع تعلق کرے تو تو ہی ان انسانی کمالات کو پا سکتا ہے صرف "دست در کار و دل با یار" کی حالت انسان پر وارد ہونی ضروری ہے ۔ اور اسلام اسی حالت کو پیدا کرنے کی تعلیم دیتا ہے +

عکس مکتوب آنحضرت صلعم کی آنحضرت صلعم کے اس تبلیغی خط کا عکس جو آپ نے مقوقس شاہ مصر کو لکھا قیمت فی درجن ۱۰ ار فی عکس ا ر + اس پر آپ کی مہر نبوت بھی ثبت ہے ۔
منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو ۔ عزیز منزل ۔ نولکھا ۔ لاھور

نبی کریم کا علم غیب

فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک اٰیة وان کثیراً من الناس عن اٰیٰتنا لغافلون - تو آج تیرے بدن کو ہم (پانی میں تہ نشین ہونے سے) بچا دینگے - (وہ اس غرض سے) کہ جو لوگ تیرے بعد آنیوالے ہیں تو اُن کے لئے عبرت ہو - اور البتہ بہت سے لوگ ہماری قدرت کی نشانیوں سے غافل ہیں +

مندرجہ بالا عبارت ہم سُورہ یونس کی ۹۲ آیت میں پاتے ہیں - اسمیں فرعون موسیٰ اور اسکی حالت کا ذکر ہے جبکہ وہ بحیرہ قلزم میں موت کے مُنہ میں جا رہا تھا - ان الفاظ کے مطابق اس شاہ مصر کو متنبہ کر دیا گیا تھا - کہ موت کے بعد اسکی لاش ساحل پر پھینک دی جا ئیگی - اور یہ اس سزا کی ایک زندہ شہادت رہیگی جو اسکو موسیٰ اور بنی اسرائیل کا تعاقب کرتے ہوئے ملی - آج تیرے جسم کو ہم بچا دینگے - تاکہ جو لوگ تیرے بعد آنیوالے ہیں - تو ان کیلئے عبرت ہو" یہ الفاظ اس قدر صریح اور واضح ہیں کہ ان پر بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں - انمیں تین امُور کی طرف اشارہ کیا گیا ہے - اول یہ کہ فرعون مر گیا - دوم یہ کہ اسکی لاش سمندر میں گم نہیں ہوئی تھیں بلکہ اسکو ساحل پر پھینک دیا گیا تھا - اور سوم یہ کہ وہ لاش محفوظ رہیگی - اور آیندہ نسلیں اس کا کھوج نکا لینگی +

انجیل میں اس کا قطعاً ذکر نہیں - اور نہ ہی کسی اور تاریخی کتاب میں اس کا کوئی حوالہ دیا گیا ہے - تاہم موجودہ صدی میں تحقیقی واقعات روز روشن کیطرح سامنے آگئے ہیں - اور وہ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی لفظاً لفظاً تائید کرتا ہے +

مصر میں جو لاشیں محفُوظ رکھی گئی تھیں - ان میں سے رامیسس ثانی کی لاش بالکُل محفوظ پائی گئی ہے - اور اسکو فرعون موسیٰ کی لاش قرار دیا گیا ہے +

یہ امر حال ہی میں دریافت ہؤا ہے - اور نبی کریم کو ہرگز اس کا علم نہ ہو سکتا تھا - کیا یہ اس بات کی ایک قاطع دلیل نہیں کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی وحی کے ذریعہ علم غیب دیا گیا +

اگر غیب کا علم اس کے رکھنے والے کے پیغام کے منجانب اللہ ہونے کی ایک مضبوط دلیل مانی گئی ہے تو دنیاوہ غیب کا علم جو مندرجہ بالا آیت میں نبی کریم کو دیا گیا۔ آپ کے پیغام کے منجانب اللہ ہونے کیلئے کافی اور شافی دلیل نہیں؟ تمام مذہبی عیسائی تاریخ یا کسی اور مذہب کی تاریخ میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس کو اس قدر غیب کا علم دیا گیا ہو۔

انجیل میں جو پیشگوئیاں ہیں۔ ان میں سے اکثر عام واقعات عالم سے متعلق ہیں جو ہمیشہ پیش آتے رہتے ہیں۔ اور ہر ایک انسان اس قسم کی پیشگوئیاں کرتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس انجیل کی دیگر پیشگوئیاں خصوصاً بلکہ ان تاویلوں کے لفظ خیال سے پڑھا جاوے۔ جو زبردستی ان پر چسپاں کی جاتی ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابہام سے مبرا نہیں۔ اور استعارے اور تمثیل کلام سے پر ہیں۔ برخلاف اسکے مندرجہ بالا آیت بڑے صاف الفاظ میں ایک امر واقعی کی خبر دیتی ہے۔ اور اسکے کوئی اور معنی ہو ہی نہیں سکتے۔ جتنے کہ مخالف لفظ بینوں نے لاش فرعون کے پائے جانے سے پہلے اس آیت کی وجہ سے قرآن کی غیب دانی پر بہت حملے کیے۔ انکا غلط قیاس تھا کہ قرآن بھی ایک ایسے قصہ جات کا مجموعہ ہے جس کی تواریخ سے کوئی شہادت نہیں ملتی۔ اور اس اعتراض کی تائید در واضح کرنے کے لئے یہی آیت پیش کی جاتی تھی۔ تاہم اب تو دنیا کو سمجھ آگئی کہ قرآن کے الفاظ بالکل صادق اور برحق ہیں۔

شمس الدین شمس نومسلم

شاہجہان مسجد ووکنگ کے نماز عیدین کے فوٹو

کہ ان فوٹوؤں میں وحدت کا رنگ نظر آتا ہے۔ توحید تثلیث پر غالب آرہی ہے اور انگلینڈ جیسی سرزمین میں جہاں کہا جاتا تھا کہ لوگ مذہب کی ضرورت سے قطعاً آزاد ہیں اسلام نے کتنوں کے دل میں جگہ کی ہے۔ یہ فوٹو اس بات کے شاہد ہیں کہ علاوہ نومسلمین انگلستان کے دیگر عیسائی معززین لیڈیاں کس اشتیاق و دلچسپی کے ساتھ اسلامی خطبوں میں حصہ لیتے ہیں۔ نماز عیدین کے فوٹو میں اخوت اسلام کا منظر ہے مشرق اور مغرب کے مسلمان کس طرح دوش بدوش ملے جلے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب و جناب مولوی صدرالدین صاحب کی اقتدا میں اپنے واحد لاشریک خدا کے حضور ایک صف میں دست بستہ کھڑے رکوع کر رہے ہیں۔ فی درجن ۱۰ ار فی فوٹو ار

المشتہر۔ خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

ظلِ السلطان

اگر آپ بہترین خیالات و مضامین کا آئینہ دیکھنا چاہیں تو ظل السلطان کو ملاحظہ فرمائیے جو ماہانہ بھوپال سے شائع ہوتا ہے سالانہ قیمت عہ ہے۔ یہ بھی زنانہ دلچسپیوں اور اصلاح تمدن معاشرت اور تعلیم نسواں کے متعلق اعلیٰ مضامین شائع ہوتے ہیں اور تین سال کے عرصہ میں جس قدر زنانہ تعلیم کا دامان [illegible] نے فراہم کیا ہے اردو میں اسکی نظیر نہیں نمونہ کا پرچہ ۲ کے ٹکٹ آنے پر روانہ کیا جاتا ہے مضمون نگاروں کو معاوضہ اور انعام بھی دیا جاتا ہے۔ اسکے ذخیرہ میں اعلیٰ مرتبت خواتین کی نہایت قابل قدر تصانیف موجود ہیں خصوصاً علیا حضرت فرمانروائے بھوپال اور بیگم جنجیرہ کی تصانیف بھی ملتی ہے فہرست آدھ آنہ کے ٹکٹ پر بھیجی جاتی ہے +

المشتہر محمد مہدی منیجر ظل السلطان بھوپال

اُسوۂ حسنہ

ایک عام فہم مذہبی اصلاحی و تعلیمی رسالہ

جو ہندوستان کی مسلمانوں کو ایک خدا ترس بااخلاق عادل تعلیمیافتہ تندرست۔ متمول۔ متحد عمل پسند اور کفایت شعار قوم بنانے کا مقصد مدنظر رکھ کران کو اپنی شخصی ذمہ داریوں اور قومی ضرورتوں کی طرف متوجہ کرتا اور ان کی علمی اور عملی کوششوں پر بے لاگ تنقید کرتا ہے۔

اور ہر ماہ کے آخری ہفتہ شہر میرٹھ سے شائع ہوتا ہے۔

شرح قیمت سالانہ محصولڈاک قسم اول ۱ے روپیہ دوم [illegible]

المشتہر

مینیجر اُسوۂ حسنہ شہر میرٹھ

تصنیفات حاجی حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

خطباتِ غربیہ کی فی خطبہ ۳/ - اردو محصولڈاک بذریعہ خریدار

یہ خطبات ہیں جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے انگلستان میں سیکاٹلینڈ میں دئے۔ ان خطبات کے مضامین کے لحاظ سے انہیں چھ جلدوں میں حسب ذیل ترتیب دیا ہے :-

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ نمبر ۱ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات

(۲) " " نمبر ۲ "توحید۔ دعا۔ تصوف"۔

(۳) " " نمبر ۳۔ خطبات عیدین"۔

(۴) " " نمبر ۴ "دہریوں اور ملحدین کو خطاب"

(۵) " " نمبر ۵ "اسلام اور دیگر مذاہب"

(۶) " " نمبر ۶ "حقوق نسواں"۔

نوٹ چھ خطبات کے مکمل سٹ کے خریدار سے عہ فی جلد کے لیے [illegible]

مروارید ثلاثہ

قیمت بلا جلد [illegible]

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں

یہ سہ کتب تین خاص مضامین پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں جو بتفصیل ذیل درج ہیں۔ اور آپکے مطالعہ کے قابل ہیں:-

براہین نیرہ۔ حصہ اول (معروف بہ زندہ و کامل الہام) قیمت ۱۲/

اُم الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) قیمت ۱۲/

اُسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی) قیمت ۸/

لمعاتِ انوارِ محمدیہ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسین سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی۔ اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع قیمت بلا جلد [illegible] مجلد [illegible] انگریزی [illegible]

اردو لیکچر اسلام جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے جو
جلسہ منعقدہ الہ آباد میں دیا قیمت ا ر

لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم اس کتاب میں مقدس جلسہ
کی مفصل روئداد ہے۔ جو زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک
سوسائٹی مورخہ ۶ جنوری ۱۹۱۷ء کو سیسل ہوٹل میں مقدس
تقریب ولادت آنحضرت پر منعقد ہوا۔ دیگر مشاہیر قوم
و پریزیڈنشل تقریر کے علاوہ ایک فاضل انگریز مصنف
مسٹر پکتھال کی ایک زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے
خُلق عظیم کے متعلق نہایت ہی قابل مطالعہ ہے
ہمارے ناظرین کرام ضرور اسکی متعدد کاپیاں خرید فرماکر
غیر مسلم احباب میں تقسیم فرمائیں قیمت ۳ ر

کرشن اوتار اس چھوٹی سی کتاب میں ہندوؤں کے آفتاب
نبوت کی اس پیشگوئی پر جسمیں انہوں نے ادھرم اور بے دینی کے وقت
اپنا دوبارہ آنا ظاہر کیا ہے۔ اور جسے مختصراً بالفاظ فیضی لوں بیان کیا گیا ہے
چو بنیاد دیں سست گردد بسے نمائیم خود را بشکل کسے
نہایت لطیف پیرایہ میں سری کرشن جی مہاراج کے حالات کو بیان کیا گیا
ہے وہ لوگ جو ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں اسے ضرور پڑھیں قیمت ا

مسلم مشنری کے ولایتی لیکچروں کا سلسلہ
سلسلہ نمبر اول جو کیمبرج کی دہریہ سوسائٹی کے روبرو زیر صدارت
مسٹر سی ایچ اوگڈن صاحب ایم اے مگڈالن کالج ۲۰ اپریل ۱۹۱۷ء کو دیا
قیمت اصل انگریزی ۲ ۔ قیمت اردو ا ر
سلسلہ نمبر ۲ ۔ وہ تقریر جو حضرت خواجہ صاحب نے برین لی ہیگا کانفرنس میں

تصنیفات حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی ۔ حال مترجم قرآن کریم

بیان القرآن حصہ اول پارہ اول کی تفسیر .. .. ۶ ر
" حصہ دوم .. .. ۶ ر
" حصہ سوم .. .. ۸ ر
" حصہ چہارم ... - ۶ ر

جمع قرآن قرآن کریم کے جمع کرنے کی تاریخ شرح و بسط سے لکھی ہے اور
ہے کہ وعدہ خداوندی کے مطابق قرآن مجید کا ہر ایک لفظ محفوظ ہے
حدوث مادہ ۔ جن لوگوں کو آریہ سے مباحثہ کرنا پڑتا ہے
وہ اسکو ضرور مطالعہ کریں ۔ قیمت ۴ ر

تصنیفات شمس العلماء شبلی نعمانی صاحب مرحوم

سیرۃ النعمان یعنی امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی سوانحعمری۔ حصہ اول میں امام صاحب کا حسب و نسب ولادت و سن رشد تعلیم و تربیت شیوخ حدیث درس و تدریس لقیہ زندگی اور دربار کے تعلقات وفات اخلاق و عادات
مناظرات و فتاوے ذہانت و طباعی اس قسم کے تمام حالات نہایت تفصیل سے مذکور ہیں
دوسرے حصہ میں امام صاحب کے اقوال و مسائل و علم کلام اور فن حدیث کے متعلق تفصیلی بحث ہے

الفاروق شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی نے بڑی محنت سے حضرت عمر
فاروق کے حالات پر یہ ضخیم کتاب تیار کی ہے جس کیلئے انہوں نے
ممالک عثمانیہ اور مصر کا سفر کیا قیمت مجلد سے ر

المامون کی اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے میں تمہید ترتیب خلافت
ولادت تعلیم و تربیت ولیعہدی تخت نشینی خانہ جنگیاں فتوحات
اور وفات کے حالات اور دوسرے حصے میں ان مراتب کی تفصیل ہے جن سے
اس عہد کے حالات اور مامون رشید کے تمام اخلاق کا اندازہ ہو سکتا ہے قیمت

الغزالی یعنی امام غزالی علیہ الرحمۃ کی سوانحعمری قیمت

کلام شبلی شمس العلماء مولینا شبلی نعمانی مرحوم کی
اردو نظمیں جو علامہ مغفور نے گاہ گاہ تصنیف فرمائیں
کے ہر فرقہ نے انکو پسند کیا ایکمجموعہ میں جمع کی گئی ہیں قیمت

درخواستیں بنام خواجہ **عبد الغنی** منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو ۔ عزیز منزل نولکھا لاہور آنی چاہئیں

وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

رسالہ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ممد ہو سکتی ہے۔

جلد (۴) | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۴)

فہرست مضامین

یونین سٹیم پریس لاہور میں باہتمام ملک دیوان چند پرنٹر کے چھپا اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

ووکنگ مسلم مشن

ناظرین کرام ووکنگ مسلم مشن کے کارہائے نمایاں سے خوب واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اسکو گذشتہ سالوں میں ہر قسم کی نصرت و کامیابی ہوئی۔ اس مشن کو قائم ہوئے اب چھٹا سال گذر رہا ہے۔ اس چھ سال کے عرصہ میں صرف اسلام کی تبلیغ کی راہ ہی صاف ہو گئی ہے۔ کہ جس اکیلے کام پر اگر تیس سال بھی لگ جاتے تو بہت نہ تھے۔ بلکہ ایک خاصی تعداد قابل اہل قلم نومسلمین کی جماعت پیدا ہو گئی ہے لیکن ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ اسلامک ریویو انگریزی جس کے ذریعہ سے تبلیغ اس وقت ہو رہی ہے۔ اس کا حلقہ اشاعت دن بن تنگ ہو رہا ہے۔ اس طرف موجودہ حالات کے باعث یورپ میں ہر ایک چیز کی قلت و گرانی ہے۔ اخراجات طبع و کاغذ میں بھی قیمت کا کئی گنا زیادہ اضافہ ہو گیا ہے اسلئے اشاعت اسلام کے پاک مقصد سے جو ہمدردی رکھتے ہیں وہ اس وقت مشن کی امداد کیلئے کھڑے ہو جائیں ورنہ ان کی عدم توجہ سے مشن مذکور کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے +

بہی خواہان مسلم مشن ووکنگ مندرجہ ذیل طریقوں سے اس وقت مشن مذکورہ کی اعانت فرما سکتے ہیں:-

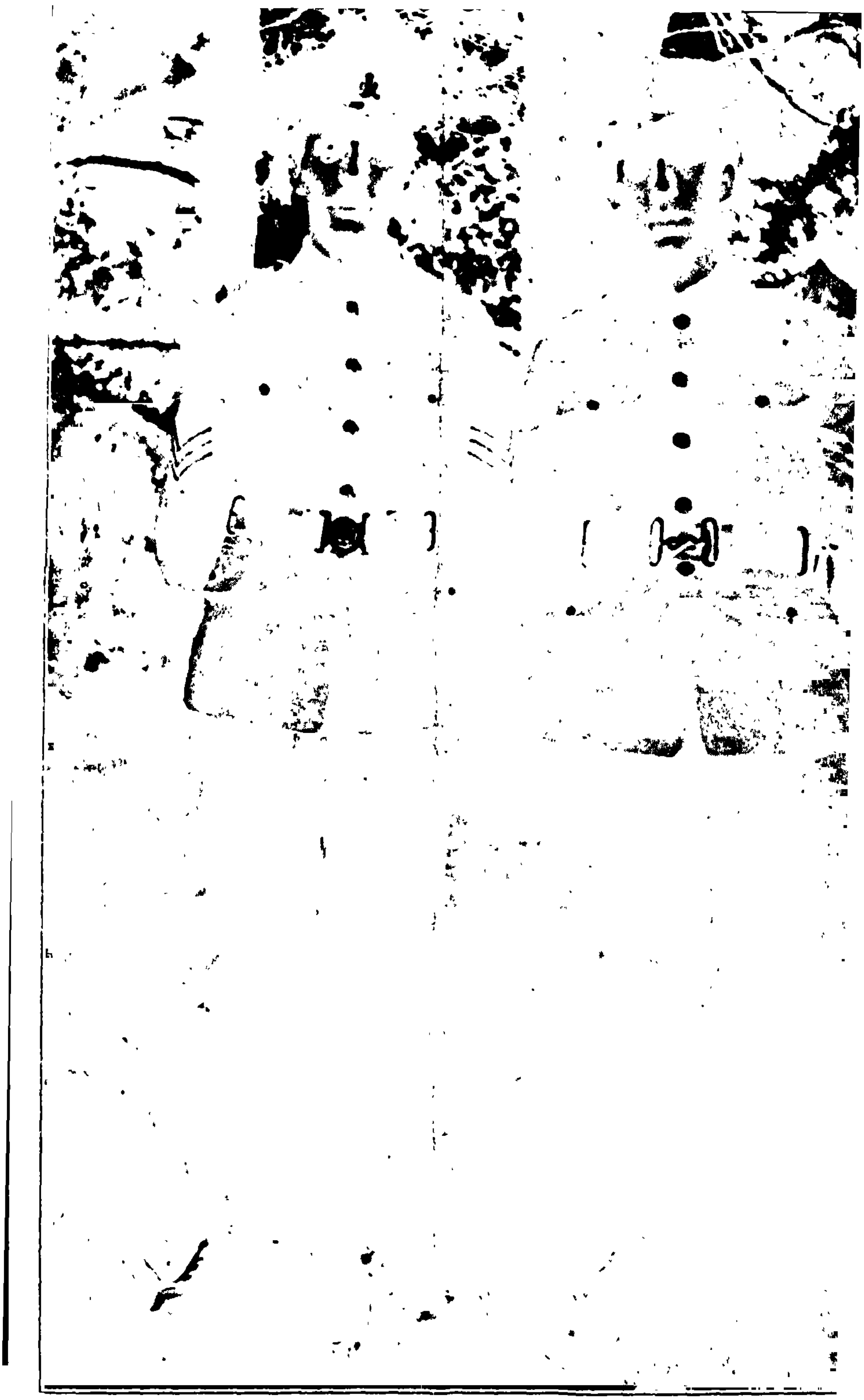
۱- رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی انگریزی دان احباب میں اور اردو دان احباب میں اردو ترجمہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت فرمائیں۔ کیونکہ انہیں رسالوں کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات عظیم کا کفیل ہے اور کم از کم از راہ کرم تین جدید خریدار ہر ایک خریدار عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

۲- اپنے اپنے شہر کے معزز و ذی اثر مسلم احباب کی خدمت میں اس مشن کی مالی اعانت کیلئے تحریک فرمائیں +

۳- اپنے حلقہ اثر میں یورپ میں مفت رسالہ اسلامک ریویو کی تقسیم کرانے کیلئے تحریک فرمائیں۔ اور جو تبلیغ اسلام کا خیرانی حصہ مرحمت فرمائیں تو ہم ان کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت بطور تبلیغ تقسیم کریں گے +

کسی قدر افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ سالانہ وی پی پر رسالہ اشاعت اسلام کے پانچصد کے قریب خریداران وی۔ پی لینے سے انکار کر دیتے ہیں۔ بعض وقت بالضرور ایسا ہوتا ہے۔ کہ ڈاکیہ کی غلطی سے رسالہ واپس ہو جاتا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس طرح رسالہ کا انکار کس قدر عظیم اثر اشاعت اسلام کے کام پر ڈالتا ہے بہر حال اشاعت اسلام کے خریداران کا اس وقت فرض ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے کم از کم ۳ جدید خریدار فراہم فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

خاکسار۔ خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل۔ نولکھا۔ لاہور



BROTHERS IN FAITH AND ARMS

Sergt. Sheldrake (Khalid) Sergt. Richardson (Omar)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء نمبر (۴)

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ دو سرِ وقد مسلم بھائیوں کی تصویر شائع کی جاتی ہے۔ جو فوج میں سرجنٹ کے عہدہ پر ممتاز ہیں۔ تصویر میں دائیں طرف سرجنٹ رچرڈسن ہیں جن کا اسلامی نام عمر رکھا گیا ہے۔ اور بائیں طرف سرجنٹ شیلڈریک ہیں۔ جن کا اسلامی نام خالد ہے۔ جو کہ پُرانے نومسلمین میں سے ہیں۔ اور جن کے مضامین اکثر اوقات اسلامک ریویو میں بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور ناظرین کرام تک بھی اُن کا ترجمہ بذریعہ رسالہ ہذا پہنچتا رہا ہے۔ اور انہی شذرات میں کسی دوسری جگہ ان کے ایک عظیم الشان لیکچر کی روئداد دیگئی ہے جو ووکنگ میں اُنھوں نے لا اکراہ فی الدین کے مضمون پر دیا ✦

گذشتہ ماہ کے رسالہ میں ہم نے مختصر طور پر ان تبلیغی کوششوں سے مطلع کیا تھا۔ جو دوکنگ مسلم مشن کی طرف سے خاص ووکنگ اور دیگر مقامات پر ہوئی ہیں۔ اس کے بعد کی مساعی کا ہم ذیل میں تذکرہ کرتے ہیں۔ جو اُمید ہے کہ ناظرین کرام کے لئے باعثِ مسرت ہوگا ✦

لنڈن مسلم ہوس کے تمام جلسے با رونق ہوتے ہیں۔ اور سامعین کی کافی تعداد لیکچر سننے کیلئے کھنچی چلی آتی ہے۔ چنانچہ گذشتہ چند ہفتے تو نہایت ہی پُر رونق گذرے۔ جو لوگوں کے مذہبی اشتیاق کا ایک نمایاں ثبوت تھا۔ ان ہفتوں میں کچھ لیکچر اور سرمن تو مسلم لٹریری سوسائٹی کی سرپرستی میں منعقد ہوئے اور کچھ لنڈن مسلم ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام +

لنڈن مسلم ایسوسی ایشن کی سرپرستی میں ہمارے فاضل لیکچرار حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری نے لیکچر دیئے جو زیادہ تر مذہبی رنگ رکھتے تھے۔ اور اگر دوران مضمون میں کسی دنیوی پہلو پر بھی روشنی ڈالنی ضروری ہوتی تھی۔ تو اُس کا بھی آپ ضمنی طور پر تذکرہ فرما دیتے تھے۔ ان پندرھویں دن کے لیکچراروں میں بھی سامعین کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے۔ جو اس عامہ بیداری کا بین ثبوت ہے جو فہیم اور سمجھدار طبقہ ذکور و اناث میں پیدا ہو چکی ہے۔ جو اس بات کو سمجھنے لگ گئے ہیں کہ مذہب اور اس کا تعلق اس زندگی کے ساتھ بہ نسبت اور باتوں کے بہت گہرا اور پائدار ہے۔ اس کے علاوہ ۱۳ جنوری ۱۹۱۸ء و ۳ فروری ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ صاحب کے دو اور لیکچر ہوئے جن کے عنوان علی الترتیب "ہم عربی زبان میں کیوں نماز پڑھتے ہیں"۔ اور "اسلام میں عبادت کی رُوح" ہیں +

پندرھویں دن کے مذہبی لیکچر لنڈن مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام مسلسل بغیر کسی رکاوٹ کے منعقد ہوتے ہیں۔ چونکہ ہمارے فاضل لیکچرار حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لیکچر دینے کیلئے کسی دوسری جگہ مدعو کیئے گئے تھے۔ اسلئے مسٹر سید احسان البکری صاحب نے ۹ دسمبر ۱۹۱۷ء کو لنڈن مسلم ہوس میں "اسلام کی روحانی و علمی فتوحات" پر ایک بسیط شاندار لیکچر دیا۔ جو نہایت دلچسپ تھا۔ قرآن کریم کی آیات کی تفسیر کرنے کے بعد انہوں نے سامعین کی توجہ خصوصیت سے لفظ فتح کی طرف مبذول کی۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ لفظ فتح کے فقط اتنے ہی محدود معنے نہیں ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے صرف ان مشکلات پر جو آپ کے پاک مشن میں آپ کے زمانہ میں سدّ راہ تھیں غلبہ پالیا بلکہ اس لفظ فتح میں اس عظیم الشان اخلاقی نصرت کی طرف اشارہ ہے جو حق کو باطل پر۔ نور کو ظلمت پر اور علم کو جہالت پر آپ کے ذریعہ سے عملی رنگ میں نصیب ہوئی۔ اور ان شاندار کامیابیوں کے اندر

آنحضرت صلعم کے مقدس مشن نے عروج پکڑا۔ جو آج بھی اسلام کیلئے جو انسانیت کا فطرتی مذہب ہے بطور بنیاد کے ہیں۔ اس لیکچر نے حاضرین جلسہ پر اچھا اثر ڈالا + چونکہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب پیشتر ہی سے سپرجولسٹ سرکل کلفام کی طرف سے مدعو کیئے گئے تھے۔ اسلیئے وہ اس موقعہ پر تشریف نہ لا سکے۔ اور یہ دوسری بار تھی۔ کہ سوسائٹی مذکورہ نے حضرت خواجہ صاحب کو مدعو کیا۔ اس سوسائٹی میں آپ کا لیکچر نہایت کامیابی سے ہوا۔ جسمیں آپنے سپرچولزم اور اسلام کے باہمی تعلقات پر نہایت وضاحت سے روشنی ڈالی حاضرین میں بعض ایسے بھی اصحاب تھے جو اسلام کے حسن و جمال سے بالکل نا آشنا تھے۔ اور اس ربانی مذہب کی اعلیٰ درجہ کی غیر عصبیت کا انکشاف اُن کے لئے بہت حد تک تسکین و تشفی کا باعث ہؤا۔ یہ بھی خوشی کا مقام ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے تمام وہ لیکچر جو انہوں نے مقام مذکورہ پر دیئے ہیں ایک کتاب کی صورت میں الگ جمع کئے گئے ہیں۔ جو مذہب اور سائنس میں اتحاد کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔ اور جس کا ترجمہ انشاء اللہ تعالیٰ اشاعت اسلام کے آیندہ نمبروں میں وقتاً فوقتاً دیا جائیگا۔ اور اس کے علاوہ ایک دوسری کتاب بھی "سلسلۂ ارتقاء انسانی" کے نام سے علیحدہ شائع ہو گی۔ جس میں حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر جو اس موضوع پر آپنے دیئے تھے جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس کا ترجمہ بھی ناظرین کرام تک وقتاً فوقتاً پہنچتا رہیگا +

مسلم لٹریری سوسائٹی کا ۲۰ دسمبر ۱۹۱۶ء کو ششماہی اجلاس منعقد ہؤا۔ جسمیں آیندہ کے لئے نئی کمیٹی اور عہدیدار منتخب کیئے گئے۔ اگرچہ کمیٹی کے بعض عہدیداران میں کوئی تھوڑے تغیر و تبدل ہوئے پہلے ان کی تعداد دس تک پہنچی تھی۔ اب صرف سات ہی کافی سمجھی گئی۔ نہایت ہی خوشی کا مقام ہے کہ مسٹر یوسف علی صاحب اور مسز صفیہ بیکسن علی الترتیب پریزیڈنٹ اور سکرٹری منتخب ہوئے۔ اور مرزا ہاشم اصفہانی و مسٹر پکتھال اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب وائس پریزیڈنٹ چنے گئے۔ سال گذشتہ کی رونق و نصرت کی کامیابی کا سہرا انہی احباب کے سر پر رکھنا چاہئے۔ کیونکہ انہی لوگوں کے توسل سے سوسائٹی کے جلسے پُر رونق ہوئے۔ اور سوسائٹی بڑا انکی مرہون احسان ہے۔ اس وثوق کن امید کے ساتھ آیندہ سال سوسائٹی کی طرف سے بہتر نتیجہ

کارناموں اور شاندار خدماتِ اسلام کی توقع کرنا بیجا نہ ہوگا ◆

اِس کے علاوہ ووکنگ مین بھی ہفتہ وار لکچروں کا سلسلہ بدستور قائم ہے۔ اور موسم کی خرابی کے باوجود دو اے ایک اتوار سے ہر ہفتہ لکچر ہوتے رہے جس ہفتہ تک کی خبریں ہم تک پہنچی ہیں اسکی اتوار کو مسٹر خالد شیلڈرک (انگریز نو مسلم) نے لا اکراہ فی الدین پر ایک بسیط اور شاندار لکچر دیا جسمیں اسلام کا دوسرے مذاہب سے مقابلہ کرتے ہوئے ان کے تاریخی واقعات سے ثابت کیا کہ اسلام ہی ان سب کے بالمقابل ایسا مذہب ہے جسمیں جبر کوئی نہیں خود اِس موجودہ زمانہ میں مختلف مذاہب کے اِس اعلیٰ نظم و نسق کے باوجود جبر اب اُن کے ہاں قائم ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی صاف اور مدلل تعلیم کی ہر ایک دِل و دماغ کو نہایت زبردست اپیل کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مسٹر موصوف اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو اسلام کا اِس سے بھی زیادہ والدشیدا بنائے۔ اور ... و استقامت عطا فرمائے ◆

فروری مارچ ۱۹۱۸ء کے لکچروں کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

... فروری سنہ ... اللہ تعالےٰ کو نماز میں ... خطاب کرنا چاہئے جسمین لفظ باپ پر خصوصیت سے توجہ کیجائیگی ...

یکم مارچ سنہ ۱۸ء ... گناہ کیا ہے ◆

مروارید ثلاثہ

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں

مصنفہ مولوی کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ووکنگ انگلستان

براہین نیرہ حصہ اوّل (معروف بہ زندہ و کامل الہام) قیمت ۳ / جسمیں دکھلایا گیا ہے کہ قرآن خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں ◆

اُم الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) قیمت ۱۲ / یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے یہ اپنی طرز کی پہلی کتاب ہے جو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے اسمیں دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل زبانیں اسی سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی النسل تھے

اُسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی) قیمت ۸ / جسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے یہ کتاب ... پڑھکر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ حضرت محمد صلعم خاتم النبیین ہیں ◆

المشتہر منیجر اشاعت اسلام بکڈپو عزیز منزل لاہور

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

ریورنڈ البرٹ دوکاکس کا اظہارِ اسلام

اشاعتِ اسلام میں فرقہ بندی ایک سنگِ راہ ہے

ابتدائے جنوری میں رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب کی وساطت سے مذکور بالا پادری صاحب کا ایک خط ملا جسمیں انہوں نے سید صاحب سے اسلام کی بابت کچھ معلومات بڑھانے کی استدعا کی تھی۔ سید صاحب نے وہ چٹھی بجنسہٖ دوکنگ بھیج دی۔ جس پر ریورنڈ مذکور سے براہ راست خط و کتابت کی گئی۔ اس سے ریورنڈ مذکور سے متعدد ملاقاتیں لندن مسلم ہوس میں ہوئیں۔ اور وہ جمعہ کے خطبہ میں شامل ہونے کے لئے بھی مدعو کیئے گئے۔ ریورنڈ مذکور امریکہ سے آئے ہیں۔ اور باضابطہ وہاں کے گرجا کے پادری رہچکے ہیں۔ علاوہ ازیں اُن کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اچھے تعلیمیافتہ ہیں یہاں یہ ذکر کرنا باعثِ طوالت ہوگا۔ کہ کن مسائل پر گفتگو ہوئی۔ یہ ایک لمبی داستان ہے لیکن جو امر بطور ایک آخری مرحلہ تھا وہ وہی رونا ہے جو کئی دفعہ میں پہلے رو چکا ہوں۔ ریورنڈ مذکور نے کہا۔ کہ جو بات سب سے اوّل اُنہیں عیسائیت سے برگشتہ کر کے کسی نئی صداقت کی تلاش کی محرک ہوئی ہے۔ وہ عدم اخوت اور فرقہ بندی تھی۔ جو عیسائیت میں چاروں طرف نظر آرہی ہے۔ اس مذہب میں ۵۰۰ کے قریب فرقہ ہیں۔ اور ایک فرقہ دوسرے فرقے کو عیسائی نہیں سمجھتا۔ مگر اسلام بھی اسی طرح فرقوں میں منقسم ہے۔ اور ایک فرقہ دوسرے فرقے کو مسلمان نہیں جانتا۔ تو پھر اس کے اصول خواہ کیسے ہی خوبصورت کیوں نہوں عملاً اسمیں اس روح کا فقدان ہے جو مذہب کی غرض اوّل ہونی چاہیئے۔ چنانچہ اُنہوں نے شیعہ اور سُنیوں کے دو بڑے فرقوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور مجھ سے میری امانت دیانت کا واسطہ دیکر دریافت کیا۔ کہ آیا ان دو فرقوں کے نیچے اور بھی فرقے ہیں یا نہیں۔ اس سوال کے جواب میں جو مجھے درد ہوا وہ ظاہر ہے۔ اس سے انکار کرنا تو گویا ایمان فروشی تھی۔ کہ وہ اختلاف اجتہاد جو باعثِ

رحمت تھا۔ اور اس آزادی رائے کا پرورش کنندہ تھا جو انسانیت کی روح ہے۔ وہ ہماری تنگ دلی اور حقیقت اسلام سے ناآشنائی کے باعث مختلف فرقوں کو وجود میں لے آیا۔ جن کے اصلی اختلاف کو سامنے رکھ کر ان کو فرقہ ہائے اسلام کہنا صریح غلطی ہے۔ بہرحال میں نے شیعہ سنی کا اختلاف جو خلافت کے متعلق تھا وہ بیان کیا۔ اور اس سے پوچھا کہ آیا یہ اختلاف کسی فرقہ بندی کا موجب ہو سکتا ہے خصوصاً جب ان اختلافوں کو سامنے رکھا جائے جو عیسائیت میں ہیں۔ میں نے جو اس چٹھی کے شروع میں سید امیر علی صاحب کا ذکر کیا ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ریورنڈ مذکور کا ان کے ذریعہ سے میرے پاس آنا ہی اُن کی تشفی کا موجب ہو گیا۔ جب ان کو یہ معلوم ہوا۔ کہ سید صاحب شیعہ بھی ہیں اور معتزلہ بھی۔ اور اگر شیعہ سنی میں ایسا فرق ہوتا جو کفر و اسلام میں فرق ہے تو ایک فاضل اور مجتہد شیعہ بزرگ ایک طالب علم کو ایک سنی کے پاس نہ بھیجتے۔ یہ ایک عملی ثبوت تھا۔ علاوہ ازیں جمعہ میں میری اقتدا میں دیکھ کر وہاں نہ صرف سنی ہی فریضہ جمعہ ادا کرتے ہیں۔ بلکہ شافعی۔ مالکی اور شیعہ صاحبان بھی۔ بحمد اللہ ریورنڈ مذکور نے اسلام کا اظہار کیا۔ اب میں مسلمان بھائیوں سے عرض کرتا ہوں۔ کہ آیا واقعی اسلام کے مختلف فرقوں میں کوئی اصولی اختلاف ہے۔ اگر ہے تو خدارا اس آیت پر غور کرو وما انزلنا علیک الکتب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدی ورحمۃ لقوم یومنون۔ قرآن تو ان اصولی اختلافوں کو مٹانے آیا ہے۔ جو بعثت نبوی پر مختلف مذاہب میں یا مختلف مذاہب کے فرقوں میں موجود تھے۔ کیونکہ مذہب تو ہر طرح سے اپنی اصلی حالت میں خدا کی طرف سے تھا۔ اب اگر وہ مذہب جو قرآن سے پیدا ہوتا ہے مختلف فرقوں کا متحمل ہو سکتا ہے۔ اور ان فرقوں میں اصولی اختلاف ہے تو پھر کسی اور قرآن کی ضرورت ہے۔ خدارا اس ایک آیت پر غور کرو۔ ہم نے جو کچھ اختلافوں سے آج تک بھگتا وہ کافی ہے۔ اگر واقعی اختلاف بھی ہوتے تو بات بھی تھی لیکن جب اصولی اختلاف کوئی ہے نہیں۔ تو پھر کیا مطلب۔ بحمد اللہ وزیر ہند کے ورود ہند کا ایک خوش کن نتیجہ جس نے مجھے ... بے حد پر مسرت سے بھر دیا۔ وہ علماء کا وہ وفد تھا جس میں شیعہ سنی اہلحدیث جمع ہو کر وزیر ہند کے سامنے پیش ہوئے۔ کیا یہ وفد کوئی پولیٹیکل چال تھی اور اگر نہیں جیسے کہ میرا ایمان ہے کیونکہ میں ان بزرگوں کو جو اراکین وفد تھے منافق نہیں سمجھتا

تو پھر کیوں یہ امر اور معاملات میں خضر راہ نہیں بنتا +

ایک اور جلیل القدر پادری جو اس ملک کے رہنے والے ہیں۔ اور جن کی ہم سے خط و کتابت ہے۔ اور وہ بالکل اسلام کے قریب آئے ہوئے ہیں۔ ان کا ایک خط اس دسمبر کو مجھے ملا۔ ان کے خط میں سے ذیل کے فقرے اقتباس کرتا ہوں۔ اور مسلمانوں کے نام بالخصوص فرقوں کے علماء کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اس پر غور کریں۔ یاد رکھو عیسائیت یہاں پاش پاش ہو چکی ہے اور اس کی اس تخریب کی ایک بھاری وجہ فرقہ بندی ہے جو اصولاً اس میں موجود ہے۔ اور جو اسلام میں نہیں لیکن اگر ہماری کم فہمی نے فرقہ بندی پر اصرار کیا۔ تو پھر ذی ہوش اہل مغرب اس لعنت کو جس کا نام فرقہ بندی ہے ایک دفعہ چھوڑ کر دوسری دفعہ اسلام کے ماتحت قبول نہیں کر سکتے۔ وہ لکھتا ہے کہ میری توجہ اسلام کی طرف الجزائر مصر اور فلسطین جا کر پیدا ہوئی۔ اور جو امر میرے لئے موجب کشش تھا وہ یہ ہے کہ میں نے اسلام کو ایک عالمگیر اور متفق مذہب سمجھا ہے جس میں وہ فرقے نہیں جو عیسائیت میں ہیں۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ ایسا امر نہیں۔ ایرانی مسلم اس طرح سُنّیوں سے اختلاف رکھتے ہیں جیسے کیتھولک پروٹسٹنٹ اور میں سُنتا ہوں اور بھی فرقے ہیں وغیرہ وغیرہ +

میں نے آج ہی اس کا مفصل جواب لکھ کر دیا ہے۔ ساتھ ہی میں نے اپنے رسالہ کا دسمبر ۱۹۱۷ء نمبر بھیج دیا ہے جس میں اس مضمون پر کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے۔ ساتھ ہی یہ ارادہ کیا ہے کہ اپنے نو مسلم بھائی مسٹر پکتھال سے جو ایک فاضل مستشرق اور ایک مشہور ناول نویس ہیں اس مضمون پر کچھ لکھواؤں جو شاید ان لوگوں کے زیادہ اطمینان کا موجب ہو +

خواجہ کمال الدین از ووکنگ

سلاجیت (موميائی) یہ بے ضرر زود اثر مفرد دوائی صد درجہ کی مقوی اعصاب و معدہ ہے جگر اگر دہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے۔ کام ریزش دردکمر یا دیگر دردوں کو بھی جو ریح یا چوٹ کے باعث ہوں دور کرتی ہے تمام دن محنت کے بعد بہت کم تھکاوٹ اس کے استعمال سے ہوتی ہے مرد و زن بچے و بوڑھے ہر موسم میں بلا تمیز استعمال کر سکتے ہیں قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ/) خوراک ایک رتی سے دو رتی حسب مزاج ہمراہ دودھ استعمال کریں +

المشتہر۔ مینیجر کارخانہ ست سلاجیت عنبریہ منزل انارکلی لاہور

قوموں کی حیات اور وفات

زندگی اور موت کے قانون کائنات کے ہر ایک حصہ میں کام کر رہے ہیں۔ نہ تام و نشان کے مٹ جانے کا نام موت ہے۔ اور نہ نیستی سے ہستی میں آنے کا نام زندگی ہے۔ بلکہ ان کا مفہوم ترقی اور تنزل ہے۔ دیگر اشیا کی طرح قوموں کے عروج اور زوال کے بھی سبب ہوتے ہیں۔ اور تواریخ کے پڑھنے والے ان سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ لیکن خدا کی آخری کتاب یعنی القرآن نے بھی اس مضمون پر خوب روشنی ڈالی ہے صرف ایک ایسا جامع لفظ استعمال کر دیا ہے۔ کہ اہل تدبر اس میں سے ہزارہا نقطے نکال سکتے ہیں +

قرآن کریم نے سورۃ الملک کی پہلی آیات میں اس ضروری مضمون پر بحث کی ہے۔ فرمایا "تبارك الذی بیدہ الملك وھو علی کل شیٔ قدیر۔ الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوا تیکم احسن عملا" (ترجمہ۔ بابرکت ہے وہ جس کے ہاتھ میں دُنیا جہان کی سلطنت ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے) اور پھر سورہ یُونس کی چودھویں آیت میں مسلمانوں کو یُوں خطاب فرمایا :۔

"ثم جعلنکم خلیف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون" (ترجمہ۔ اور ہم نے تم کو جانشین بنایا۔ تاکہ ملاحظہ فرمائیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو) اور جب حضرت موسٰی بنی اسرائیل کو ارض موعود کی طرف لیجا رہے تھے تو اُن کو فرمایا "عسیٰ ربکم ان یھلك عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون" (شاید کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے۔ اور تم کو ملک میں جانشین بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو) +

پس معلوم ہُوا کہ یہودیوں کو ارضِ مُقدس کی بادشاہت اس وقت مل سکتی تھی جبکہ ان کے اعمال صالح ہوں۔ وہ قومیں جو گناہ اور بد اخلاقیوں میں مُبتلا ہو جاتی ہیں خُدا ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ اور ان کی جگہ دوسری قومیں پیدا کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ اپنی نیکیوں سے خلق خدا

رذائل چھپے ہیں - اور وہ اس وقت تک زندہ رہ سکتی ہیں جب تک ان کے وجود سے نسل انسانی کو نقصان کی نسبت فائدہ زیادہ ہوتا ہے لیکن جب بھی کہ وہ راہ حق سے منہ موڑ کر اپنی زندگی اور کوشش کو ہمیشہ بت پرستی میں مصروف کر دیتے ہیں اس وقت سے ان کی طاقت اور حکومت میں زوال آنا شروع ہو جاتا ہے - اور وہ خود دوسروں کے محکوم بن جاتے ہیں - حق اور صداقت کی نعمت ہی جنگی طاقت یا زبردستی سے نہیں ہوا کرتی - اسکی طاقت اور ثروت کا سارا راز اسکے اعلیٰ اخلاق اور خدمت مخلوق ہے - رعیت کے معاملات اور حقوق کی حفاظت کرنا ہی ایک ایک فاتح قوم کا فرض منصبی ہے - ایک نابالغ کا ولی اس واسطے مقرر کیا جاتا ہے کیونکہ وہ خود اپنے معاملات اور اپنی بہتری کو ٹھیک نہیں سمجھتا - اور اس واسطے نہیں کہ وہ ولی اور محافظ اس کے روپے سے خود گلچھرے اڑائیں اور اسکی جائداد کو تباہ کر دیں - اور ولایت اس وقت ختم ہو جانی چاہیئے جبکہ نابالغ کے حقوق کی حفاظت اور بہتری کی طرف توجہ نہ کی جاتی ہو - لیکن بدقسمتی سے اہل طاقت و حکومت اپنے فرائض کو فراموش کر دیتے ہیں - کامیابی اور دولتمندی کی نعمت کے آتے ہی عیش اور آرام طلبی کی لعنت بھی آموجود ہوتی ہے - اور اخلاق گرنے شروع ہو جاتے ہیں - چالاکی اور عیاری قابلیت اور دیانتداری پر غلبہ پانے لگتی ہے - اور حکومت کی مضبوطی اور طوالت کیلئے رعیت کو بداخلاق اور کمزور کرنا بڑی اعلیٰ تدبیر سمجھی جاتی ہے - وہ اس راز ترقی کو پس پشت ڈال دیتے ہیں - کہ حکومت در اصل ایک امتحان ہے - معلوم ہوتا ہے کہ مشیت ایزدی میں ایک قوم کو دوسری قوموں پر حاکم بنانے کا مقصد یہی ہے کہ معلوم ہو جائے کہ لوگوں میں سب سے اچھے عمل کرنے والے کون لوگ ہیں "

قرآن نے واقعی بقائے بہترین کا اصول باندھا ہے - لیکن ان ناقص معنوں میں نہیں جنمیں عام طور پر اسکو بولا جاتا ہے بلکہ قرآن کی اصطلاح میں سب سے بہتر وہ لوگ یا قومیں ہیں جن کے اعمال سب سے بہتر اور جو سب سے زیادہ خلق خدا کے محسن ہوں +

سید عرفان علی

خریداران رسالہ ہذا کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کرتے وقت حیط کا نمبر ضرور لکھا کریں + مینیجر

خیالاتِ موت و موسم سرما

تفکّر اور غور کا حکم نہ صرف ایکدفعہ بلکہ بار بار قرآن کریم میں دوہرایا گیا ہے۔ اور کیا یہ بات بالکل سچ نہیں کہ انسان جو نسیان کا پُتلا ہے اس کو ضرورت تھی کہ دنیاوی مشاغل سے بیدار کرنے کیلئے بار بار اسکو بلایا جائے۔ اگر ایک انسان اپنی رُوح کو دُنیاوی اُمور کے پھندوں سے نجات دلانا اور عالم بالا میں پرواز کرانا چاہتا ہے۔ تو اُسکے لئے از حد ضروری ہے کہ وہ اپنے انجام اور زندگی اُخروی پر غور و تفکّر کرے۔ لیکن افسوس کہ ہم قدرتی طور پر موت کے خیالات کو اپنے پاس تک بھٹکنے نہیں دیتے اور بخوشی تمام اپنے آپ کو ان مشاغل اور دُنیوی حظوں کے سپرد کر دیتے ہیں جو کم از کم ایک وقت کیلئے اِسباب کی طرف ہماری توجہ مبذول نہیں ہونے دیتے جو گوشت و پوست کو ناپسند یدہ اور بُری لگتی ہے لیکن ایک مسلم کا نقطہ خیال نہیں یا ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ وہ موت کو ملنے کیلئے صرف فرمان کا منتظر ہے اور وہ ہرگز موت سے خائف نہیں ہوتا۔ موت سے اس قدر نڈر ہونا کچھ تو اکتساب کی وجہ سے ہے۔ اور کچھ بوجہ مذہبی یقین کے۔ جب وہ اس دُنیوی زندگی کی بے ثباتی اور موت کے قُرب پر غور کرتا ہے۔ تو اپنے فوائد کی چیزیں یعنی اعمال حسنہ حتے الوسع جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک سمجھدار اور سوچنے والے دل کے لئے موسم سرما کو موت سے بہت مشابہت ہے۔ قدرت کی تمام رنگ و بُو اور دلفریبیاں جن سے موسم بہار میں وہ مُزین تھی، وہ سال کے اس حصہ میں چھین لیگئیں ہیں۔ کھیت اور باغات بالکل بے رونق پڑے ہیں۔ درختوں کے پتّے جھڑ جانے کی وجہ سے اُن کی ساری خوبصورتی اور عظمت جاتی رہی ہے۔ اور اُن کی ٹنڈ منڈ ٹہنیاں مشرقی ہواؤں کے سرد جھونکوں کے آگے ایک عجیب بیکسی سے سرنگوں ہیں۔ پہاڑیوں کی گھاس سُوکھ کر زرد ہو چکی ہے۔ جنگلی خوشبودار پھولوں کا دَور دَورہ ختم ہو گیا ہے۔ اور یہ دلچسپ نظارہ ہماری اِس حالت کے عین مشابہ ہے جو کہ بہار جوانی کے ڈھلنے اور عالم پیری کے آجانے کے بعد ہم پر وارد ہوتی ہے +

بہار اور موسم گرما یعنی عالم شباب کی تمام دلفریبیاں نہاں ہو جاتی ہیں ضعیفی اور کمزوری اور تفکّرات کے باعث جوانی کی خوشیاں اب لذت نہیں دیتیں +

اور اس مشابہت کو ذرا زیادہ طویل کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ موسم سرما میں عین اس وقت جبکہ ہم اپنے کاروبار میں ہمہ تن مصروف ہوں۔ رات کی سیاہی بڑی آہستگی سے پھیل جاتی ہے اور ہم کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح موت کی سیاہی زندگی کی دھوپ پر بلا خبر غلبہ پالیتی ہے اور ممکن ہے کہ ہم مستقبل کی تدابیر ترقی اور بڑے بڑے عظیم الشان کام شروع کرنے کی تیاری کر رہے ہوں۔ اور یکایک حجاب موت وارد ہو جائے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کے ہیں کل کی خبر نہیں

اس واسطے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان خیالات کا اختتام ایک دعا پر کیا جائے +

اے ہمارے رب ہمیں توفیق عطا فرما کہ جب ہماری موت آئے تو ہم تیری درگاہ میں قبول ہونے کے قابل ہوں اور فلاح ابدی حاصل کریں۔ آمین

سید اقبال علی شاہ از ایڈنبرگ

معاذ کو نصیحت

جب نبی کریم صلعم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو آپ مجھے رخصت کرنے باہر تشریف لائے درانحالیکہ میں اونٹ پر سوار تھا۔ اور آپ میرے اونٹ کے پہلو کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے آپ نے مجھے چند نصیحتیں فرمائیں اور ان کو ختم کرنے کے بعد فرمایا:-

"اے معاذ تحقیق تم مجھے اس سال کے بعد نہ پاؤ گے۔ اور میں آپ کی مفارقت کے خیال سے رونے لگ گیا۔ پھر آپ بھی منہ ایک طرف کر کے رو دیئے۔ اور مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا" جو متقی ہیں وہ مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہیں خواہ وہ کوئی ہو اور کہیں ہو" +

(۲) نبی کریم صلعم ایک چٹائی پر سوئے۔ اور جب آپ اٹھے تو اسکے نشان آپ کے جسم مبارک پر پڑ گئے تھے۔ میں نے کہا" یا رسول اللہ اگر مجھے حکم دیا ہوتا تو میں اپنا کپڑا بچھا دیتا" آپ نے فرمایا۔ مجھے دنیا (کے آراموں) سے کیا کام۔ میرا تعلق اس دنیا سے اسی قدر ہے جتنا ایک سوار کا جو ایک درخت کے سایہ تلے ٹھیرتا ہے پھر چل دیتا ہے"۔

نبات

(۱) اعمال نیت سے جانچے جاویں گے۔

(۲) کوئی آدمی حقیقی طور پر صادق نہیں کہلا سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے قول فعل اور خیال میں یکتا نہ ہو۔

(۳) صادق وہ ہے جو اپنے بھائی کی حفاظت اسکی غیر حاضری اور حاضری دونوں وقتوں میں کرے۔

(۴) میرے رب نے مجھے نو چیزوں کا حکم دیا ہے (۱) خدا کی عظمت ظاہری اور باطنی دونوں طریقوں سے کرنا (۲) کشائش اور تنگی دونوں وقتوں میں سچ اور ادب سے کلام کرنا (۳) دولتمندی اور مفلسی دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کرنا (۴) اپنے رشتہ داروں اور نزدیکیوں کو نفع پہنچانا خواہ وہ مجھے نفع پہنچانے میں بانہ (۵) خیرات اسکو دینا جو میری عظمت اور بزرگی کا انکار کرے (۶) جو مجھے تکلیف دے اس کو معاف کرنا (۷) میرا چپ رہنا خدا کا عرفان حاصل کرنا ہے (۸) کہ جب میں کلام کروں تو خدا کی (بزرگی) بیان کروں (۹) کہ جب میں خلق خدا پر نگاہ ڈالوں تو ان کیلئے نمونہ بنوں اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حلال اور جائز امور کی تلقین کروں۔

شاہجہان مسجد ووکنگ کے نماز عیدین کے فوٹو

اِن فوٹوؤں میں وحدت کا رنگ نظر آتا ہے توحید تثلیث پر غالب آرہی ہے اور انگلینڈ جیسی سرزمین میں جہاں کہا جاتا تھا کہ لوگ مذہب کی ضرورت سے قطعاً آزاد ہیں۔ اسلام نے کتنوں کے دلوں میں جگہ کی ہے۔ یہ فوٹو اسبات کے شاہد ہیں۔ کہ علاوہ نومسلمین انگلستان کے دیگر عیسائی معززین و لیڈیاں کس اشتیاق و دلچسپی کے ساتھ اسلامی خطبوں میں حصہ لیتے ہیں۔ نماز عیدین کے فوٹو میں اخوت اسلام کا منظر ہے۔ مشرق اور مغرب کے مسلمان کس طرح دوش بدوش ملے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب و حضرت مولوی صدرالدین صاحب کی اقتدا میں اپنے اللہ لاشریک لہ کے حضور ایک صف میں دست بستہ کھڑے رکوع کر رہے ہیں۔ قیمت فی درجن ارنی فوٹو عہ

المشتہر۔ خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

پہاڑی والا وعظ

ایک عملی حقیقت

بدقسمتی سے پہاڑی والے وعظ کو دنیا کے ہر ایک طبقے نے ایک بلند مگر خیالی تعلیم تسلیم کر لیا ہے لیکن در اصل یہ ایک قابل عمل حقیقت ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ معترضین کو قائل کرنے کے لئے اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ جناب مسیح نے جو احکام زیتون کی پہاڑی سے فرمائے وہ تو صرف ایک اعلیٰ درجہ کا تصور ہے جس کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ اور ان کو ہماری عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں خود کلیسیا کے منبروں سے یہ صدائیں آنے لگ گئی ہیں کہ وہ قابل عمل نہیں ہمارے زمانے کے جدید واقعات نے دنیا کی آنکھیں کھول دی ہیں کہ تمام مذہبی اور اخلاقی اصولوں کی قدر وہ بذات خود معلوم کر لیں +

زبانی بحثوں اور نا قابلِ عمل اصولوں پر ایمان لانا ایام امن میں بہ نسبت ایام جنگ و مصائب کے زیادہ آسان ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسے نازک اوقات اکثر دفعہ خیالات کی اصلیت کو ظاہر کر دینے کا ذریعہ ہوئے ہیں +

جب ایک ایسے دشمن سے مقابلہ آ پڑے جو ظلم و تندی میں حد سے بڑھ جائے اور حفاظت خود اختیاری کیلئے انتقام اور قصاص کی ضرورت محسوس ہو تو ایسے اوقات میں انسان کو ان باتوں اور تدبیروں پر تعجب نہیں آتا جن کا ایام صلح و امن میں عیسائی ممالک میں دہرایا جانا بالکل عجیب سمجھا جاتا تھا۔ لارڈ راتھرمیر صاحب وزیر محکمۂ پرواز نے گریس ان ہنجر سی ڈنر پر ۱۴ دسمبر ۱۹۱۷ء میں ہوائی جنگ کی تدابیر کی تعریف کرتے ہوئے اپنی سپیچ کے دوران میں کہا

"میرے صلاحکاروں نے مجھ سے التجا کی ہے کہ میں اپنی تدابیر پرواز کو ٹھیک ٹھیک بیان کروں بہت باتیں بتانے سے تو دشمن اور بھی دلیر ہو جاتا ہے۔ اور اپنے ہموطن آزردہ خاطر ہوتے ہیں اس معاملہ میں سب سے پہلا اور اہم سوال انتقام لینے کا ہے۔ محکمۂ پرواز کے سب پیرو کار بدلہ لینے کیلئے دل و جان سے تیار ہیں (چیئرز) یہ ہمارا فرض اولین ہے کہ ہم ضعیف عورتوں اور معصوم بچوں کا بدلہ لیں۔ جبکہ دشمن نے یہ ظالمانہ رویہ اختیار کیا ہے تو ہمارے لئے بھی یہی قانون ہونا

جائے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت اور ہم سے جہانتک ہوسکے گا ہم خاطر خواہ اور کامل انتقام لینے کی کوشش کرینگے (جیمیز)"

اِس میں تو کلام ہی نہیں کہ جو کچھ وزیر صاحب محکمۂ پرواز نے فرمایا اسکو ایک قومی آواز سمجھنا چاہئے۔ خود کلیسیا نے اسکی تائید کی ہے۔ اور حق بھی یہی ہے۔ کہ اسکی صداقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ لیکن معترضین کی تسلی کس طرح ہو۔ کیونکہ اگر لارڈ راتھرمیئر مع لندن اور چیمسفورڈ کے لشپ صاحبان و دیگر عمائدین کلیسیائے مسیحی کو مذہب مسیح کے سچے اشاعت کنندگان اور واعظ سمجھا جائے۔ تو انجیل کی مندرجہ ذیل آیت بالکل بےمعنی ہو جاتی ہے۔ اور نیز جو کچھ ایمان یہ اصحاب اس جنگ سے پہلے رکھتے تھے اسکو ان کے آجکل کے مذہب سے کوئی مطابقت نہیں۔ جناب مسیح فرماتے ہیں "تم نے سنا ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت کہا جاتا ہے۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ بدی کا مقابلہ نہ کرو۔ اور اگر جناب مسیح کا یہ قانون ایک سچا اصول ہے کہ جو کوئی تیرے دائیں گال پر طمانچہ مارے تو اسکو بائیں بھی پیش کردے"۔ تو کیا لارڈ راتھرمیئر اپنے آقا و نبی کی ہتک اور مخالفت نہیں کر رہے۔ جب کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ "تم نے اب اسبات کا مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ جو جو مظالم اور دست درازیاں ہمارے ملک کے نہ لڑنیوالے باشندوں پر روا رکھی جائینگی ان کا جواب ترکی بہ ترکی دیا جائیگا۔ اور ان کی سول آبادی سے بھی اسی طرح سلوک کیا جائیگا"۔

یہ سب مشکلات صرف اِس وجہ سے پیش آئی ہیں۔ کہ جناب مسیح کو تمام دنیا کیلئے مصلح مانا جاتا ہے۔ اور ان کے کلام و احکام کو ہر زمانے اور ہر خطۂ زمین کے موزونِ حال سمجھا جاتا ہے۔ اگر مسیح کی پوزیشن ایک عالمگیر مصلح کی سمجھی جاتے تو مجبوراً ہم کو کہنا پڑتا ہے کہ وہ ایک تصور میں مایوس کن خواب بین تھے۔ لیکن اگر ان کو ان کے حقیقی مقام پر بٹھایا جائے یعنی انکو بحیثیت ایک وقتی اصلاح کنندہ اور ایک گری ہوئی قوم کو راہ راست پر لانے والا مانا جائے۔ تو جناب مسیح کا ہر ایک لفظ اکسیر اعظم بن سکتا ہے۔ اور وہ تعلیم جس کو ان کے دوست و دشمن دونوں ناقابل عمل خیال کرتے ہیں۔ وہی منبع فیوض کثیر ہو سکتی ہے۔ انتقام اور عفو ہر ایک اپنے موقعہ پر کام ہوتا ہے۔ اور اخلاقی صحت و اصلاح انسانی کیلئے اِن دونوں کا وجود لابد ہے۔ اور جب جناب مسیح

نے بدی کا مقابلہ نہ کرنے کی تعلیم دی۔ تو اُن کی مد نظر اور مخاطب ایک ایسی قوم تھی جن میں رحم دکھلانے یا انتقام لینے کی طاقت ہی نہ تھی۔ انتقام اور سزا واقعی جرائم کو روک دیتے ہیں۔ اور معافی اور عفو سے بھی بعض اوقات بدی کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ لیکن ان دونوں صفات یعنی عفو اور انتقام پر صرف وہی لوگ عمل پیرا ہو سکتے ہیں جو صاحب طاقت اور اقتدار ہوں۔ کمزور اقوام اور نحیف الجثہ انسان جو خود دوسروں کے محکوم اور دست نگر ہوں وہ تو ان دونوں میں سے کسی پر بھی عمل نہیں کر سکتے۔ وہ نہ تو کسی پر رحم کر سکتے ہیں کیونکہ جب ان کے ماتحت ہی کوئی نہیں تو وہ رحم کس پر کرینگے۔ اور نہ ہی وہ انتقام لے سکتے ہیں۔ کیونکہ ان میں اتنی طاقت و جرأت کہاں کہ اپنے افسروں سے انتقام کا خیال بھی دل میں لا سکیں۔ اور فرض محال ایسا کوئی خیال ان کے دل میں گذرے بھی تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ ان پر ظلم اور ستم اور زیادہ کر دیئے جائیں گے۔ اور ایسی اقوام کے لئے تو بہترین اصول یہی ہے کہ ظلم اور بدی کے آگے سر نہ مارے۔ اگر وہ ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسری پیش کر دینگے۔ تو اغلب ہے کہ ان کے فرمانرواؤں اور آقاؤں کے دل میں کوئی رحم آجائے۔ اور اگر ایک ذلیل اور مغلوب انسان لیت و لعل کرے تو اس سے حاکم کے دل میں غصہ کی آگ اور بھی بھڑک اٹھتی ہے۔ لیکن اگر بھیگی بلی کی طرح سر تسلیم خم کر دے تو افسر کا دل موم ہو جاتا ہے۔ اور اغلب ہے کہ وہ اپنے ظلم کو ترک کر کے اس پر ترس کھائے۔ ذرا ایک ایسی قوم کی حالت کا نقشہ اپنے ذہن میں جماؤ۔ جس کے حاکم ان کو ازحد حقیر اور ذلیل خیال کرتے ہیں۔ اور جن کے پاس اس غیر مناسب حقارت اور نفرت کا بدلہ لینے کے لئے کوئی سامان یا ذرائع نہوں۔ تو کیا ایسی قوم کیلئے جناب مسیح کے کلمات اکسیر کا کام نہ دینگے حضرت عیسیٰ ایک یہودی تھے۔ اور اپنی قوم کے سچے خادم تھے (سید القوم خادمھم) انکا کام صرف بنی اسرائیل (ابنی یعقوب) کی اصلاح تھی۔ وہ اللہ کے نبی اور بڑے دور اندیش انسان تھے۔ جو جو مصائب اور تکالیف آپ کی قوم پر آنیوالے تھے ان کا ٹھیک اندازہ آپ نے لگایا۔ اور یہ نتیجہ نکالا کہ اگر یہودی قوم کے یہی چالے رہے تو عنقریب ان کی ساری قوم کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جاویگا۔ اور اسی وجہ سے ان کو ایک ایسی تعلیم دی جو ان کے حسب حال تھی۔ یورپ کے یہودیوں کی پرانی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن کو ہر طرح کے عذاب اور دکھ دیتیں

دیکھئیں اور کہیں بھی ان کو ترقی کا موقع ہی نہ دیا جاتا تھا۔ عیسائی فرمانرواؤں نے بھی ان پر ظلم کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا لیکن آج بھی مظلوم قوم یورپ کی گورنمنٹوں پر ایک بڑا گہرا اثر رکھتی ہے۔ اور مغربی اقوام کی مالی تدابیر کو جس طرح چاہتے بدل سکتی ہے۔ اگر انہوں نے آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت والی تعلیم پر عمل کیا ہوتا تو دُنیا کی اور بہت سی قوموں کی طرح ان کا بھی آج پتہ نہ ملتا لیکن ظلم کے آگے سر جھکانے اور تعدی کی مخالفت نہ کرنے سے انہی کے ظالم حاکموں اور فرمانرواؤں کے دلوں میں ان کیلئے رحم ہمدردی اور ترس پیدا ہو گیا اور اُن کے دشمنوں ہی میں ان کے حامی اور مددگار پیدا ہو گئے۔ دُنیا کی ایک اور قوم کی تاریخ بھی بالکل اُن کے مشابہ ہے میرا مطلب ہندوستان کی قوم اہل ہنود سے ہے۔ قدیم زمانے کی شامی۔ مصری۔ ایرانی اور بےبیلونی طاقتور اور ذی شان اقوام کا پتہ سوا تاریخ کے صفحوں کے اور کہیں نہیں ملتا لیکن اہل ہنود نے باوجودیکہ اُن کو بڑی بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور بڑی بڑی مصیبتیں اور مظالم جھیلنے پڑے لیکن تاہم آج تک ان کی ہستی موجود ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح یہ قوم آج تک زندہ رہی باوجودیکہ نسلاً بعد نسلاً غیر اقوام نے ان پر حملے کئے اور صدیوں تک ان کو اپنا مطیع اور محکوم رکھا ان کی زندگی اور زیست کا راز صرف یہی تھا کہ انہوں نے جور و جبر کا جواب خاموشی اور رضا سے دیا۔ ظلم کے آگے سرنگوں کیا۔ اور بلا چون وچرا ہر طرح کی سختیاں جھیلا کئے۔ جناب مسیح خدا کے ایک رسُول تھے۔ اور یہ خیال کرنا کہ انہوں نے ہم کو ایسے اصوُل بتائے جو قابل عمل نہیں ہو سکتے ان کو مرتبہ مصلحت سے ایک مجنوُن خواب بین کی حیثیت میں گراتا ہے ایک معمولی اخلاقی مصلح کی بابت تو یہ خیال کیا جا سکتا ہے لیکن ایک رسُول کی بابت جو کہ خدائے علیم سے الہام پاکر لوگوں کو سُنائے اسکی بابت یہ خیال کرنا کہ کس طرح جائز ہے کہ ان کی تعلیم ناقابل عمل ہونا تو درکنار ایسی ضرر رساں ہے۔ کہ اگر اس پر عام لوگ عمل کرنا شروع کریں تو انتظام دنیا ہی میں گڑبڑ مچ جائے۔ مسیح کو اسکے حقیقی مرتبہ پر بٹھاؤ۔ اسکو ایک مطلق قوم کا مصلح مانو اس کے احکام کو خاص حالات اور اوقات کے ماتحت خیال کرو تو ان کا ہر ایک لفظ اور حکم حکمت کا خزانہ اصلاح کی کنجی اور زندگی کا اصُول ہو سکتا ہے لیکن اگر آپ اسکو

[illegible] تک پہنچ گئے جن کا مطلب ظلم و ستم کی طرف ہو جس سے کام لینا گے
[illegible] کے لئے موزوں حال ہوں۔ آپ اسکو ایک ایسا خواب بین کے سوا
[illegible] کر سکتے ہیں۔ مسیح نے جو پہاڑی پر وعظ فرمایا اس کا مقصد حقیقی اپنی قوم کو کم
[illegible] بنا دینا تھا بلکہ ایک ایسے رویہ زندگی کی تعلیم دینا تھا جس سے دوسروں کے دلوں میں
رحم اور ترس پیدا ہو جائے اور ان کی قوم پر جو مظالم ہوتے تھے ان میں تخفیف ہو جائے +

خواجہ کمال الدین

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آیت اللہ

از جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء

خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا ۔۔۔ خدا نما ست وجودش برائے عالمیان

تاریخ انسانی کے مختلف مدارج ہوئے ہیں۔ مثلاً شروع شروع کا زمانہ جاہلیت اور بعد کا زمانہ ترقی و تجلی۔ اِن ہر دو وقتوں میں جہاں تک ہمارا علم کام کرتا ہے ہمیں ایک نہ ایک شکل میں ایک معبود کا پتہ چلتا ہے۔ انسان نے کسی نہ کسی طاقت اور ہستی کے سامنے جو اس سے ارفع و بالا ہے ہمیشہ سر جھکایا ہے۔ اور خوف یا شکر گذاری دونوں میں سے ایک کی وجہ سے وہ اس کا پرستار رہا ہے۔ عبادت کا پہلا محرک وہ خوف اور بیم تھا جو معبود کی بابت پرستار کے قلب پر جاگزین ہوا۔ ہر ایک عظیم الشان اور قوی چیز کا وجود اس قسم کی عبادت گذاری کے لئے کافی تھا۔ یہی حجر شجر اور نجم پرستی کا موجب ہوا جن کے مظہر مختلف دیوی دیوتا سمجھے گئے۔ اوہام پرستی کا بہترین مجموعہ شاید قوم مذہب ہنود ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ کائنات کے تمام عناصر مادی یا غیر مادی سب کسی نہ کسی دیوی یا دیوتا کے مظہر ہیں۔ بہر انصاف یہ کہ دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بخلاف زمانۂ موجودہ کی عیسائیت کے جس میں صرف دیوتا کے مجسم تسلیم کیا جاتا ہے۔ اہل ہنود کی دیویاں بھی تھیں۔ موسیقی کی دیوی علیحدہ تھی۔ اور حسن ظاہری کی علیحدہ۔ کسی کا نشان آتش تھی اور کسی کا آب۔ غرضیکہ ہر چیز کے لئے ایک علیحدہ معبود تھا۔ پھر جب جو شخص نے اس کثرت پرستی کی اصلاح کی تو ان کے مذہب کی حالت بجنسہ

ایسی ہی گتھی جیسی کہ آج کل عیسائیت کی ہے۔ جو تثلیث کو ایک قسم کی توحید ہی سمجھتے ہیں
اہل ہنود بھی تو یہی مانتے تھے کہ کائنات کے مختلف مظاہر و شکلیں دراصل ایک ہی معبود کی
مختلف حیثیتیں ہیں جس کا نام برہم یا اوم ہے ❖

الغرض انسانی فہم کی ابتدائی منازل میں ہر ایک عجیب و عظیم و نئی چیز ایک خدا سمجھی گئی
تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے کہ ہندوستان میں جب سب سے پہلا انجن دیکھا گیا تو بعض جاہل اہل ہنود
نے اُسے بھی کسی دیوی یا دیوتا کا قائمقام سمجھا ❖

خود یورپ میں ہیلی کا دُمدار ستارہ جو چند سال ہوئے فضائے فلک پر نمودار ہوا تھا کسی نرالی
مصیبت کا پیش خیمہ سمجھا گیا۔ برخلاف اس کے ایسے اہل علم اور اہل فضل بھی گذرے ہیں
جنہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ کل کائنات اپنی مجموعی حالت میں بھی کسی معبود کا مظہر نہیں
خوش قسمتی سے ایسے فلسفیوں کی تعداد آج بھی چنداں زیادہ نہیں جن کے نزدیک خدا یا معبود
کوئی ہستی ہی نہیں۔ اور ان کا منطق فلسفہ و علم ان کے لئے کچھ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوا۔

معبود حقیقی صرف ایک ہے

بوجہ ان مؤثر کی ور روشن تعلیمات توحید کے جو اسلام میں پائی جاتی ہیں تمام کے تمام علما اور فلاسفران
یورپ کثرت پرستی کے اوہام سے آزاد ہوتے جاتے ہیں۔ ہندوؤں کا ایک جدید فرقہ موسوم بہ
برہمو سماج روز افزوں ترقی پر ہے عیسائیوں کے فرقہ یونیٹیرین کی طرح ان کا بھی یہی خیال ہے کہ
معبود پرستی کیلئے توحید کا عقیدہ نہ صرف دُنیا کے بیشتر صحیح خیال طبقے کا ہے۔ بلکہ سائنس
جدیدہ کی رُو سے بھی اِسی خیال کو ثبات حاصل ہے۔ باقی تمام ایسی تصوریاں جو نظام عالم کو
کسی ایسی طاقت کے ماتحت ٹھیراتی ہیں جو بالا و برتر از فطرت انسانی ہو تو اگر اس ہستی کو خدائے
واحد نہ مانا جائے تو وہ سب تصویریں غلط ثابت ہوتی ہیں خواہ اِس نظام کا نام قدرتی قضا و قدر
کا عمل بروئے قوانین مقررہ رکھ لیجئے۔ اور خواہ یوں کہئے کہ اس نظام کے مختلف منازل باہم ایک دوسرے
سے فطرتی طور پر وابستہ اور لاحق ہیں۔ یہ گویا دو مختلف تاویلیں ہیں جو زمانۂ جدیدہ کے سائنسدان
اِستقرار ہستی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں ❖

مندرجہ بالا بیانات جو مل جیسے فلسفی عالم کے قلم سے نکلے ہیں۔ اس امر کا کافی ثبوت ہیں

[illegible] ... لیکن مذہبی ... لیکن جنھیں علماء کی بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور ...
... بھی مشکل ہے کہ ... تو سیدھا بھی مشکل ہے
... اس سے بھی مشکل ہے ... سا ہی ہے جس اور تنقیدوں کا لب لباب
ہے۔ کہ ... کی ہستی ... بعد کسی آیت اللہ کا وجود چاہتے ہیں۔

... مذہب

ایسے لوگ جن کی طبیعت مذہب بستہ ... واقع ہوئی ہے۔ یا ایسے لوگ جنھیں مذہبی اذکار و مشاغل سے کچھ لگاؤ نہیں وہ بعض دفعہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کو اپنا وجود منوانا منظور رہتا تو بین اس نے کوئی ایسی بیّن وظاہر علامت اپنی ہستی کی پیدا کر دی جس کے مشاہدے سے دہریہ متشکک بھی قائل ہو جاتا۔ اس دلیل کے خلاف کہ کائنات کا وجود خدا کی ہستی اسکی محبت اسکی عظمت کا ثبوت ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ بقائے عالم کے موجب ذرات (...) اور برقی جوہرات ... ہیں ان کا خیال ہے کہ کائنات کے قیام میں اقتضائے ارادے کا حصہ ہی نہیں۔ کیونکہ وہ چیز جو ازلی ہے کسی اقتضائے ارادے کی محتاج نہیں۔ اور جہاں تک انسانی تجربہ کام دیتا ہے۔ مادہ اور طاقت کی ابتدا کا پتہ مطلق نہیں چلتا۔ لیکن قوتِ حسّ قلبی کے متعلق یہ عذر نہیں کیا جا سکتا۔

یہ دلیل کہ ظہورِ عالم ہستی باریتعالیٰ کے قائل ہیں ایک صائب الرائے کے اطمینان کا موجب نہیں ہو سکتے اُسے کیا ضرورت ہے کہ ناحق دوسروں کی تقلید کرے۔ اسیطرح بیجان مادہ میں احساس و عقل کا پیدا ہو جانا مسٹر مِل کے نزدیک کوئی وزنی یا منطقی دلیل نہیں۔ ہاں کائنات میں اور اس کے نظام میں جو ایک ارادہ اور یکجہتی نظر آتی ہے۔ اور جس کو خدا پرستوں نے وجود باریتعالیٰ کیلئے بطور ایک قوی اور لاجواب دلیل پیش کیا ہے۔ وہ مِل کے نزدیک تو وزن رکھتی ہے لیکن مِل کے بعد کی نسل کے ماہرین علومِ جدیدہ نے اس سے انکار کر دیا ہے۔ ان کے پاس ... دلائل ہیں جو سب سے اوّل ڈارون نے وضع کیے مثلاً بقائے بہترین یا تاثرات مورثیہ و ... کے باعث اشرف المخلوقات یعنی انسان ایک نامعلوم اتفاقات کے ماتحت ... کی حالت سے ترقی کرتا کرتا بن مانس اور بندر بن گیا ہے۔ اور انھوں نے ان اتفاقات

اور مقامین کی تشخیص کرکے اس کا نام "بقائے بہترین" یا "انتخاب قدرت" رکھا۔ افسوس ہے کہ اس کو انسان اور بندر نے ڈاروِن اور ہیکل کی شکل اختیار کر لی۔ لیکن یہ خیالات کسی ذی فہم انسان کے لیے تسلی بخش ہو سکتے ہیں۔ ان حکما و فلاسفروں کے دلائل بالکل قاطع نہیں۔ آج تک کوئی حکیم یا فلاسفر یا منطقی ایسا نہیں گذرا جو خدا کا کوئی ایسا قائم مقام پیش کر سکا ہو جو ایک دہریہ کو بھی تسکین دے سکے۔ اور یہی دہریت کے تنزل کی ایک زبردست وجہ ہے محض دہریت آج بھی ایک مضحکہ انگیز خیال ہو گیا ہے۔ اور ایک مسلم دہریہ پرانے ہمخیال ہنستے اور مضحکہ اُڑاتے ہیں۔ عموماً آج کل کے دہریہ اپنے آپ کو معقول پرست کے نام سے پکارتے ہیں اور یہ معقول پرستی یا ریشنلزم کوئی نئی بات نہیں۔ اور دراصل اس کا وجود ہی دہریت کے ضعف پر شاہد ہے۔ اور خدا پرستی سے صرف ایک ہی منزل دور ہے +

ہاں صحیفۂ فطرت میں سے خدا کی ہستی کے دلائل آنکھ معقول پرست ریشنلسٹ کی کورگی کو ایسی بینائی نہیں دے سکتے۔ کہ وہ خدا کو دیکھنے لگ جائے۔ یہ گروہ تو خدا کی ہستی کا ایسا ثبوت چاہتا ہے جیسے ۲ + ۳ = ۵ ہے۔ لیکن یہ لوگ اس امر کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں کہ دو اور تین کا حاصل جمع پانچ صرف اس حالت میں ہوتا ہے۔ جب ہم عدد ۲ اور ۳ کو ایک خاص مقدار یا اعداد تسلیم کر لیں +

اقلیدس نے ایک نہایت باقاعدہ اور با اصول علم قائم کیا ہے لیکن اس سارے علم کی بنیاد نقطہ و خط کی ایسی تعریفوں پر ہے جن کا تشکل ناممکن ہے۔ اور اگر محض اس بنا پر کہ یہ دو تعریفیں غیر واضح ہیں نقطہ و خط کو رد کر دیا جائے۔ تو سارے کا سارا علم خاک میں مل جاتا ہے

علم اللہ بروئے آیت اللہ

یہ تو کسی کی طاقت میں نہیں کہ منکر الوہیت کو انگلی سے پکڑ کر پروردگار کی بارگاہ میں لے جا کر کھڑا کر دے۔ تاکہ وہ بعین مشاہدہ کر کے ہستی باریتعالیٰ کا قائل ہو جائے۔ انسانی وجود مشہود ہے اور وہ مادی ہے۔ انسانی روح کو بھی وہ اوج لطافت اور کلی غیر مادیت حاصل نہیں جو اس منبع روحانیت کو ہے۔ جو حاضر۔ ناظر۔ عالم و قادر ازلی اور ابدی ہے محض دلائل سے تصدیق الوہیت ممکن نہیں۔ کیونکہ انسان کی طرح اسکی تقریر اور گفتار بھی محدود طریقے سے اسکے

[illegible] ہے کہ بعض حالتوں میں اُن کی قدر کا نتیجہ بالکل عدم اطمینان ہوتا ہے
[illegible] بالکل کچا اور بیفائدہ ہے اس کا کوئی ثانی نہیں خدائی طاقتوں کی تمثیل دینا بالکل
[illegible] ہے مگر انسان اپنی بعض رُوحانی حالتوں کا بھی خلاصہ حیات بعد الموت کا
مکمل [illegible] بیان ادا نہیں کرسکتا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک واقعہ بالکل ٹھیک
اور سچا ہے لیکن قانونی بحث میں وہ پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچایا جاسکتا۔ قابل وکلا نے بارہا
محض اپنی قوتِ بحث کے زور پر ایسے کئی خیالی واقعات کو اپنے دلائل میں شامل کرلیا ہے جن کا
وجود ہی نہ تھا۔ مولانا رُومی بالکل صحیح فرماتے ہیں ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

البتہ بعض وجدانی اور رُوحانی ذرائع ضرور ایسے ہیں جن کی رُو سے انسان خدا کی ہستی کا
بہ نسبت اپنی ہستی کے زیادہ قائل ہوسکتا ہے اس حالت میں گویا وہ خدا کو دیکھتا ہے سُنتا بھی
ہے۔ اس کا قلبِ عشقِ الٰہی سے کچھ ایسا معمور ہو جاتا ہے۔ کہ اس میں کسی اور توجّہ یا شغف کی
تاب ہی نہیں رہتی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے۔ کہ اگر وہ حجاب ظاہری جو خدا اور اس کے درمیان
حائل ہے ہٹا بھی دیا جائے تو اُس کا ایمان کچھ زیادہ نہ بڑھیگا۔ کیونکہ جو ایمان اور حسنِ عقیدت
اُسے پہلے تھا وہ کچھ کم نہ تھا۔ لیکن یہ رُوحانی تسکین ہر ایک کا حصّہ نہیں۔ اور نہ ہی یہ
غیر معمولی حسنِ عقیدہ کی عام طور پر قابل تقلید ہوسکتی ہے۔ کیونکہ اس کا اطلاق عام پر نہیں ہوسکتا

معجزات اور خوارق کافی بیّنات نہیں

زمانۂ اولے میں جب کبھی کوئی رسُول یا پیغمبر خدا کی طرف سے آتا تو اپنی بعثت کے ثبوت میں
چند معجزات لایا کرتا تھا۔ لیکن ان معجزات کا اثر چنداں دیرپا یا وسیع نہ ہوتا تھا علاوہ ازیں یہ
معجزات اس پیغمبر کی پیغمبری کا ثبوت تو ہوسکتے تھے۔ لیکن خدا کے وجود کی دلیل پھر بھی نہ تھے۔
اگر کائنات کی بوالعجبیاں ایک متشکک کے اطمینان کا موجب نہیں ہوسکتیں تو پھر معجزات اس پر
کیا اثر کرسکتے ہیں۔ جن کی تہ میں نامعلوم قانون کام کر رہا ہے۔ خود انسان ہی کو لیجئے کیا اس کا
نظام کچھ کم حیرت انگیز ہے ہر ایک انسان کے خط و خال مختلف ہیں۔ کیا یہ بجائے خود ایک
معجزہ نہیں اور انسانی خیالات و جذبات سے بڑھ کر اور کیا حیرت افزا بات ہوسکتی ہے۔ اگر

جب انسانی خدا کی ہستی کا کسی کو قائل نہیں کر سکتا تو معلوم نہیں یہ تا[illegible]
کس طرح کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں کسی ہادی یا نبی کے معجزات صرف اس کے اپنے زمانہ
کیلئے باعث ہدایت ہو سکتے ہیں۔ یا خود اسکی اپنی فضیلت کا نشان سمجھے جا سکتے ہیں۔ اور
بھی ایک حد تک۔ حضرت مسیح کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے معجزات دکھائے
لیکن اُن کا حاصل کیا ہُوا کوئی قابلِ تحسین نتائج اُن سے اخذ نہ ہوئے۔ اور بجائے اسکے کہ اس
زمانے کے لوگ اُن معجزات کو دیکھ کر خدا کی ہستی پر ایمان لے آتے۔ وہ خود اعجاز کنندہ سے
منحرف ہو گئے۔ اس پر طرہ یہ کہ وہ لوگ جو خدا کی وحدانیت کے پہلے سے قائل تھے (یعنی یہودی)
وہی خاص طور پر حضرت عیسیٰ کے مخالفین میں سے تھے انہوں نے اسکی کرامات کی کوئی پرواہ کی
بلکہ حضرت عیسیٰ کی سخت تکلیف اور تذلیل کا باعث ہوئے حتّےٰ کہ اُن کو سُولی پر چڑھا دیا۔
جنابِ مسیح جو مُردوں کو جلاتے تھے اپنے آپ کو سُولی کے عذاب سے بچا نہ سکے۔ اور از روئے انجیل
"ایلی ایلی لما سبقتنی" کہتے ہُوئے رُخصت ہوئے +

اگر پروردگار کو معجزات ہی کے ذرائع سے اپنا وجود منوانا منظور ہوتا تو وہ ہر ایک زمانہ میں
ایک خاص نمائندے کو ابدی زندگی عطا کر کے بھیجتا رہتا۔ تاکہ وہ لوگوں کیلئے خدا کی ہستی
اور اسکی قُدرت کا ایک زندہ ثبوت ہوتا لیکن یہ امر اقتضائے ایزدی نہیں۔ خود حضرت مسیح
جن کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ حالتِ موت سے لوٹ کر حیات میں آئے۔ وہ بھی کسی
عالمِ رُوحانی میں پنہاں ہیں کیوں نہ اسی زمین پر رہے تاکہ آج ہمارے لئے جو ان سے دو ہزار
سال بعد ہُوئے ہیں باعث ہدایت ہوتے۔ خصوصاً آج کل اُن کا وجود ایک بہت ہی مشکوک
امر ہو گیا ہے۔ اور فضلا کا ایک گروہ اُن کی ہستی سے بالکل انکاری ہے معجزات کے غیر ضروری
ہونے کا ایک اور باعث یہ بھی ہے کہ انسانی فہم اور ادراک بھی تو آخر کوئی چیز ہے بلکہ
یہ تو خدا کی بہترین داد ہے جو انسان کے حصہ میں آئی ہے کیوں خدا نے ایسے نشان نہ بھیجے
جو عقل انسان میں آ سکے۔ کیوں کوئی جیتا جاگتا۔ بولتا چلتا پھرتا نشان نہ بھیجا جو اپنی
زندگی میں اپنے اعمال اپنے افعال و اقوال سے نہ صرف خدا کے وجود کا مظہر ہے بلکہ اسکی
عظمت اور محبت کا سکہ بھی لوگوں کے دلوں پر بٹھا دے۔ اور یہ ثابت کر دے کہ ایمان باللہ

[illegible] ملتی جلتی [illegible] دکھانے والا بھی ہے۔ [illegible]

[illegible] جب کہ [illegible] یا قلب [illegible] اگر [illegible] عجیب الخلقت [illegible] کا [illegible] کو نشانی ہی سمجھ لیا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ لوگ آئے جو جادو [illegible] تھے اور آج کل تو معجزات کا بھی کوئی اثر نہیں رہا۔ زمانہ سابقہ کے بہت خارق [illegible] آج کل معمولی لوگ کر سکتے ہیں۔ حضرت سلیمان کا معجزہ یہ مانا گیا ہے۔ کہ وہ ایک تخت پر بیٹھ کر اڑتے پھرتے تھے۔ کیا آجکل کے ہوائی جہاز اور زیپلن کچھ کم ہیں۔ تار برقی ٹیلیفون [illegible] عجیب عجیب قسم کی زود اثر کیمیاوی مرکبات وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو آج سے ایک نسل [illegible] بہت عجیب معجزے مانے جا سکتے تھے +

[illegible] عرصہ نہیں ہوا کہ زنجبار میں ایک ایسی مچھلی پکڑی گئی ہے جس کی پشت پر الفاظ [illegible] صاف طور پر پڑھے جا سکتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی انسان مہر تاباں کی ضو میں [illegible] دیکھ سکے تو بھلا ایک بچاری مچھلی کا "شان اللہ" کیا کر سکتا ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

[illegible] محال اگر ہم محض معجزات کی بنا پر کسی ایسی برتر و بزرگ ہستی کو تسلیم بھی کر لیں جس کے [illegible] قدرت میں خوارق ہوں تو اس حسن عقیدت سے ہماری زندگی میں کونسا تغیر واقع ہوگا۔ اور خدا کو اس سے کونسا فائدہ ہوگا۔ اگر اس کا اپنا ایک بنایا ہوا انسان اس کے [illegible] کو تسلیم کر لیگا۔ خدا ہمارے ایمان یا کفر سے غنی ہے۔ اگر اسکی ذات واقعی بلند اور ارفع اور [illegible] حمید ہے تو ہماری عبادت اور ہماری قربانیوں کی اس کو کچھ حاجت نہیں۔ اور خدا جو [illegible] ہے کہ ہم مومن بنیں اور ہمارے ایمان کی تقویت کے لئے نشان بھی بھیجتا ہے تو یہ [illegible] ہماری [illegible] ہی ہم ہی کمال عروج اور ترقی کو حاصل کرتے ہیں۔ اگر ہم ایک کل کسی خاص غرض کیلئے بنائیں تو تاوقتیکہ اس کا جائز استعمال نہ ہو ہم کو چین نہیں آ سکتا۔ پروردگار [illegible] اس واسطے بھیجتا ہے تاکہ ہم اس مقصد کو حاصل کرنے کے قابل ہوں [illegible] [illegible] لئے گئے ہیں تاکہ ہم اپنے جذبات اور قوتوں کا جائز استعمال کر کے ان سے [illegible] [illegible] مقصود تک نہیں پہنچاتے جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے

میں۔ انسان ہی انسان کو سمجھ سکتا ہے۔ اور وہی اس کا بہترین [illegible]

صرف انسان ہی آیت اللہ بن سکتا ہے

اس ساری بحث کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ کہ اگر منشائے الٰہی میں کسی ایسے عالمگیر پائدار اطمینان دہ اور خاص نشان کو بھیجنا منظور تھا جو اسکی رحمت اور جبروت کا سکہ ہمیشہ کیلئے لوگوں کے دلوں میں بٹھا دے۔ تو وہ نشان سوائے انسان کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ایک انسان کی زندگی کو اسکے ہمجنس خوب سمجھ سکتے ہیں۔ ایک انسان ہی اپنے اعمال و افعال سے دوسرے انسانوں پر خدا کی ان صفات کو ظاہر کر سکتا ہے۔ جن کا تعلق و اثر انسان پر بہت ہے صرف ایک انسان ہی کی قدرت میں ہے۔ کہ وہ اپنے وجود سے اسبات کو ثابت کر دے کہ ان بینظیر طاقتوں اور استعدادوں کے ذریعہ سے جو خالقِ اکبر نے اسمیں ودیعت کی ہیں وہ اپنے درجہ کو اس قدر بڑھا سکتا ہے کہ نیابتِ الٰہی کا رتبہ حاصل کرے۔ اور یہ کہ پروردگار نے انسان کی ضروریات کی ہر ایک چیز اس دنیا میں مہیا کر دی ہے جو مقررہ اور مناسب ذرائع پر عمل کرنے سے باعثِ نفع عظیم ہو سکتی ہے۔ اور یہ کہ اعمال ہیں ہم کو اس کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیئے جس کو خدا نے اپنا نشان بنا کر بھیجا۔ خدا کے اوتار اسکے بیٹے اور اس کی بیٹیاں کبھی بھی آیات من اللہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ تو خدا کی شان اور عظمت کو کم کرتے ہیں۔ اور بجائے لوگوں کو خدا کی طرف رجوع کرانے کے دوری اور شرک کا باعث ہو جاتے ہیں نیز اس امر کی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ پروردگار کو کونسی ایسی ضرورت تھی۔ کہ وہ اس قسم کے نشان بھیجتا جن سے اس کی اپنی شان پر حرف آتا۔ یا انسان کی شکل اختیار کرتا۔ یا بیٹے اور بیٹیوں کا باپ بنتا اور اگر اسے واقعی اپنی صداقت اور طاقت کا اظہار کرنا منظور تھا تو بجائے اپنی شان کے منافی فعل کرنے کے اُسنے کیوں نہ کسی انسان کو ایسے جسمانی اور روحانی کمالات عطا کر دیئے جن سے وہ آیت اللہ ہو جاتا

آیت اللہ کی ضروری صفات

انسانوں میں بھی صرف وہی انسان آیت اللہ ہو سکتا ہے۔ جو سب انسانوں سے بالا اور ارفع ہو۔ آیت اللہ بننے کیلئے مندرجہ ذیل صفات کا ہونا لازمی معلوم ہوتا ہے۔

(۱) جو انسان آیت اللہ ہو کر آیا ہو وہ اس امر کا اعلان کرے کہ وہ تمام عالم کیلئے اللہ کے وجود

[illegible] اور تسلیم کرانے آیا ہے۔

[illegible] کی کچھ اسرار پہلو اپنے اندر لئے ہوئے ہو۔ اور وہ اپنے بھائیوں کے [illegible] خیالات ان کے ذہن نشین نہ کرائے بلکہ ان کی عقل اور فراست کو اپیل [illegible] کی ہیں اپنے عمل نمونہ کے ذریعہ سے لوگوں کو خدا پرست بنانے میں کامیاب ہو جائے۔

(۲) [illegible] قابلیت اور استعداد سے اپنے آپ کو سب سے بالا اور برتر ثابت کر دے [illegible] سب کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ بنے۔ اور آنے والی نسلوں کیلئے ایک ایسی یادگار ہدایت چھوڑے جو مبرا از نقائص ہو اور ساری دنیا کے [illegible] رہبری ہو۔

(۳) وہ اس امر کو عملی طور پر واضح کر دے۔ کہ خدا پر ایمان لانے سے اس کے احکام پر عمل کرنے سے انسان نہ صرف روحانی تربیت حاصل کر سکتا ہے ہر قسم کے جسمانی دماغی اور اخلاقی مفاد بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس کا وجود نہ صرف اپنے لئے بلکہ اس کی قوم اس کے ملک بلکہ ساری دنیا کیلئے [illegible] برکت ہو سکتا ہے۔

چار عظیم الشان انسان

دنیا میں چار ہی ایسے عظیم الشان انسان گزرے ہیں جن کی زندگی نے دنیا میں بہت حد تک ایک تبدیلی اور انقلاب پیدا کر دیا۔ مہاتما بدھ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور جناب [illegible] خاتم محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔

مہاتما بدھ بلا شبہ ایک حیرت انگیز انسان تھا۔ اس نے زندگی کے اعلےٰ ترین مدارج حاصل [illegible] یعنی کمال اور عرفان تک پہنچا۔ اسکی تعلیمات نہایت اعلیٰ پایہ کی تھیں۔ اور [illegible] میں تو وہ حضرت عیسیٰ سے بھی گوئے سبقت لیگیا تھا یعنی جناب مسیح نے صرف اخلاقی [illegible] دنیا کو بتائے اور مہاتما بدھ نے ان پر عمل بھی کر کے دکھایا۔ اس نے اپنی سلطنت حکومت [illegible] سب کو خیرباد کہا تاکہ اپنی ذات کو ارفع کرے۔ یہ ایک نہایت [illegible]

اور قابل قدر ایثار تھا۔ اس نے بلاشک وشبہ اپنے لئے اعلیٰ دائمی مسرت حاصل کر پالیا لیکن وہ تمام دُنیا کے لئے ایک عام نمونہ نہیں ہو سکتا۔ اگر تمام کے تمام انسان اسی پیروی کرنے لگجائیں تو انسانوں کا وجود ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جائیگا۔ اگر بدھ کی رہبانیت اور تجرد کی زندگی کو جس کے بغیر وہ بھی اپنے مقصد کو نہ پاسکا ہم آج اپنا اصول قرار دے لیں تو جلد ہی ہماری دنیا کا خاتمہ ہو جائے۔ نروان تو ملے یا نہ ملے مگر اس دُنیا سے ضرور ہاتھ دھو بیٹھیں۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اس دنیا کو بھی بہتر بنائے اور خود بھی بہتر ہونے کی کوشش کرے اگر ہم سب بدھ کی طرح نروان کی منزل مقصود پر پہنچ جائیں تو اس دُنیا کی بہترین چیز کا وجود معدوم ہو جائیگا۔ یقیناً خدا کی یہ منشا نہ تھی۔ اور ان وجوہات کے ماتحت بدھ خدا کا کامل نشان نہیں ہو سکتا۔

حضرت موسیٰ واقعی ایک بہتر نشان تھے۔ اور انہوں نے ایک خدا کی پرستش لوگوں کو سکھائی انہوں نے اپنے بندوں کی راہنمائی کیلئے قوانین بنائے۔ اور انہوں نے عملاً اسبات کا ثبوت دیا کہ خدا کی پرستش کر کے انسان اپنی منزل حقیقی تک پہنچ سکتا ہے لیکن حضرت موسیٰ کی تبلیغ کا دائرہ بہت ہی محدود تھا۔ وہ صرف ایک ہی قوم کا پیغمبر بن کر آئے تھے۔ اور صرف اسی قوم کیلئے آیت اللہ تھے۔ اُن کی تعلیم عالمگیر نہ تھی اور انکی تبلیغ کا اثر بہت محدود اور تنگ تھا۔ اور اپنے اندر دُنیاوی رنگ بہت کثرت سے رکھتا تھا۔ اور دُنیا کے عظیم الشان انسانوں میں سے اگر کسی انسان کو نیابت الٰہی کا بہت ہی کم حصہ ملا تو وہ جناب مسیح تھے حضرت عیسیٰ ایک حلیم الطبع بُردبار خدا ترس اور خدا انسانوں کو محبت کرنے والے انسان تھے لیکن وہ لوگوں کے دلوں پر خدا کی عظمت اور جلال کا رُعب ہرگز پیدا نہیں کر سکتے۔ حضرت عیسیٰ ایک ایسے خدا کا مظہر نہیں ہو سکتے جو قادر مطلق ہے جو احکم الحاکمین ہے خالق و آفرینندہ روزگار ہے اور رب العالمین ہے۔ ایک ایسا انسان جس پر دشمنوں نے پورے طور پر غلبہ پایا ہو جس کو اپنی تعلیم ادھوری اور نامکمل چھوڑنی پڑی ہو۔ جس نے اپنے آخری لمحوں میں یہ خیال کیا کہ خدا نے اس کو فراموش کر دیا ہے۔ جس کی بیکسی اور بے بسی پر لوگوں نے ہنسی اُڑائی اور مضحکہ اُڑانے کیلئے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا۔ جس کا سر دشمنوں کے آگے سرنگوں ہوا جس کی پسلی میں برچھا مارا گیا جس کے ہاتھوں میں کیلیں گاڑی

[illegible] کامل آیت [illegible] ہو سکتا ہے ۔

[illegible] حضرت موسیٰ کے جلال اور ظہور کا زمانہ بہت مختصر اور قلیل تھا ۔ تاہم ان کی [illegible] ایک جھلک تو ضرور دکھائی گئی ۔ انھوں نے اپنے اعدا کا مقابلہ کیا ۔ آپ کے ذریعہ [illegible] انہوں نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو غلامی اور قید سے نجات دلوائی ۔ جناب مسیح سے اتنا بھی نہ ہوا کہ اس قوم کی کھوئی ہوئی عظمت اور بادشاہت جس کی طرف آپ مبعوث ہوئے تھے واپس دلا دیں ۔

الغرض جناب مسیح کی تبلیغ اور تعلیم حضرت موسیٰ سے بھی کم نتیجہ خیز تھی ۔ آپ نے ان احکام کو منسوخ فرمایا جن پر خود عمل نہ کیا ۔ یا یوں کہیئے کہ جن پر وہ عمل نہ کر سکتے تھے ۔ بذاتِ خود تو وہ یہودیوں کو بھی اپنی انجیل سے قائل نہ کر سکے ۔ اور کہا یہ جاتا ہے ۔ کہ جب وہ آسمان پر جا بیٹھے تو آپ نے حواریوں کو وصیت کی کہ میری تعلیم کو دوسری قوموں تک پہنچانا ۔ ان کے اپنے قول کے مطابق ان کا مشن ایک بہت محدود خطہ کے لئے تھا فرمایا ۔

" میں تو صرف بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کیلئے بھیجا گیا ہوں " (متی باب ۱۵ آیت ۲۴) ہمیں اس بات کا علم تو نہیں کہ آیا جناب مسیح ان گمشدہ بھیڑوں کو راہِ راست پر لا سکے یا نہ لیکن یہ بات تو یقینی طور پر مسلم ہے کہ بنی اسرائیل کی ان بھیڑوں نے جن کو گم شدہ کہا جاتا تھا اپنے گڈریئے کو قابلِ دار سمجھا ۔ اور اپنی زندگی میں آپ کسی قوم کو عظمت کی معراج پر نہ پہنچا سکے ۔ آسمانی [illegible] سمجھنے سے پروردگار کی جو غرض و غایت ہے وہ بالکل مفقود ہو جاتی ہے اگر انسانوں کیلئے ایسا کوئی موقع رہ جائے جس سے وہ اس آیت کو اپنے سے بالا خیال کرنے لگیں جیسا کہ بعض نے مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا مانا ۔ اسرار کی وہ گھٹا جو حضرت عیسیٰ کی پیدائش موت اور زندگی کے حالات پر چھائی ہوئی ہے وہ بذاتِ خود ایک دلیل ہے کہ [illegible] کامل آیت نہ تھے جنہوں نے اپنی زندگی یا تعلیم کا کوئی معتبر اور قابلِ اعتماد ریکارڈ نہیں چھوڑا ۔ ممکن ہے کہ آج سے دو ہزار سال پہلے بعض لوگوں نے آپ کے معجزات دیکھ کر خدا کی [illegible] رحمیت کا اقرار کیا ہو ۔ لیکن آج کل کے زمانہ میں یہ باتیں کسی کیلئے باعث تسکین نہیں ہو سکتیں ۔ جب ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہم کو بے اختیار ماننا

پڑھتا ہے۔ کہ آپ نے اپنے وجود اور اپنے افعال سے ثابت کر دیا۔ کہ کامل انسانیت کی ساری ضروری صفات آپ کے وجود باہرکات میں تھیں۔ اگر انسان اشرف المخلوقات ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اشرف الناس ہیں۔ آپ ایک کامل اور عظیم الشان انسان تھے۔ اور اگر حسن انسان ہی نے آیت اللہ بننا ہے تو آپ سے بڑھ کر اس کا کوئی حقدار نہیں۔ وہ ان تمام صفات حسنہ اور اوصاف جمیلہ کے کامل مظہر تھے جو گذشتہ انبیاء و بزرگان میں ظلی طور پر پائی جاتی تھیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تاریخ میں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا عظیم الشان انسان ملنا دشوار ہے۔ بحیثیت ایک نبی اللہ۔ اصلاح کنندہ۔ بادشاہ۔ مشیر۔ مقنن۔ حاکم۔ دوست۔ خاوند۔ والد۔ سپاہی زاہد۔ سالک۔ بیکس۔ یتیم۔ ایک شہزور انسان اور ایک صوفی جس پہلو سے دیکھئے۔ آپ دنیا جہان کے لوگوں سے برتر اور لاثانی نظر آتے ہیں۔ آپ سے بڑھ کر کسی اور انسان کے واقعات زندگی پر اس قدر باریک نقطہ چینی نہیں ہوئی۔ اور باوجود اسکے کہ آپ کے ہر ایک پرائیویٹ معاملہ کو طشت از بام کیا گیا۔ اور اس پر بحث کی گئی لیکن پھر بھی متعصب سے متعصب دشمن بھی آپ کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کیا عجیب بات ہے کہ ایسے انسانوں کو جن میں برگزیدہ نبی کریم جیسے صفات عالی نہ تھے۔ بلکہ جن کی زندگی اور حالات پوشیدہ اسراروں سے پُر ہیں ان کو خدا اور معبود ٹھیرایا جاتا ہے۔ اور برخلاف اسکے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان انسان کو جس میں واقعی ایسی طاقتیں تھیں جو بشری استعداد سے بالا ہیں۔ اور جن میں وہ صفات پائی جاتی تھیں جن کو عموماً خدا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ بموجب اسکی اپنی ہی آخری حکم کے مرتبہ انسانی سے ذرا بھی بڑھایا نہیں گیا۔ اور آپ کے معتقدین بھی باوجودیکہ اپنے جان و مال سے بڑھ کر آپ کو چاہتے تھے ہرگز آپ کو رتبہ الوہیت نہیں دیتے۔ اگر کوئی انسان قابل پرستش ہو سکتا ہے تو وہ نبی کریم ہیں۔ لیکن آپ نے خود بڑے کھلے الفاظ میں فرمایا۔ انما انا بشر مثلکم۔ میں تو تمہارے جیسا ایک انسان ہوں۔ مسلمان آپ کے ان الفاظ کی اسی طرح قدر اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ جس طرح آپ کے دیگر احکام کی

[illegible] جو ایک وقت تک ملک کو [illegible] منور کرتا ہے۔ اور پھر [illegible] جلد [illegible] ہے کہ آپ اس مہر تاباں کی طرح جلوہ گر ہیں جو گذشتہ تیرہ سو سال سے برابر [illegible] چمکتا رہیگا۔ [illegible] کہ ہم اپنے [illegible] ہیں [illegible] ٹھیک ہو جائیگا۔ لیکن آپ کی ضو اور تجلّی تا ابد قائم رہیگی ♦

نبی کریمؐ کا تبلیغ کرنا

پیشتر اس کے کہ آپؐ کو منصبِ نبوّت عطا ہو آپؐ نے چالیس سال اس دنیاوی زندگی میں کاٹے تھے۔ اور اس کے بعد آپؐ کو آیت اللہ بننے کا منصب جلیل تفویض ہوا تھا کہ آپ خدا کی عظمت اور شوکت اور انسانوں کی بھلائی سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ پہلی وحی جو آپ پر نازل ہوئی۔ اور جس کا ٹھیک مفہوم سمجھ لینا کوئی آسان بات نہیں بڑی قابل توجہ ہے اور وہ یہ ہے:۔

اقرأ باسم ربّك الذی خلق ۝ خلق الانسان من علق ۝ اقرأ و ربّك الاکرم الذی علّم بالقلم ۝ علّم الانسان ما لم یعلم ۝ (سورۃ العلق) (ترجمہ۔ اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا۔ جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھ تیرا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے (آدمی کو) قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اور وہ باتیں سکھائیں جو اُسکو معلوم نہ تھیں) ♦

یہ پہلا سبق تھا جو ایک ایسے اُمّی کو دیا گیا جس نے ۴۰ سال ایک ایسے زمانۂ جاہلیت میں گذارے تھے۔ جس وقت قلم کا استعمال اور علم انسان کی توسیع کا وہم و گمان بھی گذر سکتا تھا۔ اور یہ بات کسی کے خیال میں آ ہی نہ سکتی تھی۔ کہ علم اور قلم خدا کی عظمت اور رحمت سمجھے جانے کا بہترین ذریعہ ہونگے اور خود نبی کریمؐ اس ترقی اور اشاعت علم کے سب سے زیادہ سرگرم اور اعلےٰ ذریعہ بنینگے ♦ اس کے قریباً تین سال بعد یہ حکم نازل ہوا:۔

یاایها المدّثّر ۝ قم فانذر ۝ و ربّك فكبّر ۝ و ثیابك فطهّر ۝ والرّجز فاهجر ۝ ولا تمنن تستكثر ۝ ولربّك فاصبر ۝ (سورۃ المدّثّر) (ترجمہ اے چادر لپیٹنے والے اُٹھ اور (لوگوں کو عذاب سے) ڈرا اور اپنے ربّ کی بڑائی بیان کر [illegible]

کپڑوں کو پاک رکھ۔ اور نجاست سے الگ رہو۔ اور [illegible] تبلیغ کر [illegible] جو [illegible] مشکلات آویں اُن پر اپنے پروردگار کی خاطر صبر کر" +

نبی کریم کو اُس خدا کی پرستش کرانے کا حکم نہ تھا جو کسی خاص قوم یا ملک کا ہو [illegible] رب العالمین (دُنیا جہان کی ربوبیت کرنیوالا) کی عبادت کے لئے بُلاتے تھے۔ [illegible] نبی کریم کسی مخصوص قوم یا ملک کیلئے آیت اللہ بن کر نہیں آئے تھے۔ بلکہ آپ رحمۃ للعالمین تھے ہر ملک اور ہر زمانے کے لئے آیت اللہ اور اُسوۂ حسنہ بن کر آئے تھے +

نبی کریم نے خدا کی توحید اسکی رحیمیت رحمانیت۔ اُس کا قادرِ مطلق ہونا الغرض اسکی ذات کے تمام اعلیٰ صفات کا مجموعہ اور تمام نقائص سے پاک اور مبرّا اعلان کیا۔ اور جب آپ کے ہموطنوں نے آپ کو دھمکیاں دے دے کر کہا۔ کہ اپنے اس وعظ توحید اور بتوں کی [illegible] تو آپ نے دوٹوک جواب دیا +

"اگر وہ میرے دائیں طرف سُورج اور بائیں طرف چاند بھی رکھ دیں تو میں اس کام کو چھوڑنے کا نہیں جو مجھے تفویض ہوا ہے" (اسلام۔ اس کے اصُول اور غرض مصنفہ جے لیک اور ابوالفدا) +

جب نبی کریم نے تبلیغ کا کام شروع کیا تو آپ کی مخالفت بیحد بڑھ گئی۔ اور [illegible] دفعہ آپ کی جان کے لالے پڑ گئے۔ خود آپ کے رشتہ داروں اور اہلِ قبیلہ نے آپ کے قتل کیلئے بڑے بڑے انعاموں کا اعلان کیا۔ آپ تنہا بے یار و مددگار تھے۔ اور سارا ملک آپکی دشمنی پر کمر باندھے کھڑا تھا۔ باوجودیکہ جو لوگ آپ سے بخوبی واقف تھے وہ مسلمان بھی ہو گئے جیسا [illegible] کی بیوی خدیجہؓ۔ آپکے چچا کے بھائی حضرت علیؓ۔ آپ کا غلام زیدؓ اور آپ کے رفیق صادق حضرت ابوبکرؓ اور چند اور لوگوں کے مسلمان ہو جانے سے آپ کی ڈھارس بندھ گئی۔ لیکن مخالفت دن بدن بڑھتی جاتی تھی۔ اور کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ لیکن نبی کریم نے تو خدا کی طاقت اور قدرت کا مظہر بننا تھا۔ آپ کو یہ ثابت کرنا تھا کہ خدا قادر مطلق ہے۔ اور وہ جو چاہے اپنے ارادے سے کر سکتا ہے خواہ وہ انسان جیسی بیکس چیز ہی کو اپنا ذریعہ بنا لے۔

مصنفہ لیک صاحب لکھتے ہیں:-

[illegible] نہیں [illegible]

[illegible]

محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کے بیوا [illegible] سب سے پہلے [illegible]

[illegible] فتح کیا [illegible]

[illegible] تھے جو جہالت [illegible] کو مانتے [illegible] سمجھتی تھی۔

[illegible] کو معبود نہیں [illegible] کیا ظاہری [illegible]

[illegible] دیتا تھا لیکن ان سخت حالات سے [illegible]

[illegible] کی تبلیغ شروع کر دی۔ اور اپنی قوم اور نسل انسانی کی اصلاح [illegible]

[illegible] آپ نے اپنی زندگی سے [illegible]

[illegible] حق و شرک کا نام [illegible]

نبی کریم کی زندگی کا معجزہ اور اسراروں سے پا[illegible] تھی

[illegible] نبی کریم کی پیدائش میں کوئی اَن ہونی یا پُراسرار بات [illegible]

[illegible] لوگوں کے دلوں میں خدا کی ربانیت کا یقین [illegible]

[illegible] انسان کے لئے ایک کامل ہادی و مرشد [illegible]

[illegible] وہ ہمیشہ کسی انسان سے سبق [illegible]

[illegible] سے بہت زیادہ تیز رو [illegible] رفتار ہے۔ [illegible]

[illegible] کے لئے ایک انسان ہی کو بھیجا جانا چاہئے تھا۔ نہ کہ [illegible] فرشتے [illegible]

[illegible] خود اس کام کے لئے نیچے آ سکتا تھا۔

[illegible] ثابت ہو گیا ہے کہ نسبت ایک جزوی خدا یا [illegible]

[illegible] ہو سکتا ہے۔ اور اپنے [illegible]

[illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ محض انسان [illegible] دنیا کیلئے نذیر بن کر آئے [illegible]

[illegible] کی تعریف کرتی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] ہوئے تو نبوت [illegible]

آپ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ قبیلہ قریش میں سے تھے جو عرب میں بہادری اور دلیری میں ہمیشہ سے ممتاز اور نامور چلا آیا ہے۔ آپ کے چچا [illegible] شہر کے ایک مشہور محسن گذرے ہیں۔ اور کعبہ جو کہ قدیم سے اہل عرب کا مرکز اور جائے عبادت چلا آیا ہے۔ اور جس کی حفاظت کا سپرد ہونا بڑی عزت اور منزلت سمجھی جاتی تھی۔ اس کی نگاہداشت بھی آپ ہی کے بزرگوں کے سپرد تھی (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے پیرو مصنفہ ڈبلیو ارونگ)۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ کعبہ کی نگاہداشت جس قبیلہ کے سپرد ہوتی شہر کے تمام اعلیٰ عہدے اور حقوق اس کے ہاتھ میں آجاتے اور ایک رنگ میں وہ سارے شہر مکہ کے مالک بن جاتے۔ آپ کی دودھ پلانے والی دائی کا خاندان بھی بڑا پرانا اور معزز قبیلہ تھا۔

آپ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ کے دادا عبدالمطلب نے تمام بڑے بڑے قریشیوں کو ایک دعوت دی۔ اور اسمیں آپ کو یہ کہتے ہوئے پیش کیا کہ ہماری نسل کی اٹھتی ہوئی امنگیں اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور آپ کا نام محمد یعنی بہت تعریف کیا گیا قرار پایا۔

خوش قسمتی سے نبی کریم کی نبوت ملنے سے پہلے کی زندگی کے سارے حالات محفوظ ہمارے سامنے ہیں۔ عام طور پر بڑے آدمیوں کی زندگیوں کے حالات اس وقت سے شمار کئے جاتے ہیں جس وقت ان کی عظمت تسلیم کر لیجاتی ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس زمرہ میں نہیں۔ ہر ایک طالب بہ آسانی آپ کی اوائل زندگی کے مفصل حالات معلوم کر سکتا ہے۔ جو سفر آپ نے اپنے چچا یا بحیثیت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے سپردکار ہونے کے کئے وہ سب صحیفوں میں مذکور ہیں۔ اس بات میں شک کرنا ممکن ہی نہیں کہ اپنی اخلاقی قابلیت کی وجہ سے آپ اپنی قوم اور ملک میں ایک ممتاز اور ذی اثر آدمی خیال کئے جاتے تھے۔ ایک مشہور سیاح ابو الفیدہ لکھتے ہیں دیانتداری اور خوش خلقی کے تمام لوازمات آپ کی ذات میں پائے جاتے تھے۔ آپ ایک صادق مصدوق انسان تھے اور اس وجہ سے آپ کو الامین کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آپ کے انصاف اور حق شناسی کی ایسی شہرت تھی کہ دور دور سے لوگ آپ سے فیصلہ کروانے آیا کرتے تھے۔ (محمد اور آپ کے پیرو مصنفہ ڈبلیو ارونگ)

اہل تاریخ مندرجہ ذیل واقعہ بیان کرتے ہیں:۔
کعبہ شریف کی متبرک عمارت کو ایک دفعہ آگ لگ گئی۔ اور بعد میں مرمت کرنی پڑی۔ [illegible]

اس بات پر بہت جھگڑا ہوا کہ کس آدمی یا قبیلہ کو یہ عزت دی جائے۔ کہ وہ حجرِ اسود کو اسکی جگہ پر نصب کرے۔ آخرکار یہ قرار پایا کہ جو آدمی دروازۂ الحرام سے سب سے پہلے داخل ہو وہ جو فیصلہ کرے وہ سب کو منظور کرنا پڑیگا۔ خدا کا کرنا کہ سب سے پہلے وہ شخص داخل ہوا جس کو سب عزت اور اکرام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے یعنے الامین محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ خدا تعالیٰ نے اس اوائل عمر میں ہی ایک ہاتھ سے ایک قومی جھگڑے کو مٹا کر جمہوریت کی بنیاد ڈلوانی تھی اور حجرِ اسود کو جمہوریت کا نشان مقرر کرنا تھا جب نبی کریمؐ کو سارا جھگڑا سنایا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ ایک بڑا کپڑا لایا جائے اور حجرِ اسود کو اس پر رکھا جائے۔ پھر آپ نے کہا کہ ہر ایک قبیلہ اپنے میں سے ایک آدمی کو چن لے۔ جب ان سب حکموں کی تعمیل کی گئی تو آپ نے ان منتخب شدہ آدمیوں کو فرمایا کہ وہ سب کپڑے کے کنارے پکڑ کر حجرِ اسود کو اسکی جگہ پر لیجاویں۔ اور اس طرح اس متبرک پتھر کو اسکی جگہ پر رکھنے کے شرف میں ہر ایک قبیلے کو حصہ ملگیا۔ اور اسکے بعد ان سب نے آپ کو اس بات کے لئے چنا کہ آپ حجرِ اسود کو اسکی نئی جگہ میں رکھ دیں +

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو کہ نظم عالم قوت ارادی کا نتیجہ ہے اپنی ذات سے ثابت کر دیا

اگر ہم نبی کریمؐ کی زندگی کو غور سے مطالعہ کریں تو ہم ہرگز انکار نہیں کر سکتے کہ دنیا کا خالق اور حاکم ایک مدبر بالارادہ ہستی ہے۔ ہم یہاں تک تو کہہ سکتے ہیں کہ نظامِ شمسی خدائے مدبر بالارادہ ہونے کی کوئی قطعی اور یقینی دلیل نہیں۔ کیونکہ نہ تو ہم کو یہ بتایا گیا ہے کہ اس نظام کی غرض و غایت کیا ہے۔ اور نہ ہی ہم اسکے وجود میں آنے کی اصلیت سے واقف ہیں۔ سائنسدانوں نے ایک مسئلہ پیش کیا ہے کہ یہ سارا نظامِ شمسی خود بخود اس موجودہ حالت میں ترقی کرکے آگیا ہے۔ اور جب انہوں نے یہ کہدیا کہ نظامِ شمسی بھی اپنے عجیب و غریب نظم کے باوجود کسی مدبر بالارادہ ہستی کا ثبوت نہیں رکھتا تو اس سے بہتر ثبوت مشاہدِ قدرت میں ملنا مشکل تھا۔ لیکن نبی کریمؐ کی ذات واقعی خدا کا ایک مدبر بالارادہ ہستی ہونے کی بین اور قاطع دلیل ہے + ذرا اس وقت کی تاریخ پر نظر ڈالیئے تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ نسل انسانی اس وقت ہر طرف سے جہالت اور گناہ سے بھرپور تھی۔ ہر ایک مذہب میں ملاوٹیں اور بدعات آچکی تھیں +

پروفیسر جے لیک صاحب لکھتے ہیں کہ اس انٹی منطق نے جس کا آخری نتیجہ شرک اور بُت پرستی ہے نہ صرف عیسائی ممالک میں بلکہ دُنیا کے ہر ایک حصّہ میں اپنا رنگ جما یا ہوا تھا۔ یہی نام نہاد کا فلسفہ جس نے سپنوزا کے نام سے نئے سرے سے ترقی حاصل کی۔ اس نے مشرق کی اوائل الہامی کتابوں کو مغلوب کر لیا تھا۔ وسطی اور مشرقی ایشیا کی شامی قوموں میں اس نے بُت پرستی کے از حد قبیح منظر پیدا کر دیئے تھے۔ اور عیسائی ممالک مع یورپ کی شامی اقوام کے اُن سے کچھ کم نہ تھے گویا یُوں کہیئے کہ اُس وقت کی ساری معلومہ دُنیا گناہ اور بد اخلاقی کے اسفل السافلین میں گری ہوئی تھی اور بعد کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے ۔ کہ اس وقت کی غیر معلومہ دُنیا کے باشندے بھی اسی گڑھے میں اوندھے پڑے ہوئے تھے یہود بھی اس عالمگیر وبائی مرض سے بچ نہ سکے اور ان کی رسُومات میں بھی شرک کا رنگ آگیا تھا۔ اور وہ بھی عرب کے مشرکوں کی طرح کعبہ میں منّتیں چڑھاتے تھے۔ جب سائیرس کے بھائی ارٹیکسرکس منیمان نے مائی تھرا اور فیلک کلٹس کی پرستش کا رواج ڈالا تو اس وقت سے اہل فارس کے مذہب میں بدعات آنی شروع ہوگئیں لیکن چھٹی صدی عیسوی میں تو حد ہی ہوگئی۔ جب مزداک صاحب نے یہ وعظ لوگوں کو سُنانا شروع کیا کہ ہر ایک مال وعورتوں میں اس طرح حصہ لینے کا حقدار ہے۔ جس طرح آگ پانی اور گھاس پر سب کا مشترکہ قبضہ ہے ہر ایک آدمی کا حق ہے۔ کہ دُنیا کے نیک و بد سے فائدہ اُٹھائے۔ ملکیت مخصُوصہ ایک ناانصافی اور غیر واجب اصُول ہے۔ ملک فارس کی بعض صحیح فطرتوں نے اس خطرناک اصُول کو ناقابل برداشت سمجھ کر ان سے منہ موڑا اور آخر کار مزدک کو قتل کر دیا گیا۔ تاہم آپ کے اصُول اہل مغرب کے دلوں کو مسخر کر چکے تھے اور ان کا دُور کرنا کوئی آسان بات نہ تھی ✦

اور عرب میں تو بُت پرستی کی حد ہو گئی تھی ۔ قدرت کے ہر ایک منظر کی پرستش کیجاتی تھی ۔ لکڑی ۔ حجر ۔ پتھر ۔ اناج ۔ اور ایسی ایسی چیزوں کو معبود ٹھیرا یا گیا تھا۔ جس کا نام لیتے شرم آتی ہے۔ ہر ایک قبیلہ کے علیحدہ علیحدہ بُت اور مندر تھے اور انسانی قربانی ایک عام رسم تھی ✦

عرب کی تمدنی سیاسی اخلاقی اور علمی حالت دُنیا کے کسی حصہ سے بہتر نہ تھی ۔ اور صحیح تو یہ ہے کہ اس ظلمت اور جہالت کے زمانہ میں سب سے زیادہ جہالت اور ضلالت میں بڑھی ہوئی

اور ہوبہو سکی تھی۔ ان کے آپس کے فساد۔ مار دھاڑ قتل انتقامی جنگ وغیرہ ان سب کی وجہ سے عرب لوگ بڑے قسی القلب ہوگئے تھے۔ شراب خوری۔ زنا اور جوا باعثِ عام تھا ان کا بیان اور گناہ سمجھا ہی نہ جاتا تھا۔ کوئی اخلاقی مذہبی یا تمدنی قانون ان کو روکنے کے لئے نہ تھے۔ شادی یا طلاق کیلئے کوئی حدود یا قیود نہ تھیں۔ حتیٰ کہ بیٹا اپنے باپ کی بیوہ کو بطور ورثہ پاتا تھا۔ اکثر اوقات لوگ یتیم لڑکیوں کا مال خرد برد کرنے کے لئے ان سے شادی کر لیتے تھے۔ اور جونہی کہ مال ان کے قبضے میں آجاتا تو اس بیچاری کو یا تو تن تنہا چھوڑ دیتے اور یا اس سے بدسلوکی کرتے کہ وہ خود ہی تنگ آکر چلی جائے مطلوقہ عورت کسی سے شادی نہ کر سکتی تھی۔ کیونکہ اس سے خاوند کی ہتک سمجھی جاتی تھی۔ اور اکثر اوقات کینہ رکھنے والی عورتیں جب تک اپنے دشمنوں کے خون سے ہاتھ نہ رنگ لیتی تھیں انکو چین نہ آتا تھا۔ غلاموں کے ساتھ حیوانوں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ انسانی قربانی بچوں کو زندہ دفن کردینا۔ خودکشی یہ سب معمولی باتیں سمجھی جاتی تھیں اور آئے دن ایسے جھگڑے ہوجاتے تھے جن کا انجام خونریزی ہوتا تھا۔ اور اکثر دفعہ ایک جلدی سے کہے ہوئے لفظ کا بدلہ خون اور قتل سے لیا جاتا تھا۔ الغرض بقول گبن صاحب اس شرد ع شروع اور ذلیل حالت میں جس کو انسانیت کے نام سے موسوم کرتے ہوئے شرم سی آتی ہے۔ انسان اور دیگر حیوانوں میں چنداں فرق نہ تھا۔ انسان نہ فہم سے کام لیتا تھا نہ نطق سے۔ تمام دنیا کی اس وقت یہ حالت تھی اور خصوصاً عرب ملک کی۔ اور پھر یہ قابلِ شرم حالت کس طرح تبدیل ہوئی۔ نہ تو ایسی حالت کسی اچانک قدرتی منظر سے جسکو ہم اتفاقیہ کہہ سکیں اس سے تبدیل ہوئی۔ اور نہ ہی کسی خارق عادت معجزہ سے ہوئی۔ کہ اس کا نام ہم توہم پرستی رکھ لیں۔ عرب کی حالت اور اس کے ذریعہ سے ساری دنیا کی حالت ایک خاص ارادہ کے ماتحت ہر ایک پہلو سے بہتر کردی گئی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے اس ارادہ کی تکمیل کیلئے عرب کے ملک میں ایک آدمی اصلاح نسل انسانی کیلئے چن لیا۔ لوگ اس آدمی کو خوب جانتے تھے۔ کہ اس وقت اس کی جوانی ڈھل چکی تھی۔ اس کے حالات میں کسی قسم کا خفیہ اسرار نہ تھا۔ جس نے معجزات کو اصلاح کا ذریعہ بنانے سے انکار کیا۔ اور جس نے خدا کی وحی کے مطابق اپنی زندگی ہی میں اصلاح قومی کر کے دکھادی۔ یہ اصلاح ہر پہلو سے کامل تھی۔ اس کا اثر دیرپا اور عالمگیر تھا۔ لیکن ہر ایک

قدم جو اسکے حاصل کرنے کیلئے اُٹھایا گیا بڑے غور و فکر سے اُٹھایا گیا تا کہ کوئی فطرت صحیحہ والا منصف انسان اس بات کا انکار نہ کر سکے کہ یہ سب ایک مُدبّر بالارادہ ہستی کے حکم کے ماتحت ہوا۔ حتیٰ کہ الہام بھی سارا ایکدفعہ نہیں ہوا۔ اگرچہ اس کا اثر دائم اور عالمگیر تھا + آیا وہ اصلاح کامل تھی یا نہیں ہم اس کا اندازہ متعصب عیسائی مُصنّفوں کی تحریروں سے کر سکتے ہیں۔ واشنگٹن ارونگ صاحب عرب کی ناگفتہ بہ اور بیکسی کی حالت کا نقشہ کھینچنے کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ :-

"وہ وقت آن پہنچا تھا جبکہ عرب کی باہم برسر پیکار قومیں ایک جگہ جمع ہوں۔ اور ایک ہی غرض مشترک کو مد نظر رکھیں۔ اس وقت ایک ایسی خداداد استعداد والے کی ضرورت تھی جو ان منتشر اعضا کو اکٹھا کر دے۔ اپنے دلیر اور پُرجوش ولولوں سے اُن کو خوابِ غفلت سے جگائے اور اس اژدہے ریگستانی کا لیڈر بن کر دُنیا کی سلطنتوں کو تہ و بالا کر دے۔ تلاطم مچا دے" +

اِن ھُوَ اِلّا وحیٌ یُوحیٰ

ایک میم صاحبہ میرے پاس تشریف لائیں۔ ان کا خیال تھا کہ ہم مسلم لوگ بھی مغربی عالمان علم الٰہیات کی طرح اپنے مذہب اور اسلامی زندگی کے اصولوں کو زمانہ کی روش اور ضروریات کے مطابق موڑ توڑ لیتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا "باوجودیکہ مغربی علوم اور ترقی تہذیب سے مجھے بڑا گہرا تعلق ہے لیکن میرا یہ لگاؤ میرے لئے کسی طرح اس بات کا مانع نہیں کہ میں قرآن اور اُس کی ترتیب کو خدا کا کلام مانوں"۔ وہ تو یہ سمجھے بیٹھی تھیں۔ کہ جس طرح عیسائیوں کو اب یہ ماننا پڑا ہے کہ موجودہ انجیل کا ہر ایک لفظ اور فقرہ یقینی طور پر جناب مسیح کا فرمودہ یا کلام اللہ نہیں اسیطرح مسلمان بھی قرآن کریم کی بابت اسی قسم کا کوئی عقیدہ رکھتے ہونگے۔ اور بدیں وجہ میرا یہ جواب سُنکر ان کو بہت حیرت ہوئی۔ لیکن جب میں نے کھول کھول کر اس کی تفصیل کی تو ان کا تعجب بہت حد تک جاتا رہا۔ میں نے کہا۔ اگر ایک درخت کو خدا کی صنعت ماننے میں کوئی منطق یا علم طبعی میرا مانع نہیں تو اسی طرح میں ایک کتاب کو بھی خدا کا کلام مان سکتا ہوں کیا ایک درخت اُسی مادہ کی ایک نئی شکل نہیں جو پہلے ہی قدرت میں موجود تھا۔ اگر بعض موجود

عناصر کو ملا کر ایک درخت بنا دینا خدا کی طرف منسوب ہو سکتا ہے تو کس طرح بعض ایسے الفاظ کا جمع کر کے بیچ دینا جو اس دُنیا کی کسی زبان میں پائے جاتے ہوں خدا کا کلام نہیں کہلا سکتا۔ مندرجہ بالا استدلال ہر ایک الہامی کتاب کی بابت کہے جا سکتے ہیں۔ لیکن خدا کے جمع کردہ الفاظ میں صفات ہونی ضرور ہی اور لابد ہیں جو خدائی صنعت کو انسانی صنعت سے تمیز کرتے ہیں۔ میرے خیال میں شہد کی مثال میرے مفہوم کو خوب صاف کر دیگی۔ شہد ایک ایسا مرکب ہے جو مشیت ایزدی کے ماتحت شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رسوں سے تیار کرتی ہے۔ ہم بھی مختلف قسم کے عرق اور شربت پھولوں کے رسوں اور نچوڑ سے بناتے ہیں لیکن جو چیز چھوٹی سی مخلوق اپنے خالق کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کر کے پیدا کر لیتی ہے۔ تمام نسل انسانی کی مجموعہ کوشش بھی پیدا نہیں کر سکتیں۔ خدا کی کتاب یعنی القرآن اس حقیقت کو یوں واضح فرماتا ہے۔ فرمایا:-

واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون ۝ ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربك ذللا یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس ان فی ذلك لایة لقوم یتفکرون (سورۃ النحل آیت ۶۸ و ۶۹) ترجمہ۔ اور تمہارے پروردگار نے یہ بات شہد کی مکھی کے دل میں ڈالی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور لوگ جو اونچی اونچی ٹٹیاں بناتے ہیں اُن میں چھتے بنا۔ پھر ہر طرح کے پھلوں میں سے (ان کا عرق) چوستی پھر اپنے پروردگار کے آسان طریقوں پر چل۔ ان کے پیٹوں میں سے ایک چیز نکلتی ہے۔ جس کے کئی رنگ ہوتے ہیں۔ اور اس میں لوگوں (کی بہت سی بیماریوں) کی شفا ہے۔ بے شک غور کرنے والوں کیلئے اس میں ایک بڑی نشانی ہے"۔

مادی اور جسمانی اشیاء میں سے یہ مثال اس واسطے پیش کی گئی ہے تا کہ بتایا جائے کہ قوانین ربی کا اطلاق رُوحانی دنیا پر بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ اس آیت کے آخری الفاظ خصوصاً قابل غور ہیں۔ فرمایا۔ اسمیں غور کرنے والوں کے لئے ایک بڑی نشانی ہے۔ اگر پھولوں کے رسوں سے ایک ایسا مرکب تیار کرنے کے واسطے جس سے انسانوں کی جسمانی امراض دُور کیجائیں ایک شہد

کی کسی کی وساطت کی ضرورت ہے۔ تو یہ بات کس طرح خلاف قیاس ہو سکتی ہے کہ ایک رسول خدا اعلیٰ رُوحانی اور اخلاقی قوانین کی اطاعت پورے طور پر کر کے بذریعۂ الہام خداان تمام صداقتوں اور اعلےٰ باتوں کو جو دوسرے مذاہب میں پائی جاتی تھیں جمع کر کے اس کا نام قرآن رکھدے +

اگر اس مجموعۂ الفاظ میں تمام صفات ممیزہ موجود ہوں جو عموماً خدا کی دوسری صنعتوں میں نظر آتی ہیں تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کیوں اسکے ہر ایک لفظ ہر ایک فقرے اور اسکی ترتیب کو صنعت الٰہی نہ مانا جائے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ انجیل کی بابت بھی اسی قسم کے الفاظ کہے جاسکتے ہیں لیکن چونکہ بوجہ اس کے نقائص طبعی خود اس کے معتقدین اس کے بعض حصص کو الہامی نہیں مانتے اس واسطے اس پر بحث کرنے کی مجھے چنداں ضرورت نہیں +

جو چیز خدا کی طرف سے ہو وہ اپنی ذات اپنی صفات اور اپنی خصوصیات میں لاثانی ہونی چاہئے۔ کوئی انسان کوئی لاشریک چیز پیدا نہیں کرسکتا۔ جو کتاب کہ خدا کی طرف سے ہونے کا دعوےٰ کرتی ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر رنگ میں نرالی ہو اور سب انسانی تصانیف اسکے آگے ہیچ ہوں۔ القرآن اس قسم کا دعویٰ مندرجہ ذیل آیات میں کرتا ہے۔ فرمایا

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین ○ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۳ و ۲۴ (ترجمہ۔ اگر تم کو ہمیں شک ہو جو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ) پر اُتارا۔ تو اُس جیسی ایک سُورۃ بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمائیتیوں کو بھی بُلالو اگر تم سچّے ہو۔ اور اگر نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو دوزخ کی آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں) +

اسی قسم کا چیلنج سورہ یونس کی اٹھتیسویں آیت میں اور سُورہ ہُود کی تیرھویں آیت میں دیا ہے۔ اور سورۃ بنی اسرائیل کی اٹھارہویں آیت میں تو سارے بنی نوع انسان کو قرآن کی مثل کوئی صحیفہ پیش کرنے کے نا قابل ٹھیرایا ہے۔ اور ایک الہامی کتاب کا دعویٰ ہونا بھی یہی چاہئیے۔ یہی ... ے آید سیب ایک پھول ایک دانے ایک گھاس کے تنکے کی بابت کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر قدرت کی ان اشیا کی ساخت بوجہ ان کے لاثانی اور بے نظیر ہونے کے

خدا کی طرف منسوب کیجا سکتی ہے تو ضروری ہے کہ ایک ایسی کتاب جس کا طرز بیان ہر رنگ میں ناقابل نقل ہو۔ اس کا منبع بھی کوئی لاشریک ہستی ہو۔ مجھے اسباب کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ عربی علم ادب میں کوئی کتاب آج تک قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکی۔ اور اسکی طرز بیان کو اعلےٰ ترین معیار زبان سمجھا گیا ہے۔ خود اس کے دشمنوں نے بے اختیارانہ اسکی تعریف کی میرے خیال میں اس موقعہ پر بعض عیسائی مُصنّفوں کی رائے کو لکھ دینا غیر محل نہ ہوگا +

"یہ بات تو پورے طور پر مسلم ہے کہ قرآن کی زبان بڑی پاک اور فصیح ہے۔ اور بلا شبہ عربی زبان کا معیار ہے"۔ (جارج سالے)

قرآن کریم کے مضامین میں کثرت سے ایسی خوبی اور زور کا اظہار پایا جاتا ہے جو کہ عموماً شاعرانہ خیالات کے اظہار میں ملتا ہے۔ اِس لطیف زبان کیلئے اس سے بہتر کوئی تمہید نہیں ہوسکتی جو آنحضرت کے فصیح کلام میں پائی جاتی ہے۔ جن کی زبان نہایت پُرزور اور اعلےٰ درجہ کی شستہ ہے قرآن کی زبان اعلےٰ ترین عربی سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کا طرز بیان اسقدر دلفریب ہے اور اسکی مُقفّٰی عبارت ایسی خوبصورت ہے کہ آج تک اسکی کوئی مثل پیش نہیں ہوسکتی" (پاپولر انسائیکلوپیڈیا +)

"قرآن کے محاسن اور فصاحت کا ایک نمونہ بھی کوئی عربی خواں کسی اور تصنیف سے پیش نہیں کر سکتا۔ لائق سے لائق اور ہوشیار سے ہوشیار مصنف بھی اس قسم کی عبارات اپنی مرضی سے نہیں لکھ سکتا" (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا) +

یہ کتاب ایک ایسے وقت پیش کی گئی جبکہ عرب میں فصاحت اور بلاغت کی حد ہوگئی تھی عربی لٹریچر کے لئے یہ ایک زرّین زمانہ تھا۔ اور بڑے بڑے قابل آدمی اپنی تصانیف و اشعار میں ایکدوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے قرآن کی اعجاز نما فصاحت کو دیکھا کہ وہ کس قدر مُدلل اور پُر حکمت تھی۔ اور جو کہ عموماً ایک محض ناخواندہ اُمّی کی زبان سے ایک بیہوشی کی حالت میں نکل جاتی تھی تو انہوں نے سرِ تسلیم خم کیا اور اسکی بلاغت کے قائل ہوگئے نزول قرآن کے وقت سے لیکر آج تک قرآن کا یہ دعویٰ کہ میری مثل اور نظیر نہیں پیش کیجا سکتی بالکل سچّا اور محکم رہا ہے +

نیز خدا کی طرف سے جو کتاب ہو لازمی ہے کہ اس میں کچھ ایسے علوم ہوں جو انسانی احاطۂ طاقت سے باہر ہوں - قرآن اس قسم کے علوم سے بھرا پڑا ہے - اور مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر میں ایک مثال پیش کرتا ہوں - فرمایا

وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتبعھم فرعون وجنودہ بغیا وعدوا حتٰی اذا ادرکہ الغرق قال امنت انہ لا الٰہ الا الذی امنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین ءالئٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک اٰیۃ وان کثیرا من الناس عن اٰیٰتنا لغفلون (سورۃ یونس آیت ۹۰ تا ۹۲) (ترجمہ - ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اُتار دیا - پھر فرعون اور اسکے لشکریوں نے سرکشی اور شرارت کی راہ سے ان کا پیچھا کیا - یہاں تک کہ جب فرعون پر (پانی) آ پہنچا تو لگا کہنے کہ اب مجھ کو یقین آ گیا جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے - اُس کے سوا کوئی معبود نہیں - اور اب میں (اسی کے) فرمانبرداروں میں ہوں - (خدا نے فرمایا) کیا اب (ایسے وقت میں ایمان) اور (تیرا حال تو یہ تھا کہ اس سے) پہلے برابر نافرمانی کرتا رہا اور تو مفسدوں میں سے ہے - اور آج تیرے بدن کو ہم (پانی میں تہ نشین ہونے سے) بچا دینگے - تاکہ جو لوگ تیرے بعد آویں ان کیلئے نشانِ عبرت ہو - البتہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں) +

مندرجہ بالا آیات کے آخری حصے میں بعض ایسے واقعات کا ذکر ہے جن کا پتہ بائبل یا تاریخ کی کسی اور کتاب میں نہیں ملتا - ان میں صاف لکھا ہے - کہ فرعونِ موسیٰ کی لاش پانی میں گم نہیں ہوئی - بلکہ اس کو ساحل پر پھینکدیا گیا تھا - اور آج کل کی تحقیق سے ثابت ہو گیا - کہ فرعونِ موسیٰ کی نعش مصر کے ممیز٭ میں محفوظ پڑی ہے - یہ بات تو حال ہی میں معلوم ہوئی ہے اور نبی کریم کو اس کا علم قطعاً نہیں ہو سکتا تھا - کیا یہ علمِ غیب کی ایک بیّن دلیل نہیں جو کسی ایسی کتاب میں نہیں پایا جاتا جو انسانی دماغ سے لکھی گئی ہو - بلکہ صرف اس کتاب میں پایا جا سکتا ہے جو عالم الغیب کی طرف سے نازل ہوئی ہو +

٭ مصر میں یہ قاعدہ تھا کہ لاشوں کو مصالحہ لگا کر رکھ چھوڑتے تھے - اس قسم کی نعشوں کو جو مصالحہ لگا کر سوکھی ہوئی ہوں ممیز کہتے ہیں +

مسئلہ ارتقائے انسانی

صحیفۂ ارتقا

صحیفۂ قدرت کا کوئی سا صفحہ مطالعہ کرو تو ہر جگہ ترقی اور فلاح کا قانون بڑے شوخ حروف میں لکھا ہوا پاؤ گے۔ کائنات کا ہر ایک ذرہ رو بترقی ہے۔ اسمیں کچھ اس قسم کی خداداد استعدادیں رکھ دی گئی ہیں کہ وہ خود بخود اپنے کمال کی طرف ترقی کر رہا ہے۔ ایک بیج کچھ مدت کے بعد پودہ بن جاتا ہے۔ پھر وہی ترقی کرتے کرتے درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور پھر ایک شجر بارور بن جاتا ہے۔ گویا کہ قدرت کی بادشاہت میں ہر چیز رو بترقی ہے۔" ایک گھونگے سے لیکر ایک کلیسیا تک۔ گھاس کے تنکے سے لیکر ایک عظیم الشان شاہ بلوط کے درخت تک جگنو کی خفیف سی چمک سے لیکر بجلی کی ضو تک ایک جھینگر کی آواز سے لیکر اعلےٰ سے اعلےٰ مقدس راگ تک غرض مادہ اور طاقت مختلف صورتوں اور خاص تقسیموں کے مطابق ہر وقت ایک غیر منتہی ترقی کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ قدرت کی کوئی چیز ساکن یا تنزل کرنیوالی نہیں +

قدرت کے جسقدر منازل موجودہ سائنس نے معلوم کئے ہیں۔ ان سب میں ترقی اور بڑھنا پایا جاتا ہے۔ یہ جس قدر مناظر قدرت ہمارے مشاہدہ میں آتے ہیں۔ اور علاوہ ازیں وہ جن کو ابھی ہم نے معلوم کرنا ہے یہ سب اس وسیع عنصر کے ہر ذرہ میں قدرتی اور پیدائشی طور پر موجود ہیں۔ جس کو ایتھر کہا جاتا ہے۔ اور جو تمام کائنات پر احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ یہ ذرات جب ایک خاص نسبت سے جمع ہوتے ہیں تو ان سے برقی جوہر پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور انہی برقی جوہروں کے مختلف متناسب اجتماعوں سے مادہ کے ذرات پیدا ہو جاتے ہیں جن سے تمام مادی عالم بنا ہوا ہے۔ جسکے بعد زندگی آتی ہے جو خود گو مادہ یا طاقت نہ ہو لیکن اسکی ترکیب مادہ اور طاقت کی انفعالی قوت کے بغیر کوئی کام نہ دے سکتی تھی۔ یہی صورت جب اور ترقی پذیر ہوتی ہے۔ تو اس سے دماغ پیدا ہوتا ہے جو دل کے تفکرات کے لئے جسم کا کام دیتا ہے۔ پھر اسی کی مزید ترقی سے احساس پیدا ہوتا ہے۔ جو آخر کار علم اخلاق فلسفہ اور مذہب کی اعلیٰ درجہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ دل جس کو عام گفتگو میں روح کہہ دیا جاتا ہے۔ خواہ ایک الگ ہستی ہو یا اس مادی کرہ پر ارتقا کے

آخری مرتبہ ہی کا دوسرا نام ہو۔ اس سے ہماری بحث پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اور نہ ہی اس اختلاف رائے سے اس رائے سے اس مسئلہ پر کوئی زد پڑتی ہے۔ کہ ہر ایک ذرہ قدرت رُو بہ ترقی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بیرونی طاقتوں کے قابو میں ہو لیکن یہ بیرونی اشیا کچھ بھی فائدہ نہ دے سکتیں۔ اگر مادے میں طاقت قبولیت نہ ہوتی۔ ایسے خواص رکھے گئے ہیں۔ کہ وہ ترقی کرے نہ کہ تنزل۔ مخلوق کی ہر ایک چیز اس طرح پر بنائی گئی ہے کہ وہ ترقی کرتے کرتے اپنی حد قابلیت کے اندر کمال حاصل کرے۔ اس سے نہ صرف اس غلط عقیدہ کا ازالہ ہو جاتا ہے کہ انسان زوال پذیر ہے اور اپنے اعلےٰ مقام سے گر رہا ہے۔ بلکہ عیسائی مسئلہ نجات کا بطلان بھی اسی ایک بات سے ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے عقائد ہر قسم کی ترقی کے روکنے کے علاوہ تمام علمی اور سائنس کی صداقتوں کے خلاف ہیں۔ کائنات میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو اپنی ابتدائی حالت میں کمال کو پہنچی ہوئی ہو۔ آہستہ آہستہ درجہ بدرجہ ترقی کرنے سے منزل کمالیت حاصل ہوتا ہے۔ نجات یعنی انسانی زندگی کے مقصد اعظم کا حصول کفارہ نہیں ہے۔ خدا کی کسی مخلوق میں کوئی پیدائشی اور قدرتی نقص نہیں ہو سکتا۔ نقص تو ا... پیدا ہوتا ہے +

یہ ایک مسلم صداقت ہے اور قدرت کا ذرہ ذرہ اسکی شہادت دے رہا ہے۔ اور ہم یہ جب انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور خود اپنے اندر ایک چھوٹی سی دنیا رکھتا ہے بھلا اسکی ساخت کس طرح اس قاعدے کے خلاف ہو سکتی ہے۔ اگر وہ اپنی قدرتی بزرگی میں یا اپنی ترقی کرنے کی قابلیت میں شک کرے تو وہ گویا اپنی فطرت اور ساخت کے خلاف کام کرتا ہے۔ انسان کو بہترین مخلوق اور صانع حقیقی کی اعلیٰ ترین صنعت قرار دیا گیا ہے تو کیا یہ لازمی نہیں کہ اسکے قوے اور قابلیتیں بھی سب سے افضل ہوں۔ اسکی یہ استعدادیں اپنے کمال تک پہنچ جاویں تو اس کا درجہ اپنے خدا اور خالق کے سوا کسی سے کم نہ ہو۔ یہ سب وجوہ اسقدر صاف اور کھلے تھے کہ ان سے کوئی غلط نتیجہ اخذ کرنا قریباً محال تھا لیکن پھر بھی دنیا کو یہ معمولی سی بات سمجھنے میں ہزاروں برس لگ گئے۔ اور مذہب اگر وہ خدا کی طرف سے ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ سمجھا کر ہماری رہبری کرے۔ کیونکہ الہام الٰہی کا اولین مقصد یہی ہونا چاہئے +

مٹی کے ناچیز اور سیاہ ڈھیلوں کو جب انسانی فہم کے ماتحت کام میں لایا گیا تو بہشت جیسے باغات اس سے پیدا ہو گئے۔ سائنس اور علوم نے ہماری مدد کی اور اس دنیا کے جسمانی حصے کو فرحت دہ اور مقام عیش بنا دیا لیکن سائنس کوئی چیز خود پیدا نہیں کر سکتی۔ مخلوق میں ہر ایک چیز موجود تھی۔ اور جب اسکے خاص قوانین پر عمل کیا گیا تو اس کا ثمرہ مل گیا۔ سائنس کا کام صرف اسقدر ہے کہ وہ ان قوانین کو معلوم کرے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان جو اعلیٰ سے اعلیٰ اور افضل سے افضل قوے کا مرکز ہے کیا وہ جسمانی مملکت کے باہر بھی کوئی

قابل قدر ترقی کر سکتا ہے یا نہیں یقیناً وہ کر سکتا ہے بشرطیکہ اسکو نور ہدایت اور صداقت ملجائے اور الہام الٰہی کی ضرورت اور غرض صرف اسی قدر ہو سکتی تھی - کہ وہ اس نور کو مہیا کرے - اور وہ صحیفہ یا کتابیں جو یہ غرض پوری نہ کر سکیں - ان کی غرض قصے کہانیوں کی کتابوں سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی - کلیسیائے مغربی کے پاس بھی رومن یونانی اور ہندو قصے کہانیوں سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں جس کے ذریعے سے ایک بچہ ترقی پاکر ایک انسان بنتا ہے - اور اگر چند قصے کہانیوں کے علاوہ کتب سماوی میں کچھ نہ تو بھلا اسمیں خدائی ہاتھ یا الہام کی کیا ضرورت تھی لیکن بدقسمتی سے اعتقاد فاسدہ نے مذہب کا منصب لے لیا - اور لوگوں کو گمراہی اور ضلالت کے گڑھے میں ڈالدیا اندھی تقلید اور ایمان بلا فہم سے انسانی دماغ اور ذہن بالکل زائل ہو گئے - توہم پرستی نے بھی خوب غلبہ پایا - اور بہت سی قوموں نے اس قسم کے عقائد اور اصول اختیار کر لئے جن کے ماننے سے نہ صرف عقل و فہم کو خیرباد کہنا پڑا بلکہ جو ان کے زوال اور بربادی کا باعث ہوئے - انسان جس کو اشرف المخلوقات بنایا گیا تھا - وہ خود اپنے زعم میں حقیر اور ذلیل ہو گیا - اور جس کو قدرت کا حاکم بنایا گیا تھا وہ اپنی محکوم قدرت کے ذرات کا شکار ہو گیا - ان حالات کے ماتحت یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں کہ مذہبی ترقی کے ابتدائی منازل میں انسان کا میلان شرک اور بت پرستی کی طرف ہو گیا - مذہب کی ستار پر افریقہ کے حبشیوں سے لے کر یورپ کے مہذب عیسائیوں تک ان سب نے سنگ پرستی سے لیکر آدم پرستی تک جتنی سُریں تھیں وہ سب کی سب بجائیں اور اس کے علاوہ اور کوئی نتیجہ ہو ہی کیسے سکتا تھا جبکہ انسان کو یہ یقین دلا دیا گیا - کہ وہ گناہ کے قعر عمیق میں گرا ہوا ہے - اور گناہ کو انسان کا فطرتی خاصہ سمجھا گیا - کہ ایک بڑے آدمی کی موت کی بابت جو تاریخی قصے ہیں اگر ان پر ایمان نہ لاؤ گے تو ابدی جہنم اور نار دوزخ میں جھونک دیئے جاؤ گے - اس سے بڑھ کر مایوس کن اور ہمت کی کمر توڑنے والی اور کونسی بات ہو سکتی تھی - پیدائشی گنہگار ہونے کا خیال ہی تمام انسانی ترقیات کو روک دینے کیلئے کافی ہے - اس سے تو سارا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور کوشش کرنے یا ہاتھ پاؤں مارنے کے خیال پر سراسر پانی پھر جاتا ہے +

کفارہ پر ایمان لانا خود اپنی ہتک کرنا ہے

اگر ہم کفارہ پر ایمان لے آویں تو ہم خود اپنی نظروں میں ذلیل ہو جاتے ہیں - یہ تو ساری

نسل انسانی کی عزت پر بٹہ لگانے والی بات ہے۔ کفارے پر ایمان لانے سے پہلے ضروری ہے۔ کہ ہم انسانی فطرت کو بہت ہی ذلیل اور گراہوا مان لیں۔ اور اگر ہم پیدائشی طور پر اس قدر گرے ہوئے نہیں تو ہم کو کفارے کی کیا ضرورت ہم اس سے بالاتر ہیں تو ان دعووں اور نہموں کا منطق ذرا بھی سمجھ میں نہیں آتی جو ایک طرف تو انسان کو خدا کی تصویر مانیں اور ساتھ ہی یہ بھی مانیں کہ انسان فطرتی طور پر گنہگار ہے۔ اس بات سے قطع نظر کرکے کہ یہ دو باتیں متضاد ہیں۔ اور ان کا جمع کرنا عقل صحیح کا کام نہیں ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا اس قسم کے الفاظ اور عقائد سے ذات باری تعالےٰ کی توہین نہیں ہوتی۔ اگر ہم انسان کو جو خدا کی تصویر اور خلیفہ بنایا گیا ہے۔ فطرتی اور پیدائشی گناہگار مان لیں تو نعوذ باللہ من ذٰلک خدا کی کیا عزت و وقعت ہمارے دل میں باقی رہیگی۔ اس قسم کے عقائد کے ہوتے ہوئے کسی قسم کی ترقی کرنا سخت محال اور ناممکن ہے۔ اور مغربی ممالک میں ایسا ہی ہوا۔ جب تک اہل یورپ پر کلیسیا کا غلبہ رہا انہوں نے کوئی ترقی نہیں کی۔ ہر قسم کی اصلاح کی راہ میں کلیسیا سب سے زیادہ روک اور دافع تھا علوم اور سائنس کا گلا گھونٹنے کے لئے کلیسیا نے ازحد کوشش کی۔ وہ یہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ نور علم گرجا کی چار دیواری سے باہر جائے۔ جب کبھی کوئی ایجاد کی جاتی تو اسکو جادو اور چالاکی سے منسوب کرکے لوگوں کو اس سے الگ رکھا جاتا۔ الغرض یورپین تہذیب کی تاریخ میں جہاں کہیں کوئی ترقی کا زینہ حاصل ہوا وہیں پر کلیسیا نے اسکی سخت مخالفت کی۔ لیکن ہم یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ کلیسیا اپنی تعلیم کے مطابق حق بجانب تھا۔ ان کا ایمان تھا۔ کہ آدم کے گناہ کی وجہ سے انسان اپنے درجہ اعلےٰ سے ہمیشہ کیلئے گر گیا اور خون مسیح کے سوا اسکی نجات ناممکن ہوگئی ہے۔ سینٹ پال صاحب لکھتے ہیں۔ جس طرح ایک آدمی کے گناہ کی وجہ سے تمام انسانوں پر سزا اور لعنت کا فتویٰ چسپاں ہوگیا اسی طرح ایک آدمی کی نیکی سے تمام انسانوں کے لئے نجات کا حکم جاری ہوگیا پس جب ایکدفعہ مسیح کے خون پر ایمان لانے سے نجات کا ملنا یقینی ہوگیا۔ تو اب ان کا فرض تھا۔ ان تمام علوم کو دباتے اور بڑھنے نہ دیتے جو اس عقیدے کو باطل ٹھیرائیں یا متزلزل کردیں +

مذہب کی بابت باطل خیالات اور عقائد فاسدہ ترقی کے لئے سم قاتل ہیں

پس مذہب نے جو صورت یورپ میں اختیار کی وہ اس انسانی ترقی کے لئے روک بن گئی جو انسان کا

مقصد اعلیٰ دادلے ہونا چاہئے تھی۔ اسیطرح دوسرے ممالک میں بھی الہام الٰہی جیسی نعمت عظمےٰ کی قدر صحیح طور پر نہ کی گئی۔ خدا کو پہچان لینے اور اس کی پرستش کرنے کو انسانی زندگی کا مقصد قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ اس سے انسان بہت ترقی کر سکتا ہے۔ یہ سب سچ ہے۔ لیکن یہ کیسے معلوم ہو کہ خدا کا عرفان اور اسکی پرستش کیا چیز ہے اور کس طرح حاصل ہوتا ہے۔ اگر خدا کا عرفان صرف اسکو کہتے ہیں کہ ہم خدائے احد کی ہستی پر ایمان لے آئیں اور عبادت اسکو کہتے ہیں کہ ہم اسکو بعض صفات کا ظاہر کا ہو الامان لیں جیسا کہ بہت سے مذہب اپنے پیرووں کو سکھاتے ہیں۔ تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس عقیدے یا علم سے ہماری ترقی میں کونسا اضافہ ہو جاتا ہے علاوہ ازیں اس سے تو کسی خاص مذہب کو برتر سمجھ کر اختیار کرنے کا اصول ہی مفقود ہو جاتا ہے۔ اور بت پرستی اور شرک کی ہر ایک شکل مہذب دنیا کے اکثر مذاہب کے متوازی اور برابر ہو جاتی ہے۔

اہل ہند کی جدید بت پرستی اور اہل مغرب کی انسان پرستی

موجودہ زمانے کا بت پرست جب ایک مورتی کے آگے سجدہ کرتا ہے۔ تو وہ پتھر اس کے زعم میں ایک اوتار کے قائمقام ہوتا ہے جس کا ظہور قدیم زمانے میں ہوا جس نے اپنے وقت میں بڑے بڑے معجزے اور انسانی طاقت سے بالا کام کر کے دکھائے اور جس نے لوگوں کو ہدایت کی اور اسیو جہ سے وہ خدا کہلایا مغرب میں دو ڈن یعنی تھار اور جیوپیٹر اور ہندوستان میں رام و کرشن یہ سب انسان تھے۔ جن کو دنیا کے مختلف حصوں میں خدا نے خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ اپنے اپنے وقت میں ان سب میں اس قسم کے اوصاف پائے جاتے تھے جو انسانی قوے سے بالا معلوم ہوتے تھے۔ اس زمانے کی جہالت اور حسن عقیدت یا مبالغہ آمیز محبت نے صفات الوہیت بھی ان کی طرف منسوب کر دیں۔ اور آہستہ آہستہ انکی پرستش شروع ہونے لگ گئی۔ جب یہ بزرگ وفات پا گئے تو ان کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے ان کے مجسمہ اور بت بنا لئے گئے۔ ایک آدمی جو جناب کرشن سے دعا مانگے یا ان کی استعانت چاہے اور اپنے دل میں ہندوؤں کے خدائے واحد کا تصور باندھ لے۔ کیا اس آدمی میں کوئی فرق ہو سکتا ہے۔ جو فعل تو یہی کرے۔ لیکن کامل توجہ کو مبذول کرنے کیلئے اور تمام خیالات کو اس کی طرف منتقل کرنے کے لئے جناب کرشن کی مورت اپنی جسمانی آنکھوں کے آگے رکھ لے عقل تو ان دونوں میں فرق کرنے سے عاجز ہے +

رومن کلیسا بہتر اور افضل ہے

اور اسی وجہ سے ہم ہمیشہ رومن کیتھولک صاحبان کی عیسائیت کے زیادہ مداح ہیں۔ اگر آپ مسیح کو خدا مانتے ہیں یعنی مستجاب الدعوات جانتے ہیں۔ اسکی استعانت پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور جب کبھی حضور بارگاہ میں خلوص نیت سے متوجہ ہونا چاہتے ہیں تو مسیح کا تصور باندھتے ہیں تو اس سے تو یہی بہتر اور افضل تر ہے کہ مسیح کے مجسمہ یا اسکی مورت کو سامنے رکھ لیا کریں۔ تاکہ کامل توجہ دینے میں آسانی ہو جائے۔ اور اگر چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو ان دو میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اگر رومن کیتھولکس مسیح اور اسکی والدہ ماجدہ کے مجسمہ سامنے رکھنے کی وجہ سے مشرک کہلا سکتے ہیں تو پراٹسٹنٹ ان سے کچھ کم نہیں جو دعا کرتے وقت یا نماز پڑھتے وقت وہ بھی اسی قسم کی بت پرستی میں حصہ لیتے ہیں۔ خیر سوال تو یہ تھا کہ جب ذہن کی [illegible] کے مجسمے کو آگے رکھ کر یا خیالی تصور باندھ کر کرتے ہیں تو کس طرح یہ طرز عبادت ہماری ترقی اور تہذیب کو درجہ عروج پر پہنچاتی ہے۔ فرض محال ہم اگر یہ بھی مان لیں کہ جناب کرشن یا جناب مسیح کو خدا کا اوتار ماننے سے خدا کو دیکھنے اور ملنے کی خواہش جو ہر دل میں جاگزین ہے پوری ہو جاتی ہے۔ تو ان دیگر جذبات کو کیا کریں جو اسکے علاوہ انسان میں رکھے گئے ہیں مثلاً جذبہ محبت۔ جذبہ اخلاق۔ روحانی جذبہ وغیرہ۔ آخر ان کی تکمیل کرنے اور ترقی دینے کیلئے بھی تو کوئی سامان ہونا چاہیئے تھا۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ایک خیال ہمارے دل میں گذرتا ہے۔ اور پھر ہم اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں لیکن کسی انسان کو خدا کا مظہر یا اوتار ماننے سے ہمارے خیالات یا افعال پر کونسا اثر پیدا ہو سکتا ہے۔ کسی ایک انسان کی پرستش کرنے سے ہمارا علم یا ہماری تہذیب میں کونسی ترقی ہو سکتی ہے۔ الغرض یہ کہنا کہ الہام الٰہی کی غرض صرف اسقدر ہے کہ چند باتیں خدا کی ذات کے متعلق بتا دی جائیں اور کچھ عبادت کی طرزیں سکھائی جائیں بہت ہی کچی اور غیر تسلی دہ سی بات معلوم ہوتی ہے۔ خدا غنی حمید ہے اسکو ہماری عبادت کی کیا پرواہ ہے ہماری تہلیل یا تسبیح سے اسکی عظمت یا جلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا

انسان کیلئے اپنی اصلاح کرنا ہی بہترین تسبیح ہے۔

حقیقی تسبیح تو یہی ہے کہ ہم وہ غرض پوری کریں جس کیلئے انسان جیسی اعلیٰ اور اشرف مخلوقات پیدا کی گئی اور الہام کو انسان کی مدد کیلئے آنا چاہیئے تھا۔ تاکہ وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے قابل ہو جائے جس کیلئے اسکو دنیا میں بھیجا گیا۔ خود اپنی اصلاح ہی ایک انسان کی بہترین تسبیح ہے اور جو مذہب اس بات کو فرض اولین کر کے

بتلائے وہ تو برائے نام مذہب ہے اور سراسر دھوکا ہے +

ہر ایک انسانی نظم کی غرض و غایت ترقی اور کمال کو پہنچانا ہی سمجھی جاتی ہے تو پھر وہ نظم جس کا بانی مبانی خود خدائے قیوم ہو اسکو تو سب سے بڑھ کر اس منزل مقصود پر پہنچانیکی فکر کرنی چاہئیے کیا اب اس بات کا کافی ثبوت نہیں ملگیا کہ ہماری فطرت میں ترقی کرنیکی لاانتہا استعدادیں موجود ہیں تو پھر وہ مذہب یا وہ صحیفہ جو اس مقصد اعلیٰ کے حصول کا کوئی راہ نہ بتائے ہم کس طرح اسکو آسمانی اور الہامی مان سکتے ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اکمل در درجہ پر قرآن پاک اس راز سربستہ کا انکشاف ہوا منجملہ آیات قرآنی جس حصے کے اختتام پر ہیں جسکو ایک قسم کی تمہید یا دیباچہ کہنا چاہئیے فرمایا

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون ۔ اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون (سورۃ البقرہ آیت ۳ و ۴) ترجمہ ۔ اور وہ جو ایمان لاتے ہیں جو تجھپر اترا اور جو تم سے پہلوں پر اترا اور آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے رستے پر ہیں اور یہی مراد پائیں گے +

یہ بات بھی غور کے قابل ہے کہ قرآن نے مفلحون کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا مادہ فلاح ہے اور اسکے معنی کامیابی اور مخفیہ استعدادوں کا ظہور میں آنا ہے پس قرآن نے الہام الٰہی کی غرض خواہ وہ الہام نبی کریمؐ پر ہوئے یا ان سے پہلے نبیوں پر مندرجہ بالا آیات میں یہی فرمائی ہے کہ انسان کی استعداد کامل ظہور پائیں ۔ بیشک قرآن پہلی کتابوں پر ایمان لانا بھی ضروری قرار دیتا ہے لیکن ان کا حقیقی اور اصلی ہونا اسی بات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کس حد تک انسانی قویٰ کو ترقی دینے والے ہیں ہم تمام دنیا کے انبیا کے صحیفوں کو مانتے ہیں لیکن جب تک انمیں انسانی استعدادوں کی نشوونما کے راہ نہ پائے جائینگے ۔ انکے اصلی یا حقیقی ہونیکے قابل نہیں ہو سکتے علیٰ ہذا القیاس تمام وہ عقائد اور اصول جنہیں لوگوں نے انکی طرف منسوب کر دئیے ہیں ۔ انکو بھی ہم اسوقت تک قابل اعتماد نہیں مان سکتے ۔ جب تک وہ انسان کی اصلاح میں نمایاں مدد نہ دیں ۔ قرآن شریف کی پہلی آیت میں اللہ کا ذکر

رب العالمین

سے کیا گیا ہے ۔ یہ جملہ دو لفظوں کا مرکب ہے رب اور عالمین عالمین تو عالم کی جمع ہے جس کے معنے دنیا جہان ہے لیکن لفظ ربوبیت کچھ باتیں اپنے اندر لئے ہوئے ہے جسمیں نشوونما کرلے ۔ پالنے اور پرورش کرنے کے علاوہ تربیت کرنے مکمل کرنے اور عروج دینے کا مفہوم بھی آجاتا ہے امام راغب لفظ رب کے معنے یوں فرماتے ہیں "کسی چیز کی تربیت اس طرح پر کرنا کہ وہ یکے بعد دیگرے مختلف مدارج و منازل طے کرتا ہؤا اپنے کمال کو پہنچ جائے" + گویا کہ تمام مخلوقات کا قیام صفت ربوبیت کے ماتحت ہے ۔ جس نے نہ صرف پرورش اور زندگی کے سامان مہیا کئے بلکہ

پہلے ہی سے اس قسم کی استعدادیں اور ان کے ظہور کے ذرائع و اسباب پیدا کر دیئے تاکہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جائے یعنی تمام پوشیدہ استعدادیں و قویٰ ظاہر ہو کر اصلیت کی شکل اختیار کریں (اقتباس از انگریزی ترجمۃ القرآن از مولینا حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی) گویا کہ خدا کی آخری الہامی کتاب نے شروع ہی میں ہمکو ایسے خدا کی پرستش سکھائی جو ہماری تکمیل نفس میں ہمارا ناصر و مددگار ہے۔ یہ جملہ رب العالمین یعنی تمام مخلوقات کی تکمیل کرنیوالا ہم کو کائنات کے مختلف مناظر اور انکی ترقی کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ قدرت کے ہر ایک ذرہ کی خلق اور پرورش کے علاوہ اسکی تکمیل بھی رب العالمین ہی کے ہاتھ میں ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہر ذرہ ترقی کر سکتا ہے اس میں ایسی استعدادیں موجود ہیں جن کا پتہ ابھی انسان کو نہیں لیکن حالات موافق ہوتے ہی وہ اپنے کمال کیطرف قدم اٹھاتے ہیں۔ کیا یہ اسقدر وسیع مشاہدہ بھی ہم کو اپنی فطرت اور اپنی تکمیل کی طرف توجہ نہیں دلاتا۔

معبود

بعض کا قول ہے کہ خدا کی عبادت شکریہ ادا کرنا اور اسکی پاکی بیان کرنا ہے۔ اور اس کا طریقہ بعض مقررہ الفاظ کا دہرانا یا بعض صفات الٰہی کو بعض حرکات جسمانی کے ساتھ بیان کرنا ہے۔ اگر ہم یہ خیال کریں کہ خدا ان حرکات جسمانی سے یا کوئی تعریف کے الفاظ سنکر خوش ہوتا ہے تو گویا ہمنے خدا کی بڑی سخت ہتک کی۔ اور اسکو ایک معمولی فریف انسان کے برابر بھی نہ سمجھا۔ اگر صرف منہ سے شکریہ کرتے رہو اور لفظوں سے خدا کی عظمت بیان کرتے رہو۔ اور ان الفاظ کے مطابق کوئی عمل نہ کرو۔ تو حیف ہے ایسی نماز اور دعا پر۔ یہ تو سراسر ظاہرداری اور فریب ہی ہے حقیقی اور سچی عبادت تو وہ ہے جسمیں یہ کوشش کیجائے کہ انسان صفات باری تعالیٰ کا مظہر بننے کی کوشش کرے۔ خدا سے دعا مانگنے کا اصلی مفہوم ہی یہی ہے کہ ان حالات کو پیدا کیا جائے جس کا نتیجہ خدا کی ان صفات کا ظہور ہو جن کا ذکر ہم اپنی دعا یا نماز میں کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنی دعاؤں میں خدا کو ارحم الرحمین کہکر پکارتے ہیں تو اس کا مدعا صرف اسقدر ہے کہ ہم اپنے آپ کو رحم کے قابل بنائیں۔ اور خدا کا رحم ہم پر نازل ہو۔ اگر ایک مسلم اپنی نماز کو رب العالمین یعنی خالق پرورش کنندہ تربیت دہندہ تکمیل کنندہ کہکر شروع کرتا ہے تو اس سے یہی مطلب تھا کہ وہ سوچے کہ مجھ میں کونسی استعدادیں موجود ہیں۔ اور جن کی تکمیل مجھے رب سے مانگنی چاہیئے۔ اور لفظ رب یعنی تکمیل کنندہ ہمکو اسبات کی ڈھارس دیتا ہے کہ ہم اگر اس کام کو شروع کریں گے۔ تو خدا ضرور ہماری مدد کریگا۔ پس خدا کا آخری الہام آج سے تیرہ سو برس پہلے وہ صداقت لیکر آیا جو آج بیسویں صدی عیسوی میں آکر لوگوں اور سائنس دانوں کو معلوم ہوئی ہے۔ اس نے تو کفارے کو جڑھ سے اکھاڑ پھینکا اور خود تکمیل نفس کی کوشش شروع کرا دی۔ اور نسل انسان کیلئے اس سے بڑھ کر اور کونسا بہتر راستہ صلاحیت اور کامیابی کا ہو سکتا تھا۔ کفارے کا عقیدہ اگر سچ بھی ہو تو اس کا نتیجہ اور فائدہ تو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بہی خواہانِ اسلام و مسلم مشن ووکنگ

سے

اپیل

مکرم بندہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جو کچھ کام اس وقت تک ووکنگ مسلم مشن خدمت اسلام کا فرض ادا کر چکا ہے۔ جو کچھ آئندہ کر رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اور نہ اس کی ترقی و کامیابی کسی مبالغہ آمیز تحریر کی محتاج ہے۔ اب اس مشن کو قائم ہوئے چھٹا سال گذر رہا ہے۔ اور محض فضل ایزدی سے کافی تعداد انگریز مرد اخوان و خواتین کی حلقہ بگوش اسلام ہو چکی ہے۔ ان نومسلمین میں تعلیمیافتہ اور یونیورسٹیوں کے اعلےٰ ڈگری یافتہ بھی ہیں۔ فوجی افسران مثلاً جرنیل کپتان لفٹننٹ وغیرہ و اہل قلم بھی ہیں۔ عملی سوشیل حیثیت کے لوگ بھی ہیں بہر حال جو کچھ بھی نصرت و کامیابی ہم کو تبلیغی رنگ میں یورپ میں ہوئی۔ وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس پر جسقدر بھی سجدات شکر ادا کریں کم ہیں لیکن اس کامیابی و نصرت کے ساتھ اخراجات کی افزونی بھی لازمی امر ہے۔ جس کا نتیجہ مشکلات پیدا کر دیتا ہے آپ پر خوب روشن ہے کہ موجودہ جنگ کے ماتحت انگلستان میں ہر ایک قسم کی قلت و گرانی ہے۔ اخراجات مشن سابقہ سے کئی گنا زاید ہو گئے ہیں۔ اس وقت مشن مذکورہ آپ جیسے بہی خواہان اسلام کی توجہ کا اشد محتاج ہے۔ اگر اس نازک وقت میں آپ نے اس عظیم الشان اسلامی کام کی طرف توجہ مبذول نہ فرمائی۔ تو مجھے احتمال ہے کہ کہیں مشن مالی

ضُعف نہ پہنچے۔ صحابہؓ کرام و بزرگان سلف نے اشاعت اسلام کے پاک مقصد کیلئے تو جانیں تک قربان کر دینے میں دریغ نہ کیا۔ وہ دن ہماری قومی موت کا ہوگا۔ خدا وہ دن نہ لائے۔ کہ ہائی اضطراری میں ہم کو سرزمین تثلیث سے توحید کا جھنڈا اکھاڑنا پڑے۔ مسلم مشن ووکنگ آپ کا اپنا ہی مشن ہے۔ آپ مُسلم ہیں۔ اور اسکی آبیاری آپ پر بحیثیت مسلم ہونے کے فرض اولین ہے۔ مشن مذکور یا موجودہ حالات کے ماتحت امداد مالی ضرورت ہے۔ میں اس خاص ذریعہ سے آپ کی گرامی توجہ ایک نہایت ضروری امر کی طرف منعطف کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ اور قوی امید رکھتا ہوں کہ جس طرح آپ ہمیشہ خدمت اسلام کے ثواب کو حاصل کرتے رہے ہیں۔ اس موقعہ پر بھی پوری توجہ فرما کر عند اللہ ماجور ہونگے +

زکوٰۃ کا فریضہ ایک ایسا فریضہ ہے۔ کہ جس پر نہ صرف قرآن شریف نے بار بار زور دیا ہے۔ اور قیام نماز کے ساتھ اسے اسلام کا دوسرا رکن عظیم قرار دیا ہے۔ بلکہ ادائے زکوٰۃ اور اسکے بیت المال میں جمع ہوکر ضرورت اسلامی پر خرچ ہونے کی بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہاں تک ضرورت کو سمجھا۔ کہ ان لوگوں سے جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ جنگ کیا۔ اور آج تک ان کے نام کے ساتھ مُرتد کا لفظ بولا جاتا ہے +

اکثر احباب ان لوگوں کو زکوٰۃ کا روپیہ دیتے ہیں۔ جو اسکے مستحق نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں زکوٰۃ کے متعلق حکم ہے۔ کہ وہ ایک بیت المال میں جمع ہوکر مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ ہو۔ مگر اب چونکہ وہ انتظام تو نہیں۔ اسلئے خود اشاعت اسلام سب سے بڑھ کر اس زکوٰۃ کا حقدار ہے۔ اسلام ایک بیکسی و غربت کی حالت میں ہے۔ اسکی توسیع اشاعت کا اسکی پاک صداقتوں کو دُنیا میں پھیلانے کا کوئی انتظام مسلمانوں میں نہیں ہے۔ اسلئے اگر زکوٰۃ کا سارا روپیہ اشاعت اسلام میں چلا جاوے۔ تو حرج نہیں لیکن اگر بحصہ رسدی بھی ان آٹھ مصارف میں جو خود قرآن کریم نے تجویز فرمائے ہیں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کیا جاوے۔ تو ان مصارف میں جہاد یعنی اشاعت اسلام اور مولفۃ القلوب یعنی جو لوگ اسلام کے قریب ہیں ان پر روپیہ خرچ کرنا یہ ایسے امور ہیں۔ جن کو اس وقت رسالہ اسلامک ریویو اور مسلم مشن ووکنگ ہی بہترین طریق پر ادا کر رہے ہیں۔ اسلئے میں جناب سے یہ امید رکھتا ہوں۔ کہ آپ خود بھی اپنی زکوٰۃ کی رقم ورنہ اس میں سے کم از کم نصف ووکنگ مشن کی اغراض کے لئے مرحمت فرمائیں

اور اپنے احباب اور دیگر متعلقین سے بھی یہ اپیل فرمائیں۔ کہ وہ اس موقع پر بحسب
قرآن کریم کے حکم کے ماتحت انہوں نے اپنے اپنے مال کا ایک حصہ خدا کی راہ میں نکالنا
ہے تو تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام کو مقدم کر کے بڑا حصہ اپنی زکوٰۃ کا اس مصرف
کے لئے عطا فرمائیں۔ الدال علی الخیر کفاعلہ۔

آپ اگر لوگوں کو اس نیکی کی ترغیب دینگے۔ تو آپ خود تو بہر حال اجر عظیم کے مستحق
ٹھیریں گے۔ لوگوں کو نیکی کی طرف بلانا بھی بہترین کار ثواب ہے۔ اور رضا جاہے۔ تو
اس طرح تبلیغ اسلام کی مشن کو بھاری مدد اس قلت و قحط کے زمانہ میں کسی رنگ
میں پہنچ سکتی ہے۔ لیکن اس کا انحصار انہی چند احباب پر ہے۔ جو اس کام کی اہمیت کو
سمجھنے اور خدمت اسلام کے لئے سچا جوش دل میں رکھتے ہیں۔ امید واثق ہے۔ کہ
جناب از راہ نوازش ان سطور پر غور و تدبر فرما کر جواب سے ضرور مشکور فرمائیں گے بحیثیت
ایک مسلم کے اس کا جواب مثبت میں دینا آپ پر فرض ہے عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ
چھپی ہوئی چٹھیوں پر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ اور ردی کی ٹوکری میں پھینک دی
جاتی ہیں۔ لیکن عریضہ ہذا ایک نیک و پاک مقصد اسلام کے متعلق ہے۔ امید ہے کہ
اس سے وہ بدسلوکی روا نہ رکھی جاویگی۔ اگر جناب مسلم مشن ووکنگ کو اسکے سابقہ
احسن نتائج کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے کسی اعانت و زکوٰۃ کا مستحق سمجھتے ہیں۔ تو اس
آڑے وقت میں اس کی امداد کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ یوں تو مشن بفضلہ تعالےٰ الہٰی
کا جاری کردہ مشن ہے۔ اور وہی اس کی آبیاری فرمائیگا۔ لیکن مبارک ہے وہ انسان
جو وقت شناسی کر کے اس کار خیر میں حصہ لے کر داعی الی الخیر کے زمرہ میں شامل
ہوتا ہے۔ توحید کا ڈنکا چار اکناف عالم میں بجانا آنحضرت صلعم کی بعثت کی غرض
اولین تھی۔ دوستو اس کے لئے اٹھو اور جاگو +

تمام ترسیل زر بنام شیخ رحمت اللہ منیجر اسلامک ریویو مالک انگلش ویرہاؤس
نولکھا لاہور

مختلف علمی ۔ مذہبی ۔ ادبی ۔ اخلاقی تصنیفات

رسل عزیز	[illegible]	مجموعہ سلطان زمن ..	۳ر	حالات زمین	۵ر
بنت شہوار	۵ر	علم کی خوبی	۵ر	تعلیم الصبیان	۲ر
کرامات شعاری	۲ر	قومی گیت	۴ر	لائق ماں کا لائق بیٹا ..	۳ر
چڑیا اور چڑے کی کہانی	۳ر	خوش انجام	۲ر	حجاب النساء ..	۳ر
آداب نسوان	۶ر	زینت جنت	۳ر	تربیت النساء	۵ر
ہیلی نامہ	۲ر	ناصح مشفق	۳ر	کرن	۱ر
صبر کی دیوی	۳ر	لکچر اسلام	۲ر	تاثیر صحبت	۸ر
لاڈلا بیٹا	۳ر	نوری نامہ	۲ر	دیوانہ	۱۰ر
عقیلہ بیگم	۲ر	تاثیر خطوط	۵ر	باورچی خانہ	۴ر
حوران جنت	۴ر	اخلاقی کہانیاں	۴ر	سو کہانیوں کا دلچسپ مجموعہ	۸ر

سیرۃ النعمان یعنی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی سوانح عمری } مصنفہ شمس العلماء مولینا شبلی نعمانی حصہ اول میں امام صاحب کا حسب و نسب ولادت سن رشد تعلیم و تربیت شیوخ حدیث درس تدریس فقہ زندگی اور دربار کے تعلقات وفات اخلاق و عادات مناظرات و فتاوے ذہانت و طباعی اس قسم کے تمام حالات نہایت تفصیل سے مذکور ہیں دوسرے حصہ میں امام صاحب کے اقوال و مسائل جو علم کلام اور فن حدیث کے متعلق ہیں تفصیلی بحث نیز امام صاحب کے نامور اور ممتاز شاگردوں کے مختصر حالات ہیں قیمت عہ

الفاروق ۔ شمس العلماء مولینا شبلی نعمانی نے برسوں کی جانکاہی اور محنت سے حضرت عمر فاروق کے حالات پر جو ضخیم کتاب تیار کی ہے جس کیلئے انہوں نے ممالک عثمانیہ مصر وغیرہ کا سفر کیا اور بے شمار تاریخی کتابوں کی ورق گردانی کر کے تیار کی قیمت عہ

المامون } مصنفہ شمس العلماء شبلی نعمانی ایک کتاب کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں تمہید ۔ تربیت خلافت مامون کی ولادت تعلیم و تربیت ولیعہدی تخت نشینی خانہ جنگیاں فتوحات ملکی اور وفات کے حالات ہیں دوسرے حصے میں ان مراتب کی تفصیل ہے جن سے اس عہد کے حالات اور مامون رشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہو سکتا ہے قیمت ۸ر

الغزالی یعنی امام غزالی علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری مصنفہ شمس العلماء مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی قیمت صرف عہ

درخواستیں بنام خواجہ **عبد الغنی** منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور آنی چاہئیں

مطبوعہ نول کشور لاہور

کوڑیوں کے دام جواہر ریزے

رسالہ اشاعت اسلام کی سابقہ کی جلدیں نہایت قابل دید ہیں۔ ان سابقہ جلدوں میں اہم مسائل اسلام پر مسلسل اور سیر کن بحث کی گئی ہے۔ جس کے مطالعہ سے اسلام سے ناآشنا احباب اچھی طرح عام مسائل سے واقفیت حاصل کر کے اسلام کے مخالفین کو دندان شکن جواب دینے کے قابل ہو سکتے ہیں اس کے مضمون نگار مشرق و مغرب کے علماء و فضلا ہیں ہم نے پبلک کے مفاد کیلئے ان کی قیمت میں تخفیف کر دی ہے امید ہے کہ دلدادگان اسلامی لٹریچر اس سنہری موقعہ سے استفادہ اٹھاویں گے۔ اور اسی رنگ میں مشن کی اعانت فرما کر اس کار خیر میں حصہ لیں گے۔ سابقہ جلدوں میں سے کچھ مضامین کے عنوان بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں

ہو ھما

امن و سلامتی کا مذہب۔ عیسائیت و توحید۔ مذہب میں فطرت کا رنگ۔ اخلاق فاضلہ۔ اخلاقی معجزات۔ رحمۃ للعالمین۔ مسئلہ زندگی۔ قرآن کریم و عقل۔ سیرت نبوی۔ لمعات انوار محمدیہ۔ ایک سرچشمہ سے نکلے ہوئے مذہب۔ اسلام کا احسان عورت پر۔ تہذیب اسلام و عیسائیت۔ روحانی شفا۔ خدا کی کامل تصویر۔ کفارہ کی تردید۔ دین فطرت۔ بعد الموت زندگی۔ غلامی۔ رمضان۔ قسمت +

جلد اول ۱۹۱۵ء ۱۱ پرچے سوا ماہ جنوری ۱۹۱۵ء ۶ عہ + جلد دوم ۱۹۱۶ء مکمل عہ + جلد سوم ۱۹۱۷ء ۱۱ پرچے سوائے مارچ ۱۹۱۷ء عہ +

خطبات غربیہ

قیمت ۳ فی خطبہ۔ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لندن۔ یہ وہ معرکتہ الآراء خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے متعارف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں لکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں ذیل میں درج ہیں

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) " " " توحید و دعا و تصوف ۔ ۔
(۳) " " " خطبات عیدین ۔ ۔
(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب ۔ ۔
(۵) اسلام اور دیگر مذاہب ۔ ۔
(۶) حقوق نسوان ۔ ۔

[illegible]

المشتہر منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

اسلامک ریویو ووکنگ لنڈن

چندہ سالانہ سنٹرل ... خریداران رسالہ ...

ایڈیٹر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وحضرات مولوی صدرالدین صاحب بی اے بی
بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا مشعلبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیغامبر۔ قرآن کریم کے حسن وجمال کا نو
آنحضرت صلعم کے پاک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ۔ حسن سیرت ومعاشرت کا فوٹو۔ علمی۔ ادبی تمدنی
اخلاقی واصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع۔ ملت بیض
کی طرف دین اسلام کی دعوت کا واحد ذریعہ سیاہ ظلمت وشب دیجور کی تاریکی میں بجلی کا کام کرنیوالا ایک ہی
انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افترا۔ غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ
پڑی ہوئی تھی۔ اس نے اُس چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یورپین آنکھ میں چکاچوند کردی۔ اس ک
اردو ترجمہ رسالہ **اشاعت اسلام** (ے سالانہ) ماہواری لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ہر دو ماہوار
رسالوں میں ہر ماہ نومسلمین ونماز عیدین کی تصاویر ہوتی ہیں +

المشتہر منیجر اسلامک ریویو واشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

ضروری اعلان

مندرجہ ذیل ہرسہ احباب دفتر ہذا کی طرف سے بطور سفیر دورہ پر ہیں تا
کہ رسالہ اسلامک ریویو ورسالہ اشاعت اسلام کی مختلف مقامات پر توسیع اشاعت
کریں امید واثق ہے کہ ناظرین کرام ان کا ہاتھ اس اسلامی خدمت میں
بٹاکر عند اللہ ماجور ہوں گے +

۱۔ جناب میر حمید خان صاحب ہیڈ کلرک دفتر کیمیکل اگزیمنر نینی تال انہوں نے فی سبیل اللہ سفارت مسلم مشن ووکنگ منظور فرمائی
اور تقریباً قریباً تمام ہی ہندوستان کا سال بھر میں دورہ فرماتے ہیں اور مشن کیلئے بھی دوران دورہ میں تحریک فرماتے رہتے ہیں
۲۔ خواجہ عبد المجید صاحب دہلی۔ آگرہ کانپور سے ہوتے ہوئے انشاء اللہ بنگال و برہما پہنچینگے +
۳۔ خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام عنقریب انشاء اللہ جنوبی ہند کی طرف روانہ ہونگے +

ضروری نوٹ { رنگون وبوبی کلکتہ بنگال وبرہما کے کل ناظرین رسالا ازراہ کرم خواجہ عبد المجید صاحب کو اور جنوبی ہند
کے خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ ہذا کو ہر ایک قسم کی امداد دے کر عند اللہ ماجور ہوں +

دستخط منیجر بحروف انگریزی Khwaja Abdulghani

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۴) | بابت ماہ مئی ۱۹۱۸ء | نمبر (۵)

فہرست مضامین

یونین اسٹیم پریس لاہور میں باہتمام ... چھپوا کر مرزا یعقوب بیگ سکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

ووکنگ مسلم مشن

ناظرین کرام ووکنگ مسلم مشن کے کارہائے نمایاں سے خوب واقف ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ مشن کو گذشتہ ایام میں ہر قسم کی نصرت و کامیابی ہوئی اس مشن کو قائم ہوئے اب چھٹا سال گذر رہا ہے اس چھ سال کے عرصہ میں صرف اسلام کی تبلیغ کی راہ ہی صاف نہ کی گئی ہے اگر اس کے کام پر اکیس سال بھی لگ جاتے تو بہت تھے بلکہ ایک خاصی تعداد اہل علم نو مسلمین کی جماعت پیدا ہو گئی ہے لیکن ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اسلامک ریویو انگریزی جس کے ذریعہ سے تبلیغ اس وقت ہو رہی ہے اس کا حلقہ اشاعت دن بدن تنگ ہو رہا ہے اس طرف موجودہ لڑائی کے باعث یورپ میں ہر ایک چیز کی قلت و گرانی ہے اخراجات طبع و کاغذ میں بھی قیمت کا کئی گنا زیادہ اضافہ ہو گیا ہے اسلئے اشاعت اسلام کے پاک مقصد سے جو ہمدردی رکھتے ہیں وہ اس وقت مشن کی امداد کیلئے کھڑے ہو جائیں ورنہ ان کی عدم توجہ سے مشن مذکور کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے +

بہی خواہان مسلم مشن ووکنگ مندرجہ ذیل طریقوں سے اس وقت مشن مذکورہ کی اعانت فرما سکتے ہیں

۱ - رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی انگریزی دان احباب میں اور اردو دان احباب میں اردو ترجمہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت فرمائیں - کیونکہ انہیں رسالوں کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات عظیم کا کفیل ہے اور کم از کم ازراہ کرم تین جدید خریدار ہر ایک خریدار عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں +

۲ - اپنے اپنے شہر کے معزز و ذی اثر مسلم احباب کی خدمت میں اس مشن کی مالی اعانت کیلئے تحریک فرمائیں +

۳ - اپنے حلقہ اثر میں یورپ میں مفت رسالہ اسلامک ریویو کی تقسیم کرانے کیلئے تحریک فرمائیں اور جو تبلیغ اسلام کا شیدائی حصہ نہیں مرحمت فرمائیں تو ہم ان کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت بطور تبلیغ تقسیم کرتے رہینگے +

کسقدر افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ سالانہ وی پی پر رسالہ اشاعت اسلام کے پانچ صد کے قریب خریداران نے وی پی لینے سے انکار کر دیا ہے بعض وقت بالضرور ایسا ہوتا ہے کہ ڈاکیہ کی غلطی سے رسالہ واپس ہو جاتا ہے - آپ سمجھ سکتے ہیں - کہ اس طرح رسالہ کا انکار کس قدر عظیم اثر اشاعت اسلام کے کام پر ڈالتا ہے بہر حال اشاعت اسلام کے خریداران کا اس وقت فرض ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے کم از کم ۲ جدید خریدار فراہم فرما کر عنداللہ ماجور ہیں +

خاکسار خواجہ عبدالغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور



Mr. Peach (Abd-ul Aziz)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) ــــ بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۸ء ــــ نمبر (۵)

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ ایک نوجوان نومسلم کی تصویر شائع ہوتی ہے۔ جو کہ لنڈن میں سوداگر ہیں۔ ان کا پہلا نام مسٹر بیچ ہے۔ اب اسلامی نام عبدالعزیز ہے +

لنڈن مسلم ہوس میں اور لنڈن کے دیگر مقامات پر بھی تاریخہائے مقررہ پر لیکچر دیئے گئے۔ اور اُن کی مفصل روئیداد انشاء اللہ تعالےٰ ووکنگ ہیڈ آفس سے موصول ہونے پر رسالہ اشاعت اسلام میں درج کی جائیگی +

ذیل میں ہم مختصر طور پر لٹریری سوسائٹی کی روئیداد درج کرتے ہیں۔ اسکے نئے دور کا پہلا اجلاس کرسمس کے بعد جنوری سنہ ۱۹۱۸ء کو منعقد ہوا۔ جسمیں کہ جناب مسٹر اے ایم احمد صاحب آف آکسفورڈ گذشتہ اور موجودہ مسلمانوں کے اقتصادی حالات پر جناب مسٹر مامید یوپکھتال کی صدارت میں ایک لیکچر دیا۔ اس لیکچر کی اہمیت ان واقعات سے بخوبی ظاہر ہوتی تھی۔ جو مسلمانوں کی گذشتہ اقتصادات کے متعلق جناب مسٹر احمد صاحب نے اپنے اِس لیکچر کی تیاری کیلئے محنت شاقہ برداشت کرکے جمع کئے تھے

اس کے بعد آپ نے سُود کے مسئلہ پر کچھ ریمارکس کئے جس پر ایک طویل بحث کا سلسلہ چھڑ گیا۔ اور جس میں مسٹر شیلمچ مسٹر شیلڈرک اور ریورنڈ ڈی کوکس نے خصوصیت سے حصہ لیا۔ اس موقع پر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کی خدمت میں بھی استدعا کی گئی۔ کہ وہ بھی سُود کے مسئلہ پر کچھ قرآنی روشنی ڈالیں۔ چنانچہ انہوں نے اِس استدعا کی تعمیل میں مسئلہ سُود پر مختصراً بیان فرمایا۔ جو پوری تقریر انشاء اللہ کسی آئندہ اشاعت میں درج کی جائیگی +

جنوری ۱۹۱۸ء کے مہینے میں تین اَور سعید رُوحیں محض فضلِ ایزدی سے حلقہ بگوشِ اسلام ہُوئیں جن کا تذکرہ غالباً اشاعت اسلام کے سابقہ نمبروں میں نہیں ہُوا۔ ان میں دو لیڈیاں ہیں۔ اور ایک یونیورسٹی گریجویٹ ہیں۔ اور اسکے علاوہ ایک اور رپورٹ اس ماہ میں ہمیں ووکنگ ہیڈ آفس سے موصول ہوئی ہے جسمیں ایک جنٹلمین اور ایک خاتون کے مشرف بہ اسلام ہونے کی خبر جانفزا ہے۔ جس کا مفصل تذکرہ اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ ناظرین کرام "بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام" کے عنوان کے نیچے پائیں گے۔ درگاہ الٰہی میں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان سب نومسلمین کو اسلام پر قائم رہنے کی استقامت و استقلال بخشے اور اُن کا قبول اسلام ان کے دوسرے خویش و اقارب و متعلقین کیلئے نور ہدایت کا کام دے آمین

جلسۂ میلادُ النبی صلعم

جلسہ میلاد النبی کی مفصل روئیداد گذشتہ اشاعت ماہ مارچ ۱۹۱۸ء میں درج ہو چکی ہے تازہ خبروں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس جلسہ میں سامعین کی تعداد مسجد ووکنگ کے نماز عیدین کے مجمع سے لگ بھگ تھی۔ اور تقریباً تمام مذاہب و اقوام اور مختلف رنگوں کے انسان ملے جلے اس عظیم الشان جلسہ میں موجود تھے۔ عوام الناس کا اس طرح پر جوق در جوق اسلامی جلسوں میں بڑے ذوق و شوق سے حصہ لینا اسبات کی بین و نمایاں دلیل ہے۔ کہ مغرب میں فہیم طبقہ ذکور و اناث میں اسلام کے متعلق ایک عام بیداری ہو چکی ہے۔ اگرچہ یہ سب لوگ ابھی اسبات کے لئے تو طیار نہیں۔ کہ اسلامی تعلیمات جن سے اسلام کی عالمگیر شان و شوکت ٹپکتی ہے۔ اس کا کھلے الفاظ میں اظہار کریں یا اسکی علانیہ تصدیق کریں۔ لیکن نبی کریم صلعم کو دنیا بھر کی روحانی و اخلاقی ترقیات کا موجب سمجھتے ہیں۔ اور آپ کو بحیثیت ایک

اسلامی حقوقِ انسانی کے ایک نہایت ہی عظیم الشان مرتبہ دیتے ہیں۔ اسلام کی اخوت کا عملی منظر جس موقع پر دیکھنے میں آیا۔ وہ بھی مرعوب کرنیوالا تھا۔ دور دراز افریقہ کے رہنے والے اس کے لداوہ کا ایک دوسرے انگریزی نژاد مسلم بھائی کے پہلو بہ پہلو بیٹھا ہوا ہونا اور نبی کریم صلعم جیسے بیاموز صلح کن نہایت ہی عظیم الشان انسان کے کارناموں کو پورے ادب و احترام کے ساتھ سننا اسلامی اخوت برادری کا عملی اور نمایاں ثبوت تھا۔ اور یہی وہ دلکش منظر ہے جو اہل مغرب کو جوق در جوق اسلام کی طرف کھینچ رہا ہے +

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

ووکنگ مسلم مشن اہل قلم و اہل علم سے استمداد

ایک جنٹلمین اور ایک خاتون کا مشرف بہ اسلام ہونا

برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذشتہ ماہ میں بھی دو روحیں زمرہ اسلام میں شامل ہوئیں۔ ایک خاتون مس وائلٹ لاکیر جو مدت سے اسلامک ریویو کے قارئین میں سے تھیں۔ دوسرے ایک فوجی ایک افسر جو اس وقت فرانس میں ہیں۔ اُن کو رغبت پہلے ہی سے اسلام سے تھی بذات خود بھی انہوں نے مطالعہ کیا۔ ان کے خاندان کے اور ممبر بھی اسلام سے ویسی ہی رغبت رکھتے ہیں۔ ان کا نام مسٹر لائڈ ہیں خیر اس قسم کا اظہار و قبولیت اسلام بفضلہ تعالیٰ ہوتا ہی رہیگا۔ لیکن ہمارے لندن مسلم ہوس کے کھلنے پر جس کو اب ایکسال ہو گیا ہے جو ہمیں فوائد ہوئے ہیں۔ اور جس قدر کام بڑھ گیا ہے وہ اب اس مشن کے کارندوں کی ہمت و طاقت سے بہت بالاتر ہے۔ یہ تو ہمیں پہلے ہی سے علم تھا۔ کہ کل مغرب میں لوگ اپنے جدی عقائد سے بیزار ہو کر مختلف شکلوں میں اسلام کے عقائد کے پابند ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن جس قدر گذشتہ چھ ماہ میں مجھے کام کرنے کا موقعہ ملا تھا۔ اور جسقدر مطالبات بغرض واقفیت اسلام چاروں طرف سے ہوتے ہیں وہ نہایت ہی اُمید افزا ہیں۔ مثلاً گذشتہ دو ماہ میں

مجھے اور میرے رفقا کو ذیل کے مقامات پر لیکچر و خطبات دینے کا موقع ملا ہے بمقام کلیپہم دو لیکچر۔ مضمون "اسلام اور باطنیات" بمقام ایلنگ "عالمگیر اخوت اسلام" یسکا رسٹ بل اسٹڈو یا ملز کورٹ دو لیکچر ذرات عالم کا مذہب (اسلام) بمقام ومبلڈون۔ دو لیکچر اسلام اور سپر چوالازم نیو لائیٹ سنٹر چرچ ہائڈ اسٹریٹ میں اتوار کا سرمن تھا جس کے مضمون کا مطلب اس شعر سے نکلتا ہے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس کے علاوہ مسٹر حبیب اللہ لوگرد نے ایک لیکچر بمقام ایلنگ دیا۔ اور ایک لیکچر بمقام پیٹرسی دیا مضمون "اسلام" تھا۔ اور ایک لیکچر سلمان نے ایلنگ میں دیا مضمون "عالمگیر مذہب" یہ تقریریں اور خطبات ان کے علاوہ ہیں۔ جو ہر اتوار کو ووکنگ میں اور ہر جمعہ لندن میں اور ہر دوسرے اتوار لندن مسلم ہوس میں دیئے جاتے ہیں۔ اسطرح مجھے دو ماہ کے عرصہ میں ۲۳ لیکچر مختلف مقامات پر اور مختلف مضامین پر دینے پڑے یہی حالت آیندہ ماہ میں نظر آرہی ہے اس وقت میرے ذمہ علاوہ لندن مسلم ہوس اور ووکنگ کے ۶ لیکچر ہیں جو آیندہ ۶ ہفتوں میں مجھے دینے ہیں۔ آیندہ ۳ مارچ کو ایک معرکتہ الآرا لیکچر ہستی باریتعالی کے ثبوت میں ہریوں کی مجلس میں ہونیوالا ہے لیکچر کے بعد بحث ہوگی۔ اس چٹھی کے محرک میری صحت ہے جو اچھی حالت میں نہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بارگراں کا میں کب تک مقابلہ کر سکونگا۔ یہ کام بذات خود ایک انسان کی طاقتوں کو سلب کرنے کیلئے کافی ہے۔ جیسا کہ ہر مہینے مجھے اسلامک ریویو بھی تیار کرنا پڑتا ہے۔ جس کے مضامین جس قسم کے ہیں وہ ظاہر ہے جو اپنے پیمانہ علمی اور حکمت اور فلسفہ کے لحاظ سے اکناف عالم سے خراج تحسین لیتے رہے ہیں۔ خصوصاً اس جنوری سے مضامین کا ایک خاص سلسلہ جو سائنس کی بنیاد پر لکھا گیا ہے شروع کیا گیا ہے۔ اور جسمیں یہ طریق اختیار نہیں کیا گیا۔ کہ قرآن کی سائنس کے ماتحت تشریح کیجائے۔ بلکہ رسالے کے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔ کہ سائنس کو قرآن کا خوشہ چین دکھلایا گیا ہے۔ ان مضامین کے لکھنے سے مجھ پر یہ حقیقت کھلی ہے کہ عمر سخن گفتن بلکہ جان سفتن است۔ پھر ان تکالیف کے مقابلہ میں مصارف کا تہیہ بھی کرنا پڑتا ہے۔ تو اس جنگ میں تین گناہ ہوگئے ہیں۔ اگر یہ شن واقعی دہ اسلام تھا تو مسلمان بھائیوں کو چاہئے تھا کہ مجھے ایک ایک بوجھ سے آزاد کر دیتے لیکن خدا کی

مصلحت ہے کہ ان کی اس فرض اولین کی طرف توجہ نہیں۔ خود ہندوستان کے مسلمان بھائی خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ انہوں نے کہاں تک اس فرض اولین کو ادا کیا ہے۔ اگر یہ لوگ صرف رسالے کے خریدار بن جاتے تو یہ عظیم الشان کام مفت میں چل نکلتا۔ خیر مصلحت یہی ایسی ہی تھی۔ میں یہ سب معاملات خدا کے ہاتھ چھوڑتا ہوں۔ اب میں مسلم اہل قلم اور اہل علم اصحاب سے استمداد علمی کرتا ہوں۔ وہ اگر مالی امداد نہیں کرتے تو قلمی امداد کریں۔ مختلف اسلامی مضامین مجھے لکھ کر بھیجیں یا ہندوستان کے اخباروں میں شائع کر دیں۔ اور ایک کاپی مجھے بھیج دیں۔ اور اگر انگریزی زبان میں لکھ سکیں تو ان کا خاص احسان ہے۔ کثیر الازدواجی غلامی۔ جہاد وغیرہ سب تقویم پارینہ ہے۔ یہ مسائل طے ہو چکے لہذا اسلام ان میں جیت چکا ہے۔ عیسائیت کے خلاف بھی مضامین لکھنے کی ضرورت نہیں عیسائیت بھی ختم ہو چکا۔ مضامین باطنیات پر ہوں جنمیں علمی جھلک ہو۔ انسان کی روح کی کیفیات پر جو اسلام نے روشنی ڈالی ہے دوسری قوموں کے مجاہدات کے مقابلے میں اسلام نے جو آسان طریق سلوک کے تجویز کیے ہیں علوم اشراقیہ اور کشف قلوب کی کیا کیفیات ہیں۔ اور اسلام نے کس طرح انہیں لہو و لعب میں رکھ کر سالک کو کس منزل اعلیٰ کا پتہ دیا ہے۔ الغرض وہ مضامین جو صوفیانہ رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں ان کی اس وقت ضرورت ہے۔ جن مضامین پر میں نے مندرجہ بالا لیکچر دیئے ہیں ان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس وقت ہوا کا رخ کس طرف ہے۔ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اس قسم کے لٹریچر سے ناآشنا نہیں۔ میں ان مضامین پر لکھتا بھی ہوں اور بولتا بھی ہوں۔ لیکن ہم دو تین آدمی کیا کر سکتے ہیں۔ اگر ہمارے ہندوستانی دوست ان مضامین پر قلم اٹھائیں تو ہمیں بہت سی دماغ سوزی اور جانکاہی سے نجات مل سکتی ہے۔ والا اس کام کے مقابلے میں میری صحت کی حالت جو ہوتی جاتی ہے وہ مجھے بہت خوف دلا رہی ہے۔ پچھلے سال انہیں دنوں میں بستر بیماری پر نہیں بلکہ بستر مرگ پر تھا۔ جس بیماری کا اثر گذشتہ اکتوبر کی ابتدا تک رہا۔ مجھے امید ہے کہ مسلمان ابھی مر نہیں گئے۔ ابھی بہت سے دل ہیں جو میری اس اپیل پر دردمند ہونگے۔ اور کچھ فکر کرینگے۔ خدا حافظ +

خادم

خواجہ کمال الدین از ووکنگ

اِنسان کامل

ازقلم جے ۔ یحییٰ النصر پارکنسن (نومسلم)

تہذیب اِنسانی کے طلوع آفتاب سے لیکر اس وقت نسل انسانی میں ہم بعض ایسے لوگوں کے نام پاتے ہیں جو اپنے دوسرے معاصرین سے ہمیشہ ممتاز چلے آئے ہیں۔ اور یہ وہ اعلےٰ پایہ کے لوگ ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں معاملات حرب وسیاست ۔ سائنس اور مختلف علوم وفنون یا مذہب میں لیڈر ہو گزرے ہیں۔ انہی میں بعض وہ لوگ بھی ہیں ۔ جن کے شاندار کارنامے قوموں کی تاریخ میں روشن ہیں اور جن کی زبردست آراء اور جدوجہد نے اپنے اپنے عہد کے خیالات کی رو کو بدلکر ایک انقلاب پیدا کر دیا اور آنیوالی نسلوں کی فلاح کیلئے انہوں نے بہترین شاہراہ زندگی تجویز کیئے۔ انسانی زندگی کے طریق وقواعد انہوں نے تجویز کیئے اور لوگوں کے اوضاع واطوار کو آہستہ آہستہ انہی کے مطابق کرلیا۔ انہی لوگوں میں چند ایک وہ مذہبی لیڈر ہیں۔ جو اپنی اعلیٰ شخصیت اور شاندار کارناموں کے لحاظ سے باقی سب پر سبقت لے گئے ہیں۔ اور یہ وہ مذہبی علوم واعمال کے بانی ہیں جن کی تعلیمات قوموں کیلئے بطور ایک مشعل راہ کے کام دیتی ہیں جن کے ذریعہ سے قوموں کی عادات اور رسُوم ورواجات واخلاق سُدھرتے رہے اور سُدھرتے رہتے ہیں۔ اور درحقیقت یہی وہ چیزیں ہیں جو رُوح انسانی کا ایک جزو لاینفک اور انسانی اوضاع واطوار کو بدلنے اور سُدھارنے کے کام آسکتی ہیں +

جب یہ رہنمایانِ مذہب لوگوں کی توجّہ کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اور تمام لوگوں کی نگاہیں ان پر پڑنے لگتی ہیں تو یہ امید کرنا کچھ بیجا نہیں ہوتا۔ کہ ان کی یاد حافظے سے کبھی بھی مٹ نہیں سکتی۔ اور نہ ہی انکی باتیں کبھی فراموش ہوسکتی ہیں وہ ہر ایک جگہ اہمیّت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ہر ایک سُننے اور دیکھنے والوں کی عقل اور ہوش کو اپیل کرتی ہیں۔ اور اِس طرح قوموں کی تاریخ میں ایک نہ مٹنے والی یادگار اُن کی باقی رہجاتی ہے۔ اور اِس طرح ان کا شاندار نمونہ جو سب کی ترغیب کا موجب ہوتا ہے ذرا بھی دُھندلا ہُوئے بغیر قرناً بعد قرنٍ آنیوالی نسلوں کے سامنے آتا رہتا ہے +

اِن سب رہنمایانِ مذہب میں کسی نہ کسی ایک کی زندگی کی تفصیلات بھی اس قدر روشن اور تواتر کے ساتھ معلوم نہیں جتنی کہ پیغمبرِ عرب حضرت محمد صلعم کے حالات کا ہمیں علم ہے جو مکّہ میں اُونٹ چرایا کرتے

اور لوگ مشرق ہی سمجھتے تھے۔ اور یہ وہ عظیم الشان انسان ہے جس نے عشق الٰہی کے جذبہ سے مخمور ہوکر تمام غالب اسباب کو ملیا میٹ کرکے دکھا دیا۔ صرف یہی ایک انسان ہے جس کے متعلق ہمیں یہ خوب معلوم ہے۔ کہ اس نے کیا کچھ کہا اور خود کیا کچھ کیا۔ ہر ایک شخص کو اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ آپ ان معقول باتوں کو لیکر کھڑے ہوئے۔ جو وحی الٰہی سے آپ کو حاصل ہوئیں۔ جس وقت آپ منصب نبوت پر ہوئے اور آپ نے بت پرستی کی تردید شروع کی۔ اسی وقت سے ایک ایک حرکت و سکون آپ کا ایک ایک لفظ اور آپ کی وہ عادات و ذاتی خصوصیات کا ہمیں بخوبی علم ہے۔ آپ کے سب کے سب حالات زندگی ہمارے سامنے ہیں۔ اور تاریخ کے صفحات کو مزین کر رہے ہیں۔ جن میں آپ کو دنیا کے معزز ترین انسانوں میں شمار کیا گیا ہے۔ نہ صرف امراہی کا بادشاہ ہونے کی حیثیت سے بلکہ ایک مذہبی پیشوا کی حیثیت سے تمام لوگوں کی حکومت کی باگ ہاتھ میں لینے کے سبب سے بھی آپ کو ایک نہایت ہی جلیل القدر انسان سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ ایک مصنف آپ کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ

"آپ کسی قدر طویل القامت اور شکل و صورت سے از حد رعب دار انسان تھے۔ چوڑا سینہ اور فراخ شانوں کے اوپر ایک لمبی لیکن نہایت خوبصورت صراحی دار گردن تھی۔ اس کے اوپر ایک بڑا بھاری سر تھا۔ جبیں صاف بیضوی چہرہ اور ابھری ترچھی ناک تھی۔ اور نیز چمکدار اور بڑی بڑی آنکھیں گھنیدار ریش مبارک سینہ مبارک پر پڑتی تھی۔ آپ ہر وقت غور و تدبر میں رہتے۔ اور ضرورت کے سوا کبھی گفتگو نہ کیا کرتے تھے۔ اور اگر کسی معاملہ پر کچھ کہنا ہوتا۔ تو بہت ہی تھوڑے اور وزنی الفاظ میں اپنا مطلب بیان کر دیتے تھے۔ آپ کی بناوٹ نہایت ہی سریع الحس تھی۔ اور بہت تیز لیکن عقلمندانہ جذبات کے آپ مالک تھے۔ آپ کی عادات نہایت ہی سادہ تھیں۔ اور آپ نے اعلیٰ میں حلم انکساری اور عفت کی وجہ سے وہ شہرت حاصل کی۔ جس کے آگے تمام ان لوگوں نے جو آپ کو جانتے تھے متفقہ طور پر سر تسلیم خم کیا" +

یہ ایک مغربی پروفیسر کی قلم سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ جو مشرقی معاملات پر رائے زنی کرنے میں بڑا ہی اعتدال پسند اور میانہ رو ہے۔ اور یہی کچھ متقدمین مسلمانوں کی تصانیف بھی ہمیں بتاتی ہیں +

یہ اُس عظیم الشان انسان کا حال ہے۔ اور یہ اُس ظاہر شکل و صورت کا نقشہ ہے جس سے

اہل عرب خوب واقف تھے جن کے اندر آپ پیدائش سے موت تک ایام طفولیت سے جوانی تک عہد شباب میں اور اپنے اوائل تلقین وتبلیغ کے زمانہ میں اس وقت جبکہ آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے اور اس زمانہ میں جبکہ آپ دشمنوں کے جور وستم کا آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ اور اپنے ہم قبیلہ لوگوں میں بالکل بے یار ومددگار تھے۔ اس ایسے وقت سے لے کر اپنے عروج وشان وشوکت کے وقت تک جبکہ آپکے مشن کا مقصد پورا ہو گیا۔ اور تمام عمائدین عرب نے آپ کی بادشاہت کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور اور اس حق وصداقت کو قبول کر لیا جس کی حمایت میں آپ کھڑے ہوئے تھے۔ اور تلقین کرنا آپکا فرض منصبی تھا +

لیکن یہ تمام واقعات ایک انسان کامل کی زندگی کا ایک شعبہ ہیں۔ اور یہ اس نبی صلعم کی زندگی کے صرف ایک ہی پہلو پر روشنی ڈالنے والے ہیں۔ جو بالکل بے یار ومددگار ان لوگوں کے درمیان کھڑا ہوا۔ جو واحد لاشریک خدا اور اس کے پاکیزہ مذہب اور عبادت کے سخت خلاف اور جانی دشمن تھے۔ اور اس کے اپنے ہی خویش واقارب اور ہم قبیلہ لوگ اور سرداران نے اسکے خلاف جتھہ بنا لیا۔ اور سالہا سال تک آپکے خلاف منصوبہ بازیاں کرتے رہے۔ آخر کار وہ وقت آپہنچا۔ کہ صداقت جو تاریکیوں کے اندر چھپی ہوئی تھی سورج کی طرح چمک اٹھی۔ اور بت پرستی اس طرح ماند پڑ گئی جس طرح کہ طلوع ہوتے ہوئے آفتاب کی تمازت سے صبح کی کہر کافور ہو جاتی ہے صرف چوڑے کندھے۔ بھاری سر۔ بیضوی چہرہ۔ ترچھی ناک۔ تیز آنکھیں اور گچھہ دار ریش مبارک ہی نہیں جو آپ میں پائی جاتی تھیں۔ یہ چیزیں بھی بیشک جنس لطیف اور بعض مردوں کی بھی کشش کا موجب ہوتی ہیں لیکن دشمن ان چیزوں سے خائف نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی کسی شخص کے پیروان بالوں کی وجہ سے سوائے لفظی تعریف وتوصیف کے اس کی کوئی عزت و تکریم کر سکتے ہیں +

یہ دراصل اس کمال انسانی کا جو اس ظاہر شکل وصورت کے اندر پنہاں تھا نتیجہ ہے کہ دشمن تک آپ کی عزت کرتے تھے۔ اور آپ کے تمام پیرو آپ سے محبت کرتے اور نہایت ہی عزت ووقعت کی نگاہ سے آپ کو دیکھنے پر مجبور رہیں۔ یہ آپ کا کمال انسانی ہی تھا جس نے تمام بنی نوع انسان کو اپنا حلقہ بگوش کر لیا۔ اور انکی ہدایت اور خیالات کی درستی کا موجب ہوئے

اور لوگوں کے جذبات پر خواہ وہ نیکی کیلئے ہوں یا بدی کیلئے اور عموماً نیکی کیلئے ہی تسلط اور حکمرانی ہے۔ جس واسطے کے مطابق کسی انسان کے سامنے کوئی خاص مقصد اور اُمنگیں ہوتی ہیں۔ اسی واسطے وہ اپنے لئے بلند تر نمونہ کی طرف رجوع کرنا مقاصد اور ترقی کی خوشکن شاہراہ پر گامزن ہوتا ہے نسل انسانی کو صرف اسکی ضرورت ہے کہ کوئی شخص ویسے سیدھے رستہ پر چلانے والا ہو اور بس +

پس لوگ آپؐ سے اس وجہ سے محبت نہیں کرتے کہ آپ تیز اور ترگمین آنکھوں والے تھے بلکہ اسلئے کہ ان آنکھوں سے ہمدردی محبت لینت اور شفقت ٹپکتی تھی۔ وہ ہمدردی اور محبت جس کی وجہ سے اپنے غریب سے غریب پیرو کے بھی دکھ درد کا آپ کو احساس تھا۔ جو آپکو بیماروں کی عیادت اور حاجتمندوں کی حاجت روائی کے لئے ان کے گھروں تک کشاں کشاں لیجاتی تھی۔ اور ہمیشہ ان کی ہر ممکن امداد کیلئے تیار رکھتی تھی۔ یہ اس محبت و ہمدردی ہی کا سبب تھا۔ کہ آپؐ کا گھر غربا و بیکس مانندوں کی آرامگاہ بنگیا۔ ان ایام میں بھی جبکہ آپؐ کو کوئی آمد کا ذریعہ نہ تھا۔ آپؐ اسکو بھی جو کچھ کہ وہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ غربا و حاجتمندوں پر ہی خرچ کرتے تھے۔ وہ لینت و مہربانی جو آپؐ جانوروں سے ہمیشہ برتتے تھے۔ اور وہ بھی آپؐ سے ویسی محبت و اطاعت کرتے تھے۔ وہ شفقت نوازش جس کا ظہور بچوں پر ہوتا تھا۔ اور جب کبھی آپؐ بچوں میں سے ہو کر گذرتے انکے سروں پر شفقت و محبت کا ہاتھ پھیرتے اور ان سے مہربانی و محبت کے الفاظ کہتے۔ جب کوئی دوستی اور محبت کا ہاتھ آپؐ کیطرف بڑھاتا آپ اس سے اپنا ہاتھ چھڑانے میں کبھی بھی سبقت نہ کرتے تھے۔ باوجود ان تمام باتوں کے آپؐ بڑے درجے کے عزلت گزین اور متین انسان تھے۔ خودنمائی و خودستائی کبھی آپؐ کے پاس بھی نہ پھٹکتی تھی۔ لیکن ان معاملات میں جن میں دخل دینا آپؐ اپنا فرض سمجھتے تھے۔ چاہے وہ حقوق اللہ تعالےٰ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے آپؐ نے کبھی نہ دوستوں کے غصہ کی پرواہ کی اور نہ دشمنوں کی عداوت کا خیال کیا۔ بلکہ بلا خوف و خطر پوری سرگرمی کے ساتھ اس فرض کو سرانجام دیتے۔ اور ہرگز اسکی پروا نہ کرتے کہ مجمع وغیرہ کیا چیز ہیں یا وہ لوگ جن کے عقائد کی آپ تردید کرتے تھے۔ آپؐ کے مقابلہ اور مخالفت کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں سچائی اور دوسروں کے حقوق کی حمایت میں آپؐ نے اپنا سب کچھ بھلا دیا۔ اور ذرا برابر بھی اپنے وجود یا فائدہ کی پروا تک نہ کی +

آپؐ حد سے زیادہ سریع الحس تھے۔ اور خصوصاً ان افعال میں سریع الحس تھے۔ جن کا تعلق

دوسروں کی بھلائی میں تھا۔ آپؐ خود فاقہ برداشت کر لیتے لیکن دوسروں کو بھوکا نہ رہنے دیتے آپؐ کا دستر خوان اپنی غریب رعایا کیلئے ہروقت بچھا رہتا تھا۔ آپؐ اپنے قلیل سرمایہ کو لوگوں میں تقسیم کرنے اور اسکو بری طرح محسوس کرتے کہ بعضوں کو بہت ہی تھوڑا پہنچتا ہے۔ اور اس پر آپؐ کو افسوس ہوتا کہ آپؐ کے پاس کچھ زیادہ دینے کو نہیں ہر ایک شخص کی نیک خیالی کا آپؐ کو احساس ہوتا ان کا بھی جن سے مذہب اور خیالات میں آپؐ کا اختلاف تھا۔ مکہ میں آپؐ کے ایام جوانی میں آپؐ کے ساتھی ہی تھے۔ جو سب سے زیادہ ذہین اور معزز لوگ تھے۔ اگرچہ ہماری اصطلاح میں وہ محض اُمّی تھے لیکن تاہم آپؐ کا ذہن بہت باریک بین اور دور رس تھا۔ آپؐ تمام اشیاء اور ہر ایک انسان کو محبت کی نظروں سے دیکھتے اور قدرت اور اسکے عجائبات پر غور و فکر کرتے تھے +

خود انکاری آپؐ میں نہایت درجہ کی تھی فیاضی اور مہمان نوازی جو کہ عربوں کا خاصہ ہے آپؐ کے خون میں سرایت کر چکی تھی۔ یہ سب باتیں آپؐ میں موجود تھیں۔ اور آپؐ کی قوم سے آپؐ کو ورثہ میں ملی تھیں۔ وہ عالی حوصلگی اور سخاوت جس نے چھوٹی عمر میں ہی قریش سے الامین کا خطاب آپؐ کو دلوایا۔ آخر عمر تک ہر ایک فور و نا رہی عسر و یسر اور ضعف و طاقت میں اپنے مشن کے آغاز سے لیکر اسکے آخر تک آپؐ میں رہی۔ اور آپؐ کی زندگی کا ایک جزو لاینفک ہو گئی +

ایک دفعہ آپؐ کو کسی کے حق میں بد دعا کرنے کیلئے کہا گیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ میں بددعا کرنے کیلئے مبعوث نہیں ہؤا۔ بلکہ میں تو کُل بنی نوع انسان کیلئے رحمۃ للعالمین ہو کر آیا ہوں" +

رحم اور عفو آپؐ کی زبان پر تھے۔ تمام ان بڑے بڑے جرائم میں بھی جو حکومت یا مسلمانوں کی بقایا اسلام کے خلاف کئے جاتے تھے۔ آپؐ انصاف کے ساتھ سزا دیتے اور اکثر رحم سے ہی کام لیتے تھے لیکن توحید الٰہی اور مساوات انسانی کو برباد کرنیوالی تمام کوششوں سے اغماض ناممکن تھا اور ایسے مجرموں کے ساتھ مجرموں جیسا سلوک کرنا ہی ضروری تھا جو کیا گیا جیسا کہ تمام مہذب اقوام کا قاعدہ ہے +

ذاتی تکالیف کی آپؐ کبھی بھی پروا تک نہ کرتے تھے۔ آپؐ کی ذات مبارک پر جو جو حملے یا جور و ستم ہوتے۔ ان کو بڑے تحمل و صبر سے برداشت فرماتے اور ہروقت معاف کرنے کو تیار رہتے تھے ایک یہودیہ عورت نے آپؐ کو زہر دیکر مارنا چاہا۔ مگر جب وہ پکڑی گئی اسکو معافی دیکر آپؐ نے عملی رنگ میں اپنے

خلق عظیم کا نمونہ دکھایا۔ فتح مکہ پر آپ نے آزادانہ طور پر ہندہ اور ابو سفیان کو معافی دے دی جنہوں نے سالہا سال تک آپ کو ہر ایک قسم کی اذیتیں پہنچائیں۔ اور حقارت و نفرت کا برتاؤ آپ سے روا رکھا تھا۔ گزشتہ اقعات تو ہو چکے تھے جس کیلئے صرف اللہ ہی آپ کے درمیان انصاف کرتا تھا۔ اس وقت تو ان کی موجودہ حالت کو دیکھنا تھا جنہیں اسلام کو کامل فتح نصیب ہوئی +

آپ نے مخلوق خدا کو بردباری اور تحمل کی تعلیم دی۔ وہ سب سے زیادہ پاکیزہ اور وسیع بن تحمل و بردباری جو نسل انسانی کو آج تک نصیب نہ ہوئی تھی۔ کفار کے حملوں کی مدافعت کے لئے اپنی فوج کو روانہ کرتے وقت آپ نے ان کو خاص طور پر ہدایات کی ہدایت کی۔ کہ خبردار کبھی بھی دغا و فریب اور ناجائز ضرر رسانی سے کام نہ لینا اور اپنی سپاہ کو حکم دیا۔ کہ ان نقصانات کا بدلہ لیتے وقت جو دشمن کی طرف سے ہمیں پہنچیں۔ گھروں کے اندر رہنے والوں سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ ہرگز کسی قسم کی تکلیف انہیں نہ پہنچائیں۔ عورتوں کی ہر طرح سے حفاظت کریں۔ ننھے بچوں کو جو آغوش مادر میں ہوں کوئی دکھ نہ دیں۔ اور نہ ہی ان بیماروں کو کوئی گزند پہنچائیں جو بستر بیماری پر ہوں۔ ان لوگوں کے گھروں کو جو ہمارا مقابلہ نہیں کرتے ہرگز منہدم نہ کیا جائے۔ اور نہ ان کے معیشت کے وسائل و ذرائع کی بیخ کنی کی جائے۔ اور نہ ہی ثمردار درختوں اور کھجوروں کو نقصان پہنچایا جائے" +

یہ وہ الفاظ ہیں جو تمام یورپ کے سامنے آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ تاکہ تمام اقوام کی افواج ان کو دیکھیں پڑھیں اور ان کو سمجھیں +

یہ وہ نمونہ ہے جو آپ نے نسل انسانی کے سامنے رکھا یہی آپ کا مذہب اور آپ کی تعلیمات تھیں۔ وہ کامل انسان ہے جس نے انوار ربانی سے مؤید ہو کر اپنی قوت قدسی اور روحانیت کو پھیلایا اور ایک ایسا جوش پیدا کر دیا جو کبھی سرد ہونے والا نہیں۔ جس نے صحرائی عربوں کو اپنی غفلت و جمود سے بیدار کر کے توحید الٰہی کا جھنڈا چہار اطراف عالم میں گاڑ دیا۔ یہ آپ ہی کے "خلق عظیم" کا جوہر ذاتی ہے۔ کہ ہم ایک انسان کامل کو اپنے سامنے دیکھتے اور سچی انسانیت کے اعلیٰ اور ارفع اصولوں اور اوصاف حسنہ سے واقف ہیں۔ آپ کے "اس خلق عظیم" سے بڑھ کر ہمارے ہاتھ میں اور کوئی معیار اخلاق انسانی کو جانچنے کا نہیں۔ یہی وہ اخلاق کریمانہ ہیں جنہوں نے لوگوں سے عزت و تکریم کا خراج وصول کیا ہے۔ یہی نسل انسانی کے دلوں میں آپ کی محبت پیدا کرنے کا موجب اور آپ کی مدح و ثنا کا مرجع قرار پائے ہیں۔ یہ

وہ چیز ہے جس کو قوموں نے اپنے ضوابط میں داخل کیا ہے۔ اور اسکی یادگار صفحۂ ہستی پر ہمیشہ ہمیشہ تک کیلئے قائم رہے +

سلسلہ خطبات عزیزیہ نمبر ۱

ہماری دلی خواہش ہے کہ ناظرین کرام رسالہ ان معرکتہ الآرا خطبات سے بھی بہرہ اندوز ہو جائیں۔ جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری نے جبکہ انہوں نے مسلم مشن ووکنگ کی بنیاد رکھی۔ اپنے قیام انگلستان میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرفت کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرنے کیلئے انگلستان فرانس سکاٹ لینڈ اور دیگر مقامات پر خطبوں لیکچروں سرمنوں اور تقریروں کی شکل میں دیئے۔ چونکہ ان خطبات کا ترجمہ ناظرین کرام تک ابھی نہیں پہنچا۔ اسلئے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ اشاعت اسلام کی ہر ماہ کی اشاعت میں ایک خطبہ میں سے ایک مضمون باقساط شائع ہوتا رہے۔ چنانچہ سلسلہ خطبات عزیزیہ نمبر ۱ میں مندرجہ ذیل ایک مضمون اس ماہ کے رسالہ میں درج کیا جاتا ہے ایڈیٹر

میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی

میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی۔ یہ مختصر سا فقرہ کیسا جامع کیسا خوبصورت صداقت اور حکمت سے بھرا ہوا اور سچ پوچھو تو یہی ایک فقرہ نشیب و فراز زندگی میں ہر مرحلہ پر انسان کیلئے مشعل راہ ہو جاتا ہے۔ اور عجب بات ہے کہ یہی ایک فقرہ جامع طریق پر اس حقیقت کو ظاہر کرتا جو لفظ اسلام میں مظہر ہے اسلام کیا ہے رضاء الٰہی کے آگے سر جھکا دینا انسانی ارادہ یا انسانی مرضی وہ زبردست قالب ہے کہ جسمیں ہر انسانی فعل اور حیرت ڈھل جاتی ہے لیکن یہ ارادہ بالضرور انسان کو تباہی تک پہنچا دیگا۔ اگر یہ خلیع الرسن ہو۔ فی الواقع انسانی ارادہ تہذیب و تعدیل کا محتاج ہے اور ہر وقت اصلاح و تربیت چاہتا ہے۔ اور اگر انسان رضاء الٰہی کو ہی پورا کرنے آیا۔ تو پھر بہترین قاعدۂ زندگی جو جناب مسیح نے فرمایا۔ اس کی اہمیت ظاہر ہے۔ اس خدائے قدوس کی رضا ہی انسانی رضاء پر غالب آنی چاہئے۔ اس اصول کو جناب مسیح نے صلیب سے سکھایا۔ اپنی جان کی قربانی سے آپنے

ہمیں تعلیم دی۔ اب اگر یہی اصول ایک صحیح اصول ہے۔ تو ہمیں رضاء الٰہی کا علم ہونا ازبس ضروری ہے۔ کیا اس رضاء الٰہی کو ہم مختلف مصائب اور تکالیف میں پڑ کر حاصل کریں جیسے کہ ذو لو ہلوسٹ ( ) ہمیں تعلیم دیتا ہے۔ یا اس رضاء الٰہی کا مطالعہ بہمہ عقیدہ کے مطابق مطالعہ فطرت سے کریں۔ اس کا تو یہ مطلب ہے کہ ہم حکمت الٰہی کو دوسروں کے نقصان پر حاصل کریں انسان کی نسلوں کی نسلیں جہالت اور ناواقفی کے باعث طرح طرح کے نقصان اور اسی طرح تکالیف و نقصانات اٹھا کر ہماری ہدایت کے لئے سبق چھوڑ جائیں کیا یہ خودغرضی نہیں اور خدائے تعالےٰ کی ربوبیت پر ایک خطرناک حملہ نہیں۔ یہ باتیں ممکن ہے اُن کو پسند آئیں جو رگ دہریت اپنے اندر رکھتے ہیں لیکن جب ہم ایک دفعہ تسلیم کرلیں کہ ایک حکیم و فہیم خدا ہمارے چاروں طرف حکومت کر رہا ہے۔ وہ حکیم اور مدبر بالاارادہ خدا ہے۔ جس کے علم میں کوئی خاص منشا انسان کے پیدا کرنے میں ہے۔ جس کو وہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ اب اگر ہم یہ تعیین کرلیں تو ہمیں اس منشاء الٰہی کا علم بھی ہونا چاہئے۔ اور ان راہوں کا بھی علم ہونا چاہئے جس سے وہ مشیت پوری ہوتی ہے۔ اور مذہب کی اگر کوئی غرض ہو سکتی ہے تو یہی ہے مذہب دنیا میں اسی لئے آیا کہ وہ ہم پر ہمارے خالق کی منشاء ظاہر کرے کہ ہمیں اس نے کیوں پیدا کیا اور اس طرح ہم اس کی غرض پوری کرنے کیلئے اپنی رضا کو اس کی رضا کے ماتحت کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں جس طرح ہمارے حالات واقعہ ہوئے ہیں۔ ہر وقت ہم ایک ایک مرضی کے تابع ہوتے ہیں۔ خواہ وہ ہماری مرضی ہو یا کسی کی مرضی ہو۔ ہم روزمرہ کی زندگی میں ایک ایسی منشاء اور رضا کے ماتحت ہو جاتے ہیں جن کو ہمارے رسم و رواج نے ہم میں معروف کا رنگ دیدیا۔ مرضی نے پیروی کرنی ہے۔ اور جب یہ حالت ہے تو کیوں نہ اسے اس اعلےٰ و ارفع مرضی کے ماتحت لے آئیں جس کی کوئی نہ کوئی مرضی ہمارے پیدا کرنے میں تھی۔ اور جس مرضی کو صرف وہی جانتا ہے اور ہاں وہی جانتا ہے کہ وہ مرضی کس طرح پیدا ہوگی +

جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے کہ مذہب جو دنیا میں نازل ہوا۔ تو اسی ربانی مرضی کو انسان پر ظاہر کرنے کیلئے پیدا ہوا۔ اسلئے مذہب خدا کی طرف سے ہر ایک کو بلا تمیز قوم ہر وقت دیا گیا دوسری طرف یہ بھی عام طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ یہ ساری کتب الٰہیہ جن میں خدا کی منشاء ظاہر ہوئی تھی

اپنی اصلی شکل وصورت میں نہیں ہیں۔ ہاں قرآن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ یہ اپنی اصلی صورت میں ہے۔ لیکن اس بات کو بھی جانے دو۔ چلو جس شکل میں کوئی کتاب آئی ہے۔ اس کو اٹھا لو۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ مروجہ کتب مقدسہ رضا الٰہی کا آئینہ ہو سکتی ہیں سب سے پہلے ان چاروں اناجیل کو لیلو

آج کے ہمارے خطبہ کا جو موضوع ہے۔ یعنی "میری رضا نہیں بلکہ تیری رضا ہو" یہ تو اِس قدر عظیم الشان ہے کہ اس کی تعلیم مسیح نے پھانسی پر چڑھ کر دی۔

ہم آپ کی زندگی میں اور آپ کے مقدس الفاظ میں تعلیم دیئے جاتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے جب ہمیں دشمنوں سے معاملہ پڑے ہمیں کس طرح صبر کے ساتھ مصائب زندگی کو سہنا اور کسی تکلیف کی بھی ہمیں پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔ اگر دشمنانِ خدا کی پردہ دری کرنے میں ہمیں اٹھانی پڑے۔ لیکن یہی چند باتیں ہماری کُل زندگی پر حاوی ہیں۔ یا ہماری کُل ضروریاتِ زندگی ہمارے کاروبار اور ہمارے معاملات ان حدود سے باہر بھی چلے جاتے ہیں۔ جن کو مسیح کے پیارے الفاظ گھیرے ہوئے ہیں۔ کیا ہمیں ہر معاملہ زندگی میں ربانی روشنی کی ضرورت نہیں اور تو اور اپنے اعضاء جوارح کو دیکھ لو۔ خدا نے ہمیں ہاتھ دیئے۔ پاؤں دیئے۔ آنکھیں دیں دل و دماغ دیا۔ اِن چیزوں کے بنانے میں کوئی منشاء ایزدی ہو گی۔ ان کا کوئی خاص استعمال اس کی نگاہ میں ہو گا۔ کیونکہ ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ انہی اعضاء و جوارح کی بد استعمالی ہمیں ہلاکت کا منہ دکھلاتی ہے۔ کیا انہی اعضاء۔ جوارح و دیگر اعضا کے ناجائز استعمال کیلئے ہم خدا اور مخلوق خدا کے سامنے ذمہ وار نہیں۔ دیکھو اسی ذمہ داری کی طرف کس خوبصورتی سے کتاب اسلام نے اشارہ کیا۔ یہ ہیں قرآن کریم کے الفاظ۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا۔ بنی اسرائیل آیت ۳۶

ترجمہ - اس بات پر مت چل جس کا تجھے علم نہیں۔ کیونکہ تجھ سے تیرے دیکھنے سننے اور دل کے متعلق پوچھا جائیگا۔

کیسی حکمت اور صداقت سے بھری ہوئی یہ نصیحت ہے۔ خدا کی کتاب میں یہاں صرف تین اعضاء کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہی تین اعضاء وہ زبردست اعضاء ہیں کہ جن کے زیرِ اثر تمام انسانی ارادے اور خواہشات مختلف شکلیں اختیار کرتی ہیں۔ دراصل یہ تین اعضاء کُل حواس انسانی کے قائم مقام

ہیں ہمارے علم کا زیادہ حصہ آنکھ اور کان کے ذریعے ہمیں ملتا ہے اور ہمارے ارادہ و مرضی کا منبع
ہے میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی"۔ کیسا پیارا فقرہ ہے کیسی برمحل نصیحت کیسی برموقع ہدایت۔
لیکن سوال تو یہ ہے کہ آنکھ کان اور دل کے استعمال میں تیری مرضی کا علم کہاں سے ہو کیونکہ آنکھ
اور کان سے میں واقعات کا علم حاصل کرتا ہوں۔ اور دل کے ذریعہ ان پر محاکمہ کر کے اپنی
مرضی اور ارادے کو استعمال کرتا ہوں۔ مجھ سے کہا جاتا ہے۔ کہ میں اپنے تمام امور زندگی میں ہادی
راہ "تیری مرضی" رکھوں۔ اور اپنی مرضی کو تیری مرضی کے ماتحت کر دوں لیکن کوئی ذریعہ نہیں
کہ جس سے مجھے تیری مرضی کا علم ہو۔ ہم آپس کے معاملات زندگی میں بھی
ایک دوسرے کے بالمقابل فرائض و ذمہ داریاں رکھتے ہیں اور انہی فرائض و ذمہ داریوں کے
توڑنے سے "دنیا میں بدی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہماری ربانی غرض جو انسان کے بنانے میں تھی
مفقود ہو جاتی ہے کس طرح سے اس حکم "تیری مرضی" کو میں ان مختلف فرائض و ذمہ داریوں کے
ادا کرنے میں پورا کروں۔ کیا میں اپنی زندگی سے ایک ایک قدم پر اندھیرے میں نہیں۔ کیا مجھے
ہر مرحلہ زندگی پر روشنی کی ضرورت نہیں۔ پھر اگر روشنی کی ضرورت ہے تو کیوں ربانی روشنی نہ ہو
مذہب "دنیا میں اور بھی ہوتے رہے ہیں۔ اور ہر ایک اسی ربانی روشنی کو اپنے اندر رکھنے کا مدعی ہے
لیکن ہم نے دیکھ کوئی بھی کتاب خاتم الہام الٰہی ہونے کے مدعی نہیں ہو سکتی۔ جب تک اسمیں ذیل کے امور
نہ ہوں جس کا دعویٰ اسلام کی کتاب قرآن نے کیا۔ اور ان امور کو اپنے اندر رکھا جس کا
دعوے ہے۔

(الف) ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ ھدی للمتقین۔ اِس کتاب میں کوئی شبہ نہیں
یہ حق اللہ حق العباد کا لحاظ رکھنے والوں کے لئے ہدایت نامہ ہے (سورۃ بقرہ اول آیت) کتٰب
انزلنٰہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور۔ باذن ربھم الی صراط العزیز
الحمید۔ یہ قرآن ایک اعلےٰ درجہ کی کتاب ہے اسکو ہم نے تم پر اس غرض کیلئے اتارا ہے کہ تم لوگوں کو
ان کے پروردگار کے حکم سے (کفر کے اندھیروں سے نکالکر ایمان کی روشنی میں لاؤ (یعنی) اس
(ذات پاک) کے رستے پر لاؤ جو (سب سے) زبردست اور تعریف کے لائق ہے (سورۃ ابراہیم آیت پہلی)
(ج) سورۃ انزلنٰھا وفرضنٰھا وانزلنا فیھا۔ اٰیٰت بیّنٰت لعلکم تذکرون

(یہ ایک) سورت ہے۔ جس کو ہم نے اُتارا اور یہ دستور العمل ہمارا ہی باندھا ہؤا ہے۔ اور ہم نے اس میں کھُلے کھُلے احکام نازل کیئے۔ تاکہ تم یاد رکھو (سُورۃ النور۔ آیت پہلی)+

اِس قسم کی بہت سی آئیتیں قرآن کریم میں ہیں۔ جن سے ہمارے روزمرہ معاملات زندگی میں اس چیز کا پتہ لگتا ہے۔ جس کو جناب مسیح نے "تیری مرضی" کہکر پکارا +

موجودہ کلیسیا عملاً اپنے استاد کے خلاف ہے۔ لیکن مسیحی کلیسیا جس کا ڈھانچ پولوس نے بدل دیا۔ وہ دراصل یہ سکھلاتا ہے کہ تیری مرضی دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسکی تعلیم بالکل اس کے برعکس ہے تیری مرضی جس سے مُراد وہ ربانی قوانین یا شرائع ہیں جن پر چلنا انسان کیلئے ضروری تھا۔ اور جن کے ماتحت انسانی مرضی کو رہنا تھا اُن پر پولوس کی تعلیم کے ماتحت انسان چل سکتا ہی نہیں۔ گناہ جس سے مُراد تیری مرضی کا خلاف ہے بحسب تعلیم پولوس تیری مرضی یعنے شریعت انسان کی فطرت میں آچکا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان قوانین الٰہی پر چل سکتا ہی نہیں تیری مرضی یعنے شریعت بقول پالوس لعنت ہے۔ اور لعنت کی طرف لیجاتا ہے۔ اسلئے ہم تیری مرضی یعنی شریعت پر چلکر نجات پا ہی نہیں سکتے۔ اور اسلئے ہمیں نجات مسیح کے خون کے ذریعے حاصل ہوئی۔ کیا عجیب انکشاف حقیقت جناب پولوس کو ہوا۔ اور یہ وہ انکشاف ہے جس کا پتہ جناب مسیح کو نہیں چلا۔ اگر مسیح بھی اس حقیقت سے آشنا ہوتا تو پھر وہ کیوں یہ سبق سکھلاتا +

میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی

اگر وہ جانتا تھا کہ ہم تو اسکی مرضی پر چل بھی نہیں سکتے تو پھر وہ ہمیں یہ سبق کیوں دیتا پولوس اور اُس کے ماتحت عیسائی کہتے ہیں کہ وہ خدا ہے۔ لیکن جب وہ یہ سبق دینے میں انسانی فطرت کو نہ سمجھ سکا۔ پھر وہ خالق کس طرح ہو سکتا ہے +

سلاجیت (مومیائی) بیلے ضرر زود اثر مفرد دوائی ہے درجہ کی مقوی اعصاب معدہ ہے۔ جگر گردہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے کام ہرزش، درد کمر یا ورد گردہ درد کو بھی جو چوٹ لگنے کے باعث ہوں دُور کرتی ہے تمام ان جنسوں کے لیے بہت کم نھکاوٹ اسکے استعمال سے ہوتی ہے دوزن بچے بوڑھا ہر موسم میں بلاتمیز استعمال کر سکتے ہیں۔ قیمت فیتولہ ایک روپیہ (عہ/) ایک تی ہو درتی حسب مزاج ہمراہ دودھ استعمال کریں۔
المشتہر منیجر کارخانہ سلاجیت عزیز منزل نولکھا لاہور

اسلام کی خوبیاں

(ایک نومسلمہ کی قلم سے)

ہماری اس دنیا میں بہت سے رسم و رواج مروج ہیں بعض تو ان میں سے ہماری راحت و آسائش کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اور بعض صعوبت اور تکلیف کا موجب ہو جاتے ہیں لیکن اگر اس معاملہ میں ذرا غور و فکر سے کام لیا جائے اور رسم و رواج کی حقیقت کو طشت ازبام کرنے کی کوشش کیجائے تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ان کی اصلی اور حقیقی غرض و غایت ہماری تکالیف کو دور کرنا اور ہماری طرز معاشرت میں آسانی پیدا کرنا تھی بلکہ خواہ مخواہ کی بلا اور مصیبت اپنے گلے ڈالنا کسی رسم و رواج کو بیخ سے اکھاڑنا اور اس پر عمل درآمد قطعی طور پر بند کرا دینا کوئی آسان کام نہیں اور خصوصاً یہ بات تو ابدالآباد سے چلی ہی آئی ہے۔ کہ چونکہ میرے آباؤ اجداد یہ کام اسی طرز پر کرتے آئے ہیں اس واسطے اگر میں بھی ایسا ہی کروں تو اسمیں چنداں قباحت نہیں۔ اس لکیر کی فقیری نے بہتوں کو پیروی حق سے روکا اور بہتوں کو قعر ضلالت و کبر میں ڈبویا۔ اور مذہب کے معاملے میں تو اس اندھی تقلید کی حد ہی ہو گئی ہے۔ اور خصوصاً مغربی ممالک میں جہاں کہ لوگ عموماً عیش پرستی میں مصروف ہیں۔ اور ان کے لئے اپنے اسلاف کے مذہب کی تقلید بہ نسبت تحقیق حق کے بہت آسان ہے اور بدیں وجہ وہ اپنے دل سے یہ سوال کرنے کی تکلیف کبھی گوارا نہیں کرتے کہ آیا ہمارے والدین کی طرز عبادت برحق اور فطرت صحیح کے مطابق بھی تھی یا نہیں۔ مغرب میں ایک بڑا زبردست رواج ہے اُسکو سوشل قانون کہئے تعصب سے نامزد کیجئے یا تنگ نظری سے منسوب کیجئے خیر اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی مغربی انسان کو اس گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہونا چاہیئے کہ وہ مذہب کی بابت کسی قسم کی گفتگو یا غور و خوض یا دریافت کی غیر حاضری میں کرے۔ اور یہی ایک وجہ ہے کہ مغربی لوگ مذہب پر کبھی غور نہیں کرتے اور اسکو اپنی ضروریات زندگی میں شمار نہیں کرتے۔ ہاں مشرقی ممالک میں یہ بات نہیں۔ ہندوستان ہی کو دیکھ لو۔ یہاں تو دن رات مذہبی مباحثے اور جلسے ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہ وجہ ہے کہ اگر ایک ہندوستانی کو اس بات کا قائل کر دیا جائے کہ اسکے مذہب میں نقائص ہیں اور ایک دوسرا

بہتر مذہب پیش کیا جائے تو وہ فوراً حق کی پیروی کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا لیکن یہاں بھی ایک مسلم کے پاؤں کا اکھڑانا ایک امر محال ہے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ ایک عیسائی مبلغ سے بات کرنے کا مجھے اتفاق ہوا دوران گفتگو میں وہ کہنے لگے۔ کہ ہندوستان میں جو لوگ نئے عیسائی ہوتے ہیں۔ ان میں سے شاید چار فیصدی مسلم اور ۹۰ فیصدی ہندو ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ جب وہ کسی مسلم کو عیسائی بنانا چاہتے ہیں تو وہ کوئی نمایاں فرق ان دو مذاہب کے اصولوں میں دکھا نہیں سکتے۔ میرے خیال میں ایک بڑی روک جوان مبلغوں کی راہ میں ہے وہ یہ ہے کہ وہ اسباب کو تو بالکل خیال ہی میں نہیں لاتے۔ کہ ان کے مذہب میں کوئی جدید بات تو ہے نہیں۔ جو کچھ اچھی بات ان کے مذہب میں ہے وہ اسلام میں آگے ہی موجود ہے۔ ہاں ان کے مذہب میں کچھ بدعات آگئی ہیں اور ان کو پیش کرنے سے وہ جھجکتے ہیں۔ اسلام کا دعویٰ ہے کہ اسمیں کوئی افراط تفریط نہیں ہوئی۔ وہ تصرفات انسانی سے محفوظ ہے اور اسکی تعلیم قابل عمل ہے جو کچھ بھی صداقت اور نفع انسانی کی بات کسی مذہب میں تھی۔ وہ اسلام نے اپنے اندر صحیح اور اصلی حالت میں لیلی ہے۔ تو پھر کیوں آپ لوگ اپنے دل سے مذہب کی بابت سوال نہیں کرتے۔ میرا خیال ہے کہ سو میں سے ننانوین حالتیں ایسی نکلینگی کہ یہ مذہب جس کی تقلید مغرب میں بلا دیکھے بھالے ہو رہی ہے غیر تسلی دہ اور قابل ترک ثابت ہوگا۔ کیا یہ ہمارا فرض اولین نہیں کہ ہم طلب حق میں کوشش کریں۔ ہم خود اپنے دوستوں کا انتخاب کرتے ہیں خاوند بھی اپنی مرضی سے چنتی ہیں۔ کوئی پیشہ اختیار کرنے سے پہلے خوب سوچ بچار کر لیتے ہیں۔ ایک معمولی سی چیز خریدتے وقت اپنے دل سے مشورہ کرتے ہیں تو پھر کتنی شرم کی بات ہے کہ مذہب جیسی قیمتی اور ضروری چیز کو لیتے وقت ہم غور و خوض سے کام نہ لیں۔ انجام و عاقبت پر غور نہ کریں اور مقابلہ کرکے بہترین مذہب کو اختیار نہ کریں دیگر ضروریات زندگی تو عارضی ہیں لیکن کتنی اہمیت اور وقعت ہم انکو دیتے ہیں۔ اور مذہب کے معاملے میں اپنے دماغ کو چھٹی دیکر کسی دوسرے کی رائے یا خیال کی اندھی تقلید کر لیتے ہیں۔

اب آپ یہ پوچھینگے کہ اسلام میں کونسی خوبیاں ہیں اور دیگر مذاہب پر اسکو کیا فضیلت ہے جناب من محاسن اسلام کو گننا تو ایک امر محال ہے اور اسکی کوشش کرنے میں ایک بالالاز طاقت چیز کو پانے کی کوشش کرنا ہے۔ اس واسطے میں مشتے نمونہ از خروارے چند مختصر سی باتوں کی

صاحبان کی توجہ مبذول کرتی ہوں۔ گذشتہ چند روز سے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح کے حالات پڑھ رہی ہوں۔ آپ کی روزانہ طرز زندگی پر غور کرنے سے دل ایک عجیب اثر پیدا ہوتا ہے۔ گو آپ ایک ہمارے جیسے بشر لیکن اس قسم کے اعلے اخلاق اور عمدہ ترین عادات آپ میں پائی جاتی تھیں۔ کہ اشرف الناس آپ کو کہنا بیجا نہیں۔

ذرا اس سلام پر غور کرو جو مسلمان ایکدوسرے سے کرتے ہیں۔ فرمایا ایکدوسرے سے بطور السلام علیکم کہو یعنی سلامتی ہو تم پر کیسی جامع اور خوبصورت دعا اور اسکے مقابلے میں عیسائی طرز سلام کو بھی دیکھو ؎

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

عیسائی کلیسیا میں یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ سب سے خوبصورت بھجن یا گیت ہے جو سلامتی یا کامل سلامتی سے شروع ہوتا ہے۔ بقول انجیل جب جناب مسیح سمندر پر چلے اور طوفان بالکل مدھم ہو گیا اور چاروں طرف سناٹا چھا گیا تو آپ نے فرمایا "میں تم پر اپنی سلامتی چھوڑتا ہوں" "زمین کیلئے سلامتی۔ اور لوگوں کی بھلائی" نبی کریمؐ نے مذہب اسلام میں جو کچھ تعلیم دی ہے اس کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں جس پر تمام لوگ روزانہ زندگی میں عمل پیرا نہ ہو سکیں۔ مغرب کے مذاہب کی طرح یہ کوئی دکھاوے یا فیشن کا مذہب نہیں۔ مذہب اسلام امرا کیلئے مخصوص نہیں۔ یہاں تو سب پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر اکٹھے عبادت کرتے ہیں۔ اسلام ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ امیر لوگ جیسے دیگر مسجد میں اپنے لئے ریزرو کرالیں اور بیچارے غریبوں کو کبھی صف اول میں کھڑے ہونا نصیب ہی نہو۔ گرجا میں تو آپ کچھ روپے دے کر بہترین جگہ لے سکتے ہیں۔ اور سب سے آخر میں آکر سب سے آگے بیٹھتے ہیں لیکن اسلام میں جو پہلے آوے وہی صف اول کا ثواب لیگا۔ خواہ وہ مفلس اور قلاش کیوں نہ ہو۔ اور ایک امیر کبیر بھی اگر بعد میں آیا ہے تو اسکو آخر میں ہی جگہ ملیگی یہاں امیر غریب کی حیثیت کم از کم مسجد میں تو برابر ہے۔ دونوں نماز اور سلام کا ثمرہ یکساں طور پر حاصل کرتے ہیں۔ اسلام سادگی کا مذہب ہے۔ میں اسکو سادہ اس واسطے کہتی ہوں کہ یہ لفظ اسلام اور بانی اسلام دونوں کے لئے نہایت موزوں اور قابل ہے۔ اس کا سادہ پن بڑا دلفریب اور شیریں ہے۔ اور لفظ سادہ لوگوں کے

دلوں کو معلوم ہوتا ہے عیسائی کلیسیاؤں میں سنا کرتے تھے کہ مسیح بڑا خوبصورت تھا ان کا چہرہ بڑا پیارا، دلفریب اور کیتھولک پادریوں کے منہ سے بھی سنا کرتے تھے کہ مریم بڑی حسین اور ان کا چہرہ بڑا دلکش، نگاہیں بڑی بھولی اور پیاری لیکن نبی کریمؐ کی بابت ہم نے کبھی ان کے چہرہ کی تعریف نہیں سنی (اگرچہ وہ بفضلِ خدا کسی سے کم خوش شکل نہ تھے) جب کبھی آپ کا ذکر سنا یہی سنا کہ آپ کے اوصاف بڑے حمیدہ تھے۔ آپ کے اقوال پُراز حکمت اور قابل عمل ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ایک آدمی کی بزرگی قائم کرنے کیلئے اسکی ظاہری دلربائی یا خط و خال کے دلفریب ہونے کی نسبت اسکے افعال و اقوال کا اچھا ہونا زیادہ ضروری ہے +

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سنہ ۵۷۰ عیسوی میں مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔ کچھ مدت تک آپ تجارت کے کاروبار کرتے رہے اور بڑی دیانتداری سے حضرت خدیجہؓ کا کام نبھاتے رہے۔ بہت سے سال ان کا کام کرنے کے بعد آپ نے حضرت خدیجہؓ کی درخواست پر اُن سے شادی کر لی۔ اور ایک سچے اور وفادار خاوند کی طرح آپ نے تمام حقوقِ زوجیت کو ادا کیا۔ آپ کے والد شریف آپ کی ولادت سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ اور جب آپ کی عمر صرف چھ برس کی تھی تو مادرِ مہربان بھی داغِ مفارقت دیکر چل بسیں۔ جب والدین کا سایہ اس چھوٹی سی عمر میں آپ کے سر سے اُٹھ گیا اور وہ تمام شفقتیں اور ناز جو والدین اُٹھاتے ہیں اُن سے محروم ہو گئے تو آٹھ برس تک اپنے دادا کے سایۂ عاطفت میں رہے۔ اور جب وہ بھی اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے تو آپ کی پرورش و تربیت آپ کے چچا ابو طالب کے سپرد ہوئی۔ آپ ابتدا ہی سے تنہائی اور عزلت گزینی کے شائق تھے۔ اور اپنے اوقات کا بہت سا حصہ جنگلوں اور بیابانوں میں عرفانِ الٰہی کی جستجو میں گذار دیتے تھے +

آپ بالکل ناخواندہ تھے۔ تا قیامت آپ کو بڑے فخر سے اُمّی رسول کہا جائیگا۔ اسطرح حضرت آمنہ کا یتیم بچہ جس کی ابتدا زندگی کے حالات یاد کر کے ہر ایک مسلم کا دل پسیج جاتا ہے جوان ہوا اور جوانی کے بعد کامل الہمت کے درجہ میں داخل ہوا۔ آپ کے دل میں اصلاحِ خلق کیلئے خیالات موجزن تھے اور جب آپ اپنے ملک کی گری ہوئی اور ناقابل گفتہ بہ حالت پر نظر ڈالتے تو آپ کے دل میں اصلاح کی ایک تڑپ اور لگن پیدا ہو جاتی۔ انہی دنوں میں آپ نے ملک شام کی طرف سفر

کچھ اسی دوران میں آپ کو ایک ایسا منظر نظر آیا۔ جس کے مشاہدے سے آپ کا دل بیزار ہو گیا اور اسی دنیا کی طرف سے گویا آگ سی آپ کے دل میں لگ گئی۔ آپ نے عیسائی فرقوں کو ایک دوسرے کی دشمنی میں لڑتے ہوئے دیکھا اور اس دائمی جنگ و قتال کا برا اثر جو لوگوں کے اخلاق و عادات پر پڑا تھا اسکو دیکھ کر آپ کا دل دُنیا کی محبت سے بیزار اور سرد ہو گیا۔ اور آپ نہایت مغموم اور متفکر واپس آئے +

جب آپ کی عمر پچیس برس کی تھی تو آپ کی شادی حضرت خدیجہؓ سے ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ ایک شریف خاندان کی اور بڑی امیر بیوہ تھیں۔ اور وہ سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر اسلام لائیں۔ انکی عمر آپ سے ۱۵ برس بڑی تھی۔ اس شادی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا۔ کہ آپ کو حصول روزی وغیرہ کے فکر سے نجات ہو گئی۔ حضرت خدیجہؓ نہ صرف آپ کی بیوی تھیں بلکہ آپ کی بہترین خیرخواہ اور سچی رفیق تھیں۔ جب آپ گوشہ نشینی اور تفکرات سے مغموم ہو کر واپس تشریف لاتے تو آپ کی تشفی اور تسکین کا موجب ہوتیں۔ اور جب آپ کے دشمن آپ کو ہر طرف سے تکلیف دیتے تو صرف خدیجہؓ ہی تھیں جو آپ کو تسکین اور دلیری دیتی تھیں۔ سخت سے سخت مصائب میں خدیجہؓ نے آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ پندرہ برس تک آپ نے اسی حالت میں بسر کیئے اور لوگوں کے دلوں میں خود بخود آپ کی عزت اور وقعت پیدا ہوتی جاتی تھی +

ان پندرہ برس کے بعد جب آپ کی عمر چالیس برس کی تھی تو غار حرا میں آپ پر پہلی وحی اُتری۔ آپ پر ایک عجیب خوف طاری ہو گیا۔ اور آپ فوراً اپنی مونس و غمخوار بیوی کے پاس واپس آ گئے اور اسکو سارا واقعہ سُنایا اور اس بڑے کام کا متحمل نہ ہونے کا خدشہ پیش کیا اور جب حضرت خدیجہؓ نے آپ کو یقین دلایا۔ کہ آپ اصلاح خلق کیلئے بحیثیت موعود نبی مبعوث ہوئے ہیں تو اس اُمید افزا پیام نے آپکے دل پر مرہم کا کام دیا۔ اور آپکے دل میں لوگوں کی محبت اور خدا کی مدد پر ایمان آگے سے دوگنا جاگزین ہو گیا۔ اور اسکے بعد ایک رات جب آپ ایک چادر لپیٹے سوچ رہے تھے تو خدا کی طرف سے رسالت اور تبلیغ کا حکم بڑے کھلے الفاظ میں آپ کو ملا۔ فرمایا۔ یا ایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر اے چادر لپیٹنے والے اُٹھ اور ڈرا (لوگوں کو) توحید بیان کر +

نبی کریم صرف مذہبی پیشوا نہ تھے کہ اگلی دُنیا کی چند خوشخبریاں سنا دیتے اور بس جیسا کہ جناب مسیح نے کیا۔ آپ کو مدینہ کے لوگوں نے بالاتفاق اپنا مطاع اور حاکم انتخاب کیا۔ آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی مختلف حیثیتوں کا مجموعہ ہے۔ آپ ایک یتیم۔ ایک غریب۔ ایک امیر ایک خاوند ایک والد ایک رسُول ایک قانونی حاکم اور ایک سپاہی ان سب کی حالت میں سے ہو کر گذرے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ انسانی تجربہ یا انسانی قلب کے مختلف حالات سے آپ ناواقف تھے۔ سب سے پہلا فرمان جو آپ نے بحیثیت مجسٹریٹ نافذ فرمایا اسمیں ایک شہر کے باشندے کے تمام فرائض مذکور تھے۔ اور قریب میں جو یہودی رہتے تھے ان سے تعلقات کا ذکر تھا۔ آپ نے اندرون خانہ کے تمام جھگڑے اور قتال کو روک دیا اور حکم دیا کہ سب تنازعات مجسٹریٹ کے حکم سے فیصلہ ہوں اور یہیں سے اسلامی جمہوریت کی ابتداء ہوئی ✦

ہمارے بعض عیسائی بھائی یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ بھلا نبی اور رسُول کو مجسٹریٹ کیا نسبت نبی کا کام تو صرف مذہب کی تعلیم دینا ہے جیسا کہ حضرت عیسٰے نے کیا لیکن میں ان سے یہ دریافت کرونگی کہ مجسٹریٹ یا مشیر قانونی کا دن کس شغل میں صرف ہوتا ہے۔ یہ کام تو بڑا افضل اور اشرف ہے۔ کیونکہ یہ تو خدا کے انصاف کے اس نظام انصاف اور نظام دُنیا میں الیس لانے کی مدد کرنا ہے۔ اور انسانی غلط کاریوں کی اصلاح کا جو انجن ہے۔ اس کا ایک بڑا ضروری پُرزہ ہے۔ اور جس کی غرض صرف اسقدر ہے کہ خدائے منصف کے نام پر انسانوں کے درمیان انصاف اور عدل قائم کیا جائے ✦

اور جس قدر یہ مُدعا حاصل ہوگا اسقدر نیکی کو تقویت ملیگی اور بدی کا دہن آزبند ہوگا۔ دو مخالف اور متضاد خیالوں یا دعوؤں کو جانچنے کیلئے ایک منصف کی ضرورت ضرور ہوتی ہے۔ یا بالفاظ دیگر موافق اور مخالف شہادتوں سے نتیجہ حق نکالنے کیلئے ایک جوری یا پنچ کا ہونا لازمی ہے۔ تو پھر غور کیجئے کہ نبی سے بڑھ کر اس عہدہ کیلئے اور کون انسان زیادہ موزُوں ہو سکتا ہے۔ یہ کام تو خود خدا کا ہے ایک دن آئیگا کہ وہ خود تمام مخلوقات کا انصاف بہ حیثیت ایک چیف جج کے کرے گا ایک آدمی خواہ اس کا کام کچھ ہی ہو لیکن جب تک وہ اپنے کام میں مبالغہ افراط و تفریط بدعت اور کذب سے بچتا رہیگا خواہ وہ وکیل ہو یا جج ہر حالت میں وہ

اپنے مقصد کے حصول میں کس طرح ایسی فعل کریگا جناب مسیح کے دہن مبارک سے بھی اسی قسم کے الفاظ نکلے فرمایا "میرا باپ بھی کام کرتا ہے۔ اور میں بھی اپنا فرض ادا کرتا ہوں"۔ لیکن پھر بھی میں یہ سوال کرونگا۔ کہ کیا ایک آدمی باوجود اپنے فرض کے ہر روز وہ اپنے دل سے اپنے افعال کے نتیجہ کی بابت سوال نہیں کرتا۔ اور کیا اس مقولہ کی صداقت دن بدن اس پر روشن نہیں ہوتی جاتی۔ کہ اس کا نتیجہ خار اور کانٹے بھی ہونگے۔ سالہا سال ایک ہی بڑے خوفناک امتحان میں گذرتے چلے جائیں۔ اور پھر نتیجہ پر ایک نظر ڈالی جائے تو کون شخص ہے جو اپنے آپکو یوں نہ کہیگا کہ میرا تمام دن کا شغل اس امر کے متعلق ہے جو بغیر گناہ کے کچھ بھی نہیں میں اپنی طاقت کو بے فائدہ ضائع کرتا ہوں۔ میری محنت اس امر میں رائیگان جاتی ہے جس سے مجھے کوئی اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ آخر اس دن ہم کیا جواب اس منصف اعظم کو دینگے جب ساری مخلوق بلا تمیز مذہب و ملت اسکے حضور جمع ہوگی۔ یہ عذر کرنا تو بالکل بے سود ہوگا کہ ہمنے سوچ سے کام نہ لیا۔ بہت سے تو کہیں گے کہ ہم اس چیز کے حصول کی کوشش کرتے رہے جس سے ہمکو کوئی تسلی نہ ملی۔ اس یقینی طور پر آنیوالی گھڑی کو یاد کراتے ہوئے میں اس مضمون کے ہر ایک پڑھنے والے سے التجا کرونگی کہ وہ طلب حق میں کوشش کریں اسلام کی خوبیاں اور اس کی فضیلت کی بابت اپنے دل سے سوال کریں۔ کیونکہ ان کو بھی یہ سوال پوچھا جائیگا اور انکو جواب دہی کرنی پڑیگی۔ نبی کریم کی زندگی کے حالات پڑھو آؤ ہم بھی مشرقی لوگوں کی طرح طلبِ حق اور قبولیتِ حق کے لئے اپنا دل کھولدیں اور اسلام کی برکتوں سے مستفید ہوں۔ اب اس مادہ پرستی کو جو مغرب میں رائج ہے خیرباد کہو اور روحانیت کو بھی دل میں کچھ تھوڑی سی جگہ دو۔ تو پھر آپ اس سلامتی اور تسکین قلب کو حاصل کرلینگے جو ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے سکھائی۔ قرآن فرماتا ہے۔ ایاك نعبد و ایاك نستعین ۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین (ترجمہ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ایخدا ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ رستہ ان لوگوں کا جن پر تُونے اپنی برکات نازل کیں۔ اور نہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور جو گمراہ ہوئے) ۔

قرآن کی آیات پر فرداً فرداً غور کرنے سے یہ امر روشن ہو جاتا ہے کہ اس سُورۃ میں انسان کے اعلےٰ ترین مقصد زندگی یعنے وصالِ خدا کے حصُول کیلئے رہنمائی کی گئی ہے۔ اور یہ سُورۃ انسان کو درجہ بدرجہ رُوحانی ترقی کی مختلف منازل طے کراتی ہوئی کمال عرفان تک لیجاتی ہے۔ کسی ہستی کی عبادت اور اطاعت صرف دو ہی باتوں سے ہو سکتی ہے۔ یعنی محبت یا ڈر سے۔ محبت تو ہمیشہ مطاع اور معبُود کے محاسن اور رحم سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سُورت میں قرآن نے اِن دونوں ذریعوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ بعض لوگ عشق و محبت سے مؤثر ہوتے ہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں جو ایسے خیالات کو تو پس پُشت ڈالتے ہیں لیکن رُعب اور خوف کے آگے دم نہیں مارتے۔ سب سے زیادہ دانشمندانہ طرز یہی ہو سکتی تھی کہ پہلے محبت کے نرم پہلو کو پیش کیا جائے۔ اور اگر اس سے کام نہ چلے تو رُعب اور خوف کو کام میں لایا جائے +

پس فطرت انسانی کے عین مطابق عمل کرتے ہوئے قرآن کی پہلی سُورۃ ہی میں خدا کی ایسی صفات بیان کی گئی ہیں۔ جو اسکی خوبیوں اور بھلائیوں کو پیش کرتی ہے۔ اور اِس طرح انسان کے دِل میں عشقِ الٰہی کی آگ بھڑکاتی ہے۔ اس ذات باری کا نام اللہ ہے۔ وہ خالق ہے تربیت دہندہ ہے۔ اور سب کا سہارا ہے وہ مومن اور کافر کا روزی رسان یکساں ہی ہے۔ وہ تمام ضروریات زندگی مُہیّا کیں جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ آسکتی تھیں لیکن جن کے بغیر زندگی ایک لمحہ کے لئے بھی محال ہو جاتی۔ وہ ہمارے اعمال صالحہ کا اجر بڑی فراخ دلی سے دیتا ہے اور جب وہ طبیعتیں جن میں جذبۂ محبّت غالب ہوتا ہے۔ ان صفات پر غور کرتے ہیں تو فوراً ان کے مُنہ سے خود بخود ایاک نعبد کی دُعا نکل جاتی ہے۔ اور جب عشق کا درجہ اس رُوحانی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ اور خدا کی محبت کے آگے سب خواہشات نفسانی ہیچ نظر آنے لگتی ہیں۔ تو فطرت انسانی خود بخود "اھدنا الصراط المستقیم" کا کلمہ نکلوا دیتی ہے +

اسلام یعنی نبی کریم کی تعلیم اور جناب مسیح کی تعلیم میں کس قدر فرق ہے۔ جناب مسیح نے فرمایا "اگر تیری ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی آگے کر دے"۔ اس کے مقابل میں نبی کریم

کی تعلیم کیلئے ہے جب اہل مکہ نے مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ باندھا اور یہودیوں کو بھی خفیہ طور پر اپنا یار و مددگار بنا لیا تو آپؐ نے خود حفاظت کے لئے جنگ کرنے کا حکم دیا کفار کے حملہ کو روک کر مدینہ محفوظ رکھا گیا اور اس طرح پر قرآن اور اسلام کی صداقت ہمیشہ کیلئے ثابت ہو گئی۔

اس کے بعد مدینہ کے غدار اور فریبی یہودی قبیلوں کو مدینہ سے چلے جانے کا حکم دیا گیا۔ دشمن قبیلوں کے حملوں کی مدافعت کیلئے فوجیں بھیجی گئیں اور بعض مظلوموں کی مدد کیلئے کمک بھیجی گئی۔ مسلمانوں کو حکم تھا کہ وہ کبھی دھوکا نہ دیں جھوٹی قسم نہ کھائیں۔ بچوں یا عورتوں پر کسی قسم کا ظلم نہ کریں جتنے کہ وہ اذیتیں جو انکو پہنچائی گئیں ان کا بدلہ لیتے وقت بھی ان کو حکم تھا کہ نہ لڑنے والے معصوم لوگوں سے تعارض مت کرو۔ کمزور عورتوں پر رحم کرو۔ ان کے بچوں کو ایذا نہ دو اور بیماروں کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ جو تمہاری مخالفت اور مقابلہ نہ کرے اُن سے تعارض مت کرو۔ ان کے کھیت اور پھل ضائع مت کرو۔ اُن کے مکان وغیرہ مت تباہ کرو اور کسی بار دار شجر کو مت گراؤ۔ کیا ہم آج اس مُہذّب مغربی ملک میں جس کو حضرت مسیح کی پُر حلم و بُردبار تعلیم کا پیرو کہا جاتا ہے۔ ایسے قوانین کے برابر کچھ پیش کر سکتے ہیں۔ کاش کہ ایسا کوئی قانون یا رسم و رواج ہی ہوتا تو آج یہ نظارہ یورپ میں نظر نہ آتا۔ کیا یہ نام نہاد کے عیسائی عورتوں کی حقیقی طور پر عزت کرتے ہیں۔ کیا بچوں۔ مکانات۔ روزی کے سامان اور باردار شجروں کی حفاظت کیجاتی ہے۔ میں تو کہونگی کہ جو کچھ بہتری یا حسن مرد و عورت میں تھا۔ ہم اسکو بالکل نیست و نابود کر رہے ہیں۔ ہم مردوں کو قاتل اور عورتوں کو لونڈیاں بنا رہے ہیں۔ موجودہ ہولناک جنگ پر نظر ڈالو کتنے گھروں کو تباہ کر دیا۔ کتنی ماؤں کی زندگی پر پانی پھر دیا اور کتنی بیویوں کی اُمیدوں کی کشتی کو بھنور میں جا ڈبویا۔ یہ تو امرا اور اعلے طبقے کے لوگوں کا نقشہ ہے۔ اب ذرا غُربا کی حالت دیکھو۔ عورتوں کو اپنی روزی اور قوتِ لایموت حاصل کرنے کے لئے صبح سے لے کر شام تک محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے۔ اپنے گھر اور اکثر اوقات بچوں کو سپرد خدا کرنا پڑتا ہے۔ اور ان سب پر طرہ یہ کہ اسکو ان لفظوں پر صبر کرنا پڑتا ہے۔ کہ وہ اپنے ملک کی خاطر جان بحق ہوا۔ اس نے بھی اپنی حیثیت کے موجب اپنے ملک و قوم کی خدمت کی اور اسکو اسبات کا یقین دلایا جاتا ہے۔ کہ تمہارے روپیہ ہی سے فتح

حاصل ہوگی۔ مسیح کی ساری تعلیم کی صداقت آج کل کے ایک لفظ انتقام سے ثابت ہورہی ہے۔ کیا اب بھی سمجھو گے آخر کب تک آپ واقعات سے آنکھیں بند کر سکتے ہیں۔ کیا آپ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ خدا قادر و خالق اب امن و صلح قائم نہ کریگا۔ اور وہ سلامتی جو آج سے تیرہ سو سال پہلے اسلام اور پیغمبر اسلام نے پیش کی۔ اسکو منوائیگا۔ اب وقت آن پہنچا ہے کہ صداقت ظاہر ہو جائے ذرا گریبان میں منہ ڈالکر ان سوالات کا جواب دو جو اکثر لوگ پوچھ رہے ہیں۔ کیا اس کا نام عیسائیت ہے۔ کیا خدا سو رہا ہے۔ میں نے اکثر اس قسم کے سوالات نوٹس بورڈوں پر لگے ہوئے دیکھے ہیں۔ ہمارے عیسائی بھائی جب ایسے سوال کرتے ہیں تو شاید اپنے عقائد کو بھول جاتے ہیں۔ ورنہ ایسے سوال کبھی نہ کرتے۔ ان کا تو ایمان ہے۔ کہ خدا اپنے عجیب و غریب کام کرنے کیلئے سربستہ اور پوشیدہ طریقوں سے کام لیتا ہے"۔

حلیفہ بیگیں

بمبئی حج کمیٹی کی صلاح

بمبئی حج کمیٹی کا جلسہ ۲۳ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء کو منعقد ہوا تھا جسمیں جہازوں کی قلت کی وجہ سے ان تمام تکالیف جو حاجیوں کو اس سال پیش آنیوالی ہیں گفتگو ہوئی اور کمیٹی نے ذیل کا بیان شائع کرنے کا فیصلہ کیا:-

" بمبئی حج کمیٹی کی یہ رائے ہے کہ چونکہ حاجیوں کیلئے جہازوں کے ملنے میں بڑی مشکلیں واقع ہوئی ہیں اسلئے مناسب ہے کہ حتے الامکان عازمان حج کی تعداد میں کمی کی جائے۔ اب تک حاجیوں کے جہاز کے جانے کی کوئی تاریخ معین نہیں ہوئی۔ اور جہازی کمپنیوں نے جہاز کے بارے میں اب تک کوئی جواب نہیں دیا۔ اور کئی وجوہ سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ ابکے ایک جہاز کے ملنے میں بھی بڑی دقت واقع ہوگی۔ اسلئے ظاہر ہے کہ عازمان حج کو بمبئی پہنچنے کے بعد جہاز کا بہت انتظار کرنا پڑیگا اور جہاز ملا بھی تو اس کا کرایہ بہت زیادہ ہوگا۔ اور ساتھ ہی بمبئی کے ناقابل برداشت اخراجات کی زیرباری اس کے علاوہ ہوگی۔ اور اگر جہاز میسر نہ آیا تو عازمان حج کو اتنی بیفائدہ تکلیف اور زیرباری کے بعد اپنے گھروں کو شکستہ دلوں کے ساتھ لوٹنا پڑیگا۔ ان حالات میں جو جنگ کی وجہ سے ناگزیر ہیں بمبئی کی حج کمیٹی تمام عازمان حج کو انہیں کے آرام و نفع کے لحاظ سے صلاح دیتی ہے کہ وہ اس سال سفر حج کا ارادہ ملتوی کریں۔

بمبئی حج کمیٹی تمام مقامی حج کمیٹیوں اور انجمنوں سے یہ درخواست کرتی ہے کہ وہ ان حالات کو کمیٹی کی رائے کے ساتھ عازمان حج کی اطلاع کیلئے جلد مشتہر کردیں اور مقامی حج کمیٹیوں اور انجمنوں کے اراکین سے استدعا کرتی ہے کہ وہ اپنے اپنے ذاتی اثر سے یا اور جس طرح ممکن ہو عازمان حج کو اس سال اپنا ارادہ سفر حج ملتوی کرنیکی فہمائش کریں۔

F. A. M. Kareem

پریسیڈنٹ حج کمیٹی

محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آیت اللہ

از جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء

بسلسلہ صفحہ ۲۰۴

نبی کریم نے جو کام کر کے دکھایا اس کا ذکر کرتے ہوئے کارلائل صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرت کا زمانہ عرب کے لئے جہالت اور ظلمت سے نکلکر نور کی طرف آنا تھا۔ اور آپ کی برکت سے عرب گویا کہ ضلالت کی موت سے زندہ ہو گیا۔ ایک ایسی مفلس قلاش قوم جس کا پیشہ بکریاں اور اونٹ چرانا تھا اور جو دنیا کی ابتدا سے لیکر اس وقت تک ایک کامل گمنامی کی حالت میں تھی انہیں ایک عظیم الشان نبی وہ پیغام لیکر آیا جس کو سب نے قبول کیا۔ اور آن کی آن میں ایک محض گمنام قوم تمام دنیا میں مشہور ہو گئی جن کو سب حقیر سمجھتے تھے۔ وہ سب کے سروں کے تاج ہو گئے۔ ایکصدی کے اندر اندر ایک طرف غرناطہ اور دوسری طرف دہلی ان سب ممالک میں عرب کا دور دورہ ہو گیا۔ بہادری۔ شان وشوکت اور عظمت کے لحاظ سے عرب دنیا کی کسی فاتح قوم سے کم نہ تھا ایمان میں بڑی طاقت ہے اس سے مردے جی اٹھتے ہیں جونہی کہ ایک قوم ایمان کامل پر جمع ہوتی ہے۔ اس وقت سے ترقی اور عروج کے منازل اس کے آگے سہل ہو جاتے ہیں۔ اس وقت کے عربوں کی حالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بکیسی اور ایک صدی کا قلیل عرصہ ان سب باتوں کو جمع کیا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ ایک آسمانی شعلہ تھا جو ایک تاریک اور ظلمت بھری ریت کے میدان میں گرا لیکن وہ ریت اسکے اثر سے بارود کے ذرے بن گئی۔ اور اس کی چمک نے دہلی سے لیکر غرناطہ تک سب کو نورہی نور کر دیا +

اس حیرت انگیز انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے گبن صاحب لکھتے ہیں۔ رسول عربی کی فطرت عرب لوگوں کا طرز معاشرت اور محمد صلے اللہ نے جو مذہب پیش کیا اسکی روح یہی تین باتیں اسوقت کی مشرقی سلطنتوں کے زوال کا باعث ہوئیں۔ اور ہماری آنکھیں اس انقلاب عظیم پر لگی ہوئی ہیں جس نے دنیا کے اکثر حصوں میں ایک بالکل نیا اور دیرپا اثر پیدا کر دیا۔ پھر آگے چلکر لکھتے ہیں۔ کہ تاریخ میں ایسے مذاہب کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں جن کا

خیال لوگوں نے چھوڑ دیا۔ اور صرف نام ہی نام باقی رہ گیا۔ کبھی کسی نبی یا مصلح کی زندگی راحت بھری اور مبرّا از مصائب نہیں ہوتی۔ وہ اپنی راگ ضرور سُناتا جائیگا خواہ کوئی سُنے یا نہ سُنے۔ بڑی بڑی اچھی اور دُوراندیشی سے پُر تدابیر کا سوچنا تو بہت آسان ہے لیکن ان کو عمل کا جامہ پہنانا ذرا کانٹے دار والا معاملہ ہے۔ ان سب باتوں سے مشکل یہ بات ہے کہ کسی نبی یا اصلاح کنندہ کی بات اس کے اپنے ہموطن کان دھر کر سُنیں۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک محض اُمّی عرب تھے اور (حضرت) خدیجہ کے شتربان تھے انہوں نے اِسبات کی کوشش کی کہ وہ لوگ جو آپ کے رشتہ دار ہیں جنہوں نے آپ کو بچپن سے دیکھا۔ آپ کی جوانی کو مشاہدہ کیا۔ آپ کے تمام وہ افعال اور کردار دیکھیں جو بحیثیتِ انسان ہونے کے آپ میں پائی جاتی تھیں۔ آپ نے چاہا کہ وہی لوگ سب سے پہلے آپ کیطرف توجہ کریں اور آپ کی سُنیں۔ ایک آدمی جس کو اپنا نام لکھنا بھی نہ آتا ہو وہ دعویٰ یہ کرے کہ میں تمہارا مُعلّم ہوں اور مُعلّم بھی ایسا کہ جس کی بابت تم کو انسانی تربیت کے سب سے اہم معاملے میں یعنی انسان اور خدا کے درمیان تعلق قائم کرنے میں کان دھر کر سُننا لازم ہے۔

نبی کریم کی تعلیم کا اثر جو کچھ افریقہ یا ایشیا میں ہُوا اس کے تو سب قائل ہیں لیکن یورپ پر آپ کی تعلیم جو اثر کرسکتی ہے۔ اُس کا ظہور حال ہی میں ہُوا ہے۔ جان جوسف ایک صاحب جو لنڈن میٹرو پولیٹیکل سوسائٹی کے فیلو ہیں لکھتے ہیں "ہم کو چاہیئے کہ اسلام اور مسلمانوں کے معاملہ میں زیادہ دلچسپی لیں اور توجہ دیں۔ کیونکہ مغربی دُنیا نے جو کچھ تہذیب یا ترقی حاصل کی ہے اس کے واسطے اُنکو بہت حد تک مسلمانوں کا مشکور ہونا چاہیئے۔ اور میں اس کتاب میں دکھاؤنگا کہ اسی موجُودہ ترقی کا ماخذ بہت حد تک اسلام اور مُسلمان ہیں۔ اور جب وہ پردہ جو بوجہ ہمارے جوانی کا سارا وقت یُونانی و لاطینی میں صرف کرنے کی وجہ سے حائل ہوگیا ہے۔ وہ اُٹھ جائیگا اور ہم مشرقی علُوم کے لئے بھی کچھ وقت نکالیں گے۔ تو یہ بات خود بخود اظہر من الشمس ہو جائیگی"۔

پھر ایک اور جگہ لکھتے ہیں "محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے جو اسلام پیش کیا۔ اُس کے ابتدائی اجزا جب تکمیل کو پہنچے تو انہوں نے یوروپین دلوں کو مسخر کرنا شروع کیا۔ اور جس قدر اثر عیسائیت نے مشرق میں پیدا کیا اُس سے کہیں بڑھ کر اسلام نے یورپ کے شرک اور بُت پرستی پر کیا۔ تمام موجودہ تعلیم و تدریس کی ابتدا اس طرح ہُوئی کہ نبی کریم نے چند مکتب [illegible] علم

کی توسیع کیلئے ان اسیران جنگ کو جو کہ پڑھنا لکھنا جانتے تھے اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ مسلمانوں کی خاصی تعداد کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ اور اس کے بعد اگر ان میں سے کوئی اسیر جنگ رہنا اور کسی مکتب کا معلم بننا پسند کرے تو اسکو فوراً رہا کر دیا جاتا تھا۔

اہل عرب زمانہ قدیم سے فصاحت و بلاغت اور شاعری کے شائق چلے آئے تھے۔ وہ ہر سال عید کے موقعہ پر مشاعرے اور علمی مجالس بھی قائم کیا کرتے تھے۔ اور جب نبی کریمؐ اور انکے تابعین کی تربیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دیگر علوم و سائنس میں بھی مشتاق ہو گئے۔ نویں صدی عیسوی کے ابتدا ہی میں انہوں نے قوانین پر عمل شروع کر دیا۔ جن پر آج کل عمل کیا جاتا ہے یعنی پرانے یونانی طرز تدریس یعنی لفظی بحث کو چھوڑ کر تجربہ اور عملی ذرائع سے درس تدریس کا رواج کر دیا۔ ان کے مصنف عام طور پر تواریخ۔ اعداد۔ سیاحت بری و بحری علم مسکوکات فصاحت و زراعت۔ آبپاشی۔ ریاضی۔ سائنس۔ علم طب۔ کیمیا۔ علم حیوانات۔ علم نباتات۔ علم طبقات الارض وغیرہ ان مضامین پر کتابیں لکھا کرتے تھے۔ اور ان علوم میں وہ کسی سے کم نہ تھے۔

بڑے بڑے امرا کی عورتیں شاعرانہ مجالس میں حصہ لیتی تھیں۔ اور جن خاتونان نے بڑا نام پایا انمیں بعض کے نام ہدیہ ناظرین ہیں۔ ولیادہ۔ عائشہ۔ لبانہ۔ الغسانیہ۔ اور خلیفوں کی بہت سی لڑکیاں وغیرہ۔ قصیدے۔ غزلیں۔ مرثیہ۔ ہجو اور دیگر قسم کی تصنیفات بہت عام تھیں۔ اور اگرچہ موروں نے کبھی رزم نامہ تو تصنیف نہیں کیا لیکن ان کے اور جنوبی فرانس کے باہمی تعلقات سے وہ نظم پیدا ہوئی جو پرووِنشل کے نام سے موسوم ہے۔ اور خیال کی آزادی کا ایسا بیج بویا جس نے نظم کے ساتھ ملکر یورپ کو قرون وسطیٰ کی متوحش خواب سے بیدار کیا۔ نبی کریمؐ نے ان کی ساری تہذیب کی کایا پلٹ دی نہ صرف شاعرانہ تخیلات میں بلکہ اخلاقی۔ تمدنی۔ سیاسی اور مذہبی ہر ایک پہلو سے ان میں تغیر پیدا ہو گیا۔

نبی کریمؐ نے قصاص یا خون کے بدلے خون کی رسم کو ہٹا کر دیت یا معاوضہ کے طریق کو جاری کر دیا۔ آپ نے لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کی قبیح رسم کو عرب سے بالکل نیست و نابود کر دیا۔

آپؐ نے نازیبا شادیوں کے رواج کو بند کر دیا۔ اور جو جو شرائط آپؐ نے قوانین عائلی کے لئے اُنہی سے اس زمانہ کے عربوں کی حالت کا پتہ لگتا ہے۔ ان میں تو ماؤں۔ لڑکیوں بہنوں خالاؤں اور دیگر قریبی رشتہ داروں سے شادی کر لینا بالکل مباح اور جائز تھا۔ آپؐ نے تعدد ازدواج کو بھی چار تک محدود کر دیا۔ اور اسی ذریعہ سے خفیہ زنا کاری کو روک دیا آپؐ نے طلاق کیلئے بھی شرطیں لگا دیں۔ زمانہ جہالت پر یعنی آپؐ کی بعثت کے زمانے سے پیشتر ان میں طلاق کا رواج بڑی کثرت سے پایا جاتا تھا حتّٰے کہ ایک ایک عورت بیس چالیس خاوندوں کی مطلوقہ ہوتی تھی +

پروفیسر لیک صاحب لکھتے ہیں اسلام نے عیسائیت کی ساتویں مجلس سے اپنا بدلہ خوب لیا۔ کیونکہ انھوں نے رائے کی آزادی اور علم کی توسیع یورپ میں رائج کر دی۔ اور اس سے کلیسیا کی طاقت کو بڑا ضعف پہنچا۔ یونانی یا رومی فلسفہ کی کتابیں مشرقی علوم یا طرز تدریس کی مثال نہیں ہو سکتی۔ ان کے ماخذ تو زیادہ سے زیادہ مہذب بُت پرستی کا میلان یا سپنا ازم ہے۔ تمام علوم ان دنوں بالکل کس مپرسی کی حالت میں تھے۔ اور جو کچھ تھوڑے بہت معلومات تھے۔ وہ گرجا کی چار دیواری کے اندر بند تھے۔ اور گرجا والے توہم پرستی اور جہالت کو پھیلانا اپنی ترقی اور طاقت کا راز سمجھتے تھے۔ گویا کہ ہر طرف سے علوم کو دبایا جاتا تھا اور قرون وسطیٰ میں بھی یہی حال رہا۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ دینی اور دُنیوی علوم پہلو بہ پہلو ترقی کرتے ہیں۔ اور توہم پرستی ان دونوں کا ستیاناس کر دیتی ہے۔ عیسائیت نے دُنیا کی ہدایت کرنی چاہی لیکن اس کا حشر تو "خود آپ اپنے دام میں صیّاد آ گیا ہوا"۔ مذہبی لیڈروں نے خود جہالت کو ترقی دی۔ اور نتیجہ یہ ہؤا کہ حق پرستی کے بدلے بشر پرستی اور بُت پرستی شروع ہو گئی جب ظلمت اور جہالت کی گھٹا چاروں طرف چھا چکی تھی۔ تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ آپؐ نے دُنیا کی حالت پر غور کیا۔ اور آپؐ اُسکو گوارا نہ کر سکے +

گویا کہ تمام دُنیا ایک ایسے رہنما کی منتظر تھی جو ان کو توہم پرستی اور ضلالت کے گڑھے سے نکالے۔ بعض دیگر اصحاب نے بھی اصلاح خلق کی کوشش کی۔ لیکن ابھی وقت نہ آیا تھا اور اُن کی طاقت مخالفت کے بہاؤ کے آگے نہ ٹھیر سکتی۔ آپؐ کے فہم رسا نے فوراً اس ضرورت

کر مسرت کیا۔ دو مطلب یہ چیز کا پتہ بھی لگا لیا +

ایک مصنف صاحب لکھتے ہیں۔ یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ اسلام نے ان ممالک کی فاتح قوموں کو جن میں وہ پھیلا مسلمان بنا کر دُنیا پر بہت بڑا رحم کیا۔ کیونکہ مغل یا تاتاری اور ترکی فاتح جو مظالم کیا کرتے تھے اسلام ہی کی وجہ سے انہوں نے چھوڑ دیئے اور ساتھ ہی خود مسلمانوں کے حملوں سے یورپ کی جہالت کا زمانہ ختم ہؤا انہوں نے علوم اور تہذیب کو خوب ترقی دی۔ اور مذہبی و تمدنی لیڈروں کی مرضی کے خلاف ان کو شمال کی طرف دھکیل دیا۔ اور رائے کی آزادی کے رائج ہونے سے ہی گویا کہ ظلم اور تعدی کا اختتام ہو گیا +

اور اگر آج مسلمانوں کو یورپ چھوڑنا پڑے تو اُن کو بڑے فخر سے الوداع کہنا چاہئے کیونکہ انہوں نے جمہوریت کی بُنیاد ڈالی ہے۔ اور دُنیا کے اس حصہ میں خودمختاری کا جنازہ ہمیشہ کیلئے دفن کر دیا ہے۔ اب خواہ روس یا قسطنطنیہ کے مُفت خورے اور مستبد ین جوان کا دل چاہے کریں مغربی ایشیا کے کناروں پر ایک آگ شعلہ زن ہو چکی۔ اور اس کا بجھنا اب کسی طرح ممکن نہیں۔ اور اور یقیناً اسلام اب مشرقی سائوین مجلس عیسائیت سے بھی اسی طرح بدلہ لیگا جس طرح مغربی سے لیا +

یہ بات تو ایک مسلّم امر ہے کہ جس زمانے میں دُنیا مع یورپ کے غلامی اور جہالت میں مُبتلا تھے اُس وقت اسلام کے پیروؤں میں کامل آزادی۔ برادرانہ سلوک اور مساوات رائج تھے۔ ایک مُسلم کسی دوسرے مسلم بھائی کو غلام نہ رکھ سکتا تھا۔ حتّٰی کہ جنگی قیدی بھی جب دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتے تو ان کو آزاد کر دیا جاتا تھا۔ اور ہر ایک گورے کالے کو عملی طور پر اپنا بھائی اور مساوی سمجھا جاتا تھا +

ریورنڈ جارج ٹرورایم اے کینن آف یارک جیسے متعصب مُصنّف کو بھی ماننا پڑا ہے کہ خلفائے اسلام نے نہ صرف فوجی طاقت اور عیش پرستی کے سامان سے اسقدر ناموری حاصل کی ہے بلکہ جو کچھ علوم اور سائنس آج کل یورپ میں ہیں اُن کی توسیع اور اشاعت کے لئے یورپ کو ان خلیفوں کا بہت کچھ شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ فتح قسطنطنیہ سے پہلے یونانی زبان کو مغربی یورپ میں بالکل کوئی نہ جانتا تھا لیکن اہل عرب نے یونانی اور رُومی فلسفہ دانوں حساب دانوں نجومیوں اور شاعروں کی تصانیف کو اپنی زبان میں ترجمہ کیا اور جو کچھ مغربی یورپ کو اُن میں سے ملا۔ اس کا

ماخذ وہی ترجمے ہیں جو عربی زبان سے لاطینی میں کیئے گئے علم ہندسہ کی ایک کتاب خاص عربوں کا حصہ ہے۔ عربی علم ادب نے خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں بڑا عروج پکڑا۔ معلوم ہے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ فرانس اور انگلستان کے اُمرا اور حکمرانوں تک کو لکھنا پڑھنا نہ آتا تھا لیکن جب ترکوں نے خلیفوں کی سلطنت کو تباہ کر دیا تو عربی علم ادب کو بھی یُونانی زبان کی طرح ضُعف پہنچنا شروع ہو گیا۔ اور دونوں حالتوں میں مصر ہی کو آخری دارُالعلوم بننے کا فخر حاصل ہوُا۔ اور جو کام الیگزنڈریا کے مکتبوں نے یونانی علوم کی اشاعت کے لئے کیا وہی قاہرہ کے مدرسوں نے عربی علوم کیلئے کیا۔ کئی صدیوں سے ان کو عربی علم ادب اور اسلامی فقہ تصانیف علمی کا سرچشمہ مانا گیا ہے۔ ازہر کی عظیم الشان مسجد میں آج بھی اسلامی دُنیا کے ہر حصہ سے طالب علم حصُولِ دین کیلئے آتے ہیں۔ اور اسکو ایک بڑی یونیورسٹی اور درسگاہ مانا جاتا ہے۔ اسمیں اکہزار سے لیکر تین ہزار تک طالب علم ایک وقت میں پڑھتے ہیں۔ اور ان میں سے کئی نابینا ہوتے ہیں۔ دراصل ایک مسلمان توحید کی کیسا نیت کی بنا پر تی سلطنوں کی بنیاد ڈال رہے تھے عیسائی لیڈروں نے کلیسیا اور حکومت میں ایک نیا انقلاب کھڑا کر دیا اور اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوُا۔ کہ انہیں سے ایک میں اس قسم کی عبادت رائج ہو گئی جس کو شرک اور بُت پرستی میں سے تمیز کرنا بہت مشکل ہے یہوروں کے اشتعال کو بھڑکانے والی بات اس سے زیادہ اور کوئی نہ ہو سکتی تھی کہ مذہبی عبادت میں بُتوں اور تصویروں کو استعمال کیا جائے عیسائیوں یہودیوں اور صابیوں سے بھی بحیثیت اہل کتاب ہونے کے کچھ نرمی کیجاتی تھی۔ لیکن کسی بُت کی پرستش کرنا تو ایک ناقابلِ عفو گناہ تھا۔ ان کے مواحدوں نے الفاظ کی کچھ یہودیوں سے بھی بڑھ کر کی۔ وہ بُتوں اور تصویروں کی تعظیم کو نہ صرف حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے بلکہ انکو کسی معبد میں رکھنے تک کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اور جہاں کہیں قرآن کی تعلیم پر پُورا عمل کیا گیا۔ وہاں سے ان کا نام ونشان جاتا رہا +

پہلے زمانے کے عیسائی بھی ان مسلمانوں کی طرح جوشیلے تھے اگرچہ اسقدر خطرناک نہ تھے سن عیسوی کی پہلی تین صدیوں میں کسی کلیسیا کے اندر کسی بُت یا تصویر کا پتہ نہیں ملتا لیکن آہستہ آہستہ جہاں اور باطل عقائد عیسائیت میں داخل کر دیئے گئے۔ اسیطرح بتوں اور

[illegible] میں [illegible] کی [illegible]
[illegible] کہ آنحضرت کی شبیہ [illegible]

[illegible] نے اس قسم کی بت پرستی کو روکنے کیلئے جو کوشش کی۔ ان کے کلیسا
[illegible] کی بنیاد رکھی گئی۔ اس نے ۷۲۶ عیسوی میں تمام گرجاؤں کو حکم
[illegible] جاری کیا لیکن پوپ گریگوری ثانی و ثالث کے ماتحت لاطینی کلیسا نے
اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ خود ان کی [illegible] جس نے
اصلاح کی کوشش کی اس پر بت شکن کا الزام لگایا گیا اور مورتوں و تصویروں کی پرستش
کو ساتویں جنرل کونسل نے علی الاعلان جائز اور مباح قرار دیا (787 A. C.) یعنی

خدا اپنے آپ کو دو قسم کی صفات سے ظاہر کرتا ہے جلالی اور جمالی۔ نبی کریم ان دونوں صفات کے کامل مظہر تھے

محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے قادرِ مطلق ہونے کی ایک قاطع دلیل ہیں

جس قدر اقتباسات دیئے جا چکے ہیں۔ اور اگر ضرورت ہو تو اس قسم کے ہزاروں حوالے
پیش کیے جا سکتے ہیں۔ یہ سب بلا شک و شبہ اس بات کا ثبوت دیتے ہیں۔ کہ نبی کریم تاریخ دنیا میں
ایک بے مثال گزرے ہیں۔ دنیا میں آج تک کوئی انسان ایسا نہیں گزرا جس نے دنیا کی طرز
معاشرت و خیالات کو اتنا پلٹا دیا ہو جتنا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے چند سالوں میں۔ یا
ہم آپ کی قوم اور اس وقت کی ساری دنیا کی حالت زار سے خوب واقف ہیں۔ ہم ان مشکلات
کا اندازہ بھی لگا سکتے ہیں جن کا آپ کو سامنا کرنا پڑا۔ تمام دنیا آپ کی مخالفت پر کمربستہ
تھی لیکن ان سب کو آپ نے نیچا دکھایا اور اپنے اعمال سے ثابت کر دیا کہ انسان ہی درحقیقت خدا کا
ظل ہے۔ اور انسان نہ صرف نیکی میں بلکہ حکومت۔ قدرت۔ دبدبہ ان سب خوبیوں میں خدا کی صفات کا
مظہر کامل ہے۔ نبی کریم نے ایک بدوؤں کی قوم کو جس کا پیشہ اونٹ چرانا تھا۔ جو معمولی سی بات پر
لڑنے مرنے کیلئے تیار ہو جاتے تھے۔ جن کا کوئی مقرر ٹھکانہ نہ تھا۔ جو خانہ بدوش تھے۔ جن کے
اخلاق حیوانوں سے بدتر تھے۔ اس بگڑی ہوئی نامعلوم قوم کو تہذیب اور اخلاق کا سرچشمہ و
مشعل بردار بنا دیا۔ ان کو بڑے بڑے ممالک کا فاتح کر دیا۔ انہوں نے عوام کے فائدے کیلئے

* اقتباس از مصر سکندر اعظم کی فتح سے نپولین بوناپارٹ کے حملہ تک"۔

بڑی بڑی عظیم الشان عمارات کھڑی کر دیں ہر قسم کے علوم اور فنون کا منبع بن گئے اور اپنے نظم و امن کے قائم کرنیوالے ہو گئے نبی کریمؐ نے اپنی زندگی سے انکے تمام مقاصد پورے کر دکھائے گیا۔ آپؐ نے ایک بت پرست جاہل اور خونخوار قوم میں اکیلے تن تنہا اعلان کیا کہ میں خدا کی طرف سے اسکی توحید قائم کرنے آیا ہوں۔ چاروں طرف سے آپکی مخالفت ہوئی لیکن پھر بھی آپؐ کامیاب ہوئے۔ جب تک سارا عرب توحید اور آپ کی رسالت کا قائل نہ ہو گیا۔ یا بالفاظِ دیگر جب تک آپؐ کا مشن کامل طور پر پورا نہیں ہو گیا۔ آپ کو خدا نے وفات نہ دی چند جنگی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر آپؐ نے اپنے دشمنوں کو شکست فاش دی۔ اور عرب سے بت پرستی کی جڑیں اکھیڑ ڈالیں۔ اور لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کا نعرہ چاروں طرف گونج اٹھا +

آؤ اب آپکی پُرراز حوادث زندگی کے پہلو سے قطع نظر کر کے ذرا اسکی اس حالت پر نظر ڈالیں جبکہ وہ طاقت اور عظمت کی معراج پر متمکن تھے۔ اور آپ کی وفات کے دن قریب تھے "جب آپؐ مدینہ سے حجۃ الوداع کیلئے روانہ ہوئے تو اس وقت بھی آپؐ توحید کی اشاعت میں اس قدر سرگرم و ثابت قدم تھے جس قدر کہ اوائل ایام میں آپ کے ساتھ چودہ ہزار مسلمان پھولوں اور جھالروں سے سجے ہوئے اونٹوں پر سوار تھے۔ اور جب آپؐ مکہ شریف کے قریب پہنچے تو آپؐ نے بلند آواز سے فرمایا۔ لبیك اللّٰھم لبیك لا شریك لك لبیك ۔ اے میرے ربّ میں حاضر خدمت ہوں۔ تیرا کوئی ثانی کوئی ہمسر نہیں عبادت تیرے ہی لئے ہے حکومت تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اور تیرا کوئی شریک نہیں" +

کعبہ کے اندر منبر پر کھڑے ہو کر آپ نے بار بار یہ فرمایا "یا ایھا السامعین انا بشر مثلکم۔ اے سننے والو میں تو تمہارے جیسا ایک انسان ہوں"۔ آپ کے صحابہؓ کو خوب یاد تھا کہ ایک دفعہ ایک آدمی آپ کی طرف بڑے جھجک جھجک کر بڑھ رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے خائف ہو۔ میں کوئی بادشاہ نہیں۔ میں تو ایک معمولی عربی عورت کا بیٹا ہوں جو دھوپ میں سکھایا ہوا گوشت کھاتی تھی" +

آپ نے مدینہ میں جا کر وفات پائی اور آپ کا آخری کلام جو آپ نے صحابہؓ کو سنایا وہ یہ تھا

[illegible] کی شفقت سے مجھ پر فتح ہوئی ہے۔ میں ایک کام کے لئے آیا تھا [illegible] کے نہیں کیا جا سکتا تھا میں اس کی طرف واپس جا رہا ہوں جس نے [illegible] بھیجا۔ اور میرا آخری حکم یہ ہے کہ محبت قومی اور غیرت اسلامی و اخوت کو قائم رکھنا اور [illegible] عمل صبر اور اعمال صالحہ کی تلقین کرتے رہنا۔ میری زندگی بھی تمہارے فائدے کیلئے [illegible] اور میری موت بھی ہوگی +

اور جب آپ کی روح مقدس آپ کے جسم عنصری سے پرواز کر رہی تھی تو آپ کا سر حضرت عائشہ کی گود میں تھا۔ وقتاً فوقتاً آپ اپنے دست مبارک کو ایک پانی کے برتن میں ڈبوتے اور اپنا منہ گیلا کرتے۔ آخر کار آپ نے اس جہان فانی سے کوچ کیا اور آخری دم میں آپ نے اوپر نگاہ کر کے فرمایا۔ "اے میرے اللہ معاف تیری مرضی میں آتا ہوں" +

کیا ایک ایسے انسان کا ذکر کرتے وقت بے ادبی کا خیال بھی ہمارے دل میں آ سکتا ہے۔ اسکے دیئے ہوئے احکام پر آج دنیا کا ایک تہائی حصہ عمل پیرا ہے۔ اور اسے جان سے عزیز سمجھتا ہے۔ * خدا کے قادر مطلق ہونے کے دیگر دلائل سے تو انکار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے مفہوم اور مقصد کو ایسی طرز پر بیان نہیں کرتے جو عام فہم ہو۔ لیکن نبی کریم نے اپنے دعویٰ و مقصد کو بڑے کھلے الفاظ میں پیش کیا۔ اور باوجودیکہ سر توڑ کوششیں آپ کو روکنے کیلئے کی گئیں لیکن کوئی چیز آپ کو اپنے حصول مقصد سے روک نہ سکی +

خود قرآن کریم میں آپ کی فتح و نصرت کے زمانے کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ سورہ النصر میں فرمایا "اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربك واستغفرہ انہ کان توابا"

(ترجمہ۔ جب خدا کی مدد آ پہنچی اور تم نے لوگوں کو دیکھا کہ دین خدا (یعنی اسلام) میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اسکی تسبیح (تقدیس) میں مشغول ہو جا۔ اور اس سے حفاظت مانگ۔ بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے) +

آپ نے اپنا آخری خطبہ لوگوں کو سنایا تو لاکھوں آدمیوں کا مجمع تھا۔ اور آپ نے اپنا خطبہ مندرجہ ذیل یعنی خیر الفاظ سے شروع کیا۔ فرمایا:۔

* اقتباس از تنازعہ مذاہب و سائنس صفحہ ۸۲ تا ۸۴ +

"اے لوگو میرے معاملہ کو غور سے سُنو۔ کیونکہ واللہ اعلم اس سال کے بعد ہم پھر کبھی اس جگہ ملیں یا نہ۔ اے سُننے والو میں تو تمہارے جیسا ایک انسان ہوں موت کا فرشتہ بھی آ سکتا ہے اور مجھے اس کا پیغام سُننا ہو گا"۔

پھر آپؐ نے نہ صرف مذہبی اصولوں اور عبادتوں پر وعظ فرمایا۔ بلکہ روزانہ معاشرت باہر اور گھر کی زندگی وغیرہ پر احکام سُنائے۔ اور وہ احکام جو آپؐ نے اس آخری موقعہ پر دیئے ان کا اثر تمام اسلامی دُنیا کے اخلاق آداب و عادات پر پڑا اور دیر پا ثابت ہوا ہے۔ خُطبہ کے اختتام پر آپؐ نے اس مجمع عظیم کی طرف نگاہ کی جو صرف چند سال پہلے اول درجہ کے شقی القلب اور بہیمی لوگ تھے ہر طرح کے گندوں میں آلودہ تھے جو اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اور معمولی سے معمولی بن تراشے پتھر کی پرستش کر لیا کرتے تھے جنہوں نے حضرت امینہ کے یتیم بچے کو سخت عذاب دیئے۔ اسکو پتھر مارے۔ اور اسکی ہلاکت کیلئے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ صرف اس واسطے کہ وہ اُن کو خدائے واحد کے پرستار بنانا اور صراطِ مستقیم پر چلانا چاہتا تھا۔ اور جس کا سوائے خدا کے اور کوئی مونس غمخوار نہ تھا۔ جب آپؐ نے اس حجۃ الوداع کے موقعہ پر اُن کی طرف دیکھا تو فرمایا "الا ھل بلغت" "خدا کیلئے اپنا کام پُورا کر دیا۔ اور اپنا پیغام پہنچا دیا"۔ اور تمام لوگوں نے جو جمع تھے یک زبان ہو کر کہا۔ "اللھم نعم" "درحقیقت آپؐ نے ایسا ہی کیا ہے"۔ آپؐ نے فرمایا "اے خدا تو اس کا شاہد ہو جیو"۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ و پیغام رسانی کے فرض کو اس طرح نبھایا۔ کہ نہ صرف انسانوں نے بلکہ خود خدا نے آپؐ کو سرٹیفکیٹ عطا کیا اور فرمایا۔ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ ترجمہ میں نے کامل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور میں نے پسند کیا تمہارے لئے دین اسلام"۔

باقی آئندہ انشاء اللہ

*- اقتباس از محمد اور اسکے پیرو صفحہ ۱۸۱

اسلام کا علم اخلاق

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقو مما تحبون وما تنفقو من شیئ فان اللہ بہ علیم۔ سورۃ آل عمران آیت ۹۱۔ ترجمہ۔ جب تک (خدا کی راہ میں وہ چیزیں) خرچ نہ کرو گے جو تم کو (سب سے) عزیز ہیں نیکی (کے اعلےٰ درجہ) کو ہرگز نہ پا سکو گے۔ اور کوئی سی چیز بھی خرچ کرو اللہ اُسکو جانتا ہے +

جب ایک اخلاقی اصلاح کُنندہ یا حکیم یا مُقنّن اخلاقی قوانین بنانا چاہتا ہے تو سب سے پہلی اور بڑی مشکل جو اس کو پیش آتی ہے۔ وہ نیکی اور بدی کی تعریف اور اُن کی ٹھیک ٹھیک حد بندی کرنا ہے +

مندرجہ بالا آیت قرآنی کے پہلے حصے میں دُنیا کے بہترین اخلاقی اصلاح کُنندہ یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بموجب وحی الٰہی ایک صاف اور کُھلا معیار مقرر کر دیا ہے تاکہ ہر ایک آدمی بذاتِ خُود اس بات کا فیصلہ کر سکے کہ وہ نفع اور شفقت جو وہ اپنی قوم یا غیر قوموں کو پہنچاتا ہے وہ واقعی نیکی کا کام بھی ہے یا یُونہی تضیع اوقات ہے +

مندرجہ بالا آیت شریف کا ترجمہ مَیں پھر پیش کرتا ہوں لیکن اس بات کو ضرور مدِ نظر رکھنا چاہیئے۔ کہ جس قدر جامع اور مانع معنی قرآن کے زبان عربی میں ملفُوظ ہیں اُسقدر کسی اور زبان میں ترجمہ کرتے وقت ملحُوظ رکھنا بالکُل محال ہے۔ قرآن کا ہر ایک لفظ اپنے اندر جو معانی اور نکات لئے ہُوئے ہے اُن کا لفظی ترجمہ کرنا بالکُل ناممکن ہے۔ اور دیگر زبانوں کے ذکر کو تو چھوڑیئے خود عربی زبان میں کوئی اَور لفظ کسی لفظ قرآنی کی جگہ استعمال کر کے اُس کا پُورا مفہوم ادا نہیں کر سکتا +

"تم ہرگز نیکی کے درجے کو نہ پاؤ گے جب تک کہ تم اپنی محبوب چیزوں میں سے خیرات نہ کرو۔ اور جو کچھ بھی تم خرچ کرتے ہو اللہ اسکو بہتر جانتا ہے" (ترجمۃ القرآن از مولوی محمد علی ایم اے ایل ایل بی صفحہ ۱۷۰) +

نبی کریم کے من جانب اللہ ہونے کی اگر اور کوئی دلیل نہ بھی ہوتی تو صرف یہی ایک آیت اس بات کی کافی شہادت ہے کہ آپ اللہ کے رسول تھے اور اصلاح خلق کیلئے وحی خدا لیکر آئے تھے جو معیار مندرجہ بالا آیت میں پیش کیا گیا ہے وہ بالکل صاف اور کھلا ہے کوئی شک وشبہ اس کا مفہوم سمجھنے میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون حکمت اور دانائی پر مبنی ہے۔ اور ایک عجیب جمہوریت کا رنگ اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اور ان سب سے بڑھ کر اسمیں یہ خوبی ہے کہ ہر ملک ہر طبقے ہر زمانے کے لوگوں کی حالت پر چسپاں ہو سکتا ہے۔ ہر ایک انسان کا ضمیر اپنے افعال کو اِس معیار سے خود جانچ سکتا ہے۔ ایک خیرخواہ ملک ایک محبِّ وطن ایک سیاسی لیڈر ایک پولسمین ہر ایک کو چاہیئے کہ اِس معیار کو اپنا پیشِ نظر بنا کر کسی کام کو شروع کریں۔ ہر ایک اِنسان مرد ہو یا عورت اگر وہ محسن اور مُربّی بننے کا شوق رکھتا ہے تو اپنے افعال کا موازنہ اس معیار سے کرے۔ قربانی ہی ترقی و بہتری خلق کا راز ہے لیکن ایسی قربانی نہیں جو خود کرنیوالے کے نفس اور اسکے قویٰ کو ضرر پہنچاوے بلکہ جس سے خود اس کے اپنے قومی ترقی کریں اس کا رُتبہ خود اسکی اپنی آنکھوں میں آگے سے بلند نظر آنے لگے +

اگر ایک آدمی کے پاس ایک کروڑ روپیہ ہے اور وہ سَو[۱۰۰] روپیہ یا دو سَو[۲۰۰] روپیہ مخلوق کی بھلائی کیلئے خرچ کر دے تو اس سے اسکے ضمیر کو پُوری تشفی نہ ہونی چاہیئے۔ ہاں اگر وہ اس قدر مُمسک اور کنجُوس ہے کہ اگر ایک کوڑی تک خرچ کرنے میں تامل کرتا ہے تو وہ اور بات ہے۔ اور برخلاف اسکے اگر ایک غریب ومفلس آدمی جس کی آمدنی بہت ہی قلیل اور محدُود ہے اگر وہ دس یا بیس روپے بہتری خلق کیلئے خرچ کر دے باوجُودیکہ ان روپوں کی اسکو خود ضرورت تھی تو اس کا حق ہے کہ اِس انفاق فی سبیل اللہ سے اسکے دِل میں اطمینان اور اسکی رُوح میں سرُور پیدا ہو کیونکہ اسکو یقین ہوگا کہ اس نے وہ غرض اور مقصد پُورا کر دیا جس کیلئے اسکے خالق نے اسکو پیدا کیا تھا ؎

درد دِل کے واسطے پیدا کیا اِنسان کو ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

اگر ایک مصنّف یا مقرر اپنے وجُود کو خلق خدا کے لئے نفع رساں اور فائدہ مند بنا تا

چاہتا ہے اور اگر کوئی شخص صرف یہی کافی سمجھتا ہے کہ اسکو وہ کام کر کے ایک معقول معاوضہ ملنے کی امید ہے صرف اس کام کو بطور ایک پیشہ کے اختیار کرے تو اس کا کوئی حق نہیں کہ وہ محسن یا مربی کہلائے ہاں بحیثیت ایک مصنف یا تاجر کے تعریف کا مستحق ضرور ہے لیکن اگر اس کام میں اسکو کوئی قربانی کرنی پڑی ہو تو جس قدر قربانی اس نے کی ہے اسیقدر وہ قابل قدر و قابل تعظیم ہے۔ وہ قوم کا خادم اور محسن کہلانے کا مستحق ہے۔ اور اگر وہ وقت اور قوتیں جنکی اسکو خود ضرورت ہے۔ اور جن کو وہ ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ اگر وہ کسی خدمت خلق میں صرف کرتا ہوں تو واقعی ایسا شخص اپنی قوم کا سچا مربی ہے۔ اور اگر کسی کام کے کرنے میں کسی قربانی کی ضرورت نہ ہو یعنی کوئی ایسا کام نہ کرنا پڑے جس سے اس کے ذاتی نفع کو نقصان ہو تو اس حالت میں تو جسکی خاطر کام کیا جائے اس کا مشکور اس کام کرنیوالے کو ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس نے اسکو موقعہ دیا کہ وہ اپنے فضول اشیا یا اوقات یا قویٰ کو کسی کام میں لگائے +

قرآن نے جو معیار پیش کیا ہے۔ وہ اس مقولہ سے کہیں بڑھ کر ہے کہ دوسروں سے اسی طرح سلوک کرو جس طرح تم چاہتے ہو کہ وہ تم سے سلوک کریں۔ اس میں تو ایک تاجرانہ رنگ پایا جاتا ہے۔ اور اعمال صالحہ کی ترغیب [illegible] شدہ اور نفع کے واسطے دیجاتی ہے۔ اور قرآن نے جو معیار پیش کیا ہے اسمیں الفت و قربانی کی بو آتی ہے۔ اور ہر ایک انسان اسکو اپنے حالات و موقع کے موافق اس پر عمل پیرا ہو سکتا ہے۔ انجیل نے جو معیار پیش کیا ہے اس سے تو انسان کو اپنے اعمال کو دوسروں کی قابلیت اور استعدادوں کے ماتحت کر دیا جاتا ہے +

قرآن کے اصولوں پر چلنے سے انسان کے اخلاق اعلیٰ ترین ہو سکتے ہیں۔ اگر ایک انسان اپنے خاص حالات کے ماتحت اس قانون قرآنی پر عمل کرے تو اسی دنیا میں بہشت نظر آنے لگے۔ اور سچے دل سے ایک بھائی دوسرے کی مدد کرنا اپنا شیوہ و فرض اولین سمجھے ان سنہری اصولوں کی پیروی کرنیوالا دوسرے کی محبت کو اپنے نفس کی محبت پر ترجیح دیگا۔ دوسرے کا خیال پہلے اور اپنا پیچھے کرے گا۔ اور ساتھ ہی اسکو اسبات کی کوئی ضرورت نہ ہوگی کہ اپنے نفس کی خواہشات کو بالکل ہی تیغ کرے اُن کو ترقی اور اصلاح کا موقعہ ہی نہ دے۔ بلکہ اس کے اعمال خود اس کے اپنے نفس کی تربیت اور اصلاح کا موجب ہو جاوینگے۔ اور ساتھ ہی

ہم تو اتنی بات سمجھا جائیگا کہ کس طرح دوسروں کی خاطر تکالیف برداشت کرنی چاہئیں اور اپنے وقت اور اتحاد دونوں کو دوسروں کیلئے مُفید بنانا چاہیئے نہ کہ سُست لوگ دوسروں کی محنت پر نفس کشی کا بہانہ کر کے سب سے الگ پڑا رہے۔ نہ اپنے قویٰ کو ترقی دے۔ اور نہ دوسروں کے ملے خاطر خواہ مفید ثابت ہو۔

فطرتی طور پر ہر انسان کے دل میں نیکی کرنے کی خواہش اور اُمنگ رکھ دیگئی ہے اور تمام نیکی کا لب لباب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو دوسروں کیلئے فائدہ مند اور نفع رساں ثابت کرے اور کس طرح کوئی آدمی کسی دوسرے کیلئے مفید ہو سکتا ہے جب تک اسمیں نفع رسانی کی استعداد نہ ہو اور اسی وجہ سے قرآن نے حکم دیا کہ اپنے قویٰ کو خوب ترقی دو۔ تاکہ تمہارا وجود خلق خدا کے لئے بابرکت اور سُود مند ثابت ہو۔ ہر ایک آدمی کو اس بات کا دھیان رکھنا چاہیئے۔ کہ اس کا وجود کسی دوسرے پر دو بھر یا بار گراں تو نہیں۔ اور اُسکو دوسروں کی بھلائی کے لئے اگر خود کوئی نقصان بھی اُٹھانا پڑے تو ماتھے پر بل تک نہ لائے۔ بلکہ بخوشی تمام ایک بے غرضانہ تکلیف برداشت کیلئے تیار ہو۔ قرآن تو یہ چاہتا ہے کہ ہر ایک مسلم اپنے خیالات اعمال و الفاظ ان سب میں ایک نمونہ ہو +

مندرجہ بالا آیت قرآنی کا پچھلا حصہ اِس معیار کو اَور بھی بلند کر دیتا ہے۔ فرمایا۔ خدا علیم ہے۔ ہر ایک انسان خود اپنے نفس کو دھوکا دے سکتا ہے لیکن خدا کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ جو قربانی ہو صدق دل اور خلوص نیت سے ہو۔ ریاکاری یا دکھاوے یا کسی اور خود غرضانہ مقصد کا اسمیں دخل نہ ہونا چاہیئے۔ عام لوگ کیا قوموں کی قومیں اپنی بابت دھوکا کھا جاتی ہیں۔ مثلاً ایک جنگ کے محاربین میں سے ہر دو طرفین اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔ بہر حال دونوں میں سے ایک تو ضرور اپنے آپ کو دھوکا دے رہا ہے لیکن خدا کے آگے کسی کا دام تزویر کارگر نہیں ہو سکتا۔ اپنے ضمیر کو تسلی دیتے وقت اس بات کا دھیان رکھنا چاہیئے کہ کہیں ہم دھوکا تو نہیں کھا رہے۔ اور یہ بات ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہیئے کہ ایک علیم خبیر طاقت ہمارے ہر خیال و فعل کو دیکھ رہی ہے۔ ہم اس سے اپنے پوشیدہ ترین راز یا خیال چھپا نہیں سکتے۔ اسلام کا معیار یہ ہے کہ اپنی مرغوب اور محبوب اشیاء میں سے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرو۔ یہ نہیں کہ اپنی تمام چیزیں دے ڈالو۔ لیکن جو کچھ تم دوسروں کی خاطر یا للہ

خرچ کرو۔ اسمیں کچھ ایسی بھی چیز ہونی چاہیئے جس کی ہمیں خود ضرورت ہو جو تمہارے دل کو بھائے جس کو دیتے وقت کچھ قربانی کرنی پڑے + (الف ق ائ)

معبودانِ باطل کی موت اور اُن کا پھر جنم لینا

اِنسان جس کو پرستش کا پُتلا کہنا بیجا نہیں کبھی معبود کی پرستش کئے بغیر نہیں رہ سکتا ایک سچے اور حقیقی معبود کی تلاش میں اِنسان نے پتھروں سے لیکر انسان تک سب چیزوں کو مختلف رنگوں اور پیرایوں میں اُلوہیت کے مرتبہ پر بٹھایا۔ ایک ملحد دہریہ بھی اپنے دل میں کسی نہ کسی چیز کا تصور ضرور باندھتا ہے۔ خواہ وہ اس کا تخیل اور میلان طبع ہی کیوں نہ ہو۔ جہاں کہیں اور جب کبھی معبود حقیقی اور خدائے واحد کی پرستش مفقود ہو جاتی ہے۔ تو خود انسان کی اپنی خواہشات اس کے لئے معبود بن جاتی ہیں۔ خود اپنی ضروریات کے جامہ سے وہ اپنے خداؤں کو ملبس کرتا ہے۔ اور اپنے معیار اور خیالات کے سانچے میں وہ اپنے خدا کی صفات کو ڈھال کر ان پر ایمان لاتا ہے +

اِسی طرح معبود دُنیا میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور خود ان کے بنانے والے ان کے پرستار اور پُجاری بن جاتے ہیں۔ ہر ایک بُت یا معبود اپنے زمانے کے اخلاقی اور نیکی کے خیالات کا مجموعہ اور رائج الوقت خیالاتِ احسن کا مرکز ہوتا ہے۔ اور ہمارے دیگر خیالات کی طرح اس وقت وہ ابدی اور نہ تبدیل ہونے والا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت اسمیں ایک لگا تار اگرچہ نامعلوم تبدیلی ہوتی چلی جاتی ہے۔ حالات زمانہ کی تبدیلی سے ہماری ضروریات اور خواہشات میں بھی تغیر واقع ہوتا ہے۔ اس سے ہمارے اخلاق ہماری نیکی کے معیار ہمارے مقاصد زندگی سب ایک نئی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جو چیز کل تک ہمیں احسن اور دلپسند معلوم دیتی تھی۔ آج اسی کو ہم کریہ اور قابلِ نفرت خیال کرنے لگتے ہیں۔ ہمارے خیالات میں ایک نمایاں فرق نظر آنے لگتا ہے۔ اور وہ پُرانے معیار جن کے مجموعہ کو ہم خدا کے نام سے پکارا کرتے تھے وہ ہمارے دل پر اب کوئی اثر نہیں کرتے۔ اِن دقیانوسی خیالات کی جگہ نئے خیالات

جاگزین ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے پہلے خدا کو الوداع کہہ کر ایک نیا معبود اپنے نئے خیالات کے موجب بنا لیتے ہیں۔ اب اِس نئے معبود کی صفات ہمارے نئے خیالات کا عکس ہونگے۔ ایک بدھ مذہب کے شاعر نے اسی خیال کو خوب نبھایا ہے لکھا ہے۔ جن پھولوں کے ہاروں سے وہ مزین تھا وہ بہت کملا گئے۔ اس کے بیش بہا خلعت کی چمک بک جاتی رہی۔ وہ مسند عزت سے گرا دیا گیا۔ اور ایک نیا جسم لیکر ایک نئی شکل میں پھر پیش کیا گیا۔ اب اس کا نام بھی اور ہے۔ اسکی صفات بھی اور ہیں۔ اب وہ بالکل نئے اور مختلف خیالات کا مجموعہ ہے اور معبود جس کو خود انسان نے بنایا۔ اس نئی شکل میں قلب انسانی پر حکومت کرنے لگتا ہے +

اِسی وجہ سے زمانہ سلف کی تاریخ میں معبود یا خداؤں کی صفات میں اس قدر اختلاف اور تضاد ہے۔ دنیا میں تو ہم پرستی ہمیشہ رہی ہے۔ اور مذہب جب تاریکی کی حالت میں ہو تو ہر ایک واقعہ کو بنائے ایمان ٹھیرا لیتا ہے۔ اور ہر ہوا کے جھونکے پر انسان عاجزی کا اظہار کرتا ہے جب تصرفاتِ وقت اور ضروریاتِ زمانہ کے مطابق خیالات انسانی کو ایک نیا جامہ پہنایا جاتا ہے تو ساتھ ہی معبود کی صفات طرزِ عبادت میں بھی ایک فرق نمایاں نظر آنے لگتا ہے۔ دیگر قدیم مذاہب کی طرح عیسائیت کے گذشتہ دو قرنوں میں جناب مسیح کو بھی کبھی کسی لباس میں ملبس کر کے پیش کیا گیا اور کبھی وہ لباس اُتروا کر ایک بالکل نئے اور مختلف لباس میں پیش کیا گیا۔ مسیح کی الوہیت کی تعریف مختلف طریقوں سے کی گئی۔ اور حالات و ضروریاتِ زمانہ کے مطابق مختلف اوقات میں مختلف صفات کا مجموعہ اس کو ٹھیرایا گیا۔ ایک اہل بصارت پر یہ بات خُوب روشن ہے کہ مذہب کلیسا میں ایک نامعلوم لیکن متواتر تغیر ہوتا چلا گیا ہے۔ لیکن

٭ قرآن شریف اس انسانی میلان کی طرف اشارہ کرتا ہوا فرماتا ہے۔ ارءیت من اتخذ الٰہہ ھواہ۔ کیا تم اس شخص (کی حالت) پر غور کی ہے جس نے اپنی خواہشات (نفسانی) کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسلام میں شرک کے معنی کس قدر وسیع ہیں۔ اسلام نہ صرف بتوں کی پرستش سے روکتا ہے۔ بلکہ اپنی خواہشات نفسانی کی اندھا دھند تقلید سے بھی منع فرماتا ہے بہت سے ایک خدا کے ماننے والے ایسے ہیں جو سب سے بڑے بت یعنی خواہشات نفسانی کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ کسی اور مذہب میں مسئلہ توحید پر اس قدر زور نہیں دیا گیا +

ہمارے زمانے میں تو عجیب عجیب واقعات پیش آ رہے ہیں۔ اور ایسی قسم کے راز طشت از بام ہو گئے ہیں۔ کہ ان کی خبر ہمارے فرشتے خاں کو بھی نہ ہو سکتی تھی۔ جو کام زمانہ سلف میں پوری ایک صدی میں بھی تکمیل کو نہ پہنچتا تھا۔ وہی آج دس سال کے قلیل عرصہ کے اندر کمال کو پہنچ جاتا ہے انسانی خیالات اس سرعت سے ترقی کر رہے ہیں کہ ہمارا ایک ایک دن ایک ایک سال کے برابر ہے تو پھر کیسے ممکن تھا۔ کہ باطل مذاہب اور باطل معبودان اپنی پرانی مسندوں پر قائم رہتے یہی وجہ ہے کہ ہر روز ہم کسی ایک معبود کو حالت نزع میں جان توڑتے دیکھتے ہیں۔ اور اسکی جگہ کسی دوسرے کو پیدا ہوتے دیکھتے ہیں۔ وہ خدا جو پہاڑی سے بولتا تھا اب اس نے [illegible] سے ظہور کیا ہے۔ اور زیتون کی شاخ (یعنی امن و صلح کی نشانی) جو اس کے ہاتھ میں تھی اب خشک ہو گئی ہے۔ اس کا خلعت جو اس کے شہزادہ امن و سلامتی ہونے کی نشانی تھی۔ اب بالکل پرانا اور ماند پڑ گیا ہے۔ اور اسکو اب مقبرہ نسیان میں دفن کر دیا گیا ہے۔ لیکن اسکی بعثت ثانی کوئی دور نہیں۔ وہ دیکھو قبر کا پتھر ہٹ گیا۔ اور جناب مسیح خاکی وردی پہنے ہوئے خندقوں میں ادھر ادھر پھرتے نظر آتے ہیں +

دین

ذرات عالم کا مذہب

مذہب اور سائنس میں مطابقت

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً والیہ یرجعون۔ ترجمہ۔ کیا (یہ لوگ) اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہیں۔ حالانکہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہیں چار و ناچار اسی کے حکمبردار ہیں۔ اور اسی کی طرف سب کو رجوع کرنا ہے (سورۃ عمران آیت ۸۲) ایک ظاہر بین اور سرسری نظر کرنے والے کے خیال میں مذہب اور سائنس بیشک دو ضدین معلوم ہونگی جن کا یکجا جمع کرنا محال نظر آئیگا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس قدر ترقی اور تحقیقات بھی ہم میدان سائنس میں کریں۔ وہ سب کی سب اس ایک الہام قرآنی کے ماتحت آجاتی ہیں

کہ لہ اسلم من السموات والارض طوعاً وکرھاً یعنی جو کچھ آسمان اور زمینوں میں ہے ۔چارو ناچار اُسکو خدا کا حکم ماننا پڑتا ہے ۔ہاں اگر مذہب کی تعریف یوں کی جاوے ۔کہ کسی ایک انسان یا ایک تاریخی واقعہ پر ایمان لے آؤ ۔یا خدا کی بعد فرض صفات کا ایک خارق عادت رنگ میں ظاہر ہونا مان لو ۔اور اعتقاد یہ رکھو کہ ان باتوں پر صرف لفظی ایمان لانے سے اعمال صالحہ کی کوئی ضرورت نہیں رہتی ۔اور نجات خود بخود حاصل ہو جاتی ہے ۔اور ایک معجزہ کے رنگ میں جس قدر بدیاں اور گند انسان میں تھے وہ سب خوبیاں اور محاسن بن جاتے ہیں ۔الغرض اگر اس قسم کے نئے معنے اور نہ اپیل کرنیوالے عقاید کا نام مذہب ہے تو بے شک مذہب اور سائنس کو ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ۔اور ایک کا حاضر ہونا دوسرے کی عدم موجودگی کا باعث ہے لیکن برخلاف اسکے اگر مذہب کا مفہوم یہ سمجھا جائے ۔کہ اسمیں چند قابل عمل قوانین ہوں ۔وہ ہماری فطرت اور ہماری استعدادوں کے ظہور کا باعث ہوں اور ان کو کمال تک پہنچانے کی راہ بتائے ۔اور بعض ایسی باتیں منوائے کہ جن پر عمل کرنے سے وہ ہمارے قوے بیحد ترقی کریں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا ۔کہ کس طرح ایک ذی فہم انسان مذاہب اور سائنس کو ناقابل اجتماع ضدین خیال کرسکتا ہے ۔یہ تو سچ ہے کہ ایمان کی ابتدا غیب اور نامعلوم اشیا کو تسلیم کرنا ہی ہوتی ہے ۔لیکن کیا ہر ایک علم اور سائنس بھی اسی طرح شروع نہیں ہوتے علم کا تو مقصد یہی ہے ۔کہ نامعلوم خطوں میں طبع آزمائی کی جائے ۔ہر ایک نامعلوم چیز اسکی کوششوں کو تیز کرنے کے لئے مہمیز کا کام دیتی ہے ۔اور اشیا کی نامعلوم صفات ہی اسکو اس بات کے لئے اُکساتی ہیں کہ وہ کوشش کرے ۔اور نئی نئی باتیں اپنے علم میں بڑھائے +

سائنس کسی چیز کی خالق نہیں ۔ہر ایک علم کی ابتدا بعض اُن غیر تبدیل ہونے والے قوانین پر ایمان لانا ہے ۔جن کے ماتحت مادہ اپنے مختلف خواص کو ظاہر کرتا ہے ۔اور اصطلاح سائنس میں "خاصیت" انہی نتائج کا نام ہے ۔جو مادہ کے بعض مقررہ قوانین کے ماتحت کام کرنے سے اخذ ہوتے ہیں ۔انہی خاصیتوں کو معلوم کرنا سائنس کا مقصد اولی ہے ۔اور انہی قوانین کی مطابقت کرنے سے عجیب عجیب سربستہ راز کا انکشاف اہل سائنس پر ہوتا ہے ۔اگر مادہ کا ظہور ایک قوت بالارادہ ہی سے ہوا ہے ۔تو تمام قوانین کا ماخذ اور سرچشمہ بھی اسی ذات باری کو ہونا چاہئے

پس تمام تجربات علم سائنس کا مقصد یہی ہے کہ خدا کے ان بنائے ہوئے قوانین کو دریافت کریں جو ذرات عالم پر حکمران ہیں۔ اور جن کی کامل اطاعت کرنے سے مادہ کی مختلف خاصیتوں کا ظہور ہوتا ہے یعنی خدائی قوانین قدرت کی فرمانبرداری اور اطاعت ہی سائنس کا سب سے اہم اور بنیادی اصول ہے۔ یہ اطاعت اور فرمانبرداری ذرات کی فطرت میں موجود ہے۔ اور اسکو ہم ذرات عالم کے مذہب کے نام سے نامزد کر سکتے ہیں +

جو کوئی مناظر قدرت کو سرسری نگاہ سے بھی دیکھیگا تو وہ ضرور بالمشاہدہ دیکھیگا کہ قدرت کے تمام اجزا بعض مقررہ قوانین کی کامل اطاعت کرتے ہیں۔ اور ان میں سر مُو فرق نہیں کرتے۔ ان کی ہستی ان کا ایک دوسرے کی مدد کرنا ایکدوسرے کے کام آنا۔ جس پر تمام عالم کے مفید اور متحد نظم ونسق کا دارومدار ہے۔ یہ سب باتیں ان قوانین مذکورہ کی کامل پیروی اور مطابقت پر منحصر ہیں۔ فرض محال اگر ایک ناچیز ذرہ ایک لمحہ کیلئے اپنے مقررہ راستہ سے بھٹک جائے تو یقیناً ساری کائنات کا تانا بانا درہم برہم ہو جائے۔ اور نتیجہ ہلاکت اور نقصان ہو۔ سورج چاند ستارے دن رات موسم۔ درخت سمندر وغیرہ کسی چیز پر غور کر کے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ یہ سب اپنے مقرر راستوں پر قدم مار رہے ہیں۔ اور تاریخ عالم میں کسی لمحہ کے لئے بھی انہوں نے قوانین کی اطاعت سے منہ نہیں موڑا۔ قرآن نے اس حقیقت کو جدید سائنس سے کہیں پہلے واضح کیا۔ آج سے تیرہ سو سال پہلے فرمایا" وللہ یسجد من فی السمٰوات والارض طوعاً وکرھاً وظللھم بالغدو والاٰصال" سورہ رعد آیت ۱۵۔ ترجمہ:" اور جس قدر مخلوقات آسمان وزمین میں ہے چار وناچار سب اللہ کے آگے سربسجود ہیں اور صبح وشام ان کے سائے بھی" +

الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السمٰوات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس (سورہ حج ۱۸ آیت) ترجمہ۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہے جو کچھ زمین میں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے اور بہت سے لوگ پھر سورہ یٰسین میں فرمایا۔ وآیۃ لھم الیل نسلخ منہ النھار فاذا ھم مظلمون ۝ والشمس تجری لمستقر لھا ذالک تقدیر العزیز العلیم ۝

والقمر قدرنٰہ منازل حتیٰ عاد کالعرجون القدیم ہ لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النہار ط وکل فی فلک یسبحون (آیت ۳۸ تا ۴۰)

ترجمہ۔ اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے، ہم اسمیں سے دن کو کھینچ کر نکال لیتے ہیں۔ تو بس یہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے۔ جو زبردست اور آگاہ ہے۔ اور چاند اس کے لئے ہم نے منزلیں ٹھیرا دیں یہاں تک کہ گھٹتے گھٹتے) وہ (اتنا پتلا رہجاتا ہے۔ جس طرح کھجور کی پرانی ٹہنی۔ نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتی ہے۔ وہ مہتاب کو جا لے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے یہ سب اپنے اپنے مدار میں سفر کر رہے ہیں +

یہ آیت کتنی کھلی اور عظیم الشان صداقت ہے۔ قدرت کا ہر ذرہ اپنے مدار اور راستے پر سفر کر رہا ہے۔ کائنات کی ہر چیز قانون قدرت کی مطیع ہے۔ تمام قدرت میں یکرنگی ہے۔ یہ سب راز قرآن کریم نے اپنے سادہ لیکن جامع الفاظ میں ایک ایسے وقت سنائے جبکہ جدید سائنس نے جنم بھی نہ لیا تھا۔ اور مغربی دنیا ان رازوں سے محض ناواقف اور جاہل تھی۔ قدرت کا ہر ایک جزو اپنی اپنی راہ پر لگاتار قدم مار رہا ہے۔ کوئی حکم عدولی نہیں کسی قسم کی افراط تفریط نہیں۔ بلکہ سرت ایک مقرر ازلی ابدی نہ بدلنے والے قانونوں کی پوری اطاعت کر رہا ہے۔ اسی سے تو مختلف عناصر ایک متحد کل میں جمع ہو سکتے ہیں اور بے نظمی سے نظم پیدا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا۔ پابندی قوانین کی صداقت کائنات کے ہر حصہ میں پائی جاتی ہے۔ قدرت کے ہر ایک ذرہ کی ہستی اور تکمیل و ترقی کا دارومدار قانون کے آگے سر جھکانے میں ہے۔ اس کرہ ہوائی کے ذرات کو برقی جوہر بننے کے لئے خاص راہوں پر چلنا پڑتا ہے۔ خاص قوانین کی اطاعت کرنی پڑتی ہے۔ اور یہی برقی جوہر بعض معین انتظامات کے ماتحت مادی دنیا کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اس طرح وہ مادے کی تکمیل کراتے ہیں۔ مقرر راستوں کا مخصوص ہونا اور شکلوں وغیرہ کا معین ہونا۔ یہ بات کائنات کے ہر جزو و حصے میں پائی جاتی ہے۔ اور اسکی بنا پر تمام سائنس کی تحقیقات کا دارومدار ہے۔ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ سائنس بذات خود کچھ

پیدا نہیں کر سکتی - اسکی غرض و غایت صرف اس قدر ہے - کہ وہ ان قوانین کو معلوم کرے جو قدرت کی طاقتوں کی راہنمائی کرتے ہیں + انہی قوانین کو ذرات عالم کا مذہب کہا گیا ہے - کیا تمام عالم ایک مقررہ راہ پر نہیں چل رہا - کیا مادہ قوانین کے ماتحت نہیں کام کرتا - اگر اسکی ترقی بیقاعدہ - بے نظم اور بے ترتیب ہوتی تو ایک شخص یہ نتیجہ نکال سکتا تھا - کہ نیچر نے کام کرتے ہوئے اپنے آپ کو حالات گرد و پیش کے ماتحت کر لیا ہے - اور قانون کو اس کا نتیجہ مانا جاتا لیکن سائنس نے یہی معلوم کیا ہے - کہ کائنات میں ایک نظم اور باقاعدگی ہے - جو اُس کے ہر جُزو پر حاوی ہے - اور جو کچھ بھی سائنس نے معلوم کیا ہے وہ سوائے چند قواعد اور قانونوں کے جن کے ماتحت مادہ کام کرتا ہے کچھ نہیں اس سے صاف ارادہ اور عقل کام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں نیز ہر جگہ مادہ سے پہلے قانون کا پتہ لگتا ہے اس واسطے ثابت ہوا کہ قدرت میں محض مشابہت کوئی چیز نہیں - اس جگہ ہم چودھریں صدی کے مجدد حضرت میرزا غلام احمد صاحب کی تصنیف ٹیچنگز آف اسلام میں سے کچھ نقل کرتے ہیں جسمیں آپنے خدا کی ہستی ثابت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل مُدلل عبارت لکھی ہے۔

اگر ان کا در پردہ کوئی مُدبّر نہ ہو تو یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے - یہ دلیل ہیئت پر غور کرنیوالوں کیلئے نہایت فائدہ بخش ہے - کیونکہ اجرام فلکی کے اتنے بڑے بڑے عظیم الشان اور بیشمار گولے ہیں - جن کے تھوڑے سے بگاڑ سے تمام دنیا تباہ ہو سکتی ہے - یہ کیسی قدرت حق ہے کہ وہ آپس میں نہ ٹکراتے ہیں نہ بال بھر رفتار بدلتے اور نہ اتنی مُدّت تک کام دینے سے کچھ رُکتے اور نہ ان کی کلوں پرزوں میں کچھ فرق آیا - اگر سر پر کوئی محافظ نہیں تو کیونکر اتنا بڑا کارخانہ بیشمار برسوں سے خود بخود چل رہا ہے انہیں حکمتوں کی طرف اشارہ کرکے خدا تعالےٰ دوسرے مقام میں فرماتا ہے "افی اللّٰہ شک فاطر السمٰوات والارض - یعنے کیا خدا کے وجود میں شک ہو سکتا ہے - جس نے ایسے آسمان اور ایسی زمین بنائی" +

سب سے طاقتور ذرّہ کا مذہب

کیا انسان تمام کائنات کا خلاصہ ایک کامل مخلوق اور نیچر کا عمدہ ترین جزو نہیں*

---

* حاشیہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (سورہ تین) ترجمہ - تحقیق ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا ہے +

نیچر میں بہتر سے بہتر جو بات تھی انسان میں اس کا ظہور بہترین طور پر ہوا ہے۔ تمام عالم کے متحدہ اجتماع کی وجہ سے اس میں عقل۔ فہم۔ حس۔ ضمیر اور ارادہ پیدا ہوا ہے۔ ذرات کی شکل تو تبدیل ہو سکتی ہے لیکن وہ اپنی فطرت کو ہرگز بدل نہیں سکتے۔ قوانین کی کامل اطاعت کر کے حسب دلخواہ نتائج کا اخذ کرنا عناصر کی فطرت میں پایا جاتا ہے۔ تو کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی اس بنیادی خاصیت کو اس حالت میں مفقود کریں جب ان کا اجتماع بہترین طرز پر انسان یعنی سب سے طاقتور قدرے میں ہو اور اگر عناصر میں سے قوانین کی کامل اطاعت کرنے کی خاصیت جاتی رہی تو ممکن نہ تھا کہ کوئی انسان علم طب وغیرہ کی کوئی تشریح یا تحقیق کر سکتا۔ تناسب۔ ترتیب ترکیب وغیرہ کے قوانین انہی کی نظم و ترتیب سے علم بنتا ہے۔ انسانی قوائے کے ظہور پر بہت ہی سرسری نظر کرنے سے بھی یہی صداقت پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ ہم کو آنکھ کان مُنہ وغیرہ مختلف عضو دیئے گئے ہیں۔ ذرا ان سے وہ کام تو لیکر دیکھو جو ان سے مخصوص نہیں تو معلوم ہو گا کہ خواہ ان کو نقصان پہنچے اور خواہ ان کا نام و نشان ہی معرض خطر میں ہو لیکن کبھی بھی وہ کسی خلاف نیچر کرنے کا ذریعہ نہیں بنینگے۔ اور انہی اعضاء کو ان کے مقرر قوانین کے ماتحت استعمال کرو تو ان کو پورے فرمانبردار اور کامل مطیع پاؤ گے۔ معلوم ہوا کہ انسانی وجود میں بھی قانون اور اسکی پابندی کا کامل ظہور ہوتا ہے۔ اسلام جس کے لغوی معنے ہی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ اور جس کو احکام اور قوانین کا مذہب کہا جا سکتا ہے۔ یہی تمام ذراتِ عالم کا مذہب ہو سکتا ہے۔ اور ترقی کے ہر طبقے میں ان کی حالت کے مطابق ہو سکتا ہے الغرض ہر ذرۂ موجودات چھوٹا ہو یا بڑا کثیف ہو یا لطیف سب کو اس عالمگیر مذہب کے قوانین آگے سر تسلیم خم کرنا ہو گا۔

(باقی آئندہ)

عکس مکتوب آنحضرت صلعم

جو تبلیغی خط آنحضرت صلعم نے شاہ مقوقس والی مصر کو لکھا۔ معہ حروف عربی۔ یہ عکس نہایت ہی قابل دید ہے۔ جس پر آپ کی مُہر نبوت بھی ثبت ہے۔ ایسی متبرک چیز کی متعدد کاپیاں احباب کو ضرور خریدنی چاہئیں۔ قیمت فی عکس ۱ر فی درجن ۱۰ر

کوڑیوں کے دام جواہر ریزے

رسالہ اشاعت اسلام کی سابقہ کی جلدیں نہایت قابل دید ہیں۔ ان سابقہ جلدوں میں اہم مسائل اسلام پر مسلسل اور مدلل بحث کی گئی ہے جس کے مطالعہ سے اسلام سے ناآشنا احباب اچھی طرح عام مسائل سے واقفیت حاصل کر کے اسلام کے مخالفین کو دندان شکن جواب دینے کے قابل ہو سکتے ہیں اس کے مضمون نگار مشرقی و مغربی علماء و فضلا ہیں ہم نے پبلک کے مفاد کیلئے ان کی قیمت میں تخفیف کر دی ہے اُمید ہے کہ قدردانان اسلامی لٹریچر اس سنہری موقعہ سے استفادہ اٹھاوینگے اور اسی رنگ میں مشن کی اعانت فرما کر اس کار خیر میں حصہ لینگے۔ سابقہ جلدوں میں سے کچھ مضامین کے عنوان بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں وھو ھذا

امن و سلامتی کا مذہب عیسائیت و توحید۔ مذہب میں فطرت کا رنگ۔ اخلاق فاضلہ اخلاقی معجزات رحمۃ للعالمین مسئلہ زندگی۔ قرآن کریم و عقل۔ سیرت نبوی۔ لمعات انوار محمدیہ۔ ایک سرچشمہ سے نکلے ہوئے مذہب۔ اسلام کا احسان عورت پر۔ تہذیب اسلام و عیسائیت۔ روحانی شفا۔ خدا کی کامل تصویر۔ کفارہ کی تردید۔ دین فطرت۔ بعد الموت زندگی۔ غلامی۔ رمضان۔ قیمت +

جلد اول سنہ ۱۹۱۵ء ۱۱ پرچے سوا روپیہ جنوری سنہ ۱۹۱۵ء عہ + جلد دوم سنہ ۱۹۱۶ء مکمل عہ جلد سوم سنہ ۱۹۱۷ء ۱۱ پرچے سوائے مارچ سنہ ۱۹۱۷ء +

خطبات غربیہ

قیمت ۳ ر فی خطبہ مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لندن۔ یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرنے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان۔ فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:۔

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ سوم مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) ؍؍ ؍؍ ؍؍ توحید و عا تصوف۔
(۳) ؍؍ ؍؍ ؍؍ خطبات عیدین
(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۵) اسلام اور دیگر مذاہب
(۶) حقوق نسواں

المشتہر مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو۔ عزیز منزل نولکھا لاہور

چندہ سالانہ اشاعت ۵ روپے

اسلامک ریویو ووکنگ لندن

چندہ سالانہ [illegible]

ایڈیٹر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی وحضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی

بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا مشعلبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیغامبر۔ قرآن کریم کے حسن جمال کا فوٹو آنحضرت صلعم کے پاک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن سیرت معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع۔ ملت بیضا کی طرف دین اسلام کی دعوت کا واحد ذریعہ سیاہ ظلمت شب دیجور کی تاریکی میں بجلی کا کام کرنیوالا ایک ہی انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افترا غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یورپین آنکھ میں چکا چوند کردی۔ اس کا اردو ترجمہ رسالہ **اشاعت اسلام** (۳ رسالانہ) ماہواری لاہور سے شائع ہوتا ہے

نیز ہر دو ماہواری رسالوں میں ہر ماہ نومسلمین ونماز عیدین کی تصاویر ہوتی ہیں +

المشتہر مینیجر اسلامک ریویو و اشاعت اسلام۔ عزیز منزل لاہور

ضروری اعلان

مندرجہ ذیل ہر دو اصحاب دفتر ہذا کی طرف سے بطور سفیر دورہ پر ہیں تا کہ رسالہ اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام کی مختلف مقامات پر توسیع اشاعت کریں امید واثق ہے۔ کہ ناظرین کرام ان کے ہاتھ اس اسلامی خدمت میں بٹا کر عنداللہ ماجور ہونگے +

۱۔ جناب میر محمد خان صاحب ہیڈ کلرک دفتر کیمبل اگزیمنر نینی تال۔ آپ ہوں نے فی سبیل اللہ سفارت مسلم مشن ووکنگ منظور فرمائی ہے اور قریباً قریباً تمام ہی ہندوستان کا سال بھر میں دورہ فرماتے ہیں اور مشن کیلئے بھی دوران دورہ میں تحریک فرماتے رہتے ہیں +

۲۔ خواجہ عبد المجید صاحب دہلی۔ آگرہ۔ کانپور سے ہوتے ہوئے انشاء اللہ بنگال وبرہما پہنچینگے +

۳۔ خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام جنوبی ہند کیطرف روانہ ہو گئے ہیں +

ضروری نوٹ رنگون ودیگر کلکتہ بنگال وبرہما کے کل ناظرین رسالہ ازراہ کرم خواجہ عبد المجید صاحب کو اور جنوبی ہند کے خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ ہذا کو ہر قسم کی امداد دے کر عنداللہ ماجور ہوں +

مینیجر

وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٌ يَدۡعُونَ إِلَى الۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِالۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُونَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے

اِس سے بڑھکر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے لئے اخراجات کی ذمہ وار ہوسکتی ہے

جلد (۴) | بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۶)

فہرست مضامین

ووکنگ مسلم مشن

ناظرین کرام ووکنگ مسلم مشن کے کارہائے نمایاں سے خوب واقف ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اسکو گذشتہ سالوں میں ہر قسم کی نصرت و کامیابی ہوئی اس مشن کو قائم ہوئے اب چھٹا سال گذر رہا ہے۔ اس چھ سال کے عرصہ میں صرف اسلام کی تبلیغ کی راہ ہی صاف ہو گئی ہے۔ کہ جس اکیلے کام پر اگر تیس سال بھی لگجاتے تو بہت تھے۔ بلکہ ایک خاصی ٹیمی قابل اہل قلم نو مسلمین کی جماعت پیدا ہو گئی ہے لیکن ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اسلامک ریویو انگریزی جس کے ذریعہ سے تبلیغ اشاعت ہو رہی ہے۔ اسکا حلقہ اشاعت دن بدن تنگ ہو رہا ہے۔ اس طرح موجودہ حالات کے ماتحت یورپ میں ہر ایک چیز کی قلت و گرانی ہے۔ اخراجات طبع و کاغذ میں بھی قیمت کا کئی گنا زیادہ اضافہ ہو گیا ہے اسلئے اشاعت اسلام کے پاک مقاصد سے جو ہمدردی رکھتے ہیں وہ اس وقت مشن کی امداد کیلئے کھڑے ہو جائیں۔ ورنہ ان کی عدم توجہ سے مشن مذکور کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے +

بہی خواہان مسلم مشن ووکنگ مندرجہ ذیل طریقوں سے اس وقت مشن مذکورہ کی اعانت فرما سکتے ہیں:۔

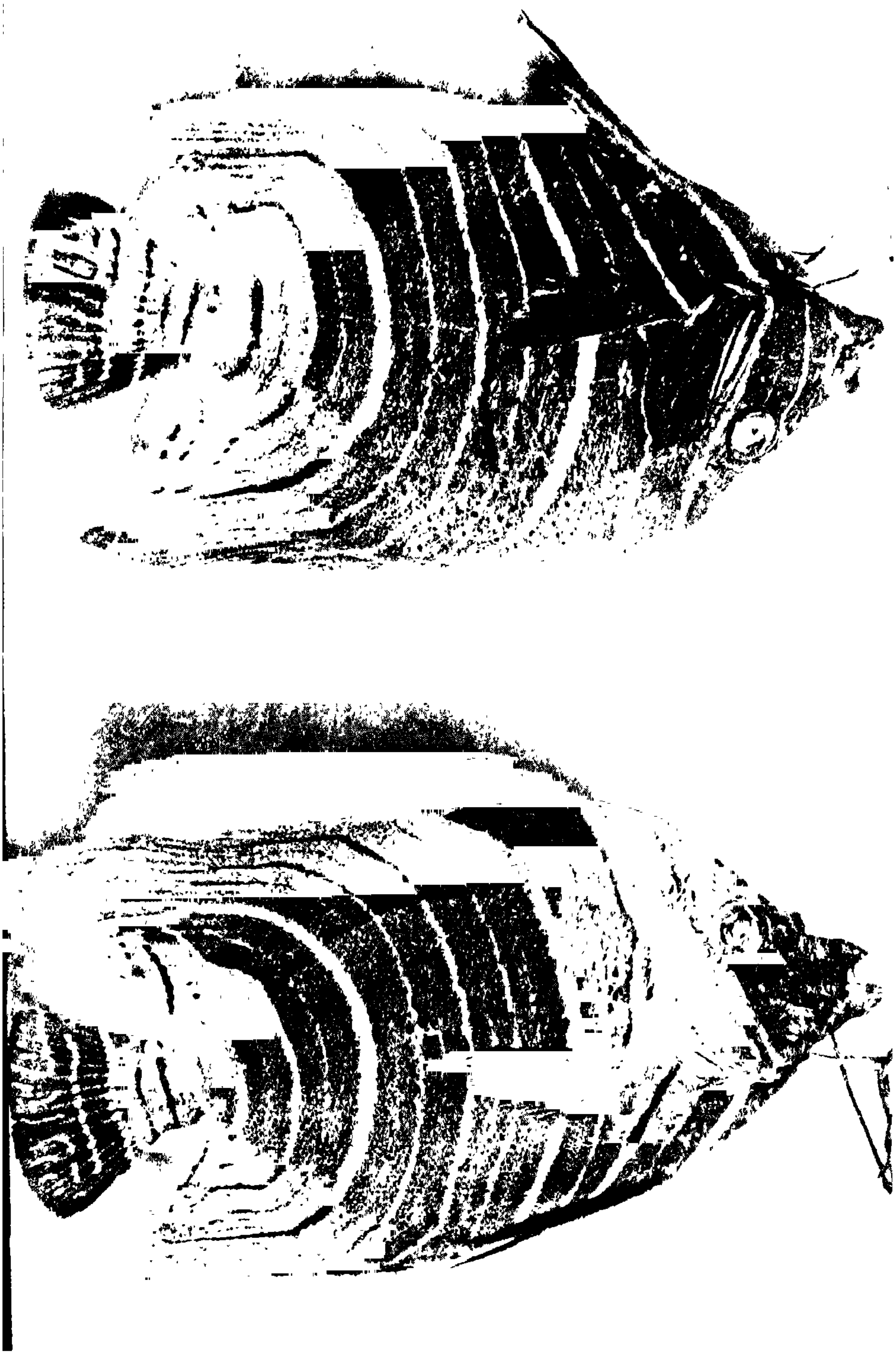
ا۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی انگریزی دان احباب میں اور اردو دان احباب میں اردو ترجمہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت اسلام فرمائیں۔ کیونکہ انہیں رسالوں کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات عظیم کا کفیل ہے۔ اور کم از کم از راہ کرم تین جدید خریدار یا ایک خریدار عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں +

۲۔ اپنے اپنے شہر کے معزز و ذی اثر مسلم احباب کی خدمتمیں اس مشن کی مالی اعانت کیلئے تحریک فرمائیں +

۳۔ اپنے حلقہ اثر میں یورپ میں مفت رسالہ اسلامک ریویو کی تقسیم کرانے کیلئے تحریک فرمائیں۔ اور جو تبلیغ اسلام کا شیدائی ۶ روپیہ ہمیں مرحمت فرمائیں تو ہم انکی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت بطور تبلیغ تقسیم کر دینگے +

کسقدر افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ سالانہ وی پی پر رسالہ اشاعت اسلام کے پانچ صد کے قریب خریداران نے وی پی لینے سے انکار کر دیا ہے بعض وقت بالضرور ایسا ہوتا ہے۔ کہ ڈاکیہ کی غلطی سے رسالہ واپس ہو جاتا ہے آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس طرح رسالہ کا انکار کس قدر عظیم اثر اشاعت اسلام کے کام پر ڈالتا ہے بہر حال اشاعت اسلام کے خریداران کا اس وقت فرض ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے کم از کم ۳ جدید خریدار فراہم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں +

خاکسار خواجہ عبدالغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) — بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۸ء — نمبر (۶)

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ ایک اعجازی مچھلی کی تصویر شائع ہوئی ہے۔ جو ۱۰ جون سنہ ۱۹۱۷ء کو خود بخود ایک ماہی گیر کی کشتی میں جو زنجبار کے نزدیک سمندر میں مچھلیاں پکڑ رہا تھا پھڑ پھڑاتی ہوئی آپڑی تھی۔ جس کی دُم کے ایک طرف تو لا الٰہ الّا اللہ عربی حروف میں لکھا ہوا ہے۔ اور سطح دُم کی دوسری طرف عربی حروف میں "شان اللہ" ہے۔ جس کے مفصل حالات اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ "اعجازی مچھلی" کے عنوان سے درج ہیں +

ہم نے سابقہ نمبر مئی سنہ ۱۹۱۸ء کے اشاعت اسلام میں ناظرین کرام سے عرض کیا تھا۔ کہ لنڈن مسلم ہوس کی مفصل روئداد ہم عنقریب شائع کریں گے۔ سو حسب عرض ہم ذیل میں درج کیئے دیتے ہیں:-

وہ اصحاب جو اس جگہ آتے جاتے ہیں ان کا شوق دن بدن بڑھتا چلا جاتا ہے اور اسکی وجہ سے اکثر دفعہ ایسی ایسی جگہوں سے اسلام کی بابت استفسارات کیئے جاتے ہیں جہاں ابھی ہماری رسائی نہیں ہوئی۔ اور ہم بڑی خوشی سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ ان سوالات کے جواب بڑی توجہ سے

دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کے نتائج بڑے ہی دلپسند ثابت ہوتے ہیں +

جو لیکچر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب دیتے ہیں ان کو اس طرح ترتیب دیگئی ہے کہ ایک احسن طریق پر اسلام کے بنیادی اصول اور موٹے موٹے مسائل بیان کر دیئے جاویں۔ آپنے مندرجہ ذیل انجمنوں کی طرف سے دعوت آنے پر وہاں جاکر بھی لیکچر دیئے:۔

کیسی خوشی کی بات ہے کہ وہ قوم جس کو دُنیا کا کوئی موجودہ مذہب تسلی نہ دے سکا۔ آج اسکی قوم کے لوگ اسلام کی صدا سننے کے لئے بڑے شوق سے جوق در جوق آتے ہیں +

سپر چیولسٹ سرکل (مرکز صوفیا) ومبلڈن میں خواجہ صاحب نے مورخہ ۲ جنوری ۱۹۱۶ء کو اسلام اور سپر چیولازم (اسلام اور مذہب صوفیا) پر ایک بڑا موثر لیکچر دیا اور اس سوسائٹی کے کارندگان کے اصرار کی وجہ سے آپنے ایک اور لیکچر مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۱۶ء کو اسلامی نقطہ خیال سے انسانیت کا مقصد اعلےٰ پر دیا +

ہم مسز ہال ہیمن کے تہ دل سے مشکور ہیں کہ انھوں نے سکارسڈیل نے سٹوڈ لوس میں دو دفعہ حضرت خواجہ صاحب کو مدعو کیا۔ چنانچہ مورخہ ۲۴ جنوری کو "ذرات عالم سے سبق" کے مضمون پر ایک لیکچر اور ۳۱ جنوری کو "روحانیت" پر دوسرا لیکچر ہُوا +

نیو لایٹ سنٹر چرچ کے منتظم ڈاکٹر ملر کی طرف سے دعوت آنے پر حضرت خواجہ صاحب نے دس فروری کو ایک لیکچر گیلڈ لیس نمبر ۲ نیو لورڈ سٹریٹ میں دیا۔ اس لیکچر کے سُننے کیلئے بہت سے سامعین جمع ہوئے۔ ہم اس لیکچر کا ترجمہ انشاءاللہ کسی آیندہ پرچہ میں ہدیہ ناظرین کرینگے +

---

۳ مارچ کو خواجہ صاحب نے ایک بڑا ضروری لیکچر ایتھسٹ ایسوسی ایشن کے ممبروں کے سامنے "خدا کی ہستی کے ثبوت" پر دیا +

اور اس ماہ کی ستارھویں تاریخ کو آپنے اسلامی بُردباری کے ضروری مضمون پر ایک مقام ایلنگ پر دیا +

ہم اسباب کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں کہ ہمارے نومسلم بھائیوں نے بھی تبلیغ حق کیلئے ہمارے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہمارے ناظرین نے جن کو جون ۱۹۱۶ء کا پرچہ پہنچ چکا ہے مسٹر حبیب اللہ لوگو کے نام سے ناآشنا نہیں کیونکہ جب کبھی موقعہ ملے یہ صاحب اپنے احباب کو اسلام کے سادہ لیکن خوبصورت عقائد سے واقف کرنے سے دریغ نہیں کرتے ہم اسباب سے بھی بہت خوش ہیں کہ آپ کی دلچسپ تقریریں سُننے کے لئے ایک کافی تعداد سامعین کی جمع ہو جاتی ہے۔ ماہ جنوری میں آپنے ایلنگ اور ہیرڈسی کے سپر چیولسٹ سرکلس میں دو لیکچر دیئے۔ اور اس انجمن کے ممبروں میں اسلام کیلئے ایک عجیب قسم کا اشتیاق اور جوش پیدا کر دیا +

مسٹر سلمان شلیخ سکرٹری لنڈن مسلم سوسائٹی نے بھی مقام ایلنگ پر ایک لیکچر اسلام کے عالمگیر ادیان ہونے پر دیا۔ آپنے اپنے سامعین کے آگے اسلام کا سیدھا سادہ نقشہ پیش کر دیا۔ اور سُننے والوں پر بہت اثر ہوا +

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

(۱)

لنڈن میں کامیاب اسلامی تحریک

برادران سلمہ الرحمٰن السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ خدا کے فضل سے گذشتہ ماہ بھی قبولیت اسلام سے خالی نہیں گیا۔ ایک بزرگ ہے جو اسرائیلی الاصل مدت کے مطالعہ کے بعد آخرکار اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کی حیثیت متمولانہ ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ نے چاہا۔ تو کبھی نہ کبھی اسلام سے اُن کو فائدہ ہوگا۔ ان کے ہمراہ ان کی ایک دختر نیک اختر بھی دائرہ اسلام میں آئی ہے۔ اگرچہ اُن کی بیوی اور دیگر متعلقین ابھی قبولیت اسلام کیلئے تیار نہیں۔ ان ہر دو کے علاوہ ایک نوجوان فوجی افسر جو کپتان کا عہدہ رکھتے ہیں۔ وہ بھی زمرۂ مسلمین میں آگئے ہیں۔ ان کا ایک تازہ خط جو مجھے پچھلے ہفتہ ملا۔ اسمیں وہ مجھ سے ایسی کتاب کا پتہ پوچھتے ہیں۔ جو انگریزی میں ہو۔ اور جو اُن کو

غسل و طہارت بالوں کی صفائی وغیرہ وغیرہ کے متعلق ہدایات دے۔ میں نے اپنی کسی گذشتہ چٹھی میں انگریزی خوان مسلم بھائیوں کی خدمت میں لکھا تھا۔ کہ اگر وہ ہماری اور کوئی مدد نہیں کر سکتے تو اس قسم کی کتابیں لکھ کر ہمیں بھیجدیں۔ صرف ہندوستانی عربی دان نہیں اور اگر ہمارے بزرگ اسلامی علوم کو عربی اور فارسی میں نہ لکھ جاتے تو ہمیں اسلام کی کیا خبر ہوتی۔ یہ قرضہ مسلمانان ہند کے ذمے ہے۔ اور اسکی ادائگی اس طرح ہو سکتی ہے کہ مسلمانان ہند اہل مغرب کیلئے اس قسم کی کتابیں لکھیں۔ میں ایک اچھے تجربے اور بصیرت کی نگاہ سے حالات کو دیکھ رہا ہوں۔ اور آپ کی توجہ اس طرف پھیرتا ہوں۔ کہ اس وقت قطعاً فلسفیانہ بحثوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بیشک جس طرح "مالا بد منہ" اور "بکی روٹی" وغیرہ وغیرہ جیسی کتابیں سادے سادے اسلامی فرائض سنن اور مستحبات پر لکھی گئی ہیں ایسی ہی انگریزی میں لکھی جاویں۔ انہیں کی یہاں سخت سے ضرورت ہے۔ کوئی بزرگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات جمع کر دے لیکن سند کا حوالہ ساتھ دے +

الغرض مختصر سے رسالوں کی سخت ہے۔ اگر اور نہیں ہو سکتا۔ تو جن لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں جنہیں انگریزی خوانوں کے نزدیک "ملا یانہ طرز" ہے انہیں کا ترجمہ کر کے ہمیں بھیجدیں۔ وہ بھی از بس مفید ہونگی +

خدا کی شان کہ یہاں کے اعلےٰ سے اعلےٰ علمی طبقہ میں پھر کر اور یہاں کے (قدیمی اہلی) مقامات پر پھر اور سر زمین پھر اور رہ باتیں کر کے یہ نظر آیا۔ کہ جن اسلامی شعار کو اور اسلامی تمدن کو ہم نے علوم جدیدہ پڑھ کر بنظر استخفاف دیکھا۔ وہ یہاں کی نگاہ میں اعلیٰ پایہ کی چیزیں ہیں۔ بدقسمتی سے سیاسیات ہمارے بھائیوں کو اپنی طرف اس قدر متوجہ کر رہی ہیں۔ کہ ان کے دل دل میں مذہب کیلئے کوئی جگہ نہیں رہی +

(۲)
لنڈن مسلم ہوس

آخر کار گذشتہ ۶ ماہ کی محنت بار در ہونے لگی۔ علاوہ نماز جمعہ کے لوگوں کا شوق دیکھ کر ایک عربی کلاس اور ایک قرآن کی کلاس کھول دیگئی ہے۔ عربی ایک مصری مسلمان پڑھاتے ہیں۔ اور قرآن کریم کا درس ہفتہ میں ایک دفعہ میں دیتا ہوں۔ پڑھنے والوں کا شوق دیکھ کر

ل تو چاہتا ہے کہ ہفتہ میں دو تین دفعہ کر دیا جاے لیکن فرصت نہیں۔ قرآن کی کلاس میں غیر مسلم بھی شریک ہوتے ہیں۔ اسوقت تک میرے لیکچروں کا اندازہ ایک حد تک متکلمانہ تھا لیکن اب نومسلم اور بعض غیر مسلموں کی طرف سے درخواست کی گئی ہے۔ کہ ہمیں حقائق اصُول اور فرائض اسلام سمجھائے جائیں۔ چنانچہ اب یہ صُورت کی گئی ہے۔ کہ مہینہ میں دو دفعہ بشکل ایٹ ہوم اجتماع کیا جاتا ہے۔ چائے پانی کی تواضع کے بعد ایک مضمون پر بہت مختصر تقریر کی جاتی ہے۔ اور اسکے بعد سوال و جواب شروع ہوتے ہیں۔ چنانچہ پہلا جلسہ ۶ اپریل کو ہوا جسمیں ۵۰ کے سوا حاضرین تھے۔ اور نصف گھنٹہ تقریر اور ڈیڑھ گھنٹہ سوال و جواب ہوتے رہے یہ طریق انشاء اللہ از بس مفید ثابت ہوگا +

اس چٹھی کے ساتھ میں ۱۵ اپریل کا سیلیبس شامل کرتا ہوں جس سے یہاں کی مصروفیتوں کا اندازہ لگ سکتا ہے۔ والسلام +

دستخط۔ خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ

لنڈن مسلم ہوس میں مندرجہ ذیل لیکچر دیئے جاوینگے

۴ اپریل بروز جمعرات بوقت ساڑھے آٹھ بجے شام۔ مسلم لٹریری سوسائٹی کے ماتحت مسٹر ظہورین ایک دلچسپ تقریر کریں گے۔

۶ اپریل بروز ہفتہ۔ پانچ بجے شام۔ خواجہ کمال الدین صاحب مطالعہ اسلام پر ایک مختصر تقریر کرینگے۔ اور اسلامی لوازمات ایمان پر سوال و جواب کا موقعہ دیا جاویگا۔

۱۴ اپریل بروز اتوار بوقت سوا تین بجے خواجہ کمال الدین صاحب سرمن اور وعظ کرینگے۔ مضمون اسلامی نماز خاموش عبادت ہوگا۔

۲۰ اپریل بروز ہفتہ بوقت پانچ بجے۔ خواجہ کمال الدین صاحب مطالعہ اسلام پر ایک مختصر تقریر کرینگے اور پانچ عناصر اسلام پر سوال جواب کا موقعہ دیا جاویگا۔

۲۸ اپریل بروز اتوار بوقت سوا تین بجے مسٹر مارماڈیوک پکتھال سرمن و وعظ کرینگے مضمون وعظ "خدا کی بادشاہت" ہوگا۔

دیگر

۲۱ اپریل کو خواجہ کمال الدین صاحب پریلیجوسٹ سرکل فلیم ۱۲ الیکس سٹریٹ مسٹر روڈ

لیکچر دینگے مضمون لیکچر "اسلام کیا ہے" ہوگا۔

۲۵ اپریل کو خواجہ کمال الدین صاحب کل ڈی ٹوڈس ایتھنوگرافک کے ممبران کے سامنے ۷ اپرنس ٹرلیس روم فلیٹ سٹریٹ ای سی میں ایک لیکچر دیں گے۔

عنوان لیکچر "عربی ہی مذہب کی زبان ہوسکتی ہے" ہوگا۔

ماہ۔ اپریل ۱۹۱۸ء کا پروگرام

لندن مسلم ہوس ۱۱۱ ہیمپسٹڈ ہل روڈ ویسٹ ۸۔ اور مسجد ووکنگ۔

درس قرآن شریف۔

خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل۔ بی قرآن شریف کا درس ہر بدھ کو مسجد ووکنگ اور ہر جمعہ کو مسلم ہوس لندن میں بوقت ۷ بجے شام دیا کرینگے۔

درس عربی۔

مسٹر سلمان البغری مسلم ہوس میں ہر جمعرات کو بوقت ۷ بجے شام زبان عربی کا درس دیا کریں گے۔ اور اگر ضرورت ہو تو ایک سے زیادہ سبق بھی ہوسکتے ہیں۔

خطبہ جمعہ و سرمن

خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ ہر جمعہ کو ڈیڑھ بجے مسلم ہوس میں نماز جمعہ و سرمن کرائینگے۔

مسجد ووکنگ میں مندرجہ ذیل وعظ و لیکچر ہوں گے۔

۷ اپریل بوقت سوا تین بجے خواجہ کمال الدین صاحب مضمون "نماز"۔

۱۴ اپریل بوقت سوا تین بجے مسٹر عبدالقیوم ملک بی اے مضمون "اسلامی زندگی"

۲۱ اپریل " " مسٹر سی ایچ سلمان شلیج۔ مضمون اعمال ہی سے امید یا اجر مل سکتے ہیں۔

۲۸ اپریل " " مسٹر عبدالقیوم ملک بی اے مضمون "محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک بہترین نمونہ"

اعجازی مچھلی

" ارض و سما میں ایسی چیزیں موجود ہیں جو فلسفہ دانوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتیں "

شیکسپیر

بارہ جون ۱۹۱۷ء کو ایک ماہیگیر کی کشتی میں جو بحیرہ زنجبار میں مچھلیاں پکڑ رہا تھا ایک مچھلی پھڑ پھڑاتی ہوئی آن گری۔ اس نے اسکو پکڑ کر تین آنے کو بیچ ڈالا۔ خریدار نے اسکو کھانے کیلئے خرید اتھا لیکن جب وہ اسکو صاف کرنے لگا تو اس نے دیکھا کہ مچھلی کے دم پر بعض نشانات ہیں۔ قدرتی طور پر اس کا ہاتھ فوراً رک گیا۔ اور اس نے ان نشانات کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ اور اخبار سیلون انڈیپینڈنٹ لکھتا ہے۔ کہ اس آدمی کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب اُسنے یہ معلوم کیا کہ وہ نشانات مہمل نہیں بلکہ ایک طرف عربی زبان میں لا الٰہ الا اللہ اور دوسری طرف شان اللہ لکھا ہے۔ انمیں سے پہلا فقرہ جس کا ترجمہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے قرآنی الفاظ ہیں اور دوسرے فقرے کے معنے "اللہ کی عظمت" ہیں +

اس اعجازی مچھلی کا خریدار فوراً اسکو اپنے پڑوسیوں کے پاس لیگیا اور ایک متمول مسلمان نے اسکو پانچسو روپے دیکر وہ مچھلی اس خیال سے خرید لی کہ اس پر قرآنی الفاظ لکھے تھے۔ مچھلی کے بہت سے فوٹو لئے گئے اور جوں جوں خبر پھیلتی گئی ہر مذہب و ملت کے لوگ اس متبرک معجزہ کو دیکھنے کے لئے جوق درجوق آنے لگے +

بعد ازاں اس کو برٹش ریذیڈنسی میں لیجایا گیا اور وہاں بڑے بڑے ماہر سائنسدانوں نے اس کا معائنہ کیا۔ نشانات بڑے صاف تھے اور ان کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے مختلف ادویات پر ڈالے گئے۔ اور وہ بہت دیر تک تجربات کرنے کے بعد یہ بات بخوبی مسلم ہوگئی کہ یہ نشانات قدرتی اور اصلی ہیں بناوٹی یا مصنوعی نہیں۔ زنجبار میں اس مچھلی کو غرونا کہتے ہیں۔ اور یہ مچھلی وہاں کے آس پاس کے سمندروں میں بکثرت پائی جاتی ہے لیکن آج تک کسی کی دم پر اس قسم کی قرآنی تحریر دیکھی نہیں گئی۔ اس مچھلی کی قسم کا اصطلاحی نام لیمبلونر ہالوکینٹن ہے۔ اس قسم کی ایک مچھلی جس

نیرکس ہالوکینٹن کہتے ہیں۔ اسکی ایک عجیب خاصیت یہ ہے کہ وہ اپنے جوڑے سے ازحد پیار کرتی ہے۔ جسکا اگر ان میں سے ایک پکڑی جاوے تو اس کا زوج اسکی جائے ہلاکت میں گھومتا رہتا ہے اور بعض دفعہ تلاش محبوب میں اپنے آپ کو پانی سے باہر جال یا کنارے پر پھینک دیتا ہے اس اعجازی مچھلی نے بھی اپنے آپ کو پانی سے باہر پھینکا اور پکڑی گئی۔ اس واسطے اغلب ہے کہ وہ اپنے جوڑے کی تلاش کر رہی تھی۔ یہ مچھلی دس انچ لمبی اور زیادہ سے زیادہ پانچ انچ چوڑی ہے۔ اس مچھلی کے مالک کو تیس ہزار روپیہ پیش کیا گیا لیکن اس نے اسکے بیچنے سے انکار کیا۔ یہ مچھلی ایک محفوظ جگہ میں رکھی گئی ہے۔ اور اسکی تصاویر ہزاروں کی تعداد میں بک رہی ہیں +

جن لوگوں نے اس اعجاز نما مچھلی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ان میں سے بعض نے اسکے فوٹو اور حالات دفتر اسلامک ریویو ووکنگ میں اور سنٹرل اسلامک سوسائٹی کے دفتر ۱۵۸ فلیٹ سٹریٹ لندن میں لکھ کر بھیجے بمسٹر سیف بن سلیمان اور مسٹر محمد حسین علی بھائی کے خطوط کی روانگی کی تاریخ ۲۰ جون ۱۹۱۶ء تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مچھلی کے دیکھتے ہی انہوں نے خطوط لکھ دئیے تھے۔ فوٹو جو انہوں نے بھیجی اس پر اے۔ سی گومز اینڈ سنز فوٹو گرافر زنجبار کی مہر تھی +

اس اعجازی مچھلی کے فوٹو اور حالات اکثر اخبارات رسالجات میں نکل چکے ہیں۔ اور ان سب میں سے آخری اخبار جس نے اس کے حالات مفصل دیئے ہیں۔ رائل میگزین کا فروری ۱۹۱۸ء نمبر ہے۔ اور اس کے فوٹو مسٹر ایچ ایچ عبدالعلی فورتھ کراس سٹریٹ پٹیام سیلون سے دستیاب ہو سکتے ہیں +

رائل میگزین میں جو فوٹو دیا گیا ہے۔ اس کے اُتارنے والے مسٹر ایچ جے شیپسٹون ہیں۔ اور اس تصویر میں شان اللہ والی طرف دکھائی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ:۔

اس معاملہ میں کسی قسم کی چالاکی یا شرارت کا شک کرنا بعید از خیال ہے۔ اور یہ راز اسقدر سربستہ ہے کہ اس عجیب واقعہ کی کوئی تسلی بخش وجہ ابھی تک پیش نہیں کی گئی۔ اور فی الحال اس بات کا فیصلہ کیا گیا ہے کہ مچھلی کو حفاظت سے رکھا جاوے + اور آجکل اُسکو عام مشاہدے کے لئے رکھا گیا ہے۔ عربی حروف بڑے صاف ہیں اور زنجبار کے مسلمان

باشندوں میں ایک عجیب جوش پھیل رہا ہے" +

آجکل کے زمانے میں ہر ایک بات میں شک وشبہ ڈال دیا جاتا ہے۔ اور تمام یورپ مادہ پرست ہوگیا ہے۔ لیکن باوجود مادہ پرستی اور شکوک وشبہات کے ہم کس طرح اس عجیب وغریب معجزے کی صداقت سے آنکھیں بند کرسکتے ہیں۔ اس زمانے کیلئے یہ خدا کی طرف سے ایک زبردست نشان ہے اور اسکی اہمیت دیوار پر لکھے ہوئے چند نقوش یا حروف سے کہیں زیادہ ہے۔ ایک فارسی شاعر کہتے ہیں ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش   در نوشت است پند بر دیوار

اور اس اعجازی مچھلی کے وجود کی شکل میں پروردگار عالم نے جو نشانی اپنی عظمت وشان کی کی ہے۔ اس سے تمام دنیا اور خصوصاً یورپ کو فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ یہ مچھلی بحر زنجبار سے اس واسطے نکلی کہ انسان تک ایک پیغام پہنچائے اور آج کل جو دنیا کی تین سلطنتیں آپس میں بقدر خونخواری سے برسرپیکار ہیں اُن کے مظالم کی وجہ سے یورپ کے اکثر باشندوں کے دلوں سے خدا کی عظمت اور محبّت جاتی رہی ہے +

یورپ میں بہت سے ایسے اصحاب موجود ہیں جو مسٹر زویمر کی طرح موجودہ شورہ جنگ میں اسلام کی موت کی گھنٹی کی صدا سُن رہے ہیں۔ جب دردانیال پر حملہ ہورہا تھا۔ اس وقت مسٹر زویمر صاحب نے بموجب اپنے قدیم تعصب اور حسد اپنے غلط بیان اور حق کے مخالف رسالہ میں جس کو وہ شرارتاً مسلم دُنیا کے نام سے نامزد کرتے ہیں یُوں لکھا کہ:۔

اسلامی دنیا میں لغزہ پڑ چکا ہے تمام افریقہ اسلامی سلطنت کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ اور درانحالیکہ ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ جب ہمارے نوجوان دردانیال کے دروازے کھٹکھٹا رہے ہیں +

" پیتل کے دروازے اُٹھا دیئے گئے ہیں اور لوہے کی سلاخیں ٹوٹ رہی ہیں۔ اس واسطے عظمت اور شوکت کے بادشاہ کو آنے دو۔ کیونکہ میدان میں صلیب آچکی ہے" +

خدا نے اپنے خاص فضل وکرم سے ان سوالات کا حل جو عیسائی ممالک میں اسلام کی بابت ہورہے تھے خود بڑے احسن طریق سے دیدیا ہے" +

ہم نے بہت کوشش کی ان مادہ پرستوں اور متعصب لوگوں کو ان کی حماقت اور اُن کے خیالات کا بطلان دکھا دیں لیکن وہ اپنی مادہ پرستی میں سر تا پا غرق ہیں۔ یہ تو اب خدا نے ایک لغانی مادہ کی شکل میں رُوحانیت کا پیغام دیکر بھیجی ہے۔ انکی مادہ پرست آنکھیں اس اعجازی مچھلی کی دُم پر لا الہ الا اللہ کا پیغام بخوبی پڑھ سکتی ہیں اور مسلمانوں کے ایمان کا سب سے ضروری اور اہم اصول یہی ہے۔ تمام دنیا کی طرف یہ ایک قسم کا پیغام ہے کہ مذہب اسلام ہی آخرکار فتح پائیگا +

جناب مسیح ایک بشر اور انسان تھے۔ آپ کی حقیقت اس سے ذرہ بھی زیادہ نہیں۔ ان تمام لوگوں کیلئے جو ان کو معبود مانتے ہیں۔ یا انکی صلیب کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ مچھلی بحر عمیق سے ایک پیغام لیکر آئی ہے۔ کہ نہ مسیح اور نہ اسکی صلیب قابل پرستش صرف ایک ہی ہستی ہے۔ اور وہ اللہ جلشانہٗ ہے وہ حیّ و قیوم حاضر و ناظر قادر مطلق اور خالق ہے۔ اور ہر ملک و قوم کے سیاہ گورے۔ زرد سفید باشندوں کا رب ہے جب ایک مسلم نے یہی پیغام سُنایا تو اسکو یہ کہا گیا کہ اپنے مذہب کے خیالات اسکو اس تبلیغ کی طرف مائل کر دیا ہے +

اب جب ایک مچھلی سمندر سے نکلکر یہ پیغام سُناتی ہے تو ہم کیا عذر پیش کر سکتے ہیں۔ یہ پیغام ایک عالمگیر پیغام ہے۔ اور اگر یہ مچھلی اس پیغام کو اپنی زبان سے سُناتی تو اس سے اس پیغام کی وقعت چنداں زیادہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اسکی خبر دُنیا کے چاروں کونوں میں پہنچ چکی ہے۔ ہر ایک اہل بصیرت اگر وہ بذات خود مچھلی کو نہیں دیکھ سکتا۔ تو کم از کم اسکے فوٹو پر ہی اسکی تحریر پڑھ سکتا ہے۔ اب لا الہ الا اللہ کی صدا ڈنکے کی چوٹ تمام جہان کے لوگوں کو سُنا دیگئی ہے مسلمان عیسائی یہود۔ پارسی ہندو مذہب کی طرف سوا خدا کے کوئی معبود نہیں کا پیغام ایک معجزہ کی شکل میں پہنچا دیا گیا ہے۔ اور یہ خدا کی ربوبیت اور رحمانیت کے تقاضا سے ہوا ہے +

اور اعجازی مچھلی کی دوسری طرف جو عبارت لکھی ہے وہ بھی کوئی کم اہمیت نہیں رکھتی لکھا ہے "شان اللہ" یہ تو خدا کی عظمت اس کا جلال اسکی حکمت یاد دلاتی ہے۔ شان و شوکت کا اہل سوا اسکے اور کوئی نہیں حضرت مسیح اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں اسکی مخلوق ہیں اسی کے ہاں اسی کے خادم ہیں آپ بھی اس کے بندے ہیں۔ اور ہم بھی حضرت عیسیٰ داؤد کی طرح خدا کے بیٹے بن سکتے ہیں جو کوئی زہد اور تقوے اور خلق خدا سے شفقت اور رحمت کی بدولت خدا کا محبوب بنتا ہے خدا خود انکی

آنکھ ہاتھ اور زبان بن جاتا ہے +

اس پیغام بشارت اللہ میں ایک بڑے خطرے سے آگاہ کیا گیا ہے۔ یہ تمام تبدیلیاں دنیا میں ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہی ہیں۔ ان میں ایک بڑی عبرت اور سبق ہے اور بجائے اس کے کہ اس جنگ کو خدا کے قہر کا ظہور مانا جائے۔ جس طرح کہ اکثر اہل یورپ کا خیال ہے۔ یہ خدا کے جلال اور شان کا ایک نشان ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا جب کبھی انسان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ اسکے اپنے ہی کیے کا نتیجہ ہوتی ہے اور اسکو پاک کرنے اور دوسروں کو عبرت دینے کیلئے خدا اسکو سزا دیتا ہے۔ تمام دنیا عموماً اور یورپ خصوصاً مادہ پرستی کے اسفل السافلین میں گرا ہوا تھا اور اہل یورپ اپنی ایجادوں اور اپنی افراط پر بڑے نازاں تھے۔ اور اپنی دولت و ثروت جس سے ہر قسم کے سامان عیش رہائش اور کھانے پینے کی چیزیں بآسانی مہیا کر سکتے تھے۔ اسکے بڑھ جانے پر بڑے مطمئن تھے۔ اور متمول و غنی لوگ اپنے غریب مفلس بھائیوں کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اہل مغرب میں اس قدر کا غرور تکبر آ گیا تھا۔ جو ابن آدم جس کو مٹی جیسی حقیر چیز سے پیدا کیا گیا تھا شایان نہ تھا +

اسکے بعد موجودہ مصیبت نازل ہوئی۔ اور یہ انسان کی اپنی ہی غلط کاریوں اور لغزشوں کا نتیجہ تھا وہی ایجادیں اور کلیں جن پر اسقدر ناز کیا جاتا تھا وہی آج نسل انسانی کی تباہی کا ذریعہ بن گئیں انہی سے انکے اپنے بیٹے ان کی عورتیں ان کے بچے سب موت کے گھاٹ اُتارے جانے لگے۔ یہ تباہ کن آلے جن کو کسی زمانے میں ان معصوموں کے برخلاف استعمال کیا گیا تھا جن کے پاس ایسا کوئی سامان حرب نہ تھا آج اپنے ہی بھائیوں کے خلاف استعمال ہو رہے ہیں وہ سامان عیش جن کو زندگی کیلئے لابد اور ضروری قرار دیا جاتا تھا آج ان سب کو ترک کرنا پڑا۔ وہ جن کا گذارہ مزید ارمٹھائی کے بغیر ناممکن تھا آج انکو ان لوگوں کی قناعت پر رشک کرنا پڑا۔ جنہوں نے کبھی کوئی مٹھائی چکھی نہ تھی وہ جنہوں نے کمزور لوگوں اور کم مہذب قوموں کو تباہ کر کے ان کے مال و دولت پر ہاتھ صاف کیا آج انکے اپنے خزانے آگ اور شعلوں کی نذر ہو گئے۔ الغرض یہ مادہ پرستی سے بھرا ناپاک تہذیب جس کی دولت اور زر کے آگے کوئی دم نہ مار سکتا تھا اور جس کے رکھنے والوں کی عظمت آنکھوں کو چندھیا دیتی تھی وہ آج خود کش اسلحہ اپنے پرستاروں کی ہلاکت کا باعث ہو گئی ہے +

ان سیاہ کاروں کو سزا دینے کیلئے اپنا زبردست ہاتھ استعمال کریگی - آپس کی کشمکش بیماریاں اور مصائب اس تہذیب کا اچھی طرح خانہ تباہ کرینگے۔ خواہ اس کے پرستار اُسکو قدرے تباہ کر کے چھوڑدیں مغربی دنیا بڑی تیزی سے ایک گڑھے کی طرف دوڑ رہی ہے۔ اب صرف لا الہ الا اللہ پر ایمان لانے ہی میں اسکی سلامتی ہے۔ مذہب اسلام کے سوا ان کو کوئی نہیں بچا سکتا +

یہ پہیلی غیر مسلموں کیلئے ہی پیغام نہیں لائی بلکہ خود مسلمانوں کیلئے بھی تسلی امید اور دل بڑھانے کے خوش کن وعدے اپنے ساتھ لائی ہے +

گذشتہ چند سال سے اور خصوصاً سنہ ۱۹۱۰ء سے اسلامی دُنیا پر بڑے بڑے خطرناک ابتلا آئے۔ حالات زمانہ ان کے موافق نہ تھے۔ اور اسلام کے مخالفوں نے مسلمانوں کو خوب روندا۔ خود مسلمانوں کے دل پست اور نا اُمید ہو چکے تھے۔ اور موجودہ حالات بھی چنداں امید افزا نہیں تمام کرہ رعد اور برق سے پُر اور مستقبل کوئی ہمت افزا نہیں مسلمان نے دل ہو رہے ہیں لیکن اس قسم کے موقعوں کیلئے تو قرآن کریم فرماتا ہے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو +

وہ ہمیشہ مسلمانوں کا حامی اور مددگار رہا ہے۔ اب بھی وہ ان کا ساتھ نہیں چھوڑیگا لیکن نصرت کی پیاری شکل اس وقت نظر آسکتی ہے۔ جب مسلمان اسلام کے اصولوں کے پابند ہوں - اللہ کے حکم اور اُسکی مشیت کے مطابق عمل کریں۔ اور فلاح اور کامیابی کے حصول کے جو طریق قرآن نے بتائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے فرمایا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا - اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اور فرقے اور گروہ مت بناؤ +

اوائل مسلمانوں کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ کس طرح انہوں نے انتقام اور نفسانیت کی دشمنیوں کو خیرباد کہہ کر ایکدوسرے کے بھائی بن گئے کسطرح ایکدوسرے کی مدد کی کس طرح انہوں نے اشاعت دین کیلئے سر توڑ کوشش کی - اور راہ حق میں اپنے عزیز بیٹوں بھائیوں کی جانیں تک قربان کرنے سے دریغ نہ کیا +

اگر آج تمام مسلمان لا الہ الا اللہ پر صدق دل سے جمع ہو جائیں تو خوشحالی اور فارغ البالی انکی قدمبوسی کریگی - اسلام میں عیسائیت کی اندھی تقلید کا کوئی دخل نہیں۔ خون ناحق سے

کفارہ وغیرہ کی قدیم پرستی اسلام میں نہیں۔ اسلام صرف لفظی اعتراف کو ایمان نہیں کہتا۔ اسمیں ایسے کوئی اصول نہیں جو سمجھ میں نہ آ سکتے ہوں۔ اسمیں رہبانیت نہیں۔ نجات اور فلاح ہر مسلم کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ ہر ایک مسلم نیک اعمال کر کے خدا سے براہ راست معافی حاصل کر سکتا ہے۔ اسلام میں خدا کا نام یا اسکی صفات دُہرانے کا نام عبادت نہیں اصلی عبادت خلق خدا سے نیکی کرنا ہے۔ اور صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے نہ کسی خود غرضانہ اغراض کی خاطر۔ مصیبت کے وقت اپنے بھائیوں کی مدد کرنا انکی تکالیف کا دُور کرنا۔ اور بلا تمیز مذہب ملت ملک و قوم دوسروں کی بھلائی کی کوشش کرنا یہی خالق اور رب العالمین کی حقیقی پرستش اور عبادت ہے +

اگر ہمارا بھائی تکلیف میں ہو اور ہمارا دل نہ پسیجے تو ہم مسلم نہیں۔ ہم خدائے اسلام یعنی اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ اگر ہم تمام عمر اپنے ہی جذبات اور خواہشات کے پیچھے لگے رہیں لوگوں کو ظالموں اور جابروں سے نجات نہ دلوائیں۔ اگر ہم دولت کے پرستار بن جائیں۔ اور زبردستی اور دست درازی پر اُتر آئیں تو ہم ہرگز لا الہ الا اللہ کے ماننے والوں میں شمار نہیں ہو سکتے۔ ہمارا کوئی حق نہیں کہ ہم مسلم کہلائیں۔ اسلام تو نسل انسانی پر رحم کرنے اور ہر قوم و ملک کے لوگوں کو محبت کرنے کا نام ہے۔ لا الہ الا اللہ کوئی مہمل لفظی مجموعہ نہیں یا کوئی ایسا اصول نہیں جو انسانی عقل سے باہر ہو۔ اس اصول پر ایمان لائے بغیر انسان ترقی نہیں کر سکتا۔ اسمیں اعمال نفس کی قربانی اور خدمت لازمی اجزا ہیں +

یہ عجازی محصلی ہماری طرف یہ پیغام لائی ہے۔ کہ اگر ہم لا الہ الا اللہ کے سچے اور حقیقی ماننے والے ہیں۔ اور اپنے اعلے ایمان پر عمل بھی کرنیوالے ہیں۔ تو ہم شان اللہ یعنی خدا کی عظمت اور جلال کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کی جائے پناہ اب لا الہ الا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے +

آؤ اب یک زبان ہو کر لا الہ الا اللہ کا کلمہ پکاریں اور اس کے ساتھ ہی اس کا جزو لازمی محمد الرسول اللہ بھی ملکر کہیں +

خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بہترین فرمانبردار بندے اور آخری رسول ہیں جنہوں نے خلق خدا کی بہتری کیلئے اپنی جان جوکھوں میں ڈالی جنہوں

نے وہ تمام باتیں انسانوں کو خدا سے وحی پاکر پہنچائیں جو بہتری دنیا اور فلاحِ اُخروی کے لئے ضروری تھیں ۔

القدوائی

نظم

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الورےٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اِک قمر ہے
اُس پر ہر اک نظر ہے بدرُ الدّجےٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اُس نے ہیں اُتارے
میں جاؤں اُس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

قربان

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اسکی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اُس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

آنکھ اُسکی دُوربیں ہے دِل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عین الضیا یہی ہے

جو راز دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تُو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

ہم تھے دلوں کے اندھے سو سو دلوں پہ پھندے
پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے

تفضل

اے میرے ربِّ رحمٰن تیرے ہی ہیں یہ احساں
مشکل ہو تجھ سے آساں ہر دم رجا یہی ہے

اے میرے یارِ جانی خود کر تو مہربانی
ورنہ بلائے دُنیا اِک اژدہا یہی ہے

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

جلد آ مرے سہارے غم کے ہیں بوجھ بھارے
مُنہ مت چھپا پیارے میری دوا یہی ہے

اخلاق قرآنی

ضبط غیظ و غضب

(تحمل اور وسیع القلبی کی ایک عظیم الشان اور لاثانی مثال" سالسی)

غصہ یا خواہش انتقام ایک ایسا جذبہ ہے جسمیں حیوانیت کا بہت سا رنگ پایا جاتا ہے اور اس وجہ سے بعض آدمی اس کو وحشیانہ خیال کر کے قابل ترک اور دبانے کے سزاوار سمجھتے ہیں۔ اس جذبہ نفسانی کو خلاف فطرت قرار دیکر اُسکو روکنے کیلئے مختلف اخلاقی ذرائع پیش کئے جا چکے ہیں لیکن وہ تمام اصحاب یا مذہب جو غضب اور انتقام کو خلاف فطرت قرار دیتے ہیں وہ فطرت انسانی سے بکلّی واقف نہیں۔ اور انسانی جذبات کا علم ان کو بہت ہی کم ہے کیونکہ ہم میں کوئی ایک بھی ایسا جذبہ اور خواہش نہیں جسمیں کچھ نہ کچھ تھوڑا بہت حیوانیت کا رنگ نہ پایا جاتا ہو۔ خواہ وہ جذبہ محبت سے تعلق رکھتا ہو یا خشونت سے انسان کے بہترین جذبات یعنی محبت اور احسان بھی ہر ایک وحشی درندہ تک میں پائے جاتے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ کسی ایک خواہش یا آرزو کو بھی ہم حیوانی یا رُوحانی نہیں کہہ سکتے غلط استعمال یا کثرت استعمال سے ہر ایک خواہش ذلیل اور کمینہ ہو سکتی ہے۔ اور اسی کو اگر خاص حدود کے اندر استعمال کیا جائے تو اسی کو اعلےٰ ترین اخلاق سمجھا جاتا ہے۔ اخلاق کو پختہ کرنے کیلئے اور تمدنی اور انتظام کے قائم رکھنے کیلئے غصہ اور انتقام اُس قدر لازمی اور لابد ہیں جتنا کہ عفو اور الفت بدی اور تعدی کو روکنے کیلئے۔ سزائے قانونی اور جنگ دونوں بڑے ضروری ذرائع ہیں۔ اور اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں غصہ اور انتقام کا اظہار ہیں۔ محبت یا عشق جیسے اعلیٰ جذبات بھی اگر حد سے تجاوز کر جاویں تو اُسکو جنون اور پاگلپن سمجھا جاتا ہے۔ الغرض ہماری تمام خواہشات کا آغاز جسمانی قوےٰ کی ضروریات سے ہوتا ہے ان خواہشات کو محدود کرنا بڑا ہی ضروری ہے۔ مذہب ہی اُنکو ٹھیک طور پر پاک اور مصفّٰی کر سکتا ہے اور حقیقی انسانیت کے درجے پر پہنچا سکتا ہے۔ انسانیت اسی حالت کا نام ہو سکتا ہے جبکہ تمام جذبات اور خواہشات محدود ہوں۔ اور اپنے اپنے موقع پر ان کا اظہار ہو۔ کوئی تعلیم جو ان حیوانی خواہشات کو بالکل

مسدود و مفقود کرنا چاہئے خواہ اس کا سکھانیوالا کوئی بڑے سے بڑا آدمی ہی کیوں نہ ہو وہ تعلیم خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔ ایسی تو انسانی ملاوٹ صاف نظر آتی ہے۔ کیونکہ یہ تو ذات باری کی صفات میں ایک قسم کا نقص ماننا ہے کہ اس نے ہمکو وہ قوے دیئے جو ہمارے شایاں نہ تھے۔ مذہب اگر وہ خدا کی طرف سے ہے تو ضروری ہے کہ وہ ہمکو ایک ایسا راہ دکھائے جس پر قدم مار کر ہماری تمام خواہشات پاک اور مصفّی ہو کر اخلاق اور روحانیت کے درجے کو حاصل کرلیں اور ان خشونت آمیز جذبات میں تو خصوصاً اس قسم کی ہدایت اور راہنمائی کی سخت ضرورت ہے۔ اگر ان کو لگام دیکر نہ رکھا جاوے تو وہ ان خواہشات کے نفع سے جن کا تعلق محبت سے ہے کہیں زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں ایک ایسا غصہ جو قابو میں نہ رہے جو آپے سے باہر ہو جائے۔ وہ تو سوسائٹی کیلئے واقعی بڑا خطرناک اور مہلک ہے۔ اور اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے۔ الذین ینفقون فی السرّاء والضرّاء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحبّ المحسنین" سورۂ آل عمران آیت ۱۳۴۔ ترجمہ۔ جو لوگ خوشحالی اور تنگدستی (دونوں حالتوں) میں (خدا کے نام پر) خرچ کرتے ہیں اور غصّے کو روکتے اور لوگوں (کے قصوروں) سے درگذر کرتے ہیں۔ اور نیکی کرنیوالوں کو اللہ دوست رکھتا ہے) اس آیت قرآنی میں قلب انسانی کی دو مختلف حالتوں کا ذکر کیا گیا ہے یعنی غصہ اور احسان۔ اور عام طور پر ان کا اجتماع محال خیال کیا جاتا ہے لیکن جب کبھی کسی خشونت آمیز جذبہ کے پیدا ہونے کا موقع ہو تو اخلاق قرآنی ہمیشہ اس کے عین برخلاف جو الفت کا جذبہ ہوگا اسکو اپیل کرتا ہے ایک اور جگہ فرمایا ادفع بالتی ھی احسن۔ بدی کو احسن طریق اور نیکی سے دور کرو۔ مندرجہ بالا حکم میں ہماری سخاوت کو ایسے طریق سے جو بہترین ہے مہربانی کے جذبہ کو اپیل کیا گیا ہے۔ جس آدمی کا فعل یا قول ہمارے غصہ کا باعث ہوا ہو اس پر مہربانی اور احسان کرنا ہماری نگاہ میں بڑی ہی قابل قدر بات ہے۔ ایک تذلّل اختیار کرنیوالے دل پر ہم کو ضرور رحم آجاتا ہے۔ اور جب ایک آدمی مدد مانگے تو اس کو مدد دینی ہی پڑتی ہے لیکن دست درازی اور نقصان دہ افعال ہرگز ہم کو سخاوت یا رحمدلی کی طرف مائل نہیں کرتے۔ اور نیز عام حالات میں جب ایک دل پر غیظ و غضب طاری ہو تو مودت یا مہربانی اس کے نزدیک تک نہیں آتی لیکن اگر ہم کو یہ تعلیم دیجائے کہ ہم

نہ صرف اپنے غصّے کو روکیں۔ اور ان ظالموں کو جن کے افعال قبیحہ ہمارے غضب بھڑکانے کا باعث ہوئے
ہیں معاف کر دیں۔ بلکہ عین غصّہ کی حالت میں ان سے کوئی احسان یا بھلائی کریں تو آہستہ
آہستہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ غصّہ اور انتقام جیسا زبردست جذبہ بھی ایک نہ ایکدن ہمارا غلام
ہو جاویگا۔ قرآن کی اس تعلیم سے اکثر دفعہ مسلمانوں کے دلوں میں تحمل اور احسان نے جوش مار کر
ان سے بڑی بڑی نیکیاں عین غصّہ کی حالت میں کروائیں۔ لکھا ہے کہ نبی کریم کے نواسے حضرت
امام حسنؓ کے ایک غلام نے گرم گرم شوربے کا پیالہ امام حسنؓ پر گرا دیا۔ اور انہی آیات کے پڑھنے
سے اس کو آزادی بھی مل گئی اور کچھ سرمایہ بھی ملگیا۔ شوربے کا پیالہ جب گرا تو غلام کے دل
میں بہت خوف پیدا ہوا۔ اور اسکی زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے "الکاظمین الغیظ" (جو لوگ
اپنا غصّہ روکتے ہیں) تو امام حسنؓ نے فرمایا۔ میں تم سے بالکل غصّے نہیں۔ اس پر غلام نے کہا
والعافین عن الناس (اور جو لوگوں سے درگذر کرتے ہیں) تو آپ نے فرمایا۔ میں نے تمہیں معاف
کیا۔ اس پر غلام نے آیت کا باقی ماندہ حصہ پڑھ دیا۔ کہا واللہ یحب المحسنین (اللہ احسان
کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے) تو آپنے فرمایا۔ جاؤ میں نے تم کو آزاد کیا۔ اور چار سو درہم بطور سرمایہ
کے دیئے۔ تاکہ تو کوئی روزگار چلا سکے۔ اور سالس جیسا متعصّب مصنف لکھتا ہے کہ یہ تحمل اور احسان
کی ایک عظیم الشان مثال ہے"۔

ایک بات جو بہت ضروری اور قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ عفو اور درگذر کو بدی کے آگے سر جھکانے
اور اسکو روکنے کی کوشش نہ کرنے سے مخلوط نہیں کرنا چاہئے۔ مغرب میں کلیسیا نے ان دو مختلف
باتوں کو ایک کر کے پیش کیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں بالکل مختلف ہیں۔ اور ان کا ظہور مختلف
موقعوں پر ہو سکتا ہے عفو اور درگذر تو وہی کر سکتا ہے جس کو انتقام یا سزا دینے کی طاقت ہو۔ بھلا اگر
ایک قوی ہاتھ ہمکو دائیں بائیں دونوں طرف سے خوب پیٹے اور ہم کو چوں تک کرنے کی طاقت و جرأت نہ ہو
تو ایسے موقع پر معافی یا درگذر بالکل نہیں ہو سکتی۔ ایک ظالم اگر وہ مظلوم کے دست قدرت میں
نہیں تو اسکو کیا ضرورت ہے کہ وہ رحم کی درخواست کرے۔ اسمیں شک نہیں کہ غصّہ کو نرم کرنے کیلئے
معافی پر زور دینا ضروری ہے لیکن اگر ظالم مظلوم سے کہیں برتر اور طاقتور ہے تو معافی کیسی ایسے
موقع پر تو انتقام کا خیال بھی ہمارے دل میں نہیں گذرتا۔ یہاں تو صرف رونا دھونا اور آہیں بھرنا

یا بڑی حد گالیاں نکالنے پر عمل ہو سکتا ہے جس سے ظالم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اور مظلوم کا قدرے ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور جب کبھی کوئی کمزور یا ماتحت ہستی ہم سے کوئی گستاخی کر دے تو ہم آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور فوراً غصہ بشکل انتقام تبدیل ہو جاتا ہے۔ گویا کہ ہر دو حالت میں غصہ اپنا جلوہ دکھاتا ہے پہلی حالت میں تو ظالم پر غیظ طاری ہے جب کہ وہ مظلوم سے زبردست ہے اور دوسری حالت میں مظلوم کو غصہ آتا ہے جبکہ وہ ظالم سے زیادہ طاقتور ہے اور انتقام کا جن اس پر سوار ہوتا ہے۔ پہاڑی والے وعظ میں جو تعلیم دی گئی ہے اسمیں پہلی حالت کو مدنظر رکھا گیا ہے اور قرآنی آیت میں دوسری حالت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ پہاڑی والے وعظ میں تو بدی کے آگے جھک جانے کی تعلیم دی گئی ہے تاکہ شاید تذلل اختیار کرنے سے ظالم کے دل میں کچھ رحم پیدا ہو جائے۔ اور قرآن شریف اس آدمی کو جو کہ انتقام لے سکتا ہے اور اظہار غصہ خوب کر سکتا ہے معاف کرنے کی تعلیم دیکے احسان کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ حیوانیت کے ذلیل مرتبہ سے نکال کر ملائکہ کی خصائل اس میں پیدا کر دئیے جائیں +

محمد علی

تاریخی اسلام

اسلام میں جدت اور تاریخی اسلام وغیرہ ایک مسلم کے ذہن میں بالکل بے معنی فقرات ہیں اسکو اپنے مذہب میں جدت وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی موقع یا ضرورت وہ محسوس کرتا ہے۔ اسلام کسی ایک انسان کے طرز خیال یا میلان طبع کے ماتحت نہیں کہ اسکے بانی آئمہ اور بڑے آدمیوں کے حالات زندگی کو کسی نئے رنگ میں مطالعہ کرنے سے اسکے اصولوں عقاید میں تبدیلیاں پیدا کر لی جائیں۔ اسمیں ان عقائد کا کوئی دخل نہیں جو عقل پر مبنی نہ ہوں رسومات وغیرہ اسمیں بہت ہی محدود ہیں۔ اور کبھی بھی ان عقائد کو اس قدر وقعت نہیں دی گئی کہ اُن کے مقابلہ میں کسی مسلمہ اصول یا عقیدہ کو ترک کر دیا جائے۔ اسلام کیا ہے معاشرت زندگی کے چند اعلے قوانین اور عقاید جن کو قرآن شریف نے بڑے واضح الفاظ میں بشرح تمام بیان کر دیا ہے اور جن کا مفہوم سمجھنے میں شک یا شبہ ہو سکتا ہی نہیں۔ علاوہ ازیں نبی کریم کی زندگی

ہمارے لئے ایک کامل اسوہ حسنہ ہے جنہیں قرآن کے ہر ایک احکام کی پوری تعمیل کر دکھائی ہے
قرآن سے تعقد لوگ عقائد یا اخلاق یا افعال حسنہ کی بابت نافذ کیئے ہیں ان سب کا بہترین
ترجمہ اور تشریح خود نبی کریم کے اقوال اور ان کے افعال ہیں۔ حضرت عائشہ کا چھوٹا سا
لیکن بڑا ہی جامع فقرہ جو آپنے نبی کریم کی بابت فرمایا آپ کیلئے بڑا ہی موزون حال ہے
حضرت عائشہ سے بڑھکر کسی اور کو نبی کریم کے حالات سے واقفیت نہ تھی۔ اور جب آپ سے نبی کریم
کے اخلاق کی بابت سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ھو خلقہ القرآن آپ کے اخلاق
و عادات تمام قرآن کریم میں ہیں۔ اور یہ فقرہ آج بھی نبی کریم پر اسی طرح صادق آتا ہے جس طرح کہ
آپ کی زندگی میں آتا تھا۔ قرآن کریم میں اعلے سے اعلے اخلاق اور روحانیت کے جس قدر
نقشے کھینچے گئے ہیں وہ سب آپ کی ذات بابرکات میں آئینہ وار دیکھے جاتے ہیں اور
مزے کی بات یہ ہے کہ اگر بیشتر نہیں تو کم از کم آج کل کے محققین دوستوں اور دشمنوں سب نے
آپ کی زندگی کے حالات کو قرآن کریم کی طرح اصلی حالت میں اور بغیر کسی قسم کی ملاوٹ کے مان
لیا ہے۔ قرآن کریم اور حدیث شریف ہی کی بدولت اسلام میں کسی قسم کا تغیر و تبدلی یا افراط
و تفریط نہیں ہونے پائی ✦

اور علاوہ ازیں اسلام کو جدت کی ضرورت بھی کیا ہے۔ ہاں اگر اس کے عقائد اپنے
بانی یا اماموں کی زندگی کے حالات پر منحصر ہوتے تو جب کبھی تاریخ کوئی نئی بات ثابت
کر دیتی۔ اس وقت اس مذہب کو بھی ایک اور پہلو اختیار کرنا پڑتا۔ برخلاف اس کے
اہل مغرب کا مذہب بہت قدیم زمانے سے ایک اور بنیاد پر قائم ہے اور یہی وجہ ہے کہ آئے دن
ایک نئے سانچہ میں ان عقائد کو ڈھال کر ایک نئی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ مذہب شروع ہی سے
کسی ایک مخصوص شخص کے حالات سے وابستہ رہا ہے جناب مسیح کو جو اہل یورپ نے اختیار کیا تو انہوں نے کوئی
نئی بات نہیں مانی۔ انہی پرانی شراب کو نئی بوتلوں میں بند کر دیا۔ وہی پرانے عقائد کو ایک نیا
رنگ دیکر مان لیا اور اپولو۔ جیو پیٹر۔ وو ڈن کی جگہ جناب مسیح کو مسند الوہیت پر متمکن کر دیا مسیح
کی خدائی اور اسکے کفارے پر ایمان لانا یہ بھی انہی پرانے خیالات کی ایک گونج تھی ✦ اور
اس مذہبی تعلیم کی ساری بنیاد مسیح کی زندگی کے حالات پر ہے بغیر ملکیان اور کلیسا کے خیالات

کے ماتحت نظر ڈالی جائے۔ انہی واقعات زندگی کو ایک اور نظر سے دیکھو یا بالفاظ دیگر اندھی تقلید کی عینک اُتار کر چشم بصیرت سے غور کرو تو سارا بھرم ہی بگڑ جاتا ہے۔ اور مذہب عیسائیت کو کسی اور جدید رنگ میں پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگتی ہے۔ جو واقعات انجیلی شریف میں مسیح کی بابت لکھے ہیں ان سے یہ نتیجہ نکالنے کی بجائے کہ جناب مسیح صلیب پر فوت ہوئے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ وہ صلیب سے زندہ اُتارے گئے اور بعد میں زندہ رہے تو کفارہ کی ساری عمارت آج ہی گر جاتی ہے۔ اگر آپ کے معجزوں کے قصوں کو تمثیلات فرض کر لیا جائے اور آپ کے کلام کو رنگ استعارہ سمجھا جائے تو مسیح کی اُلوہیت بھی ہرگز قائم نہیں رہ سکتی۔ اور یہ بات تو مسلم ہے کہ مشرقی لوگ استعارہ اور مثال کے بیان کرنے میں بڑے مشتاق ہیں! اور مبالغہ کا استعمال بھی کثرت سے کرتے ہیں۔ اور اگر عیسائیت کے یہی دو بنیادی اصول ہیں تو ضروری ہے کہ ہر ایک مہذب اور ترقی یافتہ قوم اگر وہ اپنے قدیم مذہب کے ماننے میں چند ایسے وجوہ سے اصرار کرتی ہے جن کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں تو اس کے لئے ضرور ہوگا۔ کہ وہ روشِ زمانہ کے مطابق بوقت ضرورت ایک نیا لباس اپنے عقائد کو پہنائے۔ اور اگر اسلام میں ذرہ بھر شخصیت کا رنگ ہوتا تو یقینی بات تھی۔ کہ اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔ ایک مسلم کے ایمان کیلئے تمام معجزوں کا ماننا کوئی ایسی ضروری چیز نہیں۔ معجزہ کی غرض صرف اسی قدر ہے کہ اُن کے دکھانے والے واقعی خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے ہیں۔ اور انکی ساری اہمیت اسی بات میں ہے کہ وہ صاحب معجزہ کی صداقت کی ایک بیّن دلیل ہیں ورنہ خاص انکی ذات پر ایمان لانا کچھ بہت ضروری نہیں۔ نبی کریم کی زندگی میں بہت سے معجزوں کا ذکر ہے اور ہم کو ان کی صداقت میں ذرہ بھی کلام نہیں۔ لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جن کو کارلائل صاحب "صدیہ رسول" کہتے ہیں کبھی اپنے تعلیم کے منوانے کیلئے معجزہ نہیں دکھایا۔ اور بجائے اسکے کہ وہ اپنے مخالفوں کو معجزوں سے قائل کرتے۔ آپ ان کو مشاہدہ اور نیچر کی طرف توجہ دلاتے اور انکی عقل و فہم کو اپیل کرتے۔ اور جن لوگوں نے اسلام کو مدلل وجوہ سے قائل ہو کر مان لیا تھا ان کے ایمان قوی کرنے کیلئے آپ نے بیشک معجزے دکھائے۔ قرآن شریف میں بھی نبی کریم کی بابت بہت سے واقعات کا ذکر ضمناً کیا گیا ہے۔ اور ان میں سے بعض میں معجزہ کا

رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ اور مفسرین نے ان معجزات کے مختلف معنے کئے ہیں۔ اور اکثر دفعہ ایک ہی فرقہ کے دو عالموں نے ان معجزات کو مختلف شکلوں میں مانا ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ بحث مباحثے شروع ہوئے۔ کیونکہ نبی کریم نے اس قسم کے اختلاف رائے کی اجازت دی تھی۔ اور اسکو قوم کیلئے رحمت فرمایا تھا بطور مثال ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن ہرگز اسبات کو تسلیم نہیں کرتا کہ جناب مسیح صلیب پر مرے۔ یا تو وہ زندہ صلیب سے اتارے گئے اور بعد میں طبعی موت مرے اور یا ان کو آسمان پر اٹھا لیا گیا اور ان کی جگہ کسی اور کو مصلوب کر دیا گیا۔ یہ دوسری تاویل نسطوری صاحبان اسلام میں لائے جو نویں یا دسویں صدی عیسوی میں بڑی کثیر تعداد میں اسلام پر ایمان لائے لیکن اس قسم کا اختلاف تو ایک علمی بحث ہے اس سے کسی مسلم کے عقائد پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ ان دو مختلف راؤں کے رکھنے والے ہر دو پکے اور کامل مسلم ہیں۔ اور ان میں سے کسی کو بھی دائرہ اسلام سے خارج سمجھنا ایک بہتان اور تہمت لگانا ہے۔ اسلام نے ہر ایک مسلم پر فرض کر دیا کہ وہ جناب مسیح کو خدا کا نبی مانے۔ اُن کی کتاب کو الہامی جانے اور اگر وہ اپنی اصلی حالت میں دستیاب ہوں تو ان پر عمل کرے ان سے فائدہ اُٹھاوے اور انکو اپنا سمجھے خواہ وہ زندہ آسمان پر ہیں یا زیر زمین دفن ہیں۔ اس سے کسی مسلم کے عقائد یا ایمان میں کچھ فرق نہیں آتا۔ عبادت مسیح کو اسلام میں کوئی دخل نہیں +

مذہب اسلام نے ہمیشہ رائے کی آزادگی اور ذاتی خیال کو وسعت دی ہے۔ جتنے کہ اختلاف رائے اور بحث مباحثہ کو آنحضرت صلعم نے رحمت اور برکت کا باعث فرمایا ہے کوئی مسلم کبھی بھی کسی ایک شخص کی رائے کو اپنا رہبر نہیں مان سکتا۔ اسلام میں پاپا دی حکومت یا رُہبانیت کا کوئی دخل نہیں کسی درمیانی ہستی پر ایمان لانا ایک مسلم کے اس تعلق کی ہتک کرنا ہے۔ جو اسکی اپنی ذات کو خدائے تعالیٰ سے ہے وہ اپنے سارے اعتقادات اور اصولہائے زندگی براہ راست قرآن شریف اور حدیث شریف سے اخذ کرتا ہے۔ اسکی طرز معاشرت انہی احکام پر ہے جو کتاب آسمانی میں کھلے الفاظ میں مندرج ہیں اور جن کی بہترین تشریح نبی کریم کی زندگی کے حالات میں پائی جاتی ہے۔ اور یہ سب ضروری باتیں بڑی صراحت کے ساتھ قید تحریر میں منضبط شدہ اسکے سامنے موجود ہیں لہذا ممکن ہی نہیں کہ وہ اُن کے کوئی ایسے معنے یا تاویل کرے جو تمام اسلامی دُنیا نے

بلاالتفاق مانتے ہوں بس انہی چند الفاظ میں ایک مسلم کا سارا مذہب اور ایمان آجاتا ہے قرآن شریف کو آخری اور کلی سرچشمہ معرفت ماننا ایک ایسا پختہ عقیدہ ہے کہ ایک مسلم کوئی بات قرآن شریف کی تعلیم کے خلاف نہیں مان سکتا خواہ وہ بات نبی کریم کی طرف ہی کیوں نہ منسوب کیجاتی ہے اور اس اعتقاد راسخ کی تعلیم خود محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے دی۔ اس قسم کی خلاف قرآن حدیثوں کو اسلامی اصطلاح میں حدیث وضعی یا بنائی ہوئی بات کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اسلامی دنیا میں باوجود گروہوں اور اختلاف رائے کے اصول ایمان بالاتفاق ایک ہیں۔ اور ایمان کی تعریف کرنے میں بالاجماع سب مسلم متفق ہیں۔ اور یہ جو مختلف خیالات کے لوگ اسلام میں پائے جاتے ہیں۔ یہ تو اس آزادی رائے کا ایک قدرتی نتیجہ ہیں جو مذہبی معاملات میں ہر ایک مسلم کو بطور ایک پیدائشی حق کے دیگئی ہے۔ ذاتی خیال کی اس آزادی نے بحث مباحثہ کے شوق کو اور بھی تیز کردیا۔ اور بڑی بڑی ضخیم کتابیں مذہبی مسائل پر لکھی گئیں۔ تاریخ اسلام میں اختلاف رائے کی بنا پر کسی کو تکلیف نہیں دیگئی۔ کیونکہ اس سے اصول اسلام پر کوئی اثر نہ پڑتا تھا۔ اور بنیادِ اسلام ان جھگڑوں کی دسترس سے ہمیشہ بالا رہتی تھی۔ جب اہل یہود اور عیسائیوں کی کثیر تعداد میں حلقۂ اسلام میں داخل ہوئیں تو اسلامی تصانیف میں وہ سب قصے مخلوط ہو گئے جو ان دو مذاہب میں رائج تھے۔ اور جو اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف نہ تھے۔ بعض نے ان کو بھی قبول کرلیا۔ اور بعض نے ان کو رد کیا۔ اور نتیجہ اس کا اختلاف رائے ہوا اور چونکہ اس قسم کی بحث مباحثہ سے اسلام پر چنداں اثر نہ پڑتا تھا۔ اس واسطے اسکو خوب وسعت دیگئی۔ اور جوں جوں نئے خیالات کے لوگ اسلام میں داخل ہوتے گئے توں توں اس قسم کی اختلاف رائے بھی بڑھتی گئی۔ موجودہ سائنس کے جس قدر اصول ہیں ان کی بابت بھی مسلمانوں کا یہی رویہ ہے۔ اور یہ کہنا کہ اسلام میں تجدید ہو رہی ہے اسلام کے اصولوں سے ناواقفیت ظاہر کرنا ہے۔ اسلام ان بیلوں کی طرح نہیں جو کسی دوسرے درخت کے سہارے کے بغیر کھڑی نہیں رہ سکتیں۔ اسلام خود اپنی ٹانگوں پر قائم ہے۔ ہم کبھی اپنے مذہبی عقائد کسی جدید فلسفہ یا سائنس کے مطابق تبدیل نہیں کرتے۔ اور آج تک قرآنی الفاظ کو کبھی رائج الوقت تھیوری کی مطابقت کیلئے موڑا توڑا نہیں گیا۔ ہم مفید بات کو مان لیتے ہیں اور

ضرب المثل کو رد کر دیتے ہیں لیکن ہر حالت میں قرآنی احکام ہی ہماری تمیز نفع و نقصان کی بنیاد ہونگے جو کوئی بات بھی باہر سے اسلام میں آئی ہے۔ اس کا ماننا ہم پر کوئی ضروری اور لابد نہیں اِس قسم کی باتوں کو ہمیشہ فروعی امور قرار دیا گیا ہے۔ اور اصولہائے اسلام کے باہر شمار کیا گیا ہے۔ اور اگر اس قسم کی کوئی بیرونی بات غلط یا خلاف عقل ثابت ہو تو فوراً رد کی جا سکتی ہے بانئ اسلام نے کوئی پہلو غیر مکمل نہیں چھوڑا۔ جو کچھ بعد میں داخل کیا گیا وہ ایک قسم کی عقلی ترقی ہے۔ اس کو خواہ برقرار رکھا جائے یا رد کیا جائے۔ اس سے اسلام کے ذاتی محاسن پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ کیونکہ ان باتوں کو کبھی بھی بنیادی اصولوں کی سی وقعت نہیں دی جاتی۔ یہ تو ایک قسم کی روحانی تفریح تھی اور تاریخ اسلام میں ہمیشہ سے اختلاف رائے چلا آیا ہے۔ اور کبھی کسی کو صرف اختلاف رائے کی وجہ سے ضرر یا ایذا نہیں دیگئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے سخت بحث مباحثے ہوئے۔ اور طرفین نے خوب زور دکھایا لیکن اس کا نام فرقہ بندی رکھنا واقعات سے آنکھیں بند کرنا ہے کیونکہ ان مختلف راؤں کے ماننے والے اسلام کے بنیادی اصولوں پر ہمیشہ متفق رہے ہیں اور کبھی بال بھر بھی اختلاف نہیں ہوا +

لیکن ان دلوں کے لئے جنہوں نے مذہب کلیسیا کے ماتحت پرورش پائی ہے۔ یہی مندرجہ بالا اختلافِ رائے فرقہ بندی کی بنیاد کیلئے کافی ہے۔ کیونکہ اُن کے اپنے مذہب میں ایسا ہی ہوا ہے لیکن وہ اس ضروری امر کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ کہ اسلام کے بنیادی اصول عیسائیت اور دیگر مذاہب سے بالکل مختلف ہیں عیسائیت میں تو کسی ایک شخص کی شخصیت سب ضروری ہے۔ اور اسلام میں اصولوں کو سب سے زیادہ وقعت دیگئی ہے۔ ایک کی بنیاد اور ڈھانچہ ایک کتاب اور ایک ایسے انسان کی شخصیت پر ہے جس کی زندگی کے حالات اصلی اور حقیقی موجود ہیں۔ دوسرے میں ان باتوں میں کوئی بھی نہیں پائی جاتی۔ ایک کے اصول اور عقائد بالکل مُشرح اور کھلے ہیں۔ اور اسکی سارے پہلوؤں کو اس کے بانی نے مکمل کر دیا ہے۔ اور برخلاف اسکے دوسرا آنیوالی نسلوں کی اصلاح اور تکمیل کا حاجتمند ہے۔ اسی طرح تاریخ کلیسیا کے مطالعہ کرنیوالے مذہب اور سیاسی امُور کے اختلاط کو بآسانی دیکھ سکتے ہیں عیسائیت کے مختلف فرقوں کا اختلاف جو آج لاکھوں آدمیوں کی نظروں میں صلیبی اختلاف ہیں۔ آج سے چند صدیاں

پیشتر ایک سیاسی ضرورت کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے۔ تاریخ اسلام میں بھی سیاسی امور کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوئے لیکن چونکہ اسلام میں ہر ایک چیز کو مذہبی رنگ دیا جاتا ہے۔ ان امور کو بھی مذہبی وقعت دی جا سکتی ہے لیکن اس اختلاف کا نام بھی لفظ فرقہ کے موجودہ مفہوم کے مطابق فرقہ بندی نہیں کہا جا سکتا۔ مثال کے طور پر اسلام کے دو بڑے گروہوں یعنی فارس کے اہل تشیعہ اور باقی اسلامی دنیا کے اہلسنت کو ہی دیکھ لو۔ ان دو گروہوں کا سب سے بڑا اختلاف نبی کریم کی خلافت پر ہے۔ ضروری تھا کہ نبی کریم کی وفات پر اسلام کو ترقی اور وسعت دینے کیلئے ایک خلیفہ منتخب کیا جاتا۔ بعض نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ اور بعض کا یہ خیال تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی آنحضرتؐ کے جائز خلیفہ ہو سکتے تھے۔ پہلے گروہ کا نام اہلسنت ہے۔ اور دوسرے کو اہل تشیعہ کہا جاتا ہے۔ نہ حضرت ابوبکر اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہما نے قرآن یا نبی کریم کی تعلیم میں کوئی کمی بیشی کی۔ اگر وہ ایسا کرتے تو اسی وقت ان کو برطرف کر دیا جاتا۔ ذرا فارس اور سیریا میں جا کر دیکھو تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اہل تشیعہ اور اہلسنت ایک ہی ایمان اور عقیدہ رکھتے ہیں۔ بعد ازاں ان دو مختلف رائوں کے رکھنے والوں میں اور بہت سے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے مختلف مسائل میں اختلاف کیا +

اسلام پر ایک بہت ہی سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے لیکن بدقسمتی سے مغرب میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جو اسلام کے اصولوں اور عقائد کو غلط طور پر پیش کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے جس قدر کوشش ہم مغربی قلوب پر سے اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کرتے ہیں۔ یہ مذہبی یا سیاسی پادری کچھ بھی ان کو کتنے جھٹ اس کا توڑ کر کے کسی اور پہلو سے اس قبیح کام کو شروع کر دیتے ہیں۔ اور ظلم تو یہ ہے کہ وہ وہی الزام ہمارے سر تھوپتے ہیں۔ جو خود ان کی اپنی پیشانی پر باعث ننگ و عار ہے۔ زمانہ وسط کی عیسائیت اس بات کو مانتی تھی کہ عورت میں روح نہیں۔ اور آج یہی الزام ہماری طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اہل مغرب عیسائیت کے متضاد فرقوں سے تنگ آ کر اسلام کی وحدانیت کی طرف کھچے آ رہے ہیں۔ اور ضروری ہے کہ اس کا توڑ کرنے کیلئے یہ نام نہاد کے پادری اور مشنری پھر اپنا پرانا ڈھنگ اختیار کرینگے + لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب خدا نے ہمیں اچھا موقع دیا ہے

کو تعلیم یافتہ قلوب کے سامنے ہم اسلام کے محاسن پیش کریں اور یقیناً وہ اسلام کے گرویدہ ہو جائیں گے۔ لوگوں نے اب سوچنا شروع کیا ہے۔ اور جب حق کے سچے متلاشی ان الزام دہندگان سے جواب طلب کرتے ہیں تو کہا یہ جاتا ہے کہ اب جو اسلام پیش کیا جاتا ہے یہ ایک سبز بل شرح جدید مذہب ہے۔ لیکن کیا یہ لوگ ایک بھی ایسی نظیر پیش کر سکتے ہیں کہ ہمیں ان صفحات کے لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی اسلام کا کوئی پہلو اس طرح پیش کیا ہو کہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں شہادت نہ ہو۔ ہم بڑے کھلے الفاظ میں علے الاعلان کہتے ہیں۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ بندی نہیں۔ ہاں اس بات سے انکار نہیں کہ مسلم کا دل پاپائی حکومت یا رہبانیت کے جوئے سے مقید نہیں۔ اس قسم کی روک اس کی فطرت کے خلاف ہے۔ کیونکہ اسلام میں آزادگی رائے سب سے پہلا اصول ہے۔ سوچنا اور غور کرنا ایک ربانی عطیہ ہے۔ اور اس کا قدرتی نتیجہ اختلاف رائے ہے۔ ہم ایک دوسرے سے اختلاف کئے بغیر نہیں رہ سکتے لیکن جن باتوں کا نام اسلام ہے۔ ان میں کبھی دو رائے قائم نہیں ہوئیں۔ حق ہمیشہ ایک ہوتا ہے۔ اور اسی واسطے اسلام میں کامل وحدانیت پائی جاتی ہے۔ یہ متعصب لوگ جو ہماری بابت غلط بیانی کا زہر اگلتے رہتے ہیں۔ کیا یہ اس بات کی تردید کر سکتے ہیں۔ ہم دعوت دیتے ہیں۔ کہ وہ اس کی تردید کریں۔ اور ہم ان کے صفحوں یعنی اسلامک ریویو میں بخوشی تمام ان کے مضامین چھاپینگے۔

خطبات عربیہ

کی قیمت ۳ مرتبی خطبہ مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لنڈن۔ یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لنڈن میں آشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان۔ فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرکے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:-

(۱) سلسلۂ خطبات عربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات۔
(۲) " " " توحید۔ دعا۔ تصوف
(۳) " " " خطبات عیدین
(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۵) اسلام اور دیگر مذاہب
(۶) حقوق نسواں

المشتھر منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل۔ نولکھا لاھور

جناب مسیحؑ اپنی بابت کیا فرماتے ہیں؟

واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ ۔ قال سبحٰنک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ۔ ان کنت قلتہ فقد علمتہ ۔ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب (ترجمہ ۔ اس دن اللہ مریم کے بیٹے سے پوچھیگا ۔ کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ خدا کے علاوہ مجھ کو اور میری والدہ کو دو خدا مانو (عیسیٰ) عرض کرینگے ۔ تیری ذات پاک ہے مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے ۔ کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں ۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو میرا کہنا تجھ کو ضروری معلوم ہوگا ۔ کیونکہ تو میرے دل کی بات جانتا ہے ۔ اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا ۔ غیب کی باتیں تو ہی خوب جانتا ہے)*

* حضرت مریم کی بابت جو قرآن میں خدائی منسوب کی گئی ہے ۔ اس سے بعض عیسائی نقطہ چین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ قرآن میں تثلیث کا مفہوم خدا ۔ مسیح اور مریم کا مجموعہ ہے لیکن یہ نتیجہ بالکل بے بنیاد اور غلط فہمی پر مبنی ہے ۔ یہ ٹھیک ہے کہ مریم کی بابت بھی اسی قسم کے الفاظ ہیں کہ عیسائیوں نے اسکو بھی منصب الوہیت پر بٹھایا لیکن اس جگہ پر مسئلہ تثلیث کا کوئی ذکر نہیں ۔ اور قرآن میں جہاں کہیں تثلیث کا ذکر ہے وہاں مریم کی خدائی کا کوئی اشارہ نہیں نیز اگر عیسائیوں کے بعض فرقے مریم کو خدا کی ماں تسلیم کرکے اسکی عبادت نہ کرتے تو بھی ایسا نتیجہ محل سکتا تھا کہ قرآن نے مریم کو تثلیث کا ایک جزو ثالث مانا ہے لیکن مریم کی پرستش اور اسکو خدا ماننا ایک مشہور مسئلہ ہے ۔ رومن کیتھولک کلیسیا کے عقائد میں مندرجہ ذیل امور پر بھی ایمان لانا ضروری ہے ۔ کہ "مقدسہ یعنی مریم مسیح کی ماں خدا کی والدہ ہے اور حوا ثانی ہے جس کے ذریعے سے ہم کو برکت اور زندگی ملی وہ رحم اور ترس کی ماں ہے اور خصوصاً ہماری وکیل ہے ۔ اور اسکے بت اور مجسمہ ہمارے لئے ازحد مفید اور نفع رساں ہیں (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا باب ۱۱ زدہم جلد ستارھویں صفحہ ۸۱۳) یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ دعا رحمت و برکت میں مریم میں شفاعت کا واسطہ ڈالا جاتا تھا ۔ اور نیز تھریس ۔ سیریا ۔ اور عرب میں بعض ایسی عورتیں تھیں ۔ جو مریم باکرہ کی پرستش بطور ایک معبود کے کرتی

مندرجہ بالا آیت قرآنی میں اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے جو قیامت کے دن جناب مسیح اور خدا تعالےٰ کے درمیان ہوگا۔ اسمیں حضرت عیسیٰ نہ صرف اپنی الوہیت اور خدائی کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ اپنے حواریوں کو بھی اس قسم کی کوئی تعلیم دینے سے انکاری ہیں + خوش قسمتی سے اناجیل اربعہ میں جو واقعات جناب مسیح کی زندگی کے مندرج ہیں۔ اگرچہ وہ بالکل صحیح اور حقیقی تو نہیں لیکن پھر بھی قرآنی آیات کی شہادت دیتے ہیں اور اور قرآن نے جو واقعات مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں۔ ان کے صحیح ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں انجیل کے وہ حوالے پیش کروں جنمیں جناب مسیح اپنی شان کی بابت کچھ فرماتے ہیں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپکے سامنے ایک آیت قرآنی پڑھوں جس میں خدا کی ذات اور صفات کی تعریف کی گئی ہے۔ ہم جناب مسیح کے الفاظ کا قرآنی نقطہ خیال سے ترجمہ

تھیں۔ اور دیگر رسومات کے علاوہ میٹھی روٹی کا چڑھاوا بھی چڑھایا کرتی تھیں یہی مصنف آگے چلکر لکھتا ہے کہ یوفس کی کونسل سے لیکر (جو ۴۳۱ عیسوی میں ہوئی) آج تک مریم باکرہ اور اس کے بچہ کی تصویر کو دکھانا مذہبی جوش کا اظہار سمجھا جاتا تھا۔ یوفس کے فیصلہ کے بعد مریم کی پرستش کی ترقی کے حالات دریافت کرنا بالکل ناممکن ہے جسٹینین اپنے قوانین میں سلطنت کی حفاظت کیلئے مریم کی شفاعت کے ضروری ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ اور اس نے سینٹ سوفیا کے نئے گرجے کے مقدس عبد کو اس کے نام سے نامزد کیا۔ نارسس نے میدان جنگ میں مریم سے مدد مانگی۔ اور شہنشاہ ہرکیولس نے اپنے جھنڈے پر اس کا نام لکھوایا۔ دمشق کا جان اسکو عورتوں کی سرتاج مانتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اسکے بیٹے کی عظمت کی وجہ سے تمام کائنات اسکے ماتحت کردیگئی ہے پیٹر ڈیمن اسکو تمام مخلوق سے بالا اور اشرف مانتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اسمیں خدائی صفات موجود تھیں۔ اور یہ کہ ہر دو عالم پر حکمران ہونے کے باوجود وہ ہماری نسل انسانی کو نہیں بھولی اور حقیقت تو یہ ہے کہ عیسائی دنیا نے اپنے شافع تک پہنچنے کے لئے ایک اور شفیع کی ضرورت محسوس کی۔ اور اس طرح حضرت مریم کو جناب مسیح کے پہلو بہ پہلو مسند الوہیت پر متمکن کیا گیا +

(ماخذ از ترجمۃ القرآن انگریزی از مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل۔ بی)

کرینگے تا معلوم ہو جائے کہ خود حضرت عیسیٰ نے بھی کبھی دعویٰ خدائی کیا یا نہیں آیت الکرسی میں فرمایا۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السموات وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السموات والارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم (ترجمہ۔ اللہ وہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ حیّ و قیّوم ہے۔ نہ اسکو نیند آتی ہے اور نہ اُونگھ۔ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے اس کا ہی ہے۔ کون ہے جو اس کے حکم کے بغیر اس کے پاس شفاعت کرسکتا ہے وہ سب کو جانتا ہے جو ان کے آگے اور ان کے پیچھے ہے۔ اور اس کے علم کے بغیر وہ کسی چیز پر احاطہ نہیں رکھتے مگر جو وہ چاہے اس کا علم آسمان وزمین پر حاوی ہے اور ان دونوں کی حفاظت سے وہ تھکتا نہیں۔ وہ سب سے بلند ترین اور بزرگ ترین ہے) +

اب ذرا بائبل پر نظر ڈالیئے۔ یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے:۔

"میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا (یوحنا باب ساتواں آیت ۲۸)

"میرا باپ مجھ سے کہیں بڑھ کر ہے (یوحنا باب چودھواں آیت ۲۸) +

"سب حکموں میں اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سُن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے (مرقس باب بارھواں آیت ۲۹) +

"تُو اپنے خداوند خدا کی پرستش کریگا اور صرف اسکی خدمت کریگا (متی باب ۴ آیت ۱۰)

"تُم مجھے کیوں نیک کہتے ہیں سوائے ایک یعنی خدا کے کوئی نیک نہیں"۔

"مَیں ابھی اپنے باپ کی طرف نہیں چڑھا لیکن اپنے بھائیوں کی طرف جاؤ اور ان سے کہو کہ میں اپنے اور تمہارے باپ کی طرف یعنی اپنے اور تمہارے خدا کی طرف چڑھتا ہوں"

"مَیں بلید روحوں کو خدا کی انگلی سے نکالتا ہوں"۔ (لوقا باب گیارہ آیت ۲۰) +

"اے باپ تیرا شکر کرتا ہوں۔ کہ تُو نے میری سُنی ہے۔ اور مَیں نے جانا کہ تو میری سُنتا ہے۔ پر ان لوگوں کے باعث جو اس پاس کھڑے ہیں۔ مَیں نے یہ کہا

تاکہ وے ایمان لائیں کہ تُو نے مجھے بھیجا ہے (یوحنا باب گیارہ آیت ۴۱ و ۴۲)

" کہ یہ کام جو باپ نے مجھے سونپے ہیں تاکہ پورے کروں یعنی یہ کام جو میں کرتا ہوں مجھ پر گواہی دیتے ہیں کہ باپ نے مجھے بھیجا ہے (یوحنا باب ۵ آیت ۳۶)

" اور اگر کوئی شخص میری باتیں نہ سُنے اور ایمان نہ لائے تو میں اس پر حکم نہیں کرتا کیونکہ میں اسلئے نہیں آیا کہ جہان پر حکم کروں (یوحنا باب ۱۲ آیت ۴۷)

" پھر کچھ آگے بڑھ کر وہ مُنہ کے بل گرا اور دُعا مانگتے ہوئے کہا۔ کہ اے میرے باپ اگر ہوسکے تو یہ پیالہ مجھ سے گذر جائے تو بھی میری خواہش نہیں بلکہ تیری خواہش کے مطابق ہو"۔
(متی باب ۲۶ آیت ۳۹)

" ایلی ایلی لما سبقتنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا (متی باب ۲۷ آیت

" اے میرے باپ میں اپنی رُوح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں (لوقا باب ۲۳ آیت ۶۴)

کیا یہ سب الفاظ خدا کے ایک سچے خادم اور حلیم الطبع بندے کے ہیں یا خود خدا کے
کیا حضرت عیسیٰ اپنی زبان سے اپنی طاقت اور اپنے علم کو محدود نہیں مانتے۔ کیا اپنے روزمرہ کے گذران تک کیلئے وہ خدا کی مدد کے طلبگار نہیں۔ کیا خدا کی مرضی کے آگے وہ کامل رضا سے سر نہیں جھکاتے۔ اور کیا خدا کے مقابل میں اپنا ذکر کرتے وقت وہ ہر قسم کی نیکی سے انکاری نہیں۔ بلا شک وہ خدا کے ایک رسول تھے اور جو کچھ وحی انہوں نے خدا سے پائی وہ انہوں نے مخلوق خدا کو پہنچا دی۔ آپ کی بابت مشہور ہے کہ انہوں سے کچھ چند معجزے دکھائے لیکن وہ تو ہر جگہ خدا کی مدد مانگ کر کوئی معجزہ دکھاتے ہیں اور دکھانے کے بعد اسکو خدا کی طاقت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ آپ نے لعزر کو دوبارہ زندہ کیا لیکن ہر موقعہ پر ان کو خدا کی درگاہ میں دُعا کرنی پڑی۔ اور دُعا کے قبول ہونے پر انہوں نے خدا کا بڑا شکریہ ادا کیا۔
پس بائبل ان کو جو بڑے سے بڑا مرتبہ دیتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ مستجاب الدعوات تھے نہ کہ خود خدا تھے
اب ذرا اس تعریف کو بھی سُنو جو قرآن کریم نے ہستی باریتعالیٰ کی بابت سکھائی ہے۔ فرمایا:۔

جو کچھ آسمان زمین میں ہے اُسی کا ہے جو گذشتہ ہے اور جو کچھ پیش آنیوالا ہے وہ سب اُسکو معلوم ہے اس کا علم زمین آسمان پر چھا رہا ہے۔ اور اُن کی حفاظت اس پر گراں نہیں ✦

اب ذرا اس تعریف کا مقابلہ ان الفاظ سے کرو جو جناب مسیح اپنی ذات کے متعلق فرماتے ہیں:-

"لومڑوں کیلئے بل ہیں اور طائران ہوائی کے لئے گھونسلے ہیں۔ لیکن ابن آدم کو سر چھپانے کی جگہ نہیں" +

"میں بذات خود کچھ بھی نہیں کر سکتا اس دن یا اس گھڑی کا علم کسی کو نہیں بلکہ بیٹے کو بھی نہیں" +

اب سمجھ میں نہیں آتا کہ انا جیل میں اس قسم کے الفاظ کے ہوتے ہوئے کس طرح کوئی شخص جناب مسیح کے لئے دعوئے الوہیت کر سکتا ہے۔ میں نے اکثر دفعہ انجیل کو بغور پڑھا ہے۔ لیکن مجھے کبھی بھی کوئی ایسی بات اسمیں نہیں ملی جس کی بنا پر جناب مسیح کو خدا مانا جاوے کس قدر تعجب کی بات ہے کہ عیسائی پادری باوجود اس قدر تعلیمیافتہ ہونے کے اس معمولی اور کھلی صداقت کو سمجھ نہیں سکتے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ مسیح نے بالکل ٹھیک کہا جب فرمایا "کہ اے باپ میں تیرا بڑا ہی شکر گذار ہوں کہ تو نے ان باتوں کو عاقلوں اور سمجھداروں سے روک کر بچوں پر ان کو کھولا ہے +

بشیر

خالدبن ولید حضرت خالدبن ولید سیف اللہ مسلمانوں کے مشہور سپہ سالار کے حالات زندگی قیمت عہ +

سوانح مولانا روم جلال الدین رومی کی مفصل سوانحعمری عہ +

البرامکہ یعنی خلیفہ ہارون رشید کے وزرا یحییٰ فضل جعفر برمکی کی مفصل سوانح کا پہلا دوسرا اور تیسرا حصہ اسقدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھنے سے ایک نیا لطف آتا ہے۔ مجلد عالعہ +

سوانح حیدر علی سلطان یعنی اٹھارھویں صدی کے مشہور اسلامی فاتح میسور کے مفصل واقعات زندگی عصر +

سوانح ٹیپو سلطان جنمیں ہندوستان کے نامور ترین جنرل کے واقعات مع محاربات درج ہیں قیمت عمر +

تاریخ اسلام رائیٹ آنریبل مولانا مولوی سید امیر علی صاحب بالقابہم کی انگریزی کتاب کا اردو ترجمہ جسمیں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل عرب و دنیا کی حالت معہ خلفائے بنی امیہ ابن عباس جنرل طارق و حضرت خالد سیف اللہ کے محاربات مفصل درج ہیں قیمت عالعہ +

ملنے کا پتہ۔ تاریخی کتب خانہ لاہور

پادری لوگ اپنے قیام کیلئے کیا کیا وسائط اختیار کرتے ہیں

گذشتہ تین ہزار سال کی مذہبی تاریخ پر نظر دوڑانے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہروپئے دہنتوں کا ہستوں کی کثرت مسکل پر سوائے اسلام کے ہر مذہب میں ہر وقت موجود نظر آتی ہے۔ اس مکروہ جماعت کو اگر دُنیا کی بدترین ہستی کی جڑ کہا جائے تو بیجا نہیں۔ کیونکہ وہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ خداؤں یا خُدا نے اُن کو مقرر کیا ہے۔ اور خاص قوی وصفات اُن کو بخشے ہیں یا یوں کہئے کہ خدا کی خدائی انہیں کے بل پر چل رہی ہے۔ لوگوں کو ایک عجیب بے ہودگی حالت میں رکھتے ہیں اور تعصب و کاہلی کا بیج لوگوں کے دلوں میں خُوب بو دیتے ہیں بطور مثال میں عیسائیت اور یہودیت میں رہبانیت کی ترقی کا حال بیان کرتا ہوں۔ پہلے پہل بنی اسرائیل کو پجاریوں کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن جب موسیٰ کے دس قوانین کی اشاعت کی گئی تو پجاریوں اور فریبیوں کی ضرورت محسُوس ہونے لگی۔ تاہم خروج بنی اسرائیل کے وقت اُس صندوق کی حفاظت کیلئے جسمیں وہ تختیاں محفُوظ تھیں جن پر موسیٰ کے دس احکام تھے۔ ہارُون علیہ السلام کی سرداری کے ماتحت صرف گنتی کے آدمیوں کی ضرورت تھی لیکن چونکہ اِس کام کیلئے لیوی قبیلے کے لوگ منتخب ہُوئے تو بعدازاں ایک قسم کا رواج پیدا ہوگیا۔ کہ صرف اسی قبیلے کے لوگ پجاری بننے کے جائز حقدار سمجھے جانے لگے۔ بعدازاں جب یہُودی لوگ ارضِ مُقدس میں مقیم ہوگئے۔ اور بہت سے شہروں اور قصبوں میں صومعے بنا دیئے گئے۔ تو اس وقت مذہبی رہنمائی کے سارے فرائض ایک ہی قبیلے کے سپرد کر دیئے گئے۔ اور اس دن سے لیکر آج تک انکی لامحدُود طاقت کے آگے کوئی چوں نہیں کرسکا افسوس کی بات ہے کہ بہت ہی کم لوگ یہُودی مذہب سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں یا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس قسم کی جہالت کا ایک نتیجہ تو ایشیائی قوموں سے نفرت اور لاپرواہی ہے۔ جو بہت ہی ضرر رساں ثابت ہُوئی ہے۔ اور علاوہ ازیں یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ کس طرح کوئی فرد حضرت مسیح کی زندگی اور انکی تعلیم کا پُورا مفہوم سمجھ سکتا ہے۔ جب تک وہ ان حالات اور واقعات سے بکُلی واقف نہ ہو جن کے ماتحت جناب مسیح نے تبلیغ حق کی حضرت عیسےٰ

پُجاریوں اور فریسیوں کے سخت مخالف تھے۔ اور اگر وہ اس مخالفت میں کھلم کھلا زور نہ لگاتے تو کبھی بھی اُن کو صلیب پر چڑھایا نہ جاتا۔ آپنے فرمایا:۔
"جب تک تمہاری نیکی فریسیوں اور کاہنوں کی نیکی سے بڑھ کر نہ ہوگی تم کبھی خدا کی بادشاہت میں داخل نہ ہو گے"۔ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کے زمانوں کی درمیانی صدیوں میں بڑی بڑی ضخیم تصنیفات اُن قوانین اور اصولوں کی بابت جو تورات کی پہلی پانچ کتابوں میں مندرج ہیں لکھی جا چکی تھیں۔ ہر نئی ضرورت کے وقت ان قوانین کیلئے معنی تراشے جاتے تھے۔ اور ہر نئے معنے کرتے وقت قبیلہ لیوی اپنا اقتدار بڑھاتا چلا جاتا تھا۔ گذشتہ کا تو کیا ذکر آج بھی کوئی یہودی مذہبی مجلس قائم نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ دس مذکر انسان جنمیں سے کم از کم ایک کا قبیلہ لیوی میں سے ہونا ضروری ہے موجود نہ ہوں۔ اہل روما نے ان کی قدر عزت و توقیر کی کر حکومت ملک بھی انہی کے متبرک ہاتھوں کے سپرد کر دی۔ جناب مسیح قبیلہ لیوی کے پرستاروں میں سے نہ تھے۔ ان کی ماں بیشک پرستاران لیوی میں سے تھی۔ لیکن چونکہ اُن کی شادی ایک ایسے شخص سے ہوئی جو قبیلہ لیوی کی بہت عزت نہ کرتا تھا۔ اس واسطے ہم مریم صدیقہ کو اس کے پرانے ہمخیالوں کے ساتھ شمار نہیں کر سکتے۔ میرے خیال میں اس مضمون کے پڑھنے والے بخوبی سمجھ گئے ہونگے کہ جب جناب مسیح نے علاوہ ایک نئی بات پیش کرنے کے فریسیوں اور پُجاریوں کی غداریوں اور چالبازیوں کو طشت از بام کر دیا تو قدرتاً یہ گروہ ان کا جانی دشمن ہوگیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیح کے دشمنوں نے ان کو صلیب پر چڑھا دیا لیکن بدقسمتی سے مسیح کے پیرو سینٹ پال کی ماتحتی میں جب بیرونجات میں نکلے تو یا بوجہ کم فہمی اور یا عمداً مسیح کی تعلیم کو ایک ایسے رنگ میں پیش کیا کہ وہ بہت جلد ہی پُجاریوں کا ایک اور گروہ پیدا ہو گیا یہ گروہ بھی یہودی فریسیوں سے کم طاقتور اور چالباز نہ تھا۔ فرق صرف اتنا ہوُا کہ بجائے ایک قبیلے کے نبوّت کے لاما کی طرح قبیلوں کی خلافت شروع ہوگئی۔ اور جس شخص کو پوپ چن لیا جاتا تھا اس پر روح القدس بڑے زور سے نازل ہونے لگ جاتی تھی۔ اور اسی طرح درجہ بدرجہ دیگر عمائدین کلیسیا یعنی بشپ ڈین اور پادری صاحبان وغیرہ میں درجہ وار حلول کرتی تھی۔ جو کچھ پادری صاحبان کی زبان سے نکلے اسکو خدا کا کلام سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ بات تو ایک قسم کی ضرب المثل بن گئی۔ کہ بھلا

پادری صاحب بھی کسی غلطی کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰ خدا اور انسان کا درمیانی واسطہ ہیں۔ اسیطرح راہب اور پادری مسیح اور عوام کا درمیانی واسطہ بن گئے۔ کہا یہ جاتا تھا کہ کمزور گنہگار انسان خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے گناہوں کا اقرار خود اس غفور رحیم ہستی سے نہیں کر سکتا۔ پس ضروری ہے کہ وہ کسی پادری کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرے۔ تاکہ پادری صاحب جنمیں روح القدس خوب حلول کر گئی ہے۔ اُسکو معافی اور عفو کا یقین دلادیں۔ تمام کلیسیا اور عیسائی مذہب کا بنیادی اصول یہی ہے۔ عیسائی رہبانیت کا ایک اور بُرا پہلو امتناع ازدواج ہے (اگرچہ استعمال شراب وغیرہ ممنوع نہیں) اگر زیادہ نہیں تو ہم اتنا تو کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ انسانوں کے اتنے بڑے گروہ کو شادی سے قطعی روک دینا اور ساتھ ہی دیگر مرد و عورتوں پر ان کو اسقدر اختیار دیدینا بڑا ہی خطرناک طریق ہے خصوصاً اس حالت میں جبکہ روح القدس کے موجود ہونے کی وجہ سے کسی شخص کو پادری صاحب کے افعال اور اعمال پر نقطہ چینی کرنے کا اختیار نہ ہو۔ مذہب کی آڑ میں جو جو بداعمالیاں کیجاتی ہیں۔ اور پھر کتب مقدسہ کے الفاظ سے ان افعال شنیع پر ملمع کیا جاتا ہے۔ اکثر اوقات انہی کی وجہ بہت سے لوگ مذہب سے متنفر ہو کر خدا تک انکار کر دیتے ہیں۔ ان حالات کے ماتحت کیا یہ بہت ہی خوش کن اور دل لبھانیوالی بات نہیں کہ ہم ایک ایسے مذہب کی طرف توجہ کریں جس میں عمل کام آویں۔ جسمیں ہم بذات خود خدا سے ہمکلام ہوں یا کم از کم براہ راست اپنی درخواستیں پیش کر سکیں۔ اور کسی ثالث یا واسطے کی ضرورت نہ ہو۔ جسمیں نہ رہبانیت کا دخل ہو۔ اور نہ چیلے وغیرہ کی خلافت کا رواج ہو اور نہ کوئی ایسی جماعت ہو جس کی روزی اور معاش خلق خدا کی جہالت اور اندھی تقلید پر منحصر ہو۔ اسمیں شک نہیں کہ مسجدوں کیلئے خادموں کی ضرورت ہے۔ اور بعض آدمی مذہب کی خدمت کیلئے اپنی زندگی وقف کرنا پسند کرتے ہیں لیکن جس چیز کا نام رہبانیت ہے وہ اسلام میں کبھی بھی پائی نہیں گئی۔ کیونکہ آخر کار پادری یا پجاری کون ہے ایک انسان ہی تو ہے آپ مجھے لیکر کچھ رسومات ادا کرتے ہیں لیکن ان رسومات کے ختم ہو جانے کے بعد کیا کوئی محقق اور عاقل انسان اس بات کو تسلیم کریگا۔ کہ مجھ میں روح القدس

حلول کر گئی ہے نہ اس واسطے کہ میں نے ایک پاک اور نیک اعمال سے پُر زندگی بسر کی ہے۔ بلکہ صرف اس واسطے کہ امتحان پاس کرنے کے بعد مجھ کو پادری جتا دیا گیا ہے۔ خیر اس بات کا ہم کو کامل اطمینان ہے کہ برائی اور بدی ہمیشہ سرسبز نہیں رہ سکتی۔ اور عیسائیت کے اکثر حصوں میں زمانہ اصلاح سے لیکر آج تک برابر پادریوں کا زور اور طاقت روبہ تنزل رہا ہے۔ اور نسل انسانی آہستہ آہستہ اس مذہب کی طرف کھنچی آرہی ہے جس میں ہر ایک انسان۔ اس خدا کے حضور [illegible] کر سکتا ہے۔ جہاں نیکی اور بزرگی کا معیار اعمال حسنہ ہیں اور جسقدر فائدہ کوئی خلق خدا کو پہنچائے اسیقدر اس کا رتبہ بلند ہے۔ ایسے مذہب میں پادری پروہت کا کیا کام +

اُس خدائے واحد کی صدق دل سے عبادت کرنے کیلئے جو سب پر حکمران ہے جس کو جاہل اور عالم دونوں یکساں جانتے ہیں ایک ایسے دل کی ضرورت ہے جو پروہتوں کے بھجن کلیسیا کے باجے اور خوشبوؤں کو فراموش کر کے خلوص دل سے خدا کی طرف دھیان لگائے۔ اس قسم کی نماز اور عبادت کا سکھانیوالا مذہب صرف اسلام ہی ہے۔ اور ثالثوں اور واسطوں کے نہ ہونے ہی کی وجہ سے مسلمان لوگ اپنے مذہب سے بہ نسبت دوسرے لوگوں کے بہت قریب ہیں۔ اس گروہ کی غیر حاضری کی وجہ ہے کہ اسلام میں بہت ہی کم رسومات ہیں۔ اور اسمیں کوئی افراط و تفریط نہیں ہوئی اور اسلام جس شکل میں نبی کریم کے دہن مبارک سے نکلا بعینہ اسی شکل میں آج بھی موجود ہے +

مسلمان

سلاجیت (موميائی)

یہ بے ضرر زود اثر مفرد دوائی صد درجہ کی مقوی اعصاب و معدہ ہے۔ جگر۔ گردہ مثانہ کو مضبوط کرتی ہے۔ زکام۔ ریزش۔ درد کمر یا دیگر دردوں کو بھی جو ریح یا چوٹ کے باعث ہوں دور کرتی ہے۔ تمام دن محنت کے بعد بہت کم تھکاوٹ اسکے استعمال سے ہوتی ہے۔ مرد و زن بچہ و بوڑھا ہر موسم میں بلا تمیز استعمال کر سکتے ہیں۔ قیمت فی تولہ عہ ایک رتی سے دو رتی حسب عمر ہمراہ دودھ استعمال کریں +

المشتہر منیجر کارخانہ سلاجیت عزیز منزل نولکھا لاہور

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آیت اللہ

(از جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء)

(بسلسلہ صفحہ ۲۴۰ جلد ۸ نمبر ۶)

اسلام بحیثیت ایک مذہب کے کامل اور مکمل ہے گذشتہ تیرہ سو سال سے اس میں کوئی افراط تفریط کمی بیشی نہیں ہوئی

بعض سادہ لوح یہ اعتراض کرتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے قادر مطلق ہونے کی آیت نہیں ہوسکتے کیونکہ مذہب اور قوم کو فتح و نصرت دلانے کیلئے آپنے جسمانی اور مادی ذرائع سے کام لیا بھلا خدا قادر مطلق کو ذرائع یا اسباب کی وساطت کی کیا ضرورت ہے۔ اگر خدا کو اپنی قدرت اور طاقت ثابت کرنی منظور تھی تو کیوں نہ اُس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یکلخت کامیاب و سُرخرو کر دیا۔ کیوں اُس نے نبی کریم سے جنگ کروائے۔ آپ کی جان خطرے میں ڈلوائی۔ اور جان توڑ اور بھرپور کوششوں کے بعد کامیابی کا چہرہ دکھایا۔ کیوں اس نے آپکے معدودے اصحاب اور گنتی کے پیرؤں کو بیحد ایذائیں اور تکلیفیں پہنچانے کے بعد نصرت و حکومت عطا کی +

مل صاحب لکھتے ہیں "۔ اور واقعی اس سے انکار بھی نہیں ہوسکتا۔ کہ اسباب کا دست نگر ہونا اور ذرائع کی ضرورت محسوس کرنا قویٰ کے محدود ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ اگر صرف زبان ہلانے سے کسی کا کام بن جائے تو کیا ضرورت ہے کہ اسباب اور ذرائع کو کام میں لائے" (تھری ایسیز آن ریلیجن صفحہ ۶۷)

قربان جائیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جو اعتراض آج بیسویں صدی عیسوی میں ہوتے تھے۔ آج سے تیرہ سو برس پہلے ہی ان کا جواب دے چھوڑا ہے۔ آپنے بڑے کھلے الفاظ میں فرمایا۔ کہ خدا کو اپنے کام پورا کرنے کیلئے کسی اسباب کی ضرورت نہیں۔ خدا سے وحی پاکر آپنے قرآن شریف میں فرمایا

اِنّمَا امرہٗ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کُن فیکون ۔ فسبحٰن الذی بیدہٖ ملکوت کُل شیٍٔ والیہ ترجعون (سورہ یسین آیت ۸۳و۸۲)

اِن دو اور ان سے قبل پانچ آیات کے معنی ہم کسی مسلمان کے کئے ہوئے ترجمہ سے نقل کرنے کے بجائے ایک عیسائی اہل قلم مسٹر راڈویل کے انگریزی ترجمۃ القرآن کا لفظی اردو ترجمہ لکھدیتے

ہیں تا کہ اچھی طرح پتہ لگجائے۔ کہ قرآن تدبیر ِ اسباب کے استعمال اور خدا کے قادر مطلق ہونے کی بابت کیا سکھاتا ہے۔ جس نے تم کو سبز درختوں میں سے آگ دی پھر تم اس سے آگ سلگاتے ہو۔ کیا وہ جس نے آسمان و زمین پیدا کئے اس بات پر قادر نہیں کہ تمہارے مثل بنادے۔ ہاں وہ بڑا ماہر بنانیوالا ہے۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کا کہنا تناہی ہوتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتی ہے پس پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا کامل اختیار ہے۔ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے (ترجمۃ القرآن از راڈویل صفحہ ۱۳۴) +

جب خدا تمام ذرات برقی جوہر مادہ اور قوت پیدا کر چکا جن کو موجودہ اہل سائنس ازلی ابدی مانتے ہیں۔ اور جن کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ چند مقرر قوانین اور معین قواعد کے ماتحت وہ خودبخود ترقی کر گئے ہیں۔ جب ان سب کو اور تمام دُنیا و مافیہا کو خدائے خالق نے اپنے قادر مطلق ہونے کے ثبوت میں صرف لفظ کن کہہ کر پیدا کر دیا۔ جو اس نے اپنی رضا و محبت سے بغیر کسی مجبوری یا زبردستی کے اور بلا مدد غیرے اسباب و ذرائع پیدا کئے تاکہ اپنی حکمت اور فہم کا اظہار کرے۔ اور انسان کیلئے ایک ایسا ثبوت اپنی تدبیر اور حکمت کا چھوڑے کہ جس سے انکار کرنا ناممکن ہو +

ابتدائی ذرات و برقی جوہر خلق کرتے وقت جو خدا تعالیٰ نے کوئی اسباب استعمال نہ کئے۔ تو اسی واسطے کہ اس کے قادر مطلق ہونے کا ایک بیّن ثبوت دُنیا میں قائم رہے + آج تک کوئی سائنسدان ان سوالات کا جواب نہیں دے سکا جو برقی جوہروں کی ابتدا کی بابت کئے جاتے ہیں کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ کہاں سے آئے کس طرح آئے اور کیوں آئے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سائنس ان کو خلق شدہ نہیں مانتے۔ یہ کیوں اس واسطے کہ خدا نے ان کی خلقت کے اسباب یا وسائط کا کوئی نشان دُنیا میں نہیں رکھا۔ یا یوں کہئے کہ اس نے کوئی اسباب استعمال ہی نہیں کئے۔ اور قرآن کا بھی یہی مذہب ہے کہ ان ذرات اور برقی جوہروں کی حفاظت کے لئے خدا نے کوئی وسائط یا ذرائع استعمال نہیں کئے۔ اسے اپنے قادر مطلق ہونے کا ایک ثبوت دینا تھا۔ کہ وہ کامل یقین سے صرف لفظ کن کہہ کر مادے جیسی عظیم الشان چیز پیدا کر سکتا ہے۔ جس کو بڑے بڑے عالم اور ماہر اہل سائنس دُنیا کا بنانے والا مانتے ہیں۔ جب اہل سائنس مادے قوت ذرات اور برقی جوہروں کو مخلوق سے باہر اعلان کرتے ہیں تو اپنے دل میں خوب جانتے ہیں۔ کہ وہ ایک گناہ اور دھوکے

کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اگر مادّہ اور قدرت ہمیشہ ہمیشہ سے قائم ہیں۔ اور اگر کائنات کا وجود انہی کی ہستی کے باعث ہے تو ضروری ہے کہ جس شکل میں وہ آج موجود ہیں اسی شکل میں آج سے دس ہزار سال پہلے ہوں کسی قسم کا تغیر و تبدل ان میں ہونا چاہیئے تھا۔ نہ قوانین کے ماتحت اور نہ اچانک۔ کشش ثقل۔ ارتقاے اجرام فلکیہ زندگی کا پیدا ہونا اور اس کے مابعد کی ترقیاں الغرض قدرت کے سارے قوانین مادے اور قوت کے ساتھ ازلی ابدی ہونے چاہئیں تھے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ کوئی سائنسدان یہ دعوی نہیں کر سکتا۔ کہ اس موجودہ نظام شمسی کی کوئی ابتدا نہیں سوائے خدا کے ہر ایک چیز کی ایک ابتدا ہے۔ مادہ اور قوت کا یقیناً کوئی نہ کوئی آغاز ہے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ذرائع اور اسباب کی وساطت کے بغیر پیدا کئے گئے ہیں اس واسطے ہم نہیں بتا سکتے کہ کب اور کس طرح ان کی خلقت ہوئی۔ ان کو بنانے کے بعد خدا تعالیٰ نے کائنات کی ترقی کیلئے قوانین مرتب کیئے۔ اور انہی کے ماتحت کائنات نے ترقی کرنی شروع کی آسمان سے لے کر زمین تک اور چیونٹی سے لے کر انسان تک ہر ایک چیز نے ان مقررہ و معین قوانین کے ماتحت ترقی شروع کی +

اگر اس بات پر ایمان رکھا جائے کہ دنیا کی تکمیل چند مقررہ اور کامل قوانین کے ماتحت تدریجاً ہوئی تو اس سے خدا کی عظمت اور خالقیت ذرا بھی کم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے تو اور بھی خدا کی حکمت اور کاریگری کا رعب ہمارے دل پر چھا جاتا ہے۔ کہ کس طرح بعض عجیب غریب ذرائع سے جن کو خود خدا ہی نے پیدا کیا کام لیا جاتا ہے اور کس طرح تمام کائنات ان مختلف قوانین کی اطاعت کر رہا ہے جو اس کے مختلف ذرات کے لئے مقرر کئے گئے ہیں کس طرح ایک کی زندگی دوسرے کی موت پر منحصر معلوم ہوتی ہے۔ اور باوجود اس کے ہر ایک نسل حیوانی اور انسانی ہمیشہ سے قائم ہیں +

اسی مضمون کو واضح کرتے ہوئے قرآن کریم خدا کی حکمت اور قدرت کی طرف توجہ دلاتا ہے اور فرماتا ہے۔ والشمس تجری لمستقرٍ لھا۔ ذٰلک تقدیر العزیز العلیم والقمر قدرنٰہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم۔ لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النھار۔ وکل فی فلک یسبحون۔

سورۃ یسین آیت ۳۸ و ۳۹ و ۴۰۔ ترجمہ۔ آفتاب اپنے ایک ٹھکانے کی طرف کو چلا جا رہا ہے۔ یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے جو زبردست اور دانا ہے۔ اور چاند اسکے لئے ہم نے منزلیں ٹھہرا دیں یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) پھر ایسا ٹیڑھا پتلا رہ جاتا ہے۔ جیسے پرانی ٹہنی۔ نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے۔ کہ چاند کو جا لے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے اور (کیا چاند کیا سورج) سب اپنے اپنے مدار پر تیر رہے ہیں +

مسٹر مل لکھتے ہیں۔ کہ ایمان باللہ کے ایک پہلو میں تو کوئی تناقض نہیں لیکن دوسرا پہلو ان تمام صداقتوں کے خلاف ہے جو تجربات سائنس کی بدولت ہمیں معلوم ہوئی ہیں +

وہ پہلو جو ہماری سمجھ میں نہیں آتا وہ ہے جس کے موجب خدا اپنی مرضی سے دنیا پر حکومت کر رہا ہے۔ اور وہ پہلو جسمیں کوئی تضاد نہیں وہ یہ ہے کہ خدا ان ٹل مقررہ قوانین کے ماتحت دنیا پر حکومت کر رہا ہے (تھری ایسیز آن ریلیجن صفحہ ۶۰)

قرآن کریم بار بار خدا کے قادر مطلق اور علیم خبیر ہونے پر زور دیتے ہوئے اس دوسرے پہلو کی تصدیق کرتا ہے۔ اور کئی جگہ فرماتا ہے۔ فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔ و لن تجد لسنت اللہ تحویلا (سورہ فاطر آیت ۴۳) (ترجمہ۔ تم خدا کے قاعدے کو ہرگز بدلتا ہوا نہ پاؤ گے۔ اور نہ خدا کے قاعدے کو ٹلتا ہوا پاؤ گے) قادر مطلق ہونا اور نہ بدلنے والے مقرر قوانین سے حکومت کرنا یہ دو صفات ایک ذات میں اسی وقت جمع ہو سکتی ہیں جبکہ حکومت کرنیوالی اور قوانین بنانے والی دونوں طاقتیں ایک ہی ہوں +

مسٹر مل اسباب کا اقرار کرتے ہیں کہ اگر دنیا کا کوئی خالق ہے۔ تو اس کا ارادہ یقیناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام سببوں پر منحصر ہوں اور معین قواعد کے ماتحت ان کو سرانجام دیا جائے۔ اور اگر اس بات کو مان بھی لیا جاوے تو تجربات سائنس ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ وہ مقرر قوانین اور نتائج ایک بالا اور ارفع ہستی کے بنائے ہوئے ہیں۔ نہ ہی ہم اسباب کے ماننے پر مجبور ہیں۔ کہ مشیت ایزدی صرف ایکدفعہ اپنا ظہور دکھا کر رہ گئی اور اس نظام میں ایک ایسی روح پھونک کر جس سے وہ خود بخود چلتا رہے ہمیشہ کیلئے اس سے الگ ہو گئی۔

سائنس میں کوئی بھی ایسی بات ابھی تک معلوم نہیں ہوئی۔ جس سے اس امر کا رد ہو کہ ہر ایک واقعہ جو پیش آتا ہے اپنی حکمران طاقت کی مخالفت کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن لیکن طاقت مخالفت کرتے وقت خود اپنے بنائے ہوئے قوانین کی مطابقت کرے۔ عام رائے تو یہ ہے کہ یہ تصوری خدا کی عظمت نسبت اس بات کے کہ کائنات کا انتظام خود بخود چل رہا ہے۔ بہت زیادہ ظاہر کرتی ہے (تھری ایسیس آن ریلیجن صفحہ ۱۶) +

تو پھر کونسی بات اس سے بہتر ہو سکتی تھی کہ انسانوں کیلئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قدرت اور طاقت کی ایک بین دلیل بنتے۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ آپ نے اپنے مذہب کا اعلان بڑے کھلے الفاظ میں کیا۔ اور اپنی بات منوا کر چھوڑی۔ یہ کام بہت ہی دشوار تھا اور جو ذرائع استعمال کئے گئے۔ وہ بہت ہی شریفانہ اور بہادرانہ تھے۔ اور خدائے قادر کی مدد سے آپ نے پوری کامیابی حاصل کی۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے ہاتھ میں ایک آلہ تھے لیکن اس آلہ کا بنانیوالا بھی خود خدا تھا۔ نبی کریم نے ذرائع استعمال کیے۔ کیونکہ خدا اپنی سنت اور قاعدہ تبدیل کرنا نہ چاہتا تھا۔ ایک اچانک فتح سے لوگوں کے دلوں پر کبھی کوئی دائمی اثر نہیں ہو سکتا۔ اور اکیدم کی تبدیلی سے کبھی کسی قوم کو حقیقی فائدہ نہیں ہوتا زلزلہ یا دیگر شدائد اور مصائب سے خدا کا جلال اور عظمت لوگوں کے دلوں پر ہمیشہ کے لئے اثر نہیں ڈالتا۔ برخلاف اس کے نبی کریم کے کام سے خدا تعالے کی قدرت طاقت حکمت اور تدبیر ابدی طور پر لوگوں کیلئے ظاہر ہوئی ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کی طاقت اور قدرت کی ایک زندہ نشانی تھے اور ہیں +

باوجود اس بات کے کہ رب العالمین کے رحم پر ہی کائنات کی بنیاد قائم ہے۔ ورنہ ابھی دم میں ساری کایا پلٹ جاوے۔ تاہم قدرت کے کاموں پر غور کرنے کے بعد ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ دنیا کا احکم الحاکمین نہ صرف ان اٹل قوانین سے حکومت کرتا ہے۔ بلکہ اس کا ہاتھ بھی بڑا سخت ہے۔ اور جہاں کہیں کسی قانون قدرت کی خلاف ورزی کی جاوے وہیں اسکی سزا دیتا ہے۔ اور اکثر دفعہ وہ سزا بڑی سخت ہوتی ہے +

"قدرت انسانوں کو مصلوب کرتی ہے۔ پہیوں پر چڑھا کر چکنا چور کر ڈالتی ہے۔ کبھی جھکّی

درندوں سے پھڑواتی ہے کبھی آگ میں جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے کبھی وائل کے عیسائی شہیدوں کی طرح سنگسار کراتی ہے کبھی زہر میں جمو اڈالتی ہے۔ کبھی زہریلی ہواؤں سے کام تمام کرتی ہے۔ اور علاوہ ازیں اس دنیا میں سینکڑوں طریقے ایذا رسانی اور سسک سسک جان نکالنے کے ہیں کہ جو نابس اور ڈومیشن جیسے ظالم بادشاہوں کے وہم و گمان میں بھی نہ گذرے ہوں مگر انسان کو اپنی حفاظت کی طاقت دیگئی ہے۔ لیکن یہ کوئی اچنبہ بات نہیں ہر ایک مخلوق جسمیں احساس درد و تکلیف ہے اسکو اسی قسم کی طاقت دیگئی ہے۔ انسان موت پر اسی حد تک غلبہ پا سکتی ہے۔ کہ وہ حالت نزع کی تکالیف سے اپنے آپکو بچا لے + بہر حال اگر قدرت کے کاموں کو ذرا بھی غور سے دیکھا جائے تو ہر ایک آدمی کو یقین کامل ہو جاویگا۔ کہ عیسائیوں کا یہ مسئلہ کہ خدائے خالق سوائے محبت کے کچھ نہیں سچا ثابت نہیں ہو سکتا +

خدا واقعی ہم سے محبت کرتا ہے لیکن یہ کہنا کہ خدا مجسم محبت ہے ایسا ہی غلط ہے جس قدر یہ کہنا کہ خدا سوائے غیظ و غضب کے کچھ نہیں +

اگر مل کی یہ تصویر کہ قدرت ایک سنگدل اور قہار خدا کا پتہ بتاتی ہے غلط ہے تو عیسائی مذہب کی تصویر کہ خدا ایک ایسا رحمدل باپ ہے جو اپنے بچوں کے ہر طرح کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے کیونکہ اس نے ان کے کفارے میں اپنے اکلوتے بیٹے کو بڑی بے رحمی اور وحشیانہ طریق پر مصلوب کر دیا۔ یہ تصویر بھی علاوہ بداخلاقی اور غلط راہ پر لیجانے کے عقل کو ہرگز اپیل نہیں کرتی۔ اگر خدا کو باپ ہی سے مماثلت دینی ہے تو وہ ایک ایسا باپ ہونا چاہئے جو بچوں کے معاملے میں خوب سخت ہو تا کہ ان میں کوئی ایسی باتیں ترقی نہ پا جائیں جو ان کے لئے یا ان کی قوم کیلئے ضرر رساں ثابت ہوں۔ خدا صرف اسی قسم کا باپ ہو سکتا ہے جو اپنے بچوں کو پیار تو کرے۔ لیکن ساتھ ہی ان کی خوب حفاظت کرے اور خراب نہ ہونے دے۔ اس نے دنیا کی حکومت کے لئے بڑے سخت قوانین مرتب کیئے ہیں۔ اسکی ربوبیت ایک جراح کی طرح کام کرتی ہے۔ اور اگر ضرورت پڑے تو مریض کے ناسور شدہ بازو کاٹ ڈالنے میں بھی فرق نہیں کرتا۔ تا کہ سارے جسم کے خون کو زہر آلود ہونے سے بچالے۔ اگر ایک جراح نیک نیتی اور مریض کی صحت اور بہتری کیلئے چاقو یا نشتر استعمال کرے تو کوئی بھی اسکو ملزم نہیں کر سکتا۔

علیٰ ہذا القیاس اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو تلوار استعمال کرنی پڑی تو یہ بھی قابل اعتراض نہیں آپ نے اپنے پیشرو کی طرح اپنے آپ کو مقتول مصلوب ہونے نہ دیا۔ آپ نے اپنی نئی بنائی ہوئی قوم کی حفاظت کی۔ انہیں آپ کا ارادہ بہتری خلق کے سوا کچھ نہ تھا۔ کیونکہ آپ ایک ایسی قوم کی بنیاد ڈال رہے تھے جس نے سلطنت حکومت اور اخلاق میں دنیا کیلئے نمونہ بن کر بنی نوع انسان پر دائمی احسان کرنا تھا۔ الغرض اس سے بڑھ کر کوئی غلط بات نہیں ہوسکتی۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مذہب کی توسیع کے لئے تلوار اٹھائی +

قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ لا اکراہ فی الدین یعنی مذہب کے معاملے میں کوئی زبردستی یا مجبوری نہیں +

ڈریپر صاحب اقرار کرتے ہیں کہ یہ بات سراسر غلطی پر مبنی ہے کہ اہل عرب کی ترقی تلوار کے زور سے ہوئی۔ تلوار سے کسی قومی جتھے کا تبدیل کر دینا یا بالکل توڑ دینا تو ممکن ہوسکتا ہے لیکن لوگوں کے دلوں اور ضمیروں کو تلوار سے بدل دینا کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔ تلوار بھی بذاتِ خود ایک کافی مضبوط دلیل ہے لیکن تمام ایشیا۔ افریقہ وغیرہ کے لوگوں کی معاشرت میں اس قدر عظیم الشان تبدیلی پیدا کرنے کیلئے اور مختلف اقوام میں زبان عربی کے مروج کر دینے کے لئے اس سے کہیں بڑھ کر مضبوط دلیل کی ضرورت تھی +

اس سیاسی تبدیلی کی وجہ مفتوح ممالک کی اس وقت کی حالت ہے۔ کئی وقتوں سے مذہب نے ان کے دلوں پر اثر کرنا چھوڑ دیا تھا۔ مذہب کی جگہ علم الٰہیات نے لے لی تھی۔ اور یہ الٰہیات اس قدر پیچیدہ اور ناقابل فہم تھیں کہ اہل روما اور دیگر زبانوں کا تو کیا ذکر اہل یونان کی عجیب وغریب زبان بھی اسکے پیچیدہ مسئلوں کو نہ سمجھا سکی۔ تو پھر کس طرح ممکن ہوسکتا تھا۔ کہ ناخواندہ اور جاہل لوگ جو موٹی موٹی باتیں بھی سمجھ نہیں سکتے۔ ان رازوں اور رمزوں کو سمجھ سکتے اور باوجود اس کے ان کو یہ تعلیم دیجاتی تھی کہ نسل انسانی کی نجات یا عذاب انہی مسائل پر مبنی ہے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ عمائدین کلیسیا نے اپنے گلوں کی گلہ بانی ترک کر دی تھی۔ اور ذاتی نیکی یا بدی کی کوئی قدر نہ تھی گناہ اور بدی کا اندازہ اعمال شنیع سے نہیں بلکہ کفر آمیز کلمات کا کہنا ہو گیا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ کہ روم قسطنطنیہ اور اسکندریہ کے کلیسیائی لیڈر اپنے ذاتی

بڑھانے کیلئے جان توڑ کوشش کرتے تھے۔ اور وہ ذرائع استعمال کرتے تھے جن سے ہر ایک انسان کے ضمیر کو شرم آجائے۔ آئے دن لشب ما جان قتل۔ زہر دینا۔ زنا۔ اندھا کرنا۔ بغاوت دغابازی جنگ وغیرہ کے واقعات میں ملوث ثابت ہوتے تھے۔ مذہبی پیشوا دنیوی طاقت کی رقابت کی وجہ سے ایکدوسرے سے قطع تعلق اور اپنے بھائی بندوں پر لعنتوں کی بوچھاڑ کرتے تھے اور امرا کو سونا چاندی کی رشوتیں دینے اور درباریوں اور شاہی خاندان کی عورتوں کو اپنے مقدس عشق سے بہرہ ور کرنے اور مذہب کی آڑ میں بڑی بڑی خفیہ اور کمینی چالبازیوں سے سیاسی برتری اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔ ایک طرف شاہی افواج پر راہبوں کی جنگی جماعتوں کے رعب کا سکہ جم چکا تھا۔ اور دوسری طرف ہر ایک شہر میں انہی کے ساتھیوں نے مختلف قسم کے فساد برپا کر رکھے تھے اسی اثنا میں الہیات کی تعلیم کے لئے چاروں طرف سے پکار شروع ہو گئی لیکن مظلوم عوام کے حقوق کی حفاظت یا رائے کی آزادی کیلئے آواز بھی بلند نہ کی گئی۔ ان باتوں کا نتیجہ مذہب سے نفرت اور لاپرواہی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا اور ممکن نہ تھا۔ کہ اگر ضرورت پڑتی تو لوگ ایک ایسی جماعت کی حمایت کرتے جن کی بابت پہلے سے دلوں میں بدظنی اور خوف خوب گھر کر چکا تھا ؛

اس واسطے جب چاروں طرف مختلف فرقے ایکدوسرے سے گتھم گتھا ہو رہے تھے اور نسطوری لیٹوکیشن۔ مانوفیسائیٹس میرولوٹر ینس۔ اریں وغیرہ کے لڑائی جھگڑے کا تلاطم مچا ہوا تھا۔ اور اس وقت بجائے ایک خفیہ مجلس کی دبی ہوئی آواز کے اللہ اکبر کا جنگی نعرہ بلند ہوا تو کونسے تعجب کی بات ہے کہ تمام ہل چل دب گئی۔ اور لا الہ الا اللہ کے زبردست ماننے والوں کے آگے کوئی دم نہ مار سکا۔ اور تمام ایشیا اور افریقہ ان کے آگے سرنگوں ہو گیا۔ اکثر اوقات حب وطن کو مذہب پر قربان کر دیا جاتا ہے لیکن اس وقت تو اس کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ نبی کریم کا وصال ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ مذہب اسلام نے ملک عرب کی حدوں سے نکل کر بڑی سرعت سے پھیلنا شروع کر دیا۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے کہ اسباب کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ عربی لشکر لوگوں کو نہ کرتے تھے وہ نظم اور قوانین کی ضرورت کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور جہاں کہیں وہ گئے ان کے لیڈروں نے ممالک محروسہ میں امن اور انتظام قائم کرنا اپنا فرض اولین سمجھا ؛

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ صرف خدا کی طاقت قدرت اور حکومت کی کامل آیت تھے کہ آپ نے

اپنے مدعا کو باوجود سخت مخالفت اور رکاوٹوں کے پورا کر کے دکھا دیا۔ بلکہ آپ خدا کے رحم اور برکت کے بھی کامل عکس تھے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے باوجود سخت مخالفتوں اور رکاوٹوں کے اپنا مدعا پورا کر کے دکھایا اور اس طرح خدا کی قدرت طاقت و حکومت کا ایک زندہ ثبوت یا علاوہ خدا کی قدرت کاملہ کا مظہر ہونے کے آپ اللہ تعالےٰ کے رحم اور برکت کا بھی عکس کامل تھے آپ نے اپنی ذات میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ دونوں کے اعلےٰ صفات اپنے اندر جمع کر لئے تھے آپ خدا کے جلالی اور جمالی دونوں صفات کے مظہر تھے۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد و بارک وسلم۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کی برکات اور رحمت کے آیت کامل تھے۔

فلسفہ دان اور سائنس دان ہمیشہ اس بات پر جھگڑتے رہے ہیں۔ کہ قدرت میں بھلائی اور خوبصورتی زیادہ ہے یا ظلم اور برائی مسٹر مل ایک جگہ یہ رائے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ قدرت کا مشاہدہ باوجود اسقدر عجیب و غریب ہونے کے ہم کو کسی خلاقی صفات کا پتہ نہیں بتا سکتا لیکن ذرا آگے چلکر یہ صاحب اسی صفحہ پر یہ صاحب لکھتے ہیں کہ اگر رعایت اور تعصب کو الگ کر کے اور رائے زنی کرتے وقت اپنی ذاتی خواہشات کو دخل نہ دیکر ہم اس بات پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی مذہبی ہستی پر ایمان لایا جاوے تو اس بات کی تصدیق کے لئے بہت سی گواہیاں ملجاتی ہیں۔ کہ خالق اپنی مخلوق کی خوشی کا خواہاں تھا۔ اس بات کے ثبوت کے لئے یہی ایک کافی دلیل ہے۔ کہ جس چیز کو دیکھو کسی نہ کسی رنگ میں ہماری ہی راحت اور آرام کا سامان مہیا کر رہی ہے۔ اور تو اور ہمارے اپنے روحانی و جسمانی توے کا ظہور ہی ہمارے لئے ایک انتہا سرور کا ذریعہ ہے۔ اور اکثر اوقات تکلیف دہ اور ضرر رساں چیز بن بھی اکتساب علم اور نامعلوم چیزوں کی واقفیت حاصل کرنے کے شوق اور حظ کی وجہ سے منبع نشاط بن جاتی ہیں۔ نیز جب کبھی ہم کو کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ ایک فطرتی تقاضا اور جسمانی نظم کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ اور ہر قسم کے دکھ درد کو کسی بیرونی مداخلت یا اچانک واقعہ پر محمول کیا جاتا ہے۔ اور شاذ و نادر جب کبھی کوئی تکلیف کسی اندرونی خلل کی وجہ سے واقع ہو تو کم از کم اسکو ارادے اور عزم کا نتیجہ نہیں سمجھا جاتا"۔

"اس سے اگلے صفحہ پر یہی صاحب اقرار کرتے ہیں۔ کہ "ان سب وجوہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے

ہیں کہ خوشی اور راحت خالق اکبر کو دکھ درد سے کہیں بڑھ کر پسندیدہ اور مرغوب معلوم ہوتی ہے۔ اور الٰہیاتی علم الٰہیات کی بنیاد پر ہمارا یہ کہنا بھی بہت بے جا نہیں کہ رحمت اور احسان بھی خالق روزگار کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ ارنسٹ ہیکل کے جو موجودہ زمانے کے اعلےٰ ترین سائنس دان اور فیلسوف شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کے بیان میں بھی تناقص پایا جاتا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں "اب ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اس کرہ زمین میں تمام حیوانی دنیا کی زندگی کا مدار ایک دوسرے سے برجان جنگ اور لڑائی پر ہے۔ چند برگزیدہ اشخاص کی زندگی کے بحال رکھنے کے لئے ہزاروں جانیں اور پودے روزمرہ ہلاک ہوتے ہیں۔ لیکن ان چند چیدہ اشخاص کی ہستی بھی ہر قسم کے دکھ کے خطروں اور آفتوں سے پُر ہے۔ ہر لحظہ سینکڑوں اجسام بغیر کسی نفع یا فائدہ کے موت کی گھاٹ اُترتے ہیں۔۔ انسانی سوسائٹی میں اپنی ذاتی اغراض کیلئے جو جدوجہد ہوتی ہے وہ اس خوفناک جنگ کا ایک ادنےٰ نمونہ ہے جو تمام حیوانی دنیا میں قیام ہستی کے لئے ہو رہی ہے۔ اور آج کل ازکم تعلیمیافتہ قوم لوگ خدا کی رحمت اور حکمت کے دل لبھانے والے خوابوں کو جن کو آج سے پچاس سال پہلے ہم من تو شن بڑا رسنا کرتے تھے۔ کوئی وقعت نہیں دیتے۔ اب جوں جوں حیوانات کے باہمی تعلقات کا علم طب علم معاشرت وغیرہ بڑھتا جاتا اس قسم کے بھارے دلخوش مسئلے بھی صفحہ ہستی سے مٹتے چلے جاتے ہیں"۔

باقی آیندہ۔ انشاء اللہ

ترجمۃ القرآن انگریزی رعایتی قیمت پر

مختلف معطیوں کے عطیہ جات کی وجہ سے ہم اس قابل ہیں کہ ترجمۃ القرآن انگریزی مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل۔ بی ایدہ اللہ کی متعدد کاپیاں رعایتی نصف قیمت پر دے سکیں۔ اسلئے ایسے حضرات ہمراہی درخواست کے ساتھ دو معززین کی تصدیق بھجوا دیں گے۔ ان کو قسم دوم قرآن مجید قیمتی ۱۵ روپیہ نصف قیمت پر علاوہ محصول ڈاک مل سکیگی۔ درخواستیں جلد آنی چاہئیں۔

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ذرّات عالم کا مذہب

بسلسلہ صفحہ ۲۴۰ جلد ۴ نمبر ۵

سب سے طاقتور ذرّہ کا مذہب

نیچر کے ہر حصے میں بعض فطرتی اور پیدائشی خواص پائے جاتے ہیں اور سائنس کی تحقیقات نسلاً بعد نسلاً ان خواص کے علم کو وسیع کر رہی ہے نیچر کے میدان میں انسانی افعال کا دائرہ دن بدن وسیع ہو رہا ہے لیکن یہاں بھی ترقی صرف اسی حالت میں ہو سکتی ہے۔ جب ہم بعض قوانین کا پتہ لگا کر ان کا پتہ لگا کر ان کی پیروی اور اطاعت کریں۔ اگر ہم قوئے فطرت سے فائدہ اٹھانا چاہیں یا کسی حالت بہتر کرنا چاہیں تو یہ گوہر مقصود قوانین کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر ایک معمولی انسانی فعل زراعت یا کاشت پر غور کرلو۔ اگر قوانین کی پیروی نہ ہوگی یا نہ کرو گے تو خاک بھی نتیجہ نہیں نکلیگا۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم زمین میں ایک خاص وقت پر ایک خاص طریقے سے ہل چلائیں اور پھر ایک مقررہ طرز سے تخم ریزی کریں۔ قوانین ہی کی مطابقت کرتے ہوئے کھاد اور پانی دیں۔ اگر سر مو بھی مقررہ قوانین کی مخالفت ہوگی تو نتیجہ نقصان اور تباہی ہوگی۔ پس ثابت ہوا کہ کامل اطاعت اور پوری فرمانبرداری یا بالفاظ دیگر اسلام اور قرآن ہی کائنات اور ذرات عالم کا مذہب ہے تو پھر کس قدر ضروری ہے۔ کہ انسان اگر وہ ضرر اور نقصان سے بچنا چاہتا ہے۔ تو اسلام کے فطرتی اور کامل قوانین کو تسلیم کرکے ان پر عمل کرے۔ اس صداقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے فرمایا۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین (سورہ آل عمران آیت ۸۴) **ترجمہ**۔ اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی تلاش کرے تو خدا کے ہاں اس کا وہ دین مقبول نہیں اور وہ آخرت میں زیاں کار ہوگا +

الغرض قانون کی اطاعت ہر ذرّہ عالم کی فطرت ہر ایک جان کی پیدائشی خاصیت ہے تو کیا انسان جو اشرف المخلوقات ہے۔ اس فطری خاصیت کے برخلاف عمل کر سکتا ہے۔ اس اظہر من الشمس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خدا کی آخری کتاب نے فرمایا کہ تمام کائنات کا مذہب

جسمیں انسان بھی شامل ہے اسلام کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ فرمایا۔ فاقم وجهك للدين حنيفا فطرت الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون (سورۃ الروم آیت ۳۰) ترجمہ۔ تم ایک خدا کے ہوکر اس کے (دین) کی طرف اپنا رخ کئے رہو۔ یہ خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے۔ جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا۔ خدا کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں یہی دین کا سیدھا رستہ ہے۔ بہت سے لوگ نہیں جانتے اس مسئلہ پر مغربی کلیسیا اور اسلام کے اصولوں میں نمایاں فرق ہے۔ کلیسیا تو یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان میں گناہ فطری اور پیدائشی طور پر پایا جاتا ہے۔ اور بدین وجہ انسان اس قابل ہی نہیں کہ قوانین کی پیروی کرے یا بالفاظ دیگر کسی مقررہ رستے پر قدم مارنا یا کسی حکم کی تعمیل کرنا انسان کی استعداد اور قابلیت سے باہر ہے۔ یا یوں کہئے کہ عیسائی کلیسیا نے انسان کا رتبہ ذلیل حیوانوں سے بھی کمتر رکھا ہے جیوانوں میں تو قوانین کی اطاعت فطری اور پیدائش طور پر پائی جاتی ہے لیکن حضرت انسان باوجود ان سے اعلیٰ و اشرف ہونے کے کسی قانون پر عمل پیرا نہیں ہوسکتے۔

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں انسان مختلف ذرات کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک ترقی کرنے کیلئے قوانین کی پیروی کر رہا ہے۔ تو کیا انسان کے لئے بحیثیت ان ذرات کا مجموعہ ہونے کے ضروری نہیں کہ وہ بھی ترقی اور اصلاح کیلئے بعض قوانین کی اطاعت کرے۔ اگر ہر ذرے کی ہستی اور ترقی کسی مقررہ قانون کی اطاعت سے وابستہ ہے۔ تو پھر کیوں اور کس طرح انسان اس قسم کی اطاعت اور فرمانبرداری سے بری الذمہ ہوسکتا ہے۔ اس جگہ پر پہنچ کر سائنس کو بھی ضرورت مذہب تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ سائنس اور مذاہب کے قوانین گو مختلف ہوں لیکن وہ ایکدوسرے کی ضد نہیں ہوسکتے۔ اور ان کا اجتماع محال نہیں۔ بلکہ ان دونوں کی غرض اور مقصد ایک ہی ہے۔ سائنس ان قوانین کو ظاہر کرتی ہے۔ جن کا تعلق ہماری مادی اور جسمانی فطرت سے ہے۔ اور اگر ہم ایک تندرست اور صحیح زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم کو چاہئے کہ سائنس کے اخذ کردہ نتائج کی اطاعت کریں۔ اور مذہب ہم کو ان قوانین کی اطلاع دیتا ہے۔ جن کا تعلق ہماری روحانی اور اخلاقی زندگی سے ہے۔ انسانی سوسائٹی میں ہم اس وقت ترقی کرسکتے ہیں۔ کہ جب اخلاقی روحانی جسمانی مادی سب کے سب قوانین کی پیروی کریں۔ بہرحالت میں اسلام یعنی قوانین کی فرمانبرداری کا اصول ہمارے تمام افعال کا راہنما ہے۔

(باقی آئندہ)

کوڑیوں کے دام جواہر ریزے

رسالہ اشاعت اسلام کی سابقہ کی جلدیں نہایت قابل دید ہیں۔ ان سابقہ جلدوں میں اہم مسائل اسلام پر مسلسل اور سیر کن بحث کی گئی ہے جس کے مطالعہ سے اسلام سے ناآشنا احباب اچھی طرح ان مسائل سے واقفیت حاصل کر کے اسلام کے مخالفین کو دندان شکن جواب دینے کے قابل ہو سکتے ہیں اس کے مضمون نگار مشرق و مغرب کے علماء و فضلاء ہیں ہم نے پبلک کے مفاد کیلئے ان کی قیمت میں تخفیف کر دی ہے۔ امید ہے کہ دلدادگان اسلامی لٹریچر اس سنہری موقعہ سے استفادہ اٹھاوینگے۔ اور اسی رنگ میں مشن کی اعانت فرما کر اس کار خیر میں حصہ لیں گے سابقہ جلدوں میں سے کچھ مضامین بطور نمونہ درج کیئے جاتے ہیں **وھو ھذا**

امن و سلامتی کا مذہب۔ عیسائیت و توحید۔ مذہب میں فطرت کا رنگ۔ اخلاق فاضلہ۔ اخلاقی معجزات رحمۃ للعالمین۔ مسئلہ زندگی۔ قرآن کریم و عقل۔ سیرت نبوی۔ لمعات انوار محمدیہ۔ ایک سرچشمہ سے نکلے ہوئے مذہب اسلام کا احسان عورت پر۔ تہذیب اسلام و عیسائیت۔ روحانی شفا۔ خدا کی کامل تصویر۔ کفارہ کی تردید۔ دین فطرت۔ بعد الموت زندگی۔ غلامی۔ رمضان۔ بدقسمت +

جلد اول سنہ ۱۶-۱۹۱۵ء ۱۱ پرچے سوا پرچہ جنوری سنہ ۱۶-۱۹۱۵ء عمار + جلد دوم سنہ ۱۹۱۶ء مکمل عمار

جلد سوم سنہ ۱۷-۱۹۱۶ء ۱۱ پرچے سوائے مارچ سنہ ۱۹۱۷ء +

لمعات انوار محمدیہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ۔ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو۔ علمی۔ ادبی۔ تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ۔ آنحضرت کے مختلف شعبہ زندگی کا دلکش مرقع۔ حسین جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب مارماڈیوک پکتھال و جناب ایس ایچ لیڈر مصنف ڈیزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت ۶ر مجلد ۱۰ر

المشتہر۔ مینجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

(رجسٹرڈ ایل نمبر)

چندہ سالانہ عام ۵ روپیہ

اسلامک ریویو و وکنگ لنڈن

نمونہ ۸ آنے کا ٹکٹ

ایڈیٹرز۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل۔ بی و حضرت مولوی صدرالدین صاحب بی اے۔ بی ٹی

بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا علمبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیامبر۔ قرآن کریم کے حسن و جمال کا فوٹو آنحضرت صلعم کے پاک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ۔ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی مذہبی اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع۔ ملت بیضا کی طرف سے دین اسلام کی دعوت کا واحد ذریعہ۔ سیاہ ظلمت شب دیجور کی تاریکی میں بجلی کا کام کرنیوالا ایک ہی انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افترا، غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یورپین آنکھ میں چکا چوند کر دی۔ اس کا اردو ترجمہ رسالہ **اشاعت اسلام** (ع سالانہ) ماہواری لاہور سے شائع ہوتا ہے نیز ہر دو ماہواری رسالوں میں ہر ماہ نومسلمین و نماز عیدین کی تصاویر ہوتی ہیں +

المشتہر منیجر اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور

براہین نیرہ حصہ اول (معروف بہ زندہ و کامل الہام) مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے ۱۲ر

ام الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے جسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور ابتدا میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے + قیمت ۱۲ر

اسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی)

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اسکو پڑھکر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور اگر کوئی کامل نبی ہوسکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی ہے قیمت ۸ر

المشتہر منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

بومبر سٹیم پریس لاہور میں بابو دلو انچند پرنٹر کے اہتمام سے چھپ کر مرزا یعقوب بیگ آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن
اردو ترجمہ

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی
مسلم مشنری
مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے لیے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۴) | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۷)

فہرست مضامین

ووکنگ مسلم مشن

ناظرین کرام ووکنگ مسلم مشن کے کارہائے نمایاں سے خوب واقف ہیں! اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے کہ گذشتہ سالوں میں ہر قسم کی نصرت و کامیابی ہوئی۔ اس مشن کو قائم ہوئے اب چھٹا سال گذر رہا ہے اس چھ سال کے عرصہ میں نصرت اسلام کی تبلیغ کی راہ ہی صاف ہوگئی ہے۔ کہ جس اکیلے کام پر اگر تیس سال بھی لگائے تو بہت نہ تھے۔ بلکہ ایک خاصی بڑی قابل و اہل قلم نومسلمین کی جماعت پیدا ہوگئی ہے لیکن ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اسلامک ریویو انگریزی جس کے ذریعہ سے یہ تبلیغ اس وقت ہو رہی ہے۔ اس کا حلقہ اشاعت دن بدن تنگ ہو رہا ہے اس طرف موجودہ حالات کے ماتحت یورپ میں ہر ایک چیز کی قلت و گرانی ہے! اخراجات طبع و کاغذ میں بھی قیمت کا کئی گنا زیادہ اضافہ ہوگیا ہے! اسلیئے اشاعت اسلام کے پاک مقصد سے جو ہمدردی رکھتے ہیں وہ اس وقت مشن کی امداد کیلئے کھڑے ہو جائیں وگرنہ اُن کی عدم توجہ سے مشن مذکور کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے بہی خواہانِ مسلم مشن ووکنگ مندرجہ ذیل طریقوں سے اس وقت مشن مذکورہ کی اعانت فرما سکتے ہیں:-

۱۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی انگریزی دان احباب میں اور اردو دان احباب میں اردو ترجمہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت فرمائیں۔ کیونکہ انہیں رسالوں کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات عظیم کا کفیل ہے اور کم از کم ازراہِ کرم تین جدید خریدار ہر ایک خریدار عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

۲۔ اپنے اپنے شہر کے معزز و ذی اثر مسلم احباب کیخدمت میں اس مشن کی مالی اعانت کیلئے تحریک فرمائیں۔

۳۔ اپنے حلقۂ اثر میں یورپ میں مفت رسالہ اسلامک ریویو کی تقسیم کرانے کیلئے تحریک فرمائیں! اور جو تبلیغ اسلام کا شیدائی صمد ہمیں مرحمت فرمائیں تو ہم اُن کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت بطور تبلیغ تقسیم کر دینگے ؛

کسی قدر افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ سالانہ وی پی پر رسالہ اشاعت اسلام کے پانچ صد کے قریب خریداران نے وی۔پی لینے سے انکار کر دیا ہے بعض وقت بالضرور ایسا ہوتا ہے۔ کہ ڈاکیہ کی غلطی سے رسالہ واپس ہو جاتا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس طرح رسالہ کا انکار کس قدر عظیم اثر اشاعت اسلام کے کام پر ڈالتا ہے۔ بہرحال اشاعت اسلام کے خریداران کا اس وقت فرض ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے کم از کم ۳ جدید خریدار فراہم عند اللہ ماجور ہیں +

خاکسار۔ خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور

* افسوس ہے۔ کہ بہت کم احباب نے توجہ مبذول فرمائی ہے۔ مینیجر



MR (KHIZR) TIDEMORE.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۴) بابت ماہ جولائی ۱۹۱۸ء نمبر (۷)

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ ایک معمر سفید ریش کی تصویر شائع ہوتی ہے جن کو اللہ تعالےٰ نے اس پیرانہ سالی میں اسلام سے مشرف ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ انکا سابقہ نام مسٹر ٹامس ٹیمور ہے۔ اسلامی نام مسٹر خضر قرار پایا ہے۔ اللھم زد فزد +

لندن مسلم ہوس اور دیگر مقامات کی تبلیغی کوششیں حسب معمول جاری ہیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری اور دیگر نومسلمین کی جدوجہد سے لیکچروں کا سلسلہ مختلف سوسائٹیوں کے زیر اہتمام سابقہ سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ جاری ہے۔ اور ان سب سوسائٹیوں کے لئے جو مختلف اغراض و مقاصد کو لئے ہوئے ہیں اسلام کی معقولیت بہت ہی موثر ثابت ہوئی ہے +

نہایت ہی خوشی کا مقام ہے کہ ہمارے نومسلم بھائیوں سے بہت سے تبلیغی کوشش میں بڑے ذوق شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ اور اسلام کی حمایت میں لیکچر دیتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ ۳ مارچ ۱۹۱۸ء کو لندن مسلم ہوس

میں ہمارے نومسلم بھائی مسٹر حبیب اللہ لوگرو نے جن کا فوٹو رسالہ لنا سال ۱۹۱۶ء میں شائع ہو چکا ہے "حضرت نبی کریم صلعم کا توکل علی اللہ" کے عنوان سے ایک روحانیت سے پُر اور موثر لیکچر دیا۔ اور اسی رات کو ہمارے فاضل مبلغ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ۱۴۲ ماریون روڈ پر دہریوں کی ایک مجلس کی دعوت پر اُنہی کے ... فارم پر سے ہستی باری تعالیٰ پر ایک نہایت شاندار و فاضلانہ لیکچر دیا۔ دہریوں کی اس مجلس نے حضرت خواجہ صاحب موصوف سے یہ استدعا کی تھی۔ کہ وہ موجودہ علوم و سائنس کی روشنی میں خداوند تعالیٰ پر اپنے ایمان کو ثابت کریں کہ وہ کہاں تک صحیح ہے۔ یہ لیکچر "ہستی باری تعالیٰ" انشاء اللہ رسالہ اگست ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں گے۔ اسی ضمن میں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ کہ دہریوں کی اس مجلس نے ہستی باری تعالیٰ پر معقول دلائل ... سُننے میں کمال درجہ کی غرض جھلکی دکھائی۔ جس کی تعریف کئے بغیر ہم رہ نہیں سکتے۔ کاش کہ ہندوستان میں غیر مسلم اقوام میں بھی مخالف کی باتوں کو فراخ دلی سے سُننے کا مادہ ایک شمہ ہی موجود ہو۔

ایک لیکچر بیٹرس سپرچولسٹ سرکل میں گذشتہ ۱۰ مارچ ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے "مسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ" کے عنوان سے دیا۔ اور اُس خاص قبولیت کی وجہ سے جو اسلام جیسے فطری مذہب کی اس خصوصیت کو بیان کرنے میں حضرت خواجہ صاحب کی زبان نے حاصل کی۔ منتظمین سوسائٹی نے آپ سے دو اور لیکچروں کی درخواست کی +

مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۱۸ء کو جناب رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ الفاروق نے "سادگی مذہب" پر لیکچر دیا۔ حاضرین کی تعداد معقول تھی۔ اور تمام سامعین نے اسکے سُننے میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا اور ایک لیکچر جناب مسٹر احسان البکری نے (جو نومسلم نہیں بلکہ پہلے سے ہی مسلمان ہیں) ۲۴ مارچ ۱۹۱۸ء کو دیا۔

مسجد ووکنگ میں حسب دستور ہر اتوار لیکچر ہوتے ہیں۔ جن میں ملک عبدالقیوم صاحب بی۔اے اور حضرت خواجہ صاحب باری باری ہر اتوار تقریر کرتے ہیں +

۱۲ لیٹس سٹریٹ منسٹر روڈ فلہام لندن مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۱۸ء کو مسٹر سلمان شلیخ نومسلم نے منتظمین سوسائٹی کی خاص دعوت پر ایک اور لیکچر دیا۔ اس لیکچر کے بعد ایک سرگرم مباحثہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اُن نومسلمین کی تبلیغی کوششوں کو بارور فرمائے۔ آمین ثم آمین +

انگلستان میں ان ایام جنگ کی وجہ سے تقریباً ہر ایک چیز کی قلت وگرانی محسوس ہو رہی ہے۔ بسا اوقات کاغذ و دیگر مصالحہ بھی قلت کی وجہ سے وقت مقررہ پر میسر نہیں آسکتا۔ ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ آرٹ پیپر جس پر نومسلمین و نماز عیدین وغیرہ کی تصاویر شائع ہوتی رہتی ہیں ابھی تک میسر نہیں آیا۔ ان ناخوشگوار حالات کے ماتحت اگر ہم آرٹ پیپر کے حصول میں ناکامیاب ہے، تو ہمیں اُمید قوی ہے کہ فہیم و معزز ناظرین کرام ان وقتی مشکلات و دقتوں کو ملحوظ نظر رکھ کر ہمیں معذور سمجھیں گے۔ اگر تصاویر کا رسالجات میں شائع کرنے کا سلسلہ کچھ عرصہ تک ملتوی کرنا پڑا +

ووکنگ ہیڈ آفس کی تازہ ڈاک سے یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کے سابقہ کاغذ کا سٹاک ختم ہو چکا ہے۔ اور اگر ایک خاص وقت کے اندر تازہ کاغذ کی سپلائی کا اہتمام نہ ہو سکا۔ تو جولائی و اگست ۱۹۱۸ء کا رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا ڈبل نمبر میں شائع ہوگا جو غالباً اگست ۱۹۱۸ء کے اختتام تک ہندوستان پہنچ جائیگا۔ اس قلت وگرانی کا اثر رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا پر ہی نہیں پڑا۔ بلکہ انگلستان کے بڑے سے بڑے مشہور و معروف روزانہ و ہفتہ وار اخبارات والے بھی چیخ اُٹھے ہیں۔ اور عام طور پر اخبارات کی سالانہ قیمتوں میں اضافہ کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل مضمون* سے ناظرین پر عیاں ہو جاویگا۔ ہم نے اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ اپنے مسلم بھائیوں و معطیوں کی گرامی توجہ اسی معاملہ کے متعلق "برادران اسلام کی قابل توجہ" کے عنوان سے مبذول کی ہے۔ امید قوی ہے کہ برادران ملت وقتی مشکلات کا احساس فرما کر اُن کو حل کرنے کی سعی بلیغ فرمائیں گے۔ اور مشن و ریویو فنڈ کی طرف اس نازک وقت میں دستِ جود و سخا دراز فرما کر عند اللہ ماجور ہونگے +

---

*نوٹ: انگلستان میں اخباروں کی قیمت میں اضافہ کے لئے صفحہ ۲۹۲ ملاحظہ ہو۔

انگلستان میں اخباروں کی قیمت میں اضافہ

مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۱۸ء کا ٹائمز رقمطراز ہے۔ کہ آئندہ ماہ یعنی اپریل ۱۹۱۸ء سے منعقد موقت لیشوعوں اور اخبارات کی قیمتوں میں اضافہ ہو جائیگا۔ چنانچہ روزانہ اخباروں میں یارکشائر پوسٹ کی قیمت یکم اپریل سے بجائے ½ ۱ پنس کے ۲ پنس لیجاویگی۔ اور ہفتہ وار موقت الیشوعوں میں سے کالک کٹ ۱۶ اپریل سے بجائے ایک پنس کے ½ ۱ پنس کو فروخت ہوگا۔ اور پینی پکٹوریل کی قیمت ½ ۱ پنس کی بجائے ۲ پنس ہوگی۔ ہفتہ عشرہ تک آنسرس۔ ہوم چاٹ اور ہوم کیمپنین کی قیمتیں بجائے ½ ۱ پنس کے ۲ پنس ہو جاوینگی۔ فیملی ہیرلڈ ایک پنس کی بجائے ۲ پنس کو ملیگا۔ اور اس کے علاوہ یارکشائر ویکلی پوسٹ۔ برٹش نیشن۔ اور ٹائمز ورکر کو بھی قیمتوں کے اضافہ میں فیملی ہیرلڈ کی ہی تقلید کرنی پڑیگی۔ وینز فیشن مطبوعات کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ آدر ہوم کی قیمت دو پنس سے تین پنس ہو گئی ہے۔ لیڈیز ورلڈ۔ لیڈیز ورلڈ فینسی ورک کی قیمتیں چار پنس سے چھ پنس ہو گئی ہیں۔ ہوم نیشن ۳ پنس کی بجائے ۴ پنس کو۔ نیچ ورلیس میکر ۳ پنس کی بجائے ۴ پنس کو۔ یکس ہیرلڈ اور یکس فری پریس کی قیمتوں بھی ۲ پنس کی بجائے تین پنس ہو جاویگی۔

اشاعت اسلام ہمیں امید واثق ہے کہ مسلمان ابھی مرنہیں گئے۔ ابھی بہت دل ہیں جو ان وقتی ضروریات کا احساس کر کے متفقہ طور پر اس آڑے وقت میں فنڈس کے مستحکم کرنے کی فکر کرینگے۔ اگر انگلستان کے اخبار بینوں نے محض شوق اخبار بینی میں قیمتوں کی ایزادی واضافہ کو برداشت کیا ہے۔ تو ہمیں قوی امید ہے کہ دلدادگان اسلام اسلامی مفاد و منفعت کو مدنظر رکھ کر ان تکالیف کے مقابلہ میں مصارف کا تہیہ فرمائیں گے۔ جو اس جنگ میں سابقہ سے تین گنا زائد ہو گئے ہیں۔ برادران ملت کا اس آڑے وقت میں فرض اولین ہے۔ کہ تبلیغ اسلام کے اس عظیم الشان کام کی طرف متوجہ ہوں۔ اور مسلم مشن دوکنگ کو مالی اضطرابی کے بوجھ سے آزاد کریں۔ اپنے خویش و اقارب و رفقا و حلقہ اثر میں رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی اور رسالہ ہٰذا کی توسیع اشاعت کی سعی فرمائیں۔ اور دیگر احباب کو اعانت مشن کی طرف متوجہ فرما کر داخل حسنات ہوں۔ وہ دن ہمارے قومی حشر کا ہوگا۔

لگیں خدا نخواستہ مالی کمزوری کی وجہ سے تبلیغ اسلام کے اس عظیم الشان کام کو کسی قسم کا صدمہ پہنچا۔ اُمید ہے۔ کہ غیور رشیدایان اسلام پیش از وقت مشن کی استقامت کی فکر فرما کر عند اللہ ماجور ہونگے۔ ایڈیٹر

جلسۂ مولود النبی صلعم

گو اس جلسہ کا مجملاً تذکرہ رسالہ ہذا کے کسی سابقہ نمبر میں کیا جا چکا ہے لیکن جناب آنریبل سید امیر علی صاحب ایم۔اے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ پی۔ سی کی عالمانہ انگریزی افتتاحی تقریر جو آپ نے اس سعید تقریب پر ۲۲ دسمبر ۱۹۱۱ء کو مقام پرنس ہال لندن میں کی۔ ابھی تک ناظرین کرام تک نہیں پہنچی۔ اسلئے ذیل میں اس کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

معزز خواتین و اخوان! مجھ سے صاحب صدر نے استدعا کی ہے۔ کہ میں اس سعید تقریب پر آنحضرت صلعم کی ولادت پر روشنی ڈالوں۔ میرے خیال میں یہ نہایت ہی موزوں ہوتا۔ اگر اس پاک کام کی افتتاح تلاوت قرآنی سے کی جاتی۔ اکثر مسلم بھائی حضرت نبی عربی صلعم کی تاریخ و سوانح عمری سے آشنا ہیں اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں چند ہی الفاظ پر اکتفا کروں۔ جو کہ اُس عظیم الشان رُتبہ کا انکشاف کریں۔ جو دین اسلام کو نسل انسانی کی مذہبی اور روحانی ترقیات میں حاصل ہے کسی مذہب کا صحیح منصفانہ اندازہ کرنے کے لئے میرے خیال میں یہ ضروری ہے۔ کہ اس مذہب کے پرانے عقائد کا بھی جو اُس نے اپنے سے منسوخ کیئے ہوں یا اپنے اندر جذب کیئے ہوں خیال رکھا جائے۔

اِسلامی عقیدہ سے میری اسلیئے دلبستگی نہیں۔ کہ میں جبلّی مُسلم ہوں۔ بلکہ اسلیئے کہ میں متقابلہ مذاہب کا متعلم ہوں۔ اور بہت سے مذہبی عقاید کے رجحان کو غور سے مطالعہ کرنے کے بعد میرا یہ پختہ اعتقاد ہوگیا ہے۔ کہ مذہب اسلام ہی حقیقتاً جس کی کہ مُعلم اسلام نے بڑے استقلال سے منادی کی مذہبی ترقی کے خط نصف النہار پر پہنچا ہوا ہے۔ اسلام کو اس قدر عظیم الشان رُتبہ دیکر میں حاشا و کلا ایک لمحہ کیلئے بھی پرانے مذاہب کو نظر...... حقارت سے دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ زرتشتی۔ بُدھ مذہب موسوی مذہب اور عیسائیت ان تمام ادیان نے اپنے وقتوں پر اچھے کام کیئے۔ اور ذاتی طور پر میرے دل میں اُن تمام کے اصولوں کی جو انہوں نے پیش کیئے ہیں بہت عزت و وقعت ہے۔ ان میں سے ہر ایک

مذہب کی ہستی کو ضرورت زمانہ ہی وجود میں لائی۔ اور پیشتر اس کے یہ ادیان لوگوں کے دلوں پر تصرف حاصل کریں۔ ان سب کو اُس وقت کے مُروّجہ عقائد کے ساتھ جن پر کہ فوقیت پانے کی امید رکھتے تھے اپنے آپ کو مخلوط کرنا پڑا بطور تمثیل میں مذہب عیسائیت کو لیتا ہوں عیسائیت کی سابقہ تاریخ کے صفحات کی اگر ورق گردانی کی جائے۔ تو میرے مستذکرہ بالا بیان کی تصدیق ہو جاوے گی جناب مسیح کے مذہب کی پرچار گلیل کے ساحلوں پر اس زمانہ میں ہوئی جبکہ عیش و عشرت و نفس پرستی کثرت سے تھی۔ اسلئے آپ نے حلم و محبت کی تعلیم دی لیکن شومیٔ قسمت سے آپ کا عہدِ نبوت نہایت ہی قلیل تھا اور اسی لئے آپ کی تبلیغ و تلقین سے محدود حصہ ہی مستفیض ہو سکا۔ جب تک کہ جناب مسیح کی تعلیمات ایک یہودی فلاسفر (جو نیو پلاٹزم[۱] کے رنگ میں رنگین تھا) کے سانچے میں ڈھالی نہیں گئیں۔ اور جب تک کہ گلیلی تعلیمات نے اوائل عقائد کو اپنے اندر نہیں لیا۔ اس وقت تک عیسوی تعلیم ہمسایہ اقوام میں ترقی و قبولیت حاصل نہیں کر سکی۔ میں خیال کرتا ہوں۔ کہ آپ کو اسبات کا علم ہوگا کہ گلیل کے معلم کی بعثت سے پانچ صدی پیشتر ایک بڑے مصری بادشاہ نے ایک طریقہ نکالا جس سے اس نے مصری اور یونانی دو مختلف اقوام و مذہب کو آپس میں متحد کرنے کا ارادہ کیا۔ چونکہ دونوں اقوام ایک ہی عقیدہ رکھتی تھیں۔ اسلئے وہ حصول مقصد میں کامیاب ہوا۔ اہل یونان میں زیوس[۲] ڈیمیٹر اور ڈایونیسس[۳] کی پرستش مروج تھی۔ اور اہل مصر اوسیرس[۵]۔ آئی سس[۶] اور ہورس[۷] کو اپنا معبود سمجھتے تھے۔ ان دونوں کا ایک ایسے خداوند خدا پر ایمان تھا۔ جس نے نسل انسانی کے گناہوں کی گٹھڑی کو اپنے کندھوں پر لینے کیلئے شدید تکالیف و مصائب جھیلیں۔ اور وجود بار

[۱] فلسفہ کا ایک اصول جسمیں پلاٹانی اور مشرقی عنصر شامل ہے جو تیسری صدی سکندریہ میں نکلا +

[۲] اہل یونان کے قومی دیوتاؤں میں سب سے بڑا دیوتا۔ اس کی بیوی کا نام ہیرا تھا اور پایۂ تخت تھسلی میں ماؤنٹ اولیمپس ہے +

[۳] یہ زیس دیوتا کا بھائی ہے۔ جس کا ذکر فٹ نوٹ نمبر ۲ میں کیا گیا ہے اس کا دوسرا نام ([illegible]) بھی ہے

[۴] شراب کا دیوتا جس کا دوسرا نام (Bacchus) بھی ہے +

[۵] مصری دیوتاؤں میں سب سے بڑا دیوتا جس کی شادی آئی سس (دیکھو نوٹ ۶) سے ہوئی۔ سٹ نے اسکو قتل کر دیا لیکن اس کے بیٹے ہورس نے جو کہتے ہیں دوسری دنیا میں مردوں کا جج ہے۔ اپنے باپ کے خون کا انتقام لیا +

[۶] مصری دیوی۔ جو اوسیرس (دیکھو فٹ نوٹ ۵) کی بیوی تھی +

[۷] ہورس اوسیرس دیوتے کا بیٹا تھا جس کے متعلق مصری خیال رکھتے تھے کہ دوسرے جہان میں مردوں کا جج ہے +

زندہ بھی کیا گیا۔ اسی طرح ٹولمیؒ کا مقصد بھی جو سرا بین عقیدہ کا بانی تھا حاصل ہوگیا ۔

لئی سس کی پرستش نے مصری اور یونانی دُنیا کے تخیلات پر غلبہ پایا۔ اور بعد ازاں آئی سس کی پرستش کُل سلطنت روما میں پھیل گئی جنہوں نے روما میں سینٹ پیٹر کی طرز عبادت دیکھی ہُوئی ہے۔ اور عجز و انکسار کی دُعائیہ راگنی (جو عیسائیوں میں عام عبادت کا ایک طریقہ) بھی سُنی ہوئی ہے۔ انکی آنکھوں کے سامنے بہ آسانی اُن شاندار رسُومات و حرکت کرنیوالے بدا جن کا نقشہ بھر جاتا ہے"۔ جو خداوندوں کی ماں" کی عبادت میں بجالائے جاتے تھے۔ آئی سس کے پرستار آئی سس کو ڈُلروبا آئی سس۔ نادی د ملجا" کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ پادریوں و کلیسیا کے دیگر عہدیداروں کی مشمولیت عبادت اور کنواریوں کا معطر مشعلوں کو ادھر اُدھر لیجانا یہ تمام سماں ائی سس کی عبادت یاد دلاتا ہے۔ یہ فقط اس وقت کا نقشہ ہے جبکہ اہل روما عیسوی مذہب کے ساتھ مخلُوط ہوگیا۔ اور پُرانے رسُومات اہل روما میں پھیلنے شروع ہو گئے ہماری سرکار حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نبی عربی اس وقت معبُوث ہوتے ہیں جبکہ کُل رُوئے زمین کی اقوام تاریکی میں ٹامک ٹوئیے مار رہی تھیں۔ اور ہر ایک متلاشی حق اس ادھرمی کے زمانہ میں ایک ماولی و ملجا و سہارا کی تجسّس میں تھا۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے دُنیا میں ترقی حاصل کرنے کے لئے بُت پرستی کے خیالات کو اپنے اندر نہیں لیا۔ خوُد آنحضرت صلعم کی شخصیت مذہب اسلام سے کوئی کم مشہور و معروف نہیں۔ آپؐ نے ہم کو خدا کے نزدیک کردیا۔ آپؐ کے اصُولوں میں خالق و مخلوق کے تعلقات کے درمیان کسی سفارش کی ضرورت نہیں آپؐ کے مذہب کا زرّیں اصُول یہ ہے۔ کہ انسان اپنے ہی زُہد و تقویٰ و عبادت سے خدا تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ آپؐ نے تلقین فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑھکر خدمت نسل انسانی کی خدمت کرنا ہے۔ آپؐ نے "سب کو چھوڑ و اور میری پیروی کرو" والا خود غرضانہ فقرہ جو آپؐ سے چھ صدی بیشتر کہا جا چکا تھا نہیں فرمایا۔ بلکہ مندرجہ ذیل مواعظ حسنہ سے آپؐ نے مخلوق خدا کی بہتری اور فلاح کے لئے تلقین کی ۔

"اپنے بچوں کا خیال رکھو۔ اور اپنے والدین کی تعظیم و تکریم کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ

۱؎ دوسری صدی میں ایک منجم گذرا ہے جس نے سنہ ۱۳۹ میں آسمانوں اور اجسام سماوی کی حرکات کی بناوٹ کو بیان کیا ۔

ہیں مگر جانو تمہاری الیہ ماجرہ نے تمہیں یہ درس کیا۔ اسلئے لے بھی کچھ حقوق تم پر ہیں۔ اور علیٰ ہذا القیاس اللہ بزرگوار کے بھی۔ غریب رفقا کی خبرگیری کرو۔ کیونکہ غربا کا بھی تم پر حق ہے" +

ایک اور ضروری بات مجھے آپ سے کہنی ہے میں نے آپ سے آنحضرت صلعم کی ان تفصیلات کا ذکر کیا جسمیں آپ نے نسل انسانی اور خداوند تعالیٰ کی خدمت بجالانے کیلئے ہدایت فرمائی ہے لیکن ان سب سے بڑھ کر قابل توجہ یہ ہے۔ کہ جو کچھ بھی آپ نے کیا۔ انسانی جامہ کے اندر ہی کیا۔ اور اس لئے آپ کی آواز بڑے زور سے انسانی ضمیر کو اپیل کرتی ہے۔ کیونکہ آپ کی آواز ایک انسانی آواز تھی۔ اور آپ کی شخصیت کوئی وہمی یا قیاسی نہ تھی۔ اور نہ ہی آپ میں کوئی .... فوق العادۃ بات تھی۔ آپ کی سیدھی سادی انسانی آواز ہمیں سیدھے سادے انسانی فرائض کی طرف بلاتی ہے۔ آپ کے ذرا دہ نقشہ بھی ملاحظہ ہوں جو احادیث میں درج ہیں۔ آپ سفید لباس میں مسجد میں بیٹھے ہیں۔ اور پیرووں کا اردگرد جمگھٹا لگا ہوا ہے۔ ایک اعرابی دور دراز ملک سے اونٹ پر سوار ہو کر آپ کے پاس آیا۔ اور اونٹ سے اتر کر پوچھا:۔

اعرابی "محمد کون ہے"؟

صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک نے کہا۔ کہ "یہ آپ تشریف رکھتے ہیں"۔

اعرابی۔ اے محمد۔ میں نے تجھ سے ایک سوال پوچھنا ہے۔ کہ کیا تو ہی مساوات کا پیغام ہمارے لئے لایا ہے" +

آنحضرت صلعم نے فرمایا "ہاں"۔

اعرابی "کیا تو خداوند تعالیٰ سے پیغام لایا ہے۔ کہ ہم ایک دوسرے سے مساوی طور پر سلوک کریں" +

آنحضرت نے مثبت میں جواب فرمایا +

اپنے استفسارات کا تسلی بخش جواب پاکر اعرابی آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور اسلام سے بہرہ اندوز ہوا +

٭. قل انما انا بشر مثلکم (اے لوگو۔ میں تم جیسا ایک انسان ہوں +)

اِس قسم کے لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نہایت ہی سادہ مزاج تھے۔ اور باوجود طاقت و حکومت کے آپؐ پرلے درجہ کی سادہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ آپؐ کی سوانحعمری کے لکھنے والے مؤرخ و مصنف آپؐ کی مندرجہ ذیل احسن فضائل و صفات جمیلہ و اوصافِ حمیدہ بیان کرنے میں مُتفق ہیں :۔

"آپؐ پرلے درجہ کے سخی دلاور و صادق تھے۔ غربا مساکین کے مددگار تھے۔ گفتار میں شیریں کلام اور قول کے صادق تھے۔ اور ہمیشہ غربا کی حمایت کیا کرتے تھے سبھی لوگ جنہوں نے آپؐ کو دیکھا یا سُنا آپؐ سے اُلفت رکھتے ہیں۔ گو آپؐ کم سخن تھے لیکن جو کہتے اسکو نہ بھولتے۔ آپؐ نفس کشی و انکسار کا نمونہ تھے۔ غربا کے ساتھ غم و اندوہ میں خصوصیت سے اور عام طور پر ہر ایک سے ہمدردی کرتے۔ رذیل سے رذیل آدمی بھی اپنی بدکاریوں کی معافی کیلئے آپؐ کا دامن پکڑ لیتا۔ ایسے انسان کامل ہمارے ہادی و پیشوا۔ ماوی و ملجا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان تھے +

اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی اٰل ابراھیم انک حمید مجید۔ اللھم بارک علی محمد و علی اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی اٰل ابراھیم۔ انک حمید مجید +

عکس مکتوب آنحضرت صلعم

جو تبلیغی خط آنحضرت صلعم نے مقوقس شاہ مصر کو لکھا

بمعہ حروف عربی

عکس نہایت ہی قابل دید ہے۔ جس پر آپ کی مُہر نبوت بھی ثبت ہے۔ ایسی متبرک چیز کی متعدد کاپیاں احباب کو خرید فرمانی چاہئیں۔ قیمت فی عکس ا؍ فی درجن ۱۰؍

المشتھر مینیجر اشاعت اسلام بُک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

نعرۂ توحید

(جیمس ٹیچ مسٹر عبدالعزیز ایک نومسلم کی قلم سے)

مندرجہ ذیل مضمون ایک نومسلم سپاہی کی قلم سے نکلا ہے جو میدان کارزار سے اپنی دلی کیفیت کا اظہار کر رہا ہے۔ گو مضمون علمی نقطۂ خیال سے سادہ ہے لیکن اس سادگی میں توکل علی اللہ کا رنگ ٹپکتا اور میدان جنگ میں شان و جبروت ایزدی نظر آتی ہے۔ ایڈیٹر

میں عبدالعزیز ایک مسلم سپاہی ہوں۔ فرانس کے دُور دراز میدان جنگ سے جہاں لاشوں کے تودے لگے ہوئے ہیں اپنے بھائیوں سے دو دو باتیں کرتا ہوں۔ یہ کبھی امن و چین کا مقام تھا۔ لیکن اب عزرائیل موت کا فرشتہ مہیب شکل کے ساتھ برباد و سنسان منظر پر گھور رہا ہے۔ اور مقتولین کی رُوحیں غمگین ہو ہو کر انتقام کے لئے آہ و بکا کر رہی ہیں۔ لیکن ان کھنڈرات و ہولناک مناظر میں مجھے ایک غیر فانی آواز اللہ تعالیٰ کی سُنائی دیتی ہے۔ ان ویرانوں میں ہوا کی ماتم انگیز سرسراہٹ میں اسی کی تسلی دینے والی صدا میری رُوح کو تسکین دیتی ہے۔ کُرۂ ہوائی کے بیشمار ستارے اپنے تابان حُسن و جمال کے ساتھ اسی کے جبرُوت و جلال کی شہادت دیتے ہیں۔ اور دُور دراز بندوقوں کی گرجوں میں بھی اُسی کا نعرۂ توحید گونجتا ہے۔ میں یہاں پر ایک لمحہ کے لئے بھی اکیلا نہیں۔ کیونکہ میرا مولا ہر وقت میرا مونس و مددگار ہے۔ اور میرے ساتھ ہے۔ اور وہی ذات میری عین تسکین و سہارا ہے۔

وہ لوگ جو نادانی سے کہتے ہیں۔ کہ اسلام صداقت سے خالی ہے۔ میں اُن کو ڈنکے کی چوٹ کہے دیتا ہوں۔ کہ اطمینان قلب میں نے قبولیت اسلام سے ہی حاصل کیا ہے۔ اور اسلام ایک ایسی چٹان پر نصب ہے۔ جس کی بیخ و بن نہایت مستحکم و دیرپا ہے۔

میں نے جنگ کی گرج و خاموشی میں بھی اسی اللہ تعالیٰ کی آواز سُنی ہے۔ جو کہ اپنے مُسلم بچگان کو خاموش الفاظ میں دلیری و تسکین دیتی ہے۔ اس وقت جبکہ مجھے اجل کے مُہیب ہولناک منظر چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ میں وسیع و عجیب چرخ نیلگوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھتا ہوں جس میں کہ ستارے ازل سے ہی عالم سکوت و خاموشی میں چمکتے ہیں۔ ان مناظر میں سے بھی ایک آواز میرے اندرون قلب سے نکل رہی ہے۔ جو مجھے خوش آئندہ کی اُمید دلاتی ہے۔ اور بآنگ دہل یہ کہہ رہی ہے کہ جنگ کے خاتمہ پر

مذہب اسلام کُل بنی نوع انسان اور کُل دُنیا کے دلوں پر تصرف حاصل کریگا۔ اس ہنگامہ عظیم کے ختم ہونے پر مجھے اللہ تعالٰے کی ذات بابرکات پر کامل یقین ہے کہ مذہب اسلام اپنی فتح وظفر کی شان وشکوہ کے ساتھ درخشندہ ہوگا۔ اور جس کی بڑی تزک وشان کے سامنے گُناہ اور بدی جو نسل آدم کی قدیمی دشمن ہے۔ پانی کی طرح بہہ جاویگی۔ اور نسل انسانی پھر کبھی بھی بر سر پیکار نہ ہوگی۔ یہی آواز میں بار بار سُنتا ہوں۔ اور یہی خوش آیند منظر میری آنکھوں کو فرحت دے رہا ہے۔ میں سُنتا ہوں۔ کہ اسلام کا نعرہ جنگ امن اور امید کے راگ اور فتح وظفر وشان وشوکت کی دلکش راگنی میں بدل رہا ہے۔ اور کُل رُوے زمین کی اقوام کو اس حیّ وقیوم خداوند کے ابدی و ازلی دربار میں دوش بدوش یکزبان وہم آہنگ ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ توحید بلند کرتا ہوں سُنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر +

برادرانِ اسلام کی قابل توجہ

ذیل میں اس انگریزی چٹھی کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔ جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری انگلستان نے مئی سنہ ۱۹۱۸ء کے اسلامک ریویو ومسلم انڈیا میں ملفوف کی ہے جسمیں انہوں نے موجودہ تکالیف کا جو جنگ کی وجہ سے کاغذ کی قلت وگرانی میں محسوس ہو رہی ہیں تذکرہ فرمایا ہے۔ اور اپنے ہندوستان کے مسلم برادران ملت سے ان مشکلات پر حاوی ہونے کیلئے مشورہ طلب کیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کرام رسالہ ہذا بھی ان کی موجودہ مشکلات سے آگاہ ہو جائیں ممکن ہے کوئی سعید روح اپنے مجاہد بھائی کا ہاتھ کسی رنگ میں اس نازک وقت میں بٹا کر داخل حسنات ہو۔ انا اجری اللہ۔ ایڈیٹر

برادران اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالٰے کے افضال وبرکات آپکے شامل حال ہوں۔ اسی ماہ کی شذرات میں کہیں تذکرہ کیا گیا ہے۔ کہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کے کاغذ سٹاک ختم ہو چکا ہے۔ اور آیندہ نمبروں کی اشاعت کیلئے ہم تازہ سٹاک کے ذخیرہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ اس جگہ یہ بتلانا بیجا نہ ہوگا۔ کہ کاغذ کی قیمت امسال سال ماسبق سے دوگنی ہے اور قریباً ایام جنگ کے پیشتر سے تین گنہ بڑھ گئی ہے۔ ادھر کاغذ کا رونا ہے۔ ادھر ساتھ ہی

مطبع والوں نے اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کی اُجرت طبع میں اضافہ کر دیا ہے۔ وہ اُجرت طبع جو آج سے ہم تین سال پیشتر دیا کرتے تھے اس سے انہوں نے دوگنی کر دی ہے۔ ان حالات کے ماتحت ہم نہایت ہی کشش و پنج میں ہیں۔ اور ان مشکلات کو حل کرنے کیلئے دو ہی سبیل ہمارے سامنے ہیں یا تو ہم اسلامک ریویو کے موجودہ حجم میں تخفیف کر دیں یا سالانہ چندہ میں اضافہ کر دیں لیکن اول الذکر کی تجویز پر تو ہم کاربند نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اسلامک ریویو کا موجودہ حجم پیشتر سے ہی ضرورت کے لحاظ سے ناکافی ہے۔ اور ہمیں ہر ماہ وہ تمام اسلامی لٹریچر و لیکچر جو ہم جگہ بہ جگہ مختلف سوسائٹیوں کی استدعا پر دیتے ہیں شائع نہیں ہو سکتا۔ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کے قلیل حجم کی وجہ سے میں آرٹیکل بعنوان "ذرائع عالم کا مذہب" کو دو اقساط سے زائد نہ لکھ سکا۔ اور "مسئلہ ارتقاء انسانی" والا دلچسپ اہم مضمون بھی عدم گنجائش کی وجہ سے آگے نہ چل سکا۔ اور اس قسم کے کئے ایک متعدد آرٹیکل لطیف اسلامی مضامین ہمارے پاس ذخیرہ پڑے ہیں جو ہم اسلامک ریویو کے محدود صفحات ہونے کی وجہ سے شائع نہیں کر سکتے۔ کاش ہمارے ذرائع وسیع ہوتے۔ اور ہم کھلے دل سے دلفریب تعلیمات اسلام کو اکناف عالم میں منتشر کرتے! اغیار تو باطل عقیدہ کو لیکر لاکھوں کی تعداد میں مفت اپنے لٹریچر کو سمندر کی طرح بہائیں لیکن حاملانِ توحید و حق و صداقت کے مالی ذرائع اس قدر محدود ہوں۔ کہ وہ اپنے لٹریچر کو وسیع پیمانہ پر مفت تقسیم کرنے کے قابل نہ ہوں۔ کاش! مسلم برادران ملت اب بھی خوابِ غفلت سے بیدار ہوں۔ دوستو! اٹھو!! جاگو!!! وقت کو شمار کر لو۔ اس وقت قلبہ رانی ہو چکی ہے۔ بیج بویا جا چکا ہے فقط آبیاری درکار ہے۔ جس سے ایک سرسبز لہلہاتا ہوا کھیت پک کر تیار ہو جاویگا۔ اسلامی تعلیمات قدرتاً لوگوں کے دلوں پر تصرف حاصل کر چکی ہیں۔ اور موجودہ حالات نے تو طوعاً و کرہاً ان لوگوں کو اسلامی تعلیمات کے سامنے سرنگوں کر دیا ہے۔ تجربہ و مشاہدہ نے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت کر دی ہے۔ کہ عیسوی تعلیمات نسل انسانی کیلئے ناقابل عمل ہیں۔ اور اگر کوئی تعلیم نسل انسانی کی روزمرہ زندگی کے مصداق ہو سکتی ہے۔ تو وہ اسلام کی ہی سیدھی سادی تعلیم ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ ان تمام تقریروں لیکچروں و سرمنوں کو جو میں مختلف پلیٹ فارموں سے مختلف شعبہا ئے اسلام کو مختلف رنگوں میں مغربی دُنیا کے سامنے پیش کر رہا ہوں شائع کر دیا کروں لیکن وہی وقت یعنی رسالہ کا قلیل حجم

مانع ہے میرے پاس محض فضل ایزدی سے ہر ماہ اس قدر مضامین کا ذخیرہ ہوتا ہے کہ جس سے ساٹھ یا اسّی صفحات کا ماہواری رسالہ بھی باحسن وجہ شائع ہوسکتا ہے۔ اس بات کی مُسلم برادران کو چنداں بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ اس رسالہ کی اجرا کوئی تجارتی نقطہ خیال سے نہیں۔ بلکہ اسکی غرض وغایت تو اسلامی لٹریچر کو کثرت سے بلاد غربیہ میں مفت پھیلانا ہے جس کے کثرت انتشار سے آئے دن مقبولیت اسلام کے احسن نتائج مترتب ہوتے رہتے ہیں۔ اسلئے اگر رسالہ اسلامک ریویو کے موجودہ حجم کو جو موجودہ ضروریات کے بھی کافی نہیں اور بھی کم کردیا جائے۔ تو یہ تجویز تبلیغ کے عظیم الشان کام کیلئے مہلک ثابت ہوگی۔ رسالہ اسلامک ریویو کے حجم کی تخفیف کرنے کی تجویز پر تو بہرحال ہم کاربند ہونے سے قاصر ہیں بہرحال رسالہ کے موجودہ حجم میں تخفیف کرنی یا موجودہ سالانہ چندہ میں کسی قسم کا اضافہ کرنا۔ ان سب امورات کا تصفیہ میں اپنے مسلم ہموطنوں کی رائے و مشورہ پر چھوڑتا ہوں۔ کیونکہ یہ کام ان کا اور میرا مشترکہ اسلامی کام ہے لیکن میری ناقص رائے میں اگر رسالہ کا موجودہ چندہ سات شلنگ سے دس شلنگ سالانہ کیا جائے تو میرا خیال ہے کہ بہت سا بوجھ جو وقتی ضروریات اور مشکلات کی وجہ سے ہم پر گراں ہو رہا ہے۔ ہلکا ہوجائیگا۔ قصہ مختصر برادران ملت و شیدایان اسلام کی خدمت میں میں مؤدبانہ ملتجی ہوں کہ للہ وہ اس معاملہ میں مجھے کوئی معقول مشورہ دیں جس سے کہ موجودہ مشکلات سے مخلصی ہو۔ اور رسالہ موجودہ کیلئے وہ خود ہی کوئی معقول رقم سالانہ رسالہ چندہ کی تجویز فرمائیں۔ جو کہ بآسانی ہر ایک ادا کرسکے۔ اور جس سے مشن کو بھی کافی تقویت پہنچے۔ ڈونیشن سے بھی ایک حد تک ریویو فنڈ کو تقویت پہنچ سکتی ہے۔ اور ساتھ ہی کثرت سے رسالہ اسلامک ریویو کے خریدار فراہم کئے جائیں۔ اگر ہندوستان کے کُل کے کُل انگریزی دان ہی رسالہ کے خریدار بنجائیں۔ تو یہ عظیم الشان تبلیغ کا کام مفت چل سکتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ آپ صاحبان کی ہمت و کوشش و اسلامی درد و احساس پر منحصر ہے +

قصہ کوتاہ میں سب کچھ ناظرین کرام کے مشورہ پر ہی چھوڑتا ہوں۔ جو کچھ بھی وہ اس وقت موجودہ مشکلات کو حل کرنے کیلئے بہترین سبیل سمجھیں۔ اس پر کاربند ہوجائیں۔ اور مجھ کو کم از کم بوجھ سے آزاد کریں۔ والسلام

خاکسار۔ خواجہ کمال الدین از مسجد ووکنگ۔ انگلستان

رپورٹ ووکنگ مشن بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء

ایک خاتون کا اسلام

لندن مسلم ہوس میں فاضل مستشرق مارماڈیوک پکتھال کا ایک محیرت انگیز لیکچر

ایک نومسلم کی کوشش حفظ قرآن

اللہ جلشانہٗ کا احسان ہے کہ گذشتہ چھ ماہ کے کام نے ہمیں قریب قریب اپنے نصب العین تک پہنچا دیا۔ جس خوبی اور سُرعت سے اس وقت لندن مسلم ہوس میں ترقی ہو رہی ہے۔ اگر اسی طرح یہ تدریجی ترقی جاری رہی۔ تو پھر جس بات کے مکلف ہم بُردے قرآن کریم ہیں۔ وہ امر ہمیں حاصل ہو گیا۔ ہدایت خداتعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ہمارا کام صرف تبلیغ اور پبلک میں ایک قسم کی دلچسپی پیدا کر دینا۔ اسلام کی فضیلت کو قائم کر دینا اور اس کے چہرہ سے غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کے داغ کو دُور کر دینا اس وقت لندن مسلم ہوس کے لیکچروں اور سرمنوں میں حاضرین کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے۔ یہاں مغربی دُنیا میں نئی تحریکوں کا جلسہ تیس نفر کا ایک کامیاب جلسہ گنا جاتا ہے۔ ان ہفتہ وار لیکچروں کے علاوہ ہر ماہ دو ایٹ ہوم بھی دیئے جاتے ہیں۔ چاء وغیرہ کی تواضع کے بعد جلسہٗ وعظ شروع ہوتا ہے۔ مطالعہ اسلام کے عنوان سے میں نے ایک سلسلہ تقریر شروع کیا ہے جسمیں ارادہ ہے کہ صفت ایمان ارکان اسلام۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ سے چلکر آہستہ آہستہ کُل تعلیم اسلام بیان کر دیجائے۔ یہ تقریر مختصر سی نصف گھنٹہ کی ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد سلسلہ سوال وجواب کا شروع ہوتا ہے جسمیں حاضرین کو اختیار دیا جاتا ہے۔ کہ وہ جو چاہیں اسلام یا مذہب کے متعلق مجھ سے سوال کریں۔ اس وقت تک تین ایٹ ہوم ہو چکے ہیں جو مفید اور کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ ان میں بھی تعداد حاضرین کی پچاس ساٹھ کے لگ بھگ ہوئی ہے۔ یہ لیکچر اور ایٹ ہوم نماز جمعہ کے علاوہ ہوتے ہیں۔ ووکنگ کا جلسہ اتوار بھی جاری ہے۔ جہاں اب ماہ میں دو دن ملک عبدالقیوم اور باقی میں یا کوئی اور نومسلم سرمن دیتا ہے۔ بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ اب باہر سے چاروں طرف لیکچروں کا مطالبہ متعلق اسلام پر ہو رہا ہے

مجھے اپنی صحت کا سخت اندیشہ ہے کاش کوئی اور خادم دین ساتھ ہو۔ اب کام تو اس قدر ہے۔ کہ سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے۔ مثلاً اسی ماہ اپریل میں جمعہ کے چار خطبے مسلم ہوس میں ایک لیکچر ووکنگ مسجد میں اور تین تقریریں و لیکچر لندن مسلم ہوس میں ایک لیکچر مجھے اور مقامات میں دینے پڑے۔ یہ علاوہ میرے فرائض رسالہ کے ہے۔ پھر ہفتہ میں ایک لندن میں اور ایک ووکنگ میں درس قرآن دینا ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی ہی توفیق سے کام چل رہا ہے۔ والا میری صحت و طاقت سے بہت بالا یہ کام ہے میں اس فکر میں ہوں کہ ان نومسلموں سے کسی کی خدمات سے فائدہ اٹھاؤں۔ کیونکہ اس وقت خدا کے فضل سے ہماری شہرت اور اسلامی فضیلت کا اعتراف آہستہ آہستہ اس بات کا مقتضی ہو رہا ہے۔ کہ مختلف مواقع پر ہمارے واعظ اور لیکچرار جائیں۔ مطالبات تو اب بھی ہو رہے ہیں لیکن میں ٹال دیتا ہوں

مسٹر پکتھال کا لیکچر

اس اپریل کے لیکچروں میں جو امر خاص قابل ذکر ہے وہ ہمارے نومسلم بھائی مسٹر پکتھال کا لیکچر ہے جو ۲۸۔ اپریل کو لندن مسلم ہوس میں ہوا۔ لوگ معمول سے زیادہ تھے۔ لیکچر کا عنوان تھا

"آسمانی بادشاہت"

لیکچرار موصوف نے اپنے مسلمان ہونے کا کامل حق ادا کر دیا۔ اور یہ ثابت کیا کہ وہ آسمانی بادشاہت جو جناب موسیٰ کو دور سے نظر آئی۔ اور جناب مسیح جس کے لئے رات دن دست بدعا تھے اس کا چارٹر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو بشکل قرآن کریم دیا گیا۔ گویا قرآن اس سلطنت خداوندی کا دستاویز اور چارٹر تھا۔ یہ ان کا کہنا محض خوبی کے رنگ میں نہ تھا۔ نہ ہی ایک مسلم کا اظہار جوش تھا۔ بلکہ انہوں نے بالتفصیل سلطنت مذکورہ کے امتیازی نشان بروے بائیبل بتلائے اور پھر قرآن کی تعلیم سے ثابت کر دیا کہ وہ سلطنت قرآن کے ذریعہ دنیا میں قائم ہوئی۔ اور جس کا کامل ظہور آنحضرت صلعم کے زمانہ آخری میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔ جبکہ جرائم کے روکنے کے لئے نہ پولیس کی ضرورت رہی اور نہ مجسٹریٹ کی حاجت۔ بدی دنیا سے مٹ گئی۔ اور امن اور ربانی اخلاق علیٰ وجہ الکمال مسلمانوں میں پیدا ہو گئے۔ اس لیکچر کا وہ حصہ نہایت ہی قابل غور تھا جہاں انہوں نے اہل اسلام کو خطاب کیا۔ انہوں نے پوچھا۔ کہ کیا تم جانتے ہو کہ وہ سلطنت کہاں گئی۔ اور کس طرح تمہارے ہاتھوں سے نکل گئی۔ اس کا سبب اور کچھ نہیں صرف یہ کہ تم نے اس سلطنت کو ایک درجہ

سمجھ لیا تم نے سمجھا کہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے سے تم اس سلطنت کے مالک ہو گئے۔ وہ سلطنت تو اُن کی تھی جو اس سلطنت کے چارٹر یعنے قرآن کریم پر عمل کرتے تھے۔ تم نے قرآن پس پشت کر دیا خدا تعالےٰ نے تم سے سلطنت چھین لی۔ اب بھی وہ سلطنت مل سکتی ہے۔ لیکن اُسی کو جس کے ہاتھ عملاً اُس سلطنت کا چارٹر یعنے قرآن کریم ہے۔ العظمت للہ کیا عبرت کا مقام ہے۔ العجب ثم العجب۔ آج ایک انگریز اور چند دنوں کا نومسلم ہم کو نصیحت دے رہا ہے۔ اور ہمارے صحیح یقین ہمکو بتلا رہا ہے۔ لیکچر کا ایک ایک لفظ غور کرنے اور نصیحت حاصل کرنے کے قابل ہے۔ یہ لیکچر ماہ جولائی کے اسلامک ریویو میں چھپ جائیگا۔ اور اس کا ترجمہ غالباً آگست یا ستمبر کے رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں ہوگا۔ یہ لیکچر تو تعلیمیافتہ مُسلمانوں کے گلے میں بطور حرز جان ہونا چاہئے لیکن وہ بات جس نے مجھے رُلا دیا۔ وہ مسٹر پکتھال کی ایک اور خوبی تھی۔ اس لیکچر میں اُنہوں نے جا بجا آیات قرآن سے تمسک کیا۔ اور بعض جگہ لمبی لمبی آیا ہے لیکن ان کا ترجمہ نہیں بلکہ اصل آیات قرآن کریم پڑھیں اور ازبر۔ ذرا اس نظارہ کو اپنے تصور میں لاؤ۔ ایک انگریز اور وہ اسلامی پلیٹ فارم پر کھڑا ہے۔ اور قرآن کریم کی آیات ازبر سُنا رہا ہے۔ اور اُن کی حسب ضرورت تفسیر کر رہا ہے۔ اور پھر وہ آیات صحیح پڑھتا ہے اور غلطی اعراب تک کی نہیں کرتا +

اے انگریزی خوان مسلمانوں۔ کیا تمہارے لئے ڈوب مرنے کا مقام نہیں تم میں کتنے ہیں جو اِس طرح قرآنی آیات کو ازبر سُنا سکتے ہیں۔ کتنے تم میں ہیں جن کے دل میں اسلام کا وہ شوق اور درد ہے۔ جو اس نومسلم میں ہے۔ شائد تم بھی حسب ضرورت بعض وقت اپنی تقریر کو خوبصورت بنانے کیلئے چند آیات یاد کر لیا کرتے ہو لیکن آؤ تم کو ایک وہ بات بتلاوں جو تمہیں آب ندامت میں ڈوب مرنے کیلئے کافی ہے۔ مسٹر پکتھال نے ایک اور غضب کیا ہے۔ اس نے اب حفظ قرآن شروع کر دیا ہے۔ سورہ یٰسین اور سُورۂ بقرہ تو اس نے حفظ کر لی ہیں۔ اور سُورۂ والناس سے چلکر ابتدا کی طرف پچاس سورتیں اور بھی ازبر کی ہیں۔ آہ ہم کیا تھے۔ اور کیا ہو گئے۔ اور یہ سعادت جو ہمارے آباوٴ اجداد کو ملی اور وہ سلطنت خداوندی جس کا چارٹر ہم کو ملا۔ وہ تو اب ہر معنے میں ہمارے ہاتھ سے آج بھی گئی اور کل بھی گئی۔ نہ معلوم وہ سلطنت اب کس قوم کے حصہ جا رہی ہے۔ آؤ خدا تعالےٰ کی سُنت کو سامنے رکھو وہ کسی کا ساجھی نہیں۔ وہ زمین کا وارث ان کو بناتا ہے جو اسکی نگاہ میں

اِس امر کی صلاحیت رکھتے ہیں تمہارا دین اور بخشش ہونا تمہیں سلطنت خداوند کا مالک نہیں ٹھہرا سکتا اگر تم اس کے اہل ثابت ہو گے اور تم اس وقت ہرگز نہیں ہو۔ تم پولیٹیکل کوششوں میں انہماک سے جو چاہو ممکن ہے بنالو۔ سلطنت خداوندی اب ہمارے ہاتھ میں ان کوششوں سے نظر نہیں آتی۔ یہ نعمت اب ہاتھ سے نکلتی نظر آتی ہے۔ دیکھو خود قرآن کریم کیا کہتا ہے۔ وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔ سورۂ محمد پ ۲۶ ۔

مسٹر پکتھال خدا کے فضل سے عربی میں اچھی مہارت رکھتے ہیں۔ اور آجکل اُن کا شغل دیوان متنبی ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا خاص الخاص احسان ہے کہ اس نے ہمیں ایسا درخشندہ گوہر اور ایک مشہور اہل قلم اور مانا ہوا مصنف عطا کیا۔ گذشتہ تین ماہ سے متواتر مسٹر پکتھال ہمارے ہر ایک جلسہ میں آتے ہیں۔ اور آیندہ میں نے اُن سے وعدہ لیا ہے۔ کہ وہ دو تقریریں ہر ماہ مسلم ہوس میں کریں۔ یہ سب تقریریں انشاء اللہ اسلامک ریویو میں چھپ جاویں گی۔

بحمد اللہ ایک بی بی ماہ اپریل میں مشرف باسلام ہوئی اور بعد از نماز جمعہ حسب معمول کلمہ شریف الفاظ بلفظ کیا۔ مورخہ ۹ مئی سنہ ۱۹۱۶ء

خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ

لمعاتِ انوارِ محمدیہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جس میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و جناب صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی مسلم مشنری و جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب بیرسٹر (قدوائی) و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہے۔ اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت غیر مجلد ۶ ر مجلد ۱۰ ر

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

محمّد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں

(وہ تم کو آدنے آدنے واقعات کی خبر دیگا (یوحنا باب ۱۶)

بقول حضرت عیسیٰ آنیوالے موعود نبی کی نشانی یہی تھی۔ کہ وہ لوگوں کو آئندہ کے واقعات کی خبریں پیشینگوئیوں کے رنگ میں دیگا۔ عربی لفظ نبی اور اس کے مترادف انگریزی لفظ Prophet دونوں کے لغوی معنے آئندہ کی خبریں بتانیوالا ہے۔ اور عام لوگوں کے خیال میں بھی ایک نبوت کے دعویدار کیلئے اس قسم کا علم غیب رکھنا ضروری ہے۔ کسی دوسرے کی تحقیر کرنے کی نیت سے مقابلہ کرنا واقعی بہت بڑا اور قابل نفرین ہے۔ لیکن اگر تحقیق حق کو مدنظر رکھ کر واقعات پر نظر ڈالی جاوے تو ہم کو ماننا پڑتا ہے کہ آئندہ کا جسقدر بھی علم دیگر انبیاء کو دیا گیا وہ نبی کریم کی بین اور کھلی پیشگوئیوں کے سامنے ہیچ معلوم ہوتا ہے۔ مسیح کی طرح آپکے الفاظ کبھی مشکوک یا دو معنی نہ ہوتے تھے۔ اور ان کا مفہوم سمجھنے کے لئے بہت سوچ بچار کی ضرورت نہ ہوتی تھی جناب مسیح نے اپنی دوسری بعثت کے وقت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا "تم لڑائی اور جنگ کی خوفناک صدائیں سنو گے۔ ایک قوم دوسری قوم کے خون کی پیاسی ہوگی۔ ایک سلطنت دوسری کی جانی دشمن ہوجاویگی۔ وبا۔ قحط اور زلزلے دُنیا کے چاروں طرف پھیل جاوینگے"۔ اِس قسم کے واقعات جو دُنیا میں آئے دن پیش آتے ہیں ان کا کسی خاص وقت پر چسپاں کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ اور ایسے عام الفاظ کو ہم کس طرح ایک اعلٰے درجہ کی پیشگوئی کا درجہ دے سکتے ہیں حقیقی اور سچی پیشینگوئی ہم اسکو کہیں گے جس کے الفاظ بڑے صاف اور بین ہوں۔ اور جس کے پورے ہونے کا وقت بھی تقریبًا بتادیا گیا ہو۔ بدقسمتی سے انجیل میں جہاں کہیں بھی جناب مسیح کے مُنہ میں کوئی پیشینگوئی ڈالی گئی ہیں اس کے الفاظ اس قدر مشتبہ اور اس کے پورے ہونے کا وقت اس قدر مشکوک طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اسکو پیشینگوئی کہنا بھی جائز معلوم نہیں ہوتا۔ ایک جگہ فرمایا "تحقیق میں تم سے کہتا ہوں کہ اس نسل کے گذر جانے سے پیشتر یہ سب باتیں ظہور میں آجاوینگی"۔ لیکن ایک تو کیا پچاس کے قریب نسلیں پیدا ہوئیں اور مرگئیں لیکن وہ واقعات کبھی بھی ظہور میں نہ آئے ✦

علاوہ ازیں ایک پیشگوئی اور ایک معمولی اٹکل پچو قیافہ دانی میں تمیز کرنے کیلئے ضروری ہے کہ

وہ پیشگوئی کسی ایسی بات سے متعلق ہو جو واقعات کے رُو سے محال اور قریباً ناممکن ہو۔ اپنا مطلب زیادہ صاف کرنے کیلئے میں نبی کریمؐ کی زندگی سے ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ سلطنت روما اور فارس میں جو کشمکش عرصہ قدیم سے چلی آتی تھی نبی کریمؐ کے زمانے میں اس نے بہت زور پکڑا۔ اور ماریس جسکو فوکس نے قتل کر دیا تھا۔ اس کا بدلہ لینے کیلئے شاہ فارس کسریٰ خسرو ثانی نے ۶۰۳ء عیسوی میں رُوم پر چڑھائی کی۔ اس کے لشکر نے میسوپوٹامیا اور ایشیائے کوچک کے علاقوں کو خوب لوٹا اور ۶۰۸ء میں چالسڈن کا محاصرہ کر لیا۔ ۶۱۳ء و ۶۱۴ء عیسوی میں سپہ سالار شاہ برز نے دمشق اور یروشلم فتح کر لئے اور مقدس صلیب بھی بطور غنیمت انکے ہاتھ لگی۔ اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد مصر کا سارا علاقہ فتح ہو گیا۔ اس وقت اہل روما خانہ جنگی میں مشغول تھے۔ اور آورس و سلاوس نے ان کا ناک میں دم کر دیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ فارسیوں کے آگے ان کے قدم نہ جمتے تھے (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا مضمون کوس رو ثانی) جب ان فتوحات کی خبر مکہ میں پہنچی تو نبی کریمؐ کے دشمنوں یعنی کفار نے خوب خوشیاں منائیں۔ کیونکہ وہ آتش پرست فارسیوں کو بہ نسبت عیسائیوں کے جن کو وہ اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کے بھائی کہتے تھے بہت زیادہ چاہتے تھے۔ اور جب عیسائیوں کو شکست پر شکست ہوئی تو وہ یہ کہنے لگے کہ عنقریب مسلمانوں کا بھی یہی حال ہوگا۔ اہل یونان کی حالت ان دنوں اس قدر گری ہوئی تھی۔ کہ اس کھوئی ہوئی سلطنت کے واپس لے لینے کا خیال کسی کے وہم گمان میں بھی نہ گذر سکتا تھا۔ اسکے دوسرے ہی سال اہل فارس نے پھر چڑھائی کی۔ اور ان کے دار الخلافہ قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ انہی واقعات کے درمیان نبی کریمؐ نے اپنے علیم خبیر خدا سے الہام پا کر فرمایا۔ الٓمّٓ ۔ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون ۝ فی بضع سنین ۝ للہ الامر من قبل ومن بعد ۝ ویومئذ یفرح المومنون ۝ بنصر اللہ ۝ ینصر من یشاء ۝ وھو العزیز الرحیم۔ سورۂ روم۔ غلط بیانی کے الزام سے بچنے کیلئے ہم بجائے اسکے کہ کسی مسلمان مفسر کا ترجمہ لکھیں پامر صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن کا لفظی ترجمہ اُردو میں کر دیتے ہیں +

میں ہوں اللہ بہتر جاننے والا۔ اہل روما مغلوب ہو گئے ہیں قریب کی زمین میں۔ اور مغلوب ہونے کے بعد وہ غلبہ پائیں گے چند ہی سال کے اندر۔ آگے اور پیچھے اللہ ہی کا حکم ہے

اور اُس دن مومن خوش ہونگے اللہ کی مدد سے۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ وہ بڑا طاقت والا اور رحم والا ہے ؂

مندرجہ بالا آیات قرآنی میں دو مختلف پیشگوئیاں درج ہیں۔ ایک تو اہل روما کا فارسیوں کو ایسے وقت شکست دینا جب کہ ان کی طاقت اور حشمت کا شیرازہ بالکل بکھر چکا تھا۔ دوسری خبر اہل مکہ جو اس وقت بڑے طاقتور تھے۔ ان کا اُن گنتی کے مظلوم مسلمانوں کے ہاتھ سے تباہ ہونے کی ہے۔ وہ عربی الفاظ جن کا ترجمہ پامر صاحب نے چند ہی سال کئے ہیں۔ ان کے معنی میں زیادہ فصاحت ہے بضع کے معنے تین سے لیکر نو سال تک کا عرصہ ہے۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابو بکر جو بعد میں خلیفہ اول ہوئے انھوں نے ایک عام مجمع میں بڑے زور سے اعلان کیا۔ کہ تین سال کے اندر اندر اہل روما فارسیوں پر غلبہ پائیں گے۔ ابیہ بن کعب جو کفار مکہ کا ایک سردار تھا۔ اس نے اس کا رد کیا۔ اور دس دس اُونٹوں کی شرط لگ گئی۔ جب نبی کریم کو اس واقعہ کی خبر لگی تو آپ نے حضرت ابو بکر کو فرمایا کہ بضع کے معنی ضروری طور پر تین سال نہیں یہ لفظ نو سال تک کے عرصے پر بولا جاتا ہے۔ اس پر ابو بکر ابیہ کے پاس گئے۔ اور مدت شرط دس سال پیش کی۔ اور اس نے یہ تبدیلی اس شرط پر قبول کی شرط بجائے دس کے سو اُونٹ رکھی جائے۔ حضرت ابو بکر نے یہ بات مان لی۔ اس سے ہم کو خوب پتہ لگتا ہے۔ کہ خود نبی کریم اور ان کے صحابہ کو اس پیشنگوئی کے پورا ہونے کا کس قدر یقین تھا۔ یہ دونوں پیشگوئیاں ۶۱۵ء میں لکھی گئیں اور سنہ ۶۲۴ عیسوی میں ہراکلس شمالی میڈیا کی طرف چڑھ گیا اور گوڈ اذک کا مشہور و معروف آتشکدہ ویران کر دیا (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا) اسی سال مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد نے قریش کے ہزار سے زیادہ تیراندازوں کو مقام بدر پر شکست فاش دی۔ کفار کے سارے سردار اس لڑائی میں کام آئے۔ اور ان کی طاقت کو بڑا ضعف پہنچا۔ اور ان فتوحات کا سلسلہ اس وقت تک برابر جاری رہا۔ جب تک ایک طرف قریش مکہ کی طاقت بالکل خاک میں ملگئی اور دوسری طرف فارس کی سلطنت میں بالکل بے عملی اور بدامنی پھیل گئی ؂

یہ ہے پیشینگوئی جسمیں خدائی علم غیب کا رنگ نظر آتا ہے۔ اور جو سیاسی قیافہ دانی یا دُھندلی اندیشی سے بالکل علیحدہ اور ممتاز ہے بھلا کونسا قیافہ دان کہہ سکتا ہے کہ ایک غلام قوم جس نے

ایسی سلطنت کو بالکل تباہ کر دیا ہو اور ایک عرصہ دراز سے ملک پر ملک فتح کر رہی ہو کہ اس کے سپاہی مغلوب دشمن کے دار الخلافے کے دروازوں تک پہنچ چکے ہوں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ قوم ایسے قلیل عرصہ میں جس میں فاتح لشکر ہی اسقدر جلد تباہ ہو سکتے ہیں اور نہ ہی مغلوب قوم کے قبائل اسقدر قوت حاصل کر سکتے ہیں کہ وہ نہ صرف اپنا کھویا ہوا ملک ہی واپس لے لیں بلکہ اس فاتح قوم کے عین وسط میں جا کر ان کے بہترین مقام پر حملہ کر دیں۔ اسی طرح کونسا سیاسی قیافہ دان یہ رائے قائم کر سکتا ہے کہ چند گنتی کے غریب آدمی جن کی تعداد بچوں اور بڈھوں کو ملا کر سو بھی نہیں بنتی تھی۔ اور جن پر اس قدر جبر اور ظلم کیا جاتا تھا کہ ان میں سے اکثر کو غیر ملکوں میں جا کر پناہ لینی پڑی یہی معدودے لوگ نو برس کے قلیل عرصے میں جنگجو بہادروں کی ایک مضبوط قوم کو مغلوب اور ماتحت کر لینگے (ترجمۃ القرآن از مولوی محمد علی صاحب)

نبی کریم کی فتح اور کفار کی طاقت کے نیست و نابود ہونے اور تباہ ہونے کی بابت قرآن کریم میں بار بار پیشگوئیاں آئی ہیں۔ ایک جگہ فرمایا:-

ام یقولون نحن جمیع منتصر۔ سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر (سورۃ القمر آیت ۴۴ تا ۴۶)

ترجمہ - یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری بڑی جماعت ہے سو کوئی دن جاتا ہے کہ ان کا گروہ شکست کھا جائیگا۔ اور وہ پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگیں گے۔ وعدہ تو ان کے ساتھ قیامت کا ہے۔ اور قیامت بڑی آفت اور بڑی کڑوی کھیر ہے

اس پیشگوئی کے متعلق صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے لکھا ہے۔ جنگ بدر کے دن مسلمانوں کی طرف ۳۱۳ ناتجربہ کار اور قریباً غیر مسلح آدمی تھے۔ اور دشمن کی طرف قریش کے بہترین بہادر قریباً ایکہزار کی تعداد میں تھے۔ اس دن نبی کریمؐ اپنے خیمہ میں گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے یوں دعا مانگی "اے ہمارے رب اگر یہ چھوٹا سا گروہ اس وقت تباہ ہو گیا۔ تو آج سے بعد تیری پرستش کوئی نہ کریگا۔ ابوبکر نے آپؐ کا دست مبارک پکڑا اور کہا یا رسول اللہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے۔ پھر آپ باہر نکلے اور فرمایا" یہ گروہ عنقریب مغلوب ہو جاویگا۔ یہ اپنی پیٹھیں پھیریں گے۔ یہ گھڑی انکی موعود ساعت ہے۔ اور یہ گھڑی ان کے لئے بڑے حسرتناک اور تکلیف دہ ہوگی

اِن باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ نبی کریم اور ان کے اصحاب ان پیشینگوئیوں کا مفہوم کفار مکہ کا مغلوب ہونا ہی سمجھتے تھے۔ نبی کریم کی زندگی میں بدر کا دن ایک عظیم الشان انقلاب کا دن تھا چنانچہ تورات میں بھی یہی لکھا ہے۔ کہ "خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی۔ اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے (یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۶ و ۱۷) یہ واقعہ عرب کے ریگستانوں میں پیش آنیوالا تھا جیسا کہ یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۳ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور ہُوا بھی ایسا ہی کیونکہ نبی کریم کے مکہ سے ہجرت کرنے کے ٹھیک ایک سال بعد بدر کا واقعہ پیش آیا۔ یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۱۶ میں اسی کی طرف اشارہ ہے جہاں فرمایا "انہوں نے بھاگنے والے کو اپنی روٹی سے روکا" جنگ بدر میں قیدار کے تمام بڑے بڑے سردار شامل تھے۔ مثلاً ابوجہل معتصم بن عادیہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ عتبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ ابیمی بن لہف۔ نادر بن الحارث۔ عقبہ بن ابی معید۔ یہ سب جنگ بدر میں مقتول ہوئے اور ابولہب جو مکہ میں پیچھے رہگیا تھا۔ وہ بھی اس خبر کے سنتے ہی جہنم واصل ہوگیا۔ قیدار کی ساری طاقت جاتی رہی۔ اور قدیم پیشگوئیاں پوری ہوگئیں۔ قرآن میں جس قدر پیشگوئیاں مندرج ہیں ان کی قدرومنزلت کا صحیح اندازہ کرنے کیلئے ضروری ہے کہ نبی کریم کی اس کمزور اور ناگفتہ بہ حالت کو مدنظر رکھیں جسمیں آپ ان پیشگوئیوں کے سُناتے وقت تھے۔ آپ اِن تکالیف اور مصائب میں جو آپکے مستقبل کو بالکل تباہ کرنے کیلئے کافی تھیں۔ ان میں آپ ہمیشہ فتح و نصرت کی خوشخبری دیا کرتے تھے۔ جوں جوں آپکے دشمن مخالفت میں تیزی دکھاتے اور ظلم و تعدّی میں بڑھتے چلے جاتے توں توں آپ آگے سے زیادہ عظیم الشان پیشگوئیاں فتح و ظفر کی کرتے۔ جُوں جُوں آپکے پیرؤں کا مضحکہ زیادہ اُڑایا جاتا توں توں آپ کامیابی کے زیادہ وعید دیتے۔ ادھر آپکے دشمن آپ کو جلاوطن کرنے کے منصوبے کر رہے تھے۔ ادھر آپ انکو یہ سُنا رہے ہیں۔ کہ عنقریب آپ واپس آئینگے۔ اور اسی سرزمین میں جس میں آپ کو دھکے دیئے جارہے تھے حاکم اور فرمانروا ہونگے۔

جب کفار مکہ کے سرغنوں نے آپ کی جان لے لینے کا مُصمم منصوبہ باندھا تو لوگوں نے آکر آپ کو اطلاع دی۔ اور کہا کہ اب آپ کا کیا حال ہوگا۔ انہی استفسارات کے جواب میں سُورۂ یوسف نازل ہُوئی۔ فرمایا "لقد کان فی یوسف واخوتہ ایٰت للسائلین۔ اس

آیہ شریف میں ان سوال کرنے والوں کو بتایا گیا ہے کہ نبی کریم کو وہی واقعات پیش آئیں گے جو یوسفؑ کو اس کے بھائیوں کی وجہ سے آئے۔ اور نبی کریم بھی اُن سے وہی سلوک کرینگے جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا یعنی کہ آپ بھی حضرت یوسفؑ کی طرح اپنے وطن مولود سے نکالے جائیں گے۔ اور آخر کار آپ کے دشمن ذلیل اور مطیع ہو کر آپ کے سامنے پابہ زنجیر لائے جائیں گے۔ اور یوسفؑ کے بھائیوں کی طرح امن اور معافی کی التجا کرینگے۔ اور ہجرت سے آٹھ سال بعد بعینہ یہی واقعات پیش آئے۔ مکہ فتح ہو گیا اور قریش آپ کے سامنے اسیرانہ حالت میں معافی طلب کرتے ہوئے آئے۔ مندرجہ ذیل روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم بھی اس بات کو خوب جانتے تھے۔ کہ آپ کے وہی واقعات پیش آنے والے ہیں جو حضرت یوسفؑ کو آئے۔ لکھا ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے تھے۔ اور اسیران قریش کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا "تم کیا خیال کرتے ہو۔ میں تم سے کیا سلوک کروں گا"۔ انہوں نے کہا۔ ہم بھلائی کی اُمید کرتے ہیں۔ آپ ایک شریف بھائی اور ایک عالی قدر بھائی کی اولاد ہیں"۔ آپ نے فرمایا "میں تم سے وہی کہونگا جو میرے بھائی یوسفؑ نے کہا کہ لا تثریب علیکم الیوم۔ آج تم کو کوئی سرزنش نہیں ہوگی۔ اور جب حضرت یوسفؑ کے بھائی معافی مانگنے کیلئے آئے۔ تو بعینہ یہی الفاظ قرآن کریم حضرت یوسفؑ کے مُنہ میں ڈالے گئے ہیں نبی کریمؐ کے مکہ میں کامیابی کے ساتھ واپس آنے کی بابت جو پیشگوئیاں مختلف مقامات پر قرآن شریف میں ہیں۔ انہیں سے ایک جو آپ پر مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے راستہ میں نازل ہوئی یہ ہے۔ فرمایا۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد (سورۃ القصص آیت ۸۵) جس (ذات پاک) نے تم پر قرآن فرض کیا وہی تجھ کو (مکہ میں واپس لائیگا" +

(باقی آیندہ)

ست سلاجیت (مومیائی)

یہ نئے سرے زود اثر مفرد دوائی صدرجہ کی مقوی اعصاب معدہ ہے جگر گردہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے۔ زکام۔ رعشہ۔ درد کمر یا دیگر دردوں کو بھی جو ریح یا چوٹ کے باعث ہوں دُور کرتی ہے۔ تمام دن محنت کے بعد تھکاوٹ اس کے استعمال سے دور ہوتی ہے۔ مرد و زن۔ بچّہ و بوڑھا۔ ہر موسم میں بلا تمیز استعمال کر سکتے ہیں۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ) خوراک ایک رتی سے دو رتی حسب مزاج ہمراہ دودھ استعمال کریں۔

المشتہر۔ مینجر کارخانہ ست سلاجیت۔ عزیز منزل نولکھا لاہور

روح کا اثر جسم پر

ہر ایک زمانے کے عقلمند لوگ یہی کہتے گئے ہیں کہ حضرت انسان جدید اور نئی چیز کی بابت
علم حاصل کرنے کیلئے بہت شوق رکھتے ہیں خواہ وہ نئی چیز کیسی ہی معمولی اور بیفائدہ کیوں نہ ہو
اور ایک عام چیز خواہ وہ کتنی ہی اعلیٰ اور کارآمد ہو اسکی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ تمام
اعلیٰ اور مفید اشیاء انسانی زندگی سے بہت بادہ ملحق ہیں۔ اور یہی روزمرہ کا تعلق اور قرب
ان کی وقعت کو گرا دیتا ہے اور کوئی ان کو خیال میں نہیں لاتا۔ ہم ایک عجیب استغنا اور لاپرواہی کے ساتھ
سے صحیفۂ قدرت کے صفحے یکے بعد دیگرے الٹ دیتے ہیں۔ اور باوجودیکہ خالق روزگار کی صنعت
اور قدرت کے نشان قدرت کے ہر حصے پر بڑے روشن حروف میں ہیں لیکن ہم ان پر ذرا بھی غور نہیں کرتے
اِس بے ثبات دنیا میں بڑے بڑے خوش رنگ منظر اور دلفریب عجائبات موجود ہیں اور بوجہ کمیاب
ہونے کے ہم کو عجیب اور بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اور باوجودیکہ ان میں کوئی خوبی و قیمت کی بات نہیں
ہوتی۔ لیکن ہم ان کی طلب میں پاگل ہو جاتے ہیں۔ ایک شہاب یعنی ٹوٹنے والے ستارہ تو لوگوں
کو بہت عجیب معلوم ہوتا ہے لیکن فلک کے یہ عظیم الشان لیمپ جن کی روشنی مستقل اور ابدی ہے
اور جن کی عظمت کا اثر وحشیوں کے دلوں پر بھی اسقدر ہوتا ہے کہ وہ ان کو اپنا معبود خیال
کرنے لگتے ہیں۔ یہ عوام کے دلوں پر کچھ بھی اثر نہیں کرتے۔ اور ہم لوگ ان کو کبھی غور سے دیکھتے بھی
نہیں۔ اور اگر بفرض محال کوئی بچہ کوئی خصوصیت لیکر پیدا ہو۔ اور شکل و شباہت میں عام
بچوں سے ذرا مختلف ہو تو چاروں طرف ایک شور سا مچ جاتا ہے۔ سائنسدان اِس عجوبہ کا حل
پیش کرنے کیلئے ہر طرح سر مارتے ہیں لیکن ایک تندرست اور کامل بچہ اگر وہ حسب معمول معمولی
شکل و شباہت والا پیدا ہو تو کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی۔ الغرض ہم کسی ایک غیر معمولی بات پر
تو بہت تعجب کا اظہار کرتے ہیں لیکن روزمرہ کے عام واقعات ہماری نظروں میں چنداں قابل غور نہیں
بہت کم لوگ ہیں جو اس فلک ارزق خام پر اسکی تاروں بھری رات کی بہار یا چودھویں رات
کے چاند کی شان و شوکت کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور وجد میں آتے ہیں۔ ان کو معمولی چیزیں سمجھ کر
نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ یہ بات ہماری فطرت کا ایک حصہ ہو گئی ہے جب ہی للذا

یعنی روزمرہ کی معمولی چیزوں کو نظر انداز کر کے نئی اور جدید چیزوں کی طرف مائل ہوں یقین ایک چیز اگر وہ ہمارے لئے مفید اور کارآمد ہے تو ہمارا فرض ہے لیکن کتنا افسوس ہے کہ اکثر اوقات ہماری نظر بڑی بڑی مفید چیزوں پر پڑتی ہے لیکن چونکہ ہماری آنکھیں ان سے مانوس ہیں ہم ان کو معمولی سمجھ کر ان سے لاپرواہی سے گذر جاتے ہیں پس معلوم ہوا کہ ان چیزوں میں اگر کوئی نقص اور قابل اصلاح بات ہے تو وہ ان کا قرب اور آشنائی ہے۔ لیکن یہ نقص تو ہماری وجہ سے ان میں پیدا ہوجاتا ہے انکی ذات کا اس میں کوئی قصور نہیں +

یہ مشاہدہ ہم پر ایک بڑی حقیقت کھول دیتا ہے۔ اور اس مسئلہ پر ذرا زیادہ غور کرنے سے زندگی کی حقیقت اور اصلیت کا راز ہم پر کھل جائیگا۔ کیونکہ انسانی ہستی میں جو کمزوریاں اور برائیں پائی جاتی ہیں۔ ان کے لئے ایک عذر یہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔ کہ عام اور روزمرہ کی آشنا چیزوں سے قطع نظر سہواً کرتا ہے۔ اور اس اصول سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے۔ کہ انسان اپنی ہستی سے بالکل بیخبر ہے۔ کیونکہ ایک انسان کیلئے سب سے زیادہ قریب چیز خود اسکی اپنی ہستی اور نفس ہے اسی واسطے وہ ہمیشہ اپنے آپ کو بھولکر اپنی ہستی پر غور نہیں کرتا۔ خدائے خالق نے انسان کو بڑے اعلے اخلاق کا مجموعہ بنایا ہے۔ اور تمام مخلوق سے بہترین شکل و شباہت اسکو عطا کی ہے۔ اس واسطے ہم کو ماننا پڑیگا۔ کہ صحیفۂ قدرت کے مطالعہ کرتے وقت سب سے بہترین اور قابل مطالعہ باب انسان ہے چونکہ ہمارا مقصد اسی کتاب کے روحانی پہلو کو مطالعہ کرنا چاہئے اس واسطے مناسب ہے کہ ہم باہر کی جلد سے قطع نظر کر کے یعنی فطرت انسانی کی جسمانی اور مادی حالت پر اصرار نہ کر کے اس عجیب و غریب صفحہ کے دقیق اور رموز آمیز معانی کے سمجھنے کی کوشش کریں +

روح انسانی دو طریقوں سے اپنا ظہور کرتی ہے۔ ایک تخیلات سے اور دوسرے اعمال سے۔ پہلا طریقہ تو عقل و فہم کے ماتحت کام کرتا ہے۔ اور دوسرا مرضی اور مشیت کے ماتحت لیکن بحالت صحت جسمانی دونوں کے ظہور کا دارومدار اعضائے جسمانی اور قوائے انسانی پر ہے۔ ایک حالت میں وہ قویٰ سے پہلے اور دوسری میں ان کے بعد کام کرتے ہیں۔ ایک کے لئے تو وہ ایلچی خبریں پہنچانیوالوں کا کام دیتے ہیں۔ اور دوسرے کیلئے خدام یعنے کام کرنیوالے بنتے ہیں +

اس واسطے ہم کو جو طاقت روح پر حاصل ہے۔ اس پر بحث کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خیالات انسانی اپنے معمولی اور تصرفی کام میں ان اعضا اور قوے پر منحصر ہے جن کے مجموعہ کو جسم انسانی سے نامزد کیا جاتا ہے۔ کارندے روح پر حکمران تو نہیں لیکن اس کے کاموں میں التوا اور خرابی ضرور ڈال سکتے ہیں ہم کو ایسی بہت سی مثالیں یاد ہیں جن میں کسی جسمانی عارضہ نے بڑے گہرے دماغی اثروں کو اور بڑی مضبوط قلبی عادات کو اگر بالکل محو نہیں کر دیا تو کم از کم ان کو کمزور بہت کر دیا ہے بطور مثال ہم انسان کی جسمانی حرکت کو لیتے ہیں ایک آدمی چلنے یا حرکت کرنے کی خواہش تو کرتا ہے اب اگر اس کے ماتحت اعضا بیمار ہوں یا تکان کی وجہ سے اطاعت سے منہ موڑ لیں تو خواہ انسان کی کی خواہش کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو جسم ہرگز حرکت نہیں کر سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ روح اور جسم پہلو بہ پہلو کام کرتے ہیں۔ اور روح کے لئے جسم کی امداد ضروری اور لابد ہے۔ یہ کمزوریاں اور بیماریاں جو جسم میں سے اکثر کی روحوں کو ملحق ہو جاتی ہیں یہ کوئی اندرونی چیز نہیں۔ یہ بیرونی وجوہ کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اور دنیوی ملاوٹ ہی روح کو اس قدر کمزور اور دوسروں کی دست نگر بنا دیتی ہے اسکی وجہ یہی خراب اعضا ہیں جو خود بیمفائدہ ہونے کی وجہ سے روح کے افعال میں حارج ہوتے ہیں۔ اور اپنا بارِ بوجھ اس پر ڈال کر اسکو سر تک نہیں اٹھانے دیتے +

روح انسانی میں دو بڑے نقص نظر آتے ہیں یا تو کام کرنے کی ناقابلیت اور یا نقص عمل کی وجہ ہم وہ جسمانی کمزوری نہیں بتا سکتے جو ہر آن روح کو دبا سکتی ہے۔ لیکن مختلف انسانوں میں اختلاف قابلیت ہوتا ہے اسواسطے ہم مختلف حالات کیلئے ایک ہی قانون نہیں بتا سکتے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ مختلف روحوں میں مختلف درجے کی قابلیت اور استعداد ہوں لیکن ساتھ ہی اسباب سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ اختلاف مزاج اور عادات کے تفاوت کی وجہ سے بھی ہوتا ہے اسواسطے ہم کو ماننا پڑیگا کہ یہی ایک بات روح کے افعال کا باعث ہوتی ہے۔ اور اگر اس کے اثر سے بھی انکار کیا جائے۔ تو پھر کونسی وجہ آپ پیش کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اور کوئی وجہ ان ذاتی اختلافات کو حل کرنے کیلئے ہم کو نہیں ملتی۔ ورنہ چاہئے تو یہ تھا کہ تمام انسانوں کے اعمال ملتے جلتے ہوں اور ہستی کے رازوں کو سمجھنے اور علم حاصل کرنے کیلئے ہر ایک کو کامل آسانی ہو۔ اور دیکھا یہ جاتا ہے کہ یہ علم بعض کو تو جھولیوں بھر بھر کر دیا گیا ہے اور بعض کو اس کا دانہ تک نصیب نہیں +

(اقبال علی شاہ - یونیورسٹی یونین - اڈنبرگ ایل ایل)

عیسائی عقائد کی نئی شکل

موجودہ حالات زمانہ اور خصوصاً کلیسائی معاملات اس امر کی بخوبی شاہد ہیں کہ عیسائی عقائد کو ایک نیا لباس پہنانے اور ایک جدید رنگ میں پیش کرنے کی سر توڑ کوششیں کی جا رہی ہیں گذشتہ موقعوں کی طرح ایک یا دو عقائد نہیں بلکہ تمام کا تمام مذہب اس دفعہ تجدید کی بھٹی میں ڈھالکر موجودہ تہذیب اور ترقی یافتہ زمانے کی ضروریات کی مطابقت کے سانچہ میں ڈالا گیا ہے۔ اور حسب عادت عیسائیت کو قابل فہم اصولوں میں لانے کی یہ کوشش بھی خود کلیسا کے اندر سے پیدا ہوئی ہے۔ اور یہ موجودہ کوشش گذشتہ دو ہزار سال کی مختلف کوششوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ کیونکہ آج کل کے پادری صاحبان سینٹ آف نیسا اور ٹمنین کے مذہبی پیشواؤں سے بہت زیادہ چالاک اور دور اندیش ہیں +

موجودہ انجیل کا اپنی اصلی حالت پر نہ ہونا ایک مسلم امر ہو گیا ہے۔ گذشتہ صدیوں کے مباحث میں آج کل جو بات زیر بحث اور قابل غور ہے۔ وہ مسترد یا معتبر اور مروج اناجیل کا جھگڑا نہیں۔ بلکہ اب تو اس بات میں بھی شک ہو گیا ہے۔ کہ مجموعہ انجیل کو خدا کے الہامی الفاظ مانیں یا انسانی نظم اور تصنیف گردانیں۔ آجکل ہر ایک علمی یا روحانی بات کی کھال تک اُتاری جاتی ہے۔ اور اسی غور و جستجو کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ اہل علم نے خدا کی کتاب (انجیل شریف) میں بعض ایسے حصے پائے جاتے ہیں جو ہر ایک ذی فہم انسان کی عقل کے خلاف ہونے کے علاوہ پیروؤں کو روحانی ترقی دینے کا کوئی ذریعہ نہیں بناتے۔ اس قسم کے حصوں میں سے ایک گیت کا کلیسا نے جو جو فیصلے اور رائے زنیاں اس گیت پر کی ہیں وہ بھی بڑی قابل غور ہیں۔ ... نماز کی کتاب (Prayer book) سے نکال دیا گیا ہے۔ ... کہ اس قسم کا فعل اس خاص گیت کے علاوہ باقی مجموعہ کی اہلیت کو کس قدر مشکوک اور مشتبہ کر دیگا۔ ممکن ہے کہ پہلے بھی کئی حصے ضرورت زمانہ کے مطابق کاٹ دیئے گئے ہوں یا حسب ضرورت تبدیل کر دئے گئے ہوں۔ جلد باز پادریوں نے اس قدر بھی نہ سوچا۔ کہ اس سے تو تمام

بائبل اور نتیجتاً عیسائیت کی بالکل بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

آج کل جو تکلیف نہ صرف عوام الناس کو بلکہ عمائدین کلیسیا کو پیش آ رہی ہے اُسکو دو اہم سوالوں کے رنگ میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے ان کلیسیا کے گڈریوں میں سے بہتیروں کے دلوں میں یہ شک جاگزین ہو گیا ہے کہ یہ عقائد جو کلیسیا ان کو منواتا ہے وہ جناب مسیح کے سکھائے ہوئے بھی ہیں یا نہیں۔ اور ان کا تو کیا ذکر ہر ایک صحیح باطن اور حق کا طالب اگر وہ چاروں انجیلوں کو بنظر غور مطالعہ کرے تو وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچیگا لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ باوجود اسقدر ترقی اور علمیت کے یہ سیدھی سادھی بات سمجھنے میں اہل مغرب نے پوری پانچ صدیاں گذار دیں۔ یہ شک ان کے دل میں ایک اور تشویش پیدا کر دیتا ہے۔ یعنی اگر جناب مسیح ان عقاید کے بانی نہیں جو انکی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اور انہوں نے بذات خود ایک نیا مذہب قائم کرنیکی بھی کوشش نہیں کی تو پھر کون یہ حضرت تھے جنہوں نے بغیر اللہ تعالیٰ سے وحی یا الہام پانے کے آئندہ نسلوں کیلئے ایک مذہب بنا کر ایک معصوم نبی کے نام پر منسوب کر دیا۔

جناب مسیح کی تعلیم کی بابت جو اعتقاد عام لوگوں کا تھا وہ یہی تھا۔ کہ ان کی تعلیم ایک اعلیٰ ترین اسوۂ حسنہ ہے اور روزمرہ کی زندگی اسی کی پیروی سے نجات ابدی حاصل ہو سکتی ہے۔ اگرچہ بدقسمتی سے عیسائی ممالک نے اس تعلیم کی عملی عزت اسیقدر کی ہے۔ کہ ہمیشہ اس کے خلاف عمل کرتے رہے ہیں ہاں زبانی لفاظی اندھے مقلدوں کیلئے اب بھی اس کے پیرو اسکو لاثانی مانتے ہیں لیکن آج کل کے حالات کچھ اس قسم کے ہو گئے ہیں۔ کہ گرجا کے لیڈروں نے اگرچہ اسکو بالکل ناقص اور ردی کہکر قابل رد تو قرار نہیں دیا لیکن اسمیں شک نہیں کہ جان بوجھ کر کھلم کھلا اسکے خلاف عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو ایسا کرنیکی تحریص دیتے ہیں کلیسیا کے بعض اکابر نے بہت دفعہ بڑی بڑی سخت کوششیں کیں کہ کسی طرح ناواجب بردباری اور انکساری کے اور معنی پیش کئے جاویں لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس قسم کی تمام کوشش بے سود اور رائیگاں ثابت ہوئی ہیں۔ اگر تو اس کو ہر جگہ مار کھانے اور بدی کے آگے سر جھکانے کے مخالف صرف عام لوگ ہوتے تو کوئی بڑی بات نہ تھی کیونکہ یہ حصہ حصہ مذہبی معاملات میں بہت ہی کم بلکہ بالکل دخل نہیں دیتا لیکن طرفہ بات تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے کلیسیا کے نمایندوں اور مبلغوں نے اکثر دفعہ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے ایسے الفاظ اور خیالات کا اظہار کیا ہے کہ گویا پہاڑی والے وعظ کی کوئی وقعت ہی نہیں سمجھتے۔ اور امین

اور صلح کا شہزادہ جس کو چند سال پہلے وہ بڑے فخر سے بطور نمونہ پیش کیا کرتے تھے۔ آج اسی کو وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر اور قابل ترک بنانے کیلئے کوشاں ہیں جس قدر مرضی ہے پیچیدہ منطق وہ پیش کریں اور جسقدر چاہیں غلط بیانی سے کام لیں لیکن مسیح کی تعلیم کو وہ اپنے موجودہ طرز عمل سے کبھی بھی مطابقت نہیں دے سکتے۔ اور یہ تبدیلی اس قدر کامل طور پر واقع ہوئی ہے۔ کہ عیسائی عقائد کے مادی جُز (یعنی معجزہائے مسیح کو بھی اب مثیلوں کے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے +

کلیسائی مرکزوں میں جو سوالات زیر بحث ہیں وہ چار ہیں (۱) کیا موجودہ عیسائیت جس کو جناب مسیح کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے۔ جناب مسیح ہی کی تعلیم کے مجموعہ کا نام ہے (۲) کیا انجیل شریف جس کو آسمانی اور الہام ہی مانا جاتا ہے۔ اس رتبہ کے قابل اور حقدار بھی ہے (۳) کیا جناب مسیح کی یہ تعلیم کہ ہمیشہ معافی اور نرمی سے کام لو۔ اور جو بظاہر بڑی قابل تعریف معلوم ہوتی ہے قابل عمل بھی ہے (۴) اور سب سے آخر یہ کہ جو معجزات جناب مسیح کے انجیلوں میں درج ہیں۔ کیا اُن کو اصلی مانا جائے یا آپ کی خداداد غیر معمولی طاقتوں کی مثال مانا جائے۔ اور وہ گنتی کے اصحاب جو اپنے آپ کو مسیح کی تعلیم کے خزانوں کے محافظ مانتے ہیں ان کے دل بھی ان چار سوالوں کے جوابات ڈھونڈنے کیلئے سخت بے تاب ہو رہے ہیں۔ اور اس شک کی حالت میں وہ عیسائیت سے سخت بیزاری ظاہر کر رہے ہیں۔ جس قدر ہو سکے اپنے الفاظ کو محتاط اور اپنے طرز بیان کو محفوظ وہ کریں لیکن واقعات کبھی چھپے نہیں رہ سکتے۔ اور سادہ سے سادہ انسان بھی ان کے مقصد کو بخوبی بھانپ سکتا ہے۔ یہ سوالات جو اکابر دین مسیحا اپنے دلوں سے پوچھ رہے ہیں۔ اور کوئی تسلی بخش جواب نہیں پاتے اس کا اثر ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اور آہستہ آہستہ کلیسیا کے سوچنے والے اہل دانش اور علماء اس نتیجہ پر آ رہے ہیں۔ کہ جناب مسیح کی خدائی کا زمانہ اب ختم ہوتا نظر آتا ہے۔ اور سب لوگوں کو ماننا پڑیگا۔ کہ وہ ایک انسان تھے اور ان کے مصلوب ہونے یا زندہ رہنے پر ایمان لانے سے نسل انسانی نجات نہیں پا سکتی +

اور جو تکالیف جناب مسیح کو دی گئیں وہ اس قسم کی تھیں جس طرح دیگر فدایانِ حق و مصلحانِ خلق کو دیجاتی ہیں۔ اور اس قسم کی شہادت واقعی ایک قابل عزت رشک بات ہے۔ اب جناب مسیح کے الفاظ کو کورانہ تقلید اور بلا تحقیق نہیں مانا جاتا جس طرح پہلے مانا جاتا تھا

اور بعض تو یہاں تک پہنچے ہیں۔ کہ مہاتمابدھ کی تعلیم میں بھی جو اعلیٰ اور ارفع اور قوانین اور احکام مندرج ہیں وہ جناب مسیح کے الفاظ سے کچھ کم نہیں +

الغرض باوجود بار بار ایک نئی شکل اختیار کرنے کے موجودہ عیسائیت کو گھلانیوالی بھی ہیں جیسے کہ دیا گیا ہے اور اس میں کیا جو نتیجہ نکلا ہے آج کبھی بڑھ رہا ہے اور معاملہ کے پیش رو معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ تبدیلی بڑی تجربہ کار اور مستند ہاتھوں کے ماتحت ہوئی ہے آجکل تو ایک ایسے مذہب کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے جسمیں عام فہم اصول ہوں اور قابل عمل احکام ہوں اور جو ہر بات میں عقل کو اپیل کرے +

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو عوام الناس کے ضمیروں کے حاکم مانے جاتے ہیں مع دیگر عیسائی دنیا کے سب ایک ایسے نمونہ کی تلاش کر رہے ہیں جو اپنے مذہب کے اصولوں پر خود چل کر معراج ترقی حاصل کر کے دکھلائے۔ اور ثابت کرے۔ کہ جو کوئی اس کی پیروی کریگا وہ بھی معراج ترقی پر پہنچ جاویگا۔ جناب مسیح کی زندگی کے جو حالات ہمارے سامنے ہیں اُن کو جس طرح کوئی چاہے مطالعہ کرے وہ اسی نتیجہ پر پہنچیگا۔ کہ وہ خاص حالات کے ماتحت ایک خاص قوم و زمانے کیلئے رہبری خلق کرنے آئے تھے۔ اور ان کی تعلیم سے صرف ان کے ہمعصر لوگ فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ خود ان کے الفاظ اور افعال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انکی رسالت اور پیغامبری صرف ایک محدود قوم کی طرف تھی۔ خود انجیل میں سوائے چند لفظی وقتی اصولوں کے ایسے کوئی احکام نہیں جو انسانی زندگی کے مختلف حالات میں قابل پیروی ہوں۔ ایک الہٰی کتاب کا یہ فرض نہیں کہ وہ نرمی اور مار کھانے کے چند اصول بتائے۔ اور بس بر خلاف اسکے حقیقی پیغام خدا وہ ہے جو اپنے ماننے والوں کو اعمال صالحہ کی ترغیب دے اور انسانی قواے کو ترقی دے کر اعلیٰ کاموں میں ان کو لگادے۔ اور رہبر کا یہ کام ہے۔ کہ انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں سے گذر کر بذات خود ایک کامل نمونہ بنے اور بادشاہ ملک کے اعلیٰ مرتبہ سے لیکر ایک معمولی آدمی کے رُتبہ میں سے گذر کر ہر حالت میں ان احکام کی کامل پیروی کر کے دکھلاوے +

یہ بات تو ایک مسلم امر ہے۔ کہ قلب انسانی اگر ایک دفعہ اسکو اندھی تقلید کی بیڑیوں سے آزاد کر دیا جائے تو جب تک وہ اپنی جستجو کے مقصد کو نہ پالے اُسے کسی پہلو آرام نہیں آتا ہم ایک ایسے

زمانے میں زندگی بسر کر رہے ہیں جب کہ یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے - اور ہمیں یہ بھی امید ہے کہ دامن مراد بھی گوہر مقصود سے پُر ہو جاویگی - اگر معا فطرت اور قوانین زندگی یعنی اسلام کے مذہبی اصول کی اطاعت شروع ہو جائے اور نبی کریم کے اُسوہ حسنہ کی پیروی کی کوشش کی جاوے +

(عبد القیوم مُلک)

ذرّاتِ عالم کا مذہب

(تسلسل صفحہ ۳۰۸ جلد ۴ نمبر ۶)

سب سے طاقتور ذرّہ کا مذہب

ایک علم سے بُعُد والی بے بہرہ دل اس صداقت سے انکار کرے تو کرے . مذہب کو پس پشت ڈال دے لیکن ذرا دماغ کو تعصب اور بغض سے پاک کر کے غور کرو - کہ اگر آج قوانین قدرت کی اطاعت مفقود ہو جاوے تو دُنیا کا نظم کس کس طرح قائم رہ سکتا ہے یہ سائنس کے اِن مادی قوانین کو معلوم کرنے سے ہم کو بیجد جسمانی ترقی اور آرام ملے ہیں تو کیا وہ قوانین جو ہم کو رُوحانی اور اخلاقی ترقی دلائیں اُن کا پتہ لگانا ہمارا فرض اور خواہش نہیں ہونا چاہئے +

اگر ہم جسمانی ترقی تو کرتے گئے اور رُوحانی یا اخلاقی پہلو کی طرف توجہ نہ کی - تو نتیجہ یہی ہوگا کہ ہمارا نفس امارہ ہم پر غالب آکر ہمارے حیوانی قوے کا ظہور کرائیگا - اور نسل انسانی کی تباہی کا موجب ہوگا - موجودہ جنگ یورپ اس بات کی صداقت کو ایسے جامع طور پر واضح کرتا ہے کہ کسی دیگر ثبوت کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی - مذہب کو اس نظر سے دیکھنا جذبات کو شاید اپیل نہ کرے - بلکہ بعض تو یہ کہینگے کہ اس شیبہ کو رنگ میں پیش کرنا مذہب کی ہتک کرنا ہے - کیونکہ اسمیں تو متبرک الہامی حقیقت کو معمولی انسانی سائنس کے برابر کر دیا گیا ہے - اور مذہب تو ان خاکی اشیا سے بہت بالا اور برتر ہے - مذہب میں تو عرفان الٰہی صفات خدا اور انسان کے رُوحانی قوے وغیرہ کا ذکر ہونا چاہئے - جس سے ہم رُوحانی منازل یکے بعد دیگرے طے کرتے چلے جائیں - یہ سب سچ ہے چشم ما روشن دل ما شاد لیکن الہام کی اس تعریف میں الہام کا رُتبہ کچھ زیادہ بلند کر کے تو

پیش نہیں کیا گیا۔ جو کچھ اعتراض کئے گئے ہیں۔ وہ دور سے تو بڑے بھلے معلوم ہوتے ہیں لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ انہیں دور اندیشی اور حقیقت اشیاء پر غور کرنے سے کام نہیں لیا گیا۔ ہم کسی چیز کے وجود کو اس وقت تک تسلیم نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ اس کا اثر دوسروں پر نہ دیکھ لیں نیت کا قانون ایک ایسا قانون ہے جو ہر جگہ جلوہ گر ہے۔ اس سے ہم کو دیگر اشیاء کا بہت سا علم حاصل ہوتا ہے ہمارا علم ہرگز کامل نہیں۔ ہم کسی چیز کو صرف اس حد تک جانتے ہیں جس حد تک اس کا تعلق کسی دوسری چیزوں سے ہے۔ اور عرفان الٰہی بھی اسی قانون کے ماتحت آجاتا ہے۔ اول تو ہمارا علم ذات باریتعالے کے متعلق بہت ہی قلیل اور ناقص ہے۔ اور صرف اسکی بعض ان صفات کا ایک محدود علم ہم کو ملا ہے۔ جن کا تعلق ہماری ذات یا ہماری دنیا سے ہے۔ اس بات میں بھی ہمارا علم مقابلہ ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا۔ لیس کمثلہٖ شیئاً (سورۃ الشورے اور آیت ۱۲) ترجمہ "کوئی چیز اسکی مثال کی مانند بھی نہیں" ۔ خدائے قدوس کی ذات اسقدر ارفع اور تمام مادی خیالات سے بالا ہے کہ استعارے کے طور پر بھی اسکی مثل معلوم کرنا محال اور ناممکن ہے۔ اسکی ذات نہ صرف تمام مادی حدود اور قیود سے بالا ہے۔ بلکہ استعارہ اور مثل سے بھی کہیں بلند ہے۔ ✗ ہم اپنے خیال میں اپنے علم کے موافق ہر ایک چیز کا تصور باندھتے ہیں۔ اور جو چیزیں ہمارے احاطۂ علم سے باہر ہیں۔ ان کا بیان کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ بہر حال ہم چیزوں کی ہستی اور انکے اثر سے اور ان کے صفات کو ملاحظہ کرنے کے بعد ان کی بابت کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ مذہب کے معاملہ میں بعینہٖ یہی حالت ہے۔ جو کچھ بھی ہم کو خدا کی بابت سکھایا گیا ہے۔ اس کا تعلق ہماری ہی ذات سے ہے۔ اور ہماری تربیت اور قویٰ کا نشوونما اسی علم پر منحصر ہے۔ خدا کی صفات کا علم کو ہماری ضروریات زندگی میں بہت مدد دیتا ہے۔ اس سے وہ قوانین پیدا ہوتے ہیں جو نسل انسانی کی ترقی کیلئے

✗ اسلام نے جو اعلےٰ اور ارفع صفات خدا کی ذات سے منسوب کی ہیں۔ اگر ان پر غور کیا جائے تو فوراً سمجھ آجاتا ہے۔ کہ کیوں عیسائی مبلغ مسلم ممالک میں اس قدر ناکام اور نامراد رہتے ہیں بھلا ایک انسان یا قوم جس کے خیال میں خدا کی ذات اور صفات کا اسقدر بلند نقشہ سمایا ہو۔ وہ ایک گھٹیا اور معمولی خدا کے آگے کس طرح جھک سکتی ہے؂

بھلا چھوڑ کے مصری کی ڈلی سے بھلی   کھاہے کھائے گا گڑ کی ڈلی

لابد ہیں۔ اور وہ مذہب جو اس مقصد کے حصول سے ناکام ہے۔ وہ تو ایک خیالی چیز ہے جس میں حقیقت کا نام بھی نہیں۔ اور وہ الہام جو اخلاق انسانی کو مضبوط کرنے کیلئے کوئی طریقہ نہیں بتائے اسکی حیثیت ایک قصہ یا ناول سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی ۔

اخلاق اور روحانیت کوئی خیالی اختراع یا زبانی فسانہ نہیں۔ خود انسان کی جسمانی حالتیں جب ایک قاعدے کے ماتحت اور موازنہ کی حالت میں ہوں تو اخلاق بن جاتے ہیں۔ اور یہی اخلاق جب خاص قوانین کے ماتحت اور بھی اعلیٰ ہو جاتے ہیں تو ان کو روحانیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ الغرض یہی ایتھر کے ذرات جو کائنات کو گھیرے ہوئے ہیں یہی مختلف شکلوں میں اپنے مقصد اعلیٰ کیطرف سفر کر رہے ہیں۔ اور ترقی کے مختلف مراحل طے کرنیکے بعد زندگی کی شکل اختیار کرتے ہیں حیوانات میں وہ ترقی پاکر احساس کی صورت اختیار کرتے ہیں احساس انسان میں آکر نور قلب کی صورت اختیار کرتا ہے پھر نور قلب مناسب ہدایات کے ماتحت روحانیت کو پیدا کرتا ہے۔ جو زندگی بعد الموت کیلئے بطور عمارت کے بن جاتی ہے۔ ترقی کے یہ مختلف منازل جو ایک ذرہ کا چیز کو روحانیت کے مرتبہ عظیم تک پہنچا دیتے ہیں یہی یا بالفاظ دیگر ذرات عالم کی حیات اور ممات کا باعث ہیں۔ یہ نہ فنا ہوتا ہے۔ اور نہ اپنے مقصد کو نظروں سے نہاں ہونے دیتا ہے۔ ہر ایک درجہ ایک اخلاقی امتحان ہے۔ اور اپنے سے بعد کے درجے کی پیدائش کا باعث بنتا ہے۔ یہ مطلوبہ ترقی حاصل کرنے کیلئے موت کی گھاٹ اُترنا تو ضرور پڑتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ایک نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ نیز یہ بات بھی دھیان رکھنے کے قابل ہے کہ اس تمام سفر ترقی میں ایک یگانگت اور وحدت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ ہر ایک جگہ کوئی نہ کوئی قانون جلوہ گر نظر آتا ہے۔ الغرض مادے کی تمام حالتوں میں اطاعت قوانین اور یگانگت نمایاں طور پر نظر آرہے ہیں۔ تمام مادہ کسی نہ کسی مقرر طریق کے ماتحت کام کرتا ہے۔ اور اپنا مقصد حاصل کرنے کیلئے معین رستوں پر چل رہا ہے۔ تو کس طرح ممکن ہے کہ انسانیت کے درجہ اعلیٰ پر پہنچ کر ان راہوں پر قدم مارنا چھوڑ دے۔ اس قسم کا اعتقاد رکھنا عین حماقت ہے اور اپنی فطرت کو جھٹلانا ہے۔ اس بات سے انکار کرنا سراسر ہٹ دھرمی ہے۔ قوانین کی ضرورت ہمارے لئے لابد ہے۔ اور مذہب کی غرض و غایت انہی مفید قوانین کو منوانا اور ان پر عمل کرانا ہے ۔

الہام ایک لابد اور ضروری چیز ہے

الغرض مذہب و سائنس میں کوئی اضداد یا مخالفت نہیں۔ وہ حقائق اور معلومات جو انسانی محدود ذرائع سے حاصل ہوتے ہیں ان کو علوم سے نامزد کیا گیا ہے۔ اور اسی قسم کے حقائق جب ایک علیم خبیر ہستی کی طرف سے خارق عادت طور پر نازل ہوتے ہیں۔ تو اُن کو مذہب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ انسان اسی حالت میں اشرف المخلوقات ہونے کے دعوے کو نباہ سکتا ہے جب اس کا علم بھی کافی و شافی ہو۔ خواہ اس علم کا ماخذ اسکی اپنی کوشش ہو یا خدا کی طرف سے بطور انعام ملا ہو۔ اور عام طور پر یہی ثابت ہوا ہے کہ پہلا ذریعہ یعنے انسانی کوشش کا نتیجہ ناقابل اعتبار اور پُر از خطرات ہے۔ کیونکہ اس راہ سے جو کچھ بھی ہم حاصل کرتے ہیں وہ تکالیف اور ناکامیوں کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ اکثر اوقات کمزور اور ناقص تجربات ہمکو غلط نتائج پر پہنچاتے ہیں۔ اور توسیع امر کیلئے انہی غلط نتائج کو ہم بنیادی اصول مان لیتے ہیں۔ اور نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ کہ تھوڑی دُور چلکر ہمارے تجربے نے بنیاد اور غلط ثابت ہوتے ہیں۔ اور ہم کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ ادھوری معلومات اور ناقص علم جس پر ہم اس قدر نازاں ہیں ناکامیوں تکلیفوں اور نقصوں پر مبنی ہیں لیکن برخلاف اسکے اگر یہ مانا جائے کہ کائنات جس کا بہترین نمونہ انسان ہے۔ کسی ذی فہم ہستی کی مخلوق ہے۔ اور نیچر پر غور کرنے سے بھی یہی نظر آتا ہے۔ کہ ہر حصۂ قُدرت میں ایک مقصد خاص نمایاں ہے تو کیسی ہو سکتا ہے کہ خالق ارض و سما انسان کی نازیبا حرکات اور علم کا ناواجب اور غلط استعمال دیکھے اور چپکا بیٹھا رہے۔ ہر ایک اہل بصیرت یہی کہیگا۔ کہ انسان کے اخلاق اور اسکی خواہشات کو راہِ راست پر لانے کے لئے خود خالق کی طرف سے ہدایت اور رہنمائی ہونی چاہئے ورنہ وہ رب نہیں کہلا سکتا۔ کامل ربوبیت اسی حالت میں ہوگی جب جسم کے علاوہ روحانی اور اخلاقی ترقی کا سامان بھی مہیا کرے +

میرے خیال میں تو یہ دوسری راہ پہلی سے کہیں بہتر اور برتر ہے۔ تمیز فہم اور تمیز کے لئے طاقت اور قابو بھی ایک ضروری عنصر ہے۔ اگر انسان کو نیک و بد دونوں کو اختیار کرنے کی طاقت

دیگئی ہے تو ضروری ہے کہ اسکو نیک و بد میں تمیز کرنے کی قوت بھی دیجائے تمیز اور علم کے بغیر اس قسم کا اختیار تو ایک خطرناک بوجھ اور ایک ظالمانہ تحفہ ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کسی آدمی کو اسکی قوتِ اختیاری کے غلط استعمال کی وجہ سے سزا دیجائے جبکہ وہ اپنی اس قوت پر قابو ہی نہیں رکھتا۔ پس ضروری ہے کہ قوت اختیاری کے عطا ہونے سے پہلے علم نیک و بد ملنا ضروری ہے۔ اور اگر اس قسم کا علم دیئے بغیر سزا دیجائے تو عین ظلم اور ناانصافی ہے۔ ضروری تھا کہ حضرت آدم کو حکم عدولی کی سزا میں باغ جنت سے نکالنے سے پیشتر شجر ممنوعہ کے پاس جانے سے متنبہ کر دیا جاتا۔ اس حقیقت کو قرآن کریم مندرجہ ذیل الفاظ میں ظاہر کرتا ہے فرمایا "ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا"۔ یعنی خدا کسی کو بھی بغیر رسول اور نذیر بھیجنے کے سزا نہیں دیتا۔ اور جب ہمکو علم نیک و بد دیدیا جاوے تو پھر اگر ہم نیکی کو چھوڑ کر بدی کی اتباع کریں تو ہم قابل سزا ہیں لیکن افسوس ہے کہ یہ سیدھی اور آسان منطق سینٹ پال صاحب کے فہم رسا میں آنہ سکی اور کلیسیا نے بھی اپنے بانی کی پیروی کرتے ہوئے اپنی اس غلطی کو دور کرنے کی کوشش نہ کی۔ انکے خیال میں قانون ایک لعنت تھی جسکا نتیجہ سوائے گناہ کے کچھ نہ تھا اور اسواسطے نجات کا ذریعہ سوائے جناب مسیح کے خون ناحق کے کوئی نہ رہا۔ انکو اتنی سمجھ نہ آئی کہ قوانین سے گناہ پیدا نہیں ہوا کرتا بلکہ قوانین کی نافرمانی سے بدی کا درخت نشو و نما پاتا ہے۔ قوانین کی پیروی نیکی اور فلاح کی راہ اور انکی نافرمانی جہنم کی سڑک ہے۔ اگر اختیار نیک و بد انسان کی فطرت میں ابتدا ہی سے پایا جاتا ہو تو ضروری ہے کہ علم نیک و بد بھی ازلی ہو۔ اور اگر قوت اختیاری خدا کی طرف سے بطور ہدیہ ملی ہے اور ہماری کسی کوشش کا نتیجہ نہیں تو علم نیک و بد بھی خدا کیطرف سے ملنا چاہئے۔ کیا آپ صاحبان سبات کو مان سکتے ہیں کہ خدائے خالق اسبات کو دیکھے کہ اسکی صنعت کا بہترین نمونہ یعنی انسان اپنے قوٰے کا غلط استعمال کرے۔ اور وہ انسان کی ہدایت کا کوئی انتظام نہ کرے + کیا کوئی باپ اپنے عزیز بچے کے ہاتھ میں ایک تیز چاقو اس حالت میں دیگا جبکہ بچہ کو اس چاقو کا ٹھیک استعمال نہ آتا ہو۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہماری نیت کبھی نیک نہیں ہو سکتی۔ تو کیا یہی منطق ہم خدائے خالق اور مخلوق کیلئے استعمال نہیں کر سکتے۔ اگر آدم کو قوت اختیاری دیگئی تھی تو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ علم نیک و بد بھی ساتھ ہی دیا گیا ہوگا۔ اور اگر قوٰے اور اشیاء کے ٹھیک استعمال کا علم حاصل کرنا ان چیزوں پر قبضہ پانے سے پہلے ضروری ہے تو الہام ہوا یک امر لابدی ضرورت بنا پڑتا ہے

ذرّات کو وحی

اگر الہام اور وحی کا سب سے اعلےٰ مقصد نیک و بد میں تمیز کرانا اور ضرر رساں چیزوں سے قطع تعلق کرنا اور فائدہ مند ذرائع کا اختیار کرانا ہے۔ تو جیسا کہ میں نے پہلے کہا کائنات کا کوئی ذرہ بھی خواہ وہ زینۂ ترقی کی کسی سیڑھی پر ہو۔ اس رہنمائی سے محروم نہیں رکھا گیا۔ اسی کا نام بعض نے جبلی اور فطرتی خواص رکھا ہے۔ یہ اشیا تمام ذرات بغیر ارادہ اور مشیت کے دوست و دشمن میں تمیز کر سکتے ہیں۔ مادہ اور طاقت کا یہ ہجوم جس کے مجموعہ کو کائنات کہا جاتا ہے۔ اور جو اپنے مختلف اجزا کے لئے سامان زندگی مہیا کرتا ہے اسمیں اس قسم کے عناصر بھی موجود ہیں جو فطرتی طور پر ایکدوسرے کی ہلاکت کا باعث بنتے ہیں۔ مادے کے ہر ایک مرکب کے گرد اس کے معاون یعنی ترقی دینے والے اسباب بھی ہیں۔ اور اس کی ترقی کے روکنے والے اسباب بھی ہیں۔ اور اسکی ترقی کے روکنے والے اور ان کی جان کے دشمن بھی موجود ہیں۔ گویا کہ دوستوں اور دشمنوں کا ایک ہجوم کثیر اس کے اردگرد جمع ہے لیکن یہ مرکب اپنے خیر خواہوں اور بدخواہوں میں خوب تمیز کر سکتا ہے۔ اور اپنے معاونوں کی طرف میلان اور دشمنوں کی طرف سے اعراض اور نفرت کرتا ہے جو چاہے سائنس اس کے وجوہ پیش کرے لیکن نقصان سے اعراض اور فائدہ کی طرف میلان کرنے کی علامت مادے کے ہر مجموعہ اور شکل میں موجود نظر آتی ہے۔ مثلاً ایک بلور کا پتھر انہی چیزوں کو اپنے ساتھ ملائیگا جو ترقی کرنے میں اس کے معاون و مددگار ہوں۔ اور ان تمام چیزوں کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیگا جو اس کے تنزل یا ہلاکت کا موجب ہوں۔ تاہم جاندار چیزوں کا یہ حال نہیں بعض دفعہ ضرر رساں عناصر بھی ان کے اندر چلے جاتے ہیں لیکن فوراً وہ جسم اُن کے نکال دینے اور دور کرنے کی کوشش کرنے لگجاتا ہے۔ انسان جو مختلف قسم کے فضلے باہر نکالتا ہے تو اُن کا بھی یہی مطلب ہے۔ غیر ضروری اور ضرر رساں اشیا کیلئے جسم انسانی میں کوئی جگہ نہیں ان کا باہر نکلنا ہی بہتر ہے۔ کھانے کے وقت اچھی بُری سب قسم کی خوراک انسان کھا جاتا ہے لیکن ہماری خورونوش میں صرف وہی چیزیں جسم کا حصہ بنتی ہے جو مفید ہوں اور جسم انسانی کی پرورش اور نشو و نما کیلئے ضروری ہوں۔ باقیماندہ فضلات کو غیر ضروری اور ضرر رساں سمجھ کر نکال دیا جاتا ہے۔ فطرت حیوانی کچھ اس قسم کی بنائی گئی ہے کہ غیر مانوس اشیاء کے ساتھ ملکر رہنا ہرگز گوارا نہیں کر سکتی۔ اور اگر اس نوآمدہ کو نکال دینا اسکی طاقت سے باہر ہو تو وہ اصلی ضبعی عنصر کے آگے سر جھکانے سے قطعی انکار کر دیتی ہے۔ اور اپنی ناپسندیدگی اور بغاوت بیماری کے رنگ میں ظاہر

کو دیتی ہے علم تعمیر بھی ہوتا ہے اگر کسی اکثر کے نسخہ یا جلاب کی مدد سے اسکی اضبی و غیر ضروری عنصر کو خارج کر دیا جاتا ہے علاوہ ازیں ایک ہی قسم کے ملوے سے نشو و نمی انسان سب پیدا ہوتے ہیں۔ ایک انسان کے دماغ کا گھڑا انہی اجزا کا مرکب ہوتا ہے جن سے ایک اُلو یا بندر کا دماغ بنتا ہے ہاں اجزا کے تناسب میں فرق ہونے کی وجہ سے شکل اور قویٰ میں بھی اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ایک کا دماغ دوسرے سے نہیں ملتا۔ ہر جگہ ایک ہی قسم کے مادہ اور قوت کا دَور دورہ نظر آتا ہے اور سب کی زندگی کا مدار ایک ہی قسم کے سامان پر ہے جہاں مقدار اور تناسب میں فرق ہُوا۔ وہیں نتیجے میں بھی فرق آ گیا۔ ایک ہی مادہ سے نیک یا بد نفع رساں یا ضرر رساں اسباب پیدا ہو سکتے ہیں کوئی چیز بذاتِ خود اپنے اندر کوئی خاص صفت نہیں رکھتی۔ نیک یا بد اچھا یا بُرا یہ تو لازم ملزوم اصطلاحیں ہیں۔ حالات اور مقدار کے موجب ایک چیز اچھی یا بُری ہو سکتی ہے۔ ایک ہی چیز مختلف حالات میں اور مختلف مقداروں میں متضاد نتائج پیدا کر دیتی ہے۔ الغرض شکلوں یا قوتی میں جو اختلاف نظر آتا ہے۔ اسکی وجہ ذرات کا مختلف توازن اور مقداروں میں جمع ہونا ہے۔ تمام کائنات میں دو ایسی خصوصیات نظر آتی ہیں جو کبھی نہیں ملتیں۔ اول تو یہ کہ ہر ایک ذرہ ایک خاص تناسب اور مقدار میں ایک خاص صفت اور قوت کا اظہار کرتا ہے۔ اور یہی ذرہ جب ایک مختلف وزن یا مقدار میں کسی دوسری چیز سے ملتا ہے تو اسکی صفات مختلف ہو جاتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ تمام ذرات عالم اور ان کے ان مجموعے و مرکب کی مقررہ مقداروں اور حدود سے سرِ مُو کم و بیش نہیں کرتے۔ اور نہ ہی ان متعین شرائط سے تجاوز کرتے ہیں ◆

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس تناسب اور مقدار کا مقرر کرنا اور مادہ کا ہر حالت میں ان حدود کی کامل اطاعت کرنا مادے ہی کی ایک خاصیت ہے یا اسکی وجہ کچھ اَور ہے ہمارا مشاہدہ ہمیں بتاتا ہے کہ مادہ قوتِ حس کے آنے سے پہلے ہی اپنے افعال میں علم۔ دور اندیشی اور فہم دکھاتا ہے اگر مفید اشیاء کی طرف میلان کرنا اور نقصان دہ چیزوں سے اعراض کرنا کس اندھی طاقت کا کام ہے۔ جسکو سائنس کی اصطلاح میں بلا ارادہ جبلی خواص کہا جاتا ہے۔ تو پھر کیوں یہ میلان یا اغراض قوتِ حاسہ کے بڑھنے سے کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیا یہ تمام انتظام اور قواعد ایک ایسی ہستی کا پتہ نہیں دیتے جو با لارادہ ہے اور جس نے اپنے فضل اور رحم سے ذراتِ عالم کو یہ حکم کی کردہ مقررہ راہوں پر چلے تاکہ دوست و دشمن میں تمیز ہوتی چلی جائے۔ ذرات کا ہر ایک مرکب ترقی کرنے کیلئے چند مقررہ

قوانین پر چلتا ہے اور اس اطاعت کی وجہ سے خودبخود مفید چیزوں کی طرف میلان اور نقصان دہ اشیاء سے اعراض کرتا چلا جاتا ہے +

تناسب اور مقدار ہی قانون ارتقا ہے

تمام عالم ایک مقدر چیز معلوم ہوتی ہے۔ ایتھر کے اجزا مختلف مقداروں میں مختلف طاقتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اور انکی بالطبع کی ترقی اور نشوونما بھی مقررہ اندازوں اور نئے انتظامات کے ماتحت ہوتی ہے تناسب کے اختلاف ہی کی وجہ سے بعض مرکبات ایتھر مفید اور بعض نقصان دہ ہوتے ہیں نسبتاً خاطرخواہ نتائج پیدا کرتے ہیں اور بعض تنزل اور ہلاکت کا باعث بن جاتی ہیں۔ مندرجہ ذیل صداقتیں جو نبی کریم پر الہام کی شکل میں نازل ہوئیں۔ اس مضمون پر خوب روشنی ڈالتی ہیں فرمایا ولقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ سبح اسم ربك الذی الاعلیٰ الذی خلق فسوی الذی قدر فھدی.... ربنا الذی اعطا کل شئ خلقہ ثم ھدی .... (ترجمہ۔ اچھے اور برے کی مقدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اپنے اعلیٰ ارفع رب کے نام کی تسبیح کرو جو چیزوں کو مقدار کے مطابق پیدا کرتا ہے۔ اور پھر ان کی ہدایت کرتا ہے ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک چیز کو اسکی شکل اور مقدار عطا کی اور پھر ہدایت کی ....) یہ الفاظ کوئی ذومعنی یا مشتبہ نہیں اور نہ ہی توضیح بیان کیلئے استعارے کا رنگ استعمال کیا گیا ہے۔ اس واسطے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سائنس کی کسی تھیوری سے مطابقت دینے کیلئے ان الفاظ کی کوئی لمبی چوڑی تاویل کی گئی ہے یا کوئی من گھڑت معنی زبردست چسپاں کیئے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا آیات قرآنی میں بڑے کھلے الفاظ میں اس صداقت کا اظہار کیا گیا جن کو غلطی سے جدید سائنس کی دریافت مانا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا آیات میں سے آخری آیت یعنی ربنا الذی اعطاء کل شئ خلقہ ثم ھدیٰ۔ بڑے واضح الفاظ میں اس اصول کو بیان کرتی ہے جسکو سائنسدان بلا ارادہ فطرتی خواص کہتے ہیں +

میں نے ان آیات کو لفظاً لفظاً درج کیا ہے۔ کیونکہ ان کا ہر ایک لفظ اپنے اندر صداقت لئے ہوئے ہے اور میرے خیال میں ان لغوی معنوں کے بیان کرنے سے معاملہ اور بھی صاف ہو جائیگا لفظ ھدی جس کا ترجمہ guidance یا ہانک کیا جاتا ہے۔ اس کا مفہوم امام راغب اپنی تصنیف

مفردات راغب اصفہانی میں یوں بیان کرتے ہیں رب وہ ہے جو ایک چیز کی پرورش اس طرح سے کرے کہ وہ ترقی کے درجے یکے بعد دیگرے طے کرتی ہوئی کمال تک پہنچ جائے۔ پس لفظ رب کے استعمال سے پتہ لگتا ہے کہ ہر ایک چیز اس طرز پر بنائی گئی ہے۔ کہ اپنی استعداد اور حدود کے مطابق وہ کمال کو آہستہ آہستہ حاصل کرے۔ اور درجہ بدرجہ ترقی کرتی ہوئی تکمیل کو پہنچ جائے۔ لفظ رب میں نہ صرف پیدا کرنے اور پرورش کرنے کی صفات کا ظہور ہے بلکہ ترتیب دینے اور کمال تک پہنچانے کا کام بھی ربوبیت ہی کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور خدا کی یہ صفت ذرات عالم کی ادنے سے لیکر اعلےٰ تک سب حالتوں میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔ خلق کا ترجمہ عموماً پیدا کرنا کیا جاتا ہے لیکن اگر آپ کسی مستند اور معتبر لغات مثلاً لسان العرب کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ لفظ خلق کے اصلی معنی توازن ہیں۔ اور اسیطرح اس کے معنے مادہ کو شکل دینا اور چیزوں کا بنانا ہو گیا ہے۔ خالقیت کا مفہوم سمجھانے کیلئے زبان عربی میں ایک اور لفظ بھی ہے۔ فطر جس کے معنی نیستی سے ہستی کرنا ہے۔ یہی دو الفاظ ساری دنیا کی خلق اور بناوٹ سمجھانے کیلئے کافی ہیں۔ پہلا فعل صفت فاطر یعنی نیستی سے ہستی کرنا ہے۔ اور جب ایک چیز پیدا ہوگئی تو صفت خلق نے اپنا ظہور دکھا کر ان کا توازن کیا اور مختلف شکلوں میں ان کے مرکب بنادئیے یہی تناسب اور توازن کا انتظام مختلف مقداروں میں فائدہ اور نقصان پیدا کرتے ہیں۔ تمام خلق اور ارتقا کا دارومدار مقدار اور توازن پر ہی ہے اور یہی عربی لفظ خلق کے معنی ہیں +

قرآن کریم نے خَلَقَ کے بعد سَوّیٰ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ سوّیٰ کے معنی ہیں برابر کرنا مساوات قائم کرنا اور فعل خَلَقَ کے بعد فعل سوّیٰ یعنی مساوات کا قائم کرنا ضروری ہے۔

دوسری آیت میں دو نئے لفظ استعمال ہوئے ہیں قدر و ہدیٰ۔ قَدر کے معنی مقدار مقرر کرنا ہے۔ قرآن کریم میں لفظ قدر بار ہا خیر و شر کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ اور اس میں بھی یہی اشارہ ہے۔ کہ تمام نیک و بد ایک ہی چیز کے مختلف تناسب کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لفظ ھُدیٰ جس کے معنے مقصد اعلیٰ تک رہنمائی کرنا ہے معاملہ کو اور بھی صاف کرتا ہے۔ خدا نہ صرف مادہ کی خلقت اور توازن کرتا ہے۔ بلکہ ہر چیز کمال تک پہنچنے کیلئے رہبری کی محتاج تھی۔ اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو یہ رہبری عطا کی ہے +

الغرض ان مختصر لیکن جامع الفاظ میں صحیفۂ اسلامی تمام کائنات کی خلق کا فلسفہ بیان کر دیتا ہے۔ پہلے پہل تو ایک بالارادہ ہستی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس کا نام رب یعنی خالق پرورش کنندہ ترقی دہندہ رکھا ہے۔ اور جو خلق کے بعد مادہ کو مختلف مقداروں میں جمع کرتا ہے تاکہ مختلف نتائج مرتب ہوں وہ نہ صرف نیستی سے ہستی میں لاتا ہے۔ بلکہ ان کو تکمیل تک بھی پہنچاتا ہے۔ اور ہر ایک کی ترقی کے اسباب پیدا کر کے ان کو صراط مستقیم دکھاتا ہے۔ اس ذات باری نے مادہ کی ہر ایک قسم کی شکل میں فطرتی طور پر ایک مقررہ راہ پر چلنے کی استعداد پیدا کر دی ہے۔ جب ذرات عالم مختلف شکلوں میں متشکل ہو گئے۔ تو ان کو اور ترقی دینے کیلئے اُن کو مختلف جنسوں میں نظم دے دی۔ اور نتیجتاً ان میں سے بعض مفید اور بعض نقصان دہ بن گئے +

اب یہ فیصلہ کرنا کہ یہ عربی الفاظ جو علم سائنس کے رموز سے بھرپور ہیں ان کے معنی عربوں نے علم سائنس کی تھیوریوں کی توسیع کے بعد ان پر چسپاں کئے یا زمانہ سلف ہی سے یعنی زمانہ جاہلیت میں پیشتر از اسلام یہی مفہوم ان لفظوں کے سمجھے جاتے تھے اور اگر اس دوسری بات کو تسلیم کیا جائے تو ہم کو ماننا پڑیگا۔ کہ یا تو زمانہ قدیم میں عربوں کا علم سائنس بہت وسیع تھا اور یا جیسا کہ میرا ایمان ہے عربی زبان اُمّ الالسنہ اور الہامی زبان ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کے الفاظ کے اندر وہ معنی اور رموز رکھے گئے تھے جو توسیع علوم کے بعد بھی ظاہر ہونے تھے۔ تاہم کچھ بھی ہو میرے مضمون کو ان سوالات سے چنداں تعلق نہیں۔ اور طول مضمون کے ڈر سے میں فی الحال ان کے متعلق کچھ نہیں لکھتا لیکن بہر حال یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ قرآن کے نازل ہونے کے ساتھ ہی لوگوں کے دلوں میں توسیع علوم کا ایک جوش سا پیدا ہو گیا۔ اور اس صحیفۂ آسمانی نے کئی سربستہ صداقتوں کو صاف کر دیا اور اپنے پڑھنے والوں کو صراط مستقیم پر چلا کر فلاح کی منزل مقصود پر پہنچا دیا +

الغرض ہر ایک ذرہ ایک مقررہ راستے پر قدم مار رہا ہے۔ ان میں فطرتی طور پر نیک و بد کی تمیز کی قوت رکھی گئی ہے۔ وہ اپنی زندگی اور ترقی کیلئے مادہ میں انتخاب کرتے ہیں اور خداداد خواص کے بموجب معین راہوں پر چلتے ہیں اور اس فعل ربانی کا نام ہم بجا طور پر ذرات کو وحی کے نام سے پکار سکتے ہیں۔

" ربنا الذی اعطا کل شیٔ خلقہٗ ثم ھدیٰ (القرآن)

اخلاق اور جذبات کا توازن

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝

(سورۃ الرحمٰن آیت ۱تا۹)

(ترجمہ) الرحمٰن (خدا) نے قرآن (جیسی فائدہ مند کتاب کو) سکھایا۔ اُس نے انسان کو پیدا کیا۔ پھر اسکو بولنا سکھایا۔ سورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ (گردش میں) ہیں (تمام) بوٹیاں اور درخت (اسکی درگاہ میں) سربسجود ہیں۔ اس نے آسمان کو اونچا کیا۔ اور اس نے توازن قائم کیے تاکہ لوگ بھی وزن میں تجاوز نہ کریں۔ اور انصاف کے ساتھ توازن کو قائم رکھیں اور اس میں کمی بیشی نہ کریں۔

مندرجہ بالا صداقت ہم قرآن شریف کی سورہ الرحمٰن کی پہلی چند آیات میں پاتے ہیں۔ ان آیات میں ہمارا علیم خبیر خدا ہم کو ضرورت الہام کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور ان الفاظ میں جو علم سائنس کی معلومات سے لبریز ہیں غیبی رہنمائی کی حاجت بیان کرتا ہے۔ ان میں اسی توازن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو مادہ کی ہر شکل میں عالمگیر طور پر کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ایک ذرۂ ناچیز اور ادنٰے سے ادنےٰ جڑی بوٹی سے لے کر آفتاب عالمتاب اور دیگر اجرام فلکی تک سب مخلوقات قوانین کی پیروی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اور جو توازن اسکی تربیت اور حیات کیلئے مقرر ہے اس پر عمل پیرا ہے۔ اور توا اور نطق انسانی اور طرز کلام اس کے خلاف ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔ کلام کیا ہے آواز کی اونچ نیچ۔ توازن ہوا کی کمی بیشی ہی سے مختلف الفاظ پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسی اونچ نیچ کے متعدد مجموعوں سے مختلف الفاظ بنتے ہیں۔ اور کسی زبان کے سیکھنے کے لئے ہم ان مختلف مجموعوں کے مقرر کردہ معانی اور انکی شکلیں یاد کرتے ہیں۔ قرآن شریف بھی اپنے پڑھنے والوں کی توجہ اسی بنیادی اصول کی طرف مبذول کرتا ہے۔ جو عالم کے ہر گوشے میں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر ہمارے چاروں طرف ہر چیز حتٰی کہ ہماری طرز کلام بھی ایک مقررہ توازن کے ماتحت ترقی پاتی ہے۔ تو کیا خود انسان کو اسبات کی اشد ضرورت نہیں۔ کہ

اس کے پاس بھی کوئی ایسا توازن اور معیار ہو جو اس کے فطرتی جذبات کو قابو میں رکھے اور ان کو صراط مستقیم پر چلا کر مذہب فلسفہ اور اخلاق کے عرش بریں تک پہنچا دیں جسم انسانی بھی تو ذرات کا ایک خاص مجموعہ ہے جس کا نتیجہ ضمیر اور قوت ممیزہ کو خوب ترقی دینا اور جذبات کا پیدا کرنا ہے یہی خواہشات اور جذبات اگر ان کو حدود کے اندر ٹھیک راہ پر چلایا جائے تو انہی کا نام محاسن اخلاق ہو جاتا ہے۔ اور جب ان اخلاقی خوبیوں کا توازن بڑا احسن اور بہترین طور پر ہو تو اسی کو روحانیت کے نام سے موسوم کر دیا جاتا ہے۔ اب ہم کو یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ وہ توازن اور معیار جو انہی نفسانی خواہشات کو کیمیا گر کی چھو کی طرح اخلاق اور روحانیت کے مسند اعلیٰ پر چڑھا دیتے ہیں۔ اور حیوانی قوت حاسہ کو ضمیر اور قوت ممیزہ جیسے نعمت سے بدل دیتے ہیں وہ کیا ہیں۔ اور ان کو کس نے بنایا۔ بالفاظ قرآنی وَضَعَ الْمِيزَانَ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (ترجمہ اس (رحمٰن خدا) نے توازن قائم کئے تاکہ لوگ بھی وزن میں تجاوز نہ کریں۔ اور انصاف کے ساتھ توازن کو قائم رکھیں اور اسمیں کمی بیشی نہ کریں) پس معلوم ہوا کہ ہمارے لئے ظلم اور عدوان سے بچنے کیلئے اور انصاف قائم رکھنے کے لئے اس معیار اور توازن کا جاننا اور سمجھنا اشد ضروری ہے۔ جیسا کہ آگے بھی ہم نے جسمانی دنیا کی مثالیں دیکر ثابت کیا کوئی چیز بھی بذات خود نیک یا بد نہیں۔ اعلیٰ اخلاق خواہشات اور جذبات کو بالکل مار ڈالنے کا نام نہیں بلکہ خوبی اور فائدہ والی بات تو یہ ہے کہ انہی جذبات کو ٹھیک راہ پر لگایا جائے۔ تاکہ اعلیٰ اخلاق پیدا ہوں اور روحانیت جیسی نعمت عظمیٰ حاصل ہو۔ تمام وہ مذاہب جن کی بنیاد رہبانیت یعنی جذبات انسانی کو ہلاک کرنا ہے۔ ناکامیاب ثابت ہوئے۔ کوئی انسان بھی بدھ مت کے اصولہائے زندگی پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا۔ اور اسی طرح پہاڑی والا وعظ بھی آج تک لفظی شکل ہی میں ہا اور کسی نے اسکو عمل کا جامہ نہ پہنایا۔ یہ کیوں اس واسطے کہ یہ ہماری فطرت کے خلاف ہے۔ ایک دریا کی روانی کو بالکل روک دینے کی کوشش کرنا فضول ہے بہتر ہے کہ اس کے پانی کی رو کو بدلکر یعنی نہروں وغیرہ میں ڈال کر کھیتوں کو سیراب کیا جائے + نفس کشی اور رہبانیت کسی رنگ میں بھی ہو اس کا نقصان اس کے فائدے سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ ان پر عمل کرنا گویا ایک فطرتی تقاضے سے اعراض کرنا بلکہ اس کے خلاف کرنا ہے۔ اور اسی واسطے اس کا نتیجہ تباہی ہوتا ہے۔ مجرد رہنے اور شادی کرنے

سے جو ناگفتہ بہ اخلاقی گند پیدا ہوتے ہیں وہ کسی سے نہاں نہیں ۔ اور یہ سہرا قرآن کریم ہی کے سر ہے کہ وہ سب سے پہلے یہ صداقت دُنیا میں لایا ۔ اس نے بتایا کہ فطرتی جذبات کا اظہار بھی قلب انسانی کی تربیت کے لئے ضروری ہے ۔ ہاں اس اظہار کے لئے معیار اور توازن ہونی چاہیئے ۔ جب دُنیا میں ہر ایک چیز ایک مقررہ قوانین کے ماتحت کام کرتی نظر آتی ہے ۔ تو کیسے ہو سکتا ہے کہ اشرف المخلوقات کی ہستی ضروریات کیلئے کوئی مقررہ معیار اور توازن قائم نہ ہو حقیقی انسانیت کو ترقی دینے کیلئے لازمی تھا کہ جذبات انسانی کا لحاظ رکھا جائے ۔ اور مقررہ معیار کے بموجب ان کا توازن کیا جائے ۔ رحم جیسی صفت احسن کو اگر بے محل استعمال کیا جائے تو وہ ظلم و ناانصافی سے بدتر ہے ۔ اور غصہ وسزا کا بھی ٹھیک انداز سے اظہار کیا جاتے تو اس سے امن اور انتظام قائم ہوتا ہے ۔ اور تمدنی ترقی کو مدد ملتی ہے ۔ یہ تمام کچہریاں اور پولیس کا محکمہ کیا ہے غصہ اور سزا کا ایک ٹھیک انداز سے اظہار اور اگر سنگین مجرموں اور قاتلوں پر رحم کرکے اُن کو آزاد کردیا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ امن اُٹھ جائیگا ۔ اور تمدنی ترقی بالکل رُک جاویگی ۔ الغرض اخلاقی دُنیا میں بھی توازن اور معیار کا قانون ہی کام کرتا نظر آتا ہے ۔ جس طرح جسمانی دُنیا میں ایک ہی مادہ کی مختلف نسبتیں مختلف شکلیں اور نتیجتاً مختلف اوصاف وخصوصیات پیدا کردیتی ہیں ۔ اسی طرح رُوحانی دُنیا میں بھی ایک ہی قسم کے جذبات اور خواہشات کا مختلف توازن اور تناسب مختلف اخلاق پیدا کردیتا ہے جن میں سے بعض اچھے اور بعض بُرے نتائج پیدا کرتے ہیں ۔ ایک ہی جذبہ کو حالات کے مختلف سانچوں میں ڈھالو تو ہر دفعہ اس کا ایک نیا نام رکھنا ہوگا ۔ ایک ہی جذبہ اگر ایک شکل میں بڑا اعلیٰ اور قابل تحسین ہے ۔ تو وہی ایک دوسری شکل میں کریہ اور قابل نفرین نظر آتا ہے ۔ حالات کے بدلنے سے اسکی ساری قباحتیں خوبیاں بن جاتی ہیں ۔ کیا بات پر اُڑنا ۔ ضد کرنا ۔ کسی کی نہ سُننا ۔ اپنی ہی کرنا یا بالفاظ دیگر مستقل مزاجی اور اولوالعزمی یہ سب ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں ۔ تو انہی کا اظہار جب کمال تک پہنچ جاتا ہے تو ایک طرف آدم علیہ السلام یا انسان کامل اور دوسری طرف شیطان الرجیم کا نقشہ آنکھوں کے آگے پھر جاتا ہے ۔ اسی طرح اطاعت اور غلامی ۔ حیا اور بزدلی ۔ بُردباری اور دیوثی ۔ اظہار شجاعت اور شیخی ۔ سخاوت اور فضول خرچی یہ تنگ

حسد، خواہش ترقی اور لالچ، خواہش اور طمع وغیرہ وغیرہ کیا ان سب کا آغاز اور اصل ایک ہی جذبہ کو دو مختلف لباس پہنانا نہیں۔ ذرّات مادہ کو جسم انسانی میں ترقی دینے سے قوّت حس پیدا ہوئی۔ اور انسان کیا ہے چند جذبات اور خواہشات کا مجموعہ جن میں سے اکثر حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ہر ایک خواہش اگر اس کا مقررہ معیار اور حدود کے اندر اظہار کیا جائے تو نتیجہ اچھا اور حسب دلخواہ ہوتا ہے۔ اور نیک اور بھلے ہونے کا سرٹیفکیٹ اسکو ملجاتا ہے۔ اس معیار کو جو عام طور پر وسطی مقام پر ہوتا ہے قائم کرنا مذہب اور اخلاق کا فرض ہے۔ ذرا ان حدود سے قدم باہر رکھو تو نیکیوں کی ضو گناہ اور جرم کی ظلمت سے مُبدّل ہوجاتی ہے۔ بدی دُنیا میں بذات خود کوئی ہستی نہیں۔ اور وہ مذہب جو ایسا کہتا ہے بالکل باطل ہے۔ گناہ ہرگز کسی چیز کی فطرت میں نہیں جیسا ہی جسمانی تربیت کیلئے جس خوراک کی ضرورت ہے۔ اگر ہم اسکو بیجا طور پر استعمال کریں تو نتیجہ بیماری اور ہلاکت ہوتا ہے۔ اسی طرح جب ہم اخلاقی غذا کو بیجا طور پر کام میں لائیں تو وہ بدی کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ ہر بات میں درمیانی اور وسطی رستہ صراط مستقیم ہی اختیار کرنا چاہئیے۔ یقیناً افراط و تفریط کا نتیجہ گناہ اور بدی ہوتا ہے اور جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا وسطی راہ پر چلنا ہی کامیابی اور فلاح کو پانا ہے۔ اسبارے میرا دل چاہتا ہے کہ میں زبان عربی کے محاسن کیطرف اشارہ کرکے دکھاؤں کہ اس اُمّ الالسنہ نے کونسا لفظ بدی کا مفہوم ادا کرنے کیلئے انتخاب کیا ہے۔ بدی اور گناہ کیلئے جس قدر الفاظ بھی آپ زبان عربی میں پائیں گے ان سب کے اصلی معنی زیادتی اور حدود سے تجاوز کرنا ہونگے۔ مثلاً ذنب۔ جرم۔ جناح۔ اثم۔ لفظ ذنب کے معنی زیادہ بڑھ جانے یعنی وہ جو خاص حدود سے تجاوز کرے۔ جیسا کہ جانوروں کی دُم کیلئے اس لفظ کا استعمال ہوتا جاتا ہے۔ جرم کے معنے کاٹنا یا وہ چیز جو کاٹی جائے یعنی غیر محل ہو۔ جناح کے معنی ایکطرف ہونا علیحدہ ہونا۔ الغرض قرآن نے جسقدر الفاظ لفظ گناہ کے مترادف معنوں میں استعمال کئے ہیں اُن کے مادے اور لغوی معنے میں حدود سے آگے بڑھنا اور زیادتی کے معنے ضرور پائے جاتے ہیں۔ گویا کہ تمام بدی اور گناہ کا فلسفہ لفظ کے معنی ہی میں بیان کردیا ہے اسکے سمجھنے کیلئے ہم کو کسی عالم فاضل یا فلاسفر کی مدد کی ضرورت نہیں صرف کسی لغت کی کتاب میں ان لفظوں کے مادے اور لغوی معنے پڑھ لینا کافی ہے +

لفظ توبہ جو ایک اور عربی لفظ ہے ساری توبہ کی حقیقت اپنے معنوں کے اندر لئے ہوئے ہے اس کے معنی واپس آنا۔ اگر حدود سے بڑھنا گناہ ہے تو یقینی واپس آنا ہی توبہ ہو سکتی ہے۔ اسی طرح عربی لفظ وسط کے معنے درمیانی بھی اور اعلیٰ و بہترین بھی ہیں کیونکہ درمیانی چیز عموماً بہترین ہوتی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ جسمانی دنیا کی طرح روحانی دنیا میں بھی کوئی چیز بذات خود اچھی بُری نہیں۔ حدود کی نگاہداشت کرنا ہی نیکی ہے۔ اور ان سے تجاوز کرنا گناہ ہے ہر ایک جذبہ خواہ وہ درشت ہو یا نرم اگر حدود کے اندر اسکو پورا کیا جائے تو اعلیٰ اخلاق کا منبع بن سکتا ہے۔ قانون دانی کیا ہے۔ حدود مقرر کرنا لیکن سچی اور ٹھیک حدود وہ ہستی مقرر کر سکتی ہے جو علیم خبیر ہو۔ قرآن شریف نے اعمال صالحہ کا نام خدا کی حدود کو قائم کرنا لکھا ہے۔ فرمایا۔

التائبون العٰبدون الحامدون السائحون الرّاکعون الساجدون الاٰمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحٰفظون لحدود اللہ وبشر المومنین (سورۃ البراۃ آیت ۱۱۲) ترجمہ (وہ جو توبہ کرنیوالے ہیں عبادت کرنیوالے حمد کرنیوالے۔ روزے رکھنے والے۔ رکوع و سجود کرنیوالے ہیں جو نیکی کی تحریص اور بدی سے روکتے ہیں۔ اور جو اللہ کی حدود کو قائم کرتے ہیں۔ اور مومنوں کو خوشخبری دو) ایک اور جگہ فرمایا:۔ اور یہ اللہ کی حدود ہیں جو کوئی ان سے تجاوز کریگا وہ اپنے ہی نفس کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اور حدود کی نگاہداشت کرنے کا حکم قران کریم نے بار بار فرمایا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم .... تلك حدود اللہ .... ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ .... ولہ عذاب مھین۔ (سورۃ النسا آیت ۱۱ تا ۱۴) (ترجمہ۔ اللہ تم کو تمہاری اولاد کی بابت حکم دیتا ہے .... یہ اللہ کی (قائم کی ہوئی) حدود ہیں ...... اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسُول کی مخالفت کرتا ہے اور اسکی (قائم کردہ) حدود سے تجاوز کرتا ہے۔ ... ان کے لئے رسوا کرنیوالا عذاب ہے) پھر سورہ بقرہ میں فرمایا۔ فمن اعتدیٰ بعد ذالك فلہ عذاب علیم (ترجمہ جو کوئی اس کے بعد (حدود سے) تجاوز کریگا۔ اسکو سخت سزا ہوگی) پھر اسی سورۃ کے ذرا آگے چلکر فرمایا۔ ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (ترجمہ حدود سے تجاوز مت کرو۔ اللہ زیادتی کرنیوالوں سے محبت نہیں کرتا) پھر سورہ البرأت میں فرمایا

الاعراب اشد کفرا ونفاقا واجدر الا یعلموا حدود ما انزل اللہ علی رسولہ (ترجمہ۔ اور بدو لوگ کفر اور نفاق میں بڑے سخت ہیں۔ اور اللہ نے جو حدود اپنے رسول پر نازل کیں ان کو نہیں مانتے)۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا (ترجمہ۔ یہ اللہ کی (قائم کردہ) حدود میں ان سے تجاوز مت کرو ❖

(باقی آیندہ)

نظم
در مدح قرآن کریم

از نور پاکِ قرآں صبحِ صفا دمیدہ
بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ

ایں روشنی و لمعاں شمس الضحےٰ ندارد
ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

یوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا
ویں یوسفے کہ تنہا از چاہ بر کشیدہ

از مشرقِ معانی صدہا دقائق آورد
قدِ ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ

کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد
شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیدہ

آں نیرِ صداقت چوں رو بعالم آورد
ہر بوم شب پرستی در کنج خود خزیدہ

روئے یقیں نہ بیند ہرگز کسے بدنیا
الا کسے کہ باشد بارویش آرمیدہ

آں کس کہ عالمش شد مخزنِ معارف
واں بے خبر ز عالم کیں عالمے ندیدہ

بارانِ فضلِ رحماں آمد بمقدمِ او
بد قسمت آنکہ از وے سوئے دگر دویدہ

میلِ بدی نباشد الا رگِ شیاطیں
آں را بشر ندانم کز ہر خیرے رمیدہ

اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی
تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ

میلم نماند باکس محبوبِ من توئی بس
زیرا کہ زاں فغاں رس نورت بما رسیدہ

کلامِ الٰہی کے شائقین کیلئے خوشخبری

ترجمۃ القرآن انگریزی

مُصنّفہ

حضرت مولوی محمدؐ علی صاحب ایم اے ایل ایل بی

انڈیا پیپر کا نہایت نفیس کاغذ اور مراکو چمڑے کی خوبصورت جلد

اس قرآن مجید کے متعلق مسٹر محمد علی ایڈیٹر کامریڈ لکھتے ہیں:-

"اِس کتاب کی بیرونی شکل وشباہت - اسکی خوبصورتی صفائی اعلےٰ درجہ کے انڈیا پیپر - نہایت شاندار مراکو چمڑے کی جلد اور کئی ایک طغروں کے متعلق میری رائے ہے - کہ یہ سب کے سب اُس گہری محبت وعقیدت کو ظاہر کرنیوالی چیزیں ہیں جو اس عالمگیر کتاب کے متعلق ان لوگوں کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے جنھوں نے اس مقدس کام کا بیڑا اُٹھایا - اور اسے سرانجام دیا ہے ..... کتاب کے اندرونی مضامین میں سے اس کے تمام دیباچہ کو میں نے پڑھ لیا ہے اور سورتوں کے شروع میں جو تمہیدی نوٹ لکھے ہیں - اُن کو بھی اور نچلے تفسیری نوٹوں کو بھی کہیں کہیں سے دیکھا ہے - نیز رکوعوں کے عنوانات اور انڈکس پر بھی ایک نظر ڈالی ہے - اور ان سب کی ترتیب وتدوین کی میں تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا - ترجمہ کو جہاں تک میں نے دیکھا ہے - اسکی سلاست زبان اور صحت کو دیکھ کر میں بہت ہی متاثر ہوا ہوں - اور اس کے ساتھ عربی متن کا ہونا اس عزت وعظمت کو ظاہر کرتا

ہے۔ جو ایک سچے مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کے اِن الفاظ کی ہوسکتی ہے اور ہونی چاہیئے"+

مسٹر لیڈر جو انگلستان کے مشہور اہل قلم میں لکھتے ہیں

" آپ کو قرآن مجید کے ایسی پاکیزہ اور دیدہ زیب صورت میں نکلنے کی مبارکباد دیتا ہوں۔ اس کتاب کو تو محض ہاتھ میں لینا ہی ایک خاص لُطف رکھتا ہے لیکن جب اس کے ان خزائن علمیہ کی طرف توجہ کی جائے۔ جو موجب ہدایت و نُور ہیں۔ تو انسان کا قلب اُس محنت کے لئے جس سے یہ کتاب تیار ہُوئی ہے شکر و امتنان سے لبریز ہو جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ یہ محض محبّت و عقیدت کا کرشمہ ہے۔ کہ اس قسم کی تصنیف سرانجام کو پہنچی ہے۔ میں اس سے خوش ہوں۔ کہ قرآن مجید اب میری مادری زبان میں ہو گیا ہے۔ اور اسکی تصنیف ایک مُتقی اور علّامہ مسلمان نے کی ہے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ یہ تصنیف دُنیا کی مذہبی زندگی میں ایک نیا دَور شروع کردیگی۔ یہ تصنیف مشرق کے خزائن الٰہیات کو مغربی دُنیا کے قریب لے آئی ہے"+

پہلی قسط

اِس قرآن مجید کی پہلی قسط کی محدود کاپیاں ولایت سے ہمارے پاس آئی ہیں۔ شائقین کو جلد درخواستیں بھیجنی چاہئیں۔ ورنہ دوسری قسط کا انتظار کرنا پڑیگا

ہدیہ عنہ۲۰ علاوہ محصولڈاک وغیرہ پہلے اسکی قیمت عہ۱۶ روپیہ رکھی گئی تھی مگر چونکہ جلد بندی کے سامان اور محصولڈاک و انشورنس وغیرہ مصارف جنگ کی بدولت بڑھ گئے۔ اسلئے مجبوراً عنہ۲۰ روپیہ قیمت مقرر کیگئی جس سے محض لاگت ہی وصول ہوسکتی ہے

نوٹ۔ درخواست خریداری کیساتھ پوری قیمت یا اس کا کوئی حصہ بذریعہ منی آڈر بھیجنا چاہیئے +

تمام درخواستیں ذیل کے پتہ پر آنی چاہئیں

آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

کوڑیوں کے دام جواہر ریزے

رسالہ اشاعت اسلام کی سابقہ کی جلدیں نہایت قابل دید ہیں۔ ان سابقہ جلدوں میں اہم مسائل اسلام پر مسلسل اور سیر کن بحث کی گئی ہے۔ جس کے مطالعہ سے اسلام سے ناآشنا احباب اچھی طرح تمام مسائل سے واقفیت حاصل کر کے اسلام کے مخالفین کو دندان شکن جواب دینے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ اس کے مضمون نگار مشرق و مغرب کے علماء و فضلا ہیں۔ ہم نے پبلک کے مفاد کیلئے ان کی قیمت میں تخفیف کر دی ہے۔ امید ہے کہ دلدادگان اسلامی لٹریچر ایسی سنہری موقعہ سے استفادہ اٹھا دیجئے! اور اسی رنگ میں مشن کی اعانت فرما کر اس کارخیر میں حصہ لینگے۔ سابقہ جلدوں میں سے کچھ مضامین کے عنوان بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔ وھو ھذا

امن و سلامتی کا مذہب۔ عیسائیت و توحید۔ مذہب میں فطرت کا رنگ۔ اخلاق فاضلہ۔ اخلاقی معجزات رحمۃ للعالمین۔ مسئلہ زندگی۔ قرآن کریم و عقل۔ سیرت نبوی۔ لمعات انوار محمدیہ۔ ایک سرچشمہ سے نکلے ہوئے مذہب۔ اسلام کا احسان عورت پر۔ تہذیب اسلام و عیسائیت۔ روحانی شفا۔ خدا کی کامل تصویر۔ کفارہ کی تردید۔ دین فطرت۔ بعد الموت زندگی۔ غلامی۔ رمضان۔ قیمت +

جلد اول سنہ ۱۹۱۵ء ۱۱ پرچے سوا پرچہ جنوری ۱۹۱۵ء عہ/ + جلد دوم سنہ ۱۹۱۶ء مکمل . . . . عہ/
جلد سوم سنہ ۱۹۱۷ء ۱۱ پرچے سوائے مارچ سنہ ۱۹۱۷ء +

خُطباتِ غربیہ

قیمت ۳ر فی خطبہ مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لندن۔ یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرفت کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان۔ فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:-

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ سوم مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) " " توحید دعا۔ تصوف۔
(۳) " " خطبات عیدین۔
(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۵) اسلام اور دیگر مذاہب
(۶) حقوق النسوان

المشتہر مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

* خطبات نہایت عمدہ ولائتی کاغذ پر چھپے ہوئے ہیں [illegible]

فہرست کتب اشاعت اسلام بک ڈپو

تربیت النسا	۵ر	سوانح عمری عالم حسن ..	۲ر	سوانح عمری عالم حسین	۲ر
انمول موتی	۸ر	انیس العارفین	۸ر	تعلیم الصبیان	۲ر
لاڈلا بیٹا	۳ر	حوران جنت	۴ر	چڑیا چڑے کی کہانی ..	۳ر
ناصح مشفق ..	۳ر	علم کی دیوی ..	۵ر	حمیدہ خاتون ..	۳ر
آداب نسوان ..	۶ر	رسول عربی	۸ر	تاثیر صحبت	۸ر
خوش انجام ..	۲ر	جہاد کبیر	۲ر	اتالیق طلبا فیضی بی بی کی تمیزی کی تعلیم	۶ر
عربی کتب کی چوتھی کا حل ..	۱۲ر	فرنگی اور ناظم	۲ر	جام عرفان (نظم) ..	۱ر
میرا خواب (نظم) ..	۲ر	لکچر ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر (از اقبال)	۴ر	مسلم مشنری کے لاثانی لکچر حصہ اول	۱ر
صحیفہ آصفیہ ..	۲ر	بنگال کی دلجوئی ..	۱ر	کرشن اوتار	۱ر
لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۳ر	پیغام صلح	۱ر	لیکچر اسلام در الہ آباد	۱ر
نکات القرآن حصہ اول	۶ر	سیرۃ النعمان ..	عہ ۸ر	انشاء نسوان	۴ر
؍؍ ؍؍ حصہ دوم	۶ر	الفاروق	۷ر	فیملی ڈائری ..	۸ر
؍؍ ؍؍ حصہ سوم	۸ر	المامون	عیم ۸ر	ادیب نسوان ..	۴ر
؍؍ ؍؍ حصہ چہارم	۶ر	الغزالی ..	عہ ر	انتظام خانہ داری ..	۴ر
جمع قرآن ..	۱۰ر	تائید حق ..	۴ر	ہنر آموزی ..	۴ر
صورت مادہ	۴ر	اسرار سلیمانی مجلد	۴ر	کھانا پکانا	۴ر
التوحید	۱ر	طریق فلاح ..	۱ر	اخلاقی کہانیاں ..	۴ر
مادہ فانی ..	۱ر	مجموعہ لطائف	۳ر	خورشید جہاں ..	۴ر

قصاویر مسلمانان یورپ فی درجن ۱ر فی فوٹو ۱ر عکس مکتوب آنحضرت صلعم جو تبلیغی خط جو آپ نے مقوقس شاہ مصر کو لکھا فی درجن ۱ر فی عکس ۱ر

فوٹو اعجازی مچھلی جس کی دم کی ایک طرف "ماشاء اللہ" اور دوسری طرف کلمہ توحید لکھا ہوا۔ فی درجن ۱ر فی فوٹو ۱ر

مروارید ثلاثہ مجلد عہ بیجلد عہ

براہین نیرہ ۔ معروف بہ زندہ و کامل الہام (قرآن کریم) ۱۲ر

اُم الالسنہ ۔ معروف بہ زندہ و کامل عالمی زبان (عربی مبین) ۱۲ر

اسوۂ حسنہ ۔ معروف بہ زندہ و کامل نبی (حضرت محمد صلعم) ۸ر

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل۔ لاہور

برنٹر مطبع ... لاہور ... کے اہتمام سے ... میں چھپا ... نے اشاعت اسلام لاہور سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۸

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ ان رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۴) | بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۸)

فہرست مضامین

بلادِ غربیہ میں اسلام کا مشعلبردار

اسلامک ریویو مجریہ لندن قیمت سالانہ للعہ ر

اس کا اردو ترجمہ اشاعت اسلام قیمت سالانہ ہے ر - ایڈیٹر خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و مولوی صدرالدین صاحب بی اے - بی ٹی مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرفت کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں - کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں - اس کا ہر ایک خریدار اب گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے - اگر برادران ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچہزار اور اردو کے دس ہزار خریدار پیدا کردیں تو ان کا منافع ہمارے دو تگنگ اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیجدے - تو ہم ان کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کرینگے - کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں نہیں ؟

دوستو اٹھو ! جاگو !! اور وقت کو غنیمت سمجھو !!! اسلامک ریویو ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے - الحمد للہ بفضلہ تعالےٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے - اس کو مضبوط کرنے کی کوشش کرو - اور اللہ تعالےٰ سے اجر جزیل پاؤ گے + والسلام

قیمت جلد اسلامک ریویو ۱۹۱۳ء ۸ روپے ۱۹۱۴ء ۸ روپے ۱۹۱۵ء کمل و ۱۹۱۶ء ۸ روپے فی ۱۹۱۷ء للعہ ر قیمت اردو ترجمہ اشاعت اسلام ۱۹۱۴ء چھ روپے ۱۹۱۵ء و ۱۹۱۶ء فی ۱۹۱۷ء تین روپے ے/ نوٹ نمونہ ار کے ٹکٹ آنے پر رسال خدمت کیا جائیگا - کل درخواستیں خریداری بپتہ ذیل آنی چاہئیں

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

لندن

میں

جلسۂ میلاد النبی (صلعم)

قیمت ۳ ر

اس کتاب میں اس مقدس جلسہ کی مفصل روئداد ہے جو زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک سوسائٹی مورخہ ۶ جنوری ۱۹۱۷ء کو سیل ہوٹل میں مقدس تقریب ولادت آنحضرت پر منعقد ہوا - دیگر مشاہیر قوم و پریزیڈنٹل تقریر کے علاوہ مسٹر پکتھال کی ایک زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے خلق عظیم کے متعلق نہایت ہی قابل مطالعہ ہے ہمارے ناظرین کرام ضرور اس کی متعدد کاپیاں خرید کر باکثیر مسلم احباب میں تقسیم فرمائیں +

المشتہر

مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) — بابت ماہ اگست ۱۹۱۸ء — نمبر (۸)

شذرات

انگلستان میں آرٹ پیپر کے میسّر نہ آنے کی وجہ سے ہمیں کچھ مدت کیلئے رسالہ کے ساتھ تصاویر کے شائع کرنے کا سلسلہ ملتوی کرنا پڑا ہے۔ اُمید ہے کہ ناظرین کرام وقتی مشکلات کو ملحوظ نظر رکھ کر ہمیں معذور سمجھینگے +

لندن مسلم ہوس میں خاص لیکچروں کا سلسلہ

اسلامک ریویو کے تازہ نمبر سے اُس کوشش اور جدوجہد کا مفصّل حال معلوم ہوتا ہے۔ جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ولایت میں کر رہے ہیں۔ اُن لیکچروں کے علاوہ جو دوسری سوسائٹیوں کے زیر اہتمام ان کی دعوت پر آپ کو دینے پڑتے ہیں خاص لندن مسلم ہوس میں اکثر لوگوں کی درخواست پر آپ نے مُطالعۂ اسلام کے عنوان سے لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کر رکھا ہے ہر پندرہ دن کے بعد آپ ہفتہ کے روز اسلام کے کسی ایک خاص مسئلہ پر کچھ تھوڑا سا بیان کرتے ہیں۔ پھر سوالات شروع ہوتے ہیں۔ جس پر ایک نہایت ہی پُر لطف بحث ہو کر حاضرین کو بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور

وہ خاص طور پر اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس غرض سے آپ نے ایک خاص سلسلہ مضامین شروع کر رکھا ہے۔ چنانچہ ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء میں آپ نے اسی سلسلہ میں جن مضامین پر لیکچر دیئے۔ اُن کو ناظرین کرام سابقہ رسالہ ماہ جون سنہ ۱۹۱۸ء اشاعت اسلام میں ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء کے پروگرام میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ماہ مئی سنہ ۱۹۱۸ء کی مفصل رپورٹ اس رسالہ میں کسی دوسری جگہ قارئین کرام "بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام" کے عنوان سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس کے علاوہ ہر مہینہ لیکچروں کا یہ سلسلہ اسی کثرت کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ چنانچہ ماہ جون سنہ ۱۹۱۸ء کے مہینہ میں جن لیکچروں کے دیئے جانے کا انتظام پیشتر سے ہی ہو چکا تھا۔ ان کی بھی تفصیل ذیل میں درج کیجاتی ہے:-

پروگرام لیکچر بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۸ء

یکم جون سنہ ۱۹۱۸ء ہفتہ ۵ بجے شام کو لندن مسلم ہوس میں حضرت خواجہ صاحب نے "اسلام میں خیرات" پر لیکچر دیا[۱] +

۲ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار۔ ۳½ بجے شام مسجد ووکنگ میں حضرت خواجہ صاحب نے سرمن دیا۔

۹ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار۔ ۳½ بجے شام لندن مسلم ہوس میں مسٹر مارماڈیوک پکتھال نو مسلم نے "اسلام" پر لیکچر دیا +

۹ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار۔ ۳½ بجے شام کو مسجد ووکنگ میں جناب مسٹر عبد القیوم صاحب ملک نے "اسلام میں انسانی ہمدردی" پر لیکچر دیا +

۱۵ جون سنہ ۱۹۱۸ء ہفتہ کو ۶ بجے شام لندن مسلم ہوس میں حضرت خواجہ صاحب نے "اسلام میں روزمرہ کی زندگی" پر لیکچر دیا[۲] +

۱۶ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار کے ۳½ بجے شام کو مسجد ووکنگ میں حضرت خواجہ صاحب نے سرمون پڑھ کر سنایا

۲۳ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار کے ۳½ بجے شام کو مسجد ووکنگ میں جناب مسٹر عبد القیوم صاحب ملک نے "حج" پر لیکچر دیا جس میں ثابت کیا کہ کل روئے زمین کی اقوام حج کے ذریعے سے ہی متحد ہو سکتی ہیں +

---

[۱] یہ لیکچر مطالعہ اسلام کے سلسلہ میں سے ہیں۔ جو حضرت خواجہ صاحب نہایت ہی اختصار کے ساتھ اسلام کے حسن و جمال و فلسفہ ارکان کے متعلق بیان فرماتے ہیں جس پر خوب بحث ہوتی ہے جو نہایت ہی سودمند ہوتے ہیں +

۲۳ جون ۱۹۱۸ء اتوار کے ۳ ۱/۲ بجے شام کے لنڈن مسلم ہوس میں سرمن وسروس جناب رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے الفاروق بالقابہم نے دیا +

۲۹ جون ۱۹۱۸ء ہفتہ کے ۵ بجے شام کو لنڈن مسلم ہوس میں حضرت خواجہ صاحب نے "اسلام میں ممنوعات" پر لکچر دیا +

۳۰ جون ۱۹۱۸ء اتوار کے ۳ ۱/۲ بجے شام مسجد ووکنگ میں جناب مسٹر سلمان غلیح نومسلم نے سرمن وسروس دیا +

مندرجہ بالا لیکچروں کے علاوہ ایک لیکچر حضرت خواجہ صاحب نے بمقام ۲ سکارس ڈیل سٹوڈیو لنڈن میں مورخہ ۲۱ جون ۱۹۱۸ء کو کوسمک کانشس (ادراک کونیہ) پر دیا +

لنڈن میں درس قرآن کریم

سب سے بڑھ کر دل خوش کن وہ خبر ہے۔ جو درس قرآن کریم کے نام سے خود حضرت خواجہ صاحب اپنی کسی چٹھی میں بھی سُنا چکے ہیں۔ یہ درس حضرت خواجہ صاحب ہر جمعہ کے روز لنڈن مسلم ہوس اور ہر ہفتہ کو مسجد ووکنگ میں دیتے ہیں۔ اور قرآن کے معارف وحقائق سے سرزمین تثلیث کو توحید کا دلدادہ وشیدا بناتے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ ایک جماعت عربی پڑھانے کیلئے بھی آپنے لنڈن مسلم ہوس میں ہی کھول رکھی ہے۔ جہاں ہر جمعہ کے دن ہی درس قرآن کریم کے بعد چھ بجے شروع ہوکر آٹھ بجے تک رہتا ہے مسٹر احسان الحق عربی پڑھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ صاحب اور دیگر تمام مسلمانوں کو جو اس مقدس کام میں آپ کے مُمد ومعاون ہیں خاص طور پر نصرت فرمائے۔ اور آپ کے اس کام کو بارآور کرے۔ آمین ثم آمین

لنڈن مسلم سوسائٹی

مورخہ ۴۔ اپریل ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ظہور الدین صاحب نے مشرق ومغرب کے اتحاد پر ایک نہایت ہی دلفریب مضمون پڑھا۔ مضمون نہایت ہی علمی پایہ کا تھا جو براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ سے مُزین تھا اور لیکچرار کی اس محنت شاقہ کا بین ثبوت تھا۔ جو اُس نے اس مضمون کی تیاری کیلئے صرف کی +

مشرف بہ اسلام۔ الحمد للہ کہ دو اور سعید رُوحیں جو ایک معزز عبرانی خاندان سے تعلق رکھتی

ہیں حلقہ بگوش اسلام ہوئی ہیں جس میں ایک مرد ہے اور ایک اسکی لڑکی۔ اللہ تعالےٰ ان نو مسلمین کو استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ اللّٰھم زد فزد +

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

ماہ مئی سنہ ۱۹۱۸ء میں مسلم مشن کا کام

خدا کرے کہ مسلم بھائیوں میں اس فرضِ اولین یعنے اشاعت اسلام کا احساس پیدا ہو یہاں پر اس قدر اب کام کرنے کی گنجائش نکلتی آتی ہے۔ کہ مجھے تو سمجھ نہیں آتا کہ میں کیا کروں خدا تعالےٰ نے بعض حالات ہی ایسے پیدا کر دیئے ہیں کہ مختلف سرکلوں میں اسلام کے متعلق حالات سُننے کی خواہش بڑی سُرعت سے جوش مار رہی ہے۔ ادھر عیسائیت سے جہاں نفرت بڑھ رہی ہے۔ وہاں جس قدر نئی تحریکات مختلف مذہبی شکلوں میں پیدا ہو رہی ہیں وہ دراصل اسلام کا ہی ایک نہ ایک خط و خال ہے۔ کاش یہاں نصف درجن مشنری ہوں جو میری طرح یا مجھ سے یہاں کے دل و دماغ کو سمجھیں پھر کیا ہے چاروں طرف تبلیغ اسلام کا ہی غلغلہ ہو۔ ہاں ہدایت منجانب اللہ ہے۔ یہاں کے اہل قلم کو مذہبی امور پر چھوڑ۔ پولیٹیکل حالات قریب قریب مجبور کر رہے ہیں کہ جس نکتہ خیال سے اسلام کی طرف آج سے پہلے انہوں نے توجہ کی تھی اُسکو اب چھوڑ دیا جائے۔ اور ضرورت ہے کہ آئندہ اس مذہب حقہ کے متعلق یُورپین مُصنفین کی قلمیں حمایت میں چلیں جس کا ابتدائی رنگ پیدا ہو رہا ہے۔ یہ وقت ہے کہ اب مسلم اہل قلم اور اہل کلام اُٹھیں اور اسلامی معارف و حقائق کو بیان کریں کس قدر ہماری بدقسمتی ہے۔ کہ مسلم تعلیمیافتہ جہاں اس وقت پولیٹیکل امور کو مطمح نگاہ بنا رہے ہیں وہ یہ بھی سمجھیں کہ اہل اسلام کی اشاعت وہ باتیں جلد پیدا کر سکتی ہے جن کا عُشر عشیر ان کی پولیٹیکل جولانیاں حاصل نہیں کر سکتیں ۔۔۔۔ اس ماہ کے ابتدا میں بھی ایک خاتون مشرف باسلام ہوئی۔ جمعہ کی نماز کے بعد حسب معمول اس سے اقرار لسانی مفصل طور پر لیا گیا +

نماز جمعہ کے علاوہ لندن مسلم ہوس میں ایسٹ ہوم ۴۔ ۱۴۔ ۱۔ اور ۲۸ مئی کو دیئے جو ہر پہلو میں

کامیاب ہے معمول کے مواضع اور نماز عصر کے بعد جلسہ تقریر ہوا۔ اور ان مواقع پر مطالعہ اسلام کے عنوان کے ماتحت میں نے تین تقریریں نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج پر کیں۔ اس سے پہلے دو ایٹ ہوم میں جو ماہ اپریل میں ایمانیات اور ارکان اسلام پر مفصل بحث ہوگئی۔ ہر ایک تقریر کے بعد سلسلہ سوال وجواب ایک گھنٹہ یا زیادہ وقت تک رہا اور وہ بہت ہی مفید ثابت ہوا۔ اب چونکہ آئندہ جون میں ماہ رمضان المبارک ہے۔ اسلئے ایٹ ہوم اس ماہ میں نہ ہونگے۔ اس کے علاوہ مسلم ہوس میں ۱۲ مئی کو لارڈ ہیڈلے بالقابہم کا لیکچر بعنوان وارننگ (تنبیہ) پر ہوا۔ اس میں اس مرد مسلمان نے پبلک میں ایک ساٹھ ستر حاضرین کے جلسہ میں اپنی گذشتہ غلطی کا اعتراف کرکے " کردم ز شراب ناب توبہ" کا وعظ پڑھا۔ سبحان اللہ یہ ہے احیاء موت اسلام۔ ایک امیر زادہ اور گذشتہ سولیشت سے امیر ابن امیر کس جوانمردی سے اپنے گناہوں کا پبلک میں اعتراف کرتا ہے۔ ۲۶ مئی کو میرا اپنا لیکچر بعنوان سلویشن (گناہوں سے نجات) یا اگزالٹیشن (رفعت روحانی) پر ہوا۔ یہ گویا اسلامی اور عیسوی عقائد متعلقہ نجات کا مقابلہ تھا۔ ووکنگ مسجد کے اتوار کے جلسہ ہر اتوار کو ہوئے۔ وہاں ایک روز مسٹر عبد القیوم ملک اور دو اتوار ایک نومسلم بھائی مسٹر شمس الدین شمس اور ایک اتوار میں نے تقریر کی۔ ان جلسوں کے علاوہ جو دوسرے مقامات پر میری تقریریں اور لیکچر ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔
۲ مئی بمقام ۷ اپرنس ہنری روم فلیٹ سٹریٹ لندن بہ مجلس انتھوسٹیڈ لو کنسنگٹن مضمون کوسمک کانسشن (اور آک کونیہ) ۱۲ مئی بمقام کلیب بہم سپر جوال سرکل سٹبرسی مضمون وکلا تموتن وانتم مسلمون۔ ۲۳ مئی۔ بہ مجلس برٹن اینڈ انڈیا بمقام ۲۱ ایجنٹ سٹریٹ ولسیٹ بہ مضمون یونیورسل ازم (اخوت عامہ) کی تعلیم کس طرح شارع اسلام نے تلقین فرمائی اور اس کے نتائج اسکے علاوہ بمقام ایلنگ ہمارے نومسلم بھائی شیخ سلمان شلیخ نے جاکر اسلام پر تقریر کی۔ جماعت قرآن: بحمد اللہ قرآن کریم کے اسباق برابر جاری ہیں جیسے میں نے پہلے لکھا تھا۔ کہ ہفتہ میں ایک سبق ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ مجھے فرصت نہیں لیکن ہر سبق میں چند رکوع میں پڑھ دیتا ہوں۔ اور ان کی تشریح کردیتا ہوں۔ جماعت میں تین چار طالب عیسائی شامل ہوگئے ہیں۔ یہ سبق ایک دن ووکنگ اور ایک دن لندن میں ہفتہ وار

ہوتا ہے۔ باہر سے مطالبات دن بدن بڑھتے جاتے ہیں لیکن کام کرنیوالے بہت تھوڑے ہیں۔ اور جو ہیں اول تو اُن کو یہاں کے حالات سمجھنے میں مدت چاہئے اور پھر راہ جو انہوں نے اختیار کی وہ غلط قدم ہے۔ تھوڑے دنوں میں اُن کو خود ہی سمجھ آجاویگی کہ یہاں کس بات کی اس وقت ضرورت ہے۔ آج پانچ سال سے زیادہ عرصہ مجھے یہاں ہوا اور مجھے یہ امر تسلیم کرنے میں ذرا بھی باک نہیں۔ کہ میں نے ابھی تک یہاں کے نکتہ خیال اور انداز فہم (سائیکولوجی) کو کما حقہ نہیں سمجھا پھر یہاں تو ابھی ابتدائی اصول اسلام اور حقیقت اسلام سے بھی ناواقفیت ہے۔ کس کا قرآن اور کس کی فرع ابھی گذشتہ ہفتہ میں نے اپنے لیکچر یونیورسلزم میں توحید کے متعلق بیان کرتے ہوئے انا البشر مثلکم کی طرف اشارہ کیا۔ اور کسی انسان کو خدا چھوڑ کر کسی رنگ میں فوق الانسانیت اوصاف سے متصف تسلیم کر لینے کی بیہودگی پر زور دیا۔ تو ایک فوجی افسر جو دوران لیکچر میں لبشاش ہو رہا تھا لیکچر کے بعد میرے پاس آیا۔ اور شکریہ ادا کرنے کے بعد کہنے لگا کہ آج میں یہ سنکر بہت خوش ہوا۔ کہ آپ اپنی نبی کو انسان سمجھتے ہیں۔ اور خدا نہیں سمجھتے سبحان اللہ سوا تیرہ صدیاں ہمیں توحید کا وعظ کہتے ہوئے گذر گئیں اور کُل دُنیا ہماری توحید کو تسلیم کرتی ہے۔ اور یہ فوجی افسر مجھے آج یہ سناتے ہیں۔ اور خصوصاً وہ سرحدی اضلاع میں مدتوں رہ چکے ہیں جہاں واقفیت کا یہ حال ہے۔ ہاں فرقہ بندی کی روک سراسر نادانی نہیں تو اور کیا ہے ؎

دلِ مسلم ہے اِک سنگ فرقہ لو ۔۔۔ پھل کدھر پھول کس کے فشاخ کہاں

تو طریقت کے ہیر پھیر میں ہے ۔۔۔ یہاں شریعت ابھی پڑی نشاں

اگر کسے ہست یک حرف بس است +

از لندن مسلم ہوس ۱۱ مگ ڈن ہل روڈ لندن

خواجہ کمال الدین امام مسجد ووکنگ

جملہ خریداران ازراہ کرم خط وکتابت کے وقت نمبر خریداری کا ضرور حوالہ فرمایا کریں و نیز اپنے حلقہ اثر میں رسالہ کی توسیع اشاعت فرما کر داخل حسنات ہوں۔ کیونکہ کاغذ کی گرانی روز افزوں ترقی پر ہے +

مسلم مشن ووکنگ

اِس قحط سالی و جنگ۔ قلت و گرانی کے زمانہ میں مسلم مشن ووکنگ کو بہت سی مالی ضروریات لاحق ہیں۔ اور اخراجات سابقہ سے کئی گنا زیادہ ہو گئے ہیں۔ اور روز افزوں ترقی پر ہیں۔ اگر مسلم برادران ملت متفقہ طور پر کوشش فرمائیں۔ تو ان مصارف کا مہیا کرنا ان کیلئے کوئی بڑی بات نہیں۔ ہمیں شک نہیں کہ مسلم برادران کو آئے دن کسی نہ کسی قومی تحریک میں حصہ لینا پڑتا ہے لیکن قرآن کریم کے احکام کے ماتحت جبکہ اسلام ایک بیکسی مفلسی و غربت کی حالت میں ہے۔ ہماری سب کی سب قومی تحریکات کے مقابل اشاعت اسلام کا عظیم الشان کام ہماری تمام مالی قربانیوں کا سب سے بڑھکر مستحق ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے تو اس پاک فرض کی ادائیگی میں جانیں تک قربان کرنے میں دریغ نہ کیا لیکن ایک ہم ہیں کہ گھر بیٹھے بھی دعوت الاسلام پہنچانے والے گروہ کی کسی قسم کی امداد بھی نہیں کر سکتے ہیں تفاوت از کجاست تا بکجا مسلمانوں کا کس قدر روپیہ ہے۔ جو اگر درست طور پر جمع ہو۔ تو اس سے کتنے بڑے بڑے قومی کام چل سکتے ہیں مثلاً زکوٰۃ کا روپیہ۔ اگر صاحب نصاب آٹھواں حصہ بھی اشاعت اسلام کیلئے دے دیا کریں۔ تو اس سے بھی مسلم مشن کے بہت سے اخراجات ادا ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ قربانی کی کھالوں کا روپیہ فطرانہ عید۔ ہر قسم کی نذر و نیاز بھینٹ۔ خیرات۔ صدقات یہ سب کا سب روپیہ اشاعت اسلام کے کام پر لگایا جا سکتا ہے۔ اسلام کی حالت اس وقت ایک ایسی اضطراری حالت ہے کہ اسکی اشاعت کے لئے سود کا روپیہ بھی جائز ہے۔ جو مسلمان اپنا روپیہ بنکوں میں رکھتے ہیں اگر وہ صرف اس کا سود اشاعت اسلام کیلئے دیدیا کریں تو اسکے ذریعے سے بھی بہت سے مشن کے کام چل سکتے ہیں۔ امید قوی ہے کہ بہی خواہان اسلام ان وقتی ضروریات پر عملبہ پانے کیلئے کوشش فرمائیں گے۔ اور مشن کے ضروری اخراجات کیلئے روپیہ فراہم فرماکر داخل حسنات ہونگے۔ اس اسلامی خدمت کیلئے تھوڑی سی ہمت درکار ہے۔ جو شخص اس کار خیر میں کمر ہمت باندھیگا۔ اللہ تعالےٰ اس کا معاون ہوگا۔ اس کام کیلئے مانگنے میں کچھ شرم نہیں۔ کیونکہ یہ خدا کا کام ہے۔ اللہ کی راہ میں لگانے کیلئے جو شخص دست سوال

دراز کرتا ہے۔ وہ سائل نہیں بلکہ مجاہد ہے۔ سو اشاعت اسلام کے شیدائیوں اس موقعہ پر اپنی ہمت دکھاؤ۔ اٹھو اور کام میں لگ جاؤ۔

نوٹ۔ تمام ترسیل زر بنام امین صاحب مسلم مشن ووکنگ۔ (یعنی امین صاحب) بشیخ رحمت اللہ مینیجر اسلامک ریویو مسلم انڈیا انگلش ٹیریوس دی مال لاہور

نعت

در دلم جوشد ثنائے سرورے — آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل — آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے
آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق است — ہمچو طفلے پروریدہ در برے
آنکہ در بر و کرم بحرِ عظیم — آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرے
آنکہ در جود و سخا ابرِ بہار — آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
آں رحیم و رحم حق را آیتے — آں کرم وجودِ حق را مظہرے
آں رخِ فرخ کہ یک دیدارِ او — زشت رُو را میکند خوش منظرے
آں دلے روشن کہ روشن کردہ است — صد درونِ تیرہ را چوں اخترے
آں مبارک پے کہ آمد ذاتِ او — رحمتے زاں ذاتِ عالم پرورے
احمد آخر زماں کز نورِ او — شد دلِ مردم زخور تاباں ترے
از بنی آدم فزوں تر در جمال — وز لآلی پاک تر در گوہرے
بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ — در دلش پُر از معارف کوثرے
بہرِ حق داماں ز غیرش برفشاند — ثانئے او نیست در بحر و برے
آں چراغش داد حق کش تا ابد — نے خطر نے غم ز باد صرصرے
پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل — بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے

حضرت مسیح کلام کو کیونکر صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے

(مسٹر ڈین صاحب ایک انگریز نو مسلم کے قلم سے)

اگر بائیبل کے مغربی قارئین اس کا مطالعہ کرتے وقت اسبات کو مدنظر رکھا کریں کہ کتب مقدسہ (اناجیل) کے مصنفین مغربی نہیں بلکہ مشرقی تھے۔ اور ان کے اخلاق و اعمال بھی مشرق ہی کے سانچہ میں ڈھلے ہوئے تھے۔ اگر اُن کو اسبات کا احساس ہو۔ کہ یہ لوگ جس زبان میں کلام کرتے اور لکھتے تھے۔ وہ سب مشرقی محاورات ہی کا مجموعہ تھی۔ تو وہ تمام باتیں جو انہیں ناقابل فہم اور غیر معقول نظر آتی ہیں۔ اسی وقت معقول دکھائی دینے لگیں اور فوراً ان کی سمجھ میں آجائیں۔ حضرت مسیح کے اکثر محاورات بہت لوگوں کیلئے اُن کے متن کے متعلق ٹھوکر کا موجب ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سوائے اسکے نہیں۔ کہ مغربی لوگوں کا رُجحان مادہ پرستی کی طرف بہت زیادہ ہے۔ اور وہ ان نظریات کو جو حواس سے تعلق نہیں رکھتیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔ وہ ہر ایک چیز کی ظاہر شکل وصورت کو ہی دیکھ کر اُسے قبول یا رد کر دیتے ہیں۔ اور ہر ایک لفظ کے لغوی معنوں کو لینا ہی ضروری سمجھتے ہیں۔ مجاز کو وہ حقیقت اور چھلکا کو مغز خیال کر لیتے ہیں۔ اور اسکی تہ کو پہنچ کر اصل مطلب کو سمجھنا نہیں چاہتے یسوع مسیح کو وہ خدا سمجھتے ہیں۔ تو ان الفاظ کے لغوی معنوں کی بنا پر جن کو حضرت مسیح نے ایک اور حقیقت کے اظہار کے لئے بطور مجاز استعمال کیا۔ لیکن جونہی عقل انسانی سامنے آئی اور دلیل کے ساتھ اس ناحق تاویل کی قلعی کھولتی ہے۔ فوراً انہی پرستاران مسیح کو وہی حلیم شہزادۂ امن ایک خود بین اور خود نما انسان نظر آنے لگتا ہے۔ لیکن اگر مسیح کے الفاظ کے وہی معنے روا رکھے جاتے۔ جو اِن الفاظ کو استعمال کرتے وقت خود ان کے مدنظر تھے۔ تو اس قسم کی بداعتقادی ان کے متعلق پیدا نہ ہوتی۔ مگر ایک مغرب کا رہنے والا جب جناب مسیح کے مقدس کلام کی صداقت کو غائب کر رہا ہو۔ اس کھینچا تانی کو دل میں جگہ دینے کے اپنے آپ کو ناقابل پاتا ہے حالانکہ

اسکو سمجھنا چاہئے۔ کہ مسیح مشرق کے رہنے والے تھے۔ مشرق ہی کی زبان وہ بولا کرتے تھے اور اسی قسم کے محاورات کو وہ استعمال کرتے اور تمثیلوں میں کلام کیا کرتے تھے۔ آپ اپنے الفاظ کو قطعاً لغوی معنوں میں استعمال نہیں کرتے تھے۔ اگر اور بھی مشرقی معلمین اور بانیان مذاہب کے کلمات کو مطالعہ کیا جائے تو یہ معاملہ اور بھی صاف ہو جاتا ہے۔ مسیح نے جو کچھ اپنے متعلق کہا ہے۔ وہ کوئی نرالی اور انوکھی بات نہیں۔ دوسرے انبیاء ہی کی زبان میں وہ کلام کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ہر ایک وہ شخص جو مسیح کی طرح اس پر یقین رکھتا ہو۔ کہ انسان اللہ تعالٰے کے نمونہ پر بنایا گیا ہے۔ اور تمام اخلاق فاضلہ اور صفات حسنہ جو ہمیں ودیعت کیگئی ہیں۔ وہ خدا ہی سے ہیں۔ وہ جب ان صفاتِ الٰہی سے متصف ہونے کا ذکر کریگا تو سوائے اس کے کہ وہ مسیح کے ہم آواز ہو کر یہ کہدے کہ "باپ مجھ میں ہے" اور کیا یہ کہہ سکتا ہے۔ کوئی شخص باپ پاس نہیں آ سکتا۔ مگر میرے ذریعہ سے۔ یہ ایک اور فقرہ ہے۔ جو حضرت مسیح کے منہ سے نکلا ہے۔ اور صرف آپ ہی نے نہیں بلکہ دوسرے انبیاء نے بھی مختلف الفاظ اور جداگانہ طریق پر اپنے متعلق اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ اس فقرہ کے سمجھنے کے لئے ہمیشہ ان حالات کو پیش نظر رکھ لینا چاہئے۔ جو کسی نبی یا مصلح کی بعثت کا اصل موجب اور سبب ہوتے ہیں۔ انبیا اس وقت آتے ہیں۔ جب نسل انسانی روحانی اور اخلاقی طور پر اسفل السافلین میں جا گرتی ہے۔ وہ اس وقت بنی نوع انسان کو اس خطرناک گڑھے سے نکالنے اور انہیں روحانیت کی بلند ترین منازل پر کھڑا کرنے اور ہر ایک پہلو سے ترقی کی شاہراہ پر چلانے کے لئے آتے ہیں۔ وہ اپنے اردگرد تمام لوگوں کو خدا کے رستہ سے بھٹکے ہوئے اور سخت ترین ظلمتوں اور تاریکیوں میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ اور صرف اسی اکیلے نبی ہی کا ہاتھ روشنی کے اس بلند مینار کو تھامے ہوئے ہوتا ہے جو راستی اور صداقت کیطرف راہنمائی کرتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص اللہ تعالٰے کا مطیع ہو کر اس کا اطاعت گذار اور فرمانبردار بنکر اس سے ملنا چاہتا ہے۔ تو اسکے لئے ضروری ہے کہ اس رہبر حقیقی کے نقش قدم پر گامزن ہو۔ اور ادھر ادھر دوسرے لوگوں کے پیچھے لگنا چھوڑ دے۔ ان حالات کے اندر کوئی وقت کا نبی آکر وہی کچھ کہدے۔ جو جناب مسیح نے کہا ہے۔ کہ کوئی شخص باپ پاس نہیں آ سکتا۔ مگر میرے ذریعہ سے۔ تو کیا وہ ایسا کہنے میں حق بجانب ہوگا۔ کیونکہ اپنے وقت میں وہی ایک شخص ہوتا ہے جو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق خدا کو نجات کی راہ دکھانے کیلئے کھڑا کیا جاتا ہے تو ان نبیوں نے یہی حقیقت کو دہرایا ہے۔ جہاں اس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا ہے۔ کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کہہ دے اے رسول کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا۔ گناہوں کا محو ہونا اور اللہ تعالیٰ کی محبت یہ دونوں باتیں اسی شخص کو عنایت کیجاتی ہیں جو ایک باشریعت زندگی بسر کرنے کیلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ یوحنا ۱۵ باب آیت ۱۰ میں بھی یہی ہم پڑھتے ہیں۔ کہ

"اگر تم میرے حکموں پر عمل کرو گے۔ تو میری محبت میں قائم رہو گے"۔ جو صاف طور پر حقیقت کا اعتراف ہے +

پھر جناب مسیح کو بھی ان تمام مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا جو ہر ایک صادق انسان کے حصہ میں آئی ہیں۔ اور اگر اعشائے ربانی کی رسم اسی تلخ تعلیم کیطرف ہی اشارہ کرتی ہے جو جناب مسیح نے اُس وقت کی مہذب دُنیا کے سامنے پیش کی۔ اور اس صداقت کا اظہار اس سے ہوتا ہے۔ جس کے قائم کرنے کیلئے آپ کو اپنا خون بہانا پڑا۔ تو پھر آپ کا یہ کلام بالکل صحیح ہے۔ اور عین صداقت پر مبنی۔ کہ یہ میرا خون ہے جو بہتوں کے لئے بہایا گیا۔ تاکہ وہ گناہ سے نجات پائیں۔ آپ ایک گری ہوئی قوم کو سنبھالنے کے لئے آئے۔ وہ قوم جس کو موسیٰ نے بھی آکر اپنے پاؤں پر کھڑا کیا۔ اور نہایت ادنےٰ حالت سے اُٹھا کر اعلیٰ حالت تک پہنچایا۔ پس اب پھر داؤد کی نسل سے ایک اور انسان کو کھڑا کیا گیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے دیگر فرزند مختلف وقتوں میں مبعوث ہوتے رہے۔ وہ آیا تاکہ انسان کو گناہوں کے اس اتھاہ گڑھے میں سے باہر نکالے جسمیں وہ پھر دوبارہ جا گرا تھا لیکن ان نئی تعلیمات کو دیکھ کر شریر آدمیوں نے ناک بھاؤں چڑھائے۔ اور بدکرداروں کو اسکی باتیں پسند نہ آئیں آپ نے ربیوں کی اندرونی حالت کو کھولکر رکھ دیا۔ اور فریسیوں کی بد عملیوں کو آشکارا کیا جس سے عام طور پر نفرت پھیلنی شروع ہوئی۔ یہود آپ کے دشمن بن گئے۔ اور انہوں نے آپ کو مارنے کی تجاویز شروع کیں۔ بظاہر صرف یہی ایک وجہ ہے۔ جو آپ کے صلیب پر چڑھائے

جانے کا موجب ہوئی۔ اور کونسا وہ شخص ہے۔ جو حق کی حمایت کیلئے آیا ہے اور اس سے اس قسم کا سلوک نہیں ہوا۔ کیا یہ تکلیف جو مسیح پر آئی انہیں مصائب کا ایک حصہ نہیں جو انبیاء کے حصہ میں ہمیشہ آتی رہی ہیں۔ آپ نے وہی تعلیم دی جو آپ کے نزدیک ایک گنہگار انسان کو اللہ تعالے تک پہنچا سکتی تھی شریعت کی پابندی کی تعلیم کو دیکر آپ نے باطل کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دینا چاہا کیونکہ آپ کے یقین ایمان اور اعتقاد کے مطابق یہی ایک راہ تھی جس کے ذریعہ سے انسان خدا کی بادشاہت میں بڑا بن سکتا تھا۔ اپنے پیرؤوں کو اسی ایک راہ پر چلانا انہیں شریعت کا پابند بنانا ہی آپ کا مقصد حقیقی تھا۔ اور اسی نصب العین کو کامیاب بنانے کیلئے آپ نے اپنی جان تک دیدی۔ صداقت اور پرہیزگاری کے اصُولوں کی آپ نے اپنے خون سے آبیاری کی پس بیشک گنہگاروں کی خاطر آپ نے جان دی۔

آپ کی باتیں

صاف اور کھلی کھلی مثلیں — جو آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں لیکن اس کے برخلاف سادہ اور صاف لفظوں کے پیچ در پیچ معنے کر کے انسان کو بالکل عالم حیرانی اور تعجب میں ڈالدیا جاتا ہے۔ حالانکہ جناب مسیح ہماری روزمرہ کی گفتگو اور بولچال کے مطابق ہی کلام کرتے اور انہی محاورات کو استعمال کیا کرتے تھے۔ جو کسی نہ کسی شہید صداقت کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے ہم بھی بول ہی دیا کرتے ہیں۔ کوئی اصلاح دنیا میں مصلحین کے دُکھ اور تکلیف اُٹھائے بغیر نہیں ہُوئی۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس پودہ کو نشوونما دینے اور ثمر بنانے کیلئے ضرورت ہے کہ انسانی خُون سے اسکی آبیاری کی جائے۔ گناہ کا استیصال اور اس استیصال کرنیوالوں کی شہادت دو لازم و ملزُوم باتیں ہیں۔ وہ مُصلحین جو وقتاً فوقتاً دُنیا میں اصلاح خلق کیلئے آئے ہیں۔ ہمیشہ انہیں سخت ترین مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ جو بعض اوقات اس قدر مظالم کا مُوجب بن جاتی ہیں کہ اُن کی جان پر بنتی ہے۔ اسی جدوجہد میں وہ مرتے ہیں لیکن اپنے پیچھے ایک انقلاب پیدا کر جاتے ہیں۔ جو آیندہ نسل کی بہبُودی اور ترقی کا موجب ہوتا ہے۔ یہ نتیجہ ان اصُولوں پر عمل کرنے سے رُونما ہوتا ہے۔ جن کو قائم کرنے اور سکھانے

کے بچے ایسے دو مناہین کے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ یہ نہیں کہ اُن کی جان جانے اور خون بہنے پر آمادہ ہونے سے گناہوں سے نجات ملجاتی ہو +

غرض نسل انسانی کو وقتاً فوقتاً ان مصائب اور دُکھوں کے ذریعہ سے جو کسی ایک انبیاء پر وارد ہوئے۔ گناہوں سے نجات حاصل ہوئی ہے ایسا ہی جناب مسیحؑ کے خون کے ذریعہ بھی انہوں نے گناہوں سے نجات پائی۔ کیونکہ وہ صداقت جس کے لئے آپ آئے تھے دُنیا میں ان دکھوں کے ذریعہ سے ہی قائم ہوئی اور ہوتی ہے۔ اور لوگ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس لئے محض ان دُکھوں پر ایمان لے آنے سے نجات نہیں ہو سکتی +

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آیت اللہ

(از جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء)

بہ تسلسل صفحہ ۲۸۶ جلد ۴ نمبر ۶

لیکن یہی صاحب جب صفحات ۸۵ و ۸۶ پر پہنچتے ہیں تو اپنی پہلی تحریر کو یکلم فراموش کر کے فرماتے ہیں: "بیسویں صدی عیسوی کے فلاسفر جو اس مضبوط بُنیاد پر پھر نئے سر سے عمارت کھڑی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو آنیوالی نسلوں کے سامنے نہ صرف ارتقاے عالم کی عظیم الشان صداقتیں بیان کرنی پڑینگی۔ بلکہ ان بے انتہا خزانوں کی کُنجی بھی جو ہر جگہ پوشیدہ معلوم ہوتے ہیں ان کے حوالے کرنی ہوگی۔ خواہ ہم ان پہاڑوں کی عظیم الشان چوٹیوں کو نظر حیرت سے دیکھیں اور خواہ اس سحری دنیا کے رازوں کو ایک سحر عظیم سمجھیں۔ خواہ بڑی بڑی دُوربینوں سے اجرام فلکی کے عجائبات کو ملاحظہ کریں۔ اور خواہ خوردبینوں سے بڑے بڑے باریک جانداروں کی ہستی کو دریافت کریں۔ الغرض جس طرح چاہیں اپنی دریافت اور علم کو وسیع کریں۔ ہر جگہ خدا تعالےٰ نے ہمارے رُوحانی سرور کیلئے عجیب عجیب سامان مُہیّا کر رکھے ہیں۔ بنی نوع انسان کا اکثر حصہ اس دنیا کے عجائبات سے آنکھیں بند کئے ہوئے اور بغیر حظ اُٹھائے ہوئے گذر جاتا ہے۔ اور وہ مذہب بہت ہی مایوس کن اور خلاف فطرت ہے جو اس گریہ وزاری کی ادنیٰ

کہ کہ اس سے نفرت دلاتا ہے لیکن آخرکار انسان کے بے انتہا ترقی کرنیوالے دل کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اور یہ بات مسلم ہو چکی ہے۔ کہ قدرت کا صحیح علم دل کو ایک نہ ختم ہونیوالی تسکین اور راحت دیتا ہے۔ نہ صرف اسلئے کہ جذبۂ تحقیق اس سے سیر ہوتا ہے۔ بلکہ اسلئے بھی کہ علم حاصل کرنے کی قدرتی پیاس بھی اس سے بجھ جاتی ہے +

اور یہی صاحب آخر میں اپنے عقائد کا اقرار یوں کرتے ہیں:۔

" خُدا جو نیکی - حُسن اور صداقت کی رُوح ہے ہمارا حامی و مددگار رہو۔ اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مسلم اس دُعا پر آمین کہنے سے نہ رُکیگا +

اصل بات تو یوں ہے کہ ان فلاسفروں اور سائنسدانوں کو نیچر کی نیرنگیوں سے صفاتِ باریتعالےٰ کے پتہ لگانے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ وہ اس خلق دُنیا کو ایک اچانک واقعہ یا حادثہ خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس دُنیا کا نہ کوئی مدبر۔ نہ کوئی تربیت دہندہ۔ اور نہ کوئی بالارادہ خالق ہے۔ وہ اس ساری دُنیا و ما فیہا کو ایک اتفاقیہ امر کا نتیجہ سمجھتے ہیں یا کم از کم اس دُنیا کا آغاز تو ضرور اس طرح مانتے ہیں اُن کا خیال ہے کہ وہ قوانین بھی جن کا عالمگیر طور پر دُنیا میں حکمران ہونا وہ مانتے ہیں۔ وہ بھی کسی کی مشیّت یا ارادے سے نہیں بلکہ یہ تو ایک اچانک واقعہ تھا۔ جس کا کوئی خاص مقصد یا انجام ضروری طور پر مقرر نہیں کیا گیا۔ اور جب یہ حضرات عقلمند۔ فلسفہ دان۔ زندگی کے حالات سے واقف مادے اور جسمانی دُنیا کے علم میں خوب ماہر ہونے کے باوجود بھی ایک مکھی یا مچھر بھی نہیں بنا سکتے۔ تو معلوم نہیں کہ انکی سمجھ پر کونسا پردہ پڑ جاتا ہے۔ جب وہ بڑے زور شور سے اپنی حماقت کا اظہار یہ کہکر کرتے ہیں کہ اس دُنیا و ما فیہا کے بنانیوالے اور تربیت کرنیوالے یہ ناچیز بیجان بےعقل ذراتِ مادہ ہیں۔ اور نیز ان کو یہ کہنے کا بھی کوئی حق نہیں کہ زندگی کے قائم کرنے کے لئے جو جنگ حیوانات میں ہوتا ہے۔ وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ خدا یا تو اچھا خدا نہیں اور یا وہ قادرِ مطلق نہیں۔ یا تو ان کو اس مقصد اور مدّعا کا علم نہیں جو اس قیام حیات کے جھگڑے کا ہے اور یا وہ عمداً لوگونکو قعر جہالت و ضلالت میں گرانا چاہتے ہیں محض ہلاکت و [illegible]

سکتی۔ ظلم کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور ہم کسی قصاب کو قصاب ہونے کی وجہ سے یا کمہار کو ۔۔۔۔۔۔ کے لیے کو ضروری طور پر نیکی سے خالی القلب نہیں کہہ سکتے۔ اگر ایک جراح ہمارے جسم کا کوئی ناسور شدہ حصہ اپنے نشتر سے کاٹ ڈالے تو کیا ہم اس کو کوئی الزام دے سکتے ہیں۔ ہر ایک ذی فہم انسان یہی کہیگا کہ ڈاکٹر صاحب نے جو ایذا رسانی کی وہ نیک نیتی سے مریض کی بہتری کے لئے کی اس واسطے وہ بری الذمہ ہیں +

قیام حیات کا ظاہرا جنگ جو اس دُنیا میں نظر آتا ہے کیا یہ ایک خیر خواہ خدا کی ہستی کا منافی ہے یا نہیں۔ اس مضمون پر اسلامک ریویو اپریل ۱۹۱۵ء میں بعنوان "جنگ اور خدا" خوب بحث ہو چکی ہے۔ میرے خیال میں یہ کہہ دینا کافی ہوگا۔ کہ جب سائنسدان اسباب کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ خلقت دُنیا کی علت غائی سمجھنے یا سمجھانے سے عاجز ہیں تو پھر ان کا کوئی حق نہیں۔ کہ وہ اس ظاہرا ہلاکت سے خالق کے خیر خواہ خلق ہونے یا قادر مطلق ہونے سے انکار کردیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں بھی انہی کی کچھ بہتری ہو۔ لسان الغیب جناب حافظ شیراز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمہ را

انسان کو ایسے قوے دیئے گئے ہیں جن کا پتہ سائنس نہیں لگا سکتی۔ بلکہ صرف جن کو مذہب نور رُوحانیت دکھا سکتا ہے۔ ان کی مدد سے انسان موت پر بھی فتح پا سکتا ہے اُن کے ہوتے ہوئے سب رنج خوشی اور سب تکلیفیں راحتیں ہو جاتی ہیں۔ تو پھر کس سائنسدان کا حق ہے کہ وہ موت یا ہلاکت کو ظلم کہے خصوصاً جبکہ ان کو کوئی پتہ نہیں کہ موت کے بعد کیا پیش آنے والا ہے۔ اگر تو ان کا ایمان یہ ہے کہ زندگی بعد الموت کوئی چیز نہیں۔ اور ان کا خاتمہ اس زندگی کے ساتھ ہمیشہ کیلئے ہو جائیگا تو پھر کسی صُورت میں بھی وہ موت کو ظلم قرار نہیں دے سکتے۔ موت سے تو انسان کے سارے تفکرات۔ الام۔ رنج سب دُور ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا جسم مرنے کے بعد لاکھوں کیڑوں مکوڑوں کی خوراک بن کر مفید ثابت ہوتا ہے۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ سائنسدان اصحاب کونسی منطق کے ماتحت موت کو ظلم اور موت ۔۔۔ سمجھنے والے کو ظالم کہتے ہیں۔ علم الٰہیات کے جاننے والے موت سے بالکل نہیں ڈرتے۔

ان کے نزدیک تو یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے۔ اسی واسطے انکو راحت بھی اور تکلیف بھی معلوم ہوتی ہے۔ وہ ایک ایسے طریق سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ تمام مصائب اور دکھ رنج جن کا مقابلہ ان کو اس دُنیا میں کرنا پڑتا ہے۔ اگلی زندگی میں جزا اور ثواب کا باعث ہوں ان کا ایمان ہے کہ یہ دُنیا تو بیج بونے کی جگہ ہے۔ خواہ اس زندگی میں انکی قسمت کچھ ہی ہو وہ ہمیشہ اسی دُھن میں لگے رہتے ہیں۔ کہ کسی طرح وہ ابدی خوشی کے گوہر مقصود سے دامن بھر لیں۔ انکو بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ قادر مطلق اور انصاف پسند خدا نے ان کو اُن مصائب پر فتح پانے کی طاقت ضرور عطا کی ہے۔ اور اگر وہ مستقل المزاج اور صابر ہوں۔ اور صراط مستقیم پر قائم رہیں تو وہ ضرور کامیاب ہو جاتے ہیں اور اکثر دفعہ تو اسی دُنیا میں سُرخرو اور خوش ہو جاتے ہیں۔ اور بالفرض محال اگر اس دُنیا میں ناکامیاب بھی رہیں تو بھی ان کی قناعت اور رضا ان کو مایوس نہیں ہونے دیتی۔ اور اُن کا ایمان اُن کے پاؤں ڈگمگانے نہیں دیتا۔ ممکن ہے کہ اس چندروزہ زندگی میں ناکام رکھے جانے کے عوض میں ان کو آئندہ زندگی میں ہمیشہ کی کامیابی نصیب ہو! انسان کے اعمال صالحہ اس کے مذہبی عقائد کے مطابق وسیع ہوتے ہیں۔ اس کا معیار اور بھی بلند اور اعلیٰ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور ترقی آسان ہو جاتی ہے۔ وقتی تکالیف اور تفکرات چنداں تکلیف نہیں دیتے اور ہمدردیٔ خلق کے خیال میں اپنے دُکھ درد باعث تسکین قلب ہو جاتے ہیں +

جناب شیخ فریدالدین صاحب عطار جو ایک مشہور مسلم ولی اللہ گذرے ہیں۔ اور جن پر حضرت مولوی رومی کو ناز تھا ایک دفعہ فرمانے لگے۔ "کہ کاش تمام انسانوں کے غم میرے دل پر ڈال دیئے جاتے۔ تاکہ وہ سب ہر قسم کے رنج سے نجات پا جاتے" +

اسی مضمون کو کسی شاعر نے اُردو میں بڑی خوبصورتی سے باندھا ہے ؎

اے مشیر اچھا ہُوا تر تیرا داماں ہو گیا　　　خشک اَوروں کے لئے تو بحر عصیاں ہو گیا

وہ لوگ جو کائنات کے باطنیات پر غور کرتے ہیں جو دُنیا کی علت نمائی کو سمجھنے کے لئے خوب کوشش کرتے ہیں۔ اور جو نہ صرف ظاہری مادی جسم بلکہ رُوحانی اُمور کا بھی مطالعہ کرتے

ہیں۔ وہ کبھی اس بات میں شک نہیں کرتے۔ کہ خالقِ ارض و سما نہ صرف قادرِ مطلق بلکہ بڑا ہی خیرخواہ خلق اور وودود خدا ہے +

ہیگل جیسے ظاہر بین فلاسفر کیلئے انسان کی حقیقت ایک معمولی دودھ پلانیوالے حیوان سے زیادہ کا نہیں۔ اور وہ اکثر مندرجہ ذیل حوالہ دیا کرتے ہیں +

شہنشاہ سیزر مرنے کے بعد ایک تودہ خاک بنگیا۔ اور اُسکی مٹی کے ڈھیلوں کو جو نہایت ہی معمولی ہوا کو روکنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کیسا عبرتناک نظارہ ہے کہ وہ انسان جس کے نام سے دُنیا کانپتی تھی اُسی کے جسم کی مٹی ایک معمولی دیوار کی مرمت کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک انسان کا رتبہ بہت بلند ہے وہ خلیفہ نائب خدا ہے۔ زمین اور آسمان اس کے ماتحت کردیئے گئے ہیں۔ الغرض تمام دُنیا اُسی کیلئے پیدا کی گئی ہے۔ اور جناب حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک باعمل انسان تھے۔ آپ نے خدا کی خیرخواہی اور نیکی کا ثبوت اپنے عملی نمونہ سے دیا۔ آپ خدا کی بھلائی کی ایک کامل مثال بن گئے۔ آپنے بدی کو اپنے نزدیک تک نہیں آنے دیا۔ آپنے لوگوں کے اخلاق کو بہت بلند کردیا۔ گویا کہ آپ نے بنی نوع انسان کی فطرت کو بالاتر کردیا۔ کمزور کو ظلم و تعدی سے بچایا۔ عورتوں اور غلاموں کو حقوق دلوائے۔ آپ نے لکھوکھا انسانوں کو شراب تعصب مطلق العنانی توہم پرستی وغیرہ کی لعنتوں سے بچالیا +

آپ نے تو مذہب کی ہیئت ہی بدل دی۔ آپکے آنے سے پہلے مذہب کو ایک قسم کا فلسفہ سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر شاذ و نادر کسی مذہب نے کوئی قانون زندگی بتایا بھی تو وہ ایسا کہ اس پر عمل کرنا بالکل ناممکن تھا۔ اور اگر اخلاق کو سدھارنے والی کوئی بات سکھائی تو ایسی کہ جس سے صرف انفرادی ترقی ہوسکتی تھی۔ اور کوئی قوم بحیثیت قوم کوئی ترقی نہ کرسکتی تھی +

جناب بدھ نے نروان حاصل کرنے کی تعلیم جو دی وہ اکیلا آدمی انفرادی طور ہی سے حاصل کرسکتا تھا۔ اور جناب مسیح نے بھی خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کا یہی راز بتایا۔

لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہت کو آسمان سے اُتار کر زمین پر لا دکھایا۔ آپ نے لوگوں کو ترقی کے وہ راز بتائے جن سے نہ صرف ایک قوم یا ملک بلکہ ساری دُنیا معراج ترقی پر پہنچ جائے +

اُمّی۔ بے یار و مددگار۔ تم دیدہ آنحضرت صلعم کی آواز محض انسانی آواز ہی نہ تھی۔ بلکہ وہ ایک رعد تھی جو آسمان سے نازل ہوئی۔ وہ ایک کڑک تھی جس نے لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا۔ وہ ایک چمک تھی جس نے ان کی بداخلاقی اور گناہ کے خرمن کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اور سچ مچ ہی خدا کی بادشاہت زمین پر پیدا کر دی جس کے باشندہ خوش خصلت۔ صادق القول۔ امانت۔ صفت شجاع۔ بےغرض فیاض۔ محبّ وطن۔ فراخ دل۔ مہربان وحشیوں اور حیوانوں تک سے نیک سلوک کرنیوالے ہمسایوں سے محبت کرنیوالے یتیموں مسکینوں کی حفاظت کرنیوالے الغرض تمام مخلوق کے حامی اور خیر خواہ تھے +

تاریخ کی کتابوں میں جو واقعات نبی کریمؐ کی اصلاح قوم کے لکھے ہیں۔ اُن کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے۔ لکھا ہے کہ جعفر طیارؓ جو مسلمانوں کے اُس گروہ کا سردار تھا جو طرح طرح کی جفائیں سہنے کے بعد بموجب حکم رسول اللہ صلعم حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور اس نے بادشاہ حبشہ کے سامنے نبی کریمؐ کے مشن اور اپنے کام کی سابقہ حالت کا نقشہ یوں کھینچا۔ اس نے کہا ہم ایک جاہل اور گمراہ قوم تھے بُتوں کی پرستش کرتے تھے۔ زنا اور دیگر فسق وفجور میں مبتلا ہونا باعث عار یا ننگ نہ سمجھتے تھے ہمسایوں سے بدسلوکی اور ظلم ہمارا شیوہ تھا۔ اور کسی جابر طاقتور کا معصوم کمزور انسان سے مال چھین لینا ایک معمولی بات تھی۔ سالہا سال سے ہم اس گھری ہوئی حالت میں پڑے ہوئے تھے کہ اللہ کا رسولؐ ہم میں آیا وہ ہماری ہی قوم کے ایک نامی گرامی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ہم اس کی شرافت۔ صداقت امانت اور نیکی سے خوب واقف ہیں۔ اس نے ہم کو خدائے واحد کی طرف دعوت دی اور کہا کہ قابل پرستش صرف ایک ہی خدا ہے۔ اور باقی سب معبود باطل ہیں۔ اور یہ پتھر جن کو تمہارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں بالکل بے سود بلکہ تمہارے ہی محتاج ہیں۔ آپؐ نے ہم کو توحید کامل

کی ہدایت کی۔ اور فرمایا کہ ہرگز کسی کو اُس کی ذات یا صفات میں شریک نہ کرو۔ آپ نے ہم پر پانچ وقت کی نماز فرض کی۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔ ادھر سفر یا بیماری کی حالت کے سوائے رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے کی تاکید فرمائی۔ ہم کو سچ بولنے امانت کو صحیح سالم واپس کرنے صلہ رحمی کرنے پڑوسیوں سے نیک سلوک۔ افعال شنیعہ سے اعراض اور ہر قسم کے لڑائی جھگڑے فسق و فجور سے پرہیز کرنے کی سخت تاکید فرمائی۔ آپ نے ہم کو یہ سکھایا کہ جھوٹی گواہی کبھی مت دینا یتیم کے مال میں کوئی خورد برد نہ کرنا اور عورتوں کو تہمت لگانے یا اُن کو بد نیتی سے دیکھنے سے ہمیشہ بچنا۔ ہم نے آپ کی سب نصیحتوں اور احکام کو خوب سمجھا۔ اور اُن کو دل میں جگہ دی۔ ہمارا ایمان ہے کہ یہ سب احکام آپ نے خدا تعالےٰ سے وحی پاکر ہم کو سُنائے اور اب ہم توحید کے سچے پرستار ہیں۔ ہم ممنوع اشیا کے نزدیک نہیں پھٹکتے۔ اور صرف حلال اور طیب چیزوں پر گذارہ کرتے ہیں۔ یہ تبدیلی دیکھ کر ہماری قوم (کفار مکہ) کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور جب اُنہوں نے پُرانے باطل عقائد خیالات اور افعال کو بدلتے پایا۔ تو اُن کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی اُنہوں نے ہم کو ہر طرح ایذائیں پہنچائیں۔ اور بُت پرستی اور دیگر افعال قبیحہ جن کو ہم ترک کر چکے تھے اُن کی طرف ہمیں واپس لانے کے لئے اُنہوں نے جان تک لڑا دی۔ اور اب اُن کے مظالم اور جفائیں اِس حد تک پہنچ گئی ہیں کہ اُن کے ساتھ رہنا بالکل ناممکن ہو گیا۔ اور اسی واسطے ہم اپنے آبائی وطن کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ کر آپ کی سلطنت میں اس اُمید پر پناہ لینے آئے ہیں۔ کہ آپ اِن ظالموں کے ظلم سے ہم کو محفوظ رکھیں گے +

ولیم میور جیسا متعصب مصنف بھی اقرار کرتا ہے کہ اُس وقت تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام بالکل سادہ اور قلیل تھے۔ اور آپ کی تعلیم نے حیرت انگیز عظیم الشان نتائج پیدا کیئے تھے۔ اور جس طرح عیسائیت نے اپنے ابتدائی زمانہ میں رُوحانی دنیا کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ اور شرک و کفر سے جنگ کیا۔ اِسی طرح محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم نے لوگوں کے دلوں میں ایک رُوح پھونک دی۔ اور آپ کے صحابہ نے بڑی بڑی قابل قدر قربانیاں کیں اور صرف ایمان کی خاطر اپنے بہترین مال اور اسباب خوشی سے اللہ کی راہ میں دے ڈالے۔ کئی صدیوں سے مکہ بلکہ تمام جزیرہ نمائے عرب جہالت اور ضلالت کی نیند میں سویا پڑا تھا۔ اور یہودیوں

عیسائیوں یا بعض فلاسفروں نے ان کو بیدار کرنے کی جو کوشش کی۔ تو اس کا نتیجہ چند کروٹوں کے سوا کچھ نہ ہُوا۔ یہ ایک بحر ذخار تھا۔ جس پر ان ہواؤں نے معمولی سطحی لہروں کے سوا کچھ اثر نہ کیا۔ یہ لوگ توہم پرستی ظلم اور فسق کے دریا میں بالکل غرق تھے۔ ایک بڑے بیٹے کا اپنے باپ کی بیوہ کو ورثہ کی چیزوں میں سے ایک چیز سمجھ کر اس سے شادی کر لینا ایک معمولی بات تھی۔ نخوت اور افلاس کی وجہ سے دختر کُشی عام طور پر رائج تھی اس رسم بد کی وجہ عموماً افلاس اور تکبر ہی ہوتی ہے۔ اور ہندوستان میں بھی اسی وجہ سے یہ بات پائی جاتی تھی۔ عربوں کا اعتقاد ایک عجیب توہم پرستی کا مجموعہ تھا بن دیکھی چیزوں سے وہ ڈرتے تھے۔ اور ان خیالی خداؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کے گناہوں میں آلودہ ہونا ثواب سمجھتے تھے۔ روز جزا سزا سے ڈر کر یا زندگی بعد الموت کی بہتری کے خیال سے کوئی نیک عمل کرنا ان کے لئے بالکل نئے خیالات تھے +

ہجرت سے صرف ۱۳ سال قبل مکہ کی حالت بالکل ناگفتہ بہ اور گری ہُوئی تھی۔ لیکن معلوم نہیں کہ ان تیرہ سالوں میں کیا جادُو چل گیا۔ اور وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ انہی پکے بُت پرستوں میں سے کئی سو آدمیوں نے کُفر و شرک سے ہاتھ دھو کر خدا پرستی کا طریق اختیار کر لیا۔ اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی وحی اور الہام یعنی (قرآن) کے کامل فرمانبردار بنا دیا۔ یہی عرب جو نماز کے نام تک سے واقف نہ تھے پانچ وقت اللہ اکبر کے نعرہ مارتے ہوئے جمع ہوتے۔ اور خدا تعالےٰ سے مغفرت اور رحمت کے لئے رو رو کر دُعائیں مانگتے جنہوں نے کبھی خواب غفلت میں بھی مُروّت کا نام نہ سُنا تھا وہی اعمال صالحہ میں اسقدر بڑھے کہ صدقہ دینے میں عفت اور انصاف میں تمام جہان کے لئے نمونہ بن گئے۔ وہ خدا کو قادر مُطلق اور حاضر و ناظر مانتے یعنی گناہ کو ترک کرنے کے بہترین ذریعہ کو اختیار کرنے سے بڑے بڑے زاہدوں سے بھی گوئے سبقت لیجاتے تھے ۔۔۔رت کے منظر۔ زندگی کے تعلقات۔ واقعات کا پھیر۔ الغرض جو کچھ وہ دیکھتے اُن کو خدا کا زبردست ہاتھ ہر ایک بات میں کام کرتا ہُوا نظر آنے لگا۔ اور یہی نیا ایمان جس کو وہ اس قدر بڑا سمجھتے تھے یہی ان میں معیار مراتب ہو گیا۔ اور ہر فرد بشر مشرک و کافر کو ذلیل و زبون سمجھنے لگ گیا۔ نبی کریمؐ اُن کے لئے ایک بہترین نمونہ تھے۔ اور خدا کے بعد

آپ ہی ان کی تمام اُمیدوں کے والی تھے۔ اور اسی واسطے اُنہوں نے آپ کی اطاعت سے سرمو فرق نہیں کیا۔ اس قلیل عرصے میں اس نئی تعلیم کی وجہ سے مکہ میں دو بڑے گروہ پیدا ہو گئے تھے دونوں قبیلہ اور قوم وغیرہ کی قیود کو بالکل توڑ کر ایک دوسرے کی مخالفت پر کمر باندھے کھڑے تھے مسلمانوں نے ہر قسم کے ظلم وستم صبر و تحمل سے برداشت کیئے۔ کفار نے طرح طرح کی اذیتیں دیں مگر مسلمانوں نے کبھی اُف تک نہیں۔ انہی میں سے قریباً ایک سو مرد وعورت نے بجائے اس کے کہ اپنے جان سے پیارے ایمان کو ترک کریں۔ انہوں نے ہجرت قبول کی۔ اور حبشہ میں چلے گئے۔ اور اسکے بعد اس سے بھی زیادہ تعداد خود نبی کریم کے ساتھ اپنے مادری وطن اور بیت اللہ کو جو اُن کو سب سے عزیز تھا چھوڑ کر مدینہ بھاگ جانے کی فکر کرنے لگے۔ لیکن کیا کہنے اُس پاک تعلیم کے جو نبی کریم نے خدا سے پاکر لوگوں کو پہنچائی کہ ان مہاجروں کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی اہل مدینہ کے دل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے گرویدہ ہو رہے تھے۔ اور یہ دینی بھائی اور نبی کریمؐ اور ان کے صحابہؓ کی جان ومال سے حفاظت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ یہودی مذہب بہت دیر سے مدینہ میں پہنچ چکا تھا لیکن وہ بھی نبی کریمؐ ہی کا نعرہ توحید سُنکر خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور ایک نئی اور بہتر زندگی میں قدم رکھ دیا +

خود قرآن شریف میں نبی کریم کے اُن کارناموں کا ذکر موجود ہے۔ اور مندرجہ ذیل آیات میں نبی کریم کے صحابہؓ کی چند صفات بیان کی گئی ہیں۔ سورہ مومنوں کی ابتدائی آیتوں میں فرمایا۔ قد افلح المومنون ۙ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون ۙ والذین ھم عن اللغو معرضون ۙ والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون ۙ والذین ھم لفروجھم حفظون ۙ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین۔ فمن ابتغی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون ۚ والذین ھم لامٰنتہم وعھدھم راعون ۙ والذین ھم علی صلوٰتھم یحافظون ۘ اولٰئک ھم الوارثون ۙ الذین یرثون الفردوس ۭ ھم فیھا خلدون۔ (ترجمہ۔ ایمان والے (اپنی) مراد کو پہنچ گئے۔ یہ (وہ لوگ ہیں) جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے۔ نکمی باتوں کی طرف رُخ نہ کرتے۔ زکوٰۃ دیا کرتے۔ شرمگاہوں کی حفاظت

کرتے (سوائے اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں) سے کہ ان پر کچھ الزام نہیں لیکن جو اس کے علاوہ طلبگار ہوں تو وہی لوگ حد (شرع) سے باہر نکلے ہوئے ہیں) اور جو اپنی امانتوں اور عہد کو ملحوظ رکھتے نمازوں کے پابند ہوتے یہی لوگ وارث ہیں۔ اور یہی بہشت بریں کی میراث پائیں گے۔ اور اس میں ہمیشہ رہینگے۔ انہی مسلمانوں کا ذکر کرتے سورۃ الفرقان میں فرمایا۔

وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجھلون قالوا سلماً ۝ والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاماً ۝ والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان غراما ۝ انھا ساءت مستقرا ومقاما ۝ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواماً ۝ والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذالک یلق اثاماً۔ ترجمہ۔ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں۔ اور جب جاہل ان سے (جہالت کی بات کرنے لگیں تو اُن کو سلام کریں اور الگ ہوجاویں) اور جو راتوں کو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کریں اور کھڑے رہیں۔ وہ جو دُعائیں مانگا کریں۔ کہ اے ہمارے رب عذاب دوزخ کو ہم سے پرے رکھیو دوزخ کا عذاب بڑی مصیبت ہے۔ اور خواہ تھوڑی دیر ٹھیرنا ہو یا ہمیشہ رہنا ہو (دونوں حالتوں میں) بُری جگہ ہے۔ اور جو خرچ کرنے لگیں تو فضول خرچی نہ کریں اور نہ بہت تنگی کریں بلکہ انکا خرچ افراط تفریط سے بچ کر درمیان بیچ کی راس بکا ہو۔ اور جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں اور ناحق کسی شخص کو جان سے نہ ماریں کہ اسکو خدا نے حرام کیا ہے۔ اور نہ زنا کے مرتکب ہوں اور جو کل کوئی مذکورہ بالا (شرک وغیرہ) کریگا۔ وہ اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتیگا

پھر سورۂ رعد میں مومنین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے :-

الذین یوفون بعھد اللہ ولا ینقضون المیثاق۔ والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویخشون ربھم ویخافون سوء الحساب۔ والذین

صبروا ابتغاء وجه ربهم واقاموا الصلوٰة وانفقوا مما رزقنٰهم سرًّا وعلانية ويدرءون بالحسنة السيئة اولٰئك لهم عقبى الدار جنٰت عدن يدخلونها ومن صلح من اٰبائهم وازواجهم وذريٰتهم والملٰئكة يدخلون عليهم من كل باب سلام عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار (ترجمہ۔ وہ لوگ جو اللہ کے عہد پورا کرتے ہیں۔ اور اقرار نہیں توڑتے اور جو تعلقات اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے جوڑتے ہیں۔ اور اپنے پروردگار سے ڈرتے اور قیامت کے حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں جنھوں نے اللہ کی رضا کیلئے تکالیف برداشت کیا نمازیں پڑھیں اور جو ہم نے ان کو رزق دیا اسمیں سے ظاہرا اور پوشیدہ خرچ کیا۔ جو برائی کے مقابلہ میں نیکی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا انجام اچھا ہوگا ہمیشگی کے باغوں میں جائیں گے۔ اور ان کے بڑوں اور بیویوں اور اولاد میں سے جو نیک ہونگے (وہ اُن کے ساتھ جائیں گے) اور جنت کے دروازے سے فرشتہ اُن کے پاس آکر سلام وعلیک کریں گے۔ اور کہیں گے دُنیا میں جو تم نے صبر کیا یہ اس کا اجر ہے۔ تمھاری دُنیا کا انجام کیا اچھا ہوا) +

عوام کو نبی کریم کا تلوار کا استعمال کرنا بڑا ہی عجیب معلوم ہوتا ہے۔ ان کم عقلوں کو چاہئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متن کا صحیح اندازہ لگائیں تو ان کو معلوم ہوگا۔ کہ محمد صلعم آیت اللہ تھے۔ وہ خدا کی صفات کے کامل مظہر تھے۔ اور بدیں وجہ آپ کو دکھانا تھا کہ لڑائی اور جنگ ہر حالت میں گناہ اور قابلِ ترک نہیں اور قانون ہلاکت جو دنیا میں چاروں طرف نظر آتا ہے اس سے خالق کی خیر خواہی یا قادر مطلق ہونے پر حرف نہیں آسکتا۔ اور اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی جنگوں میں جن کی غرض حق اور انصاف کا قائم کرنا اور دُنیا کے لئے نمونہ قائم کرنا تھا۔ اگر ان جنگوں میں چند سو آدمی مر گئے۔ تو کیا ہوا ان چند جانوں کی قربانی کے عوض میں لکھوکھا آدمی اور تمام آنیوالی نسلوں کے لئے نیکی اور اعلیٰ اخلاق کے نمونے قائم کئے۔ اور نسل انسانی اپنی گری ہوئی حالت سے نکلکر ایک اعلیٰ مقام پر متمکن ہوگئی۔ جناب بدھ نے سوائے نفس کشی کے کچھ نہ بتایا۔ اور جناب مسیح نے بھی ترک دنیا ہی کا راگ سُنایا حتےٰ کہ خدا کی راہ میں محنت تک بننے کی نصیحت کی۔ اور برخلاف ان کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو انسان بلکہ کامل انسان بنانے کی کوشش

کی اور بنا کر دکھا دیا۔ جناب بدھ نے طرح طرح کے جگ اور تپ کھائے اور خود بھی تارک الدنیا ہو گیا۔ اور جناب مسیح قربانی کی تعلیم دیتے دیتے خود قربان ہو گئے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت انسانی کی اصلاح کی۔ خدا کی بڑائی اور انسان کی ہمسری کی تعلیم دی۔ اور جو کہا اس کو اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھا دیا۔ کسی مقصد اعلیٰ کے لئے جان دیدینا اور صداقت کی تبلیغ میں مرجانا تو کچھ مشکل کام نہیں۔ ہاں منزل مقصود پاکر پھر اپنی تعلیم پر عمل کر کے دکھانا اور اپنے رویہ کو نہ بدلنا یہ بات ذرا کارے دارد اور بڑی ہی مشکل ہے +

نبی کریم سے پہلے لوگ مذہب کو ایک خواب و خیال سمجھتے تھے۔ آپ نے ثابت کر کے دکھایا کہ مذہب ایک حقیقت اور قابل عمل اصلیت ہے۔ آپ نے یہ بات لوگوں کے دلوں میں مضبوط کر دی۔ کہ خدا انسانوں سے بیحد پیار کرتا ہے۔ بشرطیکہ انسان اس کے بتائے ہوئے رستوں پر عمل کرے۔ آپ نے دکھا دیا۔ کہ خیر خواہی اور بھلائی کا وعدہ جو خدائے خالق نے تمام الہامی کتابوں میں دیا۔ اس کے پورے ہونے کیلئے بعد الموت زندگی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اگر کوئی فرد بشر یا قوم صراط مستقیم پر چلے تو اسی دنیا میں فلاح اور ابدی خوشی حاصل کر لیگا نبی کریم نے زندگی بسر کرنے کے قانون ہی نہیں بتائے۔ بلکہ ایک مفید اور کار آمد زندگی بسر کر کے دکھا دی اور آپ کا اسوہ حسنہ دیکھ کر آپ کی ساری قوم دنیا کے لئے نمونہ بن گئی۔ آپ نے خوشی فلاح اور نجات ڈھونڈنے کیلئے لوگوں کو سلطنت چھوڑنے بچوں اور بیوی سے قطع تعلق کرنے والدین اور رشتہ داروں کو خیر باد کہنے یا دیگر انسانوں سے بالکل الگ ہو کر غاروں اور پہاڑوں کی خلوت ڈھونڈھنے کی راہ ہرگز نہیں بتائی۔ برخلاف اسکے آپ ہمیشہ اپنے پیروؤں کو ایکدوسرے کی مدد کرنے والدین کی عزت کرنے بڑھاپے میں اُن کے ناز اُٹھانے۔ بیوی بچوں کی راحت کے سامان مہیا کرنے۔ دوستوں سے وفا کرنے۔ ایک امن پسند اور قابل باشندہ ہونے اور نسل انسانی کی اصلاح کے لئے ملکر کوشش کرنے کی وعظ و نصیحت کرتے رہے +

باقی آیندہ

ہستی باری تعالےٰ

ذیل میں ہم اُس کامیاب لیکچر مندرجہ اسلامک ریویو مجریہ ماہ مئی کا ترجمہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں جو خواجہ صاحب نے ایک دہریہ انجمن کے سامنے ان کی استدعا پر دیا۔ یہ لیکچر ۳ مارچ سنہ ۱۹۱۸ء کو بمقام ۲۷۱ میری لبون لنڈن ہوا۔ ماہ فروری میں خواجہ صاحب اور چند نو مسلم دوست ایکدفعہ انجمن مذکور میں گئے جہاں انجمن ہذا کا پریزیڈنٹ حسب معمول ہستی باری تعالیٰ کے متعلق عیسائی نکتہ خیال پر نکتہ چینی کر رہا تھا۔ اسکی تقریر کے بعد جب حاضرین کو رائے زنی کا موقعہ دیا گیا تو خواجہ صاحب نے مختلف وجوہ سے پریزیڈنٹ مذکور سے اتفاق کرکے اخیر میں یہ بیان کیا کہ اگر عیسائی نکتہ خیال کے ماتحت انسان ہستی باری تعالیٰ سے انکار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ خدا کا وجود ہی کوئی نہیں۔ میں مسلم ہوں۔ اور میں خدا کی ہستی کا قایل ہوں۔ اور مجھے علم جدید کا مطالعہ اس خدا کی ہستی پر ایمان لانے کے لئے مجبور ہے۔ جس کا نقشہ مختلف رنگوں میں قرآن کریم نے کھینچا ہے۔ خواجہ صاحب کے اس بیان پر وہ انجمن چونکی ہوگئی اور انہوں نے یک زبان خواجہ صاحب کو کہا۔ کہ ہم حیران ہیں کہ آپ جیسا پڑھا لکھا انسان جیسے کہ آپ کی آج کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کس طرح خدا کی ہستی کا قائل ہو سکتا ہے۔ ہم آپ کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ آپ اس پلیٹ فارم پر آئیں۔ اور ہمیں اپنے قایل ہونے کے وجوہ بتلائیں چنانچہ اس امر کے لئے دو تاریخیں مقرر ہوئیں۔ ۳ مارچ اور ۲۷ مارچ کو یہ لیکچر ہوا۔ اور یہ دندان شکن ثابت ہوا۔ اول تو لیکچر کے بعد جو سوالات ہوئے ان میں لیکچر پر مطلق جرح نہیں کی گئی پھر اس کے بعد دوسرے ہفتوں انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہم کسی اور ضروری بحث کی وجہ سے آپ کو تاریخ دینے سے قاصر ہیں۔ اصل بات جیسا کہ ہمیں خواجہ صاحب کی چٹھی سے معلوم ہوا یہ ہے کہ اس لیکچر نے حاضرین پر دہریت کے خلاف بہت عمدہ اثر کیا جس سے منتظمین انجمن مذکور بہت گھبرا گئے اور اس طرح ٹال دیا +

اب ہم ذیل میں اس لیکچر کا ترجمہ دیتے ہیں:۔

ومن یومن باللہ ویکفر بالطاغوت

اگر تھی ازم (خدا پرستی) سے مراد کسی معبود کی ہستی کو تسلیم کر لینا اور ایتھی ازم (دہریت) سے مراد اُس معبود کی ہستی سے انکار ہے۔ اور اگر ایسے معبود کے متعلق ایک معقول علم دراصل ہمارا وہ علم ہے جو مختلف مذاہب و ملل نے ہمیں اس معبود کی صفات کے دے رکھا ہے (یہاں لکھنا چاہئے کہ خدا کے متعلق اس کی ذات کے سوا ہم اور کچھ نہیں سمجھ سکتے) تو پھر ایک مسلم ہونے کے حیثیت میں ایک معبود کا قائل بھی ہوں۔ اور اس سے منکر بھی۔ میں تھی ازم کا حامی بھی ہوں۔ اور ایتھی ازم میں کا معتر بھی۔ اگر خدا وہ ہے جس کی بہترین صفات کا ظہور صلیب پر ہوا اگر خدا وہ ہے جس کی پدرانہ محبت نے اپنے اکلوتے بیٹے کو انسان کی نجات کے لئے سُولی پر کھینچا اگر خدا وہ ہے جس نے میری فطرت ایسی نامکمل بنائی کہ اسمیں جبلّاً گناہ رکھ دیا اور پھر جب میں اس فطرتی تقاضے کے ماتحت گناہ کا مرتکب ہوا تو مجھے مجرم ٹھہرا کر سزا دینے کیلئے تیار ہو گیا۔ اگر خدا وہ ذات ہے کہ جس کی کسی خاص صفت کے ظہور پر ایمان لانے سے انسان میں ایک ایسی معجز نما تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے اس کے سارے بُرے اعمال مُبدل بحسنات ہو جاتے ہیں۔ اور اگر وہ اس امر پر ایمان نہ لائے (کفارے پر) تو اُسکے نیک اعمال بالکل رائیگان ہو جاتے ہیں۔ ہاں اگر خدا وہ ہے جو نہ خود قانون پر چلتا ہے۔ اور نہ قانون پر چلنے والوں کی عزت اور قدر کرتا ہے۔ بلکہ جس نے انسان کو فطرتاً گناہگار بنایا اور جس کے ہاں نجات کا اگر کسی مفروضہ بات پر ایمان لانے سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر خدا وہ ہے جس نے ایک دفعہ انسان کو شریعت دی جس پر انسان نہ چل سکا (یعنی خدا کو انسانوں کی استعداد کی خبر ہی نہ تھی) پھر ایک مُدت کے بعد اسے کسی اور طریقہ نجات کی فکر پڑی۔ ایسا ہی اگر خدا وہ ہستی ہے جو پرسنل ہے۔ جو انسانی جذبات اور کمزوریوں سے خالی نہیں۔ اگر اس نے خود ہی بدی کو پیدا کیا۔ اور پھر خود ہی اس کا مقابلہ نہ کیا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ بدی کے آگے سر تسلیم خم کرنے میں اپنی فتح سمجھی۔ جو اپنی ہستی منوانے کیلئے معجزات کا محتاج ہے۔ اور مجھ کو عقل و دریک دیکر مجھے ایسے عقائد منوانا چاہتا ہے۔ جس سے میری عقل کا فقدان ہو تو میں ایسے معبود کا

اس [illegible] میں غلط ہوں اگر کوئی مجھے [illegible] معبود کا منکر اور کافر کہے قرآن کریم بھی مجھے ایسی ہستی کی اجازت دیتا ہے لیکے پجاری بننے سے تو کفر ہزار درجہ بہتر ہے فمن یومن باللہ ویکفر بالطاغوت +

لیکن اگر خدا وہ پاک ہستی ہے جس کے وجود اور کام کی شہادت صحیفہ قدرت کا چپہ چپہ دیتا ہے جو ان تمام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ جو کائنات پر حکمران ہیں۔ اور جن کے توڑنے کا نام ہی گناہ اور بدی ہے۔ جس نے ہر ایک چیز کی فطرت میں کمال تک پہنچنے کے جوہر رکھ دیئے جس نے ہر ایک چیز میں نمو کی خاصیت اور اس کو معراج ترقی پر پہنچانے کا راستہ مقرر کر دیا ہے۔ جس نے اُن ضروریات اسباب بھی پہلے ہی سے پیدا کر دیئے ہیں جو ہر ایک چیز کو کمال تک پہنچانے کے لئے لاحق ہوتی ہیں۔ جس نے ایک طرف اگر چیزوں میں مختلف استعدادیں اور انفعالی طاقتیں رکھ دیں تو دوسری طرف دوسری چیزوں میں فاعلی قوے پیدا کر دیئے۔ جس نے ایک ہی مادے اور قوت کے صحیح اندازے کو مفید اور غلط اندازے کو غیر مفید بنا کر ہر ایک چیز میں اول الذکر کے قبول کرنے اور آخر الذکر سے بچنے کی استعداد جبلاً ڈال دی۔ جس نے میری فطرت کو مکمل بنایا مجھے اعلےٰ درجے کے روحانی اور جسمانی قوے دیئے۔ اور قوانین پر چلنا میری خلقت میں ڈال کر مجھے بالطبع معصوم بنایا۔ جس نے مجھ کو لامحدود ترقیات کی استعداد عطا کی۔ اور ان ترقیات کو چند مقررہ قوانین کی پیروی سے وابستہ کیا۔ پھر ان قوانین کا مجھے علم دیا بالکھور یا فسفکر نیکا راستہ بتایا۔ وہ خدا جو انسانی جذبات اور انسانی نقائص سے پاک ہے۔ جسکی خوشنودی کے معنے یہ ہیں۔ کہ میں اپنی استعدادی قوتوں اور طاقتوں کو فعل میں لاؤں۔ اور جس کے غضب سے مراد میرا قوانین کو توڑنا جسکے بطریقے ثواب یعنی میری استعدادوں کی تکمیل اور جس کا عذاب میرے اپنے نقائص یا مخالفت قانون کا نتیجہ ہوتا ہے یہ ہے وہ خدا اور یہ ہے میرا معبود اُس کی ذات پر ایمان لانا میرے لئے باعث فخر و ناز ہے۔ اور اس کا پتہ مجھے قرآن نے اپنی پہلی سطر میں بتلایا۔ اور جس کی تشریح مختلف طرزوں میں ایک طرف قرآن نے اور دوسری طرف صحیفہ قدرت کے ذرہ ذرہ نے کی +

آج جو کچھ میں آپ صاحبان کے سامنے پیش کرونگا اس کا ماخذ قرآن ہی ہوگا۔ اگر کوئی کتاب خدا کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرتی ہے تو اس کا فرض ہے کہ پہلے خدا کی ہستی کو ثابت کرے۔ اسکو سمجھنے کیلئے میری عقل یا منطق کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔ اسکو خود اپنا پیروکار بن کر مخالفوں کو قائل کرنا چاہئے۔ اور یہ صفحات میں نے صرف قرآن ہی پر بنائی۔ جو کچھ بھی قرآن سکھاتا ہے۔ اور جتنے اصول باندھتا ہے۔ ان سب کا ثبوت خود دیتا ہے۔ وہ اپنے احکام کو ٹھیک اور مفید ثابت کرنے کیلئے اپنے پیرؤوں کا محتاج اور واعظوں کا دست نگر نہیں ؛

اس وقت اگر آپ صاحبان اپنے دل کو ان تمام خیالات سے یکدم پاک کر لیں جو آپنے بچپن سے خدا کے متعلق عیسائی دنیا سے سیکھے اور جن پر آپ کا ایک مدت تک ایمان رہا اور جن خیالات کی تردید صحیفۂ قدرت اور سائنس نے کر دی۔ اور جن کو آپ نے مجبور ہو کر ترک کیا۔ اور یہی نہیں بلکہ یہ نفرت اور بیزاری اس حد تک بڑھی کہ آج آپنے خود خدا سے بھی انکار کر دیا۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ آپ خالی الذہن ہو کر اور تعصب سے دل کو پاک کر کے ٹھنڈے دل کے ساتھ مجھ سے اس خدا کا حال سنیں جس کا ذکر قرآن کرتا ہے ؛

وہ خدا جس کی ہستی قرآن منواتا ہے اس کا پتہ قرآن کریم اپنی پہلی آیت میں چار صفات بیان کر کے دیتا ہے۔ یہ چار صفات دیگر ننانویں صفات باریتعالیٰ کیلئے جن کا ذکر قرآن نے جابجا کیا ہے۔ بطور ام الصفات ہیں۔ وہ چار صفات رب العالمین۔ رحمٰن۔ رحیم۔ مالک یوم الدین ہیں سب سے پہلے میں صفت رب العالمین لیتا ہے۔ عالمین سے مراد یہاں نہ صرف مختلف طبقات ہیں۔ بلکہ ہر ایک چیز بذات خود ایک دنیا ہے۔ اور رب کے معنی صرف پیدا کرنیوالا ہی نہیں۔ بلکہ وہ ذات جو ہر چیز میں کمال تک پہنچنے کی طاقت ڈالتا ہے۔ اور اسکو کمال تک پہنچانے کے اسباب بھی مہیا کرتا ہے۔ اس لفظ کی تشریح میں ذیل کی عبارت قرآن کی ایک لغت مفردات راغب میں سے نقل کرتا ہوں اور جس کا مؤلف امام راغب اصفہانی آج سے صدیوں پہلے گذرا ہے۔ جبکہ ارتقاء کے نشان کا وہم و گمان بھی کسی کے دماغ میں نہ گذرا تھا۔ ربوبیت کے معنے کسی چیز کا

ان علم منطق میں پھیلا دینا ہے۔ جن میں سے یکے بعد دیگرے ہو کر
وہ اپنے اصلی نمو اور کمال تک پہنچ جائے۔ ان جلی الفاظ
کو آنکھیں کھول کر دیکھو کیا یہ تمام مسئلہ ارتقا (تھیوری آف ایولیوشن) کی حقیقت
اپنے اندر لئے ہوئے نہیں۔ اور آج یورپ نے اس کو اپنے تمام علوم کی جان قرار
دیا۔ لفظ ربوبیت کے معنوں میں نہ صرف پیدا کرنا اور پرورش ہی شامل ہے بلکہ
ان تمام قواعد اور طریقوں کا تجویز کرنا اور پھر ان میں سے کسی چیز کا کمال تک
پہنچانے کیلئے گزارنا بھی شامل ہے۔ یہ معنی بھی آپ لفظ ربّ کی ذیل میں ایک
عربی لغت تاج العروس میں پائیں گے۔ لہذا لفظ ربّ کے معنی پیدا کرنے والا۔
پرورش کرنیوالا۔ کمال حقیقی تک پہنچانیوالا۔ اس امر کے لئے قوانین مرتب کرنے اور
ان قوانین پر چیزوں کو چلانیوالا +

جب ہم صحیفۂ قدرت اور نشاء عالم کو علمی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان تمام
مراحل پر غور کرتے ہیں۔ جن میں سے ذرات عالم ایتھر سے چلکر انسانی قالب تک پہنچے
ہیں۔ تو ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ کہ کس طرح ہر ایک منزل اور مرحلہ پر مختلف صورتیں
شکلیں اور مقررہ ترکیبیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ذرات مقررہ قواعد اور طریق
کے ماتحت مختلف لیکن مقررہ اندازوں میں ترکیب پاکر مختلف عناصر
پیدا کر دیتے ہیں۔ پھر یہ عناصر از سر نو مختلف لیکن مقررہ اندازوں پر نئی
ترکیبیں پاکر مادہ کی مختلف شکلیں پیدا کرتے ہیں۔ اور ہوتے ہوتے انسان
کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اور تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ تمام حالات اور مدارج میں
یہ قوانین اور قواعد مقررہ اور اٹل ہیں۔ یہ سب باتیں گویا پہلے ہی سے مقرر شدہ
ہیں۔ جہاں جاؤ مادہ کو اسکی ہر حالت میں قوانین کی زنجیر سے جکڑا ہوا پاؤ گے۔ فرمایا
ولہ یسجد من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً۔ یعنی جو کچھ آسمان زمین میں ہے
وہ سب اللہ کے آگے سربسجود ہے۔ انکار تو کیا دم تک نہیں مار سکتا +

اس قسم کی بہت سی آیتیں قرآن کریم میں ہیں۔ جو اس حکومت قانون کی طرف اشارہ

کرتی ہیں۔ جنکی اطاعت مادہ ہر ایک شکل میں بلا حیل و حجت کر رہا ہے ۔ سعد بد سائنس کی معلومات جنہوں نے ہم لوگوں کو اس قدر حیرت میں ڈال رکھا ہے ۔ یہ کوئی چیز خود پیدا نہیں کرتے ۔ . . . . یہ تو ان قوانین کی دریافت کا نام ہے ۔ جو پہلے ہی سے موجود ہیں اور جن کے ماتحت عضائے عالم میں مادہ مختلف ہوئے ہوا ہے ۔ بہرحال جسقدر سائنٹیفک تحقیق ہو رہی ہے ۔ اس سے یہی ثابت ہو رہا ہے ۔ کہ ہر ایک عنصر اور ذرے کا نشو و نما حرکت و سکون سب کسی نہ کسی قانون کے ماتحت ہو رہا ہے ۔ جس بات کو کل اتفاق حوادث نیچر کے شعبہ سے سمجھا جاتا تھا ۔ وہی آج مقررہ اور معین قوانین کا نتیجہ ثابت ہو رہی ہیں ۔ اور گذشتہ نسل کے محققین کی تھیوریوں کو بدلکر موجودہ نسل کے محققین کو ماننا پڑا ہے کہ قانون اور مادہ دو الگ الگ چیزیں نہیں ۔ بلکہ اُن کی ترقی ایکدوسرے کے ساتھ وابستہ اور پیوستہ ہے ۔ یا یُوں کہئے کہ تمام دُنیا نے قانون کی حکومت کا جُوآ تسلیم کر لیا ہے ۔ اب سوال یہ ہے ۔ کہ آیا یہ سب کا سب محض ایک اتفاق ہے ۔ یہ کائنات کسی ارادہ کے ماتحت پیدا ہوئی ۔ آیا سلسلۂ علت و معلُول عمل میں آیا ۔ یہ مادہ خود ہی سب کچھ ہے ۔ خود ہی علت خود ہی معلول +

تم نے اس کا نام ایک مشین (میکن ازم) قرار دیا ہے ۔ لیکن کیا تم کسی مشین کو دماغ سے الگ قیاس میں لا سکتے ہو ۔ آہ ہم کس قدر متضاد باتیں مُنہ سے نکالتے ہیں ۔ اور کس طرح معمولی سے معمولی بات میں غلطیاں کر جاتے ہیں ۔ جہاں کہیں ہم کسی انسان کے ہاتھ کی بنی ہوئی مشین کا تصوّر کرتے ہیں ۔ ہم اسکی بناوٹ کو قوانین اور اصول جرّثقیل کے ماتحت سمجھ کر فوراً ایکدل و دماغ کے وجود کو تسلیم کر لیتے ہیں ۔ جس نے ایسے اصول اور قوانین تجویز کیے جو اس مشین کو وجود میں لائے ۔ لیکن جب ہم قدرت کے زبردست ہاتھ کے کارناموں کو دیکھتے ہیں تو ہم باوجود اُن لکھوکھا قوانین کے جاننے کے جو کائنات کے مختلف پہلوؤں اور حصّوں پر حکومت کرتے اور انکو وجُود میں لاتے نظر آتے ہیں ۔ اور طرفہ یہ کہ ان قوانین مختلفہ کو ایکدوسرے سے تمیز کرنے کیلئے ہم نے ان کے مختلف نام بھی تجویز کر رکھے ہیں مثلاً قانون انجماد (لاء آف کنڈینشین) قانون ثقل (لاء آف گریویٹیشن)

قانون مواصلت (لا سکت فیشی) قانون منتظر (لا تعت ... سیبلٹی) قانون مماثلت (قانونِ
بارمنی) وغیرہ وغیرہ ہم نے اس طرح قوانین تو تسلیم کر لئے لیکن ہم قانون کو مادے سے جدا کرتے
ہوئے یا مادہ پر قانون کی تقدیم تسلیم کرتے ہوئے سخت گھبراتے ہیں۔ اسی لئے ہیگل وغیرہ نے
مجبوراً یہ کہا کہ قانون اور مادہ ایک چیز ہیں۔ اور یہ گھبراہٹ ہمیں اسلئے ہے کہ ایک دفعہ
ہم نے قانون کو مادے سے جدا کیا تو ہمیں قانون کو مادہ پر مقدم ماننا پڑیگا۔ اور جب قانون
مادے سے جدا اور مقدم ہوا تو ضرورتاً قانون کے ساتھ ہمیں مادہ پر ایک دماغ ایک ارادہ کی
تقدیم تسلیم کرنی ہوگی۔ اور ساتھ ہی ایک مقنن کی ہستی کو چاہتا ہے۔

آج سے پچاس سال پہلے تمام سائنس کی تحقیق کی انتہا مسئلہ (اٹامک تھیوری)
تھی یعنی پیدائش عالم کا ظہور ذرات سے ہوا۔ گویا ذرہ ہی ہمہ رابرا خدا تھا۔ اور اسی
ذرہ کی بلا ارادہ اور اتفاقیہ حرکت کا نام قانون ہے۔ یا بہ الفاظ دیگر بلا کسی تدبیر و تجویز ذرات
عالم نے مختلف ہیولے بدلے اور جو جو طریق ان ہیولوں میں اختیار کئے وہی آیندہ کیلئے
قانون بن گئے۔ لیکن بعد کی تحقیقات نے آج یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہ ذرات بھی قانون کی
زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ قانون کے موجد نہیں۔ بلکہ قانون کے غلام ہیں۔ ان
ذرات کی ابتدا ذرات برقی (الیکٹرن) ثابت ہوئے۔ یہ الیکٹرن مقررہ قوانین کے ماتحت
مقررہ اندازوں پر ایک دوسرے سے ترکیب پاکر یہی ذرات ایتھر پیدا کر دیتے ہیں۔
پس معلوم ہوا کہ یہ ذرات برقی بذات خود موجود ہیں۔ اور ان کے مولد ذرات ایتھر ہیں
جن کا انجماد خاص طریقوں پر جو مقررہ اور لا تبدیل ہیں ہر وقت ہوتا رہتا ہے لیکن کیا
ایتھر جو اس وقت کُل کائنات کا مبداء قرار دیا گیا ہے بذات خود قانون کی اطاعت
سے باہر ہے۔ اگرچہ ایتھر اس وقت عام طور پر ناقابل وزن قرار دیا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی
اس کا حجم اور وزن دریافت کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ روشنی کے اصول اور
قوہ د کی امداد سے یہ قرار دیا گیا ہے کہ ایتھر کرّہ ہمارے کرّہ ہوا سے ایک کھرب پچاس
ارب گنا حجم میں زیادہ ہے۔ اور اگر ایتھر کا ایک کرّہ ارضی کرّہ کے حجم جتنا بنایا جائے تو اس کا وزن
صد پچاس پونڈ ہوگا۔ اس قسم کی تحقیقات اور تجربوں نے آخر اس ایتھر کو بھی ابدی قوانین

سے جکڑا ہوا ثابت کیا۔ لہذا یہ کتنا غلط ہے کہ قانون اس براہ راست نور طریق کا نام ہے جو مادہ
نے نشو و نما عالم میں مختلف ہیولے بدلتے ہوئے خود اختیار کر لیا۔ بلکہ قانون تو شروع سے مادہ
سے جدا در مادہ پر حکومت کرتا نظر آ رہا ہے میں نے ابھی اوپر کہا ہے کہ کیوں ایک محقق سائنس
جو ہستی باریتعالیٰ سے منکر ہے قانون کی اس تعظیم کو تسلیم کرنے سے گھبراتا ہے کیونکہ اس تسلیم سے ایک مادہ و عقل
کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اب یہ سائنسدان ایک اور حیلے میں لگ گئے ہیں۔ پروفیسر ہیکل اور
دیگر ماہران سائنس اب مادہ اور قوت کو الگ الگ نہیں سمجھتے۔ اور ان کے کام کا نام وہ قانون
تجویز کرتے ہیں۔ اب مادہ اور قوت ایکدوسرے کے جزو ہیں۔ قانون ان کی فطرت میں ہے
اور اس سے جدا نہیں گویا قانون انکی روح ہے۔ اس طرح اس جدید توحید مادہ پرستی (فزیکو مونزم
کے ماتحت کائنات کا مبداء ایک ایسی چیز کو قرار دیا گیا ہے۔ جس کا نام پروفیسر ہیکل
لا سبٹنس ہیثت قانونیہ قرار دیتا ہے۔ بس صرف ایک ہی قدم آگے چلنے کی ضرورت ہے اور یہ ہمارے
دوست یعنی ماہران سائنس اس خدائے قدوس کے آگے سر جھکاتے نظر آئیں گے جس
کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔ سائنسدان علت العلل کو یعنی جس سے تمام چیزیں نکلیں اسکو بذات
خود پیدا شدہ اور دوسروں کا خالق مانتے ہیں اسے قائم بالذات اور دوسروں کو قائم
کرنیوالا تجویز کرتے ہیں۔ اس کا ہر جگہ ہونا اور ہر چیز پر حاوی ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا
غیر فانی اور ابدی و ازلی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اب ذرا ان صفات کے ساتھ۔ جو
سائنس نے اس خیالی علت العلل کو دے رکھی ہیں ذیل کی صفات ملا دو یعنی اسکو علیم قدیر
مدبر بالارادہ اور مقنن ازلی مان لو تو گویا تم نے قرآن اور اسلام کے خدا کو تسلیم کر لیا۔ اس
لاسبٹنس کی جگہ مبدا عالم کا نام لا سپرٹ (یعنی وہ روح جس نے قانون دیئے) رکھ لو تو
پھر ہم اور تم ایک ہی کے توحید کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اور ایک ہی رب العالمین کے آگے
سر جھکانے والے بن جاتے ہیں جس نے مادہ کو مختلف ہیولوں میں جانے اور مختلف
سکون کو پیدا کرنے کی استعداد دی۔ اور پھر اس استعداد کے نشو و نما پانے کے قانون اور
اندازہ مقرر کر دیئے اور مادے کو قانون کے ماتحت رکھ کر اسمیں قانون پر چلنے کی استعداد
رکھ دی +

(باقی آئندہ)

باطنیات اسلام

ویں کا لیکچر جو اسلامک ریویو کے اپریل نمبر میں طبع ہوا خواجہ صاحب نے نیو لائٹ سنٹر جس میں بمقام ۲ گیلری اولڈ بونڈ سٹریٹ میں دیا۔ یہ ایک نئی مذہبی تحریک ان تحریکات جدیدہ میں سے ہیں جو اس وقت مغربی دل کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ یہ لوگ دراصل مذاہب کی موجودہ شکل سے بیزار ہو کر نئے پہلوؤں میں دلی اور روحانی جذبات کو پورا کر رہے ہیں۔ ان کا تعلق خیال ابھی تک عیسائیت ہے لیکن مسیح اب خدا نہیں رہا۔ بلکہ جس خدا کا اظہار جس میں ہوا اب وہ ان کے خیال میں سب انسانوں کیلئے ممکن الحصول ہے۔ یہ لیکچر بطور سرمن اتوار کی شام کو ہوا۔ نہایت دلچسپ بات اس لیکچر کے خاتمہ پر یہ ہوئی۔ کہ اس گرجا کے بانی نے جو ایک امریکن صاحب ہیں۔ اور جن کا نام ڈاکٹر ملز ہے سرمن کے بعد یہ کہا کہ کیا عجیب بات ہے کہ جس بات کو ہم نئی سمجھ رہے تھے۔ وہ اس سرمن کے سننے کے بعد نئی نہ رہی جس بات کو ہم نہایت مشکل سے یہاں کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں کیسے سادے طور پر اور واضح الفاظ میں اسلام کے مقدس بانی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے آج سے تیرہ سو برس پہلے بیان کر دی۔ اور کس طرح عام فہم الفاظ میں یہ روحانی حقیقت ہمارے سامنے آج رکھ دی گئی ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے یہ بھی کہا کہ اگر میں کل جزیرہ برطانیہ کی تلاش اس نگاہ سے کرتا کہ کوئی ایسا شخص مل جائے۔ جو ہمارے مقصد کی بوجہ احسن وکالت کرے تو شاید اس بات سے بہتر نہ کر سکتا جو انتخاب ہے میں نے آج اپنے معزز دوست امام مسجد ووکنگ کو بذریعہ تار بلانے میں کی ہے وغیرہ وغیرہ۔

ایڈیٹر

خدا فرماتا ہے جب میں کسی انسان سے پیار کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے میں اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ اور پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چیزوں کو پکڑتا اور چلتا ہے +

خدا فرماتا ہے۔ اے انسان تو میری اور میرے احکام کی پیروی کر تو مجھ جیسا ہو جائیگا

اور تب تو کہیگا کُن اور وہ چیز (فیکُون) ہو جاویگی"۔ (از احادیث محمد صلے اللہ علیہ وسلم)

تیرہ صد برس ہوئے حبیب کل دار العلوم یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ معنی خیز الفاظ اپنے دہن مبارک سے نکالے۔ زرد خامیت کی ہمت آپ پہلے جو جو اشارات کنایات استعارات تشبیہوں اور مقامات میں حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ و دیگر انبیا علیہا السلام علے نبینا نے کہا۔ اپنے اس راز سربستہ کو ان سادے لیکن جامع الفاظ میں کھول دیا۔ دراصل ان الفاظ نے نہایت بیّن طور پر ربانی مذہب کی غرض و غایت کو مخلوق الٰہی کے سامنے رکھ دیا۔ اور یاد رکھو کہ تمام مذاہب اپنی اصلی شکل و صورت میں خدا کی طرف سے ہی آئے۔ انسانی آمیزش نے ان مذاہب میں اختلاف ڈالدیئے مذہب اگر اس روحانی کمال کا پتہ بتاتا ہے۔ جو ہر قسم کی معرفت اور تقوے کا انجام ہوتا ہے اس قسم کے ہادی دنیا میں وقتاً فوقتاً بشکل انسانی آتے رہے۔ آنحضرت صلعم جناب عیسیٰ جناب موسیٰ اور ایسا ہی دیگر انبیائے کرام اپنی زندگیوں سے اس شاہ راہ کو بتلا گئے جن پر انسان چلکر اس حقیقت کو پہنچ جائے۔ یہ بزرگ تو اپنا فرض منصبی بوجہ احسن ادا کر گئے لیکن افسوس ان پیچھے آنیوالوں پر جنہوں نے یہ راہ بھلادی اور گمراہی کی طرف چل دیئے اور بعض غلمان ربانی خدا بنا دیئے گئے۔ حالانکہ یہ معلم ان جسمانی کمزوریوں سے خالی نہ تھے جو کل بنی نوع انسان کو لاحق ہوتی ہیں۔ اور حق تو یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلعم صاف دو رہین الفاظ میں بار بار مسئلہ توحید کو صاف نہ کر جاتے تو وہ پاکیزہ زندگی جو آپ نے بسر کی وہ معجزات جو آپ سے سرزد ہوئے۔ اور وہ فوق الارادہ کامیابی جو آپ کو اپنی زندگی میں حاصل ہوتی اور جس کی نظیر انسانوں میں کوئی نظر نہیں آتی۔ یہ تمام باتیں اس قابل تھیں کہ اگر کوئی انسان دنیا میں خدا کا بیٹا کہلانے کا حقدار تھا۔ تو نبی کریم خود خدا سمجھے جانے کے شایاں تھے لیکن آنحضرت صلعم نے خود کلمۂ اسلام (تشہد) میں خدا کے نام کے ساتھ اپنے نام پر رسول اللہ اور عبدہ کا لفظ بڑھا دیا اور مسلم دنیا کو انسان پرستی کی ذلت سے بچایا +

یہ نہ سمجھنا کہ قرآن کریم میں جو بار بار وحدانیت الٰہی پر زور دیا گیا تو وہ اسلئے نہیں کہ ہمارا خدا کوئی حاسد خدا ہے۔ جیسا کہ توریت بیان کرتی ہے۔ اور اُسے یہ گھبراہٹ ہے کہ کوئی اور خدا

یعنی جتنے سروہ تمہیں باتوں سے ملتی ہے توحید پر ایمان لانے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان ہر بات میں خدا پر اور اپنا بھروسہ رکھے۔ جس انسان کو تم آج خدا مان بیٹھے ہو وہ کل تمہارے جو صد جتنے پر تمہارے برابر نظر آویگا۔ جن کمالات نے تمہاری نگاہ میں اُسے خدا بنا رکھا تھا۔ وہی استعدادوں کا تم اپنے اندر موجود ہونا تسلیم کر لوگے تمہارا خدا پھر تمہارے لئے ایک نمونہ بن جاویگا اور تمہارے سامنے انسانی ترقیات کی ایک شاہراہ کھل جاوے گی۔ لیکن اگر تم نے اُسے خدا سمجھ لیا۔ اور اپنے آپ کو انسان تو اسکے کمالات کا تمہارے حدِ امکان سے باہر ہونا تم یقین کر لوگے۔ مسیح کے معجزات تو تم بھی کر سکتے ہو۔ ہاں ایمان عمل صالح نماز روزہ سے یہ بات حاصل ہو جاتی ہے۔ قربان جاؤں اِس توحیدِ الٰہی کے حقیقی پیغامبر محمد صلعم پر جس نے یہ خوشخبری سُنا کر کہ انا بشر مثلکم میں تم جیسا بشر ہوں ہماری اُمیدوں کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ جس کمال کے معراج پر آپ کھڑے ہیں وہاں تو ہم پہنچ نہ سکے لیکن آپ کے یہ سنی خیز الفاظ ہماری استعداد کو کس قدر بلند کر دیتے ہیں۔ اور ہر قسم کے شائبہ اور شکوک ایک طلسمات سے نکالکر امید کے دروازے پر لا کھڑا کرتے ہیں۔ آنحضرت صلعم مجھے یقین دلاتے ہیں کہ استعداد بشری میں میں اور آپ یکساں ہیں۔ میرا اور آپ کا نصب العین ایک ہے۔ اور ایک ہی قسم کی تکالیف اور جسمانی نقصائص ہمارے شامل حال ہیں *۔ اور یہی بات مسیح نے بھی کہی۔ لیکن جہالت اور

* یہاں کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ جب انسان انسان برابر ہیں تو کیوں نبوت عام نہیں یا نبوت ختم کیوں ہو گئی۔ جس قرآن کی آیت (انا بشر مثلکم) نے اِس یگانگت انسانی کی خوشخبری دی اُسی میں یہ ذکر ہے کہ نبوت اکتساب انسانی نہیں جو ہر ایک کیلئے کھلی ہو۔ بلکہ یہ ایک وہبی عطیہ ہے فرمایا۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد لوگوں کو کہدے کہ میں تم جیسا بشر ہوں لیکن خدا تعالےٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے +

رسالت ربی۔ جو نبوت کے اصطلاحی معنے ہیں یعنی خدا کی طرف سے انسانوں کی طرف ہدایت لانا یہ امر انتخاب ربانی سے وابستہ ہیں۔ اسلئے کہ یہ امر کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے یہ ایک نیا بیت

غرض اعتقادی کا بگڑا ہو جس نے اس کے سر پر وہ مرتبہ دیا جس سے اسکو ہمیشہ انکار رہا مسیح خدا ہو یا نہ ہو لیکن اس کا خدا ہونا میرے لئے تو کسی رنگ میں مفید نہیں بجز نقصان کے رہا۔ پھر اس کا خدا بن کر بطور نمونہ میرے سامنے آنا میرے لئے محض بیکار اور فضول ہے

القصہ یہ سب انبیاء علیہم السلام خدا کی تصویر تھے۔ اور دوسروں کے لئے بطور اسوہ تھے ان میں خدا کا رنگ تو پیدا ہو گیا لیکن وہ انسان کے انسان ہی رہے۔ یہی حقیقت مذہب ہے۔ اور اسی کمال تک پہنچانے کے لئے انسان آیا۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے اس حدیث میں فرمایا۔ جو میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ کہ خدا تعالے جب ہم کو پیار کرتا ہے تو ہمارے ہاتھ پاؤں اور جوارح ہو جاتا ہے۔ ایک اور بھی روایت ہے۔ جس کے رو سے خدا تعالے نے فرمایا مجھے یہ امر محبوب تھا کہ میں اپنا اظہار کروں اسلئے انسان کو بنایا۔ لہذا انسان یا یوں کہو کہ کامل انسان کا خدا کی تصویر پر پیدا ہونا خدا کی محبت اور الفت کا اظہار ہے۔ یہ صفت الٰہی کل باطنیات اسلام کی بنیاد ہے +

اب بڑے سے بڑا سوال یہ ہے کہ میں کس طرح اس مقام روحانیت پر پہنچوں کہ میں خدا کا پیارا بن جاؤں۔ کیا میں زبانی تسبیح و تحمید سے یا حلقوں میں بیٹھ کر چند الفاظ دہرا لینے سے یا خدا کا نام تسبیح کے دانوں پر پڑھنے سے اس مقام پر پہنچ سکتا ہوں۔ یہ باتیں بھی فائدہ

بقیہ حاشیہ

مند حاصل کرنیوالی چیز یا اس کا دروازہ ہر ایک پر کھلا ہو جیسا کہ خود خدا تعالے نے فرمایا۔ ان اللہ یعلم یجعل رسالتہ سورۃ الانعام آیت ۱۲۵ اللہ تعالے ہی بہتر جانتا ہے کہ کون رسالت کے قابل ہے اب اگر یہ تکمیل ہو چکی ہے اور پیغام آچکا ہے جیسے کہ مسلمانوں کا عقیدہ قرآن کے متعلق ہے تو پھر یہ نبوت بھی بند ہو چکا ہے۔ ہاں نبوت کو الہام پانے کی قوت سے مخدوش کرنا چاہئے مکالمۂ الٰہی کا دروازہ اسلامی عقاید کے بموجب ہمیشہ کھلا ہے۔ انسان خدا سے بات کر سکتا ہے۔ اور خدا انسان سے بول سکتا ہے ہاں قرآن نے وہ راہ بتلائے ہیں جن سے انسان اس قابل ہو سکتا ہے +

* یہ اشارہ اس نئے طریق کی طرف ہے جو مشرق میں تو قدیم سے ہے لیکن مغرب میں بھی شروع ہوا ہے مثلاً یہ کیا جاتا ہے۔ کہ چند آدمی ایک حلقے میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے

[illegible] کرنے کی عادت ڈال دیتے ہیں لیکن اس سے آگے چلکر تو ان [illegible] تسبیح کے دانوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ ایک مدت کے بعد ان کا یہ فائدہ بھی جاتا رہتا ہے۔ یہ ایک قسم کی عادت میں داخل ہوجاتے ہیں جو کیفیت یہ پیدا کرتے تھے۔ اب [illegible] زائل ہوجاتی ہے۔ ہمارا حلقوں میں بیٹھنا یا تسبیح کے دانے شمار کرنا مجھے تبت کے لامہ لوگوں کا وہ چرخہ یاد دلاتا ہے۔ جس پر وہ چند اسماء ربانی اپنے عقیدہ کے مطابق کسی کاغذ پر لکھ کر باندھ دیتے ہیں۔ پھر چرخے کی دستی پھیرتے ہیں۔ اور اس طرح ایک دور میں کئی ہزار نام پڑھے ہوئے سمجھے جاتے ہیں۔ اور جتنی دفعہ انہوں نے کوئی مقدس نام لینا ہوتا ہے بہت تھوڑے وقت میں لیا جاتا ہے۔ یہ تسبیح کرنا یا کوئی الٰہی نام لینا دراصل ایک قسم کی طیاری ہے لیکن اس سے ایک انسان محبت الٰہی کا وارث نہیں ہو سکتا۔ محبوب الٰہی بننے کیلئے کچھ اور بھی ضرور ہے۔ آؤ صحیفۂ قدرت کو دیکھیں کس طرح قانون کشش کے ماتحت ہمارے چاروں طرف متجانس چیزیں ایکدوسرے کی طرف کھچی چلی آرہی ہیں۔ اور دنیا میں عجیب وغریب نتائج پیدا کرتی ہیں۔ دیکھو تمام کرۂ ہوائی بارش کے قطروں سے معمور موجود ہے لیکن قطرات بارش اسی سرزمین کی طرف کھچے جاتے ہیں۔ جہاں کثرت سے درخت ہوں یہی [illegible] الٰہی کا [illegible] جو ذرات برقی کی طرح ہر جگہ خلا میں موجود ہیں۔ ہاں اس ربانی بجلی کے جذب کرنے کیلئے ایک ایسے کنڈکٹر (خاردار سلاخ آہن جو بجلی کو جذب کرلیتی ہے) کی ضرورت ہے۔ جو ہمیں [illegible] دل میں پیدا کرنی چاہئے۔ محبت سے جذب کرنے کیلئے ہمیں گوشۂ دل میں خود محبت پیدا کرنی ہے۔ محبت ہی محبت کو کھینچتی ہے۔ خدا کا محبوب وہی بنتا ہے جو خدا کا عاشق صادق ہو۔ پہلے خدا کو دل وجان سے چاہو پھر خدا کی محبت کا نام منہ سے لو۔ نبی کریمؐ نے اسی حقیقت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں سنایا۔ فرمایا جو شخص ایک بالشت میری طرف آتا ہے۔ میں ایک گز اسکی طرف آتا ہوں جو ایک گز آتا ہے۔ میں اس کی طرف ایک فرلانگ آتا ہوں اور جو میری طرف آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا آتا ہے۔ میں اسکی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ یہ ہے اسلامی خدا کا نقشہ

بقیہ حاشیہ ہیں آنکھیں بند کرلیتے ہیں پھر انہیں کا مرشد یہ کہتا ہے اے خدا ہماری آنکھ ہو جا اے خدا ہمارے کان ہاتھ ہوجا اور یہی خیال کیا جاتا ہے کہ اس طرح وہ اس مقام کو پہنچ جاویگا۔ جس کی طرف خطیب اشارہ کرتا ہے ٭

اس کے برکات اور فضائل تو مردوں ہی کی طرف آتے ہیں۔ لیکن یہ میری حرکت اسلام کو قبول کرنے کے بعد شروع ہوتے ہیں۔ خدا کا محبوب بننے کیلئے پہلے خود اسکی محبت سے سرشار ہو کر فانی دھن دولت کو خیرباد کہو۔ (باقی آئندہ)

سادگی ایمان

ذیل میں ہم وہ ملکی خیز لیکچر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو جناب شیخ رحمت اللہ سیف الرحمن لارڈ ہیڈلے الفاروق صاحب نے ۷ا مارچ بروز اتوار کو لندن مسلم ہوس میں دیا:-

چند روز کا ذکر ہے کہ میرے معزز مکرم بھائی جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھے کہا کہ میں سادگی ایمان پر ایک مختصر سی تقریر کروں اپنے خیالات کے اظہار کرنے کا یہ موقع پا کر مجھے خوشی تو بہت ہوئی۔ لیکن ساتھ ہی مجھے یہ خیال بھی آگیا۔ کہ اس مضمون پر اچھی طرح بحث کرنے کیلئے میرے پاس کافی وقت نہیں۔ نیز یہ کوئی آسان امر نہیں کہ کسی خاص مذہب کی سادگی پر اس طرح رائے زنی کی جائے۔ کہ دیگر مذاہب پر کوئی زد نہ ہو اور نہ ہی ان لوگوں کو کوئی تکلیف ہو جن کا دل دکھانا میں ہرگز نہیں چاہتا۔ تاہم اس پُر آشوب زمانہ میں جب کہ ہم میں سے ہر ایک کو خوفناک خطروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مذہبی خیالات کو ظاہر کرنے کی کوئی روک ٹوک ہونی چاہیئے اور اظہار رائے پر کوئی سختی بھی نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ کون جانتا ہے کہ اظہار حق کی طاقت کب تک اس کے پاس رہیگی۔ اور اسی واسطے اب جبکہ اعلان حق کی طاقت ہم کو حاصل ہے۔ ہمکو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور ڈنکے کی چوٹ صداقت کو پھیلانا چاہیئے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک آدمی کو مقدور بھی ہے اور موقع بھی ہے کہ وہ نسل انسانی کی ترقی میں مدد دے۔ اور کوئی نیک کام کرے لیکن صرف لوگوں کی نقطہ چینی اور مخالفت سے ڈر کر وہ اس موقع کو کھو دیتا ہے۔ اور بعد میں دست تاسف ملتا رہجاتا ہے۔ اگر ہم کو یقین ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں۔ وہ ٹھیک اور خدا کی مرضی کے موافق ہے تو

سے خیال میں یہی شہادت ہمارے لئے کافی دلیری اور جرأت کا سبب ہونی چاہئیے اور ہم کو تبلیغ حق سے نہ رکنا چاہئیے +

بہت دن نہیں ہوئے کہ میں نے بڑی جرأت سے کام لیکر ایک لیڈی صاحبہ کو اسلامک ریویو کے چند مضامین پڑھنے اور ان پر غور کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن بدقسمتی سے یہ لیڈی صاحبہ مذہبی معاملات میں اس قدر متعصب اور تنگدل تھیں کہ سوائے اپنے بچپن کے مذہب کے کسی اور مذہب کی واقفیت حاصل کرنا وہ کفر سمجھتی تھیں۔ اور ابھی تک اس بات پر تلی ہیں۔ کہ ہم مسلمان ہمیشہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے ہیں۔ اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی پرستش کرتے ہیں۔ اور جب میں نے ذرا زیادہ جرأت کرکے ان کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے فوراً کانوں میں انگلیاں رکھ لیں۔ اور کہنے لگیں کہ خدارا اس گفتگو کو بند کرو مجھے اس قسم کی کلام سننے سے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ اس قسم کے تعصب اور اندھی تقلید کے مقابلہ میں ہر ایک انسان کی عقل چکرا جاتی ہے۔ اور میں نے اپنی زبان روک لی۔ مذہب یا بہ الفاظ دیگر اُن اعتقاد کا مجموعہ جو ہمارے تمام تعلقات زندگی میں ہمارے افعال کیلئے رہنما ہے۔ وہ سادہ اور عام فہم بھی ہو سکتا ہے لیکن ساتھ ہی بعض خودغرضانہ خلاف حکم خدا اور رسول اغراض کو مدنظر رکھ کر اسمیں ایسی پیچیدگیاں ڈالی جا سکتی ہیں جو انسانی عقل کے احاطے سے باہر ہوں +

بہت قدیم زمانے سے جبکہ انسانوں کو قربان کردینا کوئی ظلم نہ سمجھا جاتا تھا۔ آج تک بعض اصحاب جو اپنے آپ کو مستقبل اور غیب کا علم جاننے والے پیش کرتے ہیں ان سب کا پیش نظر ہمیشہ سے دنیاوی اغراض ہی ہوتے ہیں +

بہت ہی اوائل زمانے میں جبکہ مذہب کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ ان دنوں عوام کا یہ خیال تھا کہ خدا کی خفگی اور غضب کے دور کرنے کا طریقہ کسی انسان یا جانور کو قربان کرنا ہے۔ اور یہ خونی قربانی مندرجہ ذیل طریقہ سے کیجاتی تھی۔ ایک بہت ہی ہونہار اور خوبصورت جوان کو چن کر اسکی خوب پرورش کیجاتی تھی۔ اور ہفتوں کے لئے اعلٰے اعلٰے کھانے اور نعمتیں اس کیلئے مہیا کی جاتی تھیں۔ پھر اسکو ایک پہاڑ کی چوٹی پر لیجا کر ایک پتھر کی سل پر باندھ دیا جاتا تھا

پھر ایک پجاری آگے بڑھ کر اپنے چقماقی چاقو سے اس کا سینہ چاک کر دیتا تھا +

پھر اس کے خون آلودہ دل کو آسمان کی طرف بلند کر کے تمام لوگ بڑی بلند آواز سے کہتے تھے "اب خدا کا غضب ٹھنڈا ہو گیا ہے"۔ ان سادہ لوحوں کو کبھی یہ خیال نہ آتا تھا کہ وہ خدا جو ایک خوفناک قتل کے واقع ہونے سے خوش ہوتا ہے۔ وہ ہرگز پرستش یا محبت کے قابل نہیں۔ اور ایسا خیال آ بھی کیسے سکتا تھا جبکہ ظالم پجاری خفیہ ذرائع سے ان سادہ لوحوں کو ان قابل نفرت بتوں اور خداؤں کی پرستش پر مجبور کرتے تھے جو ان کے اپنے طبع آزمائی کا نتیجہ ہوتے تھے +

ہم بڑی آسانی سے ان ابتدائی انسانوں کو سورج چاند ستاروں۔ خوبصورت پھول اور سایہ دار درختوں کی پرستش کرتے ہوئے تصور کر سکتے ہیں۔ کیونکہ خدا کی لا انتہا قدرت اور طاقت کو اس کے مختلف کاموں میں دیکھنے میں بھی ایک خاص لذت اور مزہ ہے۔ فطرت انسانی کی خاصیت ہے کہ جو چیز اسکی سمجھ میں نہ آئے وہ اسکو اپنے سے بالا اور قابل پرستش خیال کرنے لگتی ہے۔ اور اسی میلان نے پجاری صاحب کو اپنے غیبی معبود کے منوانے میں خوب مدد دی۔ کیونکہ یہ خدا صاحب سوائے اپنے خاص پجاری کے کسی پر ظاہر نہیں ہوتے +

تاریخ میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں ایک ناراض اور غضب میں آئے ہوئے خدا کی آڑ میں گنا ہگار انسانوں کو بڑے بڑے حیلوں اور ... کا تختہ مشق بنایا گیا پجاریوں کی چالاکیاں اور انکے راز ایک خاصہ علم بنگیا۔ اور چونکہ انسان غلط راہ کیطرف آسانی سے چلا جاتا ہے اس واسطے چالاک انسان ہمیشہ خداداد طاقت اور حکومت کے بہانے سے لوگوں کو اُلو بناتے رہے ہیں۔ اور سینہ چاک کرنے کے دنوں سے لیکر آج تک یہ چالاک گروہ لوگوں کو قعر ضلالت میں گراتا رہا ہے لیکن کتنا افسوس ہے۔ کہ اس تہذیب یافتہ زمانے میں بھی مذہب عیسائیت ان تمام نیکوکار انسانوں کو جو مسیح کے خون کفارے یا تثلیث وغیرہ پر ایمان نہیں لاتے ابدی جہنم میں ڈال دینے کا فتوے دیتا ہے۔ اور یہ ناانصافی اور ظلم سینہ چاک کرنے سے کم نہیں میرے خیال میں اب یہ بات آپ صاحبان پر بخوبی روشن ہو گئی ہو گی کہ کس طرح تھوڑی سی چالاکی برتنے سے ایک پیچیدہ اور ناقابل فہم اعتقادوں کا

مجموعہ بنا دیا گیا ہے۔ پادری صاحب ہمیشہ اپنے آپ کو معافی دینے اور گناہ بخشنے کے کامل اختیار رکھنے والا مشہور کر اپنی بھیڑوں کو مندرجہ ذیل منطق سُناتے ہیں:-

" اے میرے بدنصیب اصحاب۔ تمہاری فطرت میں گناہ رکھ دیا گیا ہے۔ عنقریب تم ایک غضبناک خدا کے آگے پیش کئے جاؤ گے۔ جو تم کو جہنم کی آگ میں جھونک دیگا۔ اور تم اسی کے لائق ہو۔ کیونکہ تم نے دُنیا میں آنے کی جُرأت کی۔ تم تو حشرات الارض سے بھی بدتر ہو۔ تم میں کوئی خوبی نہیں۔ اور اسی واسطے تم ابدی سزا کے مستحق ہو۔ لیکن ہاں اگر میرے کہنے پر عمل کرو گے جو میں حکم کروں اس پر ایمان لاؤ تو میں تم کو بچا سکتا ہوں۔ لیکن اسمیں بہت سی شرائط ہیں۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ بغیر کسی چون و چرا کے تمام ناقابل فہم اصُول مان لو۔ اور خصوصاً اُلوہیت مسیح پر ایمان لانا تو از حد ضروری اور لابد ہے۔ اگر تمہارے اس ایمان میں شک کی لغزش آئی تو تمہاری خیر نہیں۔ اس حالت میں میری کوشش بھی رائیگان جاویگی۔ تم کو ماننا ہے۔ کہ مسیح خدا تھا یا ہے۔ اور خود خدا ہی نے اسکو ایک دردناک موت مارا۔ تاکہ نسل انسانی نے جو گناہ اور کمزوریاں اپنے خالق کی بنائی ہُوئی فطرت کے تقاضے سے کیں ان کی سزا پوری ہو جائے اور یہ سزا دہندہ۔ اور خالق دونوں ایک ہی خدا ۔ تم کو اس کے سمجھنے کی کچھ ضرورت نہیں بس ایمان لے آؤ۔ اگر میں اس وقت تم کو کہوں کہ زمین بالکل چوڑی اور ہموار سطح ہے تو تم کو شک نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ مجھے خدا نے اپنے ہاتھ سے پادری بنایا۔ اور میرے احکام پر نقطہ چینی کرنے کا تم کو کوئی حق نہیں۔ ہاں میں یہ اعلان کرنا بھی مصلحت سمجھتا ہوں کہ باوجودیکہ مجھے تو آپ کی رُوحانی اصلاح کا فرض تفویض ہُوا ہے۔ لیکن ساتھ ہی مجھے آپ صاحبان کے دُنیوی معاملات کا بھی بڑا فکر ہے۔ آپ صاحبان کو ایمان رکھنا چاہئے کہ نجات کیلئے پادری صاحب کے سامنے اعتراف گُناہ کرنا ضروری ہے۔ اور کلیسیا کے عمائدین نے بحث مباحثہ میں اس قدر ترقی کی ہے۔ کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے منطق کے زور تمہارے ہر ایک فعل وقول کو باطل ثابت کر سکتے ہیں"۔ کیا سادگی اسی کا نام ہے۔ انسانی دماغ تو ایسی منطق کے سمجھنے سے عاجز ہے۔ میرا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے۔ کہ ان غیر ضروری اور فضول باتوں پر اسقدر زور دینے اور ان کو صداقت الہامی کے نام سے نامزد کرنے کی غرض صرف پادری صاحبان

کے اس نام نہاد کے مشترک اعتبار کو سان کرنا ہے میرا مطلب نہیں کہ نصاریٰ میں کوئی مواحد نیکوکار انسان نہیں ہیں نعوذ باللہ من ذالک ہر مذہب و ملت میں نیک اور راستباز مصلح گزرے ہیں اور کلیسیا کے عمائدین میں بھی بڑے بڑے خیرخواہان خلق ہوئے ہیں لیکن زیادہ تر یہی مشاہدے میں آیا ہے کہ پجاری وغیرہ کو زیادہ طاقت اور اختیار ملنے کا نتیجہ بُرا ہی ہوا ہے۔ اور دنیوی مفاد کو دینی مقاصد پر ترجیح ہوگئی ہے ٭

مشرکانہ رسومات جو زمانہ جاہلیت میں ملک عرب میں رائج تھیں۔ جن کے سننے سے جسم میں لرزہ پیدا ہوتا ہے لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو یا تو جڑ سے اکھاڑ دیا یا انکی ترمیم اور اصلاح کر دی۔ اور ایسے اعلیٰ اخلاق سے ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا آپ نے ان تمام دشمنوں کو بالکل معاف کر دیا جو آپ کے سامنے پابزنجیر لائے گئے۔ اور اس طرح ان سب کو اپنا گرویدہ اور فریفتہ بنا لیا۔ آپ نے مکہ کی سرزمین کو تمام قسم کے بتوں اور شرک سے بالکل پاک کر دیا۔ دختر کشی کی قبیح رسم کی آپ نے خوب بیخ کنی کی۔ اور آپ نے اجازت طلاق کے ناجائز استعمال کی اصلاح فرمائی۔ آپ نے اس کے قواعد اور شرائط باندھ دیئے! الغرض زندگی کے ہر پہلو کے لئے اپنی ذاتی مثال یا احکام نافذ فرمائے۔ تاکہ وہ لوگ جو جہالت اور ضلالت کے اسفل السافلین میں گرے ہوئے تھے۔ ان کو اٹھا کر معراج ترقی اور روحانی عرش پر بٹھا دیں۔ اور تمام قوانین کو اس قدر سادہ بنایا۔ کہ ایک بچہ بھی انکو بخوبی سمجھ لے اور عمل کر سکے۔ اس واسطے میں نے کہا کہ تمام مذاہب میں سے اسلام ہی سادگی کا مذہب کہلانے کا حق رکھتا ہے ٭

پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی مصلح یورپ مارٹن لوتھر نے وہ راہ اختیار کی جو اس سے نو سو سال پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دکھائی تھی۔ یعنی تمام ان عقاید کو رد کر دیا جن کی بنیاد توہمات اور تعصب پر تھی۔ اور ان کی جگہ خدا کی ذات پر کامل اعتقاد اور سیدھے سادہ قانون سکھایا ٭

اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ کلیسیائے مسیح کے بڑے حصے (رومن کیتھولک) میں بہت پیچیدگیاں ہیں اور اسکی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ ان میں خدا کے حضور پہنچنے کیلئے بہت سے وسائط

کی ضرورت مانی جاتی ہے۔ ولیوں کی وساطت پجاریوں کے وسیلے اور مریم صدیقہ کی شفاعت
ان وسائط و ذرائع کے بغیر کوئی رومن کیتھولک عیسائی اپنے خدا کے حضور نہیں
پہنچ سکتا۔ اور چرچ آف انگلینڈ کا ایک حصہ بھی جو ہائی چرچ پارٹی کے نام سے موسوم ہے
وہ بھی رومن کیتھولک کلیسا کے نقش قدم پر چل رہا ہے +

ہم اسبات کو تسلیم کرتے ہیں کہ عیسائیت کے ماننے والوں نے کسی زمانہ میں مذہب سے بڑا کام لیا اور
اشاعت تہذیب و علوم کو خوب ترقی دی۔ لیکن یہ نتیجہ کوئی کس طرح نکال سکتا ہے۔ کہ وہ اس
سے بھی زیادہ ترقی نہ کرتے۔ اگر ان کے مذہبی پیشوا ان کے راستے میں حائل نہ ہو جاتے۔ اب
تو ہر ایک مذہب حقوق اللہ و حقوق العباد پر بڑا زور دیتا ہے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ جو کوئی
ان دو باتوں کو مد نظر رکھیگا وہ خواہ کسی مذہب کا ہو ضرور نجات پائیگا۔ مثلاً ہم ایک بچے
کو بچپن ہی سے احکام کی پیروی سکھائیں۔ خدا کی ذات پر اس کا ایمان مضبوط کردیں
نیکی اور اعمال صالحہ کا عادی بنا دیں۔ اور ساتھ ہی یہ بات بھی اس کے ذہن نشین
کرادیں کہ اسکی نجات اور مکتی چاند کو سبز پنیر سے بنا ہوا ماننے پر مبنی ہے۔ تو نتیجہ کیا ہوگا +
یہی کہ ہم نے اسکو اصولہائے حقہ پر چلا کر اسکو ایک نیکوکار انسان تو بنا دیا لیکن ساتھ ہی
اسکی عقل و فہم کو ہم نے ضعیف کردیا۔ اور اس کی قوت ایمان کو ہلاکت کے حد تک پہنچا دیا
اسکو یہ بات منوا کر کہ نجات کا دار و مدار چاند کو پنیر سے بنا ہوا ماننے پر ہے۔ ہم اس کے
دل میں ان شکوک اور وساوس کا باعث بنینگے۔ جن کا نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ اس مذہب کو ترک
کردے جو نجات کا دار و مدار ایک ایسے لغو اعتقاد پر رکھے۔ اسی واسطے میں بڑے زور سے
پھر آپ صاحبان کو یاد دلاتا ہوں۔ کہ تمام طالبان حق کے لئے ازحد ضروری ہے کہ وہ
ایک ایسے مذہب کی تلاش کریں جو ناممکنات سے پاک ہو۔ جو خدا کے رحم اور شفقت کی امید
دلائے جو خدائے واحد کے پرستاروں اور احکام کے ماننے والوں کی مدد کرے +

جب مجھکو کہا جاتا ہے کہ میں ایک بدنصیب سیاہکار گناہگار ہوں تو میں اس الزام سے
اپنے آپ کو بالکل بری نہیں سمجھتا لیکن جب مجھ کو یہ سنایا جاتا ہے۔ کہ جس خدا کی میں حمد
اور پرستش کرتا ہوں وہ مجھے اسوقت تک اپنی سلطنت میں داخل نہیں کریگا۔ جب تک

میں بعض ناقابل فہم باتوں پر پورا ایمان نہ لے آؤں تو اسباب کے ماننے سے طبیعت ہچکچاتی ہے کیونکہ ایک رحیم کریم خدا کی طرف یہ ظلم منسوب کرنا گویا اجتماع ضدین کرنا ہے۔ بیشک ہمکو ہمارے گناہوں کی سزا ملیگی۔ اور دُور کیوں جاتے ہو اسی دُنیا میں ہمارے گناہوں کی پاداش ہر رنگ افسوس ہمکو ملجاتی ہے۔ لیکن سادہ لوح انسانوں کو یہ سنانا کہ چونکہ وہ چند ناممکن الوجود کہانیوں پر جو مختلف طرز عبادت کے بنانیوالوں کی اختراع ہیں ایمان نہیں لاسکتے اس واسطے وہ ابدی جہنم میں پھینکدئے جاوینگے۔ اور اس قسم کے اور فتوے دینا گویا انسانی فہم وادراک کی صریح ہتک اور مخالفت کرنا ہے +

جب میں نے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا تو پہلی چٹھی جو مجھے موصول ہوئی اسکے لکھنے والے نے بڑے اطمینان قلب سے مجھے یہ یقین دلایا۔ کہ اگر میں مسیح کی الوہیت پر ایمان نہیں لاسکتا۔ تو میری نجات بالکل ناممکن ہے۔ خدا اس بے انصافی تعصب اور ظلم کو تو دیکھو حد ہی کر دی ہے۔ ذرا الوہیت مسیح کے جوئے سے گردن سرکی تو ادھر ابدی لعنت اور دوزخ کی آگ ہماری قسمت میں لکھی گئی۔ میں ایک ذرہ بیمقدار ہوں جس کو علیم خبیر رحیم اور قادر مطلق ہستی نے اپنی مشیت کے ماتحت نیستی سے ہستی میں لاکر دُنیا میں بھیجدیا لیکن جب میں دُنیا میں آگیا تو فوراً اپنے ہمنامہ لوگوں مجھے یہ اندوہناک حکم سُنایا کہ گناہ کا نتیجہ اور گناہ سے آلودہ ہونے کی وجہ سے میں قابل الزام ہوں اور بجائے اسکے کہ ایک دوسرے معصوم انسان کو قتل کرویا جائے میرے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ اس کے بعد مجھ کو کہا جاتا ہے کہ میرے گناہ بہت سخت اور زیادہ ہیں لیکن خدائے خالق (جو میری فطرت اور میلان گناہ کو خوب جانتا ہے) نے رحم کرکے تاوان لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور خدا کی خفگی اور ناراضگی کو دُور کرنے اور اسکی صفت انصاف کو پورا کرنے کیلئے لازمی ہے۔ کہ وہ تاوان موت خوب زبردستی سے لیا جائے یعنی اسکو صلیب جیسی سخت اور تکلیف دہ موت سے مارا جائے۔ سامعین یہ بات بھی ملحوظ رکھیئے کہ یہ سزا اور تاوان اُن عذابوں اور تکلیفوں کے علاوہ ہے جو عمائدین کلیسیا کفارہ گناہ کیلئے تجویز فرماتے ہیں۔ مثلاً چکر پر باندھ کر اسکو تیزی سے پھرانا۔ آنکھیں نکال دینا جسم کا جھلسنا اور یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ تاوان کے طور پر جو انسان چُنا گیا وہ

کوئی معمولی انسان نہ تھا بلکہ خود خدا ہی کا بیٹا اور بیٹا بھی اکلوتا لیکن اس کے آگے چلکر ہمکو بتایا جاتا ہے کہ یہ بیٹا خود خدا تھا یا خدا بنگیا۔ اور اس واسطے اس صلیبی موت سے اس کو کوئی تکلیف نہ ہوئی +

اِس ساری منطق کا لُبِ لباب میں پھر عرض کئے دیتا ہوں :-

(۱) میرا ایمان ہونا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کو مجھ پر مہربانی کرنے کے معاوضہ میں ایک پُرجفا قربانی کی اجازت دینی پڑی لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا خدا ہمیشہ ہی سے جفاکار اور ناانصاف تھا۔ کیا انسان کی خلقت سے پہلے بھی وہ ایسا ہی ظالم تھا +

(۲) تمام مذاہب کا مقصد لوگوں کے دلوں میں شکوک شبہات اور مخالفت پیدا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے بہت سے اچھے ہیں لیکن کیوں ہم انہیں سے بہترین نہ اختیار کریں۔ کیوں ہم اس سادگی کے مذہب کی پیروی نہ کریں جو اللہ کو تمام مخلوق کا مالک منوائے۔ اور ایک بہترین شہری بنانے کے طریقے بتائے +

جب ایک امیر نوجوان نے جناب مسیح کو "اے نیک استاد" کہہ کر خطاب کیا اور پوچھا کہ نیک بننے کیلئے وہ کونسا اچھا عمل کرے۔ تو آپ نے حد درجے کی انکساری سے فرمایا "تم مجھے کیوں نیک کہتے ہو سوائے ایک یعنے خدا کے کوئی نیک نہیں لیکن اگر اچھی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو موسیٰ کے دس احکام کی اطاعت کرو۔

وہ مذہب جو جناب مسیح کی اصلی تعلیم کا پیش کرنیوالا ہے وہ ہم سے کچھ دُور نہیں وہ ہر ایک انسان کو اپیل کرتا ہے۔ اسمیں کوئی ناقابل فہم اصول نہیں۔ اسمیں مذہبی پیشواؤں کو کوئی فوق العادت اختیار نہیں دیئے گئے۔ اور وہ اپنے مخالفوں کو بلاشرط ابدی جہنم میں نہیں جھونکتا + اس مذہب کا نام اسلام یعنی خالص خدا کی ذات پر ایمان لانا ہے۔ اور ہم سب کو دُعا کرنی چاہئے۔ کہ تمام دنیا اس عالمگیر اور قابل فہم مذہب کو اختیار کرکے فلاح اور بہبودی حاصل کرلے +

الفاروق

عیسائیت کی ناکامی

سینٹ ٹمپل کا معرکتہ الآرا لیکچر

"مسیح سے بڑھ کر کسی آدمی کی تاریخ میں ہتک نہیں کی گئی۔ اور سب سے زیادہ ہتک کرنے والے وہ خیر خواہان مسیح ہیں جو اس کو مسندِ الوہیت پر بٹھا کر رُتبہ عبودیت کے لائق بھی نہیں رکھتے"

"کلیسیائی عیسائیت کا ماننا گویا جناب مسیح کو بار بار صلیب پر چڑھانا ہے"۔

مندرجہ بالا فقرات اس سنسنی خیز وعظ کا لب لباب ہیں جو ریورنڈ وی ٹی یا موری آف برڈفورڈ نے سینٹ ٹمپل میں دیا۔ دوران وعظ میں پادری صاحب نے کہا کہ مدت سے اہل فہم کا خیال تھا۔ کہ عیسائی کلیسیا کی تکمیل میں ضرور کچھ نہ کچھ کمی رہ گئی ہے لیکن اب اس جنگ نے تمہاری حقیقت کھول دی کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ اور کسر باقی ہے۔ اب تو یہ بات بخوبی واضح ہو گئی ہے۔ کہ موجودہ عیسائیت جو کہ پادری صاحبان پیش کرتے ہیں وہ ہرگز ضروریاتِ زمانہ کی کفیل نہیں۔ اور ترقی کی راہ میں بجائے معاون ہونے کے ایک روک ثابت ہوئی ہے" +

پادری صاحب کے ایک فوجی دوست نے ان کو لکھا "چند دن سے میرے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو رہا تھا۔ کہ دُنیا کا خدا مر چکا ہے۔ کہ انہی دنوں میں روس کی عظیم الشان خبر شائع ہوئی۔ لیکن میں پوچھتا ہوں۔ کہ اس عظیم الشان انقلاب میں کلیسیا نے کونسی مدد کی تھی۔ اور ان لکھوکھا مظلوموں کی دادرسی کے لئے کلیسیا نے کونسے ذرائع اختیار کئے۔ اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان سوالوں کا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

مندرجہ بالا اقتباس لنڈن کے ایک مشہور اخبار سے لیا گیا ہے۔ اور جن اقوال کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ایک عیسائی انگریز پادری صاحب کے دہن سے نکلے ہوئے ہیں مجھے انکی توضیح یا تشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔ وہ اپنے معنے خود بتا رہے ہیں۔ کئی ایک دفعہ اسلامک ریویو ووکنگ انگلینڈ اور اس کے ترجمہ اشاعت اسلام مجریہ لاہور کے صفحوں میں یہ بات بڑے دندان شکن دلائل سے ثابت کی جا چکی ہے کہ کلیسیا کی عیسائیت ایک بازیچہ اطفال ہے

زیادہ نہیں حقیقت کا تو کیا ذکر معمولی منطق اور فصاحت سے بھی بہرہ ور نہیں۔ اور اس پر عمل کر کے کوئی انسان خلق خدا کے لئے فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ الٹا نقصان ہوتا ہے۔ مذہبی نقطہ خیال سے تو یہ تعلیم مشرکانہ ہے۔ کیونکہ اس میں موسیٰ کے خدائے واحد کی جگہ تین خداؤں کی پرستش کا حکم ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اس تثلیث کو واحدانیت کے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یا یوں کہئے کہ کلیسیا نے قدیم مشرکانہ توہمات اور باطل عقاید کو ایک نئے رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ اور خدا پرستی کے بدلے انسان پرستی سکھائی ہے +

اخلاقی نقطۂ خیال سے بھی یہ سم قاتل ہے۔ کیونکہ اس میں تو ان باتوں پر ایمان لانا مشتمل ہے۔ جس سے انسان تمام ذمہ داریوں سے بری ہو کر سارا بوجھ ایک فرد واحد کے سر لا تھوپتا ہے۔ اس تمام دنیا کا بوجھ اٹھانیوالا ایک معصوم نبی کو خیال کیا جاتا ہے۔ نجات کی راہ اعمال صالحہ نہیں بلکہ ایک نیکوکار انسان کے خون ناحق پر ایمان سمجھا جاتا ہے۔ تمدن کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو بیچاری عورت کی اس قدر بے عزتی کی ہے۔ کہ اسکو شیطان کی خالہ گناہ کی جڑ بچھو سانپ سے زیادہ قابل نفرت قرار دیا ہے۔ اور سیاسی نظر سے دیکھا جائے تو سوائے شخصی مطلق العنانی کے سوا یہ کچھ نہیں سکھاتی +

بڑے بڑے خوفناک قتل۔ رنگارنگ کے عذاب اور ہر طرح کے دغا فریب اس مذہب کی آڑ میں ہوئے ہیں۔ اور اپنے عروج کے دنوں میں تمام علوم کی ترقی اور ہر ایک سیاسی یا تمدنی اصلاح کی مخالفت مذہب کلیسیا نے حد سے زیادہ کی ہے +

چند ہی دنوں کا ذکر ہے کہ جب ہمارے شہنشاہ جارج پنجم نے شراب خوری کے خلاف حکم نافذ فرمائے تو بعض کلیسیا کے عمائدین نے صدائے احتجاج بلند کی اور کہا کہ بموجب انجیل شریف شراب کا پینا جناب مسیح نے روا رکھا ہے تو کسی کو کیا حق ہے کہ اس کے خلاف پیروان مسیح کو تعلیم دے۔ انگلینڈ میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو اس جنگ کو مسیح کی تعلیم کے خلاف سمجھ کر اسکو برا سمجھتے ہیں۔ اور ان کے خلاف کثرت سے وہ لوگ بھی ہیں جو پہاڑی والے وعظ کو پس پشت ڈالکر خون سے ہاتھ رنگنا فخر سمجھ رہے ہیں۔ خود عیسائیوں نے مسیح کی تعلیم کا بطلان

کیا ہے۔ اور اپنے باطل عقاید سے مسیح کی بعثت کے مدعا کو بالکل مفقود کر دیا ہے۔ نادانوں نے اس کو خط بنا کر انسانوں سے دور پھینک دیا۔ اور اتنا نہ سمجھا کہ نبیوں کے آنے کی غرض انسانوں ہی کی اصلاح ہوتی ہے۔ اور انسانوں کیلئے انسان ہی نمونہ بن سکتا ہے۔ کوئی ایک عیسائی بھی آپ ایسا نہ پائیں گے۔ جو مسیح کو خدا کا بیٹا مان کر اس کے نقش قدم پر چلنے یا اس کے نمونہ پر عمل کرنے کا خیال بھی دل میں لاتا ہو۔ اور ان کا قصور بھی کیا ہے۔ بھلا وہ انسان اور مسیح کا خدا کس طرح ایک عاجز انسان خدا کے نمونہ پر عمل کر سکتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مسیح کو صرف اس واسطے پیدا کیا گیا کہ وہ صلیب پر چڑھ کر ایک بے شرمی اور لعنت کی موت مرے (بقول گوربیت) ان کا اعتقاد ہے کہ مسیح ابن آدم کے لئے جس کی فطرت میں گناہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے نمونہ بنکر ہرگز نہیں آیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ اسکی زندگی کے حالات پر کبھی غور نہیں کرتے۔ ان چار انجیلوں کے لکھنے والوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ ایکدوسرے کے مخالف واقعات تو نہ لکھیں۔ اور اگر اس باہمی اختلاف سے قطع نظر کر کے ہم فرداً فرداً ایک ایک انجیل کو لیں تو بھی ہمکو کسی میں بھی کوئی ایسے احکام نظر نہیں آتے جن پر چلکر انسان ایک بہتر شہری یا نفع رساں حاکم بن سکے۔ نہ ہی کوئی ایسے قابل عمل قواعد نظر آتے ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر کوئی انسان آزادی۔ زہد یا قومی ترقی حاصل کر لے۔ اسمیں شک نہیں کہ نئے عہد نامہ میں چند خوبصورت اخلاقی باتیں درج ہیں۔ لیکن یہ کوئی عجیب یا انوکھی بات نہیں جناب مسیح سے پہلے جو انبیا یا رسول آئے۔ ان کی کتابوں میں بھی بڑے بڑے اعلےٰ اخلاق کی تعلیم موجود ہے۔ عیسائیت میں ایک بھی ایسی بات نہیں جس سے ہم یہ کہہ سکیں کہ عیسائیت جمہوریت قائم کرنا چاہتی تھی۔ کوئی ایک ہی ایسا فقرہ دکھا دو جسمیں غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کوئی حکم ایسا پیش کرو جس سے انسانوں کے حقوق اور آزادی کی نگاہداشت فرض کی گئی ہو۔ بقول سینٹ پال (بانی کلیسیا) موجودہ عورت کیا ہے۔ ایک مہلک مرض اور ہر دو وہ عورت اول درجہ کی گنہگار اور سیاہکار۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیت اسقدر ناکام رہی۔ اور اسمیں ابن مریم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیا قصور۔ یہ افراط کی راہ تو ان کے بعد میں اختیار کی گئی ہے +

(الفضل ۔ ۔ ۔ ائی)

کوڑیوں کے دام جواہر ریزے

رسالہ اشاعت اسلام کی سابقہ سالوں کی جلدیں نہایت قابل دید ہیں۔ ان سابقہ جلدوں میں اہم مسائل اسلام پر بڑی بڑی مدلل بحث کی گئی ہے۔ جس کے مطالعہ سے اسلام سے ناآشنا احباب اچھی طرح ان مسائل سے واقفیت حاصل کر کے اسلام کے مخالفین کو دندان شکن جواب دینے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ ہم نے پبلک کے فائدہ کیلئے ان کی قیمت میں تخفیف کر دی ہے۔ امید ہے کہ دلدادگان اسلامی لٹریچر اس سنہری موقعہ سے فائدہ اٹھائیں گے اور اسی رنگ میں مشن کی اعانت فرما کر اس کار خیر میں حصہ لیں گے ✦

جلد اول ۱۹۱۴ء ۱۱ پرچے سوا روپیہ جنوری ۱۹۱۵ء عار جلد دوم ۱۹۱۶ء مکمل عار جلد سوم ۱۹۱۷ء ۱۱ پرچے سوا روپیہ ۱۹۱۷ء

خطبات غربیہ

قیمت ۲ر فی خطبہ مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے۔ ایل ایل۔ بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لندن۔ یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کے لئے انگلستان، فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لیکچر دیئے۔ اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:-

(۱) خطبات غربیہ سوم بر مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) " " " توحید و علم تصوف
(۳) " " " خطبات عیدین
(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۵) اسلام اور دیگر مذاہب
(۶) حقوق نسوان

مروارید ثلاثہ

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

آیات نیّرہ حصہ اول (معروف بہ نبی کامل الہام) قیمت ۱۲ر اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے ✦

ام الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) قیمت ۱۲ر اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس سے نکلی ہیں اور ابتداء میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ اپنی نوع کی پہلی کتاب ہے ✦

اسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی) قیمت ۸ر اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں ✦

مشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

فہرست کتب اشاعت اسلام بک ڈپو

تربیت النسا ۔۔ ۔	۵ر	سوانحعمری حضرت امام حسنؓ	۱ر	سوانحعمری حضرت امام حسینؓ	۲ر
انمول موتی ۔۔ ۔	۸ر	انیس الخواتین ۔۔	۸ر	تعلیم الصبیان ۔۔	۲ر
لاڈلا بیٹا ۔۔ ۔۔	۳ر	حوران جنت ۔۔ ۔۔	۴ر	چڑیا پڑے کی کہانی ۔۔	۳ر
ناصح مشفق ۔۔ ۔	۳ر	علم کی دیوی ۔۔ ۔۔	۵ر	جمیلہ خاتون ۔۔	۳ر
آداب النسوان ۔۔ ۔۔	۶ر	رسول عربی ۔۔ ۔۔	۸ر	تاثیر صحبت ۔۔	۸ر
خوش انجام ۔۔ ۔۔	۲ر	جہاد کبیر ۔۔ ۔۔	۲ر	اتالیق طلبا یعنی کی تحریر کتاب کا حل	۶ر
عربی کی چوتھی کتاب کا حل	۱۲ر	جوگی اور ناظر نظم	۲ر	ہمام عرفان (نظم) ۔۔ ۔۔	۱ر
میرا خواب (نظم)	۲ر	تجربہ بیت بیضا پر ایک عمرانی نظر (اقبال)	۴ر	مسلم مشنری کے ولائتی لکچر حصہ اول	۱ر
صحیفہ آصفیہ	۲ر	بنگال کی دلجوئی ۔۔ ۔۔	۱ر	کرشن اوتار ۔۔ ۔۔	۱ر
لندن میں جلسہ مولود النبیؐ	۳ر	پیغام صلح ۔۔ ۔۔	۱ر	لکچر اسلام در الہ آباد ۔۔	۱ر
نکات القرآن حصہ اول	۶ر	سیرۃ النعمان ۔۔ ۔۔	۸ر	انشاء النسوان ۔۔	۴ر
″ ″ حصہ دوئم	۶ر	الفاروق ۔۔ ۔۔	۳ر	تکمیل ڈائری ۔۔ ۔۔	۸ر
″ ″ حصہ سوئم	۸ر	المامون ۔۔ ۔	عہ۸	ادیب النسوان ۔۔ ۔	۲ر
″ ″ حصہ چہارم	۶ر	الغزالی ۔۔ ۔۔	عہر	انتظام خانہ داری ۔ ۔	۲ر
جمع قرآن ۔۔ ۔۔	۱۰ر	تائید حق ۔۔ ۔	۴ر	ہنر آموزی ۔۔۔۔ ۔	۲ر
حدوث مادہ ۔۔ ۔۔	۴ر	اسرار سلیمانی مجلد ۔۔	۴ر	کھانا پکانا ۔۔ ۔۔	۴ر
التوحید ۔۔ ۔۔	۱ر	طریق فلاح ۔۔ ۔۔	۱ر	اخلاقی کہانیاں ۔ ۔ ۔	۴ر
مادہ فانی ۔ ۔۔	۱ر	مجموعۂ وظائف ۔۔ ۔۔	۳ر	خورشید جہاں ۔۔۔۔	۴ر

تصاویر لیڈ مسلمانان یورپ فی درجن ۱ر فی فوٹو ۱ر عکس مکتوب آنحضرت صلعم یعنی وہ تبلیغی خط جو آپ نے مقوقس شاہ مصر کو لکھا فی درجن ۱ر فی عکس ۱ر نماز عیدین کے فوٹو فی درجن ۱ر فی فوٹو ۱ر
فوٹو اعجازی مچھلی ۔ جس کی دم کی ایک طرف شان اللہ اور دوسری طرف کلمہ توحید لکھا ہوا فی درجن ۱ر فی فوٹو ۱ر

المشتہر ۔ خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

سلاجیت (مومیائی) کے بینے ضرر دوا ہر مفرد دوا فی صد درجہ کی مقوی اعصاب معدہ ہے جگر گردہ مثانہ کو مضبوط کرتی ہے ۔ زکام ریزش ۔ درد کمر یا دیگر درد جنکو بھی چوٹ یا چوٹ کے باعث ہوں دور کرتی ہے تمام دن محنت کے بعد بہت کم تھکاوٹ اس کے استعمال سے ہوتی ہے دوزن بچہ بوڑھا ہر موسم میں بلا تمیز استعمال کر سکتے ہیں ۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ) خوراک ایک رتی سے دو رتی حسب مزاج ہمراہ دودھ استعمال کریں ۔

المشتہر مینیجر کارخانہ سلاجیت عزیز منزل ۔ نولکھا ۔ لاہور

پن سٹیم پریس لاہور میں بالا دیو انچند پرنٹر کے اہتمام سے چھپوا کر مرزا یعقوب بیگ آنریری سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٓئک ھم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدرالدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھکر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۴) | بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۹)

فہرست مضامین

خطباتِ غربیہ

قیمت فی خطبہ ۳ر مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لندن۔ یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں انگلستان کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں

(۱) سلسلہ خطبات مغربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات	(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۲) " " توحید۔ دُعا۔ تصوف	(۵) اسلام اور دیگر مذاہب
(۳) " " خطبات عیدین	(۶) حقوق نسواں

[illegible]

لمعاتِ انوارِ محمدیہ

رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا دلّو علمی۔ تمدنی اخلاقی و صلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جسمیں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب مارمیڈیوک پکتھال و جناب ایس ایچ لیڈر مصنف بزرگان دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت مجلد ۱۲ر

اسلامک ریویو ووکنگ لندن

چندہ سالانہ سات روپے

بڈیٹرز حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی
حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی

بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا علمبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیامبر ملت بیضا کی طرف سے دین اسلام کا واحد ذریعہ سیاہ ظلمت شب یجور کی تاریکی میں بجلی کا کام کرنیوالا ایک ہی انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افترا غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی اس چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یورپین آنکھوں میں چکا چوند کردی اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام (یہ رسالہ ماہواری لاہور سے شائع ہوتا ہے) نیز ہر دو ماہواری رسالوں میں ہر ماہ نومسلمین و نماز عیدین کی تصاویر ہوتی ہیں +

لندن میں جلسہ میلاد النبی صلعم

اس کتاب میں اس جلسہ کی روئداد ہے جو زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک سوسائٹی مورخہ ۶ جنوری سنہ ۱۹۱۷ء کو سیل ہوٹل میں مقدس تقریب ولادت آنحضرت صلعم پر منعقد ہوا دیگر مشاہیر قوم و پریذیڈنٹ کی فاضل تقریر کے ایک انگریز نومسلم کی زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے خلق عظیم کے متعلق نہایت ہی قابل مطالعہ ہے ہمارے ناظرین کرام ضرور اس کتاب کی متعدد کاپیاں خرید فرما کر مسلم احباب میں تقسیم فرمائیں قیمت ۲ر

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریۂ لنڈن

جلد (۴) بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۸ء نمبر (۹)

شذرات

مسجد ووکنگ - گو لندن میں بھی اب تبلیغی جد وجہد کا مرکز قائم ہو چکا ہے لیکن مسجد ووکنگ کی تبلیغ و تلقین میں بھی کسی قسم کی کوتاہی واقع نہیں ہوئی - حضرت خواجہ صاحب کے زیر اہتمام مسجد ووکنگ میں باقاعدہ سرمن و سروس ہوتے رہتے ہیں - اور درس و تدریس کا سلسلہ سابقہ سے بھی زیادہ روبہ ترقی ہے - جہیں کہ نومسلمین و سکان ووکنگ بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیتے ہیں - نومسلمین میں سے مسٹر شمس الدین صاحب شمس خصوصاً اور کارکنان مشن میں سے ملک عبد القیوم صاحب مسجد ووکنگ کی تبلیغی کوششوں میں اکثر حضرت خواجہ صاحب کا ہاتھ باری باری بٹاتے رہتے ہیں - جیسا کہ سابقہ پروگرام ماہ جون ۱۹۱۸ء مندرجہ سال گذشتہ میں ناظرین نے ملاحظہ فرمایا ہوگا *

لندن مسلم ہاؤس لندن مسلم ہاؤس سائٹی کے زیر اہتمام ہر پندرھویں یوم سرمن و سروس ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ جناب الحاج ہیڈلے شیخ رحمت اللہ الفاروق صاحب بالقابہم و حضرت خواجہ صاحب

اپنی دلفریب تقاریر سے حاضرین کو محظوظ فرماتے رہتے ہیں ۔

لندن مسلم ہوس میں مسلم ایٹ ہوم ۔ حضرت خواجہ صاحب کی ماسبق تحریروں وماہواری رپورٹوں سے جو وقتاً فوقتاً "بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام" کے عنوان کے نیچے اکثر رسالہ ہذا میں شائع ہوتی رہتی ہیں ۔ ناظرین کرام کو معلوم ہو گیا ہو گا ۔ کہ حضرت خواجہ صاحب مُتلاشیان حق کو مہینہ میں دو دفعہ لندن مسلم ہوس میں مدعو کرتے ہیں ۔ اور حاضرین جلسہ کی چاء وغیرہ سے تواضع کرنے کے بعد ایک مختصر سی تقریر فرماتے ہیں ۔ چنانچہ خاص اسی موقع کیلئے اُنہوں نے "مطالعہ اسلام" کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین شروع کیا ہوا ہے ۔ اور اسی سلسلہ میں وہ نماز ۔ رمضان ۔ خیرات اور ایمان کے مسائل پر روشنی ڈال چکے ہیں ۔ جن کا ترجمہ اپنے اپنے وقت پر ہدیۂ ناظرین کیا جائیگا ۔ بہر حال یہ طرز تبلیغ نہایت ہی مُؤثر ثابت ہوا ہے کیونکہ اس چھوٹی سی معنی خیز تقریر کے بعد ہر ایک متلاشی صداقت کو موقع دیا جاتا ہے ۔ کہ وہ مضمون بیان کردہ کے متعلق نقطہ چینی وسوال وجواب کر کے اپنی تشفی کر لے ۔ اور اپنے شک وشبہات کو رفع کرے ۔ معترضین اس طرح سے اپنے اعتراضات کے تسلی بخش جواب پا کر مطمئن ہو جاتے ہیں جس کا نیک اثر ہوتا ہے ۔ اس طرز تبلیغ سے اسلامی تعلیمات کے پھیلنے میں زیادہ امداد ملتی ہے ۔ مقامی مستفسرین کیلئے یہ طرز تبلیغ باعث دلچسپی ثابت ہوا ہے ۔ اور عامہ مقبولیت حاصل کر چکا ہے ۔ اس سلسلہ میں جس قدر لیکچر ہونگے ۔ ان کا ترجمہ انشاءاللہ تعالےٰ قارئین کرام تک پہنچتا رہیگا ۔ چنانچہ اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ "مطالعہ اسلام" کی پہلی تقریر الصیام بھی ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہے ۔ ہمارا یہ بھی ارادہ ہے ۔ کہ ان دُرِ بے بہا کی بکھری ہوئی لڑی کو ایک رشتہ میں منسلک کر کے "مطالعہ اسلام" کے نام سے ایک ضخیم کتاب شائع کیجائے ۔ جو ان تمام لیکچروں سیرمن وتقاریر کا مجموعہ ہو جو حضرت خواجہ صاحب مختلف مواقع وپلیٹ فارم پر سے اسلام کی حمایت میں دیتے ہیں ۔ اور اسلام کو مختلف شعبہا میں مغربی دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں ۔ لیکن اس گرانی وقلت کاغذ کے زمانہ میں ایسے اہم کام کو سرانجام دینے کیلئے ہمیں صاحب جود وسخا اصحاب کی گرامی توجہ درکار ہے ۔ جو ایسی بے مثل وبے نظیر کتاب کیلئے کم از کم

ایک ہمدرد اور بیدار مغز نے پیشتر سے ہی فراہم فرماکر کارکنان رسالہ کو اس کام میں ہاتھ ڈالنے کی ہمت دلائیں ہماری دلی تمنا ہے۔ کہ تمام تقریرات و لیکچر جو ہمارے مبلغین انگلستان میں مختلف مواقع و مجالس میں دیتے ہیں۔ تمام کے تمام ہی ہر ماہ قارئین کرام تک پہنچ جایا کریں لیکن قابل افسوس امر یہ ہے کہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا موجودہ حجم ہر ماہ ان مضامین کو اپنے اندر لینے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اگر حضرت [illegible] اور لندن [illegible] ہم اس کیلئے ماہواری لیکچروں خطبوں سرمنوں و واعظوں کو فراہم کیا جائے۔ تو فقط انہی مضامین کی اشاعت ہی موجودہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا سے دو گنے صفحات چاہتی ہے بہرحال اس قسم کی تمام تقریرات اس وقت تک محفوظ رکھی جا رہی ہیں۔ اگر مسلم برادران قوم ہماری ان معروضات کی طرف اپنی گرامی توجہ مبذول فرمائیں۔ جو رسالہ ہذا کے جولائی ۱۹۱۶ء نمبر میں شائع کیجا چکی ہیں۔ تو بہ فضل ایزدی مسلم برادران ملت کی توجہ سے ہم تمام مشکلات پر حاوی ہو کر بہ احسن وجہ اس تمام ذخیرہ کو شائع کر دینے کے قابل ہو سکتے ہیں +

مسلمانان لندن کو خطاب - جناب مسٹر مار ماڈیوک پکتھال صاحب نو مسلم جو کہ ایک نہایت ہی قابل عالم و فاضل یورپین مستشرق ہیں۔ اور جن کی قلم کی گلکاری جدت و تنوع کی شہادت خود رسالہ اسلامک ریویو کے وہ صفحات دے رہے ہیں جن کو ان کے مضامین نے مزین و مرصع کیا ہوا ہے حال ہی میں آپ نے "خدا کی بادشاہت" کے عنوان سے ایک دلچسپ و معنی خیز لیکچر لندن مسلم ہوس میں دیا۔ اور اسمیں مسلمانان لندن کو خصوصیت سے خطاب کیا۔ جو آیندہ کسی اشاعت میں انشاءاللہ تعالٰے ہدیہ ناظرین کیا جائیگا۔ اس کے علاوہ لندن مسلم ہوس میں بھی ایک لیکچر جناب مسٹر محمد عبدالخالق اسمعیل صاحب افندی مصری نے دیا۔ جس کا موضوع یہ تھا۔ کہ آنحضرت صلعم جب مبعوث ہوئے تو دنیا کی کیا حالت تھی؟ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ نے دنیا کو کس حالت میں چھوڑا۔ معزز و فاضل لیکچرار نے آپ کی بعثت سے پیشتر کی حالت ضلالت و توہم پرستی عالم کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ اور پھر آپ کی بعثت کے بعد جو اصلاح و تربیت خلق خدا کی آپ کے

وکنگ سے ہوئی۔ اس کا بالترتیب اظہار کیا ہے۔ یہ دلچسپ لیکچر بھی انشاءاللہ عنقریب ناظرین کرام تک پہنچ جائے گا +

مسلم لٹریری سوسائٹی مسلم لٹریری سوسائٹی بھی اپنے کام میں سرگرم ہے۔ چنانچہ مسٹر سلیمان سلیج نے ایک مضمون جناب مسٹر مارماڈیوک پکتھال کی زیر صدارت میں "موجودہ یہودیت" پر پڑھا مضمون بہت سی وسیع معلومات سے لبریز تھا۔ اور نہایت ہی دلچسپی اور اطمینان سے سُنا گیا +

مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء کو جس روز کہ مسٹر سلیمان سلیج کا لیکچر سپریچولسٹ سرکل ایلنگ میں "اسلام" پر تھا۔ اسی روز حضرت خواجہ صاحب نے سپریچولسٹ لسٹر سیا کے سامنے "زندگی بعد از موت کی تیاری" پر ایک نہایت عالمانہ لیکچر دیا۔ جس کا تذکرہ کرنا غالباً سابقہ نمبروں میں سہواً رہ گیا ہے۔

عید الفطر کا تہوار۔ ماہ صیام کے اختتام پر مورخہ ۱۔ اجولائی کو مسجد ووکنگ میں عید الفطر کا تہوار حسب معمول منایا گیا۔ اور گیارہ بجے نماز ہوئی۔ دفتر ہذا میں اس وقت تک اس عید کی مفصل روئداد نہیں پہنچی۔ انشاءاللہ تعالیٰ روئداد پہنچنے پر فوراً شائع کر دی جائیگی +

انگلستان میں محصول ڈاک میں اضافہ۔ رسالہ ہذا کے کسی سابقہ نمبر میں کاغذ کی قلت و گرانی اور مطبع والوں کی اُجرت طبع میں ایزادی کا رونا رویا جا چکا ہے۔ لیکن اب ایک اور بلائے ناگہانی کا ہمیں تہیّہ کرنا ہے۔ اسلئے جن احباب کی نگاہ سے یہ سطور گذریں وہ ازراہ نوازش رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی کے خریداران کی خدمت میں عرض کر دیں کہ وہ ازراہ کرم چھ پنس کا پوسٹل آرڈر سالانہ چندہ کے علاوہ دفتر ہذا میں ارسال فرمائیں۔ یا براہِ راست دفتر اسلامک ریویو مسجد ووکنگ سرے انگلینڈ حضرت

[illegible] صاحب کی خدمت میں روانہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ تاکہ محصول ڈاک میں اضافہ ہونے کی وجہ سے جو اخراجات میں ایزادی ہو گئی ہے اسکی تلافی ہو سکے +

ہندوستان کے خریداران رسالہ اسلامک ریویو مسلم انڈیا انگریزی مجریہ ووکنگ کی اطلاع کیلئے

موجودہ جنگ کی وجہ سے چونکہ ناظرین رسالہ اسلامک ریویو مسلم انڈیا انگریزی کی شکایات عدم وصولی۔ و بے قاعدگی رسالہ کی وقتاً فوقتاً موصول ہوتی رہتی ہیں۔ اسلیئے کارکنان ہیڈ آفس مسلم مشن ووکنگ نے موجودہ حالات کے ماتحت تجویز فرمائی ہے کہ کچھ عرصہ تک ہندوستان ہی سے رسالہ اسلامک ریویو انگریزی خریداران کو دفتر رسالہ اشاعت اسلام لاہور کی ہی معرفت تقسیم ہوا کرے۔ تاکہ عدم وصولی و تاخیر رسالہ کی کل شکایات رفع ہو جائیں اور جلدی سے ان کا تدارک ہو سکے۔ اسلئے اسلامک ریویو مسلم انڈیا انگریزی مجریہ ووکنگ کے جملہ معزز ناظرین کرام کی خدمت اقدس میں بذریعہ تحریر ہذا مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ از راہ کرم قارئین رسالہ اسلامک ریویو میں سے اگر کسی احباب کو رسالہ اسلامک ریویو کے متعلق کوئی شکایت ہوا کرے تو فوراً دفتر ہذا میں مطلع فرما کر شکایت کو رفع فرمالیا کریں۔ امید ہے کہ اب خریداران رسالہ اسلامک ریویو کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ ملیگا۔ بعض احباب پتہ تبدیل کرانے میں اکثر سہل انگاری سے کام لیتے ہیں۔ اور تبدیل پتہ کی اطلاع کئی ایک ماہ گذر نے کے بعد دفتر کو دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی عدم وصولی رسالہ کی شکایت بھی کرتے ہیں لیکن یہ شکایت ان کی سراسر درست نہیں ہوتی۔ کیونکہ رسالہ باقاعدہ اُنکے سابق پتہ پر روانہ ہوتا رہتا ہے۔ اور اُن کی اپنی سہل انگاری سے رسالے رائیگاں چلے جاتے ہیں۔ لہذا از راہ کرم ایسے احباب توجہ فرما کر ممنون فرمائیں +

کام مشن نے کیا ہے۔ وہ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کی اشاعت کا کام ہے" ٭

آخر میں معاصر موصوف کی یہ پُر زور اپیل خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے کہ کام کی اس وسعت اور اہمیت کو مدنظر رکھ کر جو اس وقت مشن کے سامنے ہے۔ ہم ہر ایک اس شخص کے جس کے دل میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت ہے۔ یہ توجہ دلاتے ہیں کہ وہ مشن کو اس کے کاموں میں امداد دے۔ مشن کی ضروریات دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ ایک بہت زیادہ اور شاندار مذہبی لٹریچر کی سخت ضرورت ہے۔ سندھ کے ان تمام تعلیمیافتہ مسلمانوں کو جن کے دلوں میں اسلام کیلئے ایک جوش بھرا ہوا ہے۔ اس مقدس کام میں مشن کی اعانت کے لئے کمربستہ ہونا چاہئے۔ وہ اسلامک ریویو کی خریداری کی شکل میں بہترین امداد دے سکتے ہیں۔ جس کی قیمت سوا سات روپے ہے۔ اور مسلم مشن ووکنگ کی شاہجہان مسجد سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

٭

ان الفاظ اور اس اعتراف کے لئے جو معاصر موصوف نے مسلم مشن کے کاموں کا کیا ہے۔ اس کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے تھوڑا ہے..... فی الحقیقت اس اہم ترین اسلامی خدمت میں مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہر ایک پہلو سے امداد دینے کی کوشش کریں۔ کہ ان کا یہ اپنا کام ہے۔ اور ایک ایسا فرض اُنکے اوپر ڈالا گیا ہے جس کا مکلف خود قرآن کریم نے بھی انہیں ٹھیرایا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ معاصر سندھ مسلم کی تحریک پر کم از کم سندھی مسلمان مشن کی امداد میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔ اور اسلامک ریویو کیلئے فوراً درخواستہائے خریداری بھجدیں گے۔ معاصر سندھ مُسلم نے بمصداق الدال علی الخیر کفاعلہ اپنا فرض ادا کر دیا۔ اور آیندہ بھی اس صورت میں اسے ادائیگی سے احتراز نہ ہوگا۔ اب یہ اس کے پڑھنے والوں کا فرض ہے کہ اس طرف متوجہ ہوں۔ اور اس کی آواز پر لبیک کہنے میں پس وپیش نہ کریں ٭

جملہ خریداران ازراہ کرم خط وکتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ درج فرمایا کریں۔ و نیز اپنے حلقۂ اثر میں رسالہ کی توسیع اشاعت فرما کر داخل حسنات ہوں۔ کیونکہ کاغذ کی گرانی روز افزوں ترقی پر ہے ٭

عورت اور عورت کے حقوق زیرِ اسلام

از قلم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا

تسلسل صفحہ ۴۰۰ ۔ اشاعت اسلام جلد ۴ نمبر ۸

حرم سرا ۔ پردہ ۔ خلوت

خدا کا شکر ہے کہ اسلام کی تمدنی اصلاحوں کی بابت متعصب اور دشمن عیسائی مُصنّفوں نے جو غلط بیانی ارادۃً کی ہے ۔ وہ اب دن بدن دُور ہو رہی ہے ۔ اور اسلام کے آفتاب کی کرنیں اب گمراہی کی گھٹا کو تتر بتر کر کے چکا چوند مچا رہی ہیں ۔ گذشتہ نمبروں میں ہم ثابت کر چکے ہیں ۔ کہ کثیر الازدواجی اسلام کا کوئی ضروری اور اٹل اصُول نہیں ۔ اور اجازت طلاق کے محاسن کو تو خود اہل یورپ نے تسلیم کر لیا ہے ۔ اور باوجودیکہ ان کا مذہب اس ضرورت انسانی پر کوئی روشنی نہیں ڈالتا ۔ تاہم انہوں نے خود ساختہ قانون مُلکی کی رُو سے اجازت طلاق سے فائدہ اُٹھانا شروع کر دیا ہے ۔ اب ہم عورتوں کا مردوں سے الگ اور ستر میں رہنے کی مصلحت پر بحث کرتے ہیں +

جس طرح کثیر الازواجی کو ایک خاص اسلامی اصُول سمجھنا غلطی پر مبنی ہے اِسی طرح یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں کہ عورتوں کی خلوت خالص اسلامی حکم ہے ۔ زمانہ قدیم کے مُہذّب یونانی اور اہل روما اپنی عورتوں کو مردوں سے حجاب کراتے تھے ۔ اور کون شخص اس بات سے اِنکار کر سکتا ہے کہ اُن دنوں یُونان تہذیب اور علم میں ساری دُنیا کا سر تاج نہ تھا فلسفہ اور ہر قسم کی صنعت کا گھر تھا ۔ اسمیں افلاطون اور سُقراط جیسے جلیل القدر انسان پیدا ہوئے ۔ لیکن ہم کو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ عورت کو وہ چنداں قابلِ وقعت نہ سمجھتے تھے پروفیسر لیکی اپنی کتاب اخلاق یوروپ کی تاریخ اگسٹس سے چارلی میگن کے زمانہ تک میں لکھتے ہیں کہ یونانی قوانین کے رُو سے عورتوں کو گھر کے اندر پردے میں رکھا جاتا تھا ۔ اور سوائے خاص ضرورت کے ان کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہ تھی +

اہل یونان عورت کے لئے کوئی حقوق تسلیم نہ کرتے تھے۔ اور انکو وراثت سے بھی محروم سمجھتے۔ کوئی یونانی لڑکی اپنی مرضی کے مطابق شادی نہ کر سکتی تھی۔ انکو اپنے باپ کے حکم کے ماتحت پردہ میں رہنا پڑتا تھا۔ اور اگر کوئی لڑکی اپنے والدین کی ذرا بھی نافرمانی کرتی تو اسکے باپ کو اختیار تھا۔ کہ وہ اُسکو قتل کر ڈالے۔ حراست حرم کا رواج یونانیوں میں عام تھا۔ اور شہر ایتھنز میں زنانخانوں پر پہرہ رہتا تھا۔ رُوم میں بھی مردوں کو بحیثیت باپ یا خاوند عورت پر پورا اختیار تھا۔ اور ان سے لونڈیوں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا۔ اور اکثر اوقات مرد عورتوں کو اپنے ساتھ رکھنا ہتک عزت سمجھتے تھے +

برّ اعظم ایشیا میں تمدنی تہذیب کے لحاظ سے اہل فارس سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ اُن دنوں دربارِ فارس مابعد کے دربارِ پیرس کی طرح بارونق تھا۔ لیکن باوجود اس ترقی اور روشنی کے اہلِ فارس عورتوں کے بارے میں بڑے سخت تھے۔ اور اُن کو زیر حراست رکھتے تھے۔ چین اور کوریا میں بھی عورتوں کو مستور اور محجوب رکھا جاتا تھا۔ ہندوستان میں اگرچہ کوئی باقاعدہ پردہ تو نہ تھا لیکن ذاتوں کی حدبندی اور رسموں کی کثرت کی وجہ سے عورتوں کا تو کیا ذکر بلکہ مرد بھی کھلی طرح آپس میں مل نہ سکتے تھے۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر تاریخ کو مطالعہ کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ مرد و عورت کا میل ملاپ سوائے بہت ہی محدود طرز کے کبھی کسی حصہ دُنیا میں نہیں ہوا۔ اور موجودہ ملاپ کی تحریک بیسویں صدی عیسوی کے ابتدا میں امریکہ سے شروع ہوئی۔ خود انگلستان میں آج سے ایک نسل پہلے عورتیں الگ تھلگ زندگی بسر کرتی تھیں۔ اور بہ نسبت آج کل کے مردوں سے بہت پرہیز اور حجاب کرتی تھیں۔ کوئی شریف زادی بغیر کسی محافظ عورت کے گھر سے باہر نہ نکلتی تھی۔ کرایہ کی گاڑی کی چھت پر اکیلے بیٹھنا سخت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ آجکل کا مُروجہ انگریزی لباس باعث ننگ سمجھا جاتا تھا۔ ناچ اور فوری شادی یہ سب اِس قسم کی باتیں ہیں۔ کہ اگر اُن دنوں انکا ذکر کیا جاتا تو سب کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ جس طرح ہندوستان میں ذات پات کی قیود تھیں اسی طرح یورپ میں مراتب اور طبقات کی حدود تھیں۔ اور اس طرح مرد اور عورتوں کو کھلے بندوں ملنے کا بہت کم اتفاق ہوتا تھا۔ اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ [illegible] کا

میں الگ رہنا باعثِ عزت اور فخر ہے نہ کہ باعثِ ننگ و شرم - اور معلوم ہوتا ہے کہ اس متبرک امر کے رواج دینے والے عورت کی بیحد عزت کرتے تھے - یہ طرز معاشرت حیوانی زندگی سے بہت بہتر اور عمدہ ہے - اور یہ بات بالکل غلط ہے کہ پردہ کے معنی عورتوں پر بے اعتباری اور شک کرنا ہے - برخلاف اس کے اسمیں تو اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر ایک مرد عورت کی پاک اور متبرک صحبت کے لائق نہیں - جب عورتیں نقاب ڈالکر نکلیں تو وہ سب کو دیکھ سکتی ہیں - لیکن مرد اُن کو نہیں دیکھ سکتے گویا کہ مردوں کی نسبت عورت پر زیادہ اعتبار کیا گیا ہے +

پردہ اور حجاب وغیرہ کا رواج ایشیا اور یورپ سب ملکوں میں رائج معلوم ہوتا ہے جب انسان کے دل میں عزت کا خیال بڑھ گیا اور عورت کی عفت اور عصمت کا معیار زیادہ بلند ہو گیا تو عورتوں کو بعض بدمعاشوں کی پُر شہوت نگاہوں سے بچانے کا خیال آیا - اسمیں شک نہیں کہ ابتدائی زمانوں میں مرد و عورت دیگر حیوانوں کی طرح یکجا رہتے تھے - لیکن جُوں جُوں تہذیب بڑھتی گئی مردوں کو یقین ہو گیا کہ مرد کی نسبت عورت زیادہ پاک اور متبرک ہے اسی کی گود میں آنیوالی نسل کی قسمت کا فیصلہ ہے - اس واسطے مرد و عورت کو مختلف کام اور فرائض تفویض ہونے چاہئیں - مرد محنت مشقت کا کام کریں - اور عورتیں آسان اور نرم فرائض انجام دیں - قدرتی طور پر انسان قیمتی اور عزیز چیز کی حفاظت کرتا ہے - اور جس قدر قیمتی کوئی موتی ہو اسی قدر زیادہ حفاظت سے اس کو مضبوط ترین صندوق میں رکھا جاتا ہے +

انسائیکلوپیڈیا میں حرم کی بابت مندرجہ ذیل ریمارک لکھے ہیں :-

"مشرق میں مرد و عورت کی تمیز کے لئے عورت کا محجوب اور مستور رہنا بہت قدیم زمانے سے مروج ہے - اور اس واسطے اسکی ابتدا پیشتر از قرآن کے زمانے میں تلاش کرنی چاہئے (قرآن تو صرف ایک عالمگیر رواج کے قواعد بنا کر اسکو ترتیب دے دیتا ہے) +

مندرجہ بالا اقتباس کا لکھنے والا اگر یہ بھی لکھ دیتا کہ حرم یا پردہ کا رواج مشرق کے ساتھ مخصوص نہیں لوراستی سے بعید نہ تھا - ایک وقت تھا کہ دنیا کے ہر حصے میں عورتیں

مردوں سے حجاب کرتی تھیں۔ اور عوامُ النّاس کا خیال تھا کہ عورت ایک پاک اور متبرک چیز ہے۔ اور اسکی حفاظت اور منزلت لازمی ہے۔ ان دنوں لوگوں کا مال و متاع یا عزّت اس قدر محفوظ نہ ہوتی تھی جس قدر کہ آج ہے جس کی لاٹھی اُسی کی بھینس کا زمانہ تھا اور ایک طاقتور آدمی یا قوم اپنے کمزور بھائی کے گھر بار و عورتوں پر قبضہ کرنا کوئی جرم نہ سمجھتا تھا۔ اور اکثر دفعہ ایک خوبصورت عورت پر قبضہ پانے کے لئے نہ صرف فرد واحد بلکہ قبیلے اور قومیں آپس میں لڑ مرتی تھیں۔ ہندوستان میں سیتا جی کی خوبصورتی اور مصر میں کلیوپیٹرا کی عشوہ گری نے اپنے اپنے ملک کی تاریخ میں بڑے بڑے جنگ کرائے بہت سے قبیلوں کا ملکر ایک قوم بننے اور بین الاقوامی قوانین کے مرتب ہونے سے کہیں پہلے عورت کا حُسن تباہی اور تکلیف کا باعث ہُوا ہے۔ مرد عورت کیلئے ایکدوسرے سے اِس طرح لڑتے تھے جس طرح دو وحشی جانور مادہ کیلئے لڑتے ہیں۔ اِس عالمگیر خطرے سے بچنے اور عورتوں کی عزّت اور عفت کی حفاظت کرنے کیلئے عورتوں کو جو کہ قدرتی طور سے کمزور اور ناقابلِ حفاظت خود واقع ہوئی ہیں۔ انکو پردہ میں رکھنے کا رواج دُنیا میں پھیلگیا +

اہلِ یُورپ میں مادہ پرستی کا میلان شروع سے اسقدر رہا ہے کہ آج تک اس جگہ نہ کوئی نبی مبعوث ہُوا ہے۔ اور نہ ہی کسی مذہب کی بنیاد رکھنے کا اس کو فخر حاصل ہُوا ہے۔ اور پھر بھی باوجود اس قدر ترقی کے مشرق ہی کے ایک نبی اللہ کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس اجنبی پیغمبر کے کلام کا مفہوم وہ ٹھیک طور پر نہیں سمجھے۔ اور ایک عاجز انسان کو مسندِ الوہیت پر بٹھانے کی غلطی کے مرتکب ہوئے جس طرح ان میں رُوحانیت کبھی نہیں آئی۔ اسی طرح عورت کی عزّت اور وقعت کا خیال بھی ان کے وہم میں نہیں گذرا۔ وہ عورت کو اپنے جیسا گنہگار بلکہ شیطان کی خالہ سمجھتے ہیں۔ برخلاف اس کے ایشیا میں جس قدر شریف یا مُہذب کوئی خاندان ہے اُسی قدر زیادہ عورت کو متبرک اور پاک سمجھتے ہیں۔ اور اگر کوئی اوباش آدمی کسی کی بہو بیٹی یا بیوی کو نظرِ بد سے دیکھے یا ان کی حرمت میں خلل انداز ہو تو وہ فوراً اُسکو قرار واقعی سزا دینے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ جب تمدن نے اور بھی ترقی کی۔ اور عورت کا رُتبہ اور بھی بلند ہوگیا تو عورتوں کا

مردوں کے ساتھ ملنا معیوب خیال کیا جانے لگا۔ اس کے بعد اسباب کا خیال ہوا کہ کسی مرد کو عورت کی بیحُرمتی کا موقعہ ہی نہ دیا جائے۔ اور اس کا بہترین ذریعہ پردہ اور حجاب سمجھا گیا۔ غالباً سب سے سخت پردہ ہندوستان میں کیا جاتا تھا۔ خود اہل ہنود جنمیں پردہ بالکل رائج نہ تھا۔ جب غیر ملک کے باشندوں نے ان کو مغلوب اور مفتوح کر لیا تو وہ اپنی عورتوں کو سخت پردہ کرانے لگ گئے۔ مسلم ممالک میں عورتیں مُنہ پر نقاب ڈالکر بازاروں میں جاتیں اور مردوں سے گفتگو کر سکتی تھیں لیکن ہندوستان میں آکر انہوں نے یہ آزادی بھی محدود کر دی۔ اور ہر ہندو و مُسلم شریف زادی بالکل چار دیواری میں رہنے لگی۔ پردہ کی بنیاد عورت کی عزت اور وقعت کے خیال پر ہے۔ اور اس کا ایک کافی ثبوت یہی بات ہے کہ جس قدر معزز اور اعلےٰ ایک خاندان ہوتا تھا۔ اس گھر کی عورتیں اسی قدر زیادہ پردہ کرتی ہیں۔ یا بالفاظ دیگر پردہ شرافت اور عزت کا معیار بنگیا ہے۔ اور سوائے عام اور کم حیثیت عورتوں کے کوئی عورت بازار میں نظر نہیں آتی ؛

ایک زمانہ تھا کہ ایک یورپین میم صاحبہ کو بھی زنانہ میں جانے کی اجازت نہ ملتی تھی کیونکہ ان کے خلاف اہل ہند کے لئے یہ کافی شہادت تھی۔ کہ وہ کھُلم کھُلا مردوں سے ملتی ہیں۔ اور اس واسطے وہ کوئی اعلےٰ پایہ کی خاتون نہیں ہو سکتی۔ عیسائی مشنری عورتوں نے لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے بہت زور لگایا اور بعض دفعہ لڑکیوں کو بھگا لیجانے میں کامیاب بھی ہُوئیں لیکن اس نازیبا حرکت کی وجہ سے تمام شریف گھرانوں کی نظروں سے وہ گر گئیں اور زنانخانے میں آنے کی اجازت ان کیلئے بند ہو گئی۔ ایشیائی لوگ فطرتی طور پر زُود حِس اور اعلےٰ خیالات والے ہیں۔ ان کی تہذیب اور ترقی بھی یورپ سے قدیم ہے۔ جب انہوں نے عورتوں کو پردہ کرانا شروع کیا۔ تو ان کا مدعا عورتوں پر بدظنی یا بے اعتباری نہ تھا۔ برخلاف اس کے پردہ کی وجہ تسمیہ عفت اور عصمت کے معیار کا بہت بلند ہونا تھا۔ انہوں نے عورت کا بار بھی خود اُٹھانا گوارا کیا۔ اور اسکی حفاظت اور خوراک وغیرہ سب اپنے ذمہ لیلیا آج بھی مشرق میں مرد ہی پسینہ بہا کر عورت کی ضروریات مُہیا کرتا ہے۔ عورت کو آرام اور راحت میں رکھنے اور محنت مشقت سے بچانے کیلئے مرد خود محنت مزدوری کرتے ہیں

ہے۔ اور چونکہ تمام کنبہ ایک ہی جگہ ملکر رہتا ہے۔ اس واسطے بعض بے اولاد عورتیں بھی اپنے رشتہ داروں کے بچوں سے دل بہلا لیتی ہیں۔ اور اپنے آپ کو اسقدر بدنصیب اور اکیلا نہیں سمجھتیں تو پھر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ مشرقی عورتوں کی زندگی پر لطف نہیں اور کم از کم اس کو اخلاق سے گرا ہوا تو ہرگز نہیں کہہ سکتے +

مسٹر جان ڈیون پارٹ لکھتے ہیں :-

"حرم کو قید خانہ کہنا تو درکنار وہ تو عورتوں کے لئے کامل آزادی کی جگہ ہے۔ اور خود خاوند جب حرم میں آتا ہے تو اجازت مانگ کر آتا ہے جونہی کہ وہ حرم کی دہلیز کے اندر قدم رکھتا ہے تو جدھر نظر ڈالتا ہے ہر چیز اُسے کو یہی یاد دلاتی ہے۔ کہ اس جگہ وہ مالک اور حکمران نہیں۔ بچے نوکر غلام سب ربۃ البیت (گھر والی) کو اپنا حاکم سمجھتے ہیں۔ اگر تو بیوی صاحب کا مزاج درست ہو تو خیر ورنہ ہر چیز غلط اور تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے" +

ایک مشہور سیاح بنیج برنامی لکھتا ہے۔ "اہل یورپ کا یہ خیال کہ مسلمانوں کی شادی شدہ زندگی عیسائیوں کی شادی شدہ زندگی سے بالکل مختلف ہے غلط ہے۔ مجھے تو عرب میں ایسا کوئی اختلاف نظر نہیں آیا۔ اور اس ملک کی عورتیں یورپین عورتوں سے کم آزاد اور شائستہ نہیں" +

ایرانی مورخ مرزا ابو طالب خان نے اہل انگلستان کی گھریلو زندگی پر بہت کچھ توجہ کرنے کے بعد یہی نتیجہ نکالا کہ مسلم عورتوں کو زیادہ آزادی اور طاقت حاصل ہے۔ اور ان کے حقوق مغربی عورتوں سے زیادہ وسیع ہیں +

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے :-

حرم کے انتظام کا جو کریہ نقشہ مغربی سیاحوں نے کھینچا ہے۔ اسمیں بہت کچھ مبالغہ کی آمیزش ہے اور اسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرات پہلے ہی سے اس قسم کے انتظام کے سخت مخالف تھے اور حرم کی اچھی چیز بھی ان کی نظروں میں بُری معلوم ہوتی تھی۔ اصل بات تو یہ ہے کہ حرم کا قابل تعریف یا قابل نفرین ہونا اس کے مالک پر مبنی ہے۔ اکثر گھروں میں میاں بیوی ایکدوسرے کی عزت اور حرمت کا بہت پاس کرتے ہیں۔ اور ان کے اخلاق بہت پسندیدہ

...ندہ تھا سے اب ہیچ الملک جیسے کے بہت سے لوگ ... بہت سی آسانیاں مہیا ہیں۔ اور
ناقصین ان کے تعلقات اور حقوق عیسائی عورتوں سے بہت اچھے ہیں۔ جونہی کہ ایک عورت
خواہ وہ لونڈی ہو یا آزاد ہو ایک مرد کی زوجہ بن جاتی ہے۔ تو فوراً اسکی اور اسکی اولاد کی خبر گیری
کی کفالت اس مرد کا فرض ہو جاتی ہے۔ عورت اپنی جائداد منقولہ وغیر منقولہ پر پورا اختیار
رکھتی ہے۔ اور اگرچہ اسلام میں عیسائیت کی نسبت طلاق زیادہ آسانی سے ہو سکتی ہے
لیکن پھر بھی رقم مہر عورت کے گزران کیلئے کافی ہوتی ہے مس گریس ایلی سن نے ترکی
حرم سرائے میں بذات خود رہنے سہنے کے بعد مندرجہ ذیل ریمارک لکھے +

مسٹر راجٹ کی تصنیف "تھصارس" میں حرم کو ایک بہت بری جگہ کی شکل میں پیش
کیا گیا ہے۔ جب میں نے ٹرکی سے واپس آکر اعلان کیا۔ کہ میں خود حرم میں رہکر آئی ہوں تو
مجھے خیال پیدا ہوا کہ حرم کی بابت عوام کا جو خیال ہے اسکو مدنظر رکھ کے لوگ مجھ کو ایک اعلیٰ
طلاق کی عورت نہیں سمجھتے ہونگے۔ چند دن ہوئے کہ میں نے زندگی حرم پر ایک مختصر سی
تقریر کی تو سامعین سارے مرد ہی مرد تھے۔ اور ایک عورت نے بھی میری تقریر سننے
کی تکلیف گوارا نہ کی +

" ان حضرات کی خاطر جو ان باتوں سے معلم ہیں۔ میں پھر لفظ حرم کی تشریح کر دیتی ہوں۔
لفظ حرم عربی لفظ محرم کا مشتق ہے۔ اور اس کے معنی منع کی گئی۔ یا عزت کی گئی چیز
ہیں۔ اس سے مراد وہ حصہ مکان یا کمرے لئے جاتے ہیں جو صرف عورتوں کے استعمال کے لئے
مخصوص ہوں۔ اور اس کے معنے جیسا کہ آپ لوگ خیال کرتے ہیں بیویاں اور لونڈیاں جمع
کرنے کی جگہ نہیں۔ اور مالک کے قریبی رشتہ داروں کے سوائے ہرگز کوئی مرد حرم کی ڈیوڑھی
کے اندر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اور بعض حالتوں میں تو رشتہ داروں کو بھی مداخلت کی اجازت
نہیں دی جاتی۔ ٹرکی میں حرم انہی معنوں میں بولا جاتا ہے۔ جیسے ہندوستانی لفظ زنانخانہ
بولا جاتا ہے۔ اور ہرگز ہرگز کوئی بری چیز اس سے مراد نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کہنا کہ
ایک ترکی اپنے حرم کے ساتھ سفر کرتا ہے اسی عقل سے بعید ہے جسقدر یہ کہنا کہ فلاں
انگریز اپنی میم صاحبہ کے ڈریسنگ روم (کپڑے پہننے کے کمرے) کے ساتھ سفر کرتا ہے +

میری سمجھ میں حرم کے مفہوم کی بابت جو غلط فہمی لوگوں کو ہوئی ہے۔ اسکی وجہ بھی ... یہ غلط خیال ہے۔ کہ ترکی مرد ضروری طور پر ایک سے زیادہ شادی کرتے ہیں۔ لیکن یہ خیال بھی بالکل باطل ہے۔ ترکی اور تمام مشرق میں کثیر الازدواجی کا رواج ختم ہوتا جاتا ہے جب پیغمبر اسلام نے بیویوں کی تعداد چار تک محدود کردی۔ تو ان دنوں تمام مشرق میں کئی کئی عورتوں سے شادی کرنے کا رواج تھا۔ اور اس قسم کی قیود سے عورت کا رتبہ سوسائٹی میں بہت بلند ہو گیا نیز ایک ایسی قوم میں جنہیں آئے دن کے جنگوں کی وجہ سے مردوں کی تعداد اکثر کم ہو جاتی ہو کثیر الازدواجی ایک ضروری اور اخلاقی اصول ہے۔ اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے باوجود بہت سی بیویاں کرنے کے بڑی بڑی قربانیاں کیں۔ میرے بہت سے ترک دوست بڑے اعلے اخلاق رکھتے ہیں۔ اور میں دعوی سے کہتی ہوں کہ بہت ہی کم یورپین لوگ ایک اجنبی عورت کی آسائش کیلئے اسقدر تکالیف برداشت کرینگے۔ جسقدر ان ترکی دوستوں نے میرے لئے گوارا فرمائیں۔ اس واسطے میں سخت افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جیسے مصلح قوم کے پیرو‌ؤں کو جن کا ایک کثیر حصہ انگریزی سلطنت کے ماتحت امن سے زندگی بسر کر رہا ہے صرف اس واسطے قابل نفرت سمجھنا کہ ان کا مذہب ان کو ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دیتا ہے انصاف سے بہت دور ہے +

پیغمبر اسلام نے ان تھک کوششوں سے عورت کا رتبہ بلند کیا۔ خود آپ کی صاحبزادی سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا پاکیزگی عفت اور دینداری کا نمونہ تھیں۔ اور اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر میں کہہ سکتی ہوں کہ تمام ترکی شریف زادے عورتوں سے سلوک کرنے میں اپنے ہادی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ان کو غیر مردوں کی نگاہوں تک سے محفوظ رکھنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ حجاب اور پردے کی جسقدر قیود ہیں۔ ان سب کا مقصد ان کو دنیا کے بُرے پہلو سے الگ رکھنا اور ان کی پاکیزگی کو ملاوٹ سے بچانا ہے۔ ٹرکی میں کوئی ایسی عورت نظر نہیں آتی جس کا کوئی ولی محافظ یا رشتہ دار خبر گیر نہ ہو کوئی نہ کوئی مرد ضرور اُسکو اپنی حفاظت میں لیلیتا ہے +

خود لفظ حرم کے معنوں کے اندر ایک پاکیزگی ملحوظ ہے۔ اسمیں قید خانہ وغیرہ کے معنی کا شائبہ تک نہیں۔ ایران اور ہندوستان میں بیوی کو اہلخانہ یعنی گھر کی مالک کہا جاتا ہے پھر سمجھ نہیں آتی کہ غلامی کا مفہوم مغربی مصنف کہاں سے لے آتے ہیں۔ اکثر اوقات بیوی میاں پر بھی حکمرانی کرتی ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ وہ پہلے پہل ایک نر بچّہ کی ماں بن جائے۔ مرد جو کچھ کماتا ہے۔ سیدھا عورت کے سامنے جا رکھتا ہے۔ اور اپنے ذاتی استعمال کیلئے بھی عورت سے مانگ کر خرچ کرتا ہے۔ اور باوجودیکہ تمام آمدنی اور روپے کا مہیّا کرنیوالا مرد ہوتا ہے لیکن خرچ کرنے کا اختیار عورت کے ہاتھوں میں ہوتا ہے +

ووڈ ہامر نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ حرم ایک متبرک جگہ ہے۔ اسمیں اجنبی نہیں جا سکتے اس واسطے نہیں کہ عورتوں پر اعتبار نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اس واسطے کہ عورت کو ایک متبرک خزانہ سمجھ کر غیروں کی نظروں سے پنہاں رکھنا فرض سمجھا گیا ہے۔ اور جو عزت ایشیا اور یورپ کے مسلمان عورت کی کرتے ہیں۔ اس کو ثابت کرنے کی مجھے ضرورت نہیں عنقریب تمام دنیا پر صداقت کھلجائیگی۔ جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں ہندوستان کا موجودہ اسلامی ممالک کے پردے سے بہت سخت تھا۔ اور اس کی وجہ اس وقت کے لوگوں کی راہ و رسم تھی۔ جو حالات زمانہ کے ساتھ تبدیل ہوتی رہی ہیں۔ اِن صفحات کے لکھنے والے نے مغربی تمدن کو خوب مطالعہ کیا ہے۔ اور مغربی تہذیب اور اخلاق اور تمام مشہور مرکزوں کی سیر کی ہے۔ اور اگر آج بھی اس سے پُوچھا جائے کہ وہ مغربی روشنی کو اختیار کرنا پسند کرتا ہے۔ یا مشرقی انداز کو تو بغیر کسی تامّل کے وہ کہیگا کہ مغربی طرز زندگی جیسی کہ آجکل یُورپ میں مُروّج ہے ہرگز قابل ترجیح نہیں +

یہ مغرب کے سادہ لوح جو اپنے زعم میں مشرق کی عورتوں کو غلامی سے آزاد کرانے کے دعوے کرتے ہیں انکو چاہیئے کہ اپنے خداوند یسوع مسیح کی تعلیم پر عمل کر کے پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر نکالیں اور پھر دوسروں کا تنکا دیکھیں۔ ان کو چاہیئے کہ پہلے اپنے شہروں کی گلیوں میں سے ان شرمناک اِنسانی وباؤں کو دُور کریں جو خاندانوں کے خاندان تباہ کر دیتی ہیں۔ اور عورت جیسی شریف ہستی کو سخت بے عزّت اور قابل نفرت بنا دینے میں

سکھاتا ہے کہ اپنی تہذیب کو شراب خوری۔ بدکاری اور قمار بازی کی لعنت ثلاثہ سے مبرا کریں۔ . . . .

. . . .

جب یورپ عورت کی اس بے عزتی کو محسوس کریگا جس کی وجہ مذہبی قیود کی غیر حاضری ہے۔ یا جب تعداد پیدائش کی کمی اور مہلک بیماریوں کی کثرت یورپ کی مادہ پرست آنکھ کو عیش پرستی کی عارضی نیند سے جگائیگی تو ان کو چارو ناچار اسلامی اصولوں کی طرف توجہ کرنی پڑیگی۔ اور اُن عالمگیر قوانین کے آگے سر جھکانا ہوگا۔ جو مصلح حقیقی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے عالم الغیب خدا سے الہام پاکر لوگوں کو سکھائے +

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تمدنی قوانین کی بابت مسٹر باس ورتھ سمتھ جس نے نبی کریم کی زندگی کو خوب مطالعہ کیا ہے لکھتا ہے :-

پہلے پہل تو سخت قوانین سے اور بعد میں اُن اخلاقی خیالات سے جو ان قوانین کی اطاعت نے پیدا کر دیئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم دُنیا کے تمام مصلحوں سے زیادہ کامیاب ہے اور آپ نے مسلم ممالک کو ان پیشہ ور بدمعاشوں اور بدکاروں سے بالکل صاف کر دیا جو ہر قوم و ملک کے باعث ننگ و عار ہوتے ہیں۔ اور اکثر دفعہ اس قوم کو تباہ کر کے چھوڑتے ہیں +

ہم اس تبدیلئ زمانہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ کہ بڑے بڑے واضعانِ قوانین کا ضمیر اب اُن بداخلاقیوں کو محسوس کرتا ہے جو دُنیا کے بڑے بڑے شہروں کی گلیوں میں خصوصاً کھلم کھلا کیجاتی ہیں۔ بہت سی کتابوں اور مضمونوں میں اُن گلیوں کی افسوسناک حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اور بعض حالتوں میں تو گرفتاریاں بھی عمل میں آئی ہیں۔ اور حال میں قانون ساز کمیٹی کے در پیش ایک بل ہے جسمیں مہلک جرائم کی اصلاح میں بداخلاقی اور بدکاری کو بھی روکنے کی کوشش کی گئی ہے +

اِن بیماریوں اور بدکاریوں کی وجہ مرد اور عورتوں کا اِس طرح آزادانہ میل جول بیان کیا جاتا ہے۔ اور اب ایسے قوانین بنانے کی تجویز ہے۔ جن کی رُو سے میل جول محدود ہو جائیگا اور پردہ داری میں بے انتظامی کا جرمانہ زیادہ ہوگا الیسی کتابوں یا تصویروں کا چھپنا

بھی بند کیا جا رہا ہے جو اخلاق سے گرے ہوئے ہوں۔ اور جن بیماری کا اثر اولاد کا مرکب بنا ہو انکو بھی مجرم قرار دیکر سزا کا سزاوار سمجھا جائیگا۔

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا لوگوں کے اخلاق ملکی قوانین سے بھی قابو میں لائے جا سکتے ہیں۔ ڈاکٹر ہیلن ولسن لکھتے :-

اگر بفرض محال آج ہی ساری کنچنیوں کو زیر حراست کر دیا جاوے تو بھی ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں جو اپنی خواہشات پورا کرنے کیلئے اِس قسم کی اور عورتیں پیدا کر لیں گے جبتک مرد اسباب کے خواہاں ہیں اُن کی خواہشات کے پورا کرنے کے سامان کو روکنے کی کوشش کرنا سخت حماقت ہے۔ یہی مصنف آگے چلکر لکھتے ہیں :-

اِس فسق و فجور کو روکنے کے لئے صرف سزا اور قوانین کافی نہیں۔ کیونکہ وہ جوان جو بھی بُرے ارادے سے اکٹھا ہونا چاہیں وہ سوائے ایک طریق کے کسی طرح رک نہیں سکتے۔ اور وہ طریق یہی ہے۔ کہ غیر مرد اور عورت ایکدوسرے سے بالکل الگ رہیں۔ ان فاسق فاجر مرد و عورتوں کے خلاف قانون صرف اسقدر کر سکتا ہے۔ کہ ان کو عوام النّاس کی حرمت میں مداخلت سے روکے اور یہ کہ ایک دوسرے سے ملاقات کے واسطے وہ عزت دار آدمیوں کی ہتک نہ کریں۔ اور یہ قیود مرد و عورت دونوں کے لئے ایک جیسے مقرر ہونے چاہئیں۔

مروارید ثلاثہ

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مُسلم مشنری

براہین نیّرہ حصہ اول (موسومہ بہ زندہ کامل الہام) قیمت ۱۲ ؍ اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے۔

اُمّ الالسنہ (موسومہ بہ زندہ کامل الہامی زبان) قیمت ۱۲ ؍ اس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دُنیا کی زبانیں اِس سے نکلی ہیں۔ اور ابتداء میں سب ملکوں کے آباء اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ اپنی نوع کی پہلی کتاب ہے۔

اُسوۂ حسنہ (موسومہ بہ زندہ کامل نبی) قیمت ۸ ؍ اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

ہستی باری تعالےٰ

تسلسل صفحہ ۳۶۸ جلد ۴ نمبر ۸

اسی کے متعلق قرآن شریف فرماتا ہے :-

"ولہٗ اسلم من فی السمٰوات والارض" ... "وآیۃ لھم الیل نسلخ منہ النھار فاذا ھم مظلمون ۝ والشمس تجری لمستقر لھا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم ۝ والقمر قدرنٰہ منازل حتّٰی عاد کالعرجون القدیم ۝ لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النھار وکل فی فلکٍ یسبحون"٭ (سورۂ یٰسین آیت ۳۷ تا ۴۰) (ترجمہ - اور نشانی ہے انکے لئے رات کہ ہم اسمیں سے دن کو کھینچ کر نکالتے ہیں - تو بس یہ لوگ اندھیرے میں رہجاتے ہیں - اور آفتاب اپنے ایک ٹھکانے کی طرف کو چلا جا رہا ہے - یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے جو زبردست اور آگاہ ہے - اور چاند اس کے لئے ہم نے منزلیں ٹھیرا دیں یہانتک کہ (گھٹتے گھٹتے) وہ پرانی ٹہنی کی طرح (پتلا اور ٹیڑھا) رہجاتا ہے - نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے کہ چاند کو جالے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے - اور سب (اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں) +

اس آیت نے تمام نظام شمس کو تقدیر آلٰہی کے ماتحت قرار دیا ہے - اور اس تقدیر اور قانونِ آلٰہی کے ثبوت میں اس مقررہ نظام کا حوالہ دیا ہے - جس کے ماتحت یہ سماوی کرّہ اس خوبصورتی و ترتیب اور باقاعدگی سے حرکت کر رہا ہے - کہ وہ ایکدوسرے کی راہ میں نہیں آتے تشریح کے لئے میں ان میں سے کرّۂ ارض کو لیتا ہوں - ہمارا کرہ حرارت آفتاب سے پیدا ہوا ہے - حرارت آفتاب مختلف ہیولے بدلتے بدلتے موجودہ شکل

٭ قرآن نے یسبحون کا لفظ چاند اور سورج کی حرکت کے لئے استعمال کیا ہے - یہ بھی قابل غور ہے - موجودہ تحقیقات نے اجرام فلکی کے راستے کو ایک مایہ سی چیز قرار دیا ہے +

[illegible] پھر اس نے توازن ثقل کے ماتحت ایک بیضوی دائرہ میں آفتاب کے گرد
گھومنا شروع کیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیوں اس نے اپنی حرکت ایک بیضوی مدار پر کی
کیوں نہ اس کا مدار ایک کامل دائرہ ہوا۔ پھر کیوں اُس کا محور اس مدار کے متوازی نہ رکھا
اور پھر اگر قائم ہی ہوا تھا تو کیوں اس نے زاویہ قائمہ نہ بنایا کیوں ستائیس درجہ کا زاویہ
بنانے کی جگہ ۲۷ درجہ کا زاویہ نہ بنایا۔ اگر یہ سب کچھ کسی ارادے کے ماتحت نہ تھا تو
پھر زمین اپنی حرکت و ہیئت میں جو چاہتی شکل اختیار کر لیتی۔ ہم نے مانا کہ قانون کشش ثقل نے
زمین کو سورج کے گرد متحرک کر دیا۔ لیکن ذرا اس قانون اتفاقیہ کا نام بھی بتاؤ جس نے مجبوراً
زمین کو اپنے مدار پر جھکا کر کھڑا کیا۔ کیا اجتماع ضدین ہے۔ قانون اور پھر اتفاق ایک طرف
ان سب طریقوں کو قانون کے نام سے موسوم کرنا اور دوسری طرف اس کا نام اتفاق قرار دینا
کیا بیہودہ منطق ہے لیکن بدقسمتی سے ہم اس بیہودگی کے اسلئے مرتکب ہو رہے ہیں کہ کہیں
ہم تقدیر کے قائل نہ ہو جائیں۔ میں تو اس اتفاق کے بُت کو بھی سجدہ کر لیتا۔ اگر زمین
کے حرکات اور اس کی ہیئت خاص الخاص نتائج پیدا نہ کرتی۔ اور نتائج
بھی وہ کہ جن کا اثر نہ صرف ایک زمین پر ہے بلکہ ان چیزوں میں بھی جو زمین سے باہر ہیں۔ اور
جو ہمارے مفاد کیلئے ہیں۔ یہ تمام باتیں مجھے ایک ارادہ کے تسلیم کرنے پر مجبور کرتی
ہیں۔ جو اس اندھی کائنات پر حکومت کر رہا ہے۔ اور اسکو کس غرض و نمایت کیلئے چلا رہا
ہے۔ آؤ اگر قلب سلیم رکھتے ہو تو قرآنی آیات پر غور کرو فرمایا۔

والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم۔ ان فی خلق
السموات والارض واختلاف الیل والنھار والفلک التی تجری
فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماءٍ فاحیا
بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃٍ وتصریف
الریح والسحاب المسخر بین السماء والارض لآیت لقوم یعقلون
(سورۃ البقرہ آیت ۱۶۳ و ۱۶۴) (ترجمہ۔ تمہارا معبود خدائے واحد ہے۔ اور کوئی خدا اسکے
سوا نہیں۔ وہی رحمٰن اور رحیم خدا ہے (یعنی جس نے تمہاری ضروریات کا پہلے سے احساس

[illegible] کے موقع کے اسباب پیدا کر دیئے ۔ اور جس کی مہربانی تم کو اجر ایک کا
بدلے میں دس گنہ عوضہ دیتی ہے) بے شک آسمان زمین کے پیدا کرنے میں اور دن اور رات
کی آمد و شد میں اور جہازوں میں جو لوگوں کے فائدے کی چیزیں سمندر میں لیکر چلتے ہیں
اور مینہ میں اور جس کو اللہ آسمان سے برساتا پھر اس کے ذریعے سے زمین کو اسکے مرنے کے
پیچھے زندہ کرتا ہے ۔ اور ہر قسم کے جانوروں میں جو خدا نے روئے زمین پر پھیلا رکھے ہیں
اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں
اُن لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں نشانیاں ہیں +

مندرجہ بالا آیات میں یہ بتایا گیا ہے ۔ کہ جو کچھ دنیا میں ہے انسان کے فائدہ کیلئے بنایا گیا ہے ۔ مثال کے طور پر اختلاف لیل و نہار ہی غور کر کے دیکھ لو ۔ ہواؤں کا چلنا بارش کا آنا ۔ زمین کا خاص موسموں میں مُردہ ہو جانا ۔ اور پھر اس کے بعد از سر نو زندہ ہو جانا یہ سب زمین کے محور کے جھکاؤ کا نتیجہ ہیں ۔ الغرض ہماری صحت ہمارا نشو و نما و ترقی سب اسی اختلاف لیل و نہار سے وابستہ ہیں ۔ اور یہ اختلاف لیل و نہار اور زمین کی خاص شکل اور رفتار اس کے محور کے جھکاؤ پر منحصر ہے ۔ کیا یہ سب اتفاق لا یعنی ہے ۔ یا واقعی اس عجیب و غریب انتظام کی کوئی غرض و غایت بھی ہے ۔ کسی اور چیز پر نظر ڈالو خفائے عالم میں ایک ذرہ بھی ایسا نظر نہ آئیگا ۔ جس کے وجود کو تمہاری ہستی سے تعلق نہیں ۔ اس صداقت پر روشنی ڈالتے ہوئے ترجمان حقیقی نے فرمایا ۔ الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً وعلیٰ جنوبھم و یتفکرون فی خلق السمٰوات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحٰنک (سُورۂ آل عمران آیت ۱۹۰) ترجمہ ۔ وہ لوگ جو کھڑے بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے ہیں ۔ اور آسمان زمین کی مسافت پر غور کرتے ہیں (کہتے ہیں) اے ہمارے ربّ تو اس (دُنیا) کو بیفائدہ نہیں بنایا ۔ تیری ذات پاک ہے) وہ چیزیں جو کل بے سُود خیال کیجاتی تھیں آج اُن میں ایک غرض و غایت نظر آتی ہے ۔ میں مانتا ہوں کہ لکھو کہا ایسی چیزیں ہیں جن کی غرض و غایت کو انسان نے اس وقت تک نہیں سمجھا لیکن جسقدر ہماری تحقیق میں آچکا ہے ۔ وہ سب کا سب اپنے اندر کوئی نہ کوئی مقصد لئے

ہوئے ہے۔ اب اگر مجھے بالفاظ قرآنی یہ بات معلوم ہوگئی۔ کہ یہ نظام شمسی ہماری زمین کے قیام ہی کے لئے بنایا گیا ہے۔ اور کائنات کا ہر ذرہ اس ہستی کیلئے ضروری ہے۔ تو یقیناً مجھے یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ دنیا کا ہر ذرہ میری فلاح اور خدمت کے لئے بنایا گیا ہے لیکن یہ ایک الگ امر ہے کہ میں یہ نہ سمجھوں کہ کس طرح میں ان سے فائدہ اُٹھاؤں اور اُن سے خدمت لوں۔ بہر حال میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر نیچر کے عناصر کا ایک خاص قانون کے ماتحت چلنا ایک خاص غرض سے وابستہ ہے۔ تو پھر تمام قانون کسی مُقنن اور واضع کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کا نام میں اللہ رکھتا ہوں۔ اور جس نے بالفاظ قرآنی تمام دُنیا کو میری خدمت کیلئے بنایا۔ فرمایا۔ اللہ الذی خلق السموات والارض وانزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ وسخر لکم الانھار وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنھار واتٰکم من کل ماسالتموہ۔ (سورۃ ابراہیم آیت ۳۲ تا ۳۴) جس نے زمین آسمان پھل کشتیاں سمندر سُورج چاند دن رات اور جو مانگو سب تمہارے ماتحت ذرا ان الفاظ قرآنی پر غور کرو۔ تم جو اپنے عیش و عشرت کے اس قدر سامان مُہیّا کرتے ہو کیا تمہارے آرام اور راحت کی کوئی ایسی بھی چیز ہے جو قدرت میں موجود نہ ہو۔ جو خود رحمٰن خدا نے ضرورت سے پہلے ہی مُہیّا نہ کردی ہو۔ کس طرح آپ لوگ اس کو بے ارادہ اور بغیر مشیت کے کہہ سکتے ہیں +

اس دلیل کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ بذات خود کسی چیز میں کوئی غرض و غایت نہیں۔ انسان نے چونکہ اُسکو ایک خاص طرز پر استعمال کیا۔ اسلئے اس سے فائدہ مترتب ہوگیا۔ خود انسان نے اس بلا مقصد کائنات کے غرض و غایت مقرر کیئے۔ یہ ایک مُسلمہ امر ہے۔ کہ قوت باصرہ روشنی اور سبز رنگ کو دیکھنے سے بڑھتی ہے۔ اور اسی لئے نیچر میں روشنی کے بعد سبز رنگ ہی کثرت سے پایا جاتا ہے لیکن معترض کہتا ہے کہ سبز رنگ کو اس واسطے پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ طاقتِ بصارت کو قوّت دے بلکہ بصارت روشنی اور سبز رنگ کی اسلئے خوگر ہوگئی ہے کہ اسکے اردگرد چاروں طرف یہی دو چیزیں کثرت سے تھیں۔ ان لوگوں نے شاید

چھچھوندر وغیرہ کو نہیں دیکھا کہ اُس کی آنکھ تو ہے لیکن عدم روشنی کی وجہ سے بصارت نہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ کہاں تک روشنی اور سبز رنگ کو بصارت دینے سے تعلق ہے۔ یہ چیزیں آنکھ کو نہ صرف طاقت دیتی ہیں بلکہ ان کے بغیر آنکھ کسی کام ہی کی نہیں۔ روشنی کسی اتفاق کے ماتحت آنکھ سے تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ بصارت کے لئے غذا کا حکم رکھتی ہے۔ اس امر پر زور دیتے ہوئے کہ نیچر غرض وغایت سے وابستہ نہیں بلکہ اتفاقات نے نیچر کے عطیوں کو مختلف شکلوں میں استعمال کر لیا۔ اور وہی آج غرض غایت کے قائمقام ہو گئے۔ پروفیسر ہیکل بارود کی مثال پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ بارود مدت سے بیکار پڑا ہوا تھا ہم نے اس کو ایک خاص غرض کے لئے استعمال کر کے اُس استعمال کو اسکی غرض وغایت بنا دیا ہے۔ اگر ہم اسکو استعمال کر کے خواص نہ دریافت کرتے تو یہ ایک محض بیکار چیز رہتی۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ پروفیسر ہیکل جیسے عظیم الشان علم وعقل کا انسان بھی اپنی تھیوری ثابت کرنے کے شوق میں معمولی سے معمولی غلطیوں کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ ہم نے مانا کہ اشیاء کے خواص انسان ہی کے ہاتھ سے دریافت ہوتے ہیں۔ لیکن دریافت خواص وجود خواص کے بعد ہی ہوتی ہے۔ کیا بارود کے سارے خواص پروفیسر صاحب نے معلوم کر لئے ہیں۔ ہر ایک چیز کے ہزار در ہزار خواص ہوتے ہیں۔ اگر انسان نے ان میں سے بعض دریافت کر لئے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اسمیں باقی اور خواص نہیں۔ پروفیسر ہیکل کا یہ کہنا کہ ہم نے بارود کو وہ خاصیتیں عطا کی ہیں جو پہلے اسمیں نہ تھیں یا بہ الفاظ دیگر وہ خواص بارود میں پہلے ہی سے موجود تو تھے۔ لیکن ان کا اظہار انسانی طاقت کا دست نگر تھا۔ اور ان کا دریافت کرنا انسان کا کام تھا۔ اس سے بجائے ارادہ وغرض کی نفی کے اس کا اثبات ہوتا ہے۔

بہرحال یہ سوال حل کرنے کے لئے کہ کسی چیز کی غرض وغایت پہلے سے اسمیں فطرتی طور پر موجود تھی یا ہم نے اس کا ایک خاص طور پر استعمال کر کے اس کا نام غرض وغایت رکھ دیا۔ اس سوال کو طے کرنے کے مختلف طریق ہیں لیکن اختصار کے لئے میں دو ہی پہلوؤں پر بحث کروں گا۔ اوّل اگر کسی مادہ پر کسی بالا ارادہ ہستی نے عمل نہیں کیا تو

ہر ایک دماغ اِس مادہ کو جس طرح چاہے استعمال کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی دماغ نے اِس مادے پر کسی خاص غرض وغایت سے عمل کیا تو اس کے بعد وہ مادہ اسی طرز سے استعمال ہو سکتا ہے جس طرح وضع کرنے والے کی منشا تھی۔ اور اگر اسکی منشا کے مطابق نہ چلو گے تو نقصان اُٹھاؤ گے۔ نیچر میں لکڑی اور لوہے کی مثال پر غور کر کے دیکھو جس لوہے کے ٹکڑے پر کسی دماغ نے کام نہیں کیا اس کو میں جس طرح چاہوں استعمال کر سکتا ہوں لیکن اگر اسی لوہے یا لکڑی کے ٹکڑوں سے کوئی مشین بنا دیجائے۔ تو جو کوئی اس مشین کو استعمال کرنا چاہے اسکو مجبُوراً اسی طرح استعمال کرنا ہوگا جس طرح کہ موجدین نے اس کے لئے قاعدے مترتب کئے۔ کسی مادہ کا صرف ایک ہی طرز پر قابل استعمال ہونا اِس بات کی ایک کافی شہادت ہے۔ کہ اس مادے پر کسی نہ کسی دماغ یا بالارادہ ہستی نے عمل کیا ہُوا ہے۔ اب ذرا اگریبان میں مُنہ ڈالکر سوچو کہ کیا تم خدا کی بنائی ہُوئی چیزوں کو اپنی منشا کے مطابق استعمال کر سکتے ہو۔ دُور کیوں جاتے ہو تمہارا اپنا جسم ایک عظیم الشان مشین ہے۔ اس کے مختلف حصے مختلف کاموں اور غرضوں کیلئے مخصُوص ہیں۔ وجود انسانی بائیالوجی کی رُو سے بہترین مادہ کا مجموعہ ہے۔ جس میں جوہر حیات مکمل طور پر نشو ونُما پا چکا ہے۔ جسمیں Freewill یا مشیت بالارادہ بھی ہے لیکن باوجود اسقدر طاقت اور قدرت کے کیا تم ناک سے بصارت یا آنکھ سے سماعت کا کام لے سکتے ہو۔ کیا کان کے رستے کھا سکتے ہو۔ تمہاری مجال نہیں کہ بنانے والے کے مقررہ رستوں کے خلاف جا سکو جس طرح کسی دوسرے انسان کی بنائی مشین کو تم اسی کے بنائے ہُوئے قوانین کے ماتحت استعمال کر سکتے ہو۔ اسی طرح خالق کے بنائے قوٰے سے اسی کے بتائے ہُوئے طریقوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ اب اس وقت جبکہ میں بول رہا ہوں آپ کے کان اور آنکھیں میری طرف لگے ہیں مہربانی کر کے ذرا کانوں اور آنکھوں کو بند کر دو کیا آپ صاحبان میرا لیکچر سن اور سمجھ سکتے ہیں تھوڑی دیر میں بھوک پیاس محسُوس کرینگے۔ اور قریب کے قہوے خانہ میں جاوینگے۔ آپ صاحبان جو کہتے ہیں کہ نیچر کی مختلف چیزوں کو آپ ہی نے خاص طور پر استعمال کر کے ان کی غرض وغایت پیدا کر دی۔ تو آج ذرا منہ کے

بجائے گرم گرم چائے کان کے سوراخ میں ڈال دیں۔ تاکہ اس خاص استعمال سے کان کی غرض و غایت پیدا ہو جائے لیکن نہیں آپ کی فطرت یہ بے قانونی ہرگز قبول نہیں کریگی۔ آج جب کھانے پر بیٹھو اور نمک ذرا کم ہو تو نمک کی ایک چٹکی بجائے منہ کے آنکھ میں ڈال دینا پھر دیکھنا کیسا مزا آتا ہے۔ کیونکہ غرض و غایت کا پیدا کرنا تو آپ ہی کے ہاتھ میں ہے لیکن یقین رکھو کہ اس بے ضابطگی سے آنکھ اور کان دونوں بیکار ہو جائینگی۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ ان اعضا پر ایک بالارادہ ہستی نے عمل کیا ہے۔ تمہاری اس مشین کو ایک دل و دماغ نے وضع کیا ہے۔ اس کے مقرر کردہ قوانین کے خلاف اگر کرو گے تو تمہارا فعل قبول نہ ہوگا۔ اور بجائے فائدے کے نقصان ہوگا۔ اس صداقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن حکیم نے فرمایا۔ افغیر دین اللہ یبغون ولہٗ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً والیہ یرجعون ..... ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین۔ سورۂ آل عمران آیت ۸۲ و ۸۴ (ترجمہ۔ اللہ کے دین کے سوا تلاش کرتے ہیں۔ اور جو کوئی آسمان یا زمین میں ہیں چار و ناچار اس کے حکم بردار ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ... جو فرمانبرداری (اسلام) کے سوا کوئی اور راہ تلاش کریگا خدا کے ہاں وہ مقبول نہ ہوگا اور وہ انجام کار نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا) +

میں نے تشریح کے طور پر ایک انسانی ہاتھ کی بنائی ہوئی مشین کا جسد انسانی سے مقابلہ کر کے دکھایا ہے۔ دونوں کا عمل ایک دوسرے کے مشابہ ہے۔ دونوں مخترع اور موجد کے مقرر کردہ قوانین کے بغیر استعمال نہیں ہو سکتے تو پھر کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ ایک میں تو آپ انسانی دماغ کا ارادہ اور مشیت دیکھتے ہیں اور دوسرے کی بنا محض اتفاق یا استعمال پر رکھتے ہیں اس نتیجہ پر پہنچنے سے پہلے آپ کو منطق کے سارے اصولوں کو بدلنا پڑیگا +

یہ کہنا کہ سینے کی مشین کو سوائے مقرر کردہ قوانین کے استعمال کرنا ناممکن ہے گویا یہ کہنا ہے کہ کسی دل و دماغ نے اس پر عمل کیا۔ اور اب باقی سب دماغوں کو اسکے

ماتحت عمل کرتا ہوگا لیکن آپ صاحبان کیوں انسانی مشین کی بابت اسی نتیجہ پر نہیں پہنچتے یاد رکھو کہ لوہا اور لکڑی بھی بالکل ہماری مرضی کے ماتحت استعمال نہیں ہوسکتے۔ ان کے بھی قوانین اور قواعد ہیں۔ اگر ان قوانین کی پیروی نہ کروگے تو ان کے فوائد سے بھی محروم رہو گے +

(باقی آئندہ)

مُطالعۂ اسلام

رمضان یعنی ماہِ صیام

مسلمانوں کے لئے یہ بڑا متبرک مہینہ ہے جس میں مسلمان روزہ رکھتے ہیں۔ روزہ رکھنے کا طریق کوئی مسلمانوں سے ہی مختص نہیں۔ دُنیا کے ہر ایک مذہب نے اس رسم کو اختیار کیا ہے۔ اور اب تو وہ لوگ جو مذہب سے کوئی خاص تعلق یا دلچسپی تو نہیں رکھتے لیکن اصُولِ صحّت کے رُو سے اس رسم کی دل سے عزت کرنے لگ گئے ہیں۔ ہاں اسلام کی یہ خصُوصیّت ہے۔ کہ جو ارکانِ اسلام دیگر مذاہب سے مشترک ہیں ان کو بڑے صاف اور سادے الفاظ میں بیان کرنے کے علاوہ قواعد وضوابط مقرر کر دیئے ہیں۔ روزے رکھنے کے رواج پر غور کرو کہ اس رسم کو متبرک اور مصلحِ اخلاق بنانے کے لئے کس قدر ضوابط رکھے ہیں۔ تاکہ اس بہترین رُوحانی دوا کو محض فاقہ کشی کے مترادف نہ سمجھ لیا جائے اس مہینے کے شروع ہوتے ہی تمام دنیا کے مسلمانوں کی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ جہاں تک کھانے پینے کا تعلق ہے وہ تو اسیقدر ہے کہ جس دن چاند دیکھا جائے اس سے اگلے دن طلوع آفتاب٭ سے لیکر غروب آفتاب تک کوئی کھانے پینے کی چیز استعمال نہ کیجائے +

٭ طلوع آفتاب سے پہلے بطور ناشتہ کچھ کھا پی لینا سنت ہے انگلستان میں سحری کا وقت اس سال پونے چار بجے تک ہوگا +

اور دوسرے ہلال تک اسی طرح روزہ رکھنے کا حکم ہے۔ یہاں تک تو اسلامی روزے اور دیگر مذاہب کے روزوں میں چنداں فرق نہیں۔ اگرچہ بعض مذاہب میں کسی خاص قسم کی خوراک سے پرہیز کرنا ہی روزے کے لئے کافی سمجھا جاتا ہے وہ پھل یا دودھ وغیرہ کھا پی لینا جائز سمجھتے ہیں مسلمانوں کے لئے کوئی چیز بھی گلے سے اُتارنا جائز نہیں اس کے علاوہ اسلام نے روزے کو فاقہ کشی سے متمیز کرنے کے لئے خاص احکام جاری کئے ہیں۔ خود شارع اسلام نے مختلف مواقع پر فرمایا۔ کہ جو شخص کھانے پینے کو چھوڑنا ہی روزہ سمجھیں وہ حقیقت روزہ سے بالکل نا آشنا ہے۔ جن آیات قرآنی میں روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے ان کا مفہوم بڑا واضح اور صاف ہے۔ اور ان میں بتایا گیا ہے کہ اس کی غرض صلاح خلق اور روحانی ترقیات میں مدد کرنا ہے۔ فرمایا۔ یا ایھا الذین امنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون" ہم نے تم پر روزہ فرض کیا جس طرح تم سے پہلی قوموں پر فرض کئے۔ اور اسکی علت غائی یہی ہے کہ تم متقی بنو یعنی بدیوں سے بچنے کا رستہ سیکھو +

انسان کو بدی اور گناہ سے بچنے کا طریق سکھانے کے لئے اسلام نے یہ رستہ اختیار کیا ہے کہ جو چیزیں شرعاً حلال اور جائز بھی ہیں۔ ایام رمضان میں ان سے بھی محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پرہیز کرے۔ یہ ایک قسم کی مشق ہے کہ جب کوئی انسان محض اللہ کے لئے حلال طیب چیزیں چھوڑ سکتا ہے تو پھر کس طرح وہ ناجائز اور حرام اشیا کے نزدیک جا سکتا ہے۔ دوران روزہ میں ہر مسلم کو تمام تعلقات زناشوئی ترک کرنے پڑتے ہیں۔ بلکہ ان تمام راہوں سے بچنا فرض ہے جن سے مرد یا عورت میں کسی قسم کی نفسانی خواہش کا خیال پیدا ہو۔ ایک مسلمان کا روزہ نہ صرف منہ کا روزہ رکھنا ہے بلکہ اس کو منہ آنکھ۔ کان۔ ہاتھ اور ہر ایک عضو کا روزہ رکھنا پڑتا ہے مسلمانو ہر قسم کے خیالاتِ فاسدہ اور جذبات کے روکنے کا حکم ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ روزہ دار کو نہ صرف تمام اعضاؤں جذبات اور خیالات کو بُرے استعمال سے روکنا چاہئے بلکہ ان کو بھلائی خلق یا اصلاح رُوحانی کے لئے لگانا بھی ضروری ہے۔ جو شخص اپنی

کانوں کو شہوت سے نجس نہیں کر سکتا اس کا روزہ اسلامی نقطۂ خیال سے کوئی وقعت نہیں رکھتا اسی طرح جس کی زبان نازیبا کلمات استعمال کرے جس کے کان غیبت یا چغلی سُنیں جس کے ہاتھ پاؤں کوئی ناجائز فعل کے ارتکاب میں ممد ہوں وہ گناہگار ہے۔ اور اُس کا روزہ مکروہ اور فاسد ہے۔ اسلام تو گویا تمام بُرے خیالات کو جڑ سے اکھیڑنا چاہتا ہے مُسلمانوں کو تاکید ہے کہ وہ ماہ صیام میں تمام احسن اور نیکی کے قوئے کو ترقی دیں۔ حضرت نبی کریم صلعم کی بابت لکھا ہے کہ یُوں تو آپ ہمیشہ ہی سخاوت اور فیاضی کا نمونہ تھے لیکن ایام رمضان میں آپ اجودُ النّاس تھے۔ اور آپ کی سخاوت کو تیز چلنے والی ہوا سے مشابہت دی گئی ہے جو روکے نہیں رُکتی۔ غُصہ روکنے اور مغضوب الیہ سے محبت پیدا کرنے کا بہترین طریقہ وہی ہو سکتا ہے جو قرآن کریم نے بتایا۔ فرمایا۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن النّاس واللہ یحب المحسنین۔ مومن کون ہیں غُصّے پر قابو پانیوالے۔ معاف کرنیوالے اور اللہ احسان کرنیوالوں سے پیار کرتا ہے + گویا خیرات میں اور بھی بڑھو اور اس طرح تمہارا دشمن تمہارا گرویدہ ہو سکتا ہے +

دراصل ہمارے تمام جذبات اور خواہشات کسی نہ کسی فطرتی خواہش کے متقاضی ہیں۔ اور بدیں وجہ ان کو بالکل روکنا یا مار دینا ممکن نہیں۔ ہاں ان فطرتی تقاضوں کو اگر ٹھیک راہ پر چلایا جائے تو یہی ہمارے لئے موجب فلاح اور کامیابی ہو سکتے ہیں اسی اصُول کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے یہ تجویز کیا کہ جس وقت کوئی انسان تمہارے غُصّے کا مُوجب ہو تو نہ صرف غُصّے کو روکو اور معاف کرو بلکہ کچھ مُروّت بھی کردو۔ اور رمضان میں تو اِس حُکم پر عمل کرنے کا حکم خصُوصاً دیا گیا ہے جو کچھ اللہ نے دیا ہے اسمیں سے کچھ راہ للہ غُربا کو دینا روزہ دار کا فرض ہے۔ اب اگر ایک شخص بالفرض ماہ رمضان میں تمام قسم کے گناہوں سے پرہیز کرنے کے علاوہ اعمال صالحہ کی بھی کوشش کرے۔ خیرات اور زکوٰۃ بھی دے تو اس ایک ماہ کا اثر کم از کم ایک سال تو ضرور رہیگا۔ دیگر اخلاق حسنہ کا بھی اسی طرح قیاس ہو سکتا ہے۔

جب ایک مسلم ہر سال میں ایکدفعہ نہ صرف نفسانی خواہشات اور جذبات قبیح کا مقابلہ کرتا ہے بلکہ ان کے مقابل اشرف جذبات کی مشق کرتا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک ماہ کی مشق اس کے

اخلاق پر گہرا اثر نہ ڈالیگی +

روزہ کی بابت عیسائی نقطہ خیال

بدقسمتی سے عیسائی دُنیا میں روزہ وغیرہ کی مشق کو ریاضت اور عبادت کا ایک جزو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ ہاں اس قسم کے احکام ایسے ہیں جیسے کوئی مطلق العنان حاکم اپنی بات منوانے کے لئے نافذ کرے۔ اور خلق خدا پر سختی کرنا ہی اُن کا مدعا ہو۔ انہی چند احکام کے مجموعہ کو وہ شریعت کہتے ہیں۔ اب چونکہ عیسائی عقائد کے رُو سے انسان شریعت کے بارِ گراں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے یہی قانون بجائے رحمت و رہبر کے لعنت اور راہزن ہو گیا۔ اور اسی لعنت اور بوجھ کو دُور کرنے کے لئے حضرت مسیحؑ دُنیا میں تشریف لائے لیکن خدا کا انصاف کب یہ گوارا کر سکتا تھا کہ تمام نسل انسانی عذاب نار اور سزائے گناہ سے بغیر تاوان کے بچ جائے اور اسی وجہ سے خدا کو خود اپنا اکلوتا بیٹا صلیب کی لعنتی موت مار کر تین دن دوزخ میں رکھنا پڑا جس سے ہماری نجات یقینی ہو گئی۔ شریعت قانون یا اُن کی پیروی کی کوئی ضرورت نہیں۔ مسیح کا خُون ہمارے لئے کافی سرٹیفکیٹ ہے +

کیا اِس کا نام حقیقت مذہب اور الٰہیات رکھتے ہو۔ مذہب کی غرض تو اخلاق کی اصلاح کرنا اور رُوحانیت کو ترقی دینا ہے ذرا غور تو کیجیئے کہ اگر اس قسم کا روزہ جیسا کہ اسلام نے تجویز کیا ہے تہذیب اور اصلاح اخلاق میں مُمد ہو سکتا ہے۔ تو پھر کونسا کفارہ اور کس کا مصلوب ہونا مجھے روزہ رکھنے کے بغیر میرے اخلاق کی اصلاح کر سکتا ہے اسلامی روزہ بھُوکا مرنا یا جسم کو تکلیف دینا نہیں۔ اور نہ ہی کسی مطلق العنان کی خوشی کو پُورا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اسکو کسی تکلیف دہ امر یا کفارہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اسکی غرض و غایت تو صرف اصلاح اخلاق اور تمدن و سوسائٹی کی بہتری کا ایک بہترین آلہ ہے۔ کیا اس میں صبر اور استقامت کی ایک اعلےٰ مشق نہیں۔ اب اگر استقلال اور اولوالعزمی انسان کے بہترین اوصاف میں سے ہیں۔ تو کیا ایک سچے مذہب کا فرض نہیں کہ وہ نہ صرف ان صفات کو پیدا کرنے کی تلقین کرے۔ بلکہ ان کے حصُول کا طریقہ بھی سکھائے۔ اسلام نے صرف اتنا کہنا کافی نہیں سمجھا۔ کہ مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب اور صابر ہیں بلکہ ان اخلاق

فاضلہ کے حاصل کرنے کے طریق بھی بتائے۔ روزہ بھی اُنہی اوصاف حمیدہ کے حصول کا ایک ذریعہ ہے نبی کریم نے فرمایا۔ الصوم نصف الصبر (روزہ آدھا صبر ہے) اس بات سے کون انکار کرسکتا ہے۔ کہ اگر روزے کا مفہوم کھانے پینے سے پرہیز ہی سمجھا جائے۔ تو بھی یہ صحت کے لئے از حد مفید اور قابل عمل ہے۔ وہ شکم پرست لوگ جو رات دن عمدہ کھانے اور سامان عیش کی دُھن میں رہتے ہیں ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ آئے دن اُن کو ملین دواؤں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان کے لئے روزہ رکھنا اکسیر ہوگا۔ علاوہ ازیں مرغن اور مقوی غذائیں کھانے سے نفسانی خواہشات ترقی کرتی ہیں۔ اور مختلف قسم کے جرائم اور گناہ دُنیا میں ہوتے ہیں۔ ایک بھوکے آدمی کو شہوت وغیرہ کا خیال بھی نہیں آسکتا۔ اب اگر یہ بات مسلم ہے کہ معدہ خالی ہو تو جذبات فاسدہ کی تحریک بہت ہی کم ہوتی ہے۔ تو کیا نبی کریم صلعم کا یہ قول حرف بحرف ٹھیک نہیں۔ کہ ایام رمضان میں تمام دروازے شیطان پر بند ہو جاتے ہیں جس طرف سے بھی وہ حملہ کرے روزہ اس کے لئے سد راہ بنکر ناکام واپس کردیتا ہے۔

ایام رمضان میں مسلمانوں کا طریق عمل

اُوپر بیان ہو چکا ہے کہ روزے کے دنوں میں ہمیں نہ صرف ہر قسم کی منہیات اور بدیوں سے منع کیا گیا ہے۔ بلکہ خیرات صدقہ اور تمام حسنات میں بھی جتنے الوسع سبقت لیجانے کا حکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہ رمضان میں مسلمانوں کا رُجحان دُنیاوی امُور کی طرف کم ہوتا ہے۔ اور کوئی مسلم ایسا نہیں جو دوسرے مہینوں کی کمائی میں سے کچھ نہ کچھ اس ماہ میں فی سبیل اللہ خرچ کرنے کیلئے نہ بچائے۔ اِس مہینے کے آتے ہی ایک خاص اخوت اور اُلفت مسلمانوں میں پیدا ہو جاتی ہے طبیعت خود بخود عبادت اور یاد الٰہی کی طرف مائل ہو جاتی ہے معمولی پنج وقت نمازوں کے علاوہ ایک اور نماز (تراویح) شروع کردیجاتی ہے دراصل یہ نماز تہجد کی قائم مقام ہے تہجد ایک چھوٹی نماز ہے جو فرض تو نہیں لیکن اس کا پڑھنا بڑا ہی ثواب سمجھا جاتا ہے۔ یہ نماز پچھلی رات کو جبکہ دُنیا دار خواب غفلت میں ہوتے ہیں زاہد شب بیدار ادا کرتے ہیں۔ یہی نماز رمضان میں لازمی ہو جاتی ہے۔ افطار روزہ کے

بعد کھانا کھا کر مسلمان مسجدوں میں رات کا کچھ حصہ گذارنے کیلئے عبادت کرنے کے واسطے جاتے ہیں۔ اور جب کہ نمازی مسجد میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ تو ایک شخص امام بنکر نماز پڑھاتا ہے۔ اور باقی مقتدی اس کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ التزام کیا جاتا ہے کہ امام قرات سے پڑھے اور اس مہینے میں کم از کم قرآن شریف کا ایک دور ختم کرے۔ چنانچہ رات کے گیارہ بجے تک قریباً مسلمان قرآن سُننے میں مشغول رہتے ہیں۔ اس کے بعد گھروں کو جاکر آرام کرتے ہیں۔ اور ابھی کچھ رات باقی ہی ہوتی ہے۔ کہ سحری کے لئے خواب راحت کو چھوڑ کر اُٹھ بیٹھتے ہیں۔ بعض لوگ اس وقت نفل پڑھتے ہیں اور کچھ ناشتہ کرنے کے بعد صبح کی نماز کے لئے پھر مسجدوں میں جاتے ہیں بعض لوگ نماز صبح کے بعد سو جاتے ہیں۔ تاکہ شب بیداری کی کمی پوری ہو جائے۔ اور صحت میں خرق نہ آئے۔ اکثر لوگ کوشش کرتے ہیں۔ کہ باقی مہینوں کی کمائی سے کچھ بچا کر اس ماہ کے خرچ کے لئے رکھیں۔ تاکہ اس ماہ میں دنیاوی دھندوں سے آزاد رہیں یہ لوگ تمام دن ان مجالس میں گذارتے ہیں جہاں قرآن وحدیث کا ذکراذکار ہو یا خود قرآن حدیث یا دیگر کتب مقدسہ واخلاق کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ان ایام مسجدوں میں خوب رونق ہوتی ہے۔ اور مسجدوں کے دروازے دن رات نمازیوں کے لئے ماسوائے رات کے چند گھنٹوں کے کھلے ہی رہتے ہیں۔ اور ایک امر جو خاص طور پر قابل دید ہوتا ہے یہ ہے کہ کسی طرف بھی بھوک یا فاقہ کشی کے آثار نظر نہیں آتے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر ایک مسلمان اپنی حیثیت کے مطابق غربا کی تکلیف اور ضروریات کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے ہمدردی۔ عبادت اور خیرات ان دنوں کا خاصہ ہے غریب سے غریب انسان بھی خوشحال اور فارغ البال نظر آتا ہے۔ آج مغرب کے جن علماء نے یہ بات مان لی ہے کہ خاموشی اور تفکر بھی انسانی اخلاق کی اصلاح میں بڑے کام آتے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ وہ اس صداقت کو اسلامی ممالک میں خاص کر اس مہینے میں جاکر دیکھیں +

رمضان کا آخری عشرہ۔ لیلۃ القدر

مسلمانوں میں یہ اعتقاد روایتہً چلا آیا ہے کہ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں ایک

بڑھو اور مُنہ مانگی مُراد پالو - یہ ایک نہایت ہی مختصر نقشہ ان رُوحانی لذّات کا ہے - جو اس مبارک گھڑی میں کسی خوش نصیب کو ملتی ہیں - اور جن کی حقیقت الفاظ بیان نہیں کر سکتے اور ان چند لمحوں کے حاصل کرنے کے لئے اگر مجھ سے کوئی ساری زندگی بھی مانگے تو میں بخوشی اور تشکر یہ سے قبول کرونگا +

اعتکاف

اِس بابرکت ساعت کے حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں میں خلوت اور خاموشی کا ایک اور رواج ہے - جس کا نام اعتکاف ہے - مسلم ممالک کی بڑی بڑی مسجدوں کے ساتھ متعدد حجرے ملحق ہوتے ہیں - یہ ایام اعتکاف میں خلوت نشینی کا کام دیتے ہیں - رمضان کے مہینہ میں جو لوگ معتکف ہونا چاہتے ہیں وہ ۲۱ تاریخ کی رات کو گھروں کو چھوڑ کر ان حجروں میں جا بیٹھتے ہیں - جو دراصل مسجد کا ایک حصہ ہوتے ہیں - نماز باجماعت میں شریک ہونے کے لئے باہر نکلتے ہیں اور نماز سے فارغ ہو کر پھر حجرے میں جا گھستے ہیں - اور رفع حاجت کے سوا کسی صورت میں اُنہیں مسجدوں سے باہر نکلنے کا حکم نہیں - اُن کے متعلقین ان کو سحری اور افطار کا سامان وہیں پہنچا دیتے ہیں - اور وہ اس قدر قلیل ہوتا ہے - کہ جس سے انسان ہلاکت سے بچ سکے - اسی طرح یہ نو یا دس دن یعنی ۲۱ تاریخ کی رات سے لیکر اگلے چاند کے نکلنے تک یہ لوگ تمام دُنیا سے الگ یادِ خدا میں مصروف رہتے ہیں - ان ایام کا اکثر حصّہ صفاتِ باری تعالےٰ پر غور کرنے اور اپنے نقائص کو اپنے سامنے لاکر انکی اصلاح کے لئے خدا سے دُعا کرنے میں صرف کیا جاتا ہے - معتکف لوگ قرآن کو بڑی باریک نگاہ سے بہ نظر رکھ کر پڑھتے ہیں - کہ کہاں تک ان کے اعمال اور اخلاق قرآن کی منشا کے مطابق ہیں - اور جہاں جہاں وہ اپنے اندر نقص پاتے ہیں ان کے دفعیہ کیلئے خدا کی جناب میں صدق دل سے توبہ کر کے مدد کی دعا کرتے ہیں - نبی کریم صلعم کی زندگی اور قرآن کے احکام کو پیش نظر رکھ کے وہ دعا مانگتے ہیں - کہ اللہ تعالےٰ ان کو ان کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے - اِسی طرح وہ رات کا زیادہ حصّہ نماز و عبادت اور گیان دھیان میں گزار دیتے ہیں - یہ کہنا بالکل غلط ہے

کہ اعتکاف کا مدعا صرف لیلتہ القدر کو تلاش کرنا ہے۔ باوجودیکہ لیلتہ القدر بذات خود ایک بڑا نیک اور اہم کام ہے لیکن معتکف کا نصب العین اپنی زندگی اور اوقات کو بموجب حکم خدا و رسول کرنا ہے۔ وہ اپنے اندر عشق الٰہی کی لو لگا کر حقیقی روشنی حاصل کرتا ہے۔ ان کے متعلقین کو ہدایت ہوتی ہے۔ کہ اُن کی طرف سے بہت خیرات اور صدقہ کریں۔ مادہ پرست دنیا ان باتوں پر ہنسیگی لیکن کوئی تجربہ کر کے دیکھے اور پھر دیکھے کہ ان امور کا اثر کہاں تک اخلاق اور روحانیات پر ہوتا ہے +

ماہِ رمضان کی ستائیسویں رات

یہ اُوپر بھی لکھا جا چکا ہے کہ عموماً مسلمان صلحا کے خیال میں ستائیسویں رات ہی کو لیلتہ القدر ہونے کا فخر حاصل ہے۔ وہ لوگ جو اعتکاف میں نہیں بیٹھتے۔ وہ سب اس رات کو بڑی دُھوم دھام سے مناتے ہیں۔ اپنے اپنے مذاق کے مطابق مساجد کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ اور افطار کے وقت مسجدوں میں تل رکھنے کی جگہ نہیں رہتی۔ ذی ثروت لوگ عوام کے لئے افطاری کا سامان مسجدوں میں تقسیم کراتے ہیں۔ یہ بات تو قریباً سارا مہینہ ہی ہوتی ہے لیکن ستائیسویں کی رات کو افطاری کے خاص اہتمام کئے جاتے ہیں۔ جب تمام حاضرین روزہ افطار کر چکتے ہیں تو نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ ہم اُوپر لکھ چکے ہیں کہ جو خاص نماز رمضان میں عشا کے بعد پڑھی جاتی ہے اسکو تراویح کی نماز کہتے ہیں۔ اور قرأت قرآن اس کا ایک لازمی حصہ ہے۔ کئی مسجدوں میں اس رات سارا قرآن تراویح میں ختم کیا جاتا ہے +

یہ ایک مختصر سا نقشہ ماہ رمضان کا ہے۔ جو عید کا چاند دیکھنے پر ختم ہو جاتا ہے عید کے لغوی معنے خوشی راحت ہیں۔ اور اس دن مسلمان یکجا جمع ہو کر خدا کی جناب میں شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے اُن کو یہ مبارک مہینہ مُیسّر کیا۔ اور اسکی برکات میں سے حصہ پانے کی توفیق عطا فرمائی۔ عیسائی مبلغ جنہوں نے اسلام کی بابت زہر اُگلنا ثواب سمجھا ہُوا ہے کہتے ہیں کہ عید کے دن تمام مسلمان رمضان کے ختم ہو جانے پر خوشی مناتے ہیں کہ یہ فاقہ کشی کا مہینہ خدا خدا کر کے ختم ہُوا۔ اس بُہتان کے بطلان کیلئے اتنا کہنا ہی کافی ہوگا۔ کہ ہر ایک مُسلم تمام سال اِس ماہ کی آمد کا منتظر رہتا ہے۔ اور

اور ماہ رمضان کے آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع کہنا ہی بتاتا ہے کہ اس کو رخصت کرتے وقت ہر مسلمان کے دل میں جدائی کا رنج محسوس ہوتا ہے +

عیسائی دنیا میں ایک بھی ایسا دن ہمیں نظر نہیں آتا جس کو اس مبارک مہینے سے کوئی نسبت ہو۔ کرسمس کے ایام واقعی مبارک دن ہیں۔ کیونکہ انہی ایام میں ایک راستباز دنیا میں آیا۔ اور اسے نیکی کی تلقین کی۔ لیکن جن طریقوں اور رسموں سے یہ تیوہار منایا جاتا ہے۔ ان کو پیش نظر رکھ کر ہمیں حیرت آتی ہے۔ کہ یہ تیوہار شراب کے دیوتا بیکس کی یادگار ہے یا مسیح جیسے راستباز انسان کی ہمیں اس سے انکار نہیں کہ تمام مسلمان روزے نہیں رکھتے لیکن یہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ کہ کوئی مسلمان اس مہینے کی بےعزتی کرے یہ ممکن ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے لیکن وہ کم از کم پبلک میں اس مہینے کی عزت کریگا۔ اور کھلم کھلا گناہ سے بچیگا +

اسلامی ممالک میں کسی کو ماہ صیام میں نیکی کی طرف مائل کرنے یا کسی کو فعل شنیع سے روکنے کے لئے اس قدر کہدینا کافی ہے۔ کہ یہ تو ماہ رمضان ہے۔ اور اگر ایک شخص یہ کہدے کہ میں روزہ دار ہوں تو گویا اس نے اپنے قول کی صداقت کا پورا یقین دلا دیا۔ الغرض ان تمام باتوں پر غور کرنے سے ایک غیر مسلم سمجھ سکتا ہے کہ روحانی ترقیات اور جذبات کے روکنے کے لئے ماہ رمضان کہاں تک مفید ہے

کن صورتوں میں روزہ رکھنا ضروری نہیں

حالت بیماری یا سفر میں روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔ ہاں دوسرے دنوں میں ان کے عوض روزے رکھنا ضروری ہے۔ بیماری یا سفر کی حدود مقرر کرنا یا تمام انفرادی حالتوں کے لئے احکام دینے بڑا ہی مشکل ہے۔ ہر ایک شخص اپنے حالات کو خود جانچ سکتا ہے۔ یا اگر ڈاکٹر کا فتویٰ کسی کی حالت کے مطابق یہ ہو کہ روزہ اس کے لئے تکلیف دہ ہوگا۔ تو اسلام نے اس کو معافی دی ہے۔ جو عورت حاملہ ہو یا بچے کو دودھ پلاتی ہو یا ماہواری ایام میں ہو تو ان کے لئے بھی روزہ ضروری نہیں۔ اسی طرح نابالغ بچے بھی روزے سے مستثنےٰ ہیں +

ماہ رمضان کی بابت جو احکام قرآن شریف میں ہیں ان کا ذکر سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۳ سے ۱۸۸ تک بڑی تفصیل سے مندرج ہے۔ ان آیات کی تشریح اور تفسیر جو حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی مترجم انگریزی ترجمۃ قرآن و تفسیر نے بزبان انگریزی فرمائی ہے۔ وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ہم ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے لئے ذیل میں حضرت مولانا موصوف کی اردو تفسیر المسوم بہ نکات القرآن میں سے چند آیات کی تشریح و تفسیر درج کئے دیتے ہیں۔ جو امید ہے کہ خالی از دلچسپی نہ ہوگی +

کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم۔ روزے قریباً دنیا کی ہر ایک قوم میں پائے جاتے ہیں۔ اور اسی کی طرف الذین من قبلکم میں اشارہ ہے۔ اور اسلام کے چار ارکان میں سے یہ ایک رکن ہے۔ جس پر عمل کرنا ہر ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ باقی تین ارکان نماز۔ زکوٰۃ اور حج ہیں۔ اور ان سب کا ذکر اسی سورت البقرۃ میں آجاتا ہے۔ دنیا کی مختلف قوموں میں سے صرف عیسائی ایک ایسی قوم ہے جس نے شریعت کو جواب دیکر ہر ایک قسم کی عبادت سے آزادی حاصل کر لی ہے۔ مگر جب ہم مروجہ اناجیل میں ہی حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات کو پڑھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نہ صرف خود روزے رکھے۔ بلکہ اپنے پیرؤں کو بھی روزے رکھنے کی ہدایت کی مگر جب پولوس نے ایک سہل راہ نجات کی کفارہ کی شکل میں بتادی جسمیں کوئی تکلیف اٹھانی ہی نہ پڑے۔ تو ان مصائب میں اپنے آپ کو ڈالنے کی کیا ضرورت تھی حضرت مسیح نے خود روزے رکھے۔ دیکھو متی ۴: ۲۔ "اور جب چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھ چکا آخر کو بھوکا ہوا"۔ پھر مشہور پہاڑی تعلیم میں روزے رکھنے کا حکم موجود ہے۔ "پھر جب تم روزہ رکھو ریاکاروں کی مانند اپنا چہرہ اداس نہ بناؤ ..... تاکہ تو آدمی پر نہیں بلکہ اپنے باپ پر جو پوشیدہ ہے روزہ دار ظاہر ہو اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا

*نکات القرآن کے چار حصص اردو زبان میں چھپکر شائع ہو چکے ہیں جن کی قیمت علی الترتیب ۲، ۱، ۱، ۲ روپے ہے اور پانچویں پارہ تک تفسیر ختم کی جا چکی ہے۔ جو احباب مفصل تفسیر ماہ صیام کی متعلقہ آیات کے پڑھنے کے متمنی ہوں وہ دفتر ہذا سے نکات القرآن حصہ دوم منگوا کر محظوظ ہو سکتے ہیں +

ہے آشکارا تجھے بدلہ دے" متی ۶: ۱۶ و ۱۷ (اس سے مسیحیوں کے کفّارہ کا عقیدہ بھی باطل ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہاں روزوں کا بدلہ دیا جانے کا ذکر ہے۔ پس اگر نماز اور روزہ پر نیک بدلہ ملتا ہے تو کفّارہ کا عقیدہ باطل ہؤا۔) ایسا ہی لوقا ۵: ۳۳-۳۵ میں ہے۔" اور انہوں نے اُس سے کہا۔ کہ یوحنّا کے شاگرد کیوں اکثر روزہ رکھتے اور دُعا مانگتے ہیں۔ اور اسی طرح فریسیوں کے شاگرد بھی۔ پر تیرے شاگرد کھاتے پیتے ہیں۔ اُس نے اُن سے کہا۔ کیا تم براتیوں کو جب تک دُولھا اُن کے ساتھ ہے روزہ رکھوا سکتے ہو۔ پر وے دن آوینگے کہ دُولھا اُن سے جُدا کیا جائیگا۔ اُن دِنوں میں روزہ رکھیں گے"۔ مگر افسوس کہ دُولھا کے جُدا ہونے کی دیر تھی کہ رہی سہی پابندیاں بھی اُٹھ گئیں۔ اور مسیح کے اس حکم پر عمل نہ ہؤا۔ کہ جب دُولھا جُدا کیا جائیگا تو پھر بہت روزے رکھیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے لئے روزہ ضروری ٹھیرایا تھا۔ پس کتب علی الذین من قبلکم بالکل صحیح ارشادِ آلٰہی ہے +

لعلکم تتّقون۔ اِن دو لفظوں میں روزے کی علّت غائی بیان فرمائی شریعت کے احکام بیشک پہلے بھی پائے جاتے تھے۔ نماز اور دُعا کا بھی کوئی نہ کوئی طریق ہر قوم میں تھا۔ روزوں اور زکوٰۃ کا بھی کوئی نہ کوئی رنگ موجود تھا۔ مگر اسلام نے اُن عبادات کو اپنے کمال تک پہنچایا۔ اور کمالِ انسانی کے حصُول کو اُن کی اصل غرض قرار دیا۔ بائبل کی نجُوم میں روزوں کا ذکر کرتے ہوئے پادری کروڈن لکھتا ہے۔ کہ روزے ہر قوم میں غموں اور رنجوں اور مصائب کے وقت میں رکھے جاتے تھے۔ جس کی غرض غالبًا یہ ہوگی۔ کہ انسان ظاہر میں اپنے آپ کو ایک مصیبت میں مُبتلا کرکے ان رنجوں اور غموں سے نجات پائے۔ مگر اسلام نے جب روزوں کا حُکم دیا تو ایک اعلےٰ غرض بلکہ انسانی زندگی کے اعلےٰ ترین مقصد کو سامنے رکھا۔ وہ مہتم بالشان مقصد انسانی زندگی کا کیا ہے۔ لعلکم تتقون۔ یعنی تاکہ تم ہر ایک قسم کی مضر چیز اور ہر ایک بدی سے بچ کر حقیقی اور پاکیزگی کے اعلےٰ مقام پر پہنچ سکو

اور یہ اس طرح پر ہوتا ہے۔ کہ جب انسان محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان چیزوں کو ترک کر دیتا ہے جن کا استعمال اس کیلئے بالکل جائز تھا۔ تو اس کی وہ قوتیں نشو ونما پاتی ہیں۔ جو انسان کو بدی کی گرفت سے چھڑا کر پاکیزگی کے مقام پر پہنچاتی ہیں۔ کیونکہ انسان کی ہر ایک قوت اپنے کمال تک پہنچنے کے لئے اسباب کی محتاج ہے۔ کہ اسے کام میں لگایا جائے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نماز سے اور روزوں سے انسان کے اندر جو نیکی کی قوت ہے اسکو مرد کام پر لگایا ہے۔ اور جس طرح پر نماز انسان کو حقیقی پاکیزگی کے مقام تک پہنچاتی ہے ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔ اسی طرح پر روزوں کی اصل غرض یہ ہے کہ انسان کو سکھایا جائے کہ تقویٰ کے مقام تک وہ کیونکر پہنچ سکتا ہے۔ اور اس طرح پر اسلام کے روزوں کی غرض وہ نہیں جو دوسری قوموں کے اندر تھی +

ایاماً معدودات گنتی کے دن یعنی معلوم دن یا تھوڑے دن اسکی وضاحت شھر رمضان سے فرمائی جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے +

فمن کان منکم مریضاً او علی سفر فعدۃ من ایام اخر۔

اس آیت میں مریض اور مسافر کے لئے عدۃ من ایام اخر یعنے مقررہ ایام کو چھوڑ کر پچھلے دنوں میں گنتی پورا کرنے کا ارشاد ہے۔ اس بات پر بہت بحث ہوئی ہے کہ آیا یہ بر سبیل رخصت ہے یا وجوب کے طور پر۔ بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزے رکھنے کو منع فرمایا۔ اس لئے محتاط مذہب یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بیماری اور سفر میں روزہ ترک کر دے۔ اور اُتنے دن بعد میں روزہ رکھ لے کیونکہ اگر رخصت کے طور پر بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کی رخصت سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ اور دوسرے بعض وقت انسان کو بیماری اور سفر میں نا اندیشیدہ تکالیف پیش آجاتی ہیں +

ست سلاجیت (مومیائی) بے ضرر دوا ہے۔ مفرد دوائی ... معدہ ... جگر گردہ ... دمثانہ کو مضبوط کرتی ہے ... کام ... درد کمر ... بوجھی
پیچ یا چوٹ کے باعث ہوں دور کرتی ہے۔ تمام دن کی محنت کے بعد بہت کم ... استعمال ...
بوڑھا ہر موسم میں بلا تمیز استعمال کر سکتے ہیں قیمت فی تولہ ایک روپیہ ...
المشتھر منیجر کارخانہ ست سلاجیت ۔ عزیز منزل نولکھا لاہور

اِسلامک ریویو کی علمی و مذہبی جدوجہد

یہ گرم رفتاری کا زمانہ ہے۔ ہم سب مصروفِ کار ہیں۔ اور اگر کوئی اس وقت مصروف نہیں تو اُسے ہو جانا چاہئے۔ اِن ایام میں بیکاری کے لئے کوئی عُذر نہیں ہو سکتا۔ میں جب خود صبح بستر سے اُٹھتا ہوں۔ اُس وقت سے لیکر سونے کے وقت تک مصروف رہتا ہوں۔ قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ رسالہ اسلامک ریویو کے مضامین لکھنے کے لئے بھی مجھے کافی فرصت نہیں ملتی۔ لہٰذا اس معاملہ میں اگر کوئی کوتاہی مجھ سے سرزد ہو تو اُمید ہے قارئین کرام مجھے معاف فرمائیں گے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ مجھے رسالہ مذکور سے دلچسپی نہیں بلکہ قلّت فرصت ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اس جنگ کو کامیابی کے ساتھ اختتام تک پہنچا دیں۔ اس جنگ کے اختتام پر جمہور کو انسداد کرنا ہوگا۔ کہ آیندہ کبھی بھی ایسی عالمگیر آتشِ قتال واقع نہ ہو جمہور کو جنگوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ غرباء کو سب سے زیادہ مصیبت اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور اخلاق کو بھی کچھ ترقی نہیں ہوتی۔ انسان کو اخلاق کے اس درجہ سے کہ جہاں اپنے بھائیوں کا خون بہانا ایک فرحت معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت تک اخلاقی ترقی کے آگے نکل جانا چاہئے تھا۔ میں نے سُنا ہے یا لکھا دیکھا ہے۔ کہ نام نہاد صنفِ لطیف بعض اوقات مردوں میں صفتِ بہیمی کا اظہار پسند کرتی ہیں۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو ہم اُمید کرتے ہیں۔ کہ موجودہ جنگ اسکی قطعی موت کا باعث ثابت ہوگی۔ یہ صفت بہیمی آیندہ جس قدر بھی کم ہو اتنی ہی اچھی ہے۔ جس زمین کو توپ و تفنگ نے اُکھیڑ پھینکا ہو۔ جس کے قصبے اور آبادیاں برباد ہوگئی ہوں جو سرزمین جنگ کی تباہی اور بربادی کی داستان زبان حال سے کہہ رہی ہو۔ جو انسانی خون سے سیراب ہو۔ جہاں مقتولین کی لاشیں بریدہ و دریدہ حالت میں پڑی ہوں۔ اور جہاں مجروحین درد و کرب سے تڑپ رہے ہوں۔ بھلا ان کے نظارے سے کیا فرحت ہو سکتی ہے۔ نوعِ انسان کو اس سے کیا حاصل ہوتا ہے +

من قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا + (ترجمہ) جو کوئی جان بدلے نہیں اور ملک میں فساد پھیلانے کی سزا کے طور پر نہیں (بلکہ ناحق) کسی کو مار ڈالے تو (اسکی نسبت ایسا سمجھا جائیگا کہ) گویا اُس نے تمام آدمیوں کو مار ڈالا۔ اور جس نے مرتے کو بچالیا تو گویا اُس نے تمام آدمیوں کو بچالیا +

اِس دلفریب تعلیم کے باوجود ہم میں سے اکثر ہتھیاروں کا استعمال سیکھ رہے ہیں تاکر خون بہائیں بعض جو خود پیشتر سے سیکھے ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کو سکھا رہے ہیں۔ کہ وہ بھی اسی بھیانک راستہ پر چلیں۔ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اپنے اپنے اعزہ واقارب اور وطن کی حفاظت کرے لیکن قطع نظر نعمت اور حملہ کی بحث کے ہماری ادعائی تہذیب کیلئے امر سخت مضحکہ خیز ہے۔ کہ اس بیسویں صدی میں ایسی وحشیانہ حرکات اور ایسی قساوت وخونریزی واقع ہو کس قدر عبرت کا مقام ہے۔ کہ انسان اپنا قوی دماغ اپنے نہایت علی قوائے عقلیہ اور صدیوں کے جمع کیئے وسیع تجربے کو خود اپنی تباہی کے لئے وقف کردے۔ اور دُنیا کے تمام ذخائر جانوں کے اتلاف میں صرف کرے +

جب میں لکھنے بیٹھا تو اس وقت موجودہ حالات کے ذکر کرنے کا میرا ارادہ نہیں تھا لیکن حالات غالب تھے کیونکہ اس وقت یہی حالات ہی ایک ایسا واقع ہیں جس کی طرف سبکی توجہ لگ رہی ہے جُوں جُوں دماغ میں خیالات گذرتے ہیں قلم لکھتا جاتا ہے۔ اور کئی ایک ادھر اُدھر کے خیالات حائط تحریر میں آجاتے ہیں +

رسالہ کی سالنامہ اشاعت میں جناب ایڈیٹر صاحب نے کاغذ کی گرانی۔ اور اسکے حاصل کرنے اور رسالہ کو موجودہ ضخامت میں اسی قیمت پر جاری رکھنے کی روز افزوں مشکلات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ کوشش کرے کہ رسالہ میں کمی واقع نہ ہو۔ ہماری کوشش میں ڈھیل نہیں ہونی چاہئے۔ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ ہم دن بدن اپنے تبلیغی مقاصد میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ اور ہمارا حلقۂ اثر وسیع ہوتا جا رہا ہے +

روشنی پھیل رہی ہے

مشکلات سے ہم کو گھبرانا نہیں چاہئے۔ اور یہی مشکلات ہمارے لئے تازیانہ ہونی چاہئیں۔ تاکہ ہم روزافزوں قوت اور جوش اور باتباع اولین کی سی سرگرمی کے ساتھ آگے بڑھتے جائیں اور یہ تہیہ کرلیں۔ کہ نور ایمان دور دور پھیلجائے۔ حتّٰی کہ ملک کا ملک اسکی شعاعوں سے منور ہو جائے۔ یہاں پر ہم محض فضل ایزدی سے اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ یہ آپکا فرض ہے کہ آپ ہمارے اس معاملہ میں معاون و مددگار ہوں ہم ساکنان برطانیہ علمی و مذہبی جدوجہد کر رہے ہیں یہ آپکا فرض ہے۔ کہ ہمکو آپ ہر قسم کی امداد بہم پہنچائیں ہمارا سب سے قوی حربہ قلم ہے۔ اور ہمارا ذریعہ یہ رسالہ ہے یہ بھی جنگ ہے لیکن انسانی جانیں نہیں بلکہ غلط اعتقادات کو ہم تباہ کرتے ہیں کسی دشمن کے خون سے ہمارے ہاتھ پاک ہیں۔ یہ رسالہ آپ کی طرف سے مذہبی جدوجہد میں مصروف ہے۔ اور آپکے عقائد کی اشاعت کرتا ہے۔ اسکو جاری رکھو۔ صرف اس رسالہ کی وساطت سے ہی ہم عوام تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور ملک میں اپنا پیغام پہنچا سکتے ہیں۔ تقریر صرف چند لوگوں تک ہی محدود رہتی ہے۔ قلم و کاغذ دُور تک رسائی رکھتے ہیں۔ اور تحریر ان حلقوں تک اثر رکھتی ہے۔ جہاں تقریر کی شنوائی نہیں۔ اور اگر یہ امر کچھ ترغیب کا باعث ہو۔ تو میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ تبلیغ کا یہی ایک زبردست اور ارزاں طریقہ ہے۔ یہ نہ صرف جمہور تک پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ اکثر لوگ تقریر سننے کے لئے جانے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے اور ایک مطبوعہ رسالہ کو اطمینان سے کے ساتھ مطالعہ کرنے کو بہتر سمجھتے ہیں۔ پڑھنے والے کو یہ بھی موقع ملجاتا ہے۔ کہ اس پیغام کو اچھی طرح تحلیل کرے اطمینان سے پڑھے۔ اور اس پر غور کرے۔ اور اس طرح اس کے دلپر زیادہ دیرپا اثر ہوتا ہے۔ تقریر عموماً عارضی اور وقتی اثر رکھتی ہے۔ اور ایک گھنٹہ یا دن میں دل سے محو ہو جاتی ہے اسکا اثر کافی دیرپا نہیں ہوتا مقرر کے منہ سے دوسرا فقرہ سننے کی انتظار میں پہلا بھولجاتا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے دل سے محو ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے جو مضمون بوقت فرصت پڑھا جاتا ہے۔ وہ بطرح دلپذیر کنندہ ہو جاتا ہے۔ اور خیالات کی زنجیر میں منسلک ہو جاتا ہے اور اگر مضمون اچھا ہو۔ استدلال سادہ اور واضح ہو۔ مگر عالمانہ اور درست ہو۔ اور موضوع بھی وسیع ہو۔ تو اس کا اثر عموماً مستقل ہوتا ہے خواہ اس کا نتیجہ خود مطالعہ

کر سوا اے پر بھی فوراً عیاں نہو۔ ایک مسلمان کی زندگی کی قدر و قیمت اس کام پر منحصر ہے جو اس نے کیا ہو۔ اور اس محنت پر منحصر ہے۔ جو اس نے اپنی زندگی میں اپنی قابلیت کے بہترین صرف کے ساتھ کی ہو۔ اور اس بات پر منحصر ہے کہ آیا وہ صدق دل سے اللہ کی راہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلا ہے یا نہیں +

حضرت علی رضؓ کے قول کو یاد کرو۔ کہ وہ وقت آ رہا ہے جبکہ تجھ سے پوچھا جائیگا۔ نہیں کہ تیرے آبا و اجداد نے کیا کیا اور وہ کیا تھے۔ بلکہ تو نے خود کیا کیا کام کئے +

مجھے معلوم ہے کہ اہل اسلام اس پُر آشوب زمانہ میں سلطنت کی امداد کیلئے فیاضی سے بلا دریغ روپیہ اور جانیں دے رہے ہیں۔ لہذا اُن سے فیاضی کے مزید اظہار کی اُمید ابھی اور ہے۔ لیکن بالآخر جناب ایڈیٹر بھی تو اُن کے ذخائر کے دریا میں سے ایک قطرہ ہی طلب کرتے ہیں۔ اور فرزندان اسلام ہمیشہ فیاضی اور کھلے ہاتھ دیتے رہے ہیں آپ میں سے اکثر کیلئے رسالہ کا چندہ دوگنا کر دینا کوئی بڑی بات نہیں +

فرزندانِ اسلام

کیا ایسے مسلمان ہیں جو دوران جنگ میں اپنے چندے کی مقدار دُگنی کرنے کیلئے تیار ہوں کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ کہ کیوں دو ہزار ایسے اصحاب نہ نکل آئیں۔ اپنا چندہ او وغیرہ ووکنگ کے پتہ پر فوراً بھیج دیجئے۔ جب میں رنگون میں تھا۔ میں تقریباً نصف درجن ایسے مسلمانوں سے ملا۔ جن میں سے ہر ایک بجائے خود رسالے کے اخراجات کا کفیل ہو سکتا ہے۔ اور اگر اس نسبت سے دوسرے شہروں میں بھی مسلمان ملسکتے ہیں۔ تو یہ نازک وقت اطمینان کے ساتھ گذر سکتا ہے۔ کیا میرے پُرانے دوست اور بھائی امداد فرمائیں گے + یہ مذہب کا کام ہے۔ اور یہ کچھ زیادہ نہیں۔ اگر ایک مسلمان اپنی آمدنی میں سے ضروری اخراجات کے بعد جو پس انداز ہو اس کا پانچواں حصہ اس کام کیلئے دیدے فرداً فرداً خواہ یہ رقم کم ہی ہو۔ لیکن جمع ہو کر بہت بڑی رقم بن سکتی ہے +

ع۔ قطرہ قطرہ بہم شود دریا

اس ایثار سے کام کو بہت تقویت ہوگی۔ اور معطی کو بھی طمانیت ہوگی۔ کہ میں نے اسلام کی

امداد اور اپنے عقائد کی اشاعت کیلئے اپنی ہمت کے مطابق کچھ کام کر دیا ہے۔ قربانی کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اس شخص سے زیادہ کوئی قربانی نہیں کر سکتا جس نے عرب کی جلتی ہوئی ریت میں علم توحید نصب فرمایا۔ اور رفتہ رفتہ وہاں پرچم فتح لہرایا +

برادران! تن من دھن اس کام میں لگا دو۔ اور انشاء اللہ اسلام کے سنگ بنیاد پر یہاں پہ ہم وہ معبد تعمیر کرینگے۔ جس کو زمانے کے ہاتھ مسمار نہیں کر سکینگے

والسلام جان یحیےٰ النصر پارکنسن

مُسلم مشن ووکنگ

سابقہ نمبر میں اسی عنوان کے ماتحت مسلم مشن ووکنگ کی موجودہ تکالیف ضروریات کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ امید ہے کہ بہی خواہان مشن اس آڑے وقت پر اپنی گرامی توجہ اس کار خیر کی طرف مبذول فرما کر عند اللہ ماجور ہونگے۔ مندرجہ ذیل طریقوں سے ناظرین کرام مشن مذکورہ کی اعانت فرما کر مشن فنڈس کو مستحکم فرما سکتے ہیں۔ امید قوی ہے کہ معزز ناظرین میں سے فرداً فرداً مندرجہ ذیل طریقوں میں سے کسی ایک پر عمل پیرا ہو کر مشن کی استعانت و اعانت کے لئے سعی بلیغ فرما کر داخل حسنات ہونگے :-

(۱) جو احباب اہل قلم ہوں۔ وہ اسلام کی حمایت میں اپنی زبان میں مضامین لکھ کر حضرت خواجہ صاحب کو براہ راست ووکنگ ارسال فرمائیں۔ یہ انکی قلمی استمداد ہوگی +

(۲) لسان احباب مسلم مشن کی حمایت میں مجالس میں اور انفرادی طور پر اپنی زبان کو جنبش دیکر اس اہم اسلامی فرض کو ادا کر سکتے ہیں +

(۳) اس مقصد کیلئے کچھ قدمی و بدنی اعانت بھی بکار ہے۔ کچھ متعدد مخلص احباب اپنے اپنے شہروں میں ذی اثر و متمول برادران ملت کی خدمت اقدس میں قدمی صورتیں حاضر ہو کر ان کی گرامی توجہ اس کار خیر کی طرف منعطف کرائیں +

(۴) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی و رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ کی سابقہ طریں

خریدنے سے بھی آپ مشن کو اس وقت تقویت پہنچا سکتے ہیں +

(۵) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی انگریزی دان احباب میں اور اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام کی اُردو دان احباب میں توسیع اشاعت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ اور یہ طریقۂ اعانت سب سے بڑھ کر ہے +

(۶) اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اپنے متمول و ذی ثروت دوستوں کو تحریک فرمائیں کہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کو اپنی طرف سے بلاد غیر میں بطور تبلیغ اسلام مفت تقسیم کرائیں۔ اس صورت میں رسالہ کا سالانہ چندہ مبلغ سے رہو گا +

(۷) رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام کا باطنی حسن و جمال تو ایک مسلمہ امر ہے۔ لیکن باطنی حسن کے ساتھ ظاہری آب و تاب کو بھی قائم رکھنا ناظرین کرام کا فرض اولین ہے۔ آغاز جنگ سے اس وقت تک کاغذ کی قلت و گرانی کی چیخ و پکار اخباری دنیا کے ہر گوشہ سے اُٹھ رہی ہے۔ کہیں کاغذ فنڈ کھل چکے ہیں۔ کہیں رسالوں کے حجم کو تخفیف کرنے کی تجاویز در پیش ہیں کہیں سفید کاغذی لباس کو خیرباد کہی جا چکی ہے۔ اور اسکی جگہ زرد جامہ زیب تن کر کے اخبار و رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ کئی ایک معاصر رسائل اسی قلت و گرانی کاغذ کا شکار بھی ہو چکے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ کا خاص فضل و احسان ہے۔ کہ ہمارے رسالجات بہت کم آ ء دیکھا کے آج تک اسی آب و تاب کے ساتھ صاف ستھرے کاغذ پر شائع ہو رہے ہیں لیکن تا بکے۔ چونکہ گرانی کاغذ کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ اسلئے ضروریات اسباب کی متقاضی ہے۔ کہ ہم بھی ناظرین کرام کی خدمت اقدس میں کاغذ فنڈ کے لئے دست سوال دراز کریں۔ معزز ناظرین کو نیز بھی یاد رہے کہ وہ ریم جو کبھی ہم کو قبل از جنگ ہم خریدا کرتے تھے۔ اس وقت عنقا پر بھی ملنا دشوار ہو رہا ہے۔ یورپ میں تبلیغ اسلام کے کام کا حصر بہت حد تک کاغذ پر ہی ہے۔ اسلئے ناظرین کرام کو خصوصیت سے اسلامک ریویو کے کاغذ فنڈ کی طرف زیادہ تر توجہ مبذول فرمانی چاہئے۔

(۸) اسباب کی بھی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ کچھ متمول احباب مختلف انگریزی ٹریکٹوں کو

یورپ میں مفت تقسیم کرنے کا ذمہ لیں - ان ٹریکٹوں میں ارکان اسلام مجموعہ اسلام مندرج ہونگے جو کہ معطی صاحبان کی طرف سے بطور تبلیغ بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہونگے اس سے بھی تبلیغ اسلام کے کام میں خاصی امداد ہو سکتی ہے +

(۹) حضرت خواجہ صاحب کی ماسبق تحریرات و رپورٹوں سے ناظرین کرام کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ ہفتہ میں حضرت خواجہ صاحب ایک بار ایٹ ہوم بھی دیتے ہیں یعنی متلاشیان حق کو حضرت خواجہ صاحب اپنے گھر مدعو کرتے ہیں - آپ سمجھ سکتے ہیں - کہ اس قحط سالی کے زمانہ میں مشن کو کس قدر اخراجات کا متحمل ہونا پڑتا ہوگا - اس لنگر خانہ فنڈس کی طرف بھی احباب توجہ فرمائیں +

(۱۰) ووکنگ کے علاوہ لندن کو بھی تبلیغ اسلام کا مرکز قرار دیا گیا ہے جہاں مسلسل پُر رونق اجلاس ہوتے رہتے ہیں - اور بعد از تقریر نہایت ہی سرگرم بحث ہوتی ہے اسلئے لندن مرکز کے اخراجات کا بھی ہمیں تہیہ کرنا ہے +

مدح

ہر کسے اندرِ نمازِ خود دُعائے میکند — من دُعاہائے بر و بارِ تو اے باغ بہار
یانبی اللہ فدائے ہر سرِ موئے تو ام — وقفِ راہ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار
اتباع و عشق روئت از رہِ تحقیق چیست — کیمیائے ہر دلے اکسیر جان ہر فگار
دل اگر خوں نیست از بہرت چہ چیز است آں دلے — در نثارِ تو نگردد جاں کجا آید بکار
دل نمی ترسد بمہر تو مرا از موت ہم — پائدارِ یہا ببیں خوش میروم تا پائدار
راغب اندر رحمتت یا رحمت اللہ آمدیم — اینکہ چوں ما بر درِ تو صد ہزار امیدوار
یانبی اللہ نثارِ روئے محبوب تو ام — وقف راہت کردہ ام ایں سر کہ بر دوش ست بار
تا بمن نورِ رسولِ پاک را بنمودہ اند — عشق او در دل ہمیں شد چو آب از آبشار
آتشِ عشق از دم من ہمچو برقے مے جہد — یک طرف اے ہمدمانِ خام از گردم جوار
بر سر و جدست دل تا دید روئے اوبخواب — اے براں روئے و سرش جانِ سر و رویم نثار

بیبیوں اور بچوں کے پڑھنے کی دلچسپ کتابوں کا نچوڑ

ان کتابوں کے پڑھنے سے عورتوں میں اخلاق - مذہب اور روشن خیالی کا اضافہ ہوتا ہے

رسُول عربی	رسول اکرم کی سوانح عمری خاص بیبیوں کے مطالعہ کے قابل	۸ر
بنت رسُول	خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا کے متبرک حالات	۱۰ر
حسنین	حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے دلچسپ حالات	۴ر
جام کوثر	نہایت موثر نعتیہ کلام کا مجموعہ مقبول عام	۴ر
حمیدہ خاتون	ایک ضدی اور نا سمجھ خاتون کا راہ راست اختیار کرنا . . .	۳ر
آداب نسوان جدید	زنانہ آداب و اخلاق کی نہایت مفید کتاب	۶ر
عقیلہ بیگم	بیبیوں کو انتہا درجہ کا کفایت شعار اور دور اندیش بنانے والی کتاب	۳ر
زنانہ حساب کتاب مکمل	گھر کا روزانہ حساب لکھنے کی بہتر اور آسان کتاب بہت مدت تک کافی ہے	۱۰ر
نیا باورچیخانہ	قصہ کی صورت میں تمام کھانے پکانے کی ترکیبیں	۶ر
مناجات بیوہ	حالی مرحوم کی مقبول عام نظم نہایت پُر درد	۲ر
زنانہ خطوط	عورتوں کو خطوط نویسی کا طریقہ بتلانے والی کتاب . . .	۵ر
صبر کی دیوی	سونیا ڈاہ کی دردناک داستان موثر پیرایہ میں بیان کی گئی ہے	۳ر
اصلاح الرسوم	بُری رسموں کے دُور کرنے کیلئے مفید طریقے بڑے کام کی کتاب	۳ر
قومی گیت	بچے اور بچیوں کے یاد کرنے کے قابل دلچسپ قومی گیت . .	۵ر
لیکچر اسلام	مسز اینی بیسنٹ صاحبہ کا لیکچر اسلام کے متعلق . . .	۳ر
راہ جنت	نیک اور پاکباز مرد و عورتوں کے نتیجہ خیز قصے . . .	۳ر
چڑے چڑیا کی کہانی	انسان کی بے مروتی کے قصے دو بے زبانوں کی زبان سے .	۳ر
چُپ کی داد	نہایت دلچسپ نظم مصنفہ مولانا حالی صاحب . . .	۲ر
لائق ماں کا لائق بیٹا	تعلیم یافتہ اور جاہل ماں کا مقابلہ	۳ر
ناصح مشفق	نصیحت کے پورے ایک سو سچے موتی نہایت قابل دید کتاب ہے . .	۳ر

تاثیر صحبت	نوجوانوں کی اصلاح دلچسپ پیرایہ میں	۱۰
مجموعۂ وظائف	مجرب و نادر وظائف	۲
خوش انجام	ایک موثر کہانی بے فکر شوہر... بیوی کی نیکی کا اثر	۲
رباعیات حالی	مولانا حالی مرحوم کی قابل مطبوعہ و غیر مطبوعہ یعنی جدید رباعیات کا خوشنما گلدستہ ...	۳/
مناجات بیوہ	ہندوستان کی بیوہ بیواؤں کی آہ و زاری بیوہ کے دل کی سچی بین پڑھے جاؤ اور روتے جاؤ نظم کیا ہے تیر و نشتر ہے پُر درد اور سچے عاشق قوم کے دل سے نکلے ہوئے شعر ہیں ٹھیٹھ ہندوستانی اردو زنانہ محاورات ...	۲/
تربیت النساء	تہذیب و اخلاق حاصل کرنے کیلئے طرز عمل قصہ کے پیرایہ میں	۵/
ایک شریف خاتون کی جمع کی ہوئی لہ سو دلچسپ اور مزیدار کہانیاں	یہ کہانیاں خاص کر لڑکیوں اور شریف پردہ نشین بیبیوں کے مطالعہ کے واسطے سال ہی میں چھاپی گئی ہیں۔ ہر کہانی اپنے سبق آموز مضمون اور عمدہ نتیجہ کے لحاظ سے لاجواب ہے۔ ان دلچسپ کہانیوں نے زنانہ اردو کے پاکیزہ لٹریچر میں قابل قدر اضافہ کیا ہے صرف ایک کہانی پڑھ کر پوری سو لہ کہانیوں کی قیمت وصول ہو جاتی ہے۔ فی کہانی ایک نہ پورا سو کہانیوں کا سٹ	عہ/
مسدس حالی	مسلمانوں کی گذشتہ اور موجودہ حالت کا فوٹو اگر دیکھنا منظور ہو تو اسے دیکھو موجودہ حالت کی پُر درد کہانی۔ مولانا حالی کا زندہ جاوید تصنیف۔ مد و جزر اسلام جس نے مسلمانوں میں نئی زندگی پیدا کی	۸/
انشائے نسواں	جسمیں مستورات کو لکھنا بتانے کے قواعد۔ طرز تحریر و رسم الخط کی اصلاح زنانہ محاورے کے القاب طریقہ خطوط نویسی مع خطوط بتائے گئے ہیں قیمت صرف	۴/
ادیب نسواں	اسمیں صنف نسواں کی پردہ نشین مستورات کی قابلیت بڑھانے کیلئے عظمت و تربیت خاوند پردہ حیا انتظام خانہ داری تہذیب تعلیم اولاد۔ گھر کے کام و کاج و ہنر آموزی کے تمام مضامین درج ہیں	۴/
اخلاقی کہانیاں	بچے بچیوں کے پاک اور نرم دلوں میں رحم و انصاف و دینداری پیدا کرنیوالی نصیحت آمیز دلچسپ کہانیاں	۴/

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں حافظ نظم الدین کے اہتمام سے چھپوا کر شیخ بلال احمد نے عزیز منزل نولکھا لاہور سے شائع کیا

جسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی

مسلم مشنری

ڈپٹی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی مد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۴) | بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۱۰)

فہرست مضامین

خطباتِ غربیہ

قیمت فی خطبہ ۳ ؍ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے۔ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لنڈن۔ یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لنڈن میں اہلِ مغرب کو اسلام سے روشناس کرانے اور اُن پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں اور لیکچر دیئے۔ اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ سوم مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) 〃 〃 توحید۔ دعا۔ تصوّف۔
(۳) 〃 〃 خطبات عیدین۔
(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۵) اسلام اور دیگر مذاہب
(۶) حقوق نسوان

لمعاتِ انوارِ محمدیہ

رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپکے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا نمونہ علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع حسب تجویز جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب مارمیڈیوک پکتھال و جناب ایس ایچ لیڈر مصنف ہندو مسلم و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت مجلد ۱۰؍

اسلامک ریویو ووکنگ لنڈن

چندہ سالانہ سات روپے ایڈیٹر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی

بلادِ غربیہ میں اشاعت اسلام کا علمبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیامبر ملت بیضا کی طرف سے دین اسلام کا واحد ذریعہ سیاہ ظلمت شب دیجور کی تاریکی میں بجلی کا کام کرنیوالا ایک ہی انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افترا غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی اس نے چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یورپین آنکھوں کو چکا چوند کر دی اس کا اُردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام (عہ سالانہ) ماہواری لاہور سے شائع ہوتا ہے نیز ہر دو ماہواری رسالوں میں ہر ماہ نو مسلمین و نماز عیدین کی تصاویر ہوتی ہیں +

لنڈن میں جلسہ میلاد النبی (صلعم)

اس کتاب میں اُس جلسہ کی روئداد ہے جو زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک سوسائٹی ۶ جنوری ۱۹۱۹ء کو سیسل ہوٹل میں مقدس تقریب ولادت آنحضرت پر منعقد ہوا۔ دیگر مشاہیر قوم و پریذیڈنٹ کی تقریر کے علاوہ ایک انگریز نو مسلم کی زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے "خلق عظیم" کے متعلق نہایت ہی قابل مطالعہ ہے۔ ہمارے ناظرین کرام ضرور اس کتاب کی متعدد کاپیاں خرید فرما کر مسلم احباب میں تقسیم فرمائیں قیمت ۳؍

المشتہر۔ خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعتِ اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) — بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۸ء — نمبر (۱۰)

شذرات

مسجد ووکنگ ۔ مسجد ووکنگ میں بدستور حسبِ معمول حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری اور جناب مسٹر عبدالقیوم ملک صاحب باری باری خطبات فرماتے رہتے ہیں +

مُسلم نماز گاہِ لنڈن ۔ لنڈن مسلم نماز گاہ کی تبلیغی جدوجہد حسبِ معمول جاری ہے۔ صرف ماہ رمضان کے مبارک ومتبرک مہینے کے لئے (ایٹ ہوم) یعنی لوگوں کو چاء پر مدعو کرنے کے سلسلہ کو ملتوی رکھنا پڑا ۔ ذیل میں ہم اُن تبلیغی اجلاسوں کا تذکرہ کرتے ہیں ۔ جو لندن نماز گاہ کے زیر اہتمام جون و جولائی ۱۹۱۸ء کے پروگرام کے مطابق منعقد ہوئے +

ہفتہ کے روز یکم جون ۱۹۱۸ء کو مُنادئ اسلام کے سلسلہ کو جاری رکھنے کیلئے احباب کو چاء کیلئے مدعو کیا گیا ۔ چاء سے فراغت کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے "اسلام میں خیرات" کے مضمون پر لیکچر دیا۔ لیکچر کے اختتام پر جو بحث ہوئی ۔ اُس نے اسلام کی اُس عظمت کو منکشف کیا جس میں اسلام نے مسلمانوں میں اپنے ہم جنسوں کی تکالیف و

فلاس کے رفع کرنے کے لئے کئی صدیاں پیشتر سے ہی خاص خاص قوانین مرتب کر رکھے ہیں بجبکہ اسکے کہ آج کل کے موجودہ ہمدردانہ (سوشل سروس) خیالات ظہور پذیر ہوئے +

مورخہ ۹ جون ۱۹۱۸ء اتوار کے روز جناب مسٹر مارمیڈیوک پکتھال نے نماز پڑھائی - اور آپ کے خطبہ کا موضوع "مذہبی صداقتوں کے متعلق" تھا - خطبہ نہایت ہی معنی خیز ونصیحت آموز تھا - سامعین نے فاضل خطیب کے خطبہ کی از حد تحسین و توصیف کی - اس خطبہ کا ترجمہ انشاء اللہ کسی اگلے نمبر میں ہدیۂ ناظرین کیا جائیگا +

۲۳ جون ۱۹۱۸ء اتوار کے روز جناب مسٹر سید احسان البکری صاحب نے حسب معمول اپنے دلچسپ ولطیف لب ولہجہ میں "زندگی میں مذہب" کے مضمون کو نہایت خوبی وادا سے نبھایا +

۳۰ جون ۱۹۱۸ء بروز اتوار ہمارے فاضل نومسلم بھائی مسٹر سلمان شلیج نے مذہب اور انقلابات پر لیکچر دیا - آپ کا طویل و مسلسل موثر و مدلل دلائل سے اپنے لیکچر کو مرصع و مزین کرنا اس حزم و احتیاط و محنت شاقہ کا بین ثبوت دے رہا تھا - جو آپ نے اس لیکچر کو ادا کرنے اور اسکے تیار کرنے میں صرف فرمائی +

ماہ رمضان کی وجہ سے عربی و قرآن کریم کے درس و تدریس کا سلسلہ ملتوی رکھا گیا +

دیگر لیکچر

ولورلے ہڈل ہیسٹنگز میں نیو تھاٹ سرکل ہیسٹنگز کی درخواست پر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا اسلام پر لیکچر دینے کا ایک سلسلہ تجویز ہوا - متذکرہ بالا سرکل کے جملہ کارکنان عموماً اور جناب مسز ہال ہمیسن خصوصاً ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے ایسے مفید و نتیجہ خیز اجلاسوں کا اہتمام فرمایا ہے - ان اجلاسوں میں مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق اسلام پر مسلسل لیکچر ہوئے ہیں -

۱۵ جون ۱۹۱۸ء "ارتفاع انسانی ہیچ ہے نہ کہ نجات"

۲۰ جون ۱۹۱۸ء انقطاع روحانی اسلامی نقطۂ خیال سے۔

۲۱ جون ۱۹۱۸ء ہمہ گیری جو شارع اسلام حضرت محمد مصطفےٰ نبی کریم صلعم نے تلقین فرمائی۔

۲۲ جون ۱۹۱۸ء بدی کا معمہ اور اسکی اصلیت جس کو اسلام نے حل کیا۔

۲۳ جون ۱۹۱۸ء (صبح کے وقت) مسلمانوں میں عبادت کی روح۔

" (بوقت شام) لوگ کانشینس (دل کی آواز) اور ان کو اسلام میں کس طرح پیدا کیا جائے۔

جناب مسٹر ہال سیمپسن کی خاص یاد داشت پر "بدی کا معمہ اور اسکی اصلیت جو اسلام نے حل کی" کے لیکچر کو مکرر اسکاٹس ڈیل سنوبوز کنگسٹن میں دہرایا گیا +

ایک اور نہایت ہی دلکش اور دلچسپ لیکچر مورخہ ۲۵ جون ۱۹۱۸ء کو کہ "عربی ہی کُل مذاہب عالم کی زبان ہے" پر لندن یونیورسٹی کے مشرقی زبانوں کے سکول میں ہوا۔ دوران لیکچر میں دیگر امور کا تذکرہ کرتے ہوئے اسبات کو بیّن طور پر ثابت کیا گیا کہ عربی مبین کے سوا باقی کُل دنیا بھر کی زبانیں جو وقتاً فوقتاً ربانی پیام کو دنیا کے مختلف حصص میں پہنچانے کا ذریعہ ہوئیں۔ اپنے صوری معنوی و لفظی تغیر و تبدل کی وجہ سے معززمعلمان وقت کا پیام آئندہ نسلوں کیلئے پورے طور پر محفوظ نہ رکھ سکیں لیکن عربی مبین ہی آخری پیغام الٰہی کو محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوئی ہے کیونکہ اسکے اوائل زمانہ کے عربی لغت والوں نے اس زبان کی اصلیت کو محفوظ رکھنے کے لئے نہایت ہی احتیاط فرمائی۔ یہ لیکچر بھی انشاء اللہ تعالیٰ کسی آئندہ کی اشاعت میں ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے +

قبول اسلام

باوجود طرح طرح کی مشکلات کے جو اس نازک وقت میں تبلیغ اسلام کے کام میں حائل ہو رہی ہیں۔ یہ محض خداوند تعالےٰ کا فضل و احسان ہے کہ نومسلمین کی تعداد میں برابر اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ ماہ بھی محض فضل ایزدی سے خالی نہیں گیا۔ اور اس ماہ میں بھی ایک خاتون مشرف بہ اسلام ہوئی ہیں + اللھم زد فزد +

ووکنگ میں عیدُالفِطر

امسال بھی سالہائے گذشتہ کی طرح ووکنگ میں حضرت خواجہ صاحب نے عیدالفطر پڑھائی جس کی تفصیلی روئداد اگست و ستمبر ۱۹۱۸ء کے اسلامک ریویو میں شائع ہوئی ہے جو حسب ذیل ہے +

کہا جاتا ہے کہ عبادت کو سچے دل سے بجالانا ہی بذاتِ خود اُسکی قبولیت کا نشان ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جو جسقدر ہمارے معاملہ میں سچی ثابت ہوئی ہے شاید کبھی بھی صداقت کی کسوٹی پر اس طرح پُوری نہ اُتری ہوگی۔ ناظرین کرام کو یاد ہوگا۔ کہ چند سال ہوئے ہم نے اپنی اس دلی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ کہ مسجد ووکنگ میں ہم ہر سال تا عیدین کی مبارک و مسرت انداز تقریبات منانے کے قابل ہو سکیں۔ یہ خوشگوار امید اور خواہش جس خوش آیند طریق پر پُوری ہوئی۔ اور ہو رہی ہے وہ ہماری تمام توقعات سے بالاتر ہے۔ ہمارے بہت سے نومسلم برادران و خواتین کیلئے یہ مبارک تقریب حقیقی خوشی اور مسرت کا موجب ہوئی ہے کیونکہ اس سے اُن کی زندگیوں میں جو انہوں نے اسلام کے ماتحت بسر کرنی شروع کی ہیں۔ وہ نمایاں خصوصیات پیدا ہو گئی ہیں کہ جن کے سبب اکثر نے موجودہ زمانہ کی خشک مادیت کو ناکامی کا منہ دیکھتا پڑا تھا۔ ان میں سے اکثروں کے لئے اسلام ایک عجیب و غریب لیکن مؤثر اور دلنشین سی ضابطۂ زندگی ثابت ہوا۔ جو نہ صرف روحانیت ہی کی عمارت کو مستحکم و مضبوط کرتا ہے۔ بلکہ تمام دُنیوی ترقیات اور مرفہ الحالی کا بھی مخزن ہے جسم اور روح دونوں کے متعلق اس نے ہدایات دی ہیں۔ اور یہ وہ امر ہے کہ جو اب تک کسی کے سُننے میں نہیں آیا +

حسبِ معمول انگلستان میں رہنے والے مسلمانوں کو عید سے جو ۱۰ جولائی ۱۹۱۸ء کو بروز بدھ منائی گئی بہت دن پیشتر اطلاع دیجا چکی تھی۔ صبح سویرے ہی ہمارے مسلمان بھائی اور بہنیں لندن اور اس سے کسی قدر دُور کے مقامات سے آنے شروع ہو گئے۔ جن کا سلسلہ ۱۲ بجے بعد دوپہر تک جاری رہا۔ بارش کی وجہ سے جو تمام دن ہوتی رہی۔ اگرچہ مجمع* پہلے سالوں سے نسبتاً کم تھا لیکن پھر بھی مسلمانوں کی ایک کافی تعداد جمع ہو گئی تھی جنمیں ہر ایک طبقہ کے مرد اور عورتیں اور بہت سی مجالس کے نمایندے بھی شریک تھے۔ اور لوگوں کے علاوہ سکرٹری آف سٹیٹ

*۔ اس مجمع کا فوٹو اسلامک ریویو انگریزی کے ساتھ تو شائع ہو چکا ہے لیکن اشاعت اسلام کیلئے ہمارے پاس نہیں پہنچا +

(صاحب وزیر ہند) کی انڈیا کونسل کے بھی ممبر رہ چکے ہیں اور ایک مہمان شامل تھے۔
انگلستان کے مسلمان طلباء میں سے بھی بہت سے عید منانے کیلئے آئے تھے۔ ان میں زیادہ تر طالب علم کیمبرج، آکسفورڈ اور ... اور لندن کی مختلف یونیورسٹیوں سے تھے۔ بہت سے طلباء نے اس موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ نماز جمعہ کے بعد عربی میں پڑھی گئی تھی ... صاحب نے خطبہ پڑھا۔ اور سورۃ فاتحہ کو اپنے وعظ کا عنوان قرار دیا۔ خطبہ نہایت ... اس میں نمایاں اور عالمگیر تعلیم اور خصوصیت کا بالخصوص تذکرہ تھا جو اسلام نے ... دی ہے۔ اور جس کا عملی نقشہ آپ نے بتایا کہ آج (عید) کے دن سے بڑھ کر شاید ہی کبھی مل نہیں سکتا۔ یہ دن مختلف اقوام کی باہمی عالمگیر مساوات کو نمایاں کرنے کا دن ہے +

خطبہ کے بعد تمام حاضرین نے عید مبارک اور السلام علیکم کی صداؤں کے ساتھ ایک دوسرے سے بغلگیر ہونا شروع کیا۔ دعوت عید پلاؤ اور قورمہ (ہندوستانی سالن کھانوں) سے کی گئی۔ حاضرین اس کھانے سے بہت ہی محظوظ ہوئے۔ اور باقی دن لوگوں کی آمد و رفت سے بات چیت میں گذرا۔ نماز ظہر کے بعد چائے پلائی گئی جس میں بہت سے اور احباب بھی جو عدم الفرصتی کی وجہ صبح پہنچ نہ سکتے تھے شامل ہوئے۔ عصر اور مغرب کی نمازوں کے بعد کچھ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اور شام کے کھانے میں سوائے ان چند ایک کے باقی اور شریک تھے۔ عشا کے کھانے کے بعد باقی مہمان بھی اس دلی دعا کے ساتھ رخصت ہوئے کہ آئندہ بھی سالہا سال تک وہ عید منانے کے قابل ہو سکیں +

عیدالفطر کی اس روئداد کو ختم کرنے سے پہلے ہم ان خدمات کے لئے ہمارے نومسلم بھائی اور بہنوں نے سابق کیطرح عید کو کامیاب بنانے کیلئے محنت بڑی شاق کے ساتھ سرانجام دیں۔ ان کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ان نومسلم برادران کا یہ شاندار نمونہ اس اخوت و محبت و جوش اسلامی کی ایک زندہ مثال ہے۔ جو اسلام سے انہیں حاصل ہوا ہے +

ایک ولایتی انگریزی اخبار کے الفاظ عیدالفطر کی تقریب پر

عیدالفطر کی متذکرہ بالا تقریب پر لندن کا روزانہ اخبار ڈیلی ایکسپریس رقمطراز ہے کہ

* یہ خطبہ بھی انشاء اللہ کسی آئندہ کی اشاعت میں ہدیہ ناظرین ہوگا۔

کل مسجد ووکنگ میں ہندوستانی مصری اور ایرانی دلکش ملبوسات اور عماموں کے ساتھ مختلف نمازیوں اور ایک ہر دلعزیز انگریزی ناولسٹ (مسٹر مارمیڈیوک پکتھال) اور ایک سرپرست امیرالامرا (لارڈ ہیڈلے بالقابہ) نے رمضان کی عید کا تہوار منایا۔ ان رنگارنگ کے ملبوسات اور عماموں کے اندر ایک شاہی فوج کی خاکی وردی بھی تھی۔ جو بہت سے نمازیوں نے پہنی ہوئی تھی۔ نماز اور تلاوت قرآن سے ایک گھنٹہ بعد خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام نے انگریزی میں ایک زبردست لیکچر دیا۔ ایک باغ کے اندر موز مسلمانوں کے طرز کی نہایت خوبصورت مسجد جسمیں ایک فوارہ بھی ہے مسجد کے اندر تلاوت قرآن کریم اور مکہ معظمہ کیطرف منہ کرکے نماز پڑھنا وادی سرے میں (اس علاقہ کا نام ہے جہاں ووکنگ کا شہر آباد ہے) بغداد کا منظر قائم کئے ہوئے تھا +

انتخاب از صحیح بخاری

مندرجہ ذیل احادیث کا ترجمہ ماہ رمضان کے متعلق صحیح بخاری میں سے کیا گیا ہے جو آنحضرت صلعم کی روایات کی نہایت ہی مستند کتاب ہے +

(۱) ماہ صیام کے مہینہ میں بہشت کے دروازے بالکل کھلجاتے ہیں۔ اور شیطان پابہ زنجیر ہوتا ہے

(۲) ماہ رمضان کی رویت ہلال سے روزہ رکھنا شروع کردینا چاہئے۔ اور شوال کے ہلال دیکھنے تک روزہ رکھنا چاہئے لیکن اگر اس دن مطلع صاف نہو تو تیس روزے پورے کرنے چاہئیں

(۳) عبداللہ بن عباس سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے میں سب سے بڑھ کر تھے لیکن ماہ صیام میں آپ کی فیاضی و سخاوت معمول سے بھی بڑھ کر ہوتی تھی +

(۴) جو شخص دکھ دہی و دروغگوئی سے احتراز نہیں کرتا۔ اسکے بھوکا رہنے یا پیاسا رہنے کی اللہ کو حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالے خود فرماتا ہے۔ کہ ہر ایک شخص اپنے ہی لئے اعمال صالحہ کرتا ہے لیکن روزہ رکھنا خالصتہً میرے لئے ہے جس کا میں ہی صرف جزا دے سکتا ہوں +

(۵) روزہ گناہ سے بچاتا ہے۔ روزہ رکھکر تند کلامی و بدزبانی نہیں کرنی چاہئے۔ اگر کوئی تم کو گالی دے یا برا بھلا کہے۔ تو اسکو اتنا کہنا کافی ہے۔ کہ مجھے روزہ ہے +

(۶) اگر کوئی شخص شادی شدہ نہ ہو۔ اور شہوت کے جذبات کے شکار ہونے کا احتمال ہو۔ تو روزے رکھے +

(۷) قرآن کریم میں خیط الابیض سے مراد دن کی روشنی یعنی صبح صادق اور خیط الاسود سے مراد رات کی تاریکی ہے

(۸) کوئی شخص حضرت بلال رضہ کی اذان سنکر سحری کھانی نہ چھوڑ دے۔ حضرت بلال رضہ حضرت پیغمبر خدا نبی کریم صلعم کے صحابہ کرام میں سے تھے اور مؤذن تھے لیکن بعض اوقات صبح کی اذان آپ وقت مقررہ سے پیشتر دے دیتے تھے جس سے اکثر لوگ سحری چھوڑ کر روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے۔ اس واسطے مندرجہ بالا حدیث نبی کریم نے صحابہ کے سامنے بیان فرمائی +

(۹) روزہ رکھنے سے پہلے سحری مستحب ہے۔ واجب نہیں ہے +

(۱۰) اگر کوئی روزہ رکھ کر ناک میں پانی ڈالے۔ اور پانی ناک سے گذر کر حلق کے نیچے اُتر جاوے۔ اور پھر اس کو خارج نہ کر سکے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا +

(۱۱) جی کے متلانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ اس سے تو کچھ خارج ہی ہوتا ہے۔ اندر کچھ داخل نہیں کیا جاتا +

(۱۲) جو چیز نگل لی جاوے۔ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن جو منہ سے خارج کیجاوے۔ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا +

(۱۳) غروب آفتاب کے وقت روزہ کا افطار ہوتا ہے +

ماہِ رمضان کے علاوہ روزے

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم ماہ رمضان کے علاوہ شعبان میں اور مہینوں سے زیادہ روزے رکھتے تھے۔ اور اکثر ماہ شعبان کا تمام کا تمام مہینہ ہی روزے رکھتے تھے۔ اور آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اپنی وسعت کے مطابق نیکی کرو +

(۲) عبداللہ بن ادد بن آس سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ عبداللہ میں نے سنا ہے۔ کہ دن کو تم روزہ رکھتے ہو۔ اور رات عبادت الٰہی میں کھڑے گذارتے ہو۔ لیکن اسقدر ریاضت ٹھیک نہیں۔ روزے ضرور رکھو لیکن افطار

بھی کرو۔ نمازیں پڑھو لیکن ساتھ ہی نیند بھی کرو۔ کیونکہ تمہارے جسم اور آنکھوں کے بھی تم پر حقوق ہیں۔ کہ انکی نگہداشت کیجاوے۔ اور اسی طرح تمہاری بیوی اور مہمانوں کے بھی تم پر حقوق ہیں۔ ایک ماہ میں تین دن سے زائد روزے نہ رکھو۔ کیونکہ ہر ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔ پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح روزہ رکھو۔ اور اس معاملہ میں اس سے تجاوز نہ کرو۔ اس پر عبداللہ نے دریافت کیا۔ کہ حضور وہ کس طرح روزے رکھنا کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کیا کرتے تھے ✦

(۳) آنحضرت صلعم نے عید الفطر اور عید الضحےٰ کو روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

لیلۃ القدر

(۱) ماہ رمضان کی آخری دس طاق راتوں میں اس نیک و سعید گھڑی کو تلاش کرو ✦

(۲) ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں آنحضرت صلعم معتکف ہو جاتے تھے ✦

(۳) ایک رات کیلئے بھی کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھ سکتا ہے ✦

(۴) عورت اپنے خاوند کے پاس اعتکاف میں معمولی ملاقات کیلئے جا سکتی ہے ✦

سلاجیت (مومیائی)
بدنے ضرر و دافر مفرد دوائی ہے در حقیقی مقوی اعصاب و معدہ جگر دل و دماغ کو مضبوط کرتی ہے۔ زکام۔ ریزش۔ درد کمر یا دیگر دردوں کو بھی دور کرتی ہے ۔۔۔ ۔۔۔ اس کے استعمال سے ۔۔۔ مرد و زن۔ ۔۔۔ ہر موسم میں بلا خوف استعمال کر سکتے ہیں قیمت فی تولہ ایک روپیہ خوراک ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ استعمال کریں ✦
المشتہر منیجر کارخانہ سلاجیت عزیز منزل نولکھا۔ لاہور

خدا کی بادشاہت

مسلمانان لندن کو خطاب

لندن مسلم ہوس میں مسٹر مارمیڈیوک پکتھال کا لکچر

میں نے کسی جگہ ایک چینی بزرگ کا حال پڑھا ہے جو لوگوں کو روحانی حقائق و معارف سکھایا کرتا تھا۔ اُس نے پنجرے میں ایک سفید چوہا بھی رکھا ہوا تھا۔ اور وہ زرد رنگ کا چولہ پہنا کرتا تھا۔ اسکی وفات کے کچھ عرصہ بعد ایک سیاح کا اُس ملک میں گزر ہوا۔ اور اس نے دیکھا۔ کہ لوگوں کا مذہب صرف اسی تک محدود ہے کہ سفید چوہے پنجروں میں رکھیں اور عصفر تلون چغے پہنیں۔ اُس کے پیروؤں نے حقائق و معارف کو بھلا دیا تھا۔ دُنیا کے ہر ایک مذہب کے ساتھ کچھ اسی قسم کا واقعہ پیش آیا ہے بعض نے اصلی حقیقت کو قطعاً فراموش کر دیا ہے۔ اور بعض نے اصلیت کو بیہودہ روایتوں کی آلودگیوں سے ملوث کر دیا ہے۔ ایک ہمارا مذہب ہی ایسا ہے جس نے اصلی حقیقت کو من وعن طور پر قائم رکھا ہے لیکن پھر بھی بعض اوقات اُس کے پورے مفہوم کو نہیں سمجھا گیا +

میں تمام پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمام مذاہب کی جو وقتاً فوقتاً دنیا میں آتے رہے ہیں تاریخ کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا۔ اگرچہ مجھے اُن تمام سے پوری واقفیت بھی ہوتی۔ تو بھی میرے پاس کافی وقت نہیں۔ میں اپنی تقریر تین بڑے سامی مذاہب موسویت عیسائیت اور اسلام تک محدود رکھوں گا۔ جہانتک ان تین مذاہب کا تعلق ہے۔ سامی مذہب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت خلیل نہایت ہی قدیم زمانے کے ایک سیاحت پسند سردار تھے۔ جو عراق عرب سے ہجرت کر کے شام مصر اور عرب کی سیاحت کے بعد فلسطین کے جنوب میں ہیبرن مقام پر سکونت پذیر ہوئے۔ حضرت خلیل ایک خدائے واحد کے پرستار تھے۔ جو تمام کائنات کا بادشاہ اور تمام مخلوق کا مبداء و منتہا ہے۔ اپنے زمانے کے لوگوں میں حضرت ابراہیم کی معرفت اور روشنئ باطن کا ہم اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں

کہ انسانی قربانی کی جگہ حیوانی قربانی مقرر ہوئی ۔ اور سامی نسل میں جو ابراہیم کی پیروی کرتی تھی انسانی قربانی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی ۔ نسل انسانی کا ہر ایک حصہ کم از کم صدیوں آبا و اجداد صدیوں بعد تک انسانی قربانی کرتے رہے ۔ ابراہیم کا خدا رحم و نور و ہدایت والا خدا تھا +

یہودی اور عرب اپنے جد امجد کے نام کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے ۔ لیکن اُس چینی بزرگ کے پیروؤں کی طرح جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ۔ وہ حضرت ابراہیم کی تعلیمات کی بجائے اُن کی ذات کو زیادہ یاد کرتے تھے ۔ اس کی نسل کا ایک حصہ مصر میں غلام ہو گیا ۔ مصریوں کے ظلم و تشدد نے ان کے دلوں میں تمام نوع انسانی سے علیحدگی کی حس پیدا کر دی ۔ اور ان کو آرزو ہوئی ۔ کہ ہم ابراہیم کے ملک یعنی فلسطین کو واپس چلے جائیں ۔ اور وہاں آزاد ہو کر رہیں +

ان کے پاس ایک انسان آتا ہے ۔ جو بظاہر مصری معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ وہ فرعون کا درباری تھا ۔ اور اُن کو کہتا ہے ۔ کہ میں تم کو آزاد کراؤنگا ۔ وہ اُن کو اُکساتا ہے ۔ کہ دین حنیفی کو پھر زندہ کرو ۔ اور بُت پرستی کو چھوڑ دو ۔ وہ اول اول اس سے بے اعتباری ظاہر کرتے ہیں لیکن بعد ازاں جبکہ وہ اپنے آپ کو اُن کا طرفدار اور ہمدرد ثابت کر دیتا ہے وہ اس کو اپنا رہنما مان لیتے ہیں لیکن بغیر کسی قسم کی سرگرمی کے اس وقت خدا کی ارضی بادشاہت کی تصویر صرف موسیٰ کے ذہن ہی میں تھی جو بعد ازاں اسرائیلیوں کا مطمح نظر رہی ۔

غور کرو ۔ کہ حضرت موسیٰ کس قدر بڑا انسان تھا ۔ خدا پر پُورا اور کامل ایمان ہونے کی وجہ سے وہ اپنے زمانہ کے اوہام باطلہ سے اس قدر بالا ہو گیا تھا ۔ کہ وہ کوہستان سینا کی زلزلہ خیز زمین کو جس کے آتش فشاں پہاڑ دھواں اور آگ اُگلتے تھے ۔ خدا کی صنعت (یعنے کائنات کا ایک حصہ) سمجھتا تھا ۔ اور نہایت دلیری سے اپنی قوم کو شریعت حاصل کرنے کے لئے وہاں لیگیا ۔ ایسے انسان کو اس قسم کے مناظر میں کیا کیا کشف و رویا ممکن نہیں ۔ اور اُسکی شیر دلی اور بیخوفی نے اُس خوف زدہ تن آسان اور ذرا سی تکلیف پر بڑبڑانیوالی قوم کو جس کو وہ بچانا چاہتا تھا کس قدر مرعوب کر دیا ہوگا +

حضرت موسیٰ ہی کے توسل سے بنی اسرائیل کو وہ شریعت عطا کی گئی ۔ جس کی متابعت خدا کی

اونچی بادشاہت کی رعایا ہونیکی حیثیت سے اُن کو آئندہ کرتی تھی۔ وہ ایک برگزیدہ قوم تھی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد تھی۔ جن کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ نور ہدایت اُس کی اولاد کے توسّل سے دیا جائیگا۔ اور تاریخی شہادت کے سامنے وہ ہرگز بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ یہ وعدہ زمانہ مابعد میں پورا ہوا۔ اگر محض اسرائیلی نبیوں کی طویل فہرست کا ذکر نہ بھی کیا جائے۔ تو بھی حضرت مسیح علیہ السلام اور جناب محمد صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے تھے +

مجھے بچپن میں سکھایا گیا تھا۔ کہ حضرت موسیٰؑ نے خدا کے حکم سے اسرائیلیوں کو دیگر اقوام سے اسلئے علیحدہ رکھا کہ یسوع مسیح ابن مریم تک توالد وتناسل کا سلسلہ غیر مخلوط رہے لیکن کیا حضرت موسیٰ کو جن کا تدبر اپنے زمانے کے لحاظ سے عقل سے بہت بلند تھا۔ واقعی یقین تھا۔ کہ وہ نور ہدایت جو اُن کو دیا گیا تھا۔ صرف ایک ہی نسل کیلئے تھا؟ بالفاظ دیگر کیا وہ تمام دیگر اقوام کو اللہ کے رحم اور فضل سے بعید اور منقطع سمجھتے تھے۔ جیسا کہ ان کے پیرووں نے ازمنۂ مابعد میں سمجھا؟ بخلاف اس کے کیا یہ امر بھی اُن امور میں سے نہیں جن میں اس کے تنگ دل پیرووں نے حقیقت کو بھلا دیا اور اپنے ہی میلان طبع کی پیروی کی۔ میرے خیال میں حضرت موسیٰؑ جانتے تھے۔ کہ اللہ صرف ایک قوم یا صرف اس دنیا کا ہی خدا نہیں بلکہ اس کا رحم اپنی ہر ایک مخلوق پر حاوی ہے +

بہرحال اسرائیلیوں نے ازمنۂ مابعد میں یہودا کو اپنا قومی دیوتا اور اس دُنیا کا خدا ہی سمجھا۔ یہ بھی مشتبہ امر ہے۔ کہ ان کو بابل کی قید اور فلسفی طبع کلدانیوں کے میل جول سے پیشتر عاقبت کی زندگی کا کوئی واضح دینی خیال تھا یا نہیں۔ اس واقعہ سے کہ وہ کلدانیوں سے یہ کچھ سیکھے وہ معلوم کر سکتے تھے۔ کہ خدا کا فضل خاص اُنہی کی قوم تک محدود نہ تھا لیکن انہوں نے یہ سبق نہ سیکھا۔ انہوں نے کلدانیوں اور ایرانیوں کے علوم اخذ کیئے لیکن اپنے قومی مذہب کی تنگ نظری کو نہ چھوڑا۔ خدا کی بادشاہت کے متعلق ان کا خیال اسرائیلی قوم اور اسی دُنیا تک محدود رہا۔ حالانکہ اُن کے مذہبی پیشواؤں کا ایک فرقہ جو اپنے فلسفہ کے پارسی الاصل ہونے کی وجہ سے فریسی کہلاتا تھا۔ حیات مابعد الموت پر یقین رکھتا تھا جب

کبھی اسرائیل جادۂ اعتدال سے منحرف ہُوئے۔ تو ان کے نبیوں نے الٰہی بادشاہت کی علامت کے طور پر ان کے فرائض اُن کو یاد دلائے۔ لیکن (ممکن ہے میرا خیال غلط ہو) باستثنا یسعیاہ و اشعیا اسرائیلی نبیوں نے یسوع ناصری کی بعثت تک کبھی یہ خیال ظاہر نہ کیا۔ کہ خدا کا رحم تمام نوع انسانی کے لئے ہے +

یہ امر بڑا مشکل ہے کہ ایک مسلمان عیسائیوں کے ساتھ مسیح کے بارہ میں گفتگو کرے۔ اور اس سے غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ خصوصاً جبکہ وہ گفتگو علی سبیل بحث ہو۔ کیونکہ اُسے مجبُوراً اس اولوالعزم پیغمبر کے متعلق عیسائیوں کے بعض خیالات کی تردید کرنی پڑتی ہے۔ لیکن مسلمان یسوع مسیح کے بحیثیت اسکے ایک رسول خدا ہونے کے احترام و توقیر میں عیسائیوں سے ایک انچ بھر پیچھے نہیں ہیں۔ ولقد اٰتینا موسی الکتٰب وقفینا من بعدہٖ بالرسل واٰتینا عیسی ابن مریم البینٰت وایدنٰہ بروح القدس (سورۃ البقر آیت ۸۷) اور البتہ ہم نے موسیٰ کو کتاب (توریت) عنایت فرمائی۔ اور ان کے بعد پے درپے (اور) رسُول بھیجے۔ اور مریم کے بیٹے عیسےٰ کو (بھی) ہم نے آیات بینات عطا کیں۔ اور رُوح القدس سے اُسکی تائید کی +

مسیح اور انبیاء ماقبل میں ایک فرق ہے۔ اور وہ فرق یہ ہے۔ کہ رُوح القدس یعنی محبت اور کامل تابعداری کی رُوح اسکے ساتھ تھی یہودی ایک ایسے مسیح کی انتظار میں تھے۔ جو دنیاوی بادشاہ ہو جو انکو سربرآوردہ اور دولتمند بنا دے اور انکے دشمنوں کو زیروزبر کرے لیکن جب مسیح آگیا۔ تو وہ ایسا تھا جسے اس کے وطن کی موجودہ زبان میں درویش کہہ سکتے ہیں۔ اور جسے ہم زیادہ جوش والا واعظ کہیں گے۔ آپ نے جمہور سے اپیل کی۔ اور انہوں نے دلو جان سے بخوشی آپ کی بات سُنی۔ خدا کی بادشاہت کے متعلق ہماری لاعلمی کا یہ حال ہے فقیہوں اور فریسیوں کو زیادہ واقفیت تھی۔ مگر وہ ڈرتے تھے +

حضرت مسیح اپنے آپ کو اِسرائیلیوں کا قومی پیغمبر سمجھتے تھے۔ لیکن روح القدس کے فیضان سے اُن کو وہ بصارت حاصل تھی۔ کہ اُن کا پیغام کسی ایک نسل تک محدود نہیں رہ سکتا تھا۔ یہودیوں نے موسوی شریعت کی لفظی پیروی کو اپنا شیوہ بنالیا تھا۔ اور اُن کا مذہب محض اوہام پرستی ہی رہگیا تھا مسیح نے شریعت کے حقیقی معانی کی اشاعت کی۔ اور مذہب کے ظاہری ڈھانچے کو جس سے حقیقت کی رُوح پرواز کرگئی ہو لعنت قرار دیا۔ اُس نے نرمی اور عجز و بار ی کی تعلیم دی۔ اُس نے ایک سامری عورت کے ساتھ جو ملحدین میں سے تھی مساویانہ حیثیت سے گفتگو کی۔ اور صور اور صیدا کے سرحدی علاقہ کی ایک عورت کی جو کفار میں سے تھی بنی اسرائیل سے زیادہ ایماندار ہونے کی وجہ سے تعریف کی۔ اِس طرح سے اُس نے اس حقیقت کو از سرِ نو تازہ کردیا۔ کہ خدا کی بادشاہت مقامی یا قومی نہیں بلکہ ہمہ گیر ہے لیکن مسیح نے مُوسوی شریعت کو نہ تو منسُوخ کیا اور نہ ہی اُسمیں کوئی تبدیلی کی۔ اُسکی وفات کے عرصہ بعد تک یہودی نسل کے عیسائی پکے یہودی رہے۔ اُس نے حیوانات اور پرندوں کی خُونی قربانیوں کو جو یہودی مراسم کا جُزو اعظم تھیں نہ تو منسُوخ کیا۔ اور نہ اُن کی مخالفت کی۔ خدا کی بادشاہت کے بارہ میں مسیح نے جو تمثیلیں بیان کیں مثلاً خمیر اور رائی کے دانے والی تمثیلیں۔ اگر اُن میں ارضی بادشاہت کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ میں خیال کرتا ہوں۔ تو اُن میں اِسبات کی پیشگوئی ہے۔ کہ یہودیت قومیت کا جامہ اُتار کر رُوحانیت کا رنگ اختیار کرلیگی اور اُسکی حدُود اسقدر وسیع ہو جائینگی۔ کہ تمام نوع انسان اُسمیں شریک ہو جائیگی۔ جیسا کہ طلوعِ اسلام پر وقوُع میں آیا +

مسیح نے خدا کی بادشاہت قائم نہ کی۔ لیکن اُس کی دُوربین آنکھوں نے اُسکی پیشن بینی کی۔ اور اُس کے حصُول کا راستہ بنایا۔ اُسکی تعلیمات سامی مذہب کے ارتقا میں اس بادشاہت کی طرف ایک مرحلہ ہیں۔ کیونکہ اُس کے بعض الفاظ سے اُسکے یوروپین پیرووں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ کہ اُس کی موت سے غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرنے کے لئے

حیوانی قربانی کی ضرورت نہ رہی۔ ابراہیم خلیلؑ کی تعلیمات نے انسانی قربانی کا خاتمہ کر دیا اور مسیح کی تعلیم سے حیوانی قربانی بند ہو گئی۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ بہت زمانہ نہ گذرا تھا کہ عیسائیوں نے مسیح کی موت کو غضب الٰہی کی بھینٹ قرار دینا شروع کر دیا۔ اور اس طرح سے خونی قربانی کی ضروریات کا خیال اُن کے تمام مذہب میں سرایت کر گیا۔ اس کے حواریوں کو یقین تھا کہ مسیح زمین پر خدا کی بادشاہت قائم کریگا۔ لیکن جب وہ بادشاہت قائم کیئے بغیر مر گیا۔ تو ان کو سخت حیرت ہوئی۔ چونکہ اُن کو اس پر ایمان تھا۔ اور وہ اُس سے محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے خیال کیا۔ کہ اس نے جو کچھ خدائی بادشاہت کے بارہ میں اُن سے کہا تھا۔ وہ سب روحانی زندگی اور حیات مابعد الموت سے متعلق تھا۔ اس کے اس قول کی کہ "میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں"۔ عیسائیوں میں جو مانتے ہیں۔ کہ وہ بحیثیت خدا کے کلام کرتا تھا عموماً یہ تعبیر کی جاتی ہے۔ کہ خدا کی بادشاہت اتنی اس دنیا کی نہیں جس قدر کہ دوسری دنیا کی۔ لہٰذا جہاں تک اس دنیا کے معاملات اور سیاسیات کا تعلق ہے۔ اسے شیطان کے سپرد رہنے دیا جائے۔ برخلاف اس کے مسیح نے یہ دُعا سکھائی تھی کہ تیری بادشاہت آئے۔ اور تیری مرضی زمین پر بھی ہو جیسی کہ آسمان پر ہوتی ہے۔

جب مسیح کی زندگی اور تعلیمات کی تاریخ میں اضافہ کیا گیا۔ اور ان میں تغیر و تبدل کر کے، اسے وہ شکل دیدی گئی۔ جو آج عیسائیت کے نام سے موسوم ہے۔ اور جب عیسائیوں کو یقین ہو گیا۔ کہ دنیا کا اختتام اُس قدر جلد نہیں ہو گا جیسا کہ انہوں نے پہلے سمجھ رکھا تھا۔ تو پادریوں نے کوشش کی۔ کہ عیسائیوں کو ایک نظم میں منضبط کیا جائے۔ اور ایک شریعت وضع کی جائے۔ اور یہ وہ کوششیں تھیں جن میں خدا کی ارضی بادشاہت کا نصب العین مضمر تھا۔ اگر آپ مغربی یورپ کے قرون وسطےٰ کے کلیسیائی قانون کا مطالعہ کریں۔ تو آپ اسلامی شریعت اور اس قانون میں بہت سی باتوں میں حیرت انگیز مطابقت پائیں گے۔ بہت تھوڑے لوگوں کو معلوم ہے کہ کلیسیاء روما کے اقتدار کے زمانہ میں انگلستان میں عیسائیوں کیلئے سود لینا الیسا ہی ممنوع تھا جیسے اسلام میں ہمیشہ سے رہا ہے۔ اور شراکت اور معاملہ داری ہماری طرح جائز تھا اسی طرح

کئی ایک باتوں میں زبردست مشابہت تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ کلیساء روما جو عقائد میں اسلام
سے شائد بعید ترین مذہب ہے سیاسی اور تمدنی اعتبار سے پروٹسٹنٹوں (احتجاجیین)
کے مقابلۃً پاک مذہب کی نسبت اسلام سے زیادہ نزدیک ہے۔ جس کی وجہ صرف یہی
ہے کہ اول الذکر یعنی کلیساء روما نے زمین پر خدا کی بادشاہت قائم کرنے کو اپنی مساعی
کی غرض و غایت بنایا۔ اور اس قسم کی بادشاہت قائم کرنے کا صرف ایک ہی ہے یعنے
باہمی اخوت۔ لیکن خدا کی اس بادشاہت میں جو مسیحی کلیسیا کے پیش نظر تھی۔ گو وہ یہودی
بادشاہت سے زیادہ وسیع تھی۔ اور اس میں ہر ایک قوم شامل ہو سکتی تھی۔ غیر مسیحیوں کو انسانی
حقوق سے بھی محروم رکھا گیا تھا۔ اس کا مذہب محض اوہام پرستی ہو گیا تھا۔ اور اسی بنا
اس مرکزی مسئلہ پر تھی۔ کہ ایک انسان کی قربانی سے غضب الٰہی کی آگ صرف
ان لوگوں کے لئے ٹھنڈی ہوئی تھی۔ جو اس قسم کی قربانی کی ضرورت اور استجابت پر
ایمان رکھتے ہیں۔ فطری گناہ کے ہیبتناک مسئلہ نے اور اس مسئلہ نے جو اس سے
کم وحشت ناک نہیں۔ کہ جو لوگ کلیسیاء کے مقرر کردہ عقائد پر پورے طور سے ایمان نہیں
رکھتے ابدی جہنم میں رہینگے۔ اس بادشاہت کو جو اس کی حدود سے باہر تھی باعث
لعنت بنا دیا تھا۔ کلیسیا کے نزدیک کفار کی موت و حیات کچھ حقیقت نہیں رکھتی
تھی۔ پس ان کا صفحۂ ہستی سے نابود کر دینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ کسی ملحد کے جوڑ جوڑ
جدا کرنے اس پر طرح طرح کے تشدد کرنے اور اس کو زندہ جلا دینے سے کوئی دریغ
نہیں کیا جاتا تھا۔ کیونکہ خیال کیا جاتا تھا۔ کہ اس طریق سے اسکی روح پاک ہو جاتی
ہے۔ اور دوسروں کی روحیں ناپاک ہونے سے بچ جاتی ہیں۔ اپنے جیسے لکھوکھا مردوں
اور عورتوں کو ذہن میں لاؤ۔ جن کو صلیبی جنگوں اور قتل عاموں میں مسیح کے نام پر تلوار
کے گھاٹ اُتارا گیا۔ اور مجھے بتاؤ کہ کیا یہ خدا کی ارضی بادشاہت تھی۔ کیا اسے
خدا کی بادشاہت کہہ سکتے ہیں +

میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ بعض باتوں میں یہ قابل تعریف بادشاہت تھی ہم سب
کو اسکی تعریف کرنی چاہیئے۔ اسمیں متعدد اولیا اور بزرگ پیدا ہوئے مسیحی اخوت انسانی خدمت

اور ایثار کا شاندار نصب العین اس کے پیش نظر تھا۔ مفلس عیسائیوں کی امداد کیلئے اس نے عظیم الشان خیراتی کام کئے۔ لیکن افسوس کہ دنیاوی نقطۂ نظر سے اُن عقائد باطلہ نے ان سب پر پانی پھیر دیا۔ یہی مسیحی دنیا تھی جس نے اسلام کے خلاف صلیبی افواج چڑھا دی۔ صرف اس غرض سے کہ ان لوگوں کے ہاتھ سے جن کو وہ کافر-بیدین بلکہ حیرت ہے کہ بُت پرست تک کہتے تھے۔ مسیح کی نام نہاد قبر کو چھین لیں لیکن آخر کار ان لوگوں کو جنہوں نے سسلی میں ایک اسلامی معبد بھی نہیں چھوڑا تھی یہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ کہ قبر اور اس کا ملحقہ گرجا عیسائیوں ہی کے پاس ہے۔ اور ایک معتدبہ عیسائی آبادی اسلامی حکومت کے سایۂ عاطفت میں بغیر کسی تکلیف کے بڑے آرام سے زندگی بسر کر رہی ہے

اِس قسم کی مذہبی رواداری کی جو اس زمانہ میں مفقود تھی۔ اور جس نے صلیبی جنگ آزماؤں کو متحیر اور میرے خیال میں خوف زدہ کر دیا تھا۔ کیونکہ متعصب لوگ مذہبی رواداری کو بھی ایک طرح کا گناہ تصور کیا کرتے ہیں۔ اور اس سے نفرت اور خوف کیا کرتے ہیں۔ کیا وجہ تھی؟

اِس سوال کے جواب کیلئے آج سے چھ صدی پیشتر اس زمانہ پر نظر ڈالنی چاہئے جبکہ عیسائیت اِس قدر غلط ہو چکی تھی جس قدر غلط ہونا اُس کے لئے ممکن تھا۔ اور جس سے زیادہ غلطی اس سے پیشتر یا بعد اس میں کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ جبکہ اُس نے فطری گناہ کا مسئلہ اختیار کر لیا تھا۔ اور اپنے ایمان میں یہ وحشت انگیز فقرہ ایزاد کر لیا تھا۔ کہ جب تک کوئی شخص فلاں فلاں مسئلہ پر ایمان نہ لائے وہ نجات نہیں پا سکتا۔ اس نے ایسی مراسم اختیار کر لی تھیں۔ جن کی بُت پرستی سے تمیز نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعض پیرو ہمیشہ چارپایوں کی طرح ہاتھوں اور پاؤں کے بل چلتے تھے اور گھاس کھاتے تھے۔ اور بعض کئی کئی سال تک ستونوں کی چوٹیوں پر کھڑے رہتے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ اس قسم کی حرکتوں سے اپنے لئے اور دوسروں کے لئے نجات حاصل کر لیں گے۔ اور لوگ ان کو اولیاء سمجھ کر اُن کی پرستش کرتے تھے۔ چھٹی اور ساتویں صدی مسیحی میں عیسائیوں کا کثیر حصہ محض غلامی میں تھا۔ عورتوں کو قطعاً کوئی قانونی

حقوق حاصل نہیں تھے۔ اور سوائے اس حالت کے جبکہ وہ مذہبی زندگی اختیار کرے انکی
وہ زندگی میں بسر اوقات کرتی تھیں۔ پادری اُن کو فطرتاً گنہگار اور مردوں کے لئے
جہنم کا جال تصور کرتے تھے۔

+ + + + + + + + + + + + + + + + +

+ + + + + + + + + + + + + + + + +

مسلمانوں کا ایمان ہے کہ مسیح کے بعد اور حضرت محمد صلعم کی بعثت کے درمیانی
عرصہ میں خدا کی بادشاہت عیسائیوں میں تھی۔ ✻ عیسائیوں نے اس کو یہ ترقی دی
کہ اُسے ایک ایک نسل واحد کی حدود سے پرے تک وسعت دی۔ اور باستثنا کلیسا
ارضی خدا کی پرستش میں حیوانی قربانی بند کر دی۔ نیز انہوں نے مسیح کی تعلیمات کی غیر ممالک
میں اشاعت کی۔ جس سے لوگوں کے دلوں پر ضرور تہذیب آفرین اثر ہوا ہوگا۔ خواہ
ان تعلیمات میں تحریف بھی ہو گئی ہو۔ اور پادریوں کی باہمی نزاعات سے یہ اثر زائل
بھی ہوتا رہا ہو۔ مزید برآں کلیسا کی تعلیمات و اعمال میں جو تضاد و تناقض
تھا۔ اس نے شمالی افریقہ اور مغربی ایشیا کے عیسائیوں کے کثیر حصہ کو اسبات کا
کا متمنی کر دیا تھا۔ کہ سوسائٹی کے نظام میں اصلاح ہو۔ اور ان میں اس تشدد کے
خلاف جو انہیں سہنا پڑتا تھا شکایت کا احساس پیدا کر دیا تھا۔ جس نے ان کو آمادہ
کر دیا تھا۔ کہ جب خدا کی بادشاہت آئے اُسے قبول کر لیں۔ یہ تھی ترقی جسے ہمیں
اس ضمن میں یاد رکھنا چاہئیے۔ لیکن عیسائی دُنیا اغیار کو ازلی اور ابدی ملعون اور خدا
کی رحمت سے دُور سمجھتی تھی +

اسی وقت ایک نبی ملک عرب میں جو دُنیا میں سب سے اخیر ملک ہے مبعوث ہوا۔ اور
عامتہ الناس اس سے نور وہدایت پانے کے متمنی ہوئے۔ میرے پاس وقت نہیں۔ کاش
ہوتا۔ کہ میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی وہ حالات زندگی جو بجائے
خود ایک معجزہ تھے۔ آپ کے سامنے بیان کرتا۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
کے متعلق بہت سے معجزے بیان کئے گئے ہیں لیکن مسلمانوں نے کسی زمانہ میں بھی اُنکی
طبعی زندگی کے نہایت ہی شاندار معجزوں اور کارہائے نمایاں کے مقابلہ میں ان معجزات

✻ جیسا کہ یہی بادشاہت حضرت موسٰے کے بعد اور حضرت عیسیٰ کی بعثت کے درمیانی عرصہ میں یہودیوں میں تھی

کو چنداں اہمیت نہیں دی۔ تاہم ایک معجزہ ایسا ہے جس کا ذکر کرنا جب کبھی بھی آنحضرتؐ کا اسم مبارک زبان پر لایا جائے نہایت ہی ضروری ہے اور یہ معجزہ قرآن ہے۔ وہ فصاحت اور حسن بیان اور وہ گرمئی کلام جس کا حظ اس کتاب کو عربی میں تلاوت کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اس کا شمہ بھر بھی کسی ترجمے میں حاصل نہیں ہو سکتا لیکن کوئی ترجمہ بھی اِس حقیقت نفس الامری کو نہیں چھپا سکتا۔ کہ اسمیں تمام نوع انسان کیلئے ہدایت اور نور ہے۔ ہمارے رسول کریمؐ ہمیشہ اس کتاب کو ایک معجزے کے طور پر پیش کیا کرتے تھے۔ اور واقعی یہ معجزہ ہی ہے۔ کیونکہ اگرچہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باعتبار انسان ہونے کے نہایت ہی مہذب اور متمدن تھے۔ لیکن اُمی تھے۔ اور یہ بحر فصاحت جو خالص دانش اپنے اندر رکھتا ہے۔ اکثر آنحضرتؐ پر حالت وجدانی میں نازل ہوا۔

اِس کتاب کے تقریباً آغاز میں آپ کو یہ الفاظ ملیں گے۔ اِنّ الذین امنوا والذین ھادوا والنصریٰ والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحًا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سُورہ بقرہ ۶۲ آیت) ترجمہ۔ بے شک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی اور ان میں جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے تو ان کو (اُنکے کئے) کا اجر اُن کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور ان پر نہ (کسی قسم کا) خوف طاری ہوگا۔ اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہونگے ٭

پھر ایک اَور جگہ فرمایا۔ وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودًا او نصریٰ۔ تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہٗ اجرہٗ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سُورہ بقرہ آیت ۱۱۱ و ۱۱۲) اور (یہود) کہتے ہیں۔ کہ یہود (کے سوا) اور نصاریٰ (کہتے ہیں کہ نصاریٰ) کے سوا جنت میں کوئی نہیں جانے پائیگا یہ ان کے (اپنے) خیالی پلاؤ ہیں (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو۔ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ بلکہ واقعی بات تو یہ ہے کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور

بچو کار بھی ہے تو اس کیلئے اُس کا اجر اس کے پروردگار کے ہاں (موجود) ہے۔ اور (آخرت میں) ایسے لوگوں پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا۔ اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہونگے +

پھر ایک اَور جگہ فرمایا۔ وقالت الیھود لیست النصری علی شئ و قالت النصاری لیست الیھود علی شئ وھم یتلون الکتٰب ۔ کذالک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم فاللہ یحکم بینھم یوم القیمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون (البقرہ آیت ۱۱۳) ترجمہ۔ اور یہود کہتے ہیں نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں۔ اور نصاریٰ کہتے ہیں یہود کا مذہب کچھ نہیں۔ حالانکہ وہ (دونوں فریق) کتاب (الٰہی) کے پڑھنے والے ہیں۔ اِس طرح ان ہی کی سی باتیں وہ (مشرکین عرب) بھی کہا کرتے ہیں۔ جو خدا کے حکم احکام کچھ بھی نہیں جانتے۔ تو بس جس بات میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں قیامت کے دن اللہ اُن میں اس کا فیصلہ کر دیگا +

ان کے علاوہ اس مضمون پر اور بہت سی آیات ہیں۔ تلاوت کردہ آیات تو صرف وہ ہیں جو قرآن شریف کے ابتدائی حصّہ میں ہیں +

معقولات کی اصلاح میں اگر اس مفہوم کو ادا کیا جائے۔ تو اس کا لُب لباب یہ ہوگا۔ کہ جو شخص عزم راسخ کے ساتھ اعمال صالح کا عامل ہو۔ وہ اُن کا اجر ضرور پالیگا۔ اور اُن پر نہ تو کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ حُزن و ملال۔ یہ ہے خدا کی بادشاہت کی حقیقی بنیاد جس کا نظارہ جناب موسیٰ نے جزوی طور پر اور جناب مسیح نے رُوح القدس کے توسّط سے تمام و کمال دیکھا۔ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم نے اِس بادشاہت کی تعمیر کی۔ اگر آپ کو ہمیش شبہ ہے۔ تو اس تعمیر کی تاریخ اُٹھا کر دیکھئے۔ جو آنحضرت کے توسّل سے ظہور پذیر ہوا۔ اور اس کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ جو اس بادشاہت کا قانون اساسی اور عہد نامہ ہے +

ہمارے بزرگ اشرف رسُول مقبولؐ یوم ولادت سے ہی غریب تھے۔ کیونکہ یتیم تھے۔ حیات ارضی کے دوران میں انسانی زندگی کے تمام تغیرات اور تمام مختلف حالتیں آپ پر گذریں۔ یعنی افلاس و ثروت مظلومیت و ہر دلعزیزی شکست و فتح۔ شدیدترین بیکسی اور

سطوت و جبروت جتنے کہ سب طرح کی حالتیں دیکھیں۔ اور ہر حالت میں مثال قائم کر دی کہ انسان کو کیا ہونا چاہیئے۔ زندگی کے آخری دس سال میں آپ نے تمام ملک عرب سے بت پرستی کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ کر نیست و نابود کر دیا۔ اور اُس کے ساتھ ہر ایک قسم کی توہم پرستی مثل پیشہ ملّا گری مسئلہ توسل و توسط۔ مذہبی رسومات اور ہر ایک قسم کی خونی قربانی کا جو گناہ کی آلائش دھونے کیلئے کیجاتی تھی قلع قمع کر دیا۔ رُوحانی زندگی کا سرچشمہ بلا مزاحمتے احدے ہر ایک کیلئے کھولدیا گیا۔ اس کے اور انسان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہی۔ خدا یہودیوں کے قومی خدا کی طرح غضبناک اور حاسد خدا نہ رہا۔ برخلاف اُن کے ایسے خدا کی تعلیم دیگئی جو اِس دُنیا میں جبکی حکومت اِنسان کے سپرد کر دیگئی ہے۔ اسکی ہدایت کے لئے صاف اور واضح قانون دیتا ہے۔ آنحضرت نے فرقۂ اناث کو قعرِ ذلّت سے اُٹھا کر ذی عزّت اور محفوظ مرتبہ پر پہنچا دیا۔ انکو از روئے شریعت مردوں کے مساوی حقوق دیئے۔ قبائل کی باہمی خونریزی اور انتقام کا خاتمہ کر دیا۔ میخواری اور قمار بازی کا جس نے عربوں کو خواری و ذلّت کے گڑھے میں گرا رکھا تھا قطعی استیصال کر دیا۔ اور تاریخ عالم میں پہلی دفعہ ہمہ گیر اخوت کو شریعت کا ایک اصُول قرار دیکر اُسے واقعیّت کا جامہ پہنا دیا۔ آنحضرت تمام مُلک عرب کے شہنشاہ ہو گئے۔ لیکن استبدادیت سے ہمیشہ گریز کیا۔ خدا کے سوا اور کوئی بادشاہ تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ شریعت الٰہیہ مُلکی قانون تھی اور انسانوں کو اپنی ضمیر پولیس کا کام دیتی تھی۔ کہیں بدامنی کا نام و نشان نہ تھا۔ اس لاتعداد اور روز افزوں انبوہ کثیر کی روش ایسی تھی۔ گویا اخوت ان کے رگ و ریشہ میں سائر و دائر تھی۔ رنگ و قومیّت کی بندشیں نہ تھیں اور نہ ہیں۔ سیاہ و سفید۔ گورے اور زرد لوگ اس بادشاہت میں سب ہی بھائی بھائی ہیں۔ تاریخ اسلام میں بعض نہایت ہی بلند پایہ بزرگ اور مُدبّر فرمانروا ایسے بھی ہُوئے ہیں۔ جو سیاہ فامی میں شب تار کے ہمپایہ تھے۔ جسے ہم قومیّت کہتے ہیں۔ اس کا شیرازہ توڑ دیا گیا۔ اور جسے ہم حُبّ الوطنی سمجھتے ہیں۔ یعنی یہ خیال کہ اپنے مُلک کی حمایت کرنی چاہیئے۔ خواہ وہ راستی پر ہو یا غلطی پر۔ اسے مجرمانہ جذبہ قرار دیا گیا۔ تمام فرمانروایانِ عالم میں سے صرف رسُول اللہ ہی ایک ایسا اِنسان ہے جس نے عین جنگ میں رحم اور عفو کو دستور العمل بنائے رکھا۔ جس سے نہایت ہی تعجب خیز نتائج مُترتب ہُوئے جاو

مسیحیت ناکارہ ثابت ہوئی وہاں اسلام کامیاب رہا لیکن مسیحیت اپنی ناکامی کو تسلیم نہیں کرتی۔ برخلاف اس کے اُلٹے شاندار کامیابی کا دعویٰ ہے۔ رُوئے زمین پر اسی کا غلبہ ہے اور دُنیائے اسلام کو آئے دن تحدیاں کرتی ہے۔ کیا کبھی کسی مسلمان نے بھی کوئی زہریلی گیس ایجاد کی۔ یا ڈریڈ ناٹ بنائے۔ اور کیا کسی مسلمان کے دل میں اسّی میل سے زیادہ مار کرنے توپ کا کبھی خیال بھی گزرا۔ ناکامی اور کامیابی کے الفاظ سے غلط فہمی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ لیکن قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے۔ کہ خدا کی بادشاہت میں کامیابی کسے کہتے ہیں۔ قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا جس نے اپنی رُوح کو (شرک اور اخلاق بد کی گندگی سے پاک کیا۔ وہ ضرور (اپنی) مُراد کو پہنچا۔ اور جس نے اسکو دبا دیا (وہ) ضرور گھاٹے میں رہا کامیابی کے یہ معنے نہیں کہ چند افراد عوام کا حق چھین کر وسیع جائدادیں بنالیں۔ اور کروڑپتی بن جائیں اور نہ ہی اس سے مُراد ان مقاصد کا حصُول ہے جو نام نہاد مسیحی تہذیب کے پیش نظر ہیں لیکن اگر تم کرۂ ارض پر کسی ایسے مُلک کی تلاش میں ہو۔ جہاں غریب اور امیر دستور اور قانون کی تمام و کمال بجا آوری کرتے ہُوئے اپنی روزانہ زندگی میں حقیقی اور اصلی طور پر خدا کی خدمت کر سکتے ہیں جنہیں ارتقائے ذاتی کا موقعہ حاصل ہے۔ اور جو اپنے ہمسائیوں پر مسابقت کی بجائے انکی امداد میں کوشاں رہتے ہیں۔ تو جس چیز کے تم متلاشی ہو وہ تمہیں مسیحی دُنیا میں نہیں بلکہ کسی اسلامی ملک میں ملیگی مسلمانانِ عالم پر اگرچہ ادبار کی گھٹا چھائی ہُوئی ہے لیکن پھر بھی سلک اخوت میں منسلک ہیں۔ خدا کی بادشاہت کا مہتم بالشان نصب العین بھی اہل اسلام میں زندہ ہے۔ محاربات و سیاسیات خارجیہ اور خدا کی بادشاہت کا تمام نظام حکومت جن قوانین کے ماتحت چلتا ہے۔ اسلام میں وہ قوانین ایسے ہی واضح و صریح ہیں۔ جیسے وہ قانون جن کو انسان کی انفرادی زندگی سے تعلق ہوتا ہے۔ واضح اور صاف ہے عیسائی مُدبرین کے نزدیک یہ ایک اصُول مُتعارفہ ہوگیا ہے کہ سیاسیات میں اخلاق کو کوئی دخل نہیں۔ لیکن الہامی حقائق ہمیں اس سے بہتر تعلیم دیتے ہیں۔ ہم یقینی طور پر جانتے ہیں۔ کہ جو قومیں جادۂ اخلاق سے انحراف کرتی ہیں۔ وہ ضرور بعینہٖ افراد کی طرح اس کا خمیازہ بھگتتی ہیں۔ + + + + + + +

+ + + + + + + + + + + + + + + + +

+ + + - آج ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا کی سربرآوردہ اقوام خدا کے واضع قوانین یعنی قوانین فطرت سے جو آج سے تیرہ صدی پیشتر بذریعہ الہام دُنیا کو سکھائے گئے تھے نابلد ہونیکی وجہ سے ایک مہیب اور تباہی خیز جنگ میں مصروف ہیں +

خدا کی ارضی بادشاہت کے قوانین میں سے یہ بھی ایک قانون ہے - کہ سیاسیات اخلاقی ضروریات کے تابع ہونی چاہئیں +

آج عیسائی ممالک میں کسی شخص کیلئے جو دُنیاوی امُور میں منہمک رہتا ہے - یا جسے اپنے اہل وعیال کیلئے روزی پیدا کرنی ہو - مسلم زندگی بسر کرنا یعنی ان سیدھے سادے قوانین کی باقاعدہ پابندی کرنا جن کو عیسائی اور مسلمان یکساں طور پر خدا کے قوانین خیال کرتے ہیں - تقریباً ناممکن ہے - آج سے تیرہ سو سال پیشتر یہ ثابت کر دیا گیا تھا - کہ ایک ایسی سلطنت قائم کرنا اور وہ بھی ایک زبردست سلطنت جس میں ہر ایک مرد اور عورت ویسی زندگی بسر کر سکے ممکنات سے ہے - رُوئے زمین پر جس قدر سلطنتیں گزر چکی ہیں - ان میں سے کسی سے بھی وہ سلطنت علوم وفنون - ادب وتجارت میں پیچھے نہیں تھی - اور باعتبار رعایا کی خوشحالی کے وہ سلطنت دُنیا بھر کی سلطنتوں سے فائق تھی - کیونکہ اس سلطنت کے افراد ایک رشتۂ اخوت میں منسلک تھے +

آہ - وہ لوگ تو گزر چکے ہم سے یہ سوال نہیں کیا جائیگا - کہ انہوں نے کیا کچھ کیا - بلکہ ہم سے پُوچھا جائیگا - کہ ہم [illegible] خدا کی بادشاہت کا بلند پایہ نصب العین رکھتے ہیں - اپنی ارضی زندگی میں کیا کچھ کیا - صدیوں سے وہ لوگ جو حقیقت نفس الامری سے ناآشنا ہیں - اور وہ قومیں جو ہمیں ابدی جہنمی تصور کرتی ہیں - کیونکہ ہم تجسد وتثلیث پر ایمان نہیں رکھتے - ہمارے نظام حکومت پر حملے کرتی اور بُرا بھلا کہتی رہی ہیں - وہی عیسائی رعایا جس کے عقائد اور قومیت ہماری حکومت کے زیر سایہ مامون ومصئون تھے - اور جو ہماری مذہبی رواداری کا ثبوت تھی - آج اسی کو ہمارے خلاف کھڑا کر دیا گیا ہے - اور بطور ثبوت پیش کیجاتی ہے - کہ ہم آبادی کے خارجی عناصر کو اپنے

یں ہضم کرنے کے ناقابل تھے۔ مسیحی یورپ از منۂ ماضیہ میں آبادی کے ایسے عناصر کو قتل و غارت، بزور تبدیلِ مذہب اور آتش سوزی کی مدد سے اپنے میں شامل کر چکا ہے۔ ہم نے اُن کو مذہبی آزادی اور حکومت اور خودمختاری دی۔ نہیں اس بے انصافی پر زور دینا نہیں چاہتا۔ بلکہ میں اپنی خطاؤں اور قصوروں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جن سے یہ بے انصافی ممکن ہو گئی۔ ہم حد سے زیادہ اپنے آپ میں محدود خودپسند اور قناعت کے خوگر ہو گئے تھے۔ ہم نے اسے اسلامی حکومت کے مرادف سمجھ لیا تھا۔ اور اپنے آپ کو تمام ضروری دانش و حکمت کے مالک تصور کرنے لگے تھے +

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اطلب العلم ولو کان بالصّین لیکن ہم نے ان عام معنوں میں تحصیل علم کی کوشش نہ کی۔ ہم اطمینان سے اپنے روزمرہ کاروبار اور نماز روزہ میں مشغول رہے۔ اور چونکہ سکونِ قلب حاصل تھا ہم نے سمجھا کہ مزید تشویش کی ضرورت نہیں۔ اِس اثنا میں دیگر اقوام نے وہ باتیں سیکھ لیں جو ہمارے لئے سیکھنا ضروری تھیں۔ اُنہوں نے اِن صفات اور قویٰ میں ترقی کر لی جنمیں ہمیں کسی حد تک اُن کے دوش بدوش چلنا چاہئے تھا۔ ہم تن آسانی میں پڑ گئے ہم دعائیں بھی کرتے رہے۔ اور یہ بادشاہت تباہ اور برباد ہو گئی ؎

گفت پیغمبر بہ آوازِ بلند برتوکّل زانوئے اُشتر بہ بند

وہ مُطلق العنانیاں جو اسلامی ممالک میں پیدا ہو گئیں۔ قطعاً خلافِ اسلام تھیں وہ ہمارے لئے باعثِ شرم تھیں اُن لوگوں کا کہ فرض تھا۔ کہ خدا کی بادشاہت کے آئین کے تحفظ میں اپنی جانیں بھی نثار کر دیں۔ ہم نے حکومت کی باگ نااہلوں کے ہاتھ میں دیدی ہم نے نظامِ حکومت اور عدالتوں کے جادۂ اعتدال سے انحراف کر دیا۔ ہم نے ہر ایک شخص کو جو اسلامی برادری سے باہر تھا۔ کافر کہا۔ اور کافر کے اصلی معنے کو بھلا دیا +

مذہبی اصطلاح میں کافر سے وہ شخص مراد ہوا کرتا ہے جو حقیقت سے انکار کرنے میں عملی مخالفت سے کام لے۔ کیا پیغمبر صلعم کے غیر مسلم حلیفوں یا اُن لوگوں کو کافر کہیں گے جنہوں نے آغازِ اسلام میں برضا و رغبت اسلام کی باجگذاری اختیار کی تھی۔

خواہ اُن کا مذہب کچھ بھی ہو ؟ کیا وہ ممالک بعیدہ کے مطلق العنان فرمانروا تھے جنہوں نے رسُول اللہ صلعم کے سفرا کی اُن کے مراتب کے مطابق عزت و توقیر کی۔ اور رسُول اللہ کے پیغام کو عزت و احترام سے پڑھا ؟ ہرگز نہیں۔ یہ کتاب (قرآن شریف) میری تائید کرتی ہے۔

حقیقی اسلامی اصطلاح میں کافر اور ذمی حلیف کے درمیان یہ فرق ہے :-

کافر خدا کی بادشاہت کے اُس نصب العین کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے۔ جس کی بنیاد اُس حقیقت اسلامی پر ہے۔ کہ تمام وہ لوگ جو عزم راسخ کے ساتھ نیکی کرتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال صالحہ کا اجر ضرور پالیں گے۔ برخلاف اس کے وہ دعویٰ کرتا ہے کہ نجات رسُوم باطلہ یا عقائد منجمدہ سے وابستہ ہے۔ ایسے لوگ چونکہ بزور مخالفت کرتے ہیں۔ پس اُن سے ہرگز مصالحت نہیں ہو سکتی۔ یہ لوگ ہٹ دھرمی اور تعصب سے حق کی مخالفت کرنے والے کفار ہیں۔

زمانہ ماضیہ میں مسیحی دُنیا کا قریباً ہر ایک فرد اسی قسم کا رہا ہے۔ غیر مسیحیوں کو انسانی حقوق سے بھی محرُوم گردانا جاتا تھا۔ ان کا قتل اور ان کا مال و منال اُن سے چھین لینا کوئی جُرم نہ تھا۔ اور سب سے بڑا نقصان جو نمازیان صلیب نے اپنے متعصبانہ حملوں سے اسلام کو پہنچایا ہے۔ یہ ہے۔ کہ انھوں نے اپنے وطیرے سے جاہل مسلمانوں کو جنہوں نے اپنے ہم قوموں کو آئے دن مسیح کے نام پر قتل و غارت ہوتے دیکھا۔ اس بات پر مجبور کر دیا۔ کہ وہ بھی جب موقع ملے حد انتقام سے بڑھ کر بدلہ لیں۔ انہوں نے ہم میں سے بھی بعض کو اپنے جیسا ظالم بنا دیا ہے۔ تعصب و ناانصافی سے تعصب اور ناانصافی ہی پیدا ہوگی۔ اس سے بہتری کی امید رکھنا خیال خام ہے +

لیکن اب اُمید کی جھلک آ رہی ہے۔ آج مسیحی دُنیا میں اور خصوصاً انگلستان میں ذکور و اناث کا ایک کثیر الافراد گروہ ہے۔ جو اس عالم آشوب مصیبت سے متاثر ہو کر محسوس کرتا ہے کہ یورپ کے مذہب اور تفکر و تصور میں کوئی نہ کوئی سقم اور خامی ضرور رہی ہے۔ اس لئے وہ ہی اب عالمگیر اخوت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اخوت عالمگیری تو اسلام میں ہے۔ ہزاروں کی زبانوں پر اتحاد بین الاقوامی کی بحث ہے جس سے جنگوں کا انسداد کیا جا سکے۔ ہم اہل اسلام اتحاد بین الاقوامی کے سلسلے میں منسلک ہیں (مترجم) اگر دا اس گروہ میں تمام قومیں شامل ہوں اور اتحاد بین الاقوامی بن ... [illegible]

کے اندر صدیوں عنکبوت کے جھوٹ کو سلائے رکھا۔ لاکھوں کی اب آنکھیں کھل گئی ہیں کہ وہ تہذیب جس کی بنیاد خود خواہی اور غربا و مساکین سے بیدردانہ برتاؤ پر ہو ٹھیک نہیں ہزاروں نے جان لیا ہے کہ مسلح یورپ کا غیر مسلح اور تخیل پسند اقوام کے گلے میں غلامی کا جوا ڈال دینا اور اُن سے بیدردانہ اخذ و سلب کرنا انصاف سے بعید ہے۔ یہ سب کچھ قرآن میں ہے سینکڑوں عقل و تدبر کے پتلے اب خیال کرنے لگے ہیں۔ کہ لایعنی اور ظلمت آفرین عقائد منجمد سے توبہ کرنی چاہئیے اور ہر ایک مذہب کی خوبیوں کو تسلیم کرنا چاہئیے۔ اور یہ وہی بات ہے جو پیغمبر اسلام نے ہمیں آج سے تیرہ صدی پیشتر سکھائی تھی۔ سینکڑوں اب تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کہ حضرت محمد صلعم خدا کا رسُول تھا سب سے بڑھ کر۔ جیسا کہ میں نے دکھایا ہے۔ عقیدہ کے علاوہ اعمال کی تعلیم اصل الاصُول ہے۔ ہر ایک عیسائی مُلک کے قانون میں تعلیمات اسلام مرکوز رہی ہیں گو اسے دینی کی بجائے دُنیاوی قانون کہا جاتا ہے +

تمام دیگر صحیفے ضروریات زمانہ کے مطابق نہ رہے ہوں لیکن یہ قرآن کریم باقی ہے اور جو خدا کی بادشاہت کے متلاشی ہیں۔ اُنہیں مجبوراً اسی کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہوگا +

یہ نئے روشن دماغ عیسائی حق کے مخالف نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ ہم مل سکتے ہیں اور انہیں ضرور اپنا حلیف بنا لینا چاہئیے۔ انشاءاللہ وہ وقت عنقریب آنیوالا ہے جبکہ یورپ بھی نوع انسان کے سیاہ۔ بھورے۔ اور زرد رنگ حصّہ کو اگر وہ اس حقیقت پر عامل ہونگے برادرانہ درجہ دیگا۔ قومیت اور لایعنی عقائد کی صنم پرستی کو چھوڑ دیگا۔ اور اسلامی نقطۂ نظر کو اپنا نقطۂ نظر بنا لیگا لیکن ضرورت ہے ایک مذہبی شریعت یعنی تہذیب نفس کے قواعد کی۔ ایک ایسی شریعت کے تسلیم کرنے کی ضرورت ہے۔ جو قوموں کے وضع کردہ قانون سے اشرف اور برتر ہو۔ جیسا کہ بادشاہوں کا قانون ہُوا کرتا ہے۔ اور روز حساب یعنی جزا و سزا کے دن کا بھی کچھ مفہوم ہونا چاہئیے۔ وہ شریعت۔ تہذیب نفس کا وہ قاعدہ اور مفہوم ہمارے پاس ہے۔ اِس کتاب میں جو خدا کی بادشاہت کی سند اور دستورالعمل ہے۔

تقریر شروع کرتے وقت میرا ارادہ تھا۔ کہ آپ کے سامنے اسلام کی ایک مختصر سی تصویر

پیش کرنیکی کوشش کروں لیکن اب جبکہ میں اس مقام تک پہنچ گیا ہوں جہاں مجھے اپنی تقریر
ختم کر دینی چاہئیے میں دیکھتا ہوں۔ کہ اگر میں نے اسلام کا کوئی نقشہ پیش کیا ہی ہے تو وہ
بڑا ہی ناکافی اور غیر مکمل ہے میں نے اس بادشاہت یعنی اہل ایمان کے چمن سے پہلو تہی
عبارت ہے۔ روحانی پہلو کا ذکر تک نہیں کیا۔ ایک انگریز کیلئے خصوصاً اس جماعت کے
انگریز کیلئے جسے غیر منصفانہ طور پر "جینگو" یعنے جاہ پسند کہا جاتا ہے۔ ان چیزوں کے متعلق
ذکر کرنا ہمیشہ دشوار معلوم ہوتا ہے جن کو وہ نہایت ہی مقدس سمجھتا ہو۔ اور اس جگہ
کھڑے ہو کر اُن کا ذکر کرنا میرے لئے اور بھی دشوار معلوم ہوتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ہمارے
محترم امام (خواجہ کمال الدین صاحب) نے جو مجھ سے بہت زیادہ فصیح اور متقی ہیں۔ پہلے
ہی بوجہ احسن وکما حقہٗ ان کا ذکر کر دیا ہے۔ میں صرف ایک مسئلہ پر آپ کی توجہ مبذول کرنے
کی جرأت کروں گا۔ آپ نے نوٹس کیا ہوگا۔ کہ میں نے دوران تقریر میں متعدد بار اس
قربانی یا بھینٹ کا جو گناہ کی پاداش یا بدلے میں کیجاتی ہے۔ اور ان مختلف
اشکال کا ذکر کیا ہے۔ جو اس قربانی نے نوع انسان کے ارتقاء مذہبی کی مختلف منازل
میں اختیار کی ہیں۔ انسانی قربانی اور نرے ضرر حیوانات کی قربانی کے خیال سے
ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ارتقاء انسانی کی اس منزل پر ایسا ہونا
بالکل جائز ہے لیکن ہم یہ خیال کرنے میں غلطی پر ہونگے۔ کہ جو لوگ خونی قربانی کرتے تھے
یا کرتے ہیں۔ وہ محض بہائمی یا سفاکانہ محرکات سے ایسا کرتے ہیں۔ حاضرین مجلس! وہ
لوگ بھی جو اپنے ہمجنس انسانوں کا گوشت کھا جاتے ہیں اپنے خیال میں اعلےٰ اغراض کو ہی
مدِنظر رکھتے ہیں یقینی طور پر کہا جاتا ہے۔ کہ وہ بھی ایک بزدل یا غیر مطبوع شخص کا یا
اس شخص کا جسے وہ گنہگار تصور کرتے ہیں۔ گوشت نہیں کھاتے۔ اُن کا عقیدہ ہے کہ
کسی انسانی ہستی کا گوشت اپنا جزوِ بدن کرنے سے وہ اس شخص کی صفات بھی اخذ کر لیتے
ہیں۔ پس ان کا کسی شخص کو کھا لینا (اگر اس شخص کو اس خیال سے کوئی تشفی ہو سکتی ہے) نہایت
اعلےٰ تعریف کے مرادف ہے۔ جو وہ اس شخص کی کر سکتے ہیں۔ انسانی قربانی اصالتہً یا وسیلۃً
بذریعہ حیوان مذہب کا لب لباب ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ اولاً اصلی خیال یہ تھا۔ کہ ذاتی

قربان کی جائے۔ اور وہ مرد یا عورت جسے احساس ہوتا تھا۔ کہ میں نے خدا کو اپنے اعمال سے ناراض کر دیا ہے۔ گناہ کی آلائش کو دھونے اور خدا کی رضا جوئی کیلئے خودکشی کرے۔ ہمارے خیال میں یہ اور بھی بُرا ہے۔ کہ کسی دوسرے کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن قابل معافی طریق پر مذہبی نقطۂ خیال سے ذاتی قربانی کی بجائے دوسرے کی قربانی اختیار کر لی گئی ہے گنہگار جسے اپنے گناہ کا احساس ہوتا تھا اپنے آپ کو قربانی کے ناقابل سمجھتا تھا۔ وہ اپنے متعلقین میں سے نہایت ہی پاک اور معصوم کی قربانی کرتا تھا بھینٹ چڑھنے والا شخص ہمیشہ رضامندی سے بھینٹ کا شکار ہوتا تھا۔ کیونکہ یہ قربانی بہت ہی موقر و محترم تھی۔ اسکی توقیر و احترام مسلّم تھا۔ اس کے بعد ہم اس دور میں پہنچتے ہیں۔ جبکہ اس کا تخیل اور اس کے ذہنی اور روحانی قویٰ اس درجہ ترقی کر گئے تھے جہاں محض ذہنی طور پر قربانی کرنا مناسب سمجھا گیا۔ اصلی قربانی کی بجائے استعارۃً ایک قربانی اختیار کر لی گئی یعنی انسانی قربانی کی جگہ حیوانی قربانی نے لے لی۔ انسان ابھی اس حالت طفلی سے آگے نہیں بڑھا تھا جسمیں وہ اصلی خون دیکھنا چاہتا تھا۔ کسی جانور کا خون اس کے خیال میں اس کے اپنے خون کی نیابت کرتا ہے۔ اس کے بعد ہم اس دور میں پہنچے جسمیں متشرع مسیحیت کی مانند قربانی کرنے والے کو اصلی خون دیکھنے کی ضرورت نہیں رہی اس میں روٹی اور شراب یا دوسرے مذاہب میں کچھ اور انسانی گوشت اور خون کی جگہ استعمال ہوتی ہے لیکن پھر بھی یہ قربانی شرکاءِ قربانی کی طرف سے اگر وہ واقعی عبادت میں مشغول ہوں "اپنی اپنی رُوحوں اور اپنے جسموں" کی قربانی تصور کی جاتی ہے جیسا کہ کلیسیاءِ انگلستان کی کتاب نماز میں عمدگی سے بیان کیا گیا ہے سوائے اس کے خدا نہ تو انسان سے کوئی قربانی طلب کرتا ہے۔ اور نہ ہی نعوذ باللہ اس کو اسکی ضرورت ہوتی ہے لیکن جب تک یہ قربانی نہ کی جائے۔ انسان کی رُوح اس تیراک کی مانند ہے۔ جو چڑھاؤ کی طرف جانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ لیکن اس سے کچھ بن نہیں پڑتا۔

اب ہم الاسلام کی طرف آتے ہیں۔ جو ایک کامل و اکمل قربانی ہے۔ ہمارے متقدمین کا خیال تھا۔ کہ خدا ایک موت چاہتا ہے۔ یہ قطعاً غلط ہے۔ خدا کو ایک زندگی کی ضرورت ہے

اگر ہم اس کے قوانین پر عمل پیرا ہوں ۔ تو وہ ہمیں ایک زندگی عطا کرتا ہے ۔ لیکن تاہم یہ خیال نہ کرنا کہ ہمارے پیشرو بالکل غلطی پر تھے ۔ انہوں نے غلطی صرف اس قدر کی کہ استعارات کو حقیقت سمجھ بیٹھے ۔ خدا کے قوانین کی متابعت کیلئے ایک استعاری موت کی ضرورت ہے ۔ رسول اللہ ؐ فرماتے ہیں ۔ موتوا قبل ان تموتوا (ترجمہ ۔ مر جاؤ پیشتر اس کے کہ تمہیں موت آئے) یہ ہے الاسلام ۔

برادران ۔ اگر ہم واقعی مسلم ہیں تو ہر وقت جبکہ ہم نماز ادا کرتے ہیں ہم پر یہی حالت طاری ہو جاتی ہے جب ہم اپنا سر جھکاتے ہیں ۔ تو گویا ہم عہد کرتے ہیں ۔ کہ ہم اس دنیا میں اپنے رب کی اطاعت کریں گے اور جب ہم سجدے میں جبین نیاز زمین پر رگڑتے ہیں ۔ تو گویا ہم مرجاتے ہیں ۔ کیا وہ شخص اس حالت میں جبکہ وہ اس جہان اور ایک دوسرے جہان کے اَن دیکھے بادشاہ کے آگے سربسجود پڑا ہو ۔ اپنے اعزا و اقارب اپنا حسب و نسب ۔ اپنی شان و شوکت یا اپنی عزت و توقیر کو کوئی وقعت بھی دے سکتا ہے وہ اس وقت اپنی تمام جاہ و ثروت کے خیال سے بیگانہ ہوتا ہے ۔ جہانتک دنیاوی رشتوں کا تعلق ہے ۔ وہ حالت نزع کی طرح تنہا اور برہنہ ہوتا ہے ۔ ایسا تنہا جیسا کہ ہر ایک مرد اور عورت کی روح شیر خوارگی سے تا لب گور تنہا ہوتی ہے ۔ جس متنفس نے یہ قربانی کی ہے ۔ خواہ کیسا ہی اکیلا ہو ۔ وہ پھر کبھی تنہائی محسوس نہیں کریگا ۔ وہ ذاتی ہوا و حرص رعونت و خودپسندی سے پاک ہو کر اٹھتا ہے ۔ وہ ہر دوسری انسانی روح سے مشابہ ہو جاتا ہے اور ہمیں خدا کی موسس برادری ہمہ گیر بادشاہت کا فرد بننے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے ۔ وہ اپنی زندگی خدا کی راہ میں قربان کر دیتا ہے ۔ لیکن اس کا رشتہ حیات منقطع نہیں ہو جاتا ۔ اسلام میں کفارہ نہیں ہے ۔ اسلام میں کوئی ایسا جادو کا ٹوٹکا نہیں ۔ جس سے نجات حاصل ہو سکے ۔ ہر ایک مسلمان قیامت کے دن تک اپنے تمام افعال و اعمال کا پورا پورا خود ذمہ دار ہے ۔ ذمہ داری سے زیادہ شرافت و نجابت آفرین اور کوئی چیز نہیں ۔ اور ذمہ داری کا فقدان سب سے زیادہ رذالت آفرین ہے ۔ جس شخص نے یہ قربانی کی ۔ اسکی زندگی خدا کی ہو جاتی ہے ۔ اور اللہ تعالےٰ نے ہمیں اپنی کتاب میں بتایا ہے ۔ کہ یہ زندگی کس طریق پر بسر ہونی چاہیئے ہمیں تارک الدنیا ہو کر نشاط انگیز

[illegible] اختیار کرنے چاہئیں۔ ہمارا یہ فرض نہیں کہ آخرت میں جاہ و جلال کے حصول کیلئے خود غرضانہ اور حریصانہ جدوجہد سے کام لیں۔ خدا کی بادشاہت یہاں بھی ہے اور وہاں بھی پس جب تک ہم اس دُنیا میں ہیں۔ ہماری مساعی کی جولانگاہ یہیں ہے اس بادشاہت میں کئی ایک فرائض کی ادائیگی ہمارے ذمہ ہے۔ اور اس بادشاہت میں خدا کی خدمت اپنے ہمجنس انسانوں کی خدمت ہے۔ یہ انسانی قربانی کی اعلےٰ ترین اور میرے خیال میں آخری شکل ہے۔ آخرت میں جو رُتبہ ہم کو ملنا ہے۔ وہ ہم خدا کے سپرد کرتے ہیں۔ اس کے متعلق نہ ہمیں کوئی فکر ہے۔ اور نہ ہم بحث یا تکرار کرتے ہیں۔ یہ ہے اسلام۔

اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین وضرب لنا مثلاً ونسی خلقہٗ قال من یحیی العظام وھی رمیم قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم ۝ الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارًا فاذا انتم منہ توقدون اولیس الذی خلق السموات والارض بقدرٍ علیٰ ان یخلق مثلھم بلیٰ وھو الخلّق العلیم ۝ انما امرہٗ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون ۝ فسبحٰن الذی بیدہٖ ملکوت کل شیءٍ والیہ ترجعون

(سورۃ یٰسین آیات ۷۷ سے ۸۳) ترجمہ۔ کیا آدمی کو معلوم نہیں۔ کہ ہم نے اُس کو نطفے سے پیدا کیا۔ بایںہمہ وہ (ہمارا) کُھلم کُھلا (مقابل بن کر) لگا جھگڑنے اور لگا ہماری نسبت باتیں بنانے اور اپنی اصالت کو بھول گیا۔ کہتا (کیا) ہے کہ کون ایسی قدرت رکھتا ہے۔ کہ (آدمی کی) ہڈیاں گل (کر خاک ہو گئی) ہوں۔ اور وہ ان کو جلا کھڑا کرے (اے رسُول تم اس گستاخ سے) کہو۔ کہ جس نے ہڈیوں کو اوّل بار پیدا کیا تھا۔ وہی ان کو (دوبارہ بھی) جلا (اٹھائے) گا۔ اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے۔ وہی (قادر مطلق) تو ہے۔ کہ (بعض) ہرے درختوں کے (آپس میں رگڑنے) سے تم لوگوں کے لئے آگ پیدا کرتا ہے۔ اور پھر تم اس سے (اور آگ) سُلگا لیتے

ہو۔ کیا جس (خدا) نے آسمان اور زمین پیدا کیے۔ وہ اس بات پر قادر نہیں۔ کہ (قیامت میں) ان جیسے (آدمیوں کو دوبارہ) پیدا کرے۔ ہاں (ضرور قادر ہے) اور وہ تو (بڑا) پیدا کرنیوالا (اور) ماہر ہے۔ اسکی تو یہ شان ہے۔ کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو بس وہ اس سے (اتنا ہی) فرما دیتا ہے کہ ہو اور وہ ہو جاتی ہے۔ پس پاک ہے وہ (ذات) جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا کامل اختیار ہے۔ اور (مرنے کے پیچھے) تم سب اسی کی طرف لوٹا کر لائے جاؤ گے +

بعثتِ نبوی سے قبل اور بعد دُنیا کی حالت

لندن مُسلم ہوس میں محمد۔ اے۔ اسمٰعیل سے لے کا لیکچر

جناب رسالت پناہ سے قبل دُنیا کی کیا حالت تھی ؟

عرب قبائل کا ایک گلہ تھا جو ہمیشہ ایک دوسرے کا خون بہانے میں سرگرم پیکار رہتا تھا بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا خوفناک جرائم ہوتے تھے۔ اور خطرناک اوہام پرستی عوام کا شیوہ تھا۔ جاندار اور بیجان دیوتاؤں کی پرستش ہوتی تھی۔ اور مختلف مقامی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ اہل حبشہ نے بھی ملک پر حملہ کیا تھا۔ اور رُوم و ایران کی سلطنتیں مُلک میں اپنا اقتدار بڑھا رہی تھیں۔ اس قسم کے مُلک میں۔ انصاف امن اور نیکی کا ہونا بعید از قیاس ہے۔ کچھ نیک لوگ بھی تھے۔ لیکن وہ غاروں یا خانقاہوں میں گوشہ نشینی اختیار کر لیتے تھے +

المختصر۔ عرب کی یہ حالت تھی۔ بیرونی دُنیا ٹھیٹھ مادیت اور قعر مذلت میں پڑی ہوئی تھی۔ ظالم۔ خود مختار۔ اور بہائم صفت فرقۂ امرا نہایت بیدردی کے ساتھ غلاموں کے انبوہ ہائے کثیر کو اپنی اغراض کے حصول کیلئے کام میں لاتا تھا۔ اور وہ بیچارے سوائے اشک غم بہانے کے اور کچھ نہ کر سکتے تھے۔ ایک جماعت

...جوں کے نام سے موسوم تھی۔ مذاہب کا ٹھیکہ لے رکھا تھا۔ اور اُن کو اپنی اغراض کے مطابق توڑتا پھوڑتا اور بدلتا رہتا تھا۔ اسلئے مذاہب رفتہ رفتہ اپنے اصل مبداء سے دور ہوتے گئے۔ اور آخرکار بالکل کھو بیٹھے۔ اور بالآخر ظلم سختی کا بہانہ بن گئے۔ وہ معدودے چند لوگ۔ جو اس قسم کی زندگی سے نفرت کرتے تھے۔ خانقاہوں میں مصیبت کی موت مرنے کے لئے چلے جاتے تھے۔ انسان کو دماغی قوٰے اسلئے نہیں دیے گئے تھے۔ کہ اُن کو بدی میں صرف کیا جائے۔ یا رہبانیت سے ساقط کر دیا جائے۔ اول الذکر سے دُنیا نے ترقی معکوس کی۔ ثانی الذکر نے اسکو ایک قدم بھی آگے نہ بڑھایا۔ تجارت کا سلسلہ وسیع اور عالمگیر نہ تھا بلکہ بہت کم تھی۔ علم لفظی ہیر پھیر تک محدود تھا اور فلسفہ یونان مقفل پڑا تھا۔ اور لکھو کھا دیگر لوگوں کی طرح منتظر تھا۔ کہ اسلام آکر اس کو آزاد کرے۔ نوع انسانی متفرق اور الگ تھلگ پڑی تھی۔ اور کسی نے کوشش نہ کی تھی۔ کہ اسکو ہمہ گیر برادری کے سلسلہ میں منسلک کر دے بعض اوقات مختلف مقامات پر تہذیب کی روشنی جلوہ گر ہوتی تھی۔ اور کرہ ارض کے دیگر حصص کو بہرہ اندوز کئے بغیر غائب ہوجاتی تھی۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیشتر دُنیا کی جو حالت تھی۔ تاریخ اُس کا مفصل بیان کرتی ہے۔ اہل روما دنیا کی تسخیر کی کوشش کرتے تھے۔ جس کو وہ اپنے سے کم مرتبہ سمجھتے تھے۔ اور ایران اُنکی ہمہ گیری کا مزاحم تھا

دُنیا کی جب یہ حالت تھی تو حضرت رسول مقبولؐ مبعوث ہوئے۔ تاکہ دنیا کو ایک نئے سانچے میں ڈھالا جائے۔ ذات باری کی احدیت بنی نوع انسان کی یکسانیت اور بلند پایہ ابدی ترقی کا توسعہ قائم ہوجائے۔ عربوں کو کائنات کے واحد خدا کی پرستش کی تعلیم دی گئی قبائل کو ہمہ گیر اخوت کے بدلے میں قومیت ترک کرنی پڑی۔ اور نئے ترقی پذیر مقصد اور اُسکے محاسن متعلقہ کی خاطر اپنی سابقہ برائیوں اور اعمال سیئہ سے توبہ کرنی پڑی اور اُن کی زندگی کا منتہا یہ ہوگیا۔ کہ اس دُنیا میں ترقی کریں۔ اور آخرت کے لئے سامان فراہم کریں۔ مذہب اب وہ چیز نہیں ہے جسے عقل سے کوئی تعلق نہ ہو۔ افلاس کا قلع قمع ہونا چاہیئے غلاموں کو بتدریج آزادی ملنی چاہیئے۔ حکومت محکومین کے فائدہ کے لئے

ہونی چاہئے۔ کائنات کے ذخائر انسان کی بہبودی کیلئے کام میں لائے جانے چاہئیں۔ اور خدا کے قانون دریافت کرنے چاہئیں۔ اور ان پر عمل ہونا چاہئے +

مندرجہ ذیل دو قرآنی اصول ملاحظہ ہوں:۔

یا یھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر۔ ترجمہ۔ لوگو! ہم نے تم (سب) کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوّا) سے پیدا کیا۔ اور (پھر) تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھیرائیں۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو (ورنہ) اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے۔ جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا باخبر ہے +

اس کے علاوہ دوسرا اصول بھی ملاحظہ ہو۔

ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصٰری والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (ترجمہ) بیشک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے تو ان کو اُن (کے کیئے) کا اجر ان کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور ان پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہونگے +

رسالت مآب صرف عربوں کے لئے ہی مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ اور نہ ہی صرف مشرق کے لئے بلکہ تمام نوع انسان کے لئے۔ جیسا کہ قرآن اور احادیث نبوی سے ثابت ہے چنانچہ ذیل میں چند احادیث درج کیجاتی ہیں:۔

اپنے پیدا کرنیوالے سے محبّت کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ تم پہلے اپنے ہمجنس انسانوں سے محبّت کرو +

تم کیا سمجھتے ہو۔ کہ جب تم اپنے خدا کے حضور میں حاضر ہوگے تو وہ تم کو کس طرح پہچانیگا (وہ تم کو پہچانیگا) تمہاری محبت سے جو تم اپنے بچوں۔ اپنے قریبیوں اپنے پڑوسیوں اور

نوع انسانی سے کرتے ہو"۔

کیا تم اپنے رب کا قرب چاہتے ہو؟ تو اُسکی مخلوق سے محبت کرو۔ اُن کے لئے وہی پسند کرو۔ جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ جو تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ ان کیلئے بھی نہ کرو تم ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا جائے"۔

کوہ عرفات کی چوٹی پر کھڑے ہو کر حج کے دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے منجملہ اور باتوں کے فرمایا:-

"جان لو کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تم ایک برادری ہو۔ بے انصافی کرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ"۔

جون ۶۳۲ء میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ اسموقعہ پر خلیفۃ المسلمین نے مسلمانوں کو حسب ذیل الفاظ میں خطاب کیا:-

دیکھو۔ خلافت کا کام میرے سپرد ہوا ہے۔ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ مجھے تمہارے اچھے مشورے اور پوری مدد کی ضرورت ہے۔ اگر میں راستی پر ہوں۔ تو میری تائید کرو۔ اگر میں غلطی کروں۔ تو میری صلاح کرو جس شخص کو حکومت کا کام سپرد ہوا ہے اسکو سچ سچ کہدینا وفاداری اور متابعت ہے۔ سچ کو چھپانا بغاوت ہے۔ کمزور اور زبردست میری نظر میں برابر ہیں۔ اور میں دونوں کے ساتھ انصاف برتنا چاہتا ہوں۔ اگر میں خدا اور اس کے رسول کی تابعداری کروں۔ تو تم میری تابعداری کرو۔ اگر میں خدا اور اس کے رسول کے احکام سے غفلت کروں۔ تو تمہاری متابعت کا مستحق نہیں"۔

ازاں بعد جب اسلامی لشکر نوع انسان کو آزاد کرنے کے لیے نکلا تو حضرت ابوبکرؓ نے اُن کو رخصت کرتے وقت حسب ذیل الفاظ میں خطاب کیا:-

"دغا اور فریب سے ہمیشہ پرہیز کرنا۔ راہ راست سے کسی طرح انحراف نہ کرنا۔ کسی کو دُکھ مت پہنچانا۔ اور کسی بوڑھے۔ بچے اور عورت کو قتل نہ کرنا۔ کھجور کے درختوں کو نہ کاٹنا اور نہ اُن کو آگ سے جلانا۔ اور نہ کسی ایسے درخت کو کاٹنا جس کا پھل آدمی یا حیوان کھاتے ہیں۔ ضروری خوراک کے سوائے کسی ریوڑ یا گلے یا اُونٹوں کو ذبح نہ کرنا۔

اِس طرح بنی نوع انسان کیلئے ایک نئے دَور کا آغاز ہوا۔ جو اس وقت سے اب تک جاری ہے اگر مدینہ منورہ اسلام کا دارالخلافہ رہتا۔ تو دنیا کا نقشہ اس وقت کچھ اور ہی ہوتا۔ بہر حال اِس نئے مذہب نے دنیا کو متزلزل کر دیا۔ اور روما، اور دیگر خود سر حکومتوں کو ہلا کر ان کے نیز لوہے لگا دیے۔ یہ نئی قسم کی طاقت دنیا کی خوابیدہ رُوح میں داخل ہوئی۔ اور اسکو عمل کیلئے بیدار کر دیا۔ مذہب ہر ایک رُوح کا سرمایہ بنگیا۔ اور عقل کے دوش بدوش چلنے لگا۔ اسلامی تجارت جاپان سے انگلستان اور رُوس سے افریقہ کے مشرقی اور مغربی سواحل تک پھیلگئی۔ مسلمانوں کو کولمبس سے عرصہ پہلے امریکہ کی خبر تھی اور کولمبس نے ہسپانیہ میں مسلمان پروفیسروں سے جغرافیہ سیکھا۔ اسلام کی سرپرستی میں یونان اور ہندوستانی علوم کو منکشف کیا گیا۔ اور علم کیمیا اوہام باطلہ کا مجموعہ رہکر ایک مفید سائنس بنگیا۔ منطق منضبط کی گئی۔ فلسفہ۔ علوم خواص الاشیاء۔ ادب۔ اور ہر ایک قسم کی مفید تحریک نے قرآن حکیم کے زیر سایہ ترقی کی۔ آج سے ہزار سال پیشتر کے ازمنہ بعیدہ میں اسلامی حکومت کے فیض رساں نور سے علم و حکمت نے وہ ترقی کی۔ کہ اگر ایک کتاب اِس وسیع سلطنت کے کسی حصہ میں لکھی جاتی تھی۔ اسکی نقلیں کیجاتی تھیں جو ایشیا۔ افریقہ اور یورپ میں بڑے شوق اور سرگرمی سے حاصل کیجاتی تھیں +

اسلام کے زمانہ سے لیکر دنیا کبھی خوابیدہ نہیں ہوئی۔ نہ مذہب و تمدن متواتر ترقی کرتے رہے۔ اور ہر مُلک میں انکی روشنی پہنچ چکی ہے۔ آج دنیا کو تلخ تجربہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ تمدن کو ٹھیٹھ مادیت اور قبیح خود غرضی کی آلائش سے پاک کیا جائے۔ جس کے خلاف اسلام ہمیشہ سے اصولاً برسرِ پیکار رہا ہے۔ آؤ ہم ذرا غور کریں۔ کہ جب اسلام قرآن۔ حدیث اور دلائل عقلیہ پر مبنی تھا۔ اس وقت کے کیا معنی تھے۔ قمری سال کے آخری مہینہ کے ابتدائی ایام میں لاکھوں مسلمان مکہ معظمہ میں ہر سال جمع ہوتے تھے۔ مختلف اقوام و ممالک کے لوگ وہاں [illegible] سفید رنگ والوں کا ہر مجلس ایک سا نظام ہوتا تھا۔ اسلام میں انسان کی قدر اس کی اخلاقی بزرگی کی وجہ سے [illegible]

وہ مسلم ہو۔ دیگر سب باتیں اتفاقات سے تھیں۔ اس جگہ ہر ایک ملک کے تعلیم یافتہ مسلمان ایک دوسرے سے ملتے اور اسلامی دنیا کی حالت سے آگاہ ہوتے اور اس پر تنقید و جرح کرتے تھے یہیں فیصلہ طلب امور فیصل ہوتے تھے۔ کئی مصیبت زدہ کے درد کا اندمال کیا جاتا تھا۔ اور کئی خیر و برکت کے کام ہوتے تھے۔ یہی اسلامی پارلیمنٹ تھی۔ یہاں ہمارے آباواجداد ایک دوسرے کے لئے اپنے دلوں میں وہ کشش محسوس کرتے تھے۔ جو ایک مسلمان اب بھی اپنے کسی غیر ملکی بھائی کو دیکھ کر محسوس کرتا ہے۔ یہ جذبہ اخوت ہم سب میں موجود ہے اور ہم امید کرتے ہیں۔ کہ حج اب پھر ویسا ہی ہو جائے گا۔ جیسا کسی زمانہ میں تھا۔ تب کرۂ ارض کے ایک وسیع حصے پر امن کا دور دورہ ہو گا۔

اشاعت اسلام کے معنے ہی جسمانی اور روحانی صحت اور بہتر زندگی کی طرف ترقی کرنا ہے۔ اسلام تمام مسلمانوں کو بوضاحت حکم دیتا ہے۔ کہ مقررہ اوقات پر جسمانی طہارت کریں۔ ہر ایک چیز میں اعتدال کو مدنظر رکھیں۔ اور منشیات و مسکرات اور ناپاک ماکولات سے قطعاً اجتناب کریں۔ جناب رسالتمآب نے مردوں کو زندہ نہیں کیا۔ نہ اندھوں کو بینائی بخشی۔ اور نہ ہی پانی کو مَے اور پتھر کو [illegible] ایک زندہ معجزہ تھے۔ جیسے ہمارا انسانی دماغ سمجھ سکتا ہے۔ آنحضرت نے اخلاق۔ آزادی۔ اخوت اور مساوات کی بنیاد پر ایک نئی تہذیب تعمیر کی۔ اور ایک وسیع برادری کو خدائے واحد برتر کے فضل سے انسانی ترقی اور فلاح کے لئے باہمی اتفاق و محبت کے ساتھ کام پر لگا دیا۔

عکس مکتوب آنحضرت صلعم

جو تبلیغی خط آنحضرت صلعم نے شاہ مقوقس والیٔ مصر کو لکھا تھا بدست [illegible]۔ یہ عکس سب کیلئے قابل دید ہے جس پر آپ کی مہر نبوت بھی ثبت ہے۔ ایسی متبرک چیز کی متعدد کاپیاں احباب کو ضرور خریدنی چاہیئیں۔ قیمت فی عکس [illegible]۔

المشتہر۔ خواجہ عبدالغنی مینیجر اشاعت اسلام [illegible] عزیز منزل لاہور

ارتقائے انسانی

از قلم جناب پروفیسر نور الدین سٹیفن اے ایس بی ایف پی سی (لنڈن)

"انسان خود اپنی قسمت کا بنانے والا ہے۔ اور وہ سعید روح جو گناہ سے پاک رہ سکتی ہے وہی انسان کامل ہے" ۔ کیلیچر

اس قدر عمر گذارنے کے بعد مجھے یہ سمجھ آئی ہے۔ کہ کسی چیز یا واقعہ کی وجہ اور سبب ایک نہیں ہوا کرتا۔ اکثر دفعہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ بہت سے طالب علم اور نقطہ سنج صرف اس وجہ سے منزل مقصود پر نہ پہنچے۔ کہ انہوں نے کوئی ایک سبب کسی واقعہ کا ڈھونڈنا چاہا اگر اُن کا تجربہ اور مشاہدہ قدرے وسیع ہوتا تو ان کو جاننا چاہیئے تھا کہ شاذونادر ہی کوئی واحد چیز کوئی قابل قدر اثر پیدا کر سکتی ہے۔ اور ہمیشہ بہت سے اسباب اور واقعات کے جمع ہو جانے کی وجہ سے کوئی نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ اور اگر یوں نہ ہوتا۔ یعنی ہر ایک نتیجہ اور واقعہ کا سبب ایک واحد چیز ہوتی تو پھر کسی معمہ کا حل بھی مشکل نہ ہوتا ہر ایک چیز آسانی سے سمجھ آ جاتی +

اصل بات یہ ہے کہ جو چیزیں کوئی اثر پیدا کرتی ہیں وہ کبھی عام فہم اور مفرد نہیں ہوتیں وہ ہمیشہ چھوٹے بڑے مختلف اسباب کے مجموعہ کا نتیجہ ہوتی ہیں + چند دن ہوئے میں نے ایک بڑی دلچسپ بحث اِس امر پر سُنی۔ کہ موجودہ زوال مذہب کا سبب کیا ہے۔ اور کیا وجہ ہے کہ لوگ روحانی امور کی طرف اب توجہ نہیں دیتے۔ بڑے بڑے لائق فائق لکچراروں نے تقریریں کیں بعض نے ایک اور بعض نے دوسرا سبب بتایا۔ آخرکار ایک صاحب اُٹھے اور کہنے لگے۔ اب تک جس قدر وجوہ بتلائی گئی ہیں وہ سب ضعیف اور معمولی ہیں میری سمجھ میں اس زوال مذہب کا سبب ایک خاص میلان ہے۔ اور وہ لاپرواہی ہے۔ گویا کہ جہاں سے چلے تھے پھر وہیں۔ زوال مذہب اور روحانی لاپرواہی کا سبب آخر دریافت ہوا تو کیا "لاپرواہی" گویا کہ خود نتیجہ ہی سبب تھا +

میرے خیال میں اس چکر کے پھیر کی وجہ یہی تھی۔ کہ انہوں نے کوئی ایک سبب معلوم

کرنے کی کوشش کی۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ جس قدر وجوہ اس بحث میں بتلائی گئیں وہ سب کی سب ملکر اس لاپرواہی کا باعث ہوئی ہیں۔ خواہ وہ خفیف ہوں یا عظیم لیکن کچھ نہ کچھ حصہ ضرور رکھتی ہیں +

اس طرح ارتقائے انسانی کی بھی مختلف اور متعدد منازل ہیں بعض ان میں سے اچھے اور بعض بُرے ہیں لیکن ہر ایک اپنا اثر آخری نتیجہ پر ڈالتا ہے۔ یہاں قریب ہی ایک دریا ہے۔ جس سے میں بخوبی واقف ہوں۔ میں اس کے راستے کی تمثیل بیان کرکے اپنا مطلب زیادہ صاف کئے دیتا ہوں +

اس دریا کا منبع انسانی آبادی سے دور ایک پہاڑ کے دامن میں ہے نالا اس کا پانی صاف شفاف شیشے کی مانند ہے۔ اور کئی میلوں تک پتھریلی زمین میں سے ہوتا ہوا آتا ہے۔ اور کوئی ظاہرا تبدیلی اسکی رو یا پانی میں نظر نہیں آتی۔ ذرا آگے چلکر ایک اور نالہ اس میں آکر ملتا ہے۔ اس کا پانی ذرا گدلا ہے۔ اور یہاں سے پہلے دریا کے پانی کا رنگ بھی قدرے تبدیل ہو جاتا ہے۔ اب بھی اگرچہ وہ بڑا خوشگوار اور صاف نظر آتا ہے لیکن وہ ابتدا کی صفائی اور چمک اب کہاں۔ اب اس میں ایک ایسی آمیزش ہو گئی ہے۔ جو کسی طرح دُور نہیں ہو سکتی۔ تھوڑا آگے چل کر ایک اور ندی اسمیں آملتی ہے۔ اور یہ کئی کھیتوں اور گاؤں وغیرہ میں سے ہو کر آتی ہے۔ اور اس کا پانی بہت گدلا اور میلا ہے۔ یہ آمیزش ہمارے صاف شفاف دریا کو اپنے جیسا خراب اور میلا بنا لیتی ہے۔ اب یہ دریا ایک بڑے شہر کے قریب پہنچگیا ہے۔ اور بہت سی نالیاں اور نہریں اسمیں آکر گرتی ہیں۔ ان میں سے بعض کارخانوں کا گند۔ رنگریزوں کا خراب پانی اور فضلہ اپنے ساتھ لاکر اس دریا میں پھینک دیتی ہیں۔ اور ہمارا دریا شہر میں آتے ہی سیاہ رنگ اور بدبودار ہو جاتا ہے۔ الغرض وہی دریا جو آنکھوں کو طراوت اور دل کو سرور دیتا تھا۔ وہی آج قابل نفرت اور صحت کے لئے ضرر رساں بنگیا ہے۔ سائنسدانوں اور ڈاکٹروں نے سارا زور لگا دیا۔ لیکن کبھی بھی اس کو وہ پورے

طور پر صاف نہیں کر سکتے۔ اور اس حالت میں یہ دریا شہر میں سے گزر کر اور بہت سی ندیوں اور نالوں کا پانی لیتا ہوا خدا کے فلٹر یعنے سمندر میں جا گرتا ہے اول اول تو سمندر کے پانی کو بھی قدرے اپنے رنگ میں رنگین کر لیتا ہے۔ لیکن تھوڑی سی دیر میں ان طریقوں سے جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں اسکی ساری گندگی دور کر کے صاف کر دیا جاتا ہے۔ اور خدا کرے کہ فضل ربی ہمارے گند اور گناہ اسی طرح ہم سے دور کر دے۔ آمین

ارتقائے انسانی کی مثال بالکل اس دریا کے متشابہ ہے۔ ارتقائے انسانی سے میری مراد نہ صرف انسان کی جسمانی ترقی بلکہ ان تمام قوائے عقل و فہم کی ترقی ہے۔ جس سے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور جس کی وجہ سے انسان ایک ذمہ وار اور بہت حد تک خود اپنے اوپر حکمران ہے +

باوجودیکہ سب انسان ایک دوسرے کے متشابہ ہیں لیکن غور کرنے سے پتہ لگتا ہے۔ کہ نسل انسانی میں ان گنت اختلاف ہیں۔ شریف اور رذیل۔ خوش مزاج اور خشک۔ بھلے مانس اور بدمعاش۔ ہمدرد اور خودغرض۔ اچھے بھلے سب ایک ہی قسم کے حالات کے ماتحت ترقی کر رہے ہیں۔ یوں تو سب ایک جیسے نظر آتے ہیں۔ لیکن نتائج کس قدر مختلف ہیں۔ آخر یہ کیوں؟

اسی سوال پر میں بحث کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس کا جواب کوئی ایک واحد سبب بتا کر نہیں دیا جا سکتا۔ یہ سوال یوں نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کا کیا سبب ہے بلکہ ٹھیک سوال یوں ہوگا۔ کہ اسکے اسباب کیا ہیں۔ اور جس طرح ہمارے دریا میں وقتاً فوقتاً مختلف رنگ اور آمیزشوں والے ندی نالے آ ملتے ہیں۔ اسی طرح مختلف حالات اور اسباب مختلف موقعوں پر آ کر اپنی اپنی تبدیلی پیدا کرتے ہیں +

انہی اسباب میں سے سب سے پہلا یعنے موروثی میلان کو لیلو۔ اکثر لوگ اسکو سب سے طاقتور سبب بتاتے ہیں لیکن اس کا بیان کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس کا وجود ظ

فوراً آجاتا ہے اور اس کو پہچان بھی آسانی سے سکتے ہیں لیکن اس کے وجود کا بیان کرنا قریباً قریباً ناممکن ہے +

زمانہ قدیم میں تاثرات بیرونی بہت کم ہوتے تھے۔ کیونکہ معاشرت اور طرز زندگی بہت سیدھے اور سادہ ہوتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ موروثی میلان کا اثر طبائع انسانی پر بہت ہوتا تھا۔ پرانے زمانے کی ضرب المثلیں اس بات کا کافی ثبوت ہیں۔ ماں پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا۔ لیکن بیسویں صدی کے محقق اسباب کو اتنی وقعت نہیں دیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ انسانی ارادہ اور مرضی اس موروثی میلان سے کہیں زیادہ طاقتور ہے۔ اور اکثر اس پر غلبہ پاکر اسکو نیست و نابود کردیتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر موروثی میلان تمام حالات میں انسان کا رہبر نہیں ہوسکتا یہ ضروری نہیں کہ ایک گونگے کا بیٹا بھی گونگا ہو۔ اور اکثر دفعہ بڑے بڑے نیک باپوں کے بیٹے بدمعاش اور خراب آدمیوں کے لڑکے زاہد عابد نکلتے ہیں۔ ان مشاہدات پر غور کرکے ہماری عقل چکر میں آجاتی ہے۔ اور ہم طبعی میلانوں کے سبب اور موجب دریافت کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں +

میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بعض محقق مماثلت ڈھونڈنے کیلئے ایک دو نسلیں پیچھے جاکر کسی طبعی میلان کی وجہ کسی بزرگ کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔ یہ بات کچھ دل کو اپیل کرتی ہے۔ کیونکہ مشاہدہ قدرت بھی یہی بتاتا ہے کہ کچھ دیر آگے چلکر اشیا پھر اپنی اصلیت کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ لیکن بہرکیف ان پیدائشی اور طبعی میلانوں کا پتہ لگانا یا ان کی وجہ ڈھونڈنا ایک ایسا پیچیدہ سوال ہے کہ بہتوں نے سر مارا لیکن گوہر مقصود نہ پایا۔ ہم صرف ان کے اثر دیکھتے ہیں۔ اور ان کو اپنے ڈھنگ پر لانا تو درکنار ان کی وجہ بھی معلوم نہیں کرسکتے۔ ہم تعلیم اور مثال کی مدد سے ان کو قدرے تبدیل کرسکتے ہیں۔ اور ان کی طاقت کو معتدل بنا سکتے ہیں۔ لیکن یہ سب پیدائش کے بعد ہوسکتا ہے۔ قبل از پیدائش ہم کوئی تبدیلی ان میں نہیں کرسکتے۔ اور اس کا [illegible]

بھی قابل غور ہے کہ یہ موروثی میلان تمام دُنیا میں پایا جاتا ہے۔ مُہذّب یورپین اور افریقہ کے وحشی سب اِس عالمگیر قانون کے ماتحت ہیں۔ ایک ان پڑھ وحشی فطرتاً ان چیزوں کو پسند کرتا ہے۔ جو اس کے باپ کو پسند تھیں۔ اور تمام اجنبی چیزیں خواہ وہ فائدہ مند اور بھلی ہی کیوں نہ ہوں ان سے گریز کرتا ہے لیکن یہاں بھی ایک محقق کے لئے بہت سی عجیب اور حیران کرنے والی مثالیں اِس قانون کے خلاف نکلینگی +

قصہ مختصر یہ کہ ہماری تحقیقات اور علم پیدائش کے بعد شروع ہوتے ہیں اسواسطے بہتر یہی ہے کہ قبل از پیدائش کی بیفائدہ بحث کو چھوڑ کر ہم پیدائش کے بعد کے تاثرات پر غور کریں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہیں سے ہماری زندگی شروع ہوتی ہے +

مجھے اس وقت کنفیوشس کا ایک مقولہ یاد پڑتا ہے "ہماری موت ہماری پیدائش سے شروع ہوتی ہے"۔ اور اس خیال کو ایک انگریزی شاعر ینگ یوں بیان کرتا ہے۔ درانحالیکہ انسان بڑھتا ہے زندگی کم ہو رہی ہے۔ اور گہوارے کی حرکت ہمکو ہماری قبر کی طرف دھکیل رہی ہے۔ پیدائش کیا ہے موت کا آغاز اور بس" اسی خیال کو ایک اُردو کا شاعر یوں دوہراتا ہے ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے مُنادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اِک اور گھٹا دی

لیکن یہ خیال تو بڑا ہی اُداس کرنے والا ہے۔ بچپن کا زمانہ سب پر قریباً یکساں گزرتا ہے۔ جیسا کہ مارک ٹوپل صاحب لکھتے ہیں "ہم سب اس قدر خوش قسمت نہیں کہ سب کے سب حسین ماہجبین لیڈیز ہوتے یا فوج کے جرنیل یا نامی شاعر ہوتے لیکن بچپن کے زمانے میں ہم سب مساوی تھے"۔ اسمیں کیا شک ہے کہ بچپن کا زمانہ سب پر گذرا اور سب کیحالت قریباً قریباً یکساں تھی۔ گوشت پوست کا ایک ٹکڑا جسکی سوائے مستقبل کی امیدوں کے کچھ وقعت نہیں ہوسکتی۔ اور اسی ممکنات کی گھڑی کو ٹھیک طور پر پرورش کرنے اور تعلیم دینے پر آدمی کے اخلاق منحصر ہیں۔ اس جگہ یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ موجودہ مُہذّب انسان بھی مصنوعی ترقی ہی کا مجموعہ ہے پیدا

ہوتے وقت وہ کبھی کامل نہیں ہوتا۔ بچے کا ادراک و فہم اور ضمیر خیالات کے موروثی جذبات کمہار کی مٹی کی طرح ہیں۔ اگر عقل اور سمجھ سے کام لیا جائے تو جس شکل میں مرضی ہو انکو ڈھال سکتے ہیں لیکن ممکن ہے کہ یہ مٹی ہی ناقص ہو یا بھٹی میں پکاتے وقت کوئی نقص واقع ہو جائے تو اس صورت میں خواہ کمہار کتنی ہی کاریگری کھائے اور اپنا سارا زور لگائے۔ لیکن خاطر خواہ شکل کبھی ظہور پذیر نہیں ہو سکتی۔ مسٹر کوپر لکھتے ہیں۔ یہ بات تو ایک مسلّم امر ہے۔ کہ ہماری زندگی کا سب سے ضروری حصہ ہمارے ایام بچپن ہیں۔ ان دنوں قلب انسانی بڑا نرم اور اثر پذیر ہوتا ہے۔ ایک بچہ جو سنتا ہے یا دیکھتا ہے اسکی نقل اُتارتا ہے۔ جو اثر اس وقت کی تعلیم اس کے دل پر پیدا کرتی ہے۔ وہ تمام عمر زائل نہیں ہوتا +

معلوم ہوا کہ حالاتِ خانہ کا اثر بھی ایک بڑا طاقتور عنصر ہے۔ اور اگرچہ ملکی حالات کے ماتحت یہ مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن اُن کا اثر ہر جگہ ویسا ہی زبردست ہوتا ہے۔ پیشتر اس کے کہ ہم کسی کتاب کے پڑھنے یا اُستاد کی نصیحت سے فائدہ اُٹھانے کے قابل ہوں ہم اثر قبول کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ نقل کی طاقت اور خواہش جو فطرتی ہے ایسے وقت اپنا ظہور دکھاتی ہے۔ جبکہ دیگر قوے ابھی بالکل ناکمل ہوتے ہیں۔ اور پیشتر اس کے ہم نیک و بد اچھے بُرے کی تمیز کر سکیں۔ ہماری عادات ایک خاص شکل میں متشکل ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ پھر کس قدر افسوس ہے ان والدین پر جو اپنی معصوم اولاد کو ہمیشہ کیلئے قعر ضلالت میں جھونک دیتے ہیں۔ بچوں کیلئے ان کے والدین بہترین نمونہ ہوتے ہیں۔ اور انہی کی نقل کرنا وہ اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں +

اس سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہماری عادات اطوار سب ہمارے گھروالوں کے چال چلن پر منحصر ہیں۔ جس بچے کے ماں باپ میں کاہلی اور لاپرواہی کی عادت ہوتی ہے۔ اس کا چست و چالاک ہونا سخت محال ہے۔ اور اس طرح جو خوش قسمت بچے ایسے گھروں میں پیدا ہوتے ہیں جہاں مذہبی تعلیم اور اخلاقی محاسن کا چرچا ہو وہ تمام عمر اس اوائل اثر کو زائل نہیں کرتے اور مابعد کی ساری تعلیم اور تربیت بھی ان اوائل کی عادات اور میلانوں سے متاثر رہتی ہے +

انہی سے ملتے ہوئے اثر عادات اور ہمجولیوں کے ہوتے ہیں۔ اور یہ دونوں تو اسقدر مخلوط اور ملے ہوئے ہیں۔ کہ ہم ان دونوں کا بیان یکجا کر سکتے ہیں۔ عام طور پر یہی دیکھا گیا

ہے کہ ہماری عادات اسی قسم کی ہوتی ہیں جس قسم کی ہمارے ساتھیوں اور رفقاء کی ہوتی ہیں مثل مشہور ہے۔ کہ اگر لوہار کی دکان میں بیٹھو گے تو تمہارے کپڑے ہیں سے بھی دھوئیں اور کوئلے کی رنگ و بو آئے لگیگی۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں ۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبتِ طالح ترا طالح کند

پس ہم کو چاہئے کہ خوب آنکھیں کھول کر دوستوں اور ہم جلیسوں کا انتخاب کریں انسان کیا ہے چند عادات کا مجموعہ اور جیسے کہ ہم نے آگے کہا عادات کا اچھا بُرا ہونا دوستوں اور ہمجولیوں پر منحصر ہے۔ اور یہ کہنا کوئی مُبالغہ نہیں۔ کہ انسان کے تمام اخلاق اور زندگی دوستوں کے انتخاب پر منحصر ہے۔ انسان کی تمام خواہشات اور میلان اسکی عادات اور خو کے ماتحت ہوتی ہیں۔ اور جب ایکدفعہ کوئی عادت مضبوط ہوگئی تو انسان اس قسم کے لوگوں کو دوست بناتا ہے جن میں یہ عادات ہوں +

عادتیں اچھی بھی ہوتی ہیں۔ اور بُری بھی۔ بطور مثال صفائی کی عادت جس کا درجہ اعمال صالحہ کے بعد سب سے بلند اور اعلیٰ ہے جسم اور کپڑوں کا صاف اور بے لوث ہونا اسقدر ضروری ہے جس قدر اعمال کا صاف اور گناہ سے پاک ہونا۔ برخلاف اسکے شرابخوری قمار بازی اور دیگر نشے وغیرہ کی عادات بُری ہی قبیح اور قابل نفرت ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ بُری عادات اچھی عادات سے کہیں زیادہ طاقتور ہوتی ہیں۔ اگر ایک دفعہ کوئی بُری عادت جڑ پکڑ لے تو اس سے پیچھا چھڑانا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس درجہ پر پہنچ کر وسیع تعلیم اپنا فائدہ دکھاتی ہے۔ اس عمر پر پہنچ کر نیک و بد کی تمیز نقل کی خواہش پر غلبہ پاتی ہے۔ اور ہم کو اتنی سمجھ آجاتی ہے۔ کہ اپنے افعال کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ کسی فعل کے مرتکب ہونے سے پہلے ہم کو خوب سوچ سمجھ لینا چاہیئے ۔۔ یا بالفاظ دیگر ہم کو دوسروں کا دست نگر ہونا اور اُنکی نقل کرنا چھوڑ کر اپنی ذمہ داریاں خود اپنے سر پر اٹھانی چاہئیں لیکن اس درجہ پر پہنچ کر بھی ہم بالکل آزاد نہیں ہوتے۔ ہر قدم پر بہت سے قوانین اور قواعد کی متابعت کرنی پڑتی ہے۔ اور ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ ارتقائے انسانی میں سب سے ضروری عنصر اپنے نفس پر قابو پانا ہے۔ انسان کی اعلےٰ ترین کامیابی

یہی ہے۔ کہ وہ اپنے نفس پر غلبہ پائے۔ اپنی عادات اور طبیعت کو اپنے فہم ادراک دماغ اور تدبیر کے ماتحت رکھے +

اِس مقصد عالی کو پانے کیلئے مذہب کا ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ تمام مذاہب کی غرض نمایت نیک وبد میں تمیز کرانا اور اوامر و نواہی بتانا ہونی چاہئے۔ مذاہب سے میری مُراد وہ ناقابل عمل عناصر ایمان نہیں جو بعض مذاہب عذاب ابدی سے بچنے کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں۔ بلکہ مذہب سے مُراد اُن کا عملی حصہ ہے۔ اور میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ایک غلط مذہب یا عقیدہ رکھنے والا انسان ایک لامذہب اور دہریہ انسان سے کہیں اچھا ہے کیونکہ مذہب ایک ایسی چیز ہے۔ جو ہمارے بُرے جذبات کو روک سکتا۔ اور اچھے اعمال کی ترغیب اُمید جزا سے دے سکتا ہے۔ یہ کہنا کہ باپ کے گناہ کی سزا اولاد کو ملیگی اس کا ثابت کرنا تو بڑا ہی مشکل ہے لیکن یہ بات تو یقینی طور پر ثابت ہے۔ کہ جو کام بھی ہم کرینگے اسکی جزا ہم کو ضرور ملیگی۔ اسی صداقت کو بیان کرتے ہوئے ترجمان حقیقی قرآن کریم نے فرمایا۔ وَ مَن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ +

اب تو آپ صاحبان پر خوب روشن ہو گیا ہوگا۔ کہ ارتقائے انسانی میں بہت سے عنصر کام آتے ہیں جنمیں سے بعض تو ہم کو بعض اعمال کرنے پر اُکساتے ہیں۔ اور بعض روکتے ہیں لیکن ایک بالغ صحیح العقل انسان بہت حد تک اپنے اعمال کا آپ ذمہ وار ہے وہ موروثی میلان کے بہانہ سے معذور نہیں سمجھا جا سکتا۔ کیونکہ اس پر غلبہ پانا اور اُنمیں تغیر و تبدل کرنا قدرت انسان میں ہے۔ اور نہ ہی یہ کہنا کوئی قابل قبول عذر ہے کہ میں تو عادات کا بندہ ہوں۔ آخر کار عادات کا انتخاب بھی تو خود انسان ہی کرتا ہے ہم کو چاہئے کہ کسی عادت کو مضبوط کرنے وقت اسکی بھلائی بُرائی پر خوب غور کرلیں +

آپ کو یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ ارتقائے انسانی میں ان چند اثرات کے سوا جو میں نے بیان کیئے۔ اور کوئی اثر نہیں۔ میرا مضمون اور وقت مجھے اجازت نہیں دیتا کہ میں اُن تمام اثرات کو بہ تفصیل بیان کروں جو موقع اور محل سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اکثر دفعہ دیکھا گیا ہے کہ ایک انسان ایک جگہ کو سخت بُرا سمجھتا ہے۔ اور وہاں سے جگہ بدلنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔

لیکن ضرورتِ معاش اُس کو ناپسندیدہ جگہ میں مجبوراً باندھ دیتی ہے۔ اور اُس کے اعلےٰ قوائے اور جذبات کو ظہور کا موقع ہی نہیں دیتی لیکن ایسی مثالیں شاذونادر ہی نظر آتی ہیں عام طور پر انسان اپنی قسمت کا خود فیصلہ کرتا ہے۔ حالات زمانہ اور موقع لچکدار اور نرم چیزوں کی طرح ہیں۔ اور ایک قوی القلب آدمی ان کو اپنی خواہش اور ضرورت کے مطابق ڈھال سکتا ہے +

پس معلوم ہُوا کہ ارتقاے انسانی بہت سے تاثرات کا مجموعہ ہے۔ لیکن جب ہم یہ پوچھتے ہیں۔ کہ فلاں انسان اِس قسم کا کیوں واقع ہُوا ہے تو ایک امر مشکل ہمیں پیش آتی ہے اور اکثر دفعہ اس کا حل کرنا بڑا ہی مشکل ہوتا ہے۔ ایک ضعیف اور کمزور انسان کہدیگا کہ میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ اس قسم کے لوگ سوچنا نہیں چاہتے۔ اور اس آسان حل پر قناعت کرنا غنیمت سمجھتے ہیں۔ اور ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ معراج ارتقاے انسانی پر نہیں پہنچتے۔ اور نہ پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ برخلاف ان کے وہ اولوالعزم انسان جو اپنے زور بازو سے ایک نیک اور مفید زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آزمائش میں پُورا اُترنے اور بدی کو ترک کرنے کا خواہاں رہتا ہے +

وہ جو جنگ زندگی میں بہادروں کی طرح آگے بڑھتا ہے۔ اور صرف خیالی منصوبے باندھنے پر بس نہیں کرتا۔ وہ قابل تعریف انسان پہلے انسان سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور انشاء اللہ معراج ترقی پر پہنچ کر رہیگا۔ اور یہی انسان کامل انسان کہلانے کا مستحق ہے شیکسپیر لکھتا ہے "انسان کمال صنعت ہے۔ عقل اور فہم بہترین چیزیں ہیں۔ اور قوائے انسانی لامحدود ہیں" آدمی کی شرافت اور عزت اسکے اعلےٰ خاندان سے وابستہ نہیں۔ کامل انسان بننے کے لئے قول وفعل میں عقل سے کام لینا شرط ہے۔ اور انہی کی مدد سے ایک انسان زندگی کے جنگ میں کامیاب اور سرخرو ثابت ہوسکتا ہے۔ اس مضمون کو فلیچر صاحب یُوں لکھتے ہیں۔ کہ:—

"انسان اپنی قسمت کا خُود فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور وہ سعید رُوح جو گناہ سے بچ سکتی ہے وہی انسان کامل ہے" +

ہستی باریتعالےٰ

بسلسلہ صفحہ ۳۶۸ جلد ۴ نمبر ۹ سنہ ۱۹۱۰ء

اِس امر کے ثابت کرنے کیلئے کہ مادہ پر کسی بالارادہ ہستی نے عمل کیا ہے۔ ایک اور دلیل یہ ہے کہ اگر مادے کی ایک خاص شکل اپنے اندر کوئی خاص اصول رکھتی ہے تو اس مادے کی غرض و غایت معلوم کرنے کیلئے ان اصولوں کا دریافت کرنا ضروری ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی دل و دماغ نے ضرور اس پر عمل کیا ہے۔ ہاں اگر مادے کی شکل ان خاص اصولوں سے وابستہ نہ ہوتی۔ اور نہ ان اصولوں کے دریافت کرنے کی ضرورت تھی۔ اور نہ انکے استعمال سے کوئی فائدہ ہوتا۔ تو پھر یقیناً ہم ارادہ و مشیّت یا دل و دماغ سے انکار کر سکتے تھے۔ یہ ایک اور دلیل ہے جو قرآن نے ہستی باریتعالےٰ کے ثبوت میں دی ہے یعنے ایک طرف تو یہ کہا کہ تمام چیزیں ہم نے تمہارے فائدے کے لئے پیدا کیں۔ اور دوسری طرف ان اصولوں کی طرف اشارہ کر دیا جن کے دریافت کرنے سے انسان ان کو استعمال کر کے فائدہ اُٹھا سکے۔ فرمایا۔ الرحمٰن علم القران خلق الانسان علمہ البیان الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر یسجدان والسماء رفعھا ووضع المیزان۔ الا تطغوا فی المیزان۔ واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان۔ والارض وضعھا للانام۔ فیھا فاکھۃ والنخل ذات الاکمام۔ والحب ذو العصف والریحان۔ فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن (سورۃ الرحمٰن آیت ۱ تا ۱۲) ترجمہ۔ رحمٰن نے قرآن پڑھایا اس نے انسان کو پیدا کیا۔ اسکو بولنا سکھایا سُورج اور چاند ایک حساب میں ہیں۔ بوٹیاں اور درخت سربسجود ہیں۔ اُس نے آسمان کو اُونچا کیا۔ اور توازن قائم کئے۔ تاکہ تم میزان سے تجاوز نہ کرو۔ اور انصاف سے سیدھی تول تولو۔ اور میزان سے کم نہ تولو۔ اس نے خلقت کے لئے زمین بنا دی۔ کہ اسمیں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ اور اناج خول میں ہوتے ہیں۔ اور خوشبودار پھول ہیں۔ تم دونوں اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کا انکار کروگے (یعنی کس طرح تم اس کی ہستی سے انکار کر سکتے ہو)

ان آیات میں خط کشیدہ الفاظ کو غور سے دیکھو ان میں صاف بتلایا گیا ہے کہ تمام کائنات ایک خاص تناسب پر قائم ہے۔ اگر ہم ان سے فائدہ اُٹھانا چاہیں تو ہم کو اس توازن اور تناسب کو دریافت کر کے اس کا لحاظ کرنا چاہئے تاکہ اسمیں کوئی فرق نہ آجائے۔ ان آیات میں نہ صرف یہ بتایا گیا ہے کہ نظام شمسی کو موجودہ شکل میں بنانے کا مقصد انسان کی بہتری ہے۔ بلکہ یہ بھی صاف کر دیا گیا ہے کہ اِس موجودہ نظام سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھانے

کیلئے ہم کو کونسی راہیں اختیار کرنی چاہئیں۔ قرآن شریف ہمکو بتاتا ہے۔ کہ مادے کا ہر ایک ذرہ ایک خاص تناسب سے ترقی کر رہا ہے۔ اور جو کوئی اس تناسب کو معلوم کرلے وہ اس سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ بڑے سے بڑے اجرام فلکی سے لیکر چھوٹے سے چھوٹا پودہ شجر ان قوانین پر عمل پیرا ہیں۔ الغرض جو کچھ بھی اس دنیا ومافیہا میں موجود ہے سب کا سب خاص تناسب اور علم ہندسہ کے اصولوں کے ماتحت خلق کیا گیا ہے۔ اور قرآن نے تو نطق انسانی کو بھی علم ہندسہ کا ایک نتیجہ بتایا ہے۔ الفاظ کیا ہیں۔ ایک خاص طریق سے آواز کی اونچ نیچ اور انہی مختلف آوازوں کو حروف کے نام سے نامزد کر دیا گیا ہے۔ انہی حروف کو مختلف تناسب کے ساتھ جمع کرکے الفاظ مرتب ہو گئے۔ انہی الفاظ کے استعمال کا نام زبان دانی ہے۔ الغرض ہماری تمام معلومات اور تحقیقات ہمیں اسی نتیجہ پر پہنچاتی ہے۔ کہ ہر ایک چیز ریاضی کے اصولوں کے ماتحت پیدا کی گئی ہے۔ اور ایک مقررہ توازن کے ماتحت ترقی کر رہی ہے +

علوم نیچر کو ہمارے ماتحت کر دیتے ہیں۔ اور انہی علوم کے ذریعے ہم ان سے خدمت لیتے ہیں۔ اگر ہم نیچر کی کسی چیز کے مختلف اجزا اور اُن کا تناسب دریافت کرلیں تو وہ فوراً ہماری حلقہ بگوش ہو کر ہماری خدمت پر مستعد ہو جاتی ہے۔ میں پروفیسر ہیکل سے اس وقت اتفاق کر سکتا ہوں جب انسان نیچر کے اس تناسب اور توازن سے انکار کر دیں۔ اسمیں شک نہیں کہ ہمنے نیچر کے لئے خود کوئی مقاصد نہیں بتائے ہم نے صرف ان قوانین کو معلوم کر لیا ہے جو اس معین مقصد کے پورا کرنے کیلئے کام پر لگائے گئے ہیں یا بالفاظ قرآن شمس و قمر شجر و حجر ارض و سما سب خاص توازن کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔

اب اگر انسانی دل و دماغ کی بنائی ہوئی چیزوں پر یہ امر حاوی ہے تو جو چیز کسی دماغ نے کسی اصول پر بنائی ہو اس چیز کے استعمال کرنے سے پہلے اس اصول کو دریافت کرنا ہوگا۔ اور یہی اصول ہی اس دماغ کی قدر و منزلت کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔ کسی ناتراشیدہ دماغ کی بنائی ہوئی چیز کو استعمال کرنے میں کسی لمبی چوڑی عقل کی ضرورت نہیں جسقدر کسی موجد کا دماغ اعلےٰ اور مہذب ہوگا اتنا ہی اس چیز کے استعمال کرنیوالے کو نظر عمیق سے اس کے اصول دریافت کرنے پڑتے ہیں۔ حیرت آتی ہے کہ انسانی دل و دماغ کی بنی ہوئی چیزوں پر تو تم اس دل و دماغ کی اس قدر تعریف کرتے ہو اور اس دماغ کے وجود کے قائل ہو جاتے ہو لیکن جب وہی باتیں کائنات کے خلق کی بابت کہی جائیں تو تم سر پھیر کر صاف انکار کر دیتے ہو۔ خود قرآن نے لفظ رب کی یہ تفسیر و تشریح کی ہے کہ سبح اسم ربک الاعلےٰ الذی خلق فسوّٰی والذی قدر فھدیٰ۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ قال فمن ربکما یموسیٰ قال ربنا الذی اعطی کل شیءٍ خلقہ ثم ھدیٰ اس جگہ رب کی تعریف کرتے ہوئے بتایا گیا ہے۔ کہ ربّ وہ ہستی ہے۔ جو ہر ایک چیز کے بنانے کیلئے ایک شکل تجویز کرتی ہے۔

پھر اس شکل کے پیدا ہونے کے لئے مختلف توازن مادے کے تجویز کرتی ہے۔ پھر اس چیز کو ہدایت کو دیتی ہے کہ اپنے اردگرد کے مواد سے اس مقدار کے مطابق مادہ لیلے جس سے وہ شکل پیدا ہو جائے۔ گویا ہر ایک چیز کی پیدائش چار چیزوں سے وابستہ ہے شکل۔ توازن۔ مادہ اور ہدایت۔ قرآن کی اس بیان کردہ حقیقت کو موجودہ سائنس نے بہت واضح کر دیا ہے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ جو حقائق صرف گذشتہ پچاس سال ہی میں دریافت ہوئے ان کا علم کس طرح ایک محض اُمّی کو آج سے ۱۴۰۰ برس پہلے مل گیا۔ سائنس نے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ ہر ایک چیز ایک ہی مادے سے تیار ہوئی ہے۔ ذرات مادہ کی ترقی توازن اور تناسب پر منحصر ہے۔ اور اس چیز کا ایک خاص انداز جو مادے کے ایک ہیولے کیلئے مفید ہے وہی دوسرے کیلئے مُضر ہے۔ ایک مُرغی کا بچّہ ایک سانپ اور ایک انسان سب ایک ہی چیز سے بنائے گئے ہیں لیکن جو انداز مرغی کیلئے مفید ہے ضروری نہیں کہ وہ سُور کے لئے بھی مفید ہو۔ اور اکثر دفعہ وہ مضر ثابت ہوتا ہے۔ ہر ایک چیز کے اردگرد اسکے مُضر اور مفید چیزیں موجود ہیں لیکن وہ اپنی زیست اور ترقی کیلئے وہی چیزیں چُن لیتی ہے جو مُفید ہوں اور ان چیزوں سے بچتی ہے۔ جو مضر اور خلاف ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک چیز میں حفاظت خود اختیاری کیلئے ایک ایسا احساس موجود ہے۔ جو دشمن اور دوست کی تمیز کرا دیتا ہے۔ مفید کیلئے اُنس اور مضر کیلئے نفرت پیدا کر دیتی ہے۔ بیجان چیزیں مثلاً کوئلہ اور جواہر کو لیلو۔ جو مادہ جواہر مُضر سمجھ کر ترک کر دیتے ہیں اس کو کوئلہ مفید سمجھ کر جذب کرتا ہے۔ اور جاندار اشیاء مفید اور مضر دونوں قسم کی چیزیں کھا تو لیتے ہیں لیکن بیفائدہ اور مضر کو فوراً باہر نکال دیتے ہیں۔ انسانی معدہ بھی کوئی مضر چیز قبول نہیں کرتا۔ اگر غلطی سے کوئی مکھی اندر چلی جائے تو فوراً قے کر کے باہر پھینک دی جاتی ہے۔ اور جب جسم انسانی میں بعض اس قسم کے ضرر رسان مواد گھس جائیں جن کے دُور کرنے کیلئے معدہ وغیرہ ناقابل ہوں تو حکیم یا ڈاکٹر لوگ جُلاب یا اپریشن کر کے انکو دور کر دیتے ہیں مرض اور بیماری کیا ہے جسم انسانی کا بیرُونی غیر مفید اشیا کے اندر آ جانے سے بگڑ جانا کیا یہ تمیز نیک و بد ایک اتفاقی امر ہے۔ یا ایک بالارادہ ہستی کی ہدایت ہے پیشتر اسکے کہ آپ اس کا جواب دیں یہ ایک اور عرض پر پہلے غور کر لیں۔ یہ امر مسلم ہے کہ مادہ جوں جوں ترقی کرتا ہے اسکی قوتیں اور خواص زیادہ مضبوط ہوتے جاتے ہیں بائیالوجی کی رُو سے انسان مادے کی بہترین نشوونما یافتہ شکل ہے۔ جب جاندار مخلوق میں حِسّ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ادراک مزید ترقی پکڑتا ہے تو اخلاق مذہب اور فلسفہ کا دور دورہ شروع ہوتا ہے۔ تو پھر چاہیئے تھا کہ جس طرح مادہ ابتدا سے اپنے ہر ایک درجہ نمو میں مفید اور غیر مفید چیزوں میں تمیز کرتا رہا ہے وہ صحیح اخلاق اور صحیح فلسفہ پیدا کرنے میں بھی مفید اور غیر مفید میں تمیز کرتا۔ ہر ایک نسل انسانی میں اخلاق اور فلسفہ کا بدلنا

اور ایک ہی چیز کا ایک وقت مفید اور دوسرے وقت غیر مفید ہونا بتاتا ہے کہ ادراک کے بعد مفید اور غیر مفید میں تمیز کرنے کی فطرتی طاقت ابھی مجھ میں نہیں ہے۔ اب اسکی جگہ انتخاب کی طاقت مل جاتی ہے لیکن کیا میرا اخلاقی ترقی کیلئے میرا دل اسطرح عمل کرتا ہے جس طرح میرا معدہ مکھی کو قے کر کے نکال دیتا ہے۔ جس طرح میری آنکھ میں کوئی غیر چیز چلے جانے سے تکلیف اور اس کو نکالنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور جس طرح میرے سسٹم میں جب کبھی خارجی غیر مفید چیز چلی جائے تو میری نیچر اسکو نکالنے کیلئے بیچین ہو جاتی ہے۔ کیا فی الواقعہ اسی طرح میرا دل و دماغ ان چیزوں سے نفرت کرتا ہے۔ جو صحیح اخلاق اور صحیح فلسفے کے خلاف ہیں نہیں ہرگز نہیں۔ ہاں جب میں سُن لیتا ہوں یا میرا تجربہ اور مشاہدہ مجھے ثابت کر دیتا ہے کہ فلاں چیز مفید اور فلاں چیز غیر مفید ہے۔ تو پھر واقعی میں ضرر رساں غیر مفید چیزوں سے نفرت کرتا ہوں۔ لیکن اگر یہ تمیز نیک و بد ایک فطرتی طاقت ہے۔ تو پھر مجھے پہلے ہی دن کیوں یہ فرق معلوم نہ ہوا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ فطرتی تقاضا نہیں ہدایت ہے۔ اور یہ وہ ہدایت ہے جو چیزوں کی خاص شکل کے بنانے والے اور ان خاص شکلوں کے پیدا کرنے کیلئے مادہ ہی سے خاص مقدار مقرر کرنیوالے کی طرف سے آتی ہے جس کو قرآن نے رب کہا ہے۔ فرمایا۔ میرا رب وہ ہے جو ہر ایک چیز کیلئے شکل تجویز کرتا اور پھر اسکو ہدایت کرتا ہے۔ اب میں اس آیت کے ایک اور پہلو کو لیتا ہوں یہ ایک چیز کی شکل مقرر ہے۔ اور ہمارا علم اور مشاہدہ یہی بتاتا ہے کہ مادہ نہ صرف مقررہ شکل ہی رکھتا ہے بلکہ اس شکل کے پیدا کرنے کے اسباب بھی مقررہ ہوتے ہیں جس سے تخیل اور ارادہ کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے۔ اس موقع پر کہا جاسکتا ہے کہ خیالات مادی اشیا سے الگ کوئی چیز نہیں۔ اور ان کا وجود اس سے پہلے ممکن ہو سکتا ہے یہ در اصل وہ بحث ہے جو افلاطون اور اسکے مشہور شاگرد رشید ارسطو میں ہوئی۔ اختلاف ان دونوں میں اس بات پر تھا کہ آیا خیال پہلے ہوتا ہے یا مادہ۔ اور بات اصل میں یوں ہے کہ اُستاد و شاگرد دونوں کا خیال غلط ہے بھی اور نہیں بھی صرف نکتہ خیال کا فرق ہے۔ دماغ انسانی بحالت فاعلی خیال کو مادے سے الگ نہیں کر سکتا لیکن مفعولی حالت میں نہ صرف یہ دونوں لازم ملزوم ہیں بلکہ بعض دفعہ تو خیال مادے سے مُقدّم اور پہلے ہوتا ہے۔ ارسطو انسانی دماغ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ دماغ نے چیزوں کا تعقل چیزوں کو دیکھ کر کیا۔ افلاطون کے نزدیک چیزوں کی مقررہ شکل ہے اور وہ اس مقررہ شکل میں پیدا ہوئی ہیں کیا یہی انسانی دل جو فاعلی حالت میں تخیل اور مادی چیز کو علیحدہ نہیں کر سکتا جب کوئی امر تجویز کرتا ہے تو اس چیز کا خیال اسکے دل میں پہلے ہی سے موجود نہیں ہوتا۔ الغرض یہ پنڈ ایک اٹل ہیں جنکی رُو سے مجھے نظر آتا ہے کہ مادے سے پہلے ایک تجویز کنندہ بالارادہ ہستی ہے وہی خالق ہے وہ شکل دیتا ہے وہ پرورش اور معیشت کے سامان مُہیّا کرتا ہے وہی درجہ بدرجہ صلح ترقی پر پہنچاتا ہے۔ یا بہ الفاظ قرآنی ان سب صفات کو ایک لفظ میں اکٹھا کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمارا رب ہے۔ وانا الی ربك المنتہیٰ ✦

بیبیوں اور بچوں کے پڑھنے کی دلچسپ کتابوں کا نچوڑ

ان کتابوں کے پڑھنے سے عورتوں میں اخلاق تہذیب اور روشن خیالی کا اضافہ ہوتا ہے

رسول عربی	رسول اکرم کی سوانحعمری خاص بیبیوں کے مطالعہ کے قابل	۸/
بنت رسول	خاتون جنت حضرت فاطمۃ زہرؓ کے متبرک حالات ...	۵/
حسنین	حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے ذکر خیر قابل دید - -	۴/
جام کوثر	نہایت مؤثر نعتیہ کلام کا مجموعہ مقبول عام - - -	۴/
جمیلہ خاتون	ایک ضدی اور ناسمجھ خاتون کا راہ راست اختیار کرنا - - -	۳/
آداب نسوان جدید	زنانہ آداب واخلاق کی نہایت مفید کتاب - - - -	۶/
عقیلہ بیگم	بیبیوں کو انتہا درجہ کا کفایت شعار اور دوراندیش بنانیوالی کتاب	۳/
زنانہ حساب کتاب مجلد	گھر کا روزانہ حساب لکھنے کی بہتر اور آسان کتاب بہت مدت تک کافی ہے	۱۰/
نیا باورچیخانہ	قصہ کی صورت میں تمام کھانے پکانے کی ترکیبیں	۶/
مناجات بیوہ	حالیؒ مرحوم کی مقبول عام نظم نہایت پُردرد - - -	۲/
زنانہ خطوط	عورتوں کو خطوط نویسی کا طریقہ بتلانے والی کتاب - -	۵/
صبر کی دیوی	سوتیا ڈاہ کی دردناک داستان مؤثر پیرایہ میں بیان کی گئی ہے	۳/
اصلاح الرسوم	بُری رسموں کے دُور کرنے کیلئے مفید طریقے بڑے کام کی کتاب	۳/
قومی گیت	بچے اور بچیوں کے یاد کرنے کے قابل دلچسپ قومی گیت ..	۵/
لیکچر اسلام	مسز اینی بیسنٹ صاحبہ کا لیکچر اسلام کے متعلق -	۳/
راہ جنت	نیک اور پاکباز مرد وعورتوں کے نتیجہ خیز قصے - - -	۳/
چڑے چڑیا کی کہانی	انسان کی بیمروتی کے قصے دو بے زبانوں کی زبان سے -	۳/
چپ کی داد	نہایت دلچسپ نظم مصنفہ مولانا حالی صاحب - - -	۲/
لائق ماں کا لائق بیٹا	تعلیم یافتہ اور جاہل ماں کا مقابلہ - - - -	۳/
ناصح مشفق	نصیحت کے پورے ایکسو سچے موتی نہایت قابل دید کتاب ہے ..	۳/

تاثیر صحبت	نوجوانوں کی اصلاح دلچسپ پیرایہ میں	۱۰/
مجموعۂ وظائف	مجرّب نادر وظائف	۲/
خوش انجام	ایک موثر کہانی بیفکر شوہروں پر بچوں کی بیکسی کا اثر	۲/
رباعیاتِ حالی	مولانا حالی مرحوم کی قابل دید مطبوعہ و غیر مطبوعہ یعنی جدید رباعیاں کا خوشنما مجموعہ	۳/
مناجات بیوہ	ہندوستان کی مجبور بیواؤں کی آہ وزاری بیوہ کے دل کی سچی باتیں پڑھنے جاؤ اور روتے جاؤ نظم کیا ہے تیر و نشتر ہے پُر درد اور سچے عاشق قوم کے دل سے نکلے ہوئے شعر ہیں ٹھیٹھ ہندوستانی اردو زنانہ محاورات ..	۲/
تربیت النساء	تہذیب و اخلاق حاصل کرنے کیلئے طرز عمل قصہ کے پیرایہ میں ..	۵/
ایک شریف خاتون کی جمع کی ہوئی سولہ دلچسپ اور مزیدار کہانیاں	یہ کہانیاں خاص کر لڑکیوں اور شریف پردہ نشین بیبیوں کے مطالعہ کے واسطے حال ہی میں چھاپی گئی ہیں۔ ہر کہانی اپنے سبق آموز مضمون اور عمدہ نتیجے کے لحاظ سے لاجواب ہے۔ ان دلچسپ کہانیوں نے زنانہ اردو کے پاکیزہ لٹریچر میں قابل قدر اضافہ کیا ہے صرف ایک کہانی پڑھ کر پوری سولہ کہانیوں کی قیمت وصول ہو جاتی ہے۔ فی کہانی ایک آنہ پورا سولہ کہانیوں کا سٹ	عہ
مُسدّس حالی	مسلمانوں کی گذشتہ اور موجودہ حالت کا فوٹو اگر دیکھنا منظور ہو تو اسے دیکھو موجودہ حالت کی پُر درد کہانی۔ مولانا حالی کا زندہ جاوید تصنیف یعنی مد و جزر اسلام۔ جس نے مسلمانوں میں نئی زندگی پیدا کی ..	۸/
انشائے نسواں	جسمیں مستورات کو لکھنا بتانے کے قواعد طرز تحریر و رسم الخط کی اصلاح زنانہ محاورات القاب طریقہ خطوط نویسی مع خطوط بتائے گئے ہیں۔ قیمت صرف	۴/
ادیب نسواں	اسمیں طبقۂ نسواں کی پردہ نشین مستورات کی قابلیت بڑھانے کیلئے عظمت اتباع خاوند۔ پردہ حیا انتظام خانہ داری تہذیب تعلیم اولاد گھر کے کام دکاج و ہنر آموزی کے تمام مضامین درج ہیں	لہر
اخلاقی کہانیاں	بچے بچیوں کے پاک اور نرم دلوں میں رحم انصاف و دینداری پیدا کرنیوالی نصیحت آمیز دلچسپ کہانیاں	۲/

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

ار ۱۱ اہستمبر لاہور حافظ منظور الدین کے اہتمام سے چھپوا کر شیخ نور احمد بلال نے عزیز منزل نولکھا لاہور سے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اِسلامک رِیوِیو اینڈ مسلم اِنڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی

مُسلم مشنری

و مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

یہ کارِ ثواب ہے کہ آپ انہیں رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہوسکتی ہے

جلد (۴)	بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء	نمبر (۱۱)

فہرست مضامین

خطبات غریبیہ

قیمت فی خطبہ ۲ر مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی امام مسلم مشن و ایڈیٹر اسلامک ریویو ووکنگ لندن۔ یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناواقفان اسلام کو اسلام سے متعارف کرانے اور ان پر حقائق اسلام منکشف کرنے کیلئے انگلستان۔ فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لیکچر دیئے۔ اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:۔

(۱) سلسلہ خطبات غریبیہ سوم مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) ر توحید و عام تصوف۔
(۳) ر خطبات عیدین۔
(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۵) اسلام اور دیگر مذاہب
(۶) تحفۂ [illegible]

مکمل سیٹ چھ عدد خطبات مجلد عہ بے جلد عہ

لمعات انوار محمدیہ

رسول کریم صلعم کے پاکیزہ حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ جس میں شہرت کا نوٹ علمی و نہایت اعلیٰ اصلاحی مضامین کا مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا مکمل تعارف جس میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ [illegible] ڈی پیرسٹر ایٹ لاء و جناب مارمڈیوک پکتھال و جناب الیس ایچ لیڈر مصنف فریزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے [illegible] بیان کیا ہے اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت ۶ر مجلد ۱ر

اسلامک ریویو ووکنگ لندن

جس کو ایڈیٹر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا علمبردار انگلستان کے مرکز میں ہے جو کہ پیا سبز پیلت بیضا کی طرف سے دین اسلام کا واحد ذریعہ سیاہ ظلمت [illegible] تاریکی میں بھی کیا کام کر رہا ہے ایک ہی انگریزی زبان میں ہمارا رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر ناقصانہ فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یورپ کی آنکھ میں جھکا چوند کر دی اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام (۳ر سالانہ) ماہوار شائع ہوتا ہے نیز ہر دو ہمارے رسالوں میں ہر ماہ نو مسلمین و نماز عیدین کی تصاویر ہوتی ہیں +

لندن میں جلسہ میلاد النبی صلعم (۴ر)

اس کتاب میں اس جلسہ کی روئداد درج ہے جو [illegible] سنٹرل اسلامک سوسائٹی [illegible] ہوا [illegible] کو سیسل ہوٹل میں منعقد ہوا [illegible] آنحضرت پر منعقد ہوا [illegible] پریزیڈنٹ نے تقریر کی [illegible] زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے "خلق عظیم" کے متعلق نہایت ہی قابل مطالعہ ہے۔ ہمارے ناظرین کرام ضرور اس کتاب کی متعدد کاپیاں خرید فرما کر مسلم احباب میں تقسیم فرمائیے۔ قیمت ۴ر

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل۔ نولکھا لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء نمبر (۱۱)

شذرات

ناظرین کرام اس افسوسناک خبر سے یقیناً متاسف ہونگے۔ کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی کے فرزند اکبر خواجہ بشیر احمد صاحب بی اے گذشتہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو اپنی اہلیہ سمیت عین عنفوان شباب میں راہیئے عالم بقا ہوئے۔ خواجہ بشیر احمد اور اُنکی اہلیہ کی وفات نہ صرف اس وجہ سے ازحد افسوسناک ہے کہ آپ اُس پہلوان اسلام کے فرزند تھے جو اس وقت اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لئے ہُوئے اپنے وطن۔ اپنے گھر بار۔ اپنے خویش و اقارب در اس مرحوم فرزند ہی کالے کوسوں دُور پڑا ہے۔ نہ صرف اس صدمہ کے احساس کی وجہ سے جو اس غریب الوطنی میں حضرت خواجہ صاحب اپنے اس لخت جگر کی ہمیشہ ہمیشہ کی جدائی سے ہوگا۔ نہ محض اس وجہ سے ہی کہ مرنیوالا ایک نوجوان لائق اور ہونہار انسان تھا۔ اور اسکی وفات اپنے خویش و اقارب کے لئے ازحد صدمہ کا موجب ہے بیشک یہ سب امور بھی دل کو ازحد صدمہ پہنچانیوالے اور افسوسناک باتیں ہیں لیکن یہ رنج و تاسف بہت بڑھ جاتا ہے جب ہم اس نقصان عظیم کو دیکھتے ہیں جو اس حسرتناک موت سے اشاعت اسلام کے کام کو پہنچا ہے۔ یُوں تو دُنیا میں سینکڑوں نوجوان عین عنفوان شباب میں ہی داعئے اجل کو لبیک کہکر اپنے والدین اور دیگر خویش و اقارب کو داغ جدائی دے جاتے ہیں جس کا صدمہ انہیں تا زیست رہنا ہے لیکن اس قحط الرجال کے زمانہ میں جبکہ اسلام کی اس زار و نزار حالت کے باوجود بھی اسکی حفاظت اور تبلیغ کے بیش بہا فرض کو لوگوں نے پس پُشت ڈال رکھا ہے۔ اور شاید لاکھوں میں دس پانچ ہی ایسے پیدا ہوتے ہوں۔ جو دل میں اسلام کا حقیقی درد لے کر اُٹھے اور اسکی تبلیغ میں

کو شاں ہوتے ہیں۔ مولوی بشیر احمد جیسے قابل۔ نیک خصال و دیندار مذہبی واقفیت رکھتے تھے اور پھر دین کی خدمت کیلئے اپنے آپ کو وقف کرنے والے انسان کا اس نوجوانی کے عالم میں فوت ہو جانا ازبس افسوسناک اور موجب ملال ہے +

مولوی صاحب مرحوم باوجود اس اعلیٰ تعلیم کے جو انہیں حاصل تھی جس درجہ خوش اخلاق خوش طبع حلیم الطبیعت تھے اس کا احساس ان لوگوں کو ہی ہو سکتا ہے جنہیں کبھی ایک دفعہ بھی ان سے ملنے کا موقع ملا ہے۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں آپ نے بی اے میں نمایاں کامیابی حاصل کی جس کے بعد ایم اے میں داخل ہوئے لیکن اس خیال سے کہ کچھ اسلامی اور عربی لٹریچر سے واقفیت حاصل ہو جائے اسے چھوڑ کر تحصیل عربی میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران میں مسلم ہائی سکول کھل گیا جہاں آپ نے اپنی آنریری خدمات سے ثواب حاصل کیا قریباً ڈیڑھ سال تک یعنی جب سے کہ مسلم ہائی سکول کھلا ہے آپ وہاں بغیر تنخواہ کے کام کرتے رہے ہیں۔ اور اس تندہی اور محنت سے کام کرتے رہے ہیں کہ آپ کے زیر تعلیم طلبا کے آپ سے تسلی یاب ہونے کے ساتھ پرنسپل صاحب بھی آپ کے مداح تھے اور ہیں +

ایک طرف آپ سکول میں پڑھاتے تھے اور دوسری طرف اپنے فارغ اوقات میں عربی اور حدیث پڑھا کرتے تھے بلکہ ایک موقعہ پر سکول میں عربی استاد کے موجود نہ ہونے پر آپ کو وہاں عربی پڑھانی بھی پڑی جس کی تعریف خود طلبا کی زبان سے انہی دنوں میں ہمارے سننے میں آئی تھی۔ گذشتہ سال درس قرآن میں آپ برابر شریک رہے اور باوجود اس کے کہ چار ماہ میں قرآن ختم کرنے کیلئے نماز مغرب کے بعد رات کے دس بجے تک حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے درس دیتے تھے مگر آپ برابر ضروری نوٹ کرتے رہتے اور معقول سوالات سے اپنی ذہانت طبعی کی داد دیتے تھے غرض کہ

بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اور ان خوبیوں ہی کی وجہ سے یہ ایک دل خوش کن امید تھی۔ کہ آپ کے وجود سے بھی آپ کے محترم والد کی طرح اسلام کو عظیم الشان فوائد حاصل ہونگے۔ جن کی بنیاد اس پاک ارادہ پر تھی جو اس وقت جب آپ نے حضرت خواجہ کی واپسی انگلستان کے بعد ان کے دوران قیام لاہور میں ہی بی۔ اے پاس کیا۔ ظاہر ہو چکا تھا جس کے لئے آپ عملاً تیاری میں مصروف تھے اور امید کی جا سکتی تھی کہ آپ سنہ ۱۹۱۹ء میں ولایت جا کر حضرت خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹانے کے قابل ہو جائینگے۔ بلکہ مرحوم و مغفور کو حضرت خواجہ صاحب سنہ ۱۹۱۹ء میں ہندوستان سے روانہ ہونے کیلئے لکھ بھی چکے تھے۔ فی الحال انگریزی دانی کی قابلیت اس اردو ترجمہ سے ظاہر ہے جو اشاعت اسلام میں اسلامک ریویو کے مضامین (شذرات کو چھوڑ کر) آپ خود کرتے تھے۔ غرض مرحوم خواجہ صاحب گوناگوں خوبیوں کے انسان تھے جن کی وجہ سے عام طور پر میں آپ کی اس حسرتناک وفات کا ہمیں سخت صدمہ ہے۔ اور ہر ایک شخص جس کے پہلو میں دل اور دل میں درد ہے اس صدمہ

کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ بلکہ یہ احساس اور دلی درد اور بھی بڑھ جاتا ہے جب اس نقصان کا اندازہ کیا جا
جو نہ صرف مرحوم خواجہ بشیر احمد صاحب بلکہ ان کی لائق اور انہی کی طرح دیندار بیوی کے بھی ان کے ساتھ ہی فوت ہو جانے سے ہوا۔

ہاں اس نقصان عظیم کے وقت ایک وجہ تسلی ہمارے لئے موجود ہے ۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلعم کے وہ الفاظ جو اپنے پیارے فرزند ابراہیم کی وفات پر آپ کے منہ سے نکلے ۔ لو عاش ابراھیم لکان نبیاً بتاتا ہے کہ یہ مقدر ہی تھا کہ خاتم النبیین کے ہاں اولاد ذکور پیچھے رہتی مگر مصلحت خداوندی نے یہ چاہا کہ آپ کو بیٹے دیکر واپس بلا لئے جائیں تاکہ تقاضائے قدرت کے ان صدمات کے وقت جن کا آنا اس دنیا میں ناگزیر ہے آپ کے پیروؤں کیلئے ایک عملی نمونہ ہادی عالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں موجود ہے ۔ ایسے صدمات کے وقت دل کا پُرغم اور آنکھوں کا پُرنم ہونا عین فطرت انسانی کے مطابق ہے ۔ وہ محبت جو خود خدا کے ہاتھ نے انسان میں ودیعت کی ہے ۔ اسی کا یہ تقاضا ہے کہ جب انسان کا کوئی محبوب اس سے الگ ہو تو اس کے دل کو غم پہنچے ۔ اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئیں ۔ گر یہ باتیں حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے اندر نہ ہوتیں تو آپ ہمارے لئے نمونہ نہ بن سکتے ۔ اگر جذبہ محبت اس قلب صافی میں نہ ہوتا تو اور کہاں ہوتا ۔ ہاں آپ کی فطرت تو ایسی صحیح ایسی صراط مستقیم پر واقع ہے کہ اس کے تمام ترین جذبات ایک مکمل رنگ میں آپ کے اندر پائے جاتے ہیں پس اولاد کی محبت جو فطرت انسانی کا ایک نہایت ہی صحیح جذبہ ہے ضرور تھا کہ آپ کے اندر پایا جاتا ۔ اور اس محبت کا تقاضا اولاد کی علیحدگی پر قلب حزین اور چشم پُرنم کا ہونا اس محبت سے علیحدہ نہیں ہو سکتا تھا ۔ پس فرمایا القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی ربنا ۔ دل پُرغم ضرور ہے ۔ آنکھوں میں آنسو ضرور ہیں یہاں تک یہ انسانی محبت اور انسانی فرائض تھے لیکن اس سے آگے اس سے بالاتر ایک فرض اور اپنے مالک حقیقی کا تھا ۔ اور وہ یہ کہ اولاد ہو یا مال یا صحت یہ سب کچھ اللہ تعالے کی نعمتیں ہیں جو انسان کو ایک وقت تک بطور امانت دیجاتی ہیں انسان کا حق نہیں کہ ہمیشہ کیلئے ان کا مدعی بنے ۔ وہ ان باتوں میں سے جس قدر چاہتا ہے اور جب تک چاہتا ہے کسی کو دیتا ہے اور جس طرح محض رحمانیت سے دیتا ہے کسی کے حق کے طور پر نہیں دیتا ۔ اسی طرح اسی صفت مالکیت کے ماتحت جب چاہتا ہے اور جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے ۔ اور جو کوئی دیتا ہے وہ خدا کی امانت اس کو واپس کرتا ہے پس شکایت کے کیا معنی ۔ خدا نے کیوں ایسا کیا کہ ہم سے ایک اپنی امانت کو واپس لے لیا ۔ یہ خیال وہ نادان کر سکتا ہے جو صفات الٰہی سے ناواقف ہے ۔ کیوں یہ سوال اس کے دل میں اس وقت پیدا نہیں ہوتا جب اس کو یہ نعمت ملتی ہے ۔ کیونکر وہ اس وقت یہ نہیں سوچتا کہ ہزاروں اس نعمت سے محروم ہیں مجھے یہ کیوں مل گئی ؟ جو دیتا ہے وہی لیتا ہے نہ اس کے دینے پر سوال ہو سکتا ہے نہ اس کے لینے پر ۔ پس جب یہ بتایا کہ تقاضائے محبت سے جو بشر کی فطرت میں ودیعت ہے دل غمگین ہے اور آنکھ پُرنم ۔ تو دوسرے پہلو کو بھی ساتھ ہی بتا دیا ۔ کہ ہم کوئی حرف شکایت زبان پر

نہیں لاتے بلکہ نقول الا ما یرضی بہ ربنا۔ کیا ہی پاک نقشہ ہے کہ ایک طرف فطرت انسانی کو کھینچا ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف جھکایا ہے۔ اور وہ بھی درحقیقت فطرت انسانی ہی کا نقشہ ہے کیونکہ مالک کی طرف جھکنا بھی فطرت انسانی میں ودیعت کیا گیا ہے۔ زیادہ خوشی اور زیادہ غم کے وقت میں بعض وقت اس تقاضائے فطرت کو انسان بھول جاتا ہے۔ ان جامع الفاظ میں کہ دل پُرغم ہے اور آنکھ پُرنم ہے مگر شکایت کا حرف زبان پر نہیں لاتے بلکہ خدا کی قضا پر راضی ہیں ایسے وقت فطرت کے ان دونوں تقاضوں کو اپنے کمال میں ظاہر کر دیا ہے یہی وہ باتیں ہیں جو تمام صحیح فطرتوں کو آہستہ آہستہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور غلامی کی طرف کھینچ کر لانے والی رہینگی۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلی اصحابہ اجمعین

آج خواجہ بشیر احمد کی وفات پر ہم بھی یہی الفاظ دوہراتے ہیں جو ہمارے پیارے ہادی صلعم نے ہمیں سکھائے ہیں القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی بہ ربنا۔ اسکی حکمت کاملہ نے ہی جو چاہا عطا فرمایا۔ اور اس نے اپنی حکمت سے جس کو چاہا اور جب چاہا اپنی طرف واپس بُلا لیا۔ مرحوم کی خوبیوں اسکی سعادت اسکی فرمانبرداری نے بہت دلوں میں گھر کر لیا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس نے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں لگانے کا پورا تہیہ کر لیا تھا پس جو نیت اُسنے کی اس کا اجر وہ پائیگا۔ فقد وقع اجرہ علی اللہ ہماری ترقیات اس دنیا کی اسی زندگی کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں اور مصالح کو خوب جانتا ہے وہ جہاں تک چاہتا ہے اور جب تک چاہتا ہے کسی سے یہاں کام لیتا ہے۔ اور جب اسکی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے وہ اپنے حضور بلا لیتا ہے۔ اس سے اسکی ترقی میں کوئی رُکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔ یہ سچ ہے کہ قضا و قدر کے ایسے صدمات جو انسان کو پہنچتے ہیں۔ اور وہ تکالیف جو اس پر وارد ہوتی ہیں وہ ایک مومن کے لئے اسکی ترقیات کا موجب ہوتی ہیں یقین ہے کہ یہ واقعہ اللہ تعالےٰ حضرت خواجہ صاحب کے لئے مزید ترقیات کا موجب کریگا۔ آج سے چھ سال پیشتر آپ کی بی بی کا انتقال ہوا۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس کے ساتھ ہی آپ کی زندگی میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کر دی جس کا اثر آج ایک دُنیا محسوس کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت پر صبر کا اجر آپ کو دیا کہ اپنی خدمت کیلئے آپ کو چن لیا۔ اب یہ دوسرا صدمہ ہے۔ اور خدا نے چاہا تو اس پر صبر کا اجر مزید ترقیات کے رنگ میں ہویدا ہوگا +

یہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے کہ جب مومن ان ابتلاؤں پر جو قضا و قدر آلہی سے اس پر وارد کئے جاتے ہیں صبر کرتا ہے تو صلوٰۃ من ربھم ورحمہ کا حقدار ہو جاتا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو اعلےٰ سے اعلےٰ ترقیات کے مقام قضا و قدر کی مشکلات اور مصائب میں سے گذرنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔ ایک وہ قربانیاں ہیں جو انسان اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ ایک وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے جو انسان خوشدلی کے ساتھ اسکی طرف

بڑھ جاتا ہے لیکن اس سے بلند تر مقام وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قضا وقدر کے ذریعہ سے اس سے قربانی چاہتا ہے۔ یعنی اسکو کوئی دکھ اور تکلیف پہنچتی ہے۔ اور وہ اس کی قضا پر راضی ہو جاتا ہے۔ اور جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت نے اسمیں بھی اسکی بہتری ہی رکھی ہے۔ اور خوشدلی کی اطاعت سے بڑھ کر وہ اطاعت ہے جو قلب حزین اور چشم گریاں کے وقت انسان اختیار کرتا ہے۔ آسائش و راحت اور آرام کے وقت ہر شخص اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کو تیار ہو سکتا ہے دُکھ تکلیف اور غم کے وقت باخدا انسان ہی دل سے الحمد للہ رب العالمین کہیگا۔ دل میں قوت ہو۔ خوشی ہو۔ بڑی سے بڑی مشکلات کو طے کرنے کے لئے انسان تیار ہو سکتا ہے۔ مگر غم سے بھرے ہوئے دل کے وقت ایسا قدم اُٹھانا عارفان الٰہی ہی کا کام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام میں اللہ تعالےٰ نے کیسا عجیب واقعہ بیٹے کی قربانی کا رکھا ہے۔ کہ باپ اپنے بیٹے کو خدا کے حکم کے ماتحت قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی تو ایک کامل نمونہ ہے۔ کیا وہ ایسے واقعات سے خالی ہے؟ ہرگز نہیں۔ جہانتک اپنے اختیار سے قربانی کرنے کا سوال ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے اس مقام بلند پر پہنچایا یا قیل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین حضور کا سب کچھ ہی اللہ تعالےٰ کیلئے تھا مگر بیٹے کے معاملہ میں اللہ تعالےٰ نے اس سے بھی بڑھ کر واقعہ دکھایا ہے۔ آپ کا فرزند ابراہیم آپ کے سامنے وفات پاتا ہے۔ اور وہ کام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اختیار سے کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ ہمارے نبی کریمؐ پر قضا و قدر کے ذریعہ سے وارد کر دیا جاتا ہے۔ اور اس وقت آپ کے یہ الفاظ القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی بہ ربنا حضرت ابراہیمؑ کی تیاری سے بھی بڑھ کر ہیں۔ آج اگر ہم یہی لفظ باتباع سُنّت نبی کریمؐ کہتے ہیں۔ اور اپنے قلب کے اندر ایک سکون اور ٹھنڈک کی کیفیت پاتے ہیں۔ تو کس قدر سکون اور ٹھنڈک سے وہ قلب پُر ہو گا جس سے پہلے یہ لفظ پھوٹ کر نکلے ہیں۔ اور عین اس حالت میں نکلے ہیں جب اس کا دل حزیں ہے جب اسکی آنکھوں میں پیارے بیٹے کی جُدائیگی کے لئے آنسو بھر آئے ہیں۔ اس وقت ولا نقول الا یرضی بہ ربنا کے الفاظ کا جوش سے پھوٹ کر نکلنا بتاتا ہے کہ باوجود حزن قلب کے اللہ تعالےٰ کی رضا پر کس قدر سکون اس قلب صافی کو حاصل ہے۔ اللھم صل وسلم و بارک علیہ۔ جہانتک غور کیا جائے حضرت ابراہیمؑ کے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کی تیاری سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ واقعہ ہے۔ کہ اپنے بیٹے کی وفات پر جب محبت پدری سے فی الواقع دل میں غم اور آنکھوں میں آنسو ہیں وہ چلا اُٹھتا ہے کہ اے خدا تیری قضا پر ہم راضی ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے اختیار سے ایک قربانی کرنے کو راضی ہوتے ہیں ہمارے نبی کریمؐ پر قضاء و قدر ایک قربانی وارد کرتی ہے۔ تو آپ کا قلب

حزیں پھر بھی راضی ہے۔ یہ مقام اس سے بڑھ کر ہونے کے علاوہ ہر ایک متبع کیلئے ایک نمونہ کا کام دے سکتا ہے فی الواقع قضاء و قدر کی مشکلات میں خدا کی قضا پر راضی رہنا ایک ارفع مقام ہے اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی سے بھی یہی سبق ہم کو ملتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے کی قربانی کیلئے تیاری کر چکے اپنے اختیار میں جس قدر باتیں ہیں ان پر اسلمت لرب العٰلمین میں اپنے قلب کی کیفیت کو بیان کر چکے ہیں یعنی ہر ایک امر میں اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری پر تیار ہو چکے ہیں۔ مگر پھر بھی ان پر قضاء و قدر کی تکلیفات وارد کی جاتی ہیں۔ اور ان کو طرح طرح کے مشکلات میں ڈالا جاتا ہے۔ تاکہ وہ اسلمت سے بھی ایک بلند مقام پر پہنچیں۔ بلاشبہ فرمانبرداری احکام بڑا عظیم الشان مرتبہ ہے۔ مگر قضاء قدر کی مشکلات میں قضائے الٰہی پر راضی رہنا اور غم کے وقت خوشدلی سے خدا کی اطاعت میں لگے رہنا اس سے بھی بلند مرتبہ ہے۔ غور کیا جائے تو ہر ایک نبی اپنی زندگی میں اللہ تعالےٰ کی کامل فرمانبرداری اختیار کرتا ہے۔ مگر ہر ایک کو ہی طرح طرح کے دکھوں اور مشکلات میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ اعلےٰ درجہ کی غمگسار نبی سخت سے سخت مشکلات کے وقت تسکین دینے والی بی بی آپ سے الگ کی جاتی ہے چچا جو سخت سخت مخالفتوں میں آپ کی حمایت پر رہے فوت ہو جاتے ہیں۔ سارا قبیلہ شہر کے ایک کونہ میں مقید ہے۔ کھانے تک کا سامان نہیں ملتا۔ مگر کیا آپ کی زبان پر کبھی حرف شکایت آتا ہے۔ کہ اے خدا یہ کیا معاملہ تو میرے ساتھ کر رہا ہے نہیں بلکہ ان تمام مشکلات پر جب ایک اور تاریکی کا بادل چھا جاتا ہے۔ اور آپ طائف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مگر وہاں سے بھی زخموں سے چور ہو کر واپس آتے ہیں۔ تو پھر بھی یہی لفظ آپ کے مُنہ سے نکلتے ہیں۔ کہ اے خدا اگر تیری رضا مجھے حاصل ہے۔ تو یہ سب کچھ ہیچ ہے۔ خدا تعالےٰ اگر چاہتا۔ تو اپنے انبیاء کیلئے ایسے سامان پیدا کر دیتا کہ ان کو کوئی دکھ نہ دے سکتا۔ مگر نہیں اس دن سے گذرنے بغیر انسان کمال حقیقی کو حاصل نہیں کر سکتا اور انبیاء و اولیا کی تکمیل کیلئے سب کو قضاء قدر کی مشکلات میں سے گذارا جاتا ہے۔ اور شاید دوسرے لوگوں سے بڑھ کر یہ مشکلات ان پر وارد کیجاتی ہیں۔ ان تمام مشکلات میں جو ایک معمولی انسان کو کچل دینے کیلئے اور اسکو پاگل بنا دینے کیلئے کافی ہوں۔ ان لوگوں کا اللہ تعالےٰ پر ایمان اسی جوش سے قائم رہنا درحقیقت اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایک بڑی دلیل ہوتی ہے +

مسلمانوں نے یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے کس قدر قربانیاں خدا کی راہ میں اپنے اختیار سے کیں۔ وطن چھوڑے۔ جائدادیں چھوڑیں۔ رشتہ دار عزیز و اقارب چھوڑے۔ مگر کیا اسی پر بس ہو گئی نہیں بلکہ ان تمام قربانیوں کے بعد اللہ تعالےٰ ان کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع

ونقص من الاموال والانفس والثمرات ابھی کچھ اور امتحان تمہارا باقی ہے ابھی تمہیں انعام دینے کے لئے تمہارے کمالات ظاہر کرنے کیلئے تم پر کچھ خوف اور بھوک اور کچھ مالوں اور کچھ جانوں اور پھلوں کا نقصان وارد کرنا ضروری ہے سو اس میں درحقیقت زیادہ تر قضاء و قدر کے نقصانات کی طرف ہی اشارہ ہے جیسا کہ وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ سے ظاہر ہے۔ اور جب اس حالت پر پہنچ جائیں کہ جب ان کو مصائب پہنچیں۔ تو بجائے اسکے کہ ان پر گھبرائیں ان کے دلوں میں کوئی شکایت پیدا ہو۔ اُن کے دلوں سے یہ آواز نکلکر زبان پر آتی ہے۔ تا انو انا للہ وانا الیہ راجعون مصیبتیں کیا چیز ہیں۔ اگر کچھ مال کا نقصان ہوگیا۔ اگر کوئی عزیز بچہ مر گیا۔ اگر کوئی عزیز دوست فوت ہوگیا۔ اگر کسی محنت کا ثمرہ ہاتھ نہیں آیا۔ اور کسی کی کوشش یونہی گئی تو بات ہی کیا ہے۔ ہماری زندگی محض اللہ کیلئے ہے۔ اور اسی کی طرف ہم لوٹ کر جانے والے ہیں۔ مال یا اولاد کا ہونا کوئی حقیقی مقصد ان کی زندگی کا نہیں بلکہ اللہ تعالے کو پا لینا۔ اللہ کے لئے اپنے آپ کو کر دینا یہ بات مصائب کے وارد ہونے پر ہی انسان کی سمجھ میں آتی ہے۔ اور یہی بات ان کو اللہ تعالے کی طرف سے بڑی بڑی برکات بڑی بڑی رحمتوں کا وارث بنا دیتی ہے۔ یہ تمام امور اس بات پر شاہد ہیں کہ قضاء قدر کی طرف سے جو صدمات انسان پر وارد ہوتے ہیں۔ وہی درحقیقت اسکی تکمیل کا موجب ہوتے ہیں۔ اور وہی بات جو دوسروں کیلئے دکھ کا موجب ہوتی ہے مومن کے قلب کی حالت کی وجہ سے وہی رحمت و برکت کا موجب ہو جاتی ہے اللہ تعالے حضرت خواجہ صاحب اور اُنکے جملہ متعلقین کو انہی برکات اور رحمتوں کا وارث بنائے جس کا وعدہ اس نے اپنے صابر بندوں کیلئے یہاں دیا ہے +

دنیا پر اس وقت ایک بلائے عظیم نازل ہوئی ہے۔ اور طرح طرح کے مصائب وارد ہو رہے ہیں۔ قحط جنگیں اور سب سے بڑھ کر وبائیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے کا غضب جوش میں ہے۔ مگر وہ ذات تو رحمت ہے اس کا غضب بھی رحم کیلئے ہی ہے۔ قرآن کریم نے اس پُر حکمت امر کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالباساء والضراء لعلھم یضرعون۔ اصل غرض تو یہ ہے کہ لوگ کچھ خدا کیطرف بھی توجہ کریں۔ کچھ دنیا کی محبت کو کم کریں۔ نرے زمینی نہ رہیں۔ بلکہ کچھ نظر انکی خدا کی طرف بھی ہو۔ بس یہی جو ہم کو مصیبت نظر آتی ہے رحمت کا کام کر جاتی ہے جس طرح اللہ تعالے ایک نبی کو بھیج کر دنیا کو متنبہ کرتا ہے اسیطرح جب لوگ بہت سو جاتے ہیں تو ان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کیلئے بعض مصائب دنیا پر بھیج دیتا ہے جن سے عام طور پر لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ واقعی کوئی بالاتر ہستی ہے جس کے قبضۂ قدرت میں سب باتیں ہیں

ہو انسان کا علم اور انسان کی طاقت اسکے سامنے بالکل محدود ہے۔ ہاں جس طرح سوتے ہوئے آدمی کو جگانا ہو الا برا معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ وہ اسکے آرام و آسائش میں مخل ہوتا ہے۔ اسی طرح دُکھ اور تکلیفیں نظر آتی ہیں۔ رہا یہ سوال کہ ایسی تکلیفات میں نیک و بد دونوں کیوں شامل ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو قحط پڑا اس میں مسلمانوں کو بھی تکلیف ہوئی چنانچہ اسی قسم کے عذابوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ اس فتنہ یا عذاب سے ڈرو جو خصوصیت سے تم میں ظلم کرنیوالوں کو نہیں پہنچتا یعنی اس کا اثر نیک و بد دونوں پر ہوتا ہے سو اس پر اعتراض کرنا فضول ہے ظاہر ہے کہ اس قسم کے عذابوں میں اگر نیک و بد کو الگ کر دیا جائے اور نیکوں پر کوئی تکلیف نہ آئے۔ تو ایمان بالغیب باقی نہیں رہتا اور دوسرے یہ کہ درحقیقت تضرع اور عاجزی کے بد اور نیک اپنے اپنے حالات کے مطابق دونوں محتاج ہیں جب تک عزیز و اقارب پر تکلیف نہیں آتی اس وقت تک انسان کے دل سے دُنیا کی محبت سرد نہیں ہوتی +

ہاں یہ تضرع یہ خدا کی طرف جھکنا اپنے اپنے حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ ایک دہریہ کیلئے بھی تضرع ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کے نشانات کو دیکھ کر اور انسان کی بے بسی اور عاجزی کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ کی ہستی کا قائل ہو جائے۔ مومن اس سے اور زیادہ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں بڑی بڑی ترقیات کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں دُنیا کی محبت کی آگ بجھا کر محبت الٰہی کی آگ جلا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ تضرع دونوں میں پیدا کرتا ہے۔ مگر ایک کا تضرع دوسرے سے بہت بلند مقام رکھتا ہے۔ ہاں مسلمانوں کو اس بات کو سمجھ کر اپنی ہمتوں کو دوبالا کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ دُنیا تو ایک فنا کا مقام ہے بڑے بڑے نوجوان عین جوانی کی اُمنگوں میں اُٹھائے گئے۔ یہ نظارہ ہماری غفلتوں کو دُور کرنے کیلئے کافی ہے۔ یہ بات کو ہماری آنکھوں کے سامنے لے آتا ہے۔ کہ ہم اپنی ساری ہمت دُنیا پر ہی صرف کر دیں بلکہ کچھ کام خدا کی راہ میں بھی کر کے دکھائیں۔ اور اس مقصد کو بھول نہ جائیں جس کے حصول کیلئے ہمیں مسلمان بنایا گیا ہے یہی وہ سبق ہے جو ان بڑے بڑے مصائب پر ملتا ہے دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اس سبق سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق دے۔ اور ہماری دُنیا کیلئے بھی یہ تازیانہ کافی ہو ایسا نہ ہو کہ اس سے بھی سخت تر تازیانہ کی ضرورت ہو +

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم خواجہ بشیر اور اُنکی بی بی کو جن کے ایک ہی دن فوت ہونے نے اس نظارہ کو اور بھی درد ناک بنا دیا اپنی جوار رحمت میں جگہ دیوے۔ اللّٰھم اغفرھما وارحمھما وعافھما واعف عنھما۔ اللّٰھم اکرم نزلھما ووسع مدخلھما وارفع درجتھما فی الجنۃ اور حضرت خواجہ صاحب اور دیگر پسماندگان کے قلب حزیں کو اپنے فضل سے سکون و صبر عطا فرمائے +

خواجہ بشیر احمد صاحب نے ایک بچہ چار ماہ کی عمر میں پیچھے چھوڑا تھا افسوس کہ وہ بھی تھوڑے دنوں بعد فوت ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون

[illegible]

ہستی باریتعالےٰ

بسلسلہ صفحہ ۴۰۰ جلد ۱۴ نمبر ۱

کیا یہ تدبیر و ارادہ ہے یا محض ظہورِ اتفاق

کیا فوٹوگراف کا کیمرہ اتفاقاً پیدا ہوا ہے۔ یہ جو اسمیں محدب شیشہ لگا ہوتا ہے پھر اسکے اندر جو عکس کو جذب کرنیوالا کاغذ ہوتا ہے پھر اسمیں خاص تجویز سے خارجی روشنی کو کم و بیش کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح اسکے دیگر اجزا یہ سب اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ سب کا سب انتظام کسی دل و دماغ کی تدبیر اور فکر کا نتیجہ ہے۔ لیکن یہ فوٹوگراف کا کیمرہ تو ایک نہایت ادنےٰ درجہ کی نقل چشم انسانی کی ہے۔ جو تمہارے خیال میں اتفاقاً بن گئی ہے۔ ذرا اسکی ساخت کو دیکھو تو تمہیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ اسکے بنانے والے نے روشنی اور رنگوں کے تمام علوم چھان مارے ہیں۔ فوٹوگراف میں تو صرف ایک محدب شیشہ ہوتا ہے لیکن یہاں لنیز[x] اور علاوہ ان کے کئی ایک پردے اس خوبصورتی سے ترتیب دیئے گئے ہیں کہ جو مشاہدہ کی ہوئی چیز کی ایک کامل تصویر کا عکس آنکھ میں پیدا کر دیتے ہیں۔ آئی رس کو دیکھ کس طرح خوردبین کے خاص پرزہ کی طرح آنکھ کے اندر سے فالتو اور پراگندہ روشنی کو نکالکر حسب ضرورت مقدار روشنی کو لے لیتا ہے۔ شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ فوٹوگراف میں جو عکس جذب کرنیوالا کاغذ استعمال ہوتا ہے اسکی ساخت بھی انسانی آنکھ کے پردوں کے مطابق بنائی گئی ہے آنکھ کی پتلی کے اندر ایک پردہ ہے جو ہر ایک عکس کو جذب کر لیتا ہے۔ اور اسی قسم کے مصالح سے فوٹو کا جاذب عکس کاغذ بنایا گیا ہے۔ پھر اس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ فوٹو کا کاغذ ایک عکس لے کر دوسرا عکس لینے کے قابل نہیں رہتا۔ اور خدائی صنعت کو دیکھئے کہ ہماری آنکھ پر لحظہ بلحظہ نئے سے نیا عکس پڑتا ہے لیکن اس کا مصالحہ کبھی خراب نہیں ہوتا۔ پھر کبھی اس احساس پر بھی غور کیا ہے جو بیرونی چیزیں ہمارے دل و دماغ میں پیدا کرتی ہیں ہم دُوربین

---

[x]۔ یہ سب آنکھ کے مختلف حصوں اور پردوں کے اصطلاحی نام ہیں ؁

یا فوٹو کا کیمرہ عکس تو لیلیگا لیکن وہ عجیب و غریب احساسات و جذبات کی تحریک ہرگز نہیں کرسکتا برخلاف اسکے آنکھ نہ صرف مختلف مناظر کی تصویر ہی قلب انسانی کے سامنے پیش کرتی ہے بلکہ عجیب و غریب کیفیات قلبی کی تحریک ہوتی ہے۔ ایک خوبصورت اور بھلی چیز کے دیکھنے سے دل میں ایک عجیب لذت اور روح کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ پھر آنکھ پر ہی کیا منحصر ہے۔ دیگر حواس خمسہ بھی خارجی اشیا سے متاثر ہو کر دل میں طرح طرح کے ولولے پیدا کر دیتے ہیں کیا یہ سب تاثرات متقابلہ جو جسم میں پیدا ہوتے ہیں سب اتفاق ہی اتفاق ہے +

حق تو یہ ہے کہ انسان بڑا ہی تنگدل اور مجموعہ تناقضات ہے خصوصاً جب اسے دوسروں کی خوبی کا معترف ہونا پڑے۔ اگر کبھی شاذ و نادر ہم کوئی معمولی سی بات کر گذریں تو اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اس نکمی بات کو ہمارے اعلےٰ درجہ کے تفکر اور تدبر کا نتیجہ سمجھا جائے لیکن اگر وہی بات کوئی دوسرا خواہ کیسی بہتر طریق سے ہی کرے تو ہم فوراً کہہ دیتے ہیں۔ کیا ہوا یہ بات تو اس سے اتفاقاً سرزد ہو گئی ؎

گاہ باشد کہ کودکے ناداں	بغلط بر ہدف زند تیرے

والی بات ہے کوئی ... سے یا فکر سے تھوڑی ہی کی ہے۔ اور صانع کائنات کے غائب ہاتھ سے انکار کرنا تو در کنار ہم تو اپنے بھائی دوسرے انسانوں کے کاموں کو بھی اتفاق کا نتیجہ قرار دے دیتے ہیں۔ اور اپنی حاسدانہ طبیعت کا رنگ اظہار نفرت سے دکھا دیتے ہیں کسی ہم پیشہ کی قابلیت کے معترف ہم ہرگز نہیں ہونا چاہتے اور خواہ کتنی جگر سوزی اور دماغ سے وہ کوئی کام کرے ہم فوراً کہہ دیتے ہیں کہ جھوٹے سے یا اتفاق سے ہو گئی ہوگی۔ لیکن ہماری اپنی ادنےٰ سے ادنےٰ اور نکمی سے نکمی بات بھی ہم غور و خوض کا نتیجہ یقین کرتے ہیں +

آپ کو تو معلوم ہی ہوگا کہ یہ تمام ٹیلیفونی پیغام رسانی (تار کے ذریعہ سے ایکدوسرے سے بات کرنا اور سننا) دفتر تبادلہ (Exchange Office) سے وابستہ ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص کسی آدمی سے بات کرنے لگتا ہے۔ تو وہ دفتر تبادلہ کو اطلاع دیتا ہے کہ اسکی تار فلاں نمبر کی تار سے ملا دی جائے۔ جب دفتر تبادلہ دونوں تاروں کو ملا دیتا ہے تو پھر وہ دونوں ٹیلیفون میں بات کر سکتے ہیں۔ اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ دفتر تبادلہ کی ہستی اس تجویز اور تدبیر کا ایک حصہ ہے

جیسے ایک ٹیلیفون ایجاد ہوا تم اس کا نام اتفاق نہیں رکھ سکتے تو پھر ان خارجی
و داخلی رگوں کا جال اعضاء جسم سے لیکر دماغ تک پہنچا ہوا اور پھر دماغ کے ذریعہ ان کا کام
لینا تمہارے نزدیک کیوں اتفاق سے پیدا ہو گئیں جسم انسانی کا یہ سب اندرونی انتظام
کسی تدبیر و تجویز کے ماتحت نہیں ہوا۔ تم جس وقت سورج کی طرف دیکھتے ہو اسی وقت تمہاری
پلکیں آن واحد میں جھپک کر آنکھ کو تمازتِ آفتاب سے بچا لیتی ہیں۔ چندھیانے کی کیفیت جو آنکھ
میں پیدا ہو جاتی ہے۔ تم کو تو شاید یہ اتفاق کا نتیجہ نظر آئے لیکن حقیقت میں کئی ایک قوانین کے
تحت یہ معمولی اور روزمرہ کا فعل واقع ہوتا ہے۔ سورج کی تیز شعاعوں نے جو ناپسندیدہ اثر آنکھ
کی پتلی پر کیا تو داخلی رگوں کے ذریعہ اس کا علم فوراً دماغ تک پہنچا۔ پھر قوت حفاظت خود اختیاری
نے اپنا کام کیا۔ دماغ نے فوراً فیصلہ کیا کہ ایسی ناپسندیدہ چیز کو اندر نہیں رکھنا چاہیئے۔ اسی
واسطے خارجی رگوں کے ذریعے سے دماغ نے پلکوں اور پپوٹوں کو حکم دیا کہ حرکت کرو۔ اور اس طرح آنکھ
بند ہونی شروع ہو گئی۔ ذرا ان خارجی اور داخلی رگوں میں سے ایک کو کاٹ دو یا دماغ کے اس حصہ
کو جہاں ان رگوں کا جوڑ ہے کوئی خرابی کر دو تو فی الفور آنکھ کی بصارت جاتی رہیگی۔ کیونکہ آنکھ
پر سورج کی تیز روشنی کا احساس دماغ نے رگوں کے احساس کے ذریعہ سے کیا تھا۔ اب جو وہ ضائع
ہو چکیں۔ اور اگر وہ ضائع نہیں ہوئیں تو احساس نہیں رہا۔ تو پھر آنکھ کس طرح بند ہو سکتی ہے۔
تو نتیجہ یہی ہوگا کہ سورج کی شعاعیں آنکھ کو خراب اور بیکار کر دیں۔ اسی طرح اگر ٹیلیفون
کے ان دونوں تاروں میں سے کوئی تار ٹوٹ جائے یا دفتر تبادلہ کا جو رابطہ موجود نہ ہو تو
ٹیلیفون کے ذریعہ سلسلہ پیغام رسانی ختم ہو جاتا ہے۔ کیسی حیرتناک بات ہے کہ تم ٹیلیفون
کے کل انتظام کو عقل و فکر کا نتیجہ قرار دو اور یہ زبردست دفتر جو دماغ میں بنا ہوا ہے۔ یہ
تمہاری اندھی نیچر کا اتفاقی کرشمہ ہو۔ انسانی دماغ کی مثال میں مجھے ایک اور بات یاد آ گئی
ہے۔ جس پر فوجی مہم کی کامیابی کا انحصار ہوتا ہے۔ ہر فوج کے ساتھ ایک مرکزی دفتر ہوتا ہے
جسے انگریزی میں "فوج کا دماغ" کہتے ہیں۔ فوج کے مختلف محکموں اور حصوں میں جس جس قسم
کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس دفتر میں اسکی اطلاع دیجاتی ہے۔ اور اسی دفتر کے کارکن ان
ضروریات کو بہم پہنچاتے ہیں۔ بھلا سوچو تو سہی کہ اس دفتر کا نام "فوج کا دماغ" کیوں رکھا

گیا۔ خود عمل دماغ حیوانی کے افعال کو سامنے رکھکر یہ تمام تجویز کیا گیا ہے۔ خود انکا اسطرح کے محتاج اعضا کا تعلق دماغ سے بذریعہ رگوں کے ہے اور ایسا ہی وہ اعضا اور جوارح جو ان اشتہاؤں کو دفع کرنے کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ ان کا تعلق بھی مختلف رگوں سے دماغ کے ساتھ ہے۔ اور جونہی معدہ خالی ہوا اس نے داخلی رگوں کے ذریعے دماغ کو اطلاع دی کہ مجھے بھوک ہے کھانا چاہیئے دماغ نے فوراً قیام زندگی کو مد نظر رکھ کر خارجی رگوں کے ساتھ ہاتھ پاؤں کو حکم دیا کہ خوراک مہیا کرو۔ پس ہم فوراً چلکر اس جگہ پہنچے جہاں کھانا ہوتا ہے۔ اور ہاتھوں نے لقمے منہ میں ڈالدیئے۔ اور اس طرح معدہ کی طلب کو پورا کیا۔ علےٰ ہذالقیاس دیگر اشتہاؤں او رخواہشوں کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن حیف ہے کہ اس دفتر کو جسکو تقلی طور پر فوج کا دماغ" کہا جاتا ہے ایک اعلےٰ تدبیر اور فکر کا نتیجہ قرار دیتے ہیں لیکن جب خود دماغ اور اسکے کارناموں کا ذکر ہو تو فوراً اتفاق اور واقعہ کا حیلہ پیش کر دیا جاتا ہے۔

اچھا آؤ ذرا ریل کے انجن کو دیکھیں اسمیں ایک سو سے زیادہ نالیاں ہیں لیکن ان میں کوئی نالی بھی بیکار نہیں بنانے والے نے ہر ایک نالی ایک ضرورت کیلئے رکھی ہے۔ اور یہاں عقل تدبیر اور ارادہ کا وجود مانتے وقت ہم ذرا بھی نہیں جھجکتے۔ لیکن وہ لاکھوں کھا نالیاں جو جسم کے اندر رگوں اور پٹھوں کی شکل میں کام کر رہی ہیں۔ اور ان میں ایک بھی بیکار نہیں۔ ان سب کی سب کو ہم اندھا دھند پیدا ہوئی ہوئی مانتے ہیں۔ واہ کیا اچھا استدلال ہے۔ پھر ایک اور بات دیکھو ان مشینوں کو جو رات دن کام کرتی ہیں! اور اس خیال سے کہ جلدی گھس نہ جائیں ہم اسکے خاص خاص حصوں میں جہاں رگڑ پیدا ہوتی ہے یا دو پرزے جوڑ کھاتے ہیں۔ اور ہمارے تجربہ نے ہم کو اس تجویز اور تدبیر کیطرف رہنمائی کی۔ کہ وہاں تیل دیا کریں۔ لیکن کیا آپ حضرات میں سے کسی نے بھی اس عجیب و غریب انتظام پر غور کیا۔ جس کے ماتحت تمہارے جسم کے ہر ایک جوڑ کی ہڈی کو ایک قسم کی چربی سے تیل دیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ تمہاری انگلی کے تین جوڑ جس وقت تم ان کو حرکت دیتے ہو یا انگلی کو موڑتے ہو تو اس حرکت سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ اس چربی کو پگھلاتی ہے جو تمہاری انگلی میں ہوتی ہے۔ اور یہ پگھلی ہوئی چربی جوڑ کے قریب آکر ہڈیوں کو تیل دیتی ہے۔

... محفوظ رکھی ہے۔ یہ کیفیت تمہارے جسم کے ہر حصے میں ہر جوڑ پر جوڑ کے
... ہوتا ہے۔ اور اس طرح تمہاری ہڈیاں بغاب ہونے سے محفوظ ہیں کیا یہ بھی کہو گے
... اتفاق ہے۔ اور کسی مدبر بالارادہ کے حسن تدبیر کا نتیجہ نہیں۔ جب جسم کے حصے
... جوڑ میں ایک تدبیر اور تجویز کا پتہ چلتا ہے تو باوجود اس قدر علم و ترقی کے کیوں تم خدا
کے مدبر بالارادہ ہونے سے منکر ہو۔ اگر بقول شخصے اب بھی نہیں سمجھتے۔ تو پھر تم سے
... ۔

ممنوع خوراک

قرآن کریم کے پارہ دوم سورہ بقرہ آیت ۱۷۳ میں ہم یہ الفاظ پاتے ہیں تحقیق حرام
کیا گیا تم پر مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جس پر خدا کے بغیر کسی اور کا نام لیا گیا
۔ مگر وہ جو کہ مضطر ہو نہ خواہش کرنیوالا اور نہ حد سے بڑھنے والا اس پر کوئی گناہ نہیں
ان شرائط کے ماتحت ان کو استعمال کرلے) تحقیق اللہ غفر کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے +

میرا مدعا اس آیت کے تمام پہلوؤں پر بحث کرنے کا نہیں۔ ہاں اس میں جو خون کا ذکر کیا
ہے۔ اس پر کچھ بیان کرونگا۔ خدا کی کتاب ہمیں خون کے استعمال سے روکتی ہے جس سے
صریح نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ تمام جانور جن کو ذبح کرنے پر ان کی موت اخراج خون سے
واقع نہیں ہوتی ممنوع ہیں۔ بظاہر بعض اصحاب کو قرآن کریم کی یہ حرمت یہودیوں کی رسم
کی ایک حقیر متابعت معلوم ہوتی ہے۔ مگر قرآن کریم کو دنیا کی کتب مقدسہ پر جو بڑی فضیلت حاصل
وہ یہ ہے کہ اسکے احکام حکیمانہ نہیں۔ بلاشبہ مسلمان یہودیوں کی طرح جانوروں کو خوراک کیلئے
گردن کی شاہ رگ کاٹ کر ذبح کرتے ہیں۔ مگر ایک یہودی اس فعل کی صحت پر صرف باب
استثناء کا حوالہ دیتا ہے۔ اور صرف یہی بات پیش کرتا ہے۔ کہ خدا کی کتاب میں اس کیلئے
یہی طرح لکھدیا گیا ہے مگر قرآن کریم ایسی رسومات تجویز نہیں کرتا۔ بلکہ محولہ بالا آیت میں اس فعل پر
دلیل بھی پیش کرتا ہے۔ کہ ذبح کرنے میں جانور کی شاہ رگ کاٹنے کی اصل غرض یہ ہے کہ اس کا
گوشت اس خون سے پاک ہو جائے جس کا استعمال ممنوع ہے اسلامی نقطۂ خیال سے اس شے کے سوا جو

کسی نہ کسی رنگ میں انسانی بہبودی کے مخالف ہو کوئی امر گناہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس بادشاہ کی مانند نہیں جو کہ اپنی مرضی پوری ہوتی دیکھ کر خوش ہوتا اور یونہی بے غرض حکم و احکام صادر کرتا ہے۔ قرآن کریم نے تو صرف وہی اشیاء محرمات کی فہرست میں شامل کی ہیں جو کہ انسانی صحت اخلاق اور جسم کیلئے مضر ہیں۔ پس امر زیر بحث میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ خون کا بطور خوراک استعمال کسی رنگ میں مضر ہے یا نہیں مغربی دنیا کے قلوب میں عام طور پر یہ خیال جاگزین ہے۔ کہ اگر گوشت میں سے خون بتمام و کمال نکال دیا جائے۔ تو اسکی غذائی طاقت مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اس خیال سے بڑھ کر کوئی اور بات بھی از صداقت نہیں۔ اور اس غلطی کو دور اصلاح کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ خون کی بحیثیت خوراک غذائی طاقت اور اسکے ذاتی خواص اور افعال پر غور کیا جائے۔ خون کو جب خوردبین سے ملاحظہ کیا جائے تو اسمیں دو قسم کے کارپسکلز یعنی خون کے کیسے ایک ہلکے زرد رنگ کی سیال رطوبت میں جس کو پلازمہ یعنی آب خون کہتے ہیں تیرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ خون کے کیسے سفید و سرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔ اور اول الذکر موخر الذکر سے۔ ایک اور پانسو کی نسبت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ خون میں اور اجسام بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کو بلڈ پلیٹیٹز کہتے ہیں لیکن موجودہ تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ یہ صرف بہائے خون میں ہی پائی جاتی ہیں۔ اور خون کے بیرونی ہوا سے مس کرنے پر پیدا ہوتی ہیں سرخ کیسوں کا کام جسم کے رگ و ریشہ کو خوراک بہم پہنچانا ہے۔ اور سفید کیسوں کا منصب کسی زہریلے خارجی مادہ کو تباہ کرنا اور بواسطہ خون ان کے رگ و ریشہ تک پہنچنے کو روکنا ہے۔

سفید کیسے ان سمیات کو اپنے وجود میں جذب کر کے اس وقت تک لئے پھرتے ہیں جب تک کہ اُن کو ان کے اخراج کا موقع نہ ملے۔ سرخ کیسے رگ و ریشہ کو خوراک اکثر بشکل آکسیجن پہنچاتے ہیں۔ اور اسکے عوض میں ان سے وہ تمام فضول مادے جو جسم کیلئے مضر ہیں جذب کرتے ہیں۔ تحقیقات نے یہ بھی ثابت کیا ہے۔ کہ آب خون میں سمیات کو تباہ کرنے کی خاصیت ہے۔ اور یہ کہ بلڈ پلیٹیلیٹز وہ جراثیم ہیں۔ جو کہ خون کو منجمد ہونے میں مدد دیتے ہیں۔ اور جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے خون کے بیرونی ہوا سے مس کرنے ہی پائے

پانچے بھت تین

اب ہم خون کے ملاحظہ سے اسکی غذائی طاقت کا اندازہ لگائیں۔ زندگی کے لئے ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ بطور خوراک اس مرکب کو استعمال کرے جس میں مندرجہ ذیل تین اشیاء موجود ہوں:۔

(۱) پروٹین (یہ گوشت کا جزو اعظم ہے)

(۲) کاربوہائیڈریز یعنی شکر وغیرہ وغیرہ (یہ نباتات کا جزو اعظم ہے)

(۳) روغن معدنیات و پانی

اگر یومیہ خوراک کا بصورت فہرست اندازہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل ہوگی۔

پروٹین	۱۲۰ گرامز
کاربوہائیڈریٹز ...	۵۰۰ ؍؍
روغن	۶۰ ؍؍
معدنیات	۳۰ ؍؍

فرض کرو کہ ایک آدمی ایک وقت میں ایک پونڈ گوشت کھاتا ہے۔ اب اگر اس میں سے خون بالکل خارج نہ ہوا ہو تو قریباً نصف اونس تو اس میں خون ہوگا اور خون کی ترکیب مندرجہ ذیل ہے:

پانی	۹۲ فیصدی
پروٹین	۶ ؍؍
شکر	۰۱۵ ؍؍
روغن	نہایت خفیف

یوریا (۰۲۔ فیصدی)

لیستھین۔ کولسٹرول۔ لیکٹک ایسڈ وغیرہ وغیرہ

معدنیات .... نہایت خفیف

رنگ و خوشبودار اشیاء

آکسیجن۔ کاربونک ایسڈ و نائیٹروجن

گیسوں میں سے آکسیجن کی غذائی طاقت صفر ہے۔ کاربونک ایسڈ ایک زہر ہے۔ اور نائٹروجن محض بے تاثیر۔ بلکہ اگر حد سے زیادہ استعمال کی جائے تو زہر ہے۔ پس اس ترکیب سے واضح ہے کہ خون کی غذائی طاقت نہایت ہی خفیف ہے۔ علاوہ ازیں خوراک تو کھانے پر ہضم ہوتی ہے۔ اور جزو بدن بنتی ہے۔ مگر برخلاف اسکے سمیات جب بدن میں داخل ہوتی ہیں تو فوراً ہی خارج نہیں ہو جاتیں۔ بلکہ جیسا کہ بارہا وقوع میں آتا ہے جمع ہوتی رہتی ہیں۔ اور جب ایک خاص مقدار میں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ تو اچانک جسم کی ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہیں۔ جنوبی افریقہ کے ساحر اس طرز زہر خورانی کا عموماً کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ وہ اپنے شکار کو سمیات مثلاً قلعی یا کوئی اور خطرناک چیز تھوڑی تھوڑی مقدار میں دیتے رہتے ہیں۔ اور اس عمل کو ایک خاص مدت تک جاری رکھتے۔ یہانتک کہ زہر برداشت سے زیادہ جسم میں جمع ہو کر موت واقع کر دیتی۔ مندرجہ بالا ترکیب شریانی یعنی مصفیٰ خون کی ہے مگر وہ خون جو بعد از موت ایک جانور میں پایا جاتا ہے وریدی اور گندہ ہوتا ہے۔ اور اسمیں سمیات اس سے بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ شریانی خون کے دل سے نکلکر رگ و ریشہ تک پہنچنے میں اسکی آکسیجن کا مضر مادوں سے تبادلہ ہو جاتا ہے۔ پھر موت وارد ہونے پر دل کی حرکت فوراً بند نہیں ہو جاتی۔ انسانوں میں روح کی مفارقت کے بعد دو تین دفعہ اور مینڈک میں ۲۴ گھنٹے تک دل حرکت کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریانیں بعد از موت خالی پائی جاتی ہیں۔ اور ان کے مقابل پر وریدیں خون سے بھرپور ہوتی ہیں۔ اور کثیر حصہ سمیات کا اسمیں (یعنی خون میں) موجود ہوتا ہے۔ ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم اسلامی طرز ذبح میں شاہ رگ کے قطع کرنے پر نظر ڈالتے ہیں تو بیساختہ اس پُرحکمت فعل پر تحسین کیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور گرم ملکوں میں جہاں خون بہت ہی جلد سڑ جاتا ہے خصوصاً اسکی شان اور بھی دوبالا نظر آتی ہے علاوہ ازیں کہ خون میں سمیات موجود ہیں ہمیں ابھی اس بات پر بھی غور کرنا ہے کہ خارج میں ان سمیات کا کیا اثر ہے۔ اور جسم کے اس رجحان کو بھی دیکھنا ہے۔ جو کہ وہ ایسے مضر مادوں کے قبول کرنے میں دکھلاتا ہے۔ مثلاً یہ بات ثابت ہے کہ خون آکسیجن کو چھوڑ کر کاربانک

الیسڈ گیس کو جذب کر لیتا ہے۔ اسی طرح کئی اور زہروں میں خون ان کا کوئلے کی گیس وعلاوہ ازیں واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ زمین دوز کوئلے کی کانوں میں کام کرنیوالوں میں ان کے خون کے مشاہدے سے ثابت ہے کہ اس گیس کی خفیف سے خفیف مقدار فوراً خون میں جذب ہو جاتی ہے۔ اور موخر الذکر اس کے بدلے میں آکسیجن چھوڑ دیتا ہے۔ لہذا وہ لوگ جو خون کے اس رجحان سے جو اس کو کوئلے کی گیس سے ہے واقف ہوتے ہیں۔ خودکشی کرنے میں اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور آہستہ سے گیس کے پیچ کو پھیر کر خاموشی سے اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں +

پس سمیات کا بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ خون بسبب ان سمیات کے جو اس میں موجود ہیں انسانی خوراک کیلئے کس قدر خطرناک ہے۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ خون کی غذائی طاقت کے لحاظ سے اس میں جو پروٹین۔ چربی و کاربوہائیڈریٹس ہیں وہ اسقدر خفیف ہیں کہ بطور خوراک درحقیقت کسی کام کے ہی نہیں۔ آکسیجن بیشک جسم کا ایک جزو لاینفک ہے۔ مگر جب خون کے ہمراہ جسم میں داخل نہیں تو جسم اسکو استعمال نہیں کرتا کیونکہ وہ تمام آکسیجن جو کہ زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہے پھیپھڑوں کے ذریعہ بیرونی ہوا سے حاصل کی جاتی ہے۔ بلکہ اگر ضرورت سے زائد خوراک کے ہمراہ لیجائے تو مضرت ہونے کا احتمال ہے +

پچھلے زمانہ میں جیسا کہ بعض اشخاص آج کل بھی کرتے ہیں۔ لوگ جب باہر شکار کو جاتے تو گوشت کو خشک کر کے ہمراہ لیجاتے۔ یہ ایک نہایت ہی مفید طریقہ ہے۔ کیونکہ اس سے خون بالکل خارج ہو جاتا ہے۔ اور پروٹین منجمد ہو جاتے ہیں لیکن شکاری کی فطری تحریک نہ کہ اس کا علم اس کو اس ضرر سے محفوظ رکھنے کا باعث ہوا مگر قرآن کریم نے خون کا بحیثیت خوراک استعمال ممنوع ٹھیرایا۔ اور جنہوں نے اس پر عمل کیا بیحد فوائد اٹھایا۔ جنوبی افریقہ کے زولو (وہاں کے باشندوں کا نام ہے) جن کے وجود کا مقابلہ کم لوگ کر سکتے ہیں۔ موجودہ لوگوں سے بھی زیادہ گوشت کے استعمال سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر وہ خون کبھی نہ کھاتے تھے۔ جب کبھی ان کو خوراک کیلئے کسی جانور کی ضرورت ہوتی تو وہ

شکار کو نکلتے اور جانور کو زخمی کر کے اس کا تعاقب کرتے یہاں تک کہ خون کے ضائع ہونے سے وہ درماندہ ہو کر گر کر مر جاتا۔ اس بات کا اثر ہم سب بڑے بڑے شکاریوں میں بھی دیکھتے ہیں کہ وہ سب کے سب جسیم انسان تھے۔ اور اسکی وجہ یہی یہ تھی کہ وہ زولو کی طرح جانوروں کا شکار کرتے تھے۔ میں ان لوگوں کی عمدہ بدنی حالت کو بکلی اس طرز خوراک پر مبنی ہوا نہیں سمجھتا۔ تاہم مجھے یقین کامل ہے کہ انکی جسامت کی یہ بھی ایک وجہ تھی۔ کوئی صاحب یہ نہ سمجھ لیں کہ میرے نزدیک خون کی کچھ قدر و قیمت ہی نہیں۔ دُنیا میں ہر چیز کسی نہ کسی رنگ میں مفید ہے۔ لیکن ہم اسی حالت میں ایک چیز کو بیسود قرار دیتے ہیں جبکہ اس کا نقصان اس کے نفع پر سبقت لیجائے۔ خون بھی بہت مفید ثابت ہُوا ہے بہت سی زندگیاں ایک شخص سے دوسرے میں خون پہنچانے سے بچائی گئی ہیں۔ مگر اس حالت میں اس کا فعل بالکل مختلف ہے۔ جسم زہر کی ایک خاص مقدار کو برداشت کر سکتا ہے۔ اور وہ مقدار عموماً ایک تندرست انسان کے خون میں موجود ہوتی ہے۔ لہٰذا ایک انسان سے دوسرے انسان میں خون پہنچانے میں اس امر کا خصوصیت سے خیال رکھا جاتا ہے کہ ہمیں خون کی مقدار قدرتی اندازے سے زائد نہ ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عمل سے کسی قسم کی زہر نہیں چڑھتی۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ خون کو جہاں زہر ملے اسکو جذب کرتا ہے اور آکسیجن کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسکی غذائی طاقت قریباً صفر ہے۔ اور بحیثیت خوراک سوائے اسکے کہ معدے میں بوجھ زائد کرنے کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ علاوہ ازیں گوشت کو پکانے کی بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ وہ جراثیم جن سے خون مملو ہوتا ہے ہلاک ہو جائیں۔ لہٰذا جب ہم خدا کی کتاب میں یہ پڑھتے ہیں کہ خون انسان کیلئے ممنوع ہے تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ہمیں ان خطرات سے بھی محفوظ رکھتا ہے جن کا ہم کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا +

جملہ حسنیہ احباب ازراہ کرم خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا ضرور حوالہ فرمایا کریں۔ اور نیز اپنے حلقہ اثر میں رسالہ کی توسیع اشاعت فرما کر داخل حسنات ہوں کیونکہ کاغذ کی گرانی روز افزوں ترقی پر ہے + مینیجر

پنج ارکانِ اسلام

اسلام سلامتی و راہ سلامتی

اسلام بحیثیت مذہب پانچ اصولوں پر مشتمل ہے:- (۱) تصحیح عقائد یعنی کلمہ طیبہ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ اور (۵) حج +

اسلام جیسا کہ اس کے لغوی معنوں سے ظاہر ہے ایک سلامتی و امن کا مذہب ہے۔ اور مندرجہ بالا پانچ اصولوں کے ذریعہ دنیا و آخرت میں سلامتی و امن قائم کرنا چاہتا ہے اور یہی ایک آلہی دین کا مطمح نظر ہو سکتا ہے +

مندرجہ بالا مقصد کے حصول کے لئے دنیا کے مختلف مذاہب نے مختلف قوانین منضبط کئے ہیں۔ مگر وہ مذہب جس کو محمد صلعم نے بیان فرمایا اسلئے قابل توصیف ہے کہ وہ عقل انسانی کو اس کے فیوض کا معیار ٹھیراتا ہے "مبارک ہیں سے جو امن پسند ہیں" الفاظ میں نہایت موثر و دلفریب معلوم ہوتا ہے۔ مگر صرف اتنا کہ دینا کچھ دیگر ہے۔ اور ان اسباب و ذرائع کا ایسا خاکہ کھینچنا کہ جس سے امن اور باہمی میل و ملاپ انسانی زندگی کا دستور العمل بن جائے نشئے دیگر ہے۔ اسلام اُن تمام مشکلات کا جو کہ دنیا میں کسی مفید اصول کی نشو و نما میں سدّراہ ہوتی ہیں حل کرتے ہوئے فطرت انسانی کا کما حقہٗ پاس کرتا ہے۔ لہٰذا اگر ہم امن چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اوّل ان اسباب پر غور کرنا چاہئے جو اسکی تباہی کا موجب ہوتے ہیں جیسےکہ خانگی یا قومی رقابتیں - جرائم بدنظمی۔ عدم امن کے ہی مترادف ہیں +

تیرے اور میرے کا "گورکھ دھندا" یہ سب کے سب ایک منتشر قوم خصلت جو انسان میں کی جڑ ہے پیدا ہوتے ہیں یعنی یہ تیرا ہے اور وہ میرا ہے۔ شاید ایک کنبے کی زندگی کے تدریجی حالات کی مثال میرے مضمون کیلئے نہایت موزوں ہوگی۔ ایک وقت ہوتا ہے جبتک کہ ایک گھر کے سارے بچے ایک مجلس منتظمہ کے مختلف اجزا کی مانند ہوتے ہیں والدین انکی

تمام ضروریات کے متکفل ہوتے ہیں۔ اور ان کی باہمی محبت کی مشترکہ رسن اُن کو یکجا منضم رکھتی ہے۔ مگر جب ان کے افعال واقوال میں تیرے اور میرے کا سوال پیدا ہوتا ہے تو اس اتحاد کی استواری میں فرق آنے لگتا ہے۔ اور اس امر کی بنیاد پڑتی ہے۔ جو نہ صرف ایک گھرانے بلکہ اس سے بھی بڑے سوشل اجتماع یعنی ایک قوم یا جمہور بلکہ اس کے اس سے بھی بڑھکر یعنی کل نسل انسانی کے شیرازے کو بکھیر دیتا ہے۔ ایک قوم کی دوسری قوم سے جنگیں ایک گھرانے کے دو افراد کی باہمی رقابت ہی کا اعلےٰ پیمانے پر ایک نقشہ ہے جس طرف نظر اُٹھاؤ تیرے اور میرے کی تحریک ہی ذمہ وار نظر آتی ہے +

اسی طرح "یہ تیرے اور میرے" کا خیال ہی تمام جرائم کا محرک ہے۔ ہم ناجائز وسائل سے دوسروں کے مال ومتاع پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ اور یہ خواہش ہی ہم سے جرم کا ارتکاب کرادیتی ہے۔ غصب۔ چوری۔ دغا ان ناجائز وسائل ہی کے مختلف خط وخال ہیں جن کے ذریعہ ہم کسی کے مال کو اپنا مال بنانا چاہتے ہیں۔ اگر ہم اپنے نقطۂ نظر کو وسیع کرکے اس روشنی میں ایک قوم کے افعال کا مطالعہ کریں تو تمام جنگوں اور بین الاقوامی رقابتوں کا اصل مقصد اس لالچ میں ہی پنہاں نظر آئیگا۔ جس کے باعث ایک قوم دوسری کو اس کے بہترین معاد سے محروم کردینا چاہتی ہے خواہ وہ غیر مزروعہ زمین کا قطعۂ عظیم ہو یا تجارتی حقوق ہوں۔ یا از یں قسم کوئی اور چیز۔ اس حرص کی تحریک خواہ کتنی ہی ہیچ کیوں نہ ہو۔ مگر جو کشت وخون وتباہی اس سے وقوع میں آتی ہے۔ وہ بسا اوقات نہایت ہی مُہیب ہوتی ہے۔ لہذا ایسی انسٹیٹیوشن کا جس کا مقصد دنیا میں امن قائم کرنا ہو فرض اولین ہونا چاہیئے۔ کہ وہ "تیرے اور میرے" کے معمہ کو نہایت غور وتدبر سے حل کرے۔ کیونکہ جہاں ہم اسکے ناجائز پہلو سے لڑائی وجھگڑوں کا ظہور دیکھتے ہیں وہاں اُسکو اپنی تمام نیک کوششوں کا سرچشمہ بھی پاتے ہیں۔ یہ ہر دو رحمت ولعنت کا موجب ہے لیکن ان راہوں کا تحقق وتشریح کرنا جن سے یہ ہمیشہ رحمت ہی ثابت ہو اور کبھی لعنت کا موجب نہ ہو ایک منجانب اللہ دین کا فرض ومنصب ہے۔ "یہ تیرے اور میرے" کا خیال خالی از مطلب نہیں۔ یہ فی الحقیقت اس طبعی تحریک کو جنبش میں لاکر انسانوں کو اس امید پر جیت کرتا ہے

کہ وہ اپنی کوششوں کے ثمرہ سے بہرہ ور ہونگے۔ اگر کوئی ایسا قانون ہوتا جس کے ذریعہ سے کی محنت کا پھل بجز کو ملجاتا تو تہذیب کے خاتمہ میں کوئی شک نہ رہتا۔ اور نیز اس "تیرے اور میرے" کے ذاتی خیال کو بکلی معدوم کرنے کے لئے اگر کوئی کوشش کیجائیگی۔ تو یقیناً ناکامیاب ثابت ہوگی۔ اور جنہوں نے اس امر کا بیڑا اُٹھایا انکو اپنی کوششوں میں بجز ناکامی کا مُنہ دیکھنے کے کچھ نصیب نہ ہؤا۔ ایسی کوشش سے گویا وہ اس تحریص کا ہی خاتمہ کرنا چاہتے ہیں جو نوع انسانی کو کام کرنے کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ مغرب میں سوشلزم کی یہ خلافِ فطرت جھلک اس کے لئے پیام اجل ثابت ہوئی۔ یہی بات ہم یسوع مسیح کے متعلق پڑھتے ہیں وہ خدا کا سچا نبی تھا اور اسباب پر کامل یقین رکھتا تھا کہ دنیا میں تمام کُشت وخون کی جڑ "تیرے اور میرے" کا سوال ہے اور اس نے جتنے الوسع اسباب کا وعظ بھی کیا۔ مگر وہ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہؤا۔ شاید اس زمانے کے لوگ اس کی بات سمجھنے کے اہل نہ تھے۔ خود اسکی قوم نے اسکو مفسد و باغی اور موجودہ حالت سکون میں تلاطم پیدا کرنے والا ٹھیرایا۔ اگر ہم ان باتوں کو جو کہ انجیل میں پائی جاتی ہیں یسوع کے اقوال وافعال کا صحیح نقشہ مُتصوّر کریں تو بشرط الضاف ہم اسکے ہمعصروں کو اگر وہ اس نرے خوابوں کی خیالی باتوں سے اتفاق رائے ظاہر نہ کرسکے چنداں مُلزم نہیں ٹھیرا سکتے۔ اوروں کو چھوڑو کیا وہ جنہوں نے اس کے ریوڑ کی نگہبانی کا ٹھیکہ لیا ہے۔ اسکے مندرجہ ذیل اقوال پر عمل کرینگے:-

"یہ اُن سے کہا کہ راہ کے لئے کچھ نہ لینا نہ لاٹھی نہ جھولی نہ روپیہ۔ نہ دو دو کُرتے رکھنا۔ اور جس کسی گھر میں داخل ہو وہیں رہنا اور وہیں سے روانہ ہونا۔ اور جس کسی شہر کے لوگ تمہیں قبول نہ کریں۔ اس شہر سے نکلتے وقت اپنے پاؤں کی گرد جھاڑ دو تاکہ اُن پر گواہی ہو" +

دنیا در اصل ایک مجمل و موہوم نمونے کی محتاج ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف ایسے عملی قوانین و ہدایات کو چاہتی ہے۔ جو کہ ہماری روزانہ زندگی کا دستور العمل بن کر ہمیں اس قابل بنادے کہ ہم تخیلات کو حقیقت کا جامہ پہنے ہوئے دیکھیں۔ ایک واعظ یا مصلح کا کام اس بات کے کردینے پر ہی ختم نہ ہونا چاہئے کہ "مبارک ہیں وے جو کہ امن پسند ہیں"۔ بلکہ اسکو ممکنات و حقیقت کے میدان میں گامزن

ہونا چاہیئے اسکو چاہیئے کہ بیّن طور پر بتا دے کہ یہ امن کس طرح قائم ہوسکتا ہے لوگ اس کے اسباب کیطرح پیدا ہوسکتے ہیں۔ اسباب کیلئے کہ یہ تیرے اور میرے کا خود غرضانہ اصُول مناسب حدود میں کام کرے اور نفع الوانفع ایک عملی قانون وجُود میں لایا جائے۔ یہ ضروری ہے کہ ایسے عملی طریقے سُوجھائے جائیں جس سے کہ انسانی زندگی کی تگ ودو کی روک تھام ہوسکے۔ بجائے اس کے کہ ہم جبریہ لوگوں میں مساوات قائم کریں۔ یہ بہت بہتر ہوگا۔ کہ ہم انہیں سخاوت و ایثار کی رُوح پیدا کریں۔ لوگونکو ان کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے محروم کرنا نہ صرف خلاف فطرت ولغو ہوگا۔ بلکہ ان میں کام کرنے کی قوت کو ہی زائل کردیگا۔ اور تہذیب کی چلتی ہُوئی گاڑی کو ساکن کردیگا۔ اگر ہر ایک کو اپنی محنت سے پُورا فائدہ اُٹھانے کی اجازت دیجائے اور ان میں اپنی کمائی کو برضا و رغبت مفلوک الحال و مصیبت زدگان کی اعانت میں خرچ کرنے کا زبردست احساس پیدا کیا جائے۔ تو دُنیا اپنی موجودہ حالت سے بھی بدرجہا خوشحال و پُرامن ہوجائیگی۔ اور یہ تیرے اور میرے کا ولولہ اپنے بُرے پہلو سے پاک ہوکر رحمت میں مُبدّل ہوجائے گا +

واقعی یہ ایک اہم عُقدہ تھا اور نبی آخرالزمان اس کو حل کرنے کیلئے آئے اُنہوں نے تیرے اور میرے کے طبعی میلان کا جو کہ انسانی خودی کا خُلاصہ ہے خُون کیئے بغیر ان پنج ارکان اسلام کے ذریعے زندگی کے اُن ضوابط کی بُنیاد ڈالی جو کہ اس کے بُرے نتائج کا قلع قمع کردیتے ہیں +

ہمیں اپنے محبُوب کی خاطر اور اُسکی رضاجوئی میں اپنے جان و مال خرچ کرنے سے کوئی چیز باز نہیں رکھ سکتی۔ اسلام ہمیں بتاتا ہے۔ کہ وہ محبُوب اللہ ہے اور اپنے پرستاروں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اُس واحد اکی رضاجوئی کیلئے جو کہ سب سے اعلےٰ سب سے مقدس اور ہر پہلو سے تمام انسانی عبادات کیلئے نہایت موزوں ہے۔ اپنے اموال سے کوئی چیز بھی اٹھا نہ رکھیں چنانچہ قرآن کریم میں لکھا ہے "تم ہرگز ہرگز نیکی کو نہیں پاسکتے۔ تاوقتیکہ اُن چیزوں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں محبُوب ہیں" +

آؤ اب میں آپ کو چند ان اشیاء سے دکھاؤں جنہیں ہم محبُوب رکھتے ہیں اور جن کے حصُول

میں یہ "تیرے اور میرے" کا انتہائی اصول ہمارے لئے زحمت کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور ہمیں لامحدود برائیوں کا مرتکب بنا دیتا ہے۔ روپیہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں دُنیا میں ہر چیز کے تبادلے کا ذریعہ ہے۔ اور اپنے وقت کے بہترین مصرف سے حاصل کیا جاتا ہے۔ وقت بذاتِ خود روپیہ ہے۔ تمام اہم امور کی تکمیل کے لئے ہم وقت کے محتاج ہیں۔ ہمارے اہم قومی کاموں میں سے ایک بھی پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہم اُن کی پیروی میں دل کھول کر وقت صرف نہ کریں۔ وقت سے دوسرے درجے پر وہ ذرائع ہیں جو کہ ہماری جبلّی خواہشات کو پورا کرتے ہیں یعنی وہ اسباب جو زندگی کے قیام و بقا کے لئے ضروری ہیں۔ اس کے بعد ہمارا جسم لباس کا محتاج ہے۔ پھر اسی سلسلے میں ہمیں متاہل زندگی کی ضرورت ہے۔ آخر ہم حیوان ناطق ہی ہیں اور ہماری فطری حالت جب ہم بلوغت کو پہنچ جائیں ہمارے طبعی میلان کی مناسب حدود میں تسلی چاہتی ہے اور متاہل زندگی ہمیں ایک راحت و سکینت کی زندگی کا پتہ دیتی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ضرورت پیش کر دیتا ہے۔ کہ ہم اپنے بچوں کو کامیابی سے پرورش کریں اور انکی آئندہ خوشی کے سارے سامانوں کو مُہیّا کریں۔ بالآخر سب سے بڑھ کر ہماری محبت و لگن کا منتہائے نظر ہماری قوم اور مُلک ہے۔ یہ سب امور براہ راست کم و بیش ہماری دنیاوی کوششوں کے مُحرّک ہوتے ہیں۔ اور ان اغراض کے مطابق جن کے ماتحت یہ کئے جاتے ہیں۔ دوسرے بنی نوع انسانوں کیلئے مفید یا مضر ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ جوش جو ہم اپنے وطن کے لئے رکھتے ہیں۔ اور جسے ہم حب الوطنی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب کبھی حد اعتدال سے بڑھ گیا تو بے انداز تباہی و کشت و خون کا موجب ہوا۔ اس سے یہ نتیجہ نہ نکال لینا چاہئے کہ اپنے نفس مال و متاع بیوی بچوں اور ملک کی محبت سب کے سب معیوب ہیں حاشا و کلا میرا یہ مطلب نہیں بلکہ اس کے برخلاف انسان کیلئے ایک ملنسار مخلوق ہونے کے باعث اپنی ہستی کو باضابطہ بنانے اور ترقی دینے کیلئے یہ کوششیں اشد ضروری ہیں۔ نقص تو اس امر میں ہے کہ ان میں اس حد تک منہمک نہ ہو جائے کہ دوسروں کے حقوق کو پائمال کر ڈالے۔ ایک ایسا مذہب جسمیں ایک امیر آدمی خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے اونٹ کے ناکے میں سے گذرنے کی لاینحل مشکل میں پھنسنا ہوا ہو۔ کبھی فطرتِ انسانی کو اپیل نہیں کرتا۔

اس کا لازمی نتیجہ سستی و کاہلی ہوگا جیسا کہ یورپ میں آٹھویں سے پندرھویں صدی تک ظہور میں آیا ہم کو ایک ایسے دین الٰہی کی ضرورت ہے۔ جو کہ خوشگوار ذرائع پیدا کرے۔ اور افراط و تفریط کے نقصانات سے ہمیں بچائے۔ جو مذہب یہ امور حل نہیں کرتا۔ وہ محض قصہ کہانی اور نوع انسانی کے لئے لاشئے ہے۔ صرف دنیا کی تاریخ کے چند واقعات پر ایمان رکھنا بشکل دیگر بت پرستی کرنا ہے۔ ایک سچے مذہب کو ہم میں وہ روح پیدا کرنی چاہئے۔ جو ایک طرف تو ہمیں دنیا کی حسنات کو حاصل کرنے کیلئے ہر آن کوشش کرنے اور دوسری طرف اوروں کے آرام و راحت کیلئے انہیں خرچ کرنے کیلئے ہمیں تیار کر دے۔ اس کا فرض ہے کہ ہم میں ایثار کا وہ روح پیدا کر دے۔ کہ ہماری نظر میں اپنے اندوختے کو دوسروں کیلئے صرف کرنا محبوب ہو جائے۔ انسان ایک عبادت کرنیوالا حیوان ہے۔ اس نے ہمیشہ خدا کی پرستش کی ہے اور اسکو راضی کرنے کیلئے ہمیشہ اپنا جان و مال دینے کیلئے تیار رہا ہے۔ اسی لئے اسلام نے ایک طرف تو ایک ایسا ضابطہ تربیت مقرر کیا جس کے ماتحت ایک مسلم اپنے مال کھانا پینا۔ اہل و عیال اور وطن کی محبت کو خدا کے رستے میں ترک کرنا سیکھے۔ اور دوسری طرف خدا کا دین اپنے پرستاروں کے قلوب پر یہ بات منقش کرتا ہے۔ کہ اللہ کی نصرت بنی نوع انسان کی نصرت کا ہی دوسرا نام ہے ✦

نماز سب سے اول اسلام مجھ پر فرض کرتا ہے۔ کہ اپنے خدا کی عبادت کے وقت تمام دنیاوی کاموں سے خواہ وہ کس قدر منہمک کرنے والے کیوں نہ ہوں دست بردار ہو جاؤں۔ مجھے حکم ہے کہ میں صبح سویرے اٹھوں اور وضو کر کے اپنے خالق کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ اسی طرح مجھے حکم ہے کہ ہر روز پانچ مرتبہ نماز پڑھوں تاکہ مجھے سبق ملتا رہے۔ کہ یہ میرا فرض ہے کہ اپنی اغراض کے علاوہ دوسروں کے لئے اپنا وقت صرف کروں۔ اگر یہ پاک بغرضانہ اور بے لوث کوششیں میری زندگی کا دستور العمل بن جائیں تو مجھے اپنا وقت اپنے کام کاج کو چھوڑ کر دوسروں کی بہبودی کیلئے صرف کرنا چنداں مشکل نہ ہوگا ✦

روزہ فی الحقیقت اسلام نے اپنی معقول تعلیم کے ذریعہ اپنے پرستاروں کو تحریک کی ہے کہ وہ صرف ناجائز کو ہی ترک نہ کریں۔ بلکہ دوسروں کی بہبودی و خوشی کی خاطر اپنے جائز املاک کو بھی خرچ کریں کیونکہ ایسے شخص کو جو کہ اسلامی تلقین کے ماتحت اپنے دنیاوی تعلقات اور مال و متاع کا اپنے سے مندرجہ بالا علاقہ رکھتا ہے۔ خدا کے لئے کامل ایثار کا پہلو دکھانے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

اور ایسے شخص کیلئے بالکل ناممکن ہے کہ وہ ناجائز وسائل سے اس چیز کو حاصل کرے جو کہ از روئے حق و انصاف اس کی ہے۔ اور جس کو وہ بطیب خاطر دوسروں کی خدمت میں صرف کرتا ہے۔ پس یہ رستہ ہے جس کے ذریعہ اسلام اس معمہ کو حل کرتا ہے۔ ایک شخص کیلئے اسکی وسعت کے مطابق خورد و نوش بالکل جائز ہے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہی کھانا و پینا صرف خدا ہی کی محبت کے لئے ایک وقت تک چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تو ایسے شخص کیلئے یقیناً نہایت مشکل ہوگا۔ کہ وہ معمولی حالات میں ان میں حد سے زیادہ مبتلا ہو۔ اسی طرح ہر ایک کا حق ہے کہ وہ اپنی بیوی کی صحبت کا حظ اٹھائے۔ مگر جبکہ وہ رمضان کے مہینے میں بغیر کسی چیز کے ایک مقررہ وقت تک اس سے دستکش ہو جاتا ہے۔ تو گویا اس نے فی الواقع دوسرے اوقات میں ایک نامحرم عورت پر شہوانی نگاہ نہ ڈالنے کی خاصیت اپنے اندر پیدا کر لی نماز و روزہ اس سیڑھی کا پہلا زینہ ہے۔ جس کے ذریعہ ایک سچا پرستار اعلیٰ مدارج کی طرف چڑھتا ہے۔ اپنی سوسائٹی کے تیرہ تار کرنے والے ۹۰ فیصدی گناہوں پر نظر ڈالو اور ان سب کا علاج آپ کو محمد صلعم کے اس سادہ فقرہ میں ملیگا۔ فرمایا "جو کوئی گوشت کے دو ٹکڑوں (ایک جو اس کے دانتوں اور دوسرا رانوں کے درمیان ہے) کے جائز استعمال کا ذمہ اٹھاتا ہے میں اسکی جنت کا ذمہ دار ہوں" اسلام اس کا علاج ہمیں روزہ میں بتاتا ہے۔ جس کا مطلب اپنے جسم کو تکلیف دینا نہیں بلکہ خدا کی محبت میں جائز خواہشات کو ترک کر کے ناجائز خواہشوں سے پرہیز کی عادت ڈالنا ہے +

زکوٰۃ

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ سالانہ اپنی بچت کا جائزہ لے۔ اور اس میں سے ۲½ فیصدی بطور خیرات خرچ کرے۔ خیرات کی اسلام میں دو مختلف اقسام ہیں۔ ایک تو اختیاری ہے۔ اور دوسری لازمی موخر الذکر زکوٰۃ کہلاتی ہے۔ اور اس کا خرچ کرنا معطی کے اختیار میں نہیں۔ زکوٰۃ بیت المال میں ادا ہونی چاہیئے جو ایک کمیٹی کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور جو کہ بموجب مندرجہ ذیل حکم قرآنی اسکو آٹھ مدوں میں خرچ کرتی ہے۔

"تحقیق خیرات کا مال حق ہے فقیروں کا اور محتاجوں کا اور ان عاملوں کا جو اس پر (مقرر ہیں) اور ان کے لئے جن کے دل حق کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ خرچ کیا جائے گردن آزاد کرنے میں اور قرضداروں کیلئے اور خدا کے رستے میں اور مسافروں کے لئے .... الخ" +

مندرجہ بالا آیت میں "خدا کے رستے میں" سے جو کہ فی سبیل اللہ کا ترجمہ ہے مُراد اسلام اور اس کی سچائیوں کو غیر مسلموں تک پہنچانا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے مصرف کی چوتھی مد اشاعت اسلام کے ایک اور پہلو کی طرف اشارہ کرتی ہے مؤلفتہ القلوب وہ ہیں جو اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ اور اُن کی تبدیلئے مذہب ان کے لئے باعث فتنہ بن جاتی ہے۔ اور بعض اوقات اُن کو اُن اشیاء سے محروم کر دیتی ہے جن کے وہ عادی تھے۔ اسلئے وہ ایک حصہ زکوٰۃ مسلم برادری کے ان نئے ممبروں کے حقوق کی نگہداشت اور ان کی آسائش کے سامان مہیا کرنے میں صرف ہونا ضروری ہے۔ لہذا مندرجہ بالا آیت ہر مسلمان پر فرض ٹھیراتی ہے۔ کہ وہ اپنی زکوٰۃ کا ⅛ حصہ اشاعت اسلام کے لئے وقف کرے۔ زکوٰۃ کے سوا اور خیراتوں کی وضاحت مشکل ہے۔ رسُول پاک صلعم کے کلمات طیبات میں ایک مصیبت زدہ کی طرف تشفی دہ نگاہ سے دیکھنے سے لے کر اپنی ہر ایک پیاری چیز بنی نوع انسان کے لئے وقف کرنے تک اختیاری خیرات ہے" +

بڑھاپے کی پنشن اور محلے کی اعانتی مد اور ہیچو دیگر وسائل جو کہ ایک سوسائٹی کے مفلوک الحال ممبروں کو مفلسی کی بلا سے آزاد کرنے کیلئے تجویز کئے گئے ہیں اسلامی قانون غُرباء کے ہی مختلف خط و خال ہیں +

دُنیا کے مذاہب میں اسلام ہی پہلا مذہب ہے جس نے خیرات کو با قاعدہ کر کے اسکو قانون کا لباس پہنایا۔ جب رسُول پاک محمد صلعم سے سوال کیا گیا۔ کہ زکوٰۃ کی کیا غرض ہے فرمایا۔ کہ یہ ایک وسیلہ ہے جس کے ذریعہ امرا اپنے اموال سے غریبوں کی امداد کریں۔ لہذا نماز روزہ زکوٰۃ وہ ذرائع ہیں جن سے ایک مسلم اپنا مال و متاع غریبوں کی امداد میں خرچ کر کے محرمات سے بچنے کا سبق سیکھتا ہے۔ بلاشک اسلام اس رنگ میں ایک نادر قانون ہے +

میں اوپر بتا چکا ہوں کہ لوگوں کی دُنیاوی اموال۔ عزیز و اقارب اور دوسری اشیاء سے ناجائز محبت ہی ہر ایک دنیاوی بدنظمی کی جڑ ہے۔ لہذا اس نقص کا تدارک واقعی انسداد کرنے کے لئے حج کا حکم نافذ فرمایا۔ اس حکم کے ماتحت ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ایک مرتبہ مکہ کا سفر کرے ایس لمبے اور دشوار گذار سفر کی صعُوبت برداشت کرنے سے اسے سمجھ آجاتی ہے کہ عزیز و اقارب اور محبوب اشیاء کی مفارقت کیا شے ہے۔ خدا کے پاک گھر سے کچھ فاصلہ پر تمام حاجیوں کو اپنی روزمرہ

کی پوشاک اُتار کر ایک ہی قسم کا لباس پہننا پٹرتا ہے۔ ایک چادر جسم کے اوپر کے حصہ کے لئے اور دوسری نیچے کیلئے۔ خواہ عبادت کنندہ کی حیثیت کچھ بھی ہو۔ یہ ہم وضعی ان سب کو ایک ہمرتبہ بنادیتی ہے (حج کی دیگر خصوصیات کو میں کسی آیندہ آرٹیکل میں بیان کرونگا) مجھے یہاں یہ دکھانا منظور تھا۔ کہ ہماری موجودہ تنگ حب وطنی مسلم قانون کے ماتحت بہت سے قبیح شعبوں سے پاک ہو جاتی ہے۔ اور ہمارا حب وطنی کا احساس مصفا ہو کر مناسب حدود میں آجاتا ہے۔ پھر میں اپنے اصل مضمون کی طرف عود کر کے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ اسلام کی غرض دنیا میں حقیقی امن قائم کرنا اور تمام ان اسباب کو جو کہ اس مقصد کے حصول میں حارج ہوں نیست نابود کرنا ہے اسلام نہ صرف دکھاتا ہے کہ حقیقی امن کیا شے ہے بلکہ اس کے ظہور و قیام کے اسباب بھی بتلاتا ہے "تیرے اور میرے" کی حقیقت جو کہ راحت و خوشی کو وجود میں لاتی ہے ان کے مناسب استعمال میں بھی حارج تھی۔ اور ایسے نسخہ کی ضرورت تھی جو اسکو رفع بنادے۔ اور اسکے نقائص کو دور کر دے۔

عورت اور عورت کے حقوق پر اسلام

(از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی)

تسلسل صفحہ ۵۰۴ جلد ۴ نمبر ۹

انسانوں کے اخلاق سدھارنے کے لئے ضروری ہے کہ خود خدا تعالےٰ کوئی احکام نازل کرے انسانی قوانین ضمیر انسان پر چنداں اثر نہیں کرتے۔ پارلیمنٹ کے مقنن پبلک اور کھلم کھلا فسق و فجور کو تو کسی حد تک روک سکتے ہیں لیکن یہ کافی نہیں۔ ان قوانین سے مخصوصہ بیماریاں کم نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ ہی انسانوں کے اخلاق صحیح اور حقیقی طور سے ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ انسانوں کو پاکدامن اور عفیف بنانے کے لئے اور مخصوصہ بیماریوں کو روکنے کیلئے ایک ایسے عنصر کی ضرورت ہے جو پوشیدہ ترین فسق و فجور کو روک سکے جنہیں ہر ایک انسان کے لئے ایک ایسا محافظ جاسوس مقرر ہو جن کا تقرر سی۔ آئی۔ ڈی کے محکمہ سے نہیں۔ بلکہ خود قلب انسانی

سے ہو۔ جب تک کسی انسان کا اپنا ضمیر بدی سے بچانے کی کوشش نہ کرے بداخلاقی کبھی بھی کافی اور شافی طور پر بیست و نابود نہیں کیجا سکتی +

وہ ذرائع اور قواعد بھی جن پر عمل کرنا انسانی طاقت میں ہے ہم انکو بھی زبردستی منوا نہیں سکتے۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ وہ شہوت ران جوان جو کسی بُرے ارادے سے یکجا ہونا چاہیں اُن کو الگ کرنے کا طریق اسکے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ کہ غیر مرد و عورت ایک دوسرے سے بالکل الگ رہیں لیکن کیا یورپ کا کوئی متنفس آج اس قانون پر عمل کرا سکتا ہے۔ کیا کوئی گورنمنٹ زبردستی مرد اور عورت کو جدا رکھ سکتی ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ ذریعہ حفاظت اخلاق کیلئے بڑا مفید ہے لیکن آج تو اس پر عمل کرنا بالکل ناممکن ہے۔ اور اسی کی وجہ ہے۔ کہ عیسائیت نے خود اخلاق کی حد بندی کرنے کی بجائے سینسر کے سپرد یہ کام کیا اور اس مذہبی فرض کو ایک معمولی دنیوی بادشاہ کے ہاتھ دیکر نسل انسانی کے ایک حصہ کثیر کو بداخلاقی سے بچانے کا کوئی قابل عمل طریقہ نہ بنایا +

ہاں آج سے تیرہ سو سال پہلے ایک آسمانی کتاب یعنی القرآن نے زنا وغیرہ کو روکنے کا انسداد کیا اور چونکہ اس کا ماخذ ایک علیم خبیر خدا تھا۔ وہ طریقہ بڑا ہی کامیاب ثابت ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں کے اخلاق کسی قانون ساز کے ماتحت نہیں۔ ہر پہلو سے قرآن کریم ان کے لئے ایک کافی راہنما ہے۔ قرآن شریف اخلاقی قوانین اور تمدنی فوائد سے بھرا پڑا ہے۔ اور یہ قوانین اور قواعد فسق و فجور کے روکنے میں بڑے ہی مفید اور کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ اور اس کامیابی کی وجہ یہی ہے کہ اُن کو ساخت کرتے وقت فطرت انسانی کا خوب لحاظ رکھا گیا ہے۔ تمام انسانوں میں یہ شرف نبی کریم محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہوا کہ آپؐ تمام نسل انسانی کو بداخلاقیوں سے بچنے کے طریق بتائے۔ اور تمام نبیوں میں یہ فضیلت آپ ہی کو نصیب ہوئی۔ کہ آپ کے دیئے ہوئے قوانین کی پیروی کرنا دنیا کا ایک تہائی حصہ اپنا فخر سمجھتا ہے +

آج اسلامی ممالک شراب خوری کی لعنت عظمےٰ سے اس قدر محفوظ ہیں جس طرح قمار بازی زنا اور دیگر افعال قبیحہ سے پاک ہیں۔ ہر ایک خوب جانتا ہے کہ تمام دنیا نبی کریم سے زیادہ ممنون ہے۔ آپ نے وہ عالمگیر اور مستقل قانون بتائے جن کی خوبی اور فائدہ دن بدن زیادہ نظر آتا ہے اور جوں جوں دنیا ترقی کرتی ہے۔ آپ کا مرتبہ محققین کی نظروں میں بلند ہوتا جاتا ہے۔ اللھم

صل علی محمد و آل محمد و بارک وسلم۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم۔ سورہ نور میں فرمایا:-

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذٰلک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون ○ وقل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا و لیضربن بخمرھن علٰی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او آبائھن او آباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علٰی عورٰت النساء ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن و توبوا الی اللہ جمیعاً ایہ المومنون لعلکم تفلحون ترجمہ۔ مسلمانوں سے کہو اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اسمیں ان کے لئے زیادہ صفائی ہے۔ جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں اللہ کو سب خبر ہے مسلمان عورتوں سے کہو اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اور اپنی زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ کریں مگر جو اسمیں سے کھلا رہتا ہے اپنے سینوں پر دوپٹوں کے بکل مارے رہیں۔ اور اپنی زینت کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں۔ مگر اپنے شوہروں پر یا باپ پر یا خاوند کے باپ پر۔ یا اپنے بیٹوں پر یا شوہر کے بیٹوں پر یا بھائیوں پر یا بھتیجوں پر یا بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال پر یا گھر کے لگے ہوئے نوکروں پر جو مرد تو ہیں لیکن عورتوں سے غرض نہیں (خواجہ سرا یا بڈھے) یا لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے کی بات سے آگاہ نہیں۔ اور اپنے پاؤں ایسے زور سے نہ رکھیں کہ لوگ ان کے اندرونی زیور کی خبر ہو۔ اور مسلمانوں تم سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ +

وہ اصحاب جن کو یورپ کے مہذب اور نام نہاد کے عیسائیوں سے پالا پڑا ہے۔ وہ قرآن شریف کے ان احکام کی صداقت اور عقلمندی کے ضرور قائل ہونگے اور ان کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ قرآن کریم تمام انسانی کمزوریوں کا لحاظ کرنے کے بعد احکام نافذ فرماتا ہے۔ قرآن تو شہوت انگیز طریقوں کی جڑ ہی کاٹ دیتا ہے۔ اور تمام قسم کی امراض کا علاج زنا اور بدمعاشی کے موقعوں کو نیست نابود کرکے کرتا ہے

اس میں مرد و عورت کو بڑے ہی مفید اور اعلےٰ طریق سے الگ کیا گیا ہے۔ اور دونوں کے لئے علیحدہ زمین دیئے ہیں۔ یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ قرآن کا مدعا مرد و عورت کو بالکل الگ اور علیحدہ رکھنا نہیں صرف حد سے زیادہ میل جول اور غیر موزوں آزادی اور خلط ملط سے منع فرمایا ہے۔ اور کوئی ذی فہم انسان اس کی صداقت سے انکار نہیں کر سکتا +

قانون ساز کمیٹی زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتی ہے کہ غریب طبقے کے لوگوں کو جبراً فسق و فجور سے روکے اور ہم بھی دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ خفیہ حرامکاری تو درکنار اس قسم کی کھلم کھلا بد خلاقی کا کامل انسداد کرنا بھی ان کے امکان سے باہر ہے اور اس قسم کے قوانین بجائے فائدے کے نقصان دہ ثابت ہونگے +

زندگی بسر کرنے کے چند قوانین مرتب کر دینا کافی نہیں بلکہ نسل انسانی کو صراط مستقیم پر چلانے کے لئے ایک نیک اور تندرست زندگی کے حصول کے طریقے بتانا ازحد لازمی اور ضروری ہے۔ اور یہی کافی نہیں بلکہ یہ طریقے اور راستے انسانی طاقت اور دسترس سے باہر نہیں ہونے چاہئیں ورنہ ایسے علاج کا بتانا جو ہماری طاقت سے باہر ہے بالکل فضول ہے۔ موسم اور آب و ہوا کی تبدیلی کی وجہ سے مرد و عورت کے باہمی میل ملاپ کے قواعد کا ہونا مشرق میں بہ نسبت مغرب کے بہت زیادہ ضروری ہے۔ اہل مشرق بہت جلدی سن بلوغت کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور نفسانی خواہشات بہت جلدی اپنا اظہار چاہتی ہیں۔ مشرقی لوگوں کی طبیعت میں بہت جوش ہوتا ہے۔ عشق و محبت کی آگ۔ عزت اور غیرت کا خیال دشمنی اور کینہ کی خواہش ایک مشرقی دل میں بہت تیز ہوتی ہے۔ اور عالمگیر الہامی قانون وہی ہو سکتا ہے جو مشرقی اور مغربی دونوں قسم کی طبیعتوں کو مد نظر رکھ کر بنایا جائے۔ اسی واسطے اسلام نے مرد و عورت کے تعلقات پر اس قدر زور دیا اور اس کا مدعا نہ صرف جسمانی صفائی اور تندرستی تھی۔ بلکہ دل کو پاکیزہ اور نیک بنانا اس کی اصلی اور حقیقی غرض و غایت تھی +

خوبصورتی اور خصوصاً حسین عورت کی طرف میلان کرنا فطرت انسانی ہے ہر ایک حسین اور دلکش چیز محبت اور الفت کی آگ سلگاتی ہے۔ اور اس پر قبضہ پانے کی خواہش ہر ایک زندہ دل محسوس کرتا ہے۔ ذرا خیال تو کیجے کہ اگر ایک نوعمر جوان لڑکا ایک حسین عورت کی طرف مائل ہو جائے۔ اور پھر حصول مطلب ناممکن ہو تو وہ اس کے حصول کے لئے کیا کیا نہ کرے گا

خصوصاً جبکہ عاشق مزاج نوجوان اہل مشرق کی سی گرم طبیعت رکھتا ہو۔ عمر رسیدہ اور تجربہ کار لوگوں کے لئے اس قسم کی خواہشات کا روکنا تو ممکن ہے لیکن ایک کم عمر نوجوان سے یہ توقع کرنا کہ اس حالت میں وہ عقل و فہم سے کام لیگا بالکل فضول اور لاحاصل ہے ÷ ع

ممکن نہیں کہ آگ لگے اور دھواں نہ ہو

ایک مقنن کا فرض ہے کہ قوانین مرتب کرتے وقت اس قسم کی طبائع کا خوب لحاظ کرے۔ اور قواعد نافذ کرتے وقت نہ صرف بوڑھوں کو بلکہ نوجوان گرم طبیعتوں کو بھی مدنظر رکھے آخر انسان بھی تو ایک حیوان ہے اور جوانی کے ایام میں خواہشات حیوانی اپنے پورے زور میں ہوتی ہیں اور اگر اس عمر کے مرد و عورت ایکدوسرے سے بلا روک ٹوک آزادانہ اکیلے ملیں تو ناپسندیدہ نتائج ہی کا نکلنا اغلب ہے۔ یورپ کی اخلاقی حالت ہمارے اس بیان کی خوب تصدیق کرتی ہے۔ اسلام چاہتا ہے۔ کہ عورتوں میں حیا اور عفت خوب پیدا ہو جائے بازاروں میں چلتے وقت مردوں کی طرح وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔ اور اپنے زیور و لباس کو غیروں کی نظروں سے پوشیدہ رکھیں۔ اور اپنا دوپٹہ سر سے لیکر چھاتی کے نیچے تک تمام اعضا ڈھانک لیں ÷

سورۂ احزاب میں فرمایا:- یا ایہا النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلك ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین وکان اللہ غفوراً رحیماً۔ ترجمہ۔ اے پیغمبر اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہدو کہ اپنی چادروں کے گھونگٹ نکال لیا کریں اس سے غالباً یہ پہچان پڑیگی۔ اور کوئی نہ چھیڑیگا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ÷

پھر سورۂ النور میں ایک جگہ فرمایا۔ یا ایہا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتیٰ تستانسوا وتسلموا علیٰ اھلھا ذٰلکم خیر لکم لعلکم تذکرون فان لم تجدوا فیھا احداً فلا تدخلوھا حتیٰ یوذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکیٰ لکم واللہ بما تعملون علیم۔ ترجمہ مسلمانو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں گھر والوں سے پوچھے اور ان سے علیک سلیک کئے بغیر نہ جایا کرو۔ تمہارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو۔ پھر اگر تم کو معلوم ہو کہ گھر میں کوئی آدمی موجود نہیں تو جب تک تمہیں اجازت نہ ہو ان میں

نہ جاؤ اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس جائے تو بلا تامل لوٹ جاؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے اور جو کچھ بھی تم کرو اللہ خوب جانتا ہے ؛

اِسی سُورت میں ایک اور جگہ یہ قانون مقرر کیا اور فرمایا ان الذین یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت المومنٰت لعنوا فی الدنیا والاٰخرۃ ولھم عذاب عظیم یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون ۲۴ - رکوع ۳ ترجمہ۔ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں جو بے خبر ہیں اور ایمان رکھتی ہیں ایسے لوگوں پر دُنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔ اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔ جب کہ ان کے مقابلے میں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں ان کے عملوں کی گواہی دینگے ؛

اِس آخری آیت میں پوشیدہ بدظنیوں اور کارروائیوں سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ خدائے علیم پر کوئی چیز پوشیدہ اور چھپی ہوئی نہیں ؛

جتنا زیادہ کوئی محقق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اخلاقی سیاسی تمدّنی مذہبی اور پرائیویٹ پہلوؤں پر غور کرے۔ اتنا ہی آپ کا رتبہ اعلےٰ اور ارفع نظر آئیگا اور آپ کو دنیا کا بہترین مصلح ماننا پڑیگا۔ آپ نے اپنے ہمعصروں کی کایا پلٹ دی۔ اور اخلاق انسانی کے پاک کرنے کے لئے ایسے قوانین مرتب کئے جو انسانی کمزوریوں پر فتح پانے کے بہترین ذرائع ہوسکتے ہیں۔ وہ مقنن جو انگلستان سے شراب وغیرہ کا استعمال دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا ان امراض مخصوصہ سے تعلیمیافتہ یورپ کو پاک کرنا چاہتے ہیں ان کو چاہئیے کہ وہ اس عظیم الشان انقلاب کی داد دیں جو ایک محض اُمّی نے آج سے تیرہ سو برس پہلے عرب جیسی جاہل اور اکھڑ قوم میں کر دکھایا۔ یہ انقلاب کوئی کم معجزہ نہیں۔ بلکہ معمولی امراض کو شفا دینے سے کہیں بڑھ کر رہیگا۔ کیونکہ اس کا اثر آج تک موجود ہے۔ اور ہمیشہ تک آپ کی صداقت کی ایک زندہ شہادت ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ ہر ایک قوم اور ملک کا طرز معاشرت مختلف اور مخصوص ہوتا ہے اور تمام تمدنی خصوصیات آب وہوا اور ملکی ضروریات کے موافق لوگوں کی حاجات کا نتیجہ ہُوا کرتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب جو خاص قوموں اور ملکوں کی ہدایت کیلئے آئے وہ دیگر ممالک اور اقوام کی ضروریات کو پورا نہ کرسکنے کے باعث

ناکامیاب ثابت ہوئے لیکن قربان جائیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ ایسا مذہب ہمارے سامنے پیش کیا جو کسی ملک قوم یا زمانے کے لئے مخصوص نہیں جس کے قواعد عالمگیر ہیں۔ اس وقت اسلام دنیا کے قریباً ہر کونے میں پہنچ چکا ہے۔ اور باوجودیکہ ان تمام ممالک کا طرز معاشرت اور درجہ تہذیب ترقی مختلف تھے لیکن سب کو ایک ہی خزانہ یعنی قرآن شریف سے ہدایت دی۔ اور صراط مستقیم پر چلنا سکھ دیا۔ گویا کہ دنیا کے اکثر حصے میں ایک نمایاں تبدیلی یعنی یگانگت کا ایک رنگ پیدا کر دیا۔ دنیا کی آبادی کے اکثر حصے کو مساوی اور برابر کر دیا۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کے دلوں میں اخوت اور الفت پیدا کرکے ایک حد تک اُن کے رسم و رواج اور آداب کو بھی یگانگت کا رنگ دے دیا۔ جہاں کہیں بھی مسلمان گئے اُنھوں نے اپنے ہی قوانین اور رسموں کو مروج کیا۔ اس میں کلام نہیں کہ یہ لوگ جب اپنے وطن مالوف عرب سے ہجرت کرکے دیگر ممالک میں جا بسے تو وہاں کے رسم و رواج کا کچھ نہ کچھ ان پر اثر ضرور ہوا۔ چین کے مسلمانوں نے بہت سی عادات اور رسمیں چینیوں کی لے لیں۔ ہند کے مسلمانوں نے ہندوؤں کے رسم و رواج سے متاثر ہوکر انکی عادتیں ڈال لیں۔ پس اگر کوئی طالب حق چاہے کہ وہ اسلامی طرز معاشرت کو اسکی اعلیٰ اور حقیقی حالت میں دیکھے تو قرآن شریف کو پڑھے سیرت نبوی اور اخلاق رسول اللہ پر غور کرے لیکن نبی کریم کی سوانح پڑھتے وقت عرب کے حالات اور زمانے کو ضرور مدنظر رکھ کر جانچے۔ اگر کسی ملک کے مسلمانوں میں کوئی رسم یا عادت خلاف اسلام بوجہ ملکی اثر کے آجاوے تو اس کا الزام مذہب اسلام پر نہیں ایسے معترضین کو چاہئے کہ اس قسم کے رسم و رواج کی اصل تاریخ کو معلوم کریں۔ اور دیکھیں کہ اس خاص رسم و عادات کا منبع اسلام اور قرآن ہے یا ملکی تاثرات اب ہم پھر پردہ اور حرم کے سوال کو لیتے ہیں۔ اس امر میں اسلام کی غرض صرف اسقدر ہے کہ غیر مرد و عورت آپس میں بلا روک ٹوک بالکل آزادانہ نہ ملیں تاکہ سوسائٹی میں عفت اور پاکبازی زیادہ ہو۔ اسلام ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ مرد و عورت ایکدوسرے کے رقیب بنیں یہ قباحت کہاں کی یہاں تو عورت ہی کا رُتبہ زیادہ بلند اور اُسکے فرائض زیادہ اہم رکھے گئے ہیں۔ اس اسلامی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر ایک ملک اور قوم کے مُقنن اور مصلح مُلکی اور تمدنی حالات کے موافق قانون بنا سکتے ہیں۔ حالات زمانہ تو بدلتے رہتے ہیں لیکن فطرت انسانی کبھی متغیر نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ اور اسی وجہ سے اصول ہمیشہ ایک ہی رہتے ہیں +

چونکہ ہندوستان امن و سکون کی حالت میں نہ تھا ان دنوں پردہ اور ستر سخت ضروری اور لابد تھا یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے امن اور ہل چل کے زمانوں میں بھی ہندوستان کی عورتیں محفوظ اور عفیف رہیں مردوں کے اخلاق میں تو کچھ تنزل ہوا لیکن عورتیں ہمیشہ سے پاکباز اور عفیف رہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہی ہوا کہ دوسری نسل کے اخلاق پھر سنور گئے۔ اور قوم تباہی سے بچ گئی اب بھی اگرچہ اس سخت پردے کی ضرورت تو نہیں لیکن حالات زمانہ کے ماتحت پردے کا یکدم ہٹانا بجائے کسی فائدے کے نقصان دہ ثابت ہوگا خصوصاً جبکہ ہندوستان میں مختلف اقوام بستی ہیں۔ انگلستان میں اس حجاب اور ستر کی چنداں ضرورت نہیں جو ہندوستان میں مروج ہے۔ اس لئے تو وہاں کی سوسائٹی کا شیرازہ ہی بکھر جاویگا۔ عورتیں بھوکی مرنے لگجاوینگی۔ انگلستان اور ہندوستان کے حالات میں بڑا فرق ہے طرز معاشرت اور رسوم حالات و ضروریات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ انگلستان میں سوسائٹی کو پاکباز اور باعصمت بنانے کیلئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اسلامی اصول پردہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ غیر مرد و عورت کے بالکل آزادانہ ملنے کو روک دیا جائے۔ بعض معترضین کہیں گے۔ کہ آج اگر یورپ میں عورتوں کو کامل آزادی نہ ہوتی یعنی اگر وہ غیر مردوں سے بلا روک ٹوک نہ ملتیں۔ تو آج انگلستان کو بڑی ہی مشکلات پیش آتیں اگر آج عورتیں اسلحہ بنانے کے کارخانوں میں مردوں کی جگہ کام نہ کرتیں تو کس طرح ان کارخانوں میں کام کرنیوالے مرد ملک و قوم کی خاطر سینہ سپر ہوتے۔ یعنی کہ آج پردہ نہ ہونے کی ہی وجہ سے انگلستان کے لکھو کھا مرد میدان جنگ میں دشمن سے لڑ رہے ہیں۔ ورنہ ان کی بہت سی تعداد کارخانوں وغیرہ میں کام کرتی نظر آتی۔ ہاں یہ بھی ایک پہلو اس جنگ کا ہے۔ لیکن اگر ذرا نظر کو وسیع کر کے دیکھا جائے۔ کہ اگر آج تمام یورپ اسلامی طرز معاشرت پر عمل پیرا ہوتا یعنی ہر جگہ عورتیں غیر مردوں سے الگ رہتیں تو اس قدر کشت و خون نہ ہوتا۔ اگر انگریز سپاہیوں کی تعداد کم ہوتی تو ساتھ ہی دشمن کے سپاہی بھی کم ہو جاتے اور ممکن تھا کہ یہی آدمیوں کی قلت دشمن کو جنگ ختم کرنے پر مجبور کر دیتی۔

اس تباہ کن جنگ کے بعد تو عورتوں کیلئے اور بھی ضروری ہو جائیگا۔ کہ وہ اپنی ساری توجہ خانگی امور کی طرف مبذول کریں۔ اولاد کی تربیت اور تعلیم اپنا سب سے پہلا فرض سمجھیں۔ اور قوم کو مرد و عورت کی رقابت کے عظیم الشان خطرے سے بچا لیں۔ جنگ سے پہلے بھی یورپ کے انسانوں کے لئے زندگی دوبھر ہو رہی تھی۔ کم سن لڑکے تو کیا کم سن لڑکیوں کو بھی سکول وغیرہ کی تربیت سے محروم کر کے سخت

مشقت کرائی جاتی تھی۔ تاکہ کسی طرح ثبوت لا یموت حاصل ہو۔ شادی کے بعد لڑکیوں کو امورخانگی کی طرف رجوع کرنے کا کچھ موقع دیا جاتا تھا لیکن جن بیچاری نے بچپن سے کبھی ان کاموں میں دخل ہی نہیں دیا۔ وہ کس طرح ایک کامیاب منتظمہ ثابت ہوسکتی ہے۔ اور اگر یہی حالت روز بروز اور بڑھ گئی جیسا کہ حالات زمانہ بتا رہے ہیں تو مجبوراً شادی شدہ عورتوں کو بھی اپنی اولاد کی تربیت پس پشت ڈالکر مشقت کرنی پڑیگی۔ اور آئندہ نسل جس پر ایک ملک قوم اور سارے دنیا کی ترقی منحصر ہے بالکل ناکام اور ناقابل عمل ثابت ہوگی +

جنگ سے پہلے بھی مرد و عورت کی رقابت دن بدن بڑھ رہی تھی۔ اور سوسائٹی کی گاڑی کے دو پہیے ایک دوسرے سے دور ہوتے نظر آتے تھے۔ اور جنگ کے بعد تو عورتوں کی تعداد اور بھی زیادہ ہوگی۔ اور یہ رقابت اور بھی ترقی کریگی۔ اور ممکن ہے کہ یہ دونوں پہیے ایکدوسرے سے بالکل الگ ہوکر سوسائٹی کی گاڑی کو چکنا چور کردیں۔ اب وقت ہے کہ اس رقابت کی روک تھام کی جائے۔ اور ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس رقابت کو روکنے کیلئے سب سے بہترین ذریعہ اسلامی طرز معاشرت کو رواج دینا ہے +

عورت کے رتبہ کو حقیقی طور پر بلند کرنا چاہئے۔ اسکو گھر کی ملکہ اور مرد سے بہتر سمجھنا چاہئے اور یہ بات اچھی طرح اسکے ذہن نشین کرنا چاہئے کہ مردوں کے برابر ہونے کی خواہش کا اظہار کرنا تو اپنے آپ کو اپنے عالی رتبے سے گرانا ہے۔ تمام قسم کے سخت اور پُر مشقت کام صرف مردوں کیلئے مخصوص ہونے چاہئیں۔ جس طرح آدمی تمام قسم کے مشقت والے کام ادنے درجہ کے آدمیوں کیلئے مخصوص سمجھتے ہیں۔ عورتیں نازک اندام ہوتی ہیں۔ اسکی صفات عفت عصمت حسن اور نزاکت ہے ان کا ہر وقت لحاظ رکھنا چاہئے۔ اور جیسا کہ مسلمانوں کا ایمان ہے بہشت بھی انہی عورتوں کے پاؤں تلے ملتا ہے والدہ ہونے کا مقدس رتبہ اسی کا حصہ ہے +

ہندوستان کی مسلمان عورتیں دنیا میں بہترین عورتیں ہیں۔ اور بجائے اسکے کہ ہندوستانی مسلمان عورتیں یورپین لیڈیز کی نقل کریں یورپین لیڈیز کو چاہئے کہ وہ ہندوستانی مسلمان شریف عورتوں کی تقلید کریں۔ پردے سے مشرقی عورتوں کا رتبہ اور شان اور بھی دوبالا ہوگیا ہے۔ حیا جیسا حسن معنوی پردہ ہی کی بدولت ان کو ملا ہے۔ اور ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ حیا کے کامل معنی بیان کرنے کے لئے کوئی انگریزی لفظ مترادف نہیں۔ مشرقی طبقہ نسواں میں جو شرافت خوبی ہمدردی۔ حیا نفس کشی

اور اخلاق پسندیدہ ہیں وہ سب بلاشک و شبہ مردوں کی دنیاوی لالچ بھری پُرفریب زندگی سے الگ رہنے کا نتیجہ ہے۔ مرد ہی خود ہی ڈاکہ اور خفیہ کارروائیوں کے بانی اور موجد ہوتے ہیں۔ اور نہ صرف سینکڑوں آدمیوں کو بلکہ سلطنتوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ اسی قسم کے کام کرتے کرتے مردوں کے دل سخت ہو گئے۔ اور وہ اول درجہ کے خود غرض بن گئے ہیں۔ اور تو اور اپنے بھائی بند انسانوں کو قتل کرنے پر وہ فخر کرنے لگے زہریلی گیس اور بڑے بڑے خوفناک بم بنانا مایۂ عزت و ناز سمجھنے لگے۔ اور اگر طبقۂ نسوان کی فرشتہ خصال عادات آڑے نہ آتیں اور وہ بھی ان خونریز کاموں میں حصہ لینے لگ جاتی تو انسانوں کی حالت جنگلی جانوروں سے بھی بدتر ہوتی۔ کیونکہ انسان وحشی درندوں سے زیادہ عقلمند ہے اور اپنی خداداد عقل کو اس بُرے طریق سے استعمال کر کے وہ دُنیا کیلئے کہیں زیادہ باعثِ ضرر ثابت ہو سکتا ہے +

ایک دُوربین آدمی موجودہ یورپین زندگی کو ایک ایسی سڑک پر قدم مارتے دیکھتا ہے۔ جس کا خاتمہ ایک غارِ عمیق اور قعرِ تاریک میں ہے۔ یورپ میں اب گھریلو زندگی کوئی نہیں۔ عام طور پر اصحاب دوسروں کے گھروں میں جانا اپنے گھر میں رہنے سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور کلب گھر میں تاش کی بازی اس کے لئے اپنی بیوی سے گفتگو کرنے اور بچوں سے پیار کرنے سے کہیں زیادہ دلپذیر اور پسندیدہ ہے +

حقیقی گھریلو زندگی صرف مشرق میں ہی ہے۔ اہل مشرق عموماً اپنے مملوکہ گھروں میں رہتے ہیں۔ کلب وغیرہ جانے کا رواج نہیں حُسن کی تعریف یا عورت کی طرف رغبت وہ صرف اپنی منکوحہ بیوی کیلئے مخصُوص سمجھتے ہیں۔ اور سوائے رشتہ کی عورتوں کے وہ کسی سے بات تک بھی نہیں کرتے وہ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے کہ انکی بیویاں غیرمردوں کی توجہ اور تعریف کا مرکز بنیں۔ کوئی مشرقی عورت سوائے اپنے کُنبہ کے مردوں کے کسی غیر سے آزادانہ میل ملاقات یا گفتگو نہیں کر سکتی +

مشرقی عورتوں کے اخلاق اس قدر پسندیدہ اور حمیدہ ہوتے ہیں۔ اور وہ خاوند کی اس طرح دلجوئی اور خاطر کرتی ہیں۔ کہ ایک بدصورت عورت بھی اپنے خاوند کو اپنا گرویدہ اور دلدادہ بنا لیتی ہے۔ اگر ان کے گھر کوئی اجنبی عورت یا مہمان آجاوے۔ تو انکی تواضع کرنا اور ان سے خوش اخلاقی اور الفت سے پیش آنا وہ اپنا فرض اولین سمجھتی ہیں مشرق کے معمولی گھرانوں کی عورتوں کے اخلاق اور اوصاف اس قدر اعلیٰ اور دلپذیر ہوتے ہیں۔ کہ وہ مغرب کی اعلیٰ سے اعلیٰ سوسائٹی میں بڑی کامیابی سے مل سکتی ہیں۔ جہاں کہیں بھی وہ جائیں حیا اور نرمی ان کا شیوہ نظر آتا ہے۔ ایک غریب مشرقی کنواری لڑکی کسی نامحرم سے گفتگو کرنا معیوب سمجھتی

ہے۔ حالانکہ اسکی مغربی بہنیں اسے ایک بہت ہی معمولی بات خیال کرتی ہیں مشرق کی عورتوں کا لباس اور سنگار صرف اپنے خاوند کو خوش کرنے کیلئے ہوتے ہیں۔ اور غیر مردوں کی توجہ مبذول کرنے کیلئے نہیں +

لیڈی ڈفرن نے اپنی تصنیف انیسویں صدی میں ہندوستانی عورتوں کی زندگی کا کچھ نقشہ کھینچا ہے وہ لکھتی ہیں +

"جو اثر مجھ پر زنانخانہ اور حرم کی سیر سے ہوئے وہ سب سے بڑے ہی خوشکن اور دلپذیر ہیں میں نے دُنیا کے کسی حصے میں بھی عورتوں کو اس قدر ہمدرد اور مہمان نواز نہیں پایا جس قدر کہ پردہ نشین ہندوستانی عورتوں میں دیکھا۔ اجنبی کو خوش آمدید کہنا اور اس کی تکلیف کو دُور کرنا انہی کا حصہ ہے اور باوجود بہتر ین ترجمان نہ ملنے اور خود گفتگو کرنے کے ناقابل ہونے کے میں نے ہمیشہ ان کو با مذاق اور مہربان پایا" +

ان کی حیا اور فہم کی تعریف کرتے ہوئے وہ لکھتی ہیں:۔

"میرا خیال ہے کہ میں کم از کم ایک دفعہ تو ایک ایسی بات کہوں جو عالمگیر طور پر سچ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہندوستانی لڑکیاں بڑی زُود فہم اور ذہین ہوتی ہیں۔ بہت ہی تھوڑے عرصے میں لکھنا پڑھنا سیکھ جاتی ہیں۔ اور انگریزی لڑکیوں سے کہیں زیادہ محنتی ہوتی ہیں۔ میں نے تعلیمیافتہ عورتوں سے بھی ملاقات کی۔ اور میں نے دیکھا کہ ایک بہترین عورت کے تمام اوصاف ان میں موجود تھے۔ انکی گفتگو کا انداز ہمیشہ پُرحیا تھا۔ اور میں نے کبھی نہ آنکھ سے دیکھا اور نہ کان سے سُنا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی راہ راست سے بھٹک گئی ہو"۔ یورپ میں جو غلط فہمیاں ہندوستانی عورتوں کی زندگی کی بابت مشہور ہیں اُن کا رد کرتے ہوئے وہ تحریر فرماتی ہیں:۔

"انگلستان میں جو نقشہ ہندوستانی عورتوں کی زندگی کا پیش کیا جاتا ہے۔ اور اگرچہ بعض متعدد حالتوں میں تو تھوڑے ٹھیک ہی لیکن بہت حد تک اسمیں مبالغہ اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ اور ایک ایسا انسان جس نے ہندوستانی زندگی کا خوب مطالعہ کیا ہو وہ ضرور میری تصدیق کریگا۔ انگلستان میں جو حالت ہندوستانی عورت کی پیش کیجاتی ہے وہ ہمیشہ ایک بدبخت مہجور بیوی یا ایک مظلوم بیوہ یا ایک کس مپرس دائم المریض یا حرم سرا میں مقید لونڈی کی ہوتی ہے" میں اس بات پر بحث نہیں کرتی کہ اسمیں کہاں تک

سنجالتی ہیں لیکن میں یہ ضرور کہونگی کہ اس میں ان لکھوکھا عورتوں کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہے جو بڑے چین سے زندگی بسر کرتی ہے۔ جو اپنے خاوند کی محبوب بیوی ہوتی ہیں۔ گھر کی مالکہ اور کنبے کا سرتاج ہوتی ہیں کم درجہ کی عورتیں تو روزمرہ کے کام کاج کرتی مردوں سے گفتگو اور لین دین کرتی ہیں لیکن اعلیٰ طبقہ کی عورتیں گھر کے اندر پردے ہی میں بیٹھ کر نہ صرف گھر کا بلکہ ریاست اور سلطنت کا انتظام بھی بخوبی کر لیتی ہیں"+

اس کتاب میں لیڈی ڈفرن ایک اور جگہ لکھتی ہیں :-

"میرے ذہن میں ایسی بہت سی عورتیں ہیں جو دن رات سخت مشقت کرنے کی بجائے زنانخانہ یا پردے میں بیٹھنے کو ترجیح دینگی"۔

"اور اب میں اس قوم کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہوں کیونکہ میں نے بہت سی بیویوں کو خوش و خرم اور ماؤں کو چین سے زندگی بسر کرتے پایا۔ اور چونکہ میں نے ہندوستانی گھروں کو بڑا آرام دہ اور فرحت کی جگہ دیکھا"+

"اس میں شک نہیں کہ دنیا کے ہر حصے میں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں اور برے بھی لیکن عام طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان عورتوں جیسی عفیف۔ مہربان۔ شریف۔ وفا شعار۔ نیک پاکدامن۔ عمدہ اور پسندیدہ اخلاق والی۔ خاوند اور بچوں کے واسطے جان تک دے دینے والی عورتیں ہم کو کہیں نہیں مل سکتیں اور ان اوصافِ حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ بنانے میں پردہ اور حجاب ایک بڑا عنصر ہے"+

ضروری التماس

امید ہے کہ ناظرین کرام رسالہ ہذا کی اہمیت کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے اسکی توسیع اشاعت کے لئے بہترین ساعی ہونگے۔ کاغذ کی گرانی حد سے تجاوز کرگئی ہے اسلئے ملتجی ہیں کہ معزز خریداران رسالہ فرداً فرداً اپنے حلقہ اثر میں سے ایک ایک جدید خریدار فراہم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں +

رسالہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں ہم انشاء اللہ تعالےٰ ووکنگ مسلم مشن کی اجمالی کیفیت اور اس کا حساب آمدوخرچ شائع کرینگے جو انشاء اللہ ناظرین کرام کی دلچسپی کا موجب ہوگا + مینیجر

باطنیات اسلام

(بسلسلہ صفحہ ۳۶۹ جلد ۴ نمبر ۸)

مگر آخر یہ محبت چیز کیا ہے؟ یہ ایک لفظ ہے جو ہر ایک کے نوک زبان ہے۔ ایک ایسے جذبہ کا نام ہے جس کی گرمی کا مزا آدم و بیش ہر ایک فرد بشر نے چکھا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت کا جہاں تک تعلق ہو سکتا ہے اسکی کیفیت کو کما حقہٗ سمجھنا بہت ہی مشکل امر ہے۔ زبان عربی کی بیشمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے الفاظ اس چیز کی جس کیلئے وہ وضع ہوئے ہیں۔ اصل کیفیت اور مفہوم کو پورے طور سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ عربی زبان میں دو الفاظ "خلت" اور "حب" جو دوستی اور محبت پر بولے جاتے ہیں۔ ان میں سے خلت کے معنے خالی کرنا اور "حب" کے بیج کرنے کے ہیں۔ ان ہر دو الفاظ کے ان معنوں پر ایک ذرا سا غور کرنے سے محبت کی اصل حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ کسی چیز کی محبت اس بات کی متقاضی ہے کہ دل کو کسی اور چیز سے خالی کر دیا جائے۔ اور اس محبوب شئے کو اس کے اندر جگہ دے دی جائے اگر آپ کی روح پہلے ہی سے کسی کی محبت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ تو پھر اس کے اندر کسی دوسرے معبود و مطلوب کو جگہ ملنی مشکل ہے۔ آپ اللہ تعالےٰ سے محبت کیونکر کر سکتے ہیں بحالیکہ آپ کا قلب غیر اللہ کی محبت سے معمور ہو۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے:۔

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً۔ یحبونھم کحب اللہ والذین امنوا اشد حباً للہ۔ ترجمہ۔ لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو بھی خدا کے ساتھ) شریک ٹھیراتے (اور) جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہئیے ویسی ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور جو ایمان والے ہیں۔ ان کو (تو سب سے) بڑھ کر خدا ہی کی محبت ہے۔ (سورۃ البقر آیت ۱۶۵)

ان الفاظ میں انسان کے اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے کو جو اسلام کی اصل روح رواں اور بنیاد ہے۔ اور جسے اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت کہنا چاہئیے۔ دوستی اور محبت کے دیگر تمام

رشتوں سے زیادہ تر مضبوط قرار دیا گیا ہے۔ [illegible] کہ اس محبت کو بھی اسے بہت زیادہ فوقیت دی گئی ہے۔ جو کسی انسان کو اس شی سے ہو سکتی ہے۔ جس کو وہ اپنے نزدیک قابل عزت و پرستش سمجھتا ہے۔ ہمارے دل اور روح کو محبت الٰہی سے بکلی معمور ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم انہیں تمام غیر اللہ اشیاء کی محبتوں سے خالی کر دیں اور صرف اسی محبت کی جگہ ہمارے قلب کے اندر ہو جس کا تعلق اس معبود حقیقی سے ہی ہو۔ تا وقتیکہ ہمارا دل محبت الٰہی میں ہمہ تن محو نہ ہو جائے۔ ہم ان افضال و برکات کو جذب نہیں کر سکتے۔ جو اس محبت الٰہی کے ذریعے سے انسان کو میسر آ سکتے ہیں۔ اس موقعہ پر بطور مثال میں آپ کی ذات کو لیتا ہوں۔ کیا آپ نے حقیقتاً کسی سے لو لگائی ہے۔ اگر واقعی آپ نے کبھی محبت کا مزا چکھا ہے تو اس وقت کو یاد کیجئے جبکہ آپ کے جذبات اپنے محبوب کی محویت میں انتہائی جوش کی حالت میں ہونگے۔ اس وقت کو یاد کرو جب آپ کا محبوب یا محبوبہ (جو بھی ہو) نے آپ کی تمام تر توجہات کو اپنی ہی طرف منعطف کر لیا ہو۔ اسی عالم محویت میں آپ خود بخود ہی اپنے محبوب کو اپنے پاس بیٹھا ہوا تصور کرتے اور اس خیالی و قیاسی تصویر کے ساتھ باتیں بھی شروع کر دیتے ہیں۔ اس وقت آپ کو لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں لیکن در اصل آپ دیوانے نہیں ہوتے۔ یہ حالت محویت جذبات کا اظہار ہے کہ آپ کا وجود خیالات محبت میں بکلی محو ہو گیا ہے۔ اور آپ کے محبوب کی تصویر ہر وقت آپ کے دل کی آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ ایک فانی چیز کی محبت میں تو اس انتہائی درجہ کی محویت تک آپ پہنچ گئے لیکن کیا اللہ تعالےٰ کی محبت بھی آپکے قلب میں اس انتہائی درجہ تک موجزن ہوئی ہے۔ اگر نہیں تو پھر آپ کس طرح توقع کر سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کی آنکھیں آپکے ہاتھ اور دیگر اعضاء و جوارح بنجائیگا۔ جب آپ کو یہ سمجھ آ جائے کہ ایک فانی انسان کی جو محض ایک زمینی چیز ہے محبت میں آپ بالکل فنا ہو چکے ہیں۔ تو اس وقت آپ بڑی آسانی سے معلوم کر لیں گے۔ کہ اس اعلیٰ و برتر ہستی کی محبت آپ کے قلب میں کہاں تک موجزن ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ محبوب کی خوشنودی کا بہترین طریق یہی ہے کہ ہم اپنے طریق و خیالات کو چھوڑ کر محض اسی کے طرز خیالات کو کلیتہً اختیار کریں۔ یہی وہ آخری مرحلہ محبت کا ہے جس پر

محبت کرنے والا اپنے محبوب کی محبت کے مذبح پر اپنے آپ کو قربان کر دیتا اور اسکی خاطر اپنے آپ کو بالکل مٹا دیتا ہے +

جناب مسیح نے بھی باپ کی محبت میں اسی انتہائی اور آخری درجہ پر اپنے آپ کو پہنچایا۔ آپنے ہر ایک قسم کے مصائب کو جو آپکے رستہ میں حائل ہوئیں خوشی سے برداشت کیا۔ یہانتک کہ صلیب پر بھی چڑھنے سے ذرا نہ ہچکچائے۔ کیا ہم بھی ایسی ہی حیرت انگیز قربانی کیلئے تیار ہیں۔ کیا ہم بھی اسکی تقلید کرنے اور اپنی صلیب آپ اٹھانے کیلئے تیار ہیں جیسا کہ آپنے اپنی صلیب کو آپ اٹھایا۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ ایسا کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اور ہم اس قسم کے مصائب و تکالیف برداشت کرنے کیلئے قطعی طور پر تیار ہیں۔ مگر باایں "خداوند خدا" کے جاہ و جلال اور محبت کی تعریف میں بڑے بڑے گیت ہماری زبانوں پر ہر وقت چڑھے رہتے ہیں۔ ہماری کم ہمتی ہر لمحہ ہم پر مستولی رہتی ہے اور ہر ایک خفیف سے خفیف تکلیف یا سختی کو ہمارے آگے سے ہٹانے میں ساعی یہی وجہ ہے کہ وسیلۂ گناہوں سے مخلصی" اور "کفارہ" کے نام سے ہمنے ناجائز حیلے تراش رکھے ہیں۔ ان اختراعات حیلوں اور تدابیر سے ایک مہمل سی کوشش نجات کی منزل مقصود تک آسانی سے پہنچنے کیلئے کی گئی ہے کیا محبت کا یہی طریق ہے۔ اگر نہیں تو پھر کس منہ سے آپ اللہ تعالے سے اپنے ساتھ محبت کی توقع کرتے ہیں۔ جب آپ اسکے کبھی مستحق ہی نہیں ہوئے۔ انسان کے محنت و مشقت سے جی چرانے کے متعلق میں ایک اور مثال آپ کو سناتا ہوں۔ آپنے غالباً اس پارس کے پتھر کے متعلق سنا ہوگا۔ جس کی تلاش و جستجو میں زمانہ وسطی کے مشرقی و مغربی لوگوں کی کئی نسلیں ضائع ہوئیں محض اس لئے کہ اسکے متعلق یہ خیال جم گیا تھا۔ کہ ہر ایک ردی سے ردی دھات بھی معاً اس سے چھونے کے ساتھ ہی خالص سونا ہو جاتی ہے۔ مگر آخر کار ناکامیوں پر ناکامیاں جب ہوئیں تو انہوں نے اسبار میں ہمارے یقین کی بیہودگی کا پردہ فاش کر دیا۔ اور معلوم ہوگیا کہ پارس پتھر کا دھاتوں کو سونا بنا دینے کا خیال محض بیہودہ خیال تھا لیکن دیگر معاملات میں ہم ابھی تک اسی دھوکے میں ہیں۔ اور روحانیت کے بارہ میں بھی اس پارس پتھر کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ہماری کم ہمتی ہمیں محنت سے روکتی ہے لیکن باوجود محنت نہ کرنے کے ہم یکایک لہلہاتی ہوئی سرسبز کھیتی کے خواہشمند ہیں بغیر اس کے کہ اپنے ہاتھ سے اسکی قلبہ رانی تک بھی کریں۔ ہماری نامردی ایک اور پارس

پتھر کی تلاش میں ہے جس کو اس نے "کفارہ" کی شکل میں پالیا ہے۔ یہ کہنا کہ "اعمال" کبھی بھی نیک نہیں ہو سکتے۔ شریعت لعنت ہے۔ مگر صلیب پر ایمان لے آنے سے ایک ذلیل ترین حقیقی نہایت پاک شریف اور نیک طینت شخصیت کی شکل میں اعجازی طور پر تبدیل ہو جاتی ہے وہی پرانی کہانی ہے۔ کہ انسان کچھ کرکے اور ہاتھ پاؤں ہلا کر اپنا استحقاق پیدا کرنا نہیں چاہتا! ور آسائش کے دلدادگان کی بڑی خواہش ہے۔ کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے ہوئے بیٹھے رہیں۔ اور یونہی بغیر مشقت اٹھائے ہر ایک چیز میسر آجاوے۔ اپنی بدکرداریوں کے نتائج کو بھگتنے سے انسان بچنا چاہتا ہے۔ اور پھر بھی وہ سب کچھ کر گذرتا ہے جن کے کرنے کے لئے اسکی سفلی خواہشات اسے آمادہ کرتی ہیں لیکن جہانتک کفارہ پر ایمان کا سوال ہے۔ وہ گویا ان بداعمالیوں کی سزا کو دوسروں کے گلے مڑھنا چاہتا ہے۔ پارس پتھر اگر زمانہ وسطی کا ایک لغو افسانہ ہے۔ تو اس قسم کا اعتقاد بھی جو کفارہ کے متعلق ہے۔ اس بیہودہ قصہ ہی کا نتیجہ ہے لیکن جہانتک کسی چیز کو سونا بنا دینے کا سوال ہے۔ اسمیں ہم اسی مشقت کو ہی سنہری نتائج میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ جو ہم پوری دیانتداری کے ساتھ کریں۔ اسطرح سے روحانی فرحت اور رضائے الٰہی کو حاصل کرنے کیلئے اللہ نے پوری استعداد ہمیں عطا فرمائی ہیں۔ بشرطیکہ ہم اسکے حصول کیلئے کوشش سے کام لینا چاہیں۔ ہماری عقل اس بات کو کبھی نہیں مان سکتی۔ کہ پارس پتھر بھی کوئی چیز ہے۔ اور یہ بھی ہمیں یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ روحانیت کے معاملہ میں بھی کفارہ وغیرہ کا خیال کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر ہم خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے سچے دل سے خواہشمند ہیں۔ تو جناب مسیح کی ہدایات کے مطابق شریعت پر ہمیں عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ کیا ہم مدلل طور پر جناب مسیح کا کوئی ایک ہی قول ایسا پیش کر سکتے ہیں جسمیں آپ نے ہمیں گناہوں کے نتائج سے نجات دلانے کیلئے خود صلیب اٹھانے کا اقرار کیا ہو نہیں بلکہ اس کے بالکل برخلاف آپکے یہ کھلے الفاظ ہمیں ملتے ہیں کہ "میرے نام لیوا اگر بننا چاہتے ہو۔ تو اپنی صلیب آپ اٹھاؤ"۔

آپ نے مصلوب ہو کر ذاتی مجاہدہ و عبادت کا سبق ہمارے لئے چھوڑا۔ یہی وہ محبت الٰہی کا اعلیٰ مقام ہے۔ جہاں ایک عاشق صادق کا اپنے محبوب کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے جان تک دیدینا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی الفاظ سے دھوکا نہ کھاؤ۔ الفاظ کو غلط طور پر سمجھنا ہی خدائی قہر

یہ انسانی قربانی کی شکل میں جو مذاہب قدیمہ کا ایک عام دستور تھا۔ بہت سی زندگیوں کے بے فائدہ اتلاف کا موجب ہوا ہے۔ گوشت اور خون کی قربانی محض اس روح اور نفسانی خواہشات کی قربانی کی ایک علامت ہے۔ جو کہ ہمارے گوشت و خون (جسم) پر حکمران ہیں۔ اپنے تمام ذاتی جذبات و خود غرضانہ خواہشات کا قلع قمع کر دو یہاں تک کہ تمہاری زندگی اور موت دونوں خدا کی مرضی کے ماتحت ہوں۔ ان تمام جذبات بہیمیہ اور سفلی خواہشات کو مار ڈالو جو گوشت و خون سے پیدا ہوتی ہیں اپنی تمام آراء اور خیالات کو ایک خالق اکبر ہی کی مرضی کے ماتحت کر دو "میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی" کا قول تمہاری زندگی کا زرین اصول ہو۔ اس کامل اطاعت کے رویہ کو جس وقت آپ اختیار کر لیں گے۔ اسی وقت محبت الٰہی کی منزل مقصود کو آپ پا لیں گے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کس خوبصورتی کے ساتھ اس صداقت کا اظہار "موتو قبل ان تموتو" (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کے الفاظ میں کیا ہے۔ اس فقرہ میں آپ نے ہدایت کی ہے۔ کہ ان تمام چیزوں سے جن کی خواہش تمہاری روح اور جسم ملکر کرتے ہیں علیحدہ ہو جاؤ پیشتر اس کے تمہاری روح تمہارے جسم سے جدا ہو۔ کیونکہ تمہاری روح کے لئے تمام چیزیں در اصل غیر مانوس ہیں + یہی وہ حق و صداقت اور وہ زبردست اصول ہے جس کو یوحنا اصطباغی نے یوں بیان فرمایا ہے۔ کہ

"میں تو تمہیں توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دیگا"۔ متی باب ۳۔ آیت ۱۱ +

یہ الفاظ کس قدر صحیح اور حقیقت پر مبنی ہیں لیکن شومئی قسمت سے ہماری کم ہمتی و نامردی نے ان الفاظ کا صحیح مفہوم سمجھنے سے ہمیں معذور ہی رکھا۔ اس کو بعض لوگوں نے نہ صرف خیال ہی کیا بلکہ اس کو اپنے ایمان و اعتقاد میں سے قرار دے لیا۔ کہ پانی میں ایک غوطہ لگا کر انسان گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور گویا اسکی فطرت ہی بدل کر اور کی اور ہو جاتی ہے۔ پانی اور آگ سے بپتسمہ لینے کی ماہیت کو وہ قطعاً سمجھ نہ سکے۔ ان تصویری* مذاہب کے ماننے والوں کے اعتقاد و اعمال ایک جیسے نہیں ہوتے۔ وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ اگر بپتسمہ آتشیں سے وہ جناب مسیح پر ایمان لانا مراد لیتے

* معبود کی جگہ کوئی قائمقام تصویر یا نشان رکھ کر اس نشان کی عزت یا پرستش کرنا اسکا نام تصویری مذہب یا سمبلزم ہے۔ ایسا ہی مذہبی رسوم میں بعض اشیاء کو بعض اعمال یا عقائد کا قائمقام بنانا بھی سمبلزم ہے +

ہیں۔ تو ان کو پانی میں بپتسمہ لینے کی بجائے آگ میں بپتسمہ لینا چاہیئے۔ انہیں اپنے سروں پہ پانی کی بجائے جلتے ہوئے انگارے ڈالنے چاہئیں لیکن یہ تمام خود تراشیدہ باتیں ہیں۔ جناب یوحنا نے ان الفاظ میں استعارۃً ایک حقیقت نفس الامری کا اظہار کیا تھا۔ آپکی مخاطب قوم چونکہ پختہ دماغ اور عقل کی مالک نہ تھی اسلئے آپ نے تمثیلوں اور استعاروں میں کلام کیا۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کے الفاظ اس پرانے علم کلام میں بہت کچھ اصلاح اور ترقی کا موجب ہوئے ہیں۔ اور ان میں نہایت سلیس و سادہ فقرات میں اس صداقت پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن خود اسکو بیان کرتا اور اپنی سلاستِ زبان کا ثبوت ان الفاظ میں دیتا ہے:۔

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ۔ اللہ کے رنگ میں رنگین ہو جاؤ اور اللہ کے دئیے ہوئے رنگ (بپتسمہ) سے اور اُس کا رنگ بہتر ہوگا۔

جب کبھی آپ کسی کپڑے کو رنگنا چاہتے ہیں۔ تو پہلے اسے تمام دھبوں اور آلودگیوں سے صاف ستھرا کرنے کیلئے آپ اچھی طرح سے دھوتے ہیں۔ اسی طرح اپنے دل کو اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگین کرنے کیلئے آپ کو اسے ان تمام گندوں اور آلائشوں سے پاک کرنا ہوگا۔ جو علم روحانیت سے دُور تر لیجانیوالی ہیں۔ ورنہ آپ کو کامیابی ناممکن ہے۔ ان گندوں کو دھونے کیلئے آپ کو وافر کھلے پانی کی ضرورت ہے۔ اور یہ پانی "توبہ" کا پانی ہے۔ یوحنا اصطباغی کے الفاظ پر غور کرو اس کا بپتسمہ پانی کا بپتسمہ ہے یعنی توبہ کا جو صبغۃ اللہ (اللہ کے رنگ میں رنگین ہونے) کی در اصل تیاری ہے لیکن بعد میں آنیوالے کا بپتسمہ رنگ یا آگ کا بپتسمہ تھا۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ اور دونوں اس تسلی دہندہ کیطرف اشارہ کرتے ہیں۔ جو جناب مسیح کے بعد آنیوالا تھا۔ ہم کپڑے کے کسی ٹکڑے کو رنگتے ہیں۔ تو وہ اپنے اصل رنگ کو کھو دیتا ہے۔ ایسا ہی ہر ایک چیز جو آگ میں ڈالی جاتی ہے۔ آگ ہی کی خاصیت اور شکل کو اختیار کرلیتی ہیں +

روح القدس میں بپتسمہ لینے سے بھی یہی مراد ہے اپنے سابقہ گناہوں کی آلودگیوں سے پاک ہونے کیلئے ہمیں کسی کے خون سے اپنے آپ کو دھونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ پانی سے پہلے اپنے کپڑے کو دھونے اور پھر رنگ میں اُسے ڈال دینے کی ضرورت ہے۔ آگ میں اس کا ایک حصہ بننے کیلئے اس وقت تک ہم کود نہیں سکتے۔ جب تک کہ پہلے ہماری تمام آلائشیں ملکر راکھ نہ ہو جائیں

کہ محض اسباب پر ایمان ہو۔ کہ آگ کو یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ سونے کو میل سے پاک کر دیتی ہے تو یہ ایمان اس وقت تک فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ سونے کو آگ میں نہ ڈالا جائے ہمارا بھی کسی عقیدے کو محض مان لینا ہی فائدہ مند نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ہمیں بھی اپنے آپ کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دینا پڑیگا۔ بپتسمہ آتشیں یا رنگ کا بپتسمہ لینا جو بھی چاہیں آپ اس کا نام رکھ لیں لیکن یہ محض ایک استعارہ ہے جو دل کو تمام گندوں اور آلائشوں سے پاک کر کے اسکے ہر ایک رگ و ریشہ کو خدا تعالے کے رنگ میں رنگین کر دینے پر بولا گیا ہے۔ بت پرستی اور پتھر کی مورتیں قدیم زمانہ کی چیزیں ہیں۔ گو مغرب میں کلیساؤں کے اندر بعض دوسری اشیاء نے انکی جگہ لے لی ہے۔ لیکن ہم ان سے بھی بدتر چیزوں کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ ہم اپنی نہایت کمینہ اور سفلی خواہشات اور کئی قسم کے بیہودہ جذبات کو معبود بنائے ہوئے ہیں۔ ہم نے اپنی کمینہ خواہشات کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ ہماری نفسانی خواہشات جن کی ایک گونہ تسلی کرنی اسلئے ضروری تھی کہ جسم اور روح کا باہمی تعلق قائم رہکر اُن ترقیات کا موجب ہو جو خالق اکبر نے اس زندگی میں ہمارے اُوپر رکھی ہیں بہت بڑھ کر ہم سے فائدہ اُٹھا رہی ہیں۔ اور ہمیں اپنے ماتحت کر لیا ہے۔ رات دن ہم انکی پرستش کرتے اور اس کے پیچھے لگے ہوتے ہیں۔ اپنے اندرون قلب کا مطالعہ کرو۔ اور دیکھو کہ تمہارا قلب ان سے آزاد ہے۔ اگر واقعہ ہی ایسا ہے۔ تو یقیناً تم نے رُوح القدس کو اپنے اندر لیلیا۔ تمہارا دل اس کا تختگاہ بن گیا ہے۔ اور تمہارا جسم اسکی عبادتگاہ ہے۔ جہاں محض اسکی عبادت تمہارا مقصود اور نصب العین ہے۔ یہ وہ حالت ہے جسے حقیقتاً محبت الٰہی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یُوں کہنا چاہئیے کہ اس وقت اللہ تعالے آپ سے محبت کرتا ہے اس وقت بیشک وہ تمہارے ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہے فنا فے اللہ کے اس انتہائی مقام پر پہنچکر معجزات کا صادر ہونا ایک معمولی بات ہے لیکن وہ معجزات تو اس بات کی علامت ہیں کہ خود خداوند خدا تم میں موجود ہے لیکن تم خود ان معجزات سے خدا نہیں ٹھہر سکتے۔

انسانی زندگی کے کمال کو آپ نے حاصل کر لیا۔ اور ایک ربانی قلب کو حاصل کیا انسانی جامہ کے اندر ربانی صفات کو آپ نے پیدا کیا لیکن پھر بھی آپ انسان ہی ہیں اس سے بڑھ کر نہیں۔ اللہ تعالے کیا ہے؟ قرآن کریم کا ارشاد ہے لیس کمثلہ شئی۔ اسکی مثل کی مانند

بھی کوئی چیز نہیں - اللہ تعالیٰ کی ذات اس قدر بلند اور بالاتر ہے اور تمام مادی تصورات اور خیالات سے بھی اسقدر ارفع ہے کہ اسکی کوئی مثال استعارہ اور تصور میں بھی نہیں آسکتی کیونکہ نہ صرف اس جیسی ہی کوئی چیز نہیں - بلکہ جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے لیس کمثلہ شئی اسکی مثال کی مانند بھی کوئی چیز نہیں - ذات باری کے متعلق اس قدر عالیشان خیال اسلام میں پایا جاتا ہے! اور اسکی تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف تمام مادی حدود ہی سے بڑھ کر نہیں بلکہ استعارات تشبیہات کی حدود سے بھی وراء ہے معجزات کا دکھانا کسی کو خدا نہیں بنا دیتا اسکے لئے محض اپنے آپ کو فنا کر دینا اور تزکیۂ نفس درکار ہے - اسلئے اپنی خواہشات کو مٹا ڈالو - جناب مسیح نے صرف اپنی ہی خاطر خود اپنی صلیب کو اٹھایا - اور کسی بھی دوسرے کی صلیب آپ نے نہیں اٹھائی - مصائب و تکالیف کو برداشت کرکے باپ کی خوشنودی آپ نے حاصل کی - اور اس کے برگزیدوں و مقربوں میں سے ہو گئے - اسمیں شک نہیں کہ آپ ہمارے لئے ایک بڑا ہی عجیب سبق چھوڑ گئے - آپ نے اپنے نمونہ سے ہمیں بتایا - کہ قرب اور محبت الٰہی یونہی حاصل ہو سکتی ہے - کہ اپنی صلیب کو خود ہی ہم اٹھائیں اپنے جسم کی قربانی بلاشبہ ایک بہت ہی مشکل امر ہے لیکن اس سے بھی محال تر خدا کی راہ میں نفسانی خواہشات کو دبانا ہے - اسلئے اپنے تمام جسم اپنی روح اور تمام کمینہ خواہشات کی تحریکات کو آپ بالکل ترک کر دالیں - اس وقت آپ اس بلندی پر پہنچ جائیں گے - جہاں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا " قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین بذالک امرت وانا اول المسلمین - کہدے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کیلئے ہے - جو تمام جہانوں کا مالک سب کو پیدا کرنے اور دینے والا ہے - اس کا مجھے حکم دیا گیا ہے - اور میں سب سے پہلا مسلمان (اطاعت گذار) ہوں +

سلاجیت (مومیائی)

بےضرر زود اثر مفرد دوائی صد درجہ کی مقوی اعصاب وجسم ہے جگر گردہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے زکام ریزش درد کمر یا دیگر دردوں کو بھی جو ریح یا چوٹ لگنے کے باعث ہوں دور کرتی ہے تمام دن کی محنت کے بعد بہت کم تھکاوٹ اس کے استعمال سے ہوتی ہے - مرد و زن بچہ و بوڑھا ہر موسم میں بلا تمیز استعمال کر سکتے ہیں + قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ) خوراک ایک رتی سے دو رتی حسب مزاج ہمراہ دودھ استعمال کریں +

المشتہر - مینیجر کارخانہ سلاجیت - عزیز منزل - نولکھا - لاہور

آنحضرت صلعم اور صحابہ کبار

(ماخوذ از اسلامک ریویو مسلم انڈیا مجریہ ستمبر ۱۹۱۳ء)

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قدسی طاقت و زبردست مقناطیسی اثر نے صحابہ کرامؓ کے نفوس کا یہاں تک تزکیہ کیا۔ کہ انہوں نے نہ صرف بُت پرستی و دیگر عناصر پرستی کو چھوڑ کر ابدی و ازلی خدا کے جلال کے سامنے تسلیم خم کر دیا۔ اور اپنے باطلہ مذاہب کو چھوڑ کر دین حق کو قبول کر لیا بلکہ ساتھ ہی ان میں وہ رُوح پھونکی گئی۔ جس نے ان میں سے دنیوی منفعت و مفاد کے حاصل کرنے کے جذبات کو بالکل کالعدم کر دیا۔ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے جاہ و جلال کو دیکھ لیا۔ اور اسکی راہ میں سرگرمی سے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ اور اپنی مرضی کو اُس خالق اکبر کی مرضی کے ماتحت یہانتک کلیتہً کر دیا۔ کہ ان میں ہر ایک قربانی و ایثار میں اللہ تعالیٰ کے حضور ابراہیمی رُتبہ حاصل کرنے کا حقدار ہو گیا۔ سب سے عظیم الشان و احسن خدمت جو صحابۂ کرام نے انجام دی۔ اور جس کی مثال تاریخ عالم میں بے عدیل و بے نظیر ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کے دلوں سے اصنام پرستی کی باطل توقیر و عزت کو مٹا کر اسکی جگہ زندہ واحد ہی خدا کی عزت و عظمت۔ جاہ و جلال جاگزین کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ مُلکی فتوحات عطا فرمائیں۔ جو کہ تیر و تفنگ سے بھی میسر آنی مشکل ہیں۔ ایک طرف ہم جب اس ظلمت و تاریکی پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ جو آپ کی بعثت سے پہلے مُلک عرب پر چھائی ہوئی تھی۔ اور کُفر و بُت پرستی نے تمام مُلک کو رسوا کیا تھا۔ اور دوسری طرف جب اس حیرت انگیز تبدیلی پر نظر ڈالتے ہیں۔ جو کہ جزیرہ نُما عرب میں صحابہ کرام نے رسُول اکرم کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر اپنے مُلک میں پیدا کی۔ تو ہم اسبات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ ان میں صدق و صفا کی ایک نئی رُوح پھونکی گئی تھی +

رسُول اکرم کے تقدّس و پارسائی نے اپنا رُوحانی اثر ان لوگوں پر اس قدر ڈالا۔ کہ وہ ہر ایک قسم کی بدی کو ایسی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ گویا کہ خدائے ذوالجلال کے حضُور میں کھڑے ہیں۔ ان سب کا مطمح النظر ایکدوسرے سے نیکی میں سبقت لیجانا تھا۔ تاریخ ایک بھی اس قسم

کی مثال پیش کرنے سے عاجز وقاصر ہے۔ کہ جہاں کسی ایک معلّم نے خواہ اس کا دعویٰ کچھ بھی ہو اس قدر حیرت انگیز اثر اپنے پیرووں میں پیدا کیا ہو؟

محمد علی (ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی)

نظم

بیکسِ شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست
ہر طرف سیلِ ضلالت صد ہزاراں تن ربود حیف در چشمیکہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست
اے خداوندانِ نعمت ایں چنیں غفلت چرا است بیخود از خوابید یا خود بختِ دیں بیدار نیست
اے مسلماناں خدارا یک نظر بر حالِ دیں آنچہ مے بینم بلاہا حاجتِ اظہار نیست
آتش افتاد است در رخشِ بخیر دلیلاں دیدنش از دور کارِ مردمِ دیندار نیست
ہر زماں از بہرِ دیں خوں دلِ من می تپد محرم ایں درد ما جز عالم اسرار نیست
آنچہ برما میرود از غم کہ داند جز خدا زہر مینوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست
ہر کسے غمخوارئے اہلِ و اقارب مے کند اے دریغ ایں بیکسے را ہیچکس غمخوار نیست
خونِ دیں بینم رواں چوں کشتگانِ کربلا اے عجب ایں مردماں را ہیچ آں دلدار نیست
حیرتم آید چو بینم بذلِ شاں در کارِ نفس کایں ہمہ جود و سخاوت در رہِ دادار نیست
ایکہ داری مقدرت ہم عزم تائیداتِ دیں لطف کن ما را نظر براند کے بسیار نیست
بیں کہ چوں در خاک مے غلطد ز جورِ ناکساں آنکہ مثل او بزیر گنبدِ دوّار نیست
اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں جز دعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست
ایخدا ہرگز مکن شاد آں دلِ تاریک را آنکہ او را فکرِ دینِ احمدِ مختار نیست
اے برادر پنج روز ایامِ عشرت ہا بود دائما عیش و بہارِ گلشن و گلزار نیست

[illegible]

بیوں اور بچوں کے پڑھنے کی دلچسپ کتابوں کا مجموعہ

ان کتابوں کے پڑھنے سے عورتوں میں اخلاق تہذیب اور ہنر پیدا ہوتا ہے

ل عربی	رسول اکرم کی سوانحعمری خاص بیبیوں کے مطالعہ کے قابل	۸/
بنت رسول	خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرہؓ کے متبرک حالات	۵ر
حسنین	حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے ذکر خیر قابل دید	۴ر
جام کوثر	نہایت مؤثر نعتیہ کلام کا مجموعہ مقبول عام	۴ر
آداب نسوان جدید	ترانہ آداب و اخلاق کی نہایت مفید کتاب	۲ر
جمیلہ خاتون	ایک ضدی اور ناسمجھ خاتون کا راہ راست اختیار کرنا . .	۳ر
عقیلہ بیگم	بیبیوں کو انتہا درجہ کا کفایت شعار اور دوراندیش بنانے والی کتاب	۳ر
زنانہ حساب کتاب مجلد	گھر کا روزانہ حساب رکھنے کی بہترین آسان کتاب بہت ہی کام کی ہے	۱۰/
بیا اور جیجخان	قصہ کی صورت میں تمام کھانے پکانے کی ترکیبیں	۶/
مناجات بیوہ	حالی مرحوم کی مقبول عام نظم نہایت پُردرد	۲/
زنانہ خطوط	عورتوں کو خطوط نویسی کا طریقہ بتلانیوالی کتاب	۵/
...ر کی ودوی	سوفیاؤ اہ کی دردناک داستان موثر پیرایہ میں بیان کی گئی ہے	۳ر
اصلاح الرسوم	بُری رسموں کے دور کرنے کے لئے مفید طریقے بڑے کام کی کتاب	۳ر
...ی گیت	بچے اور بچیوں کے یاد کرنے کے قابل دلچسپ قومی گیت . . .	۵ر
لیکچر اسلام	مسز اینی بیسنٹ صاحبہ کا لیکچر اسلام کے متعلق . .	۳ر
راہ جنت	نیک اور پاکباز مرد و عورتوں کے نتیجہ خیز قصے	۳ر
...ے چڑیا کی کہانی	انسان کی بیمروتی کے قصے دو بیزبانوں کی زبان سے .	۳ر
...ب کی دعا	نہایت دلچسپ نظم مصنفہ مولانا حالی صاحب . . .	۲ر
...ار لائق بیٹا	تعلیم یافتہ اور جاہل کا مقابلہ	[illegible]
نصیحت مشفق	نصیحت کے پورے آئینہ سوچیے موتی نہایت قابل دید کتاب ہے . .	۳ر

تاثیر صحبت	نوجوانوں کی اصلاح دلچسپ پیرایہ میں - - - - - -	۱۰/
مجموعۂ وظائف	مجرب نادر وظائف - - - - - - -	۲/
خوش انجام	یہ ایک موثر کہانی بیفکر شوہروں پر بچوں کی بیکسی کا اثر - - -	۲/
رباعیات حالی	مولانا حالی مرحوم کی قابل قدر مطبوعہ یعنی جدید رباعیات کا خوشنما گلدستہ	
مناجات بیوہ	ہندوستان کی مجبور بیواؤں کی آہ وزاری بیوہ کے دل کی سچی باتیں پڑھنے جاؤ اور روتے جاؤ نظم کیا ہے تیر ونشتر ہے۔ پُردرد اور سچے عاشق قوم کے دل سے نکلے ہوئے شعر ہیں ٹھیٹھ ہندوستانی اُردو زنانہ محاورات - -	۲/
تربیت النساء	تہذیب اخلاق حاصل کرنے کیلئے طرز عمل قصہ کے پیرایہ میں - -	۵/
ایک شریف خاتون کی جمع کی ہوئی سو دلچسپ اور مزیدار کہانیاں	یہ کہانیاں خاص کر لڑکیوں اور شریف پردہ نشین بیبیوں کے مطالعہ کے واسطے حال ہی میں چھاپی گئی ہیں۔ ہر کہانی اپنے سبق آموز مضمون اور عمدہ نتیجہ کے لحاظ سے لاجواب ہے۔ ان دلچسپ کہانیوں نے زنانہ اُردو کے پاکیزہ لٹریچر میں قابل قدر اضافہ کیا ہے صرف ایک کہانی پڑھ کر پوری سو کہانیوں کی قیمت وصول ہو جاتی ہے۔ فی کہانی ایک آنہ پورا سو کہانیوں کا سٹ	۱۰/
مسدس حالی	مسلمانوں کی گذشتہ اور موجودہ حالت کا فوٹو اگر دیکھنا منظور ہو تو اسے دیکھیے موجودہ حالت کی پُردرد کہانی۔ مولانا حالی کا زندہ جاوید تصنیف مد و جزر اسلام جس نے مسلمانوں میں نئی زندگی پیدا کی - - - -	۸/
انشائے نسوان	جسمیں مستورات کو لکھنا سکھانے کے قواعد۔ طرز تحریر و رسم الخط کی اصلاح زنانہ محاورات کے القاب طریقہ خطوط نویسی مع خطوط بتائے گئے ہیں قیمت صرف	۴/
ادیب نسوان	اسمیں طبقہ نسوان کی پردہ نشین مستورات کی قابلیت بڑھانے کیلئے عظمت۔ اتباع خاوند۔ پردہ۔ حیا۔ انتظام خانہ داری۔ تہذیب تعلیم اولاد۔ گھر کے کام وکاج وہنر آموزی کے تمام مضامین درج ہیں -	
اخلاقی کہانیاں	بچوں کے پاک اور نرم دلوں میں رحم و انصاف و دینداری پیدا کرنیکی نصیحت آمیز کہانیاں	۴/

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

نمبر ۱۰۴

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مولوی صدرالدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۳)	بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء	نمبر ۱۲

فہرست مضامین

اشاعت اسلام کا سالانہ وی پی اور ناظرین کرام رسالہ

جو اہم تبلیغ اسلام کی خدمت رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی مجریہ ووکنگ انگلستان نے کیا بلاد غربیہ اور کیا ہندوستان میں سرانجام دی ہیں۔ وہ محتاج بیان نہیں! نہ ہی اس پر ریویو کر کے خامہ فرسائی کرنے کی چنداں ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ خود اس کے احسن نتائج جو قبولیت اسلام کے رنگ میں وقتاً فوقتاً رسالہ ہذا کے صفحوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں اسبات کے کافی شاہد ہیں۔ جو مذہب اسلام سے محبت عشق و انس ان اسلامی مجلد نے یورپ میں پیدا کر دی ہے۔ اس کی مفصل کیفیت اس رپورٹ سے عیاں ہوتی ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے ووکنگ سے مرتب فرما کر یہاں ہمیں اشاعت کے لئے ارسال فرمائی ہے۔ جو اس رسالہ کے ساتھ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے ذمہ ولی جاتی ہے۔ یہاں صرف ان معروضات کی طرف ناظرین کرام کی گرامی توجہ مبذول کرائی ہے۔ جن کے ماتحت رسالہ ہذا کا اجرا ہوا یہ رسالہ محض اسلئے جاری کیا گیا۔ کہ مسلم برادری کا ہر ایک خواندہ ممبر خواہ وہ کتنا ہی نادار و مفلس کیوں نہ ہو اس کا قلیل چندہ ادا کر کے اس کار ثواب میں شامل ہو سکے جس کے لئے قرون اولے کے مسلم احباب نے جانیں تک قربان کرنے میں دریغ نہ کیا۔ رسالہ ہذا کے خریدار مبلغ سے رسالانہ جو ایک پائی روزانہ خرچ کے مترادف ہے اس مشن کو مرحمت فرما کر دین متین کی اشاعت میں (جس کے لئے صحابہ کرام اور خود حضرت نبی کریم صلعم نے گوناگوں تکالیف و مصائب و آلام جھیلیں) شریک ہو سکتے ہیں۔ ایک پائی روزانہ اگر آپ احباب کی جیب سے اس پاک مقصد پر صرف ہو اور ساتھ ہی اس کے آپ کو اعلے سے اعلے لٹریچر میسر آوے۔ کہ جس کو یورپین لفٹا دو یورد پین نے "اسلام کی طاقت" قبول فرمایا ہے۔ تو اس صورت میں اس رسالہ کی خریداری گراں خاطر نہ ہونی چاہئے۔ امید ہے کہ اشاعت اسلام کے نیک مقصد سے محبت رکھنے والے احباب ہماری ان معروضات پر توجہ فرمائیں گے۔ ازراہ کرم جن احباب کا چندہ اس رسالہ دسمبر ۱۹۱۸ء کے پہنچنے پر ختم ہوتا ہے۔ ازراہ کرم مبلغ ہے رہ بذریعہ منی آڈر بنام امین صاحب ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ورنہ بصورت دیگران سب کی خدمت میں جنوری ۱۹۱۹ء کا رسالہ اشاعت اسلام بذریعہ وی ارسال خدمت ہوگا۔

والسلام

خاکسار بندہ

منیجر

پتہ امین صاحب معرفت شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر مالک انگلش ویر ہوس
دی مال لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۴) ——— بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء ——— نمبر (۱۲)

شذرات

ناظرین کرام اس افسوسناک خبر کو دلی رنج و تاسف سے پڑھینگے کہ جناب بلال شیخ نور احمد صاحب جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ ابتدا میں ولایت میں کئی سال تک خدمت اسلام سرانجام دیتے رہے ہیں ایک طویل علالت کے بعد مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۸ء کی صبح ۵ بجے راہئے عالم بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ +

مرحوم پرلے درجہ کے متقی - پرہیزگار - دیانتدار اور ایک فنا فے اللہ کی حالت تک پہنچے ہوئے بزرگ تھے - اور تبلیغ دین متین کا آپ کو ایک عشق تھا - جو کشاں کشاں آپ کو ووکنگ تک لے گیا - اور اہالیان ووکنگ کے قلوب کو اپنے حسن خلق سے مسخر کرلیا آپ کو ایک نہایت گہری محبت و انس اشاعت اسلام کے ساتھ تھی - آپ منجملہ ان چند ایک جاں فروشان و جاں نثاران اسلام میں سے تھے - جن کی ابھی مسلم مشن ووکنگ کو اشد ضرورت ہے - اسلئے آپ کی وفات بھی اس قحط الرجال زمانہ میں ایک قومی نقصان ہے - جس کی تلافی بظاہر امر محال ہے +

ووکنگ کی تازہ ڈاک سے ہم حضرت خواجہ صاحب کی علالت طبع کا حال پڑھ کر مشوش ہیں احباب سے درخواست ہے۔ کہ ایسے پاک وقیمتی وجود کی درازی عمر کے لئے دعا فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔ آپ کی علالت طبع کیوجہ بہت حد تک کثرت کام وقلت [illegible] ہے +

امید واثق ہے کہ حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی جنوری ۱۹۱۹ء کے آغاز میں حضرت خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹانے کیلئے ووکنگ تشریف لے جائیں گے۔ اور حضرت مولانا صاحب کے بخیریت ووکنگ پہنچنے پر حضرت خواجہ صاحب کچھ عرصہ کے لئے واپس ہندوستان میں آجائیں گے +

ناظرین کرام مسلم مشن ووکنگ کی اجمالی کیفیت اور اس کا حساب آمدوخرچ جو اسی رسالہ کے ساتھ ضم کردیا گیا ہے پڑھ کر محظوظ ہونگے۔ کہ محض فضل ایزدی سے مسلم ووکنگ بہت حد تک کسی قدر مالی مشکلات سے آزاد ہوکر اپنے پاؤں پر کھڑا ہوگیا ہے +

رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی مجریہ ووکنگ بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء تاحال ووکنگ ہیڈ آفس سے لاہور برانچ آفس میں موصول نہیں ہوا۔ جس کی وجہ نامعلوم ہے۔ امید ہے کہ ناظرین رسالہ اسلامک ریویو انگریزی اس تاخیر کو معاف فرمائیں گے۔ بعض ناگزیر حالات کے ماتحت تاخیر جہانتک ہمارا قیاس ہے واقع ہوئی ہے +

رسالہ ہذا اکتوبر و نومبر سنہ ۱۹۱۸ء کے ہردو نمبر بھی قدرے تاخیر کے ساتھ اپنے معین وقت اشاعت سے ناظرین کرام تک پہنچے ہیں۔ جس کی وجہ وہ ناگزیر و ناخوشگوار واقعات ہیں۔ جوکہ گذشتہ نمبر کی شذرات میں مفصل بیان کئے جاچکے ہیں۔ اُمید ہے کہ ناظرین کرام ان وقتی مشکلات کو جو ہمارے احاطہ قدرت سے باہر تھیں ملحوظ نظر رکھکر معاف فرمائیں گے +

عورت اور عورت کے حقوق بزبان اسلام

(رقم زدہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی)

فرقۂ اناث کے شرعی حقوق

اسلام نے عورتوں کو بحیثیت بیٹی۔ زوجہ۔ ماں یا ہمشیرہ ہونے کے بلکہ بعض صورتوں میں جبکہ دور کا رشتہ بھی ہو وراثت کا حق دیا ہے +

اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ جب ایک آدمی کے ہاں لڑکا اور لڑکی دونوں ہوں۔ تو لڑکے کا حصہ لڑکی کے حصہ سے دوگنا ہوتا ہے لیکن یہی امر ثابت کرتا ہے کہ محمد صلعم شارع اسلام ملہم تھے۔ اور اس ذات باری سے الہام پاتے تھے جو فطرت انسانی کے پیدا کرنیوالی اس کے خصائص کی تعیین کرنیوالی اور اسکی ضروریات سے واقف ہے لڑکے کو گھر کی کار پرداخت اور اپنے والدین کے رشتہ داروں کی ضروریات مہیا کرنی ہوتی ہیں۔ اسکو زیادہ اخراجات کا متحمل ہونا پڑتا ہے لہذا اُس کیلئے زیادہ حصہ درکار ہوتا ہے۔ اسکو اپنی ہمشیرگان کی شادی کا بھی انتظام کرنا ہوتا ہے بخلاف اسکے عورتوں کو مردوں کی طرح زیادہ اخراجات نہیں کرنے پڑتے۔ جب ایک عورت کسی مرد کی زوجیت میں آجاتی ہے۔ تو وہ شرعاً اپنے خاوند سے گذارہ حاصل کر سکتی ہے۔ خواہ اس کا اپنا لاکھوں کا روپیہ موجود ہو۔ تمام وہ املاک جو اسلامی شریعت کے ماتحت قرآن کے رو سے کسی خاندان کے حصۂ اناث کو ملتی ہے۔ انکی اپنی جائداد بن جاتی ہے۔ خواہ وہ نابالغ ہوں۔ خواہ شادی شدہ۔ اُن کا حق ان کا اپنا ہے۔ جس سے کوئی شخص انکو محروم نہیں کر سکتا۔ جو کچھ ورثہ میں ان کو ملتا ہے انکی قطعی جائداد بنجاتا ہے جس کے انتقال کا حق انکو حاصل ہو جاتا ہے۔ اور جس کو وہ جس طرح چاہیں استعمال میں لا سکتی ہیں۔ وہ اگر چاہیں تو اسے غیر منقولہ طور پر ہبہ کر دیں۔ نابالغوں کے سرپرست اس کا بیجا استعمال نہیں کر سکتے۔ کیونکہ سن بلوغت کو پہنچنے پر انکو اختیار ہوتا ہے کہ کسی ایسے معاہدہ کو جو ان کے زمانہ نابالغی میں انکی طرف سے کیا گیا ہو منسوخ دار فسخ کردیں باپ بھی اپنی نابالغ بیٹی کیلئے کوئی ایسا عقد نکاح تجویز نہیں کر سکتا۔ جو اس لڑکی کے

مفاد کے منافی ہو یا کسی ایسے شخص سے جو کسی مرض میں مبتلا ہو یا لڑکی کا ہم رتبہ نہ ہو +

بالغ ہونے پر جو اکثر ملکوں میں سولہ سال کی عمر پر ہو جاتا ہے اسکو شرعی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے پھر اس وقت بھی اسکو اسکی مرضی کے خلاف کسی شخص سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ شریعت اسلامی میں کوئی شخص بھی کسی لڑکی کو اس ورثہ سے جو اسے اپنے والدین سے پہنچا ہے محروم نہیں کر سکتا +

پس بحیثیت بیٹی ہونے کے مسلمان عورت کی شرعی حیثیت بالکل محفوظ ہوتی ہے بحیثیت زوجہ ہونے کے بھی یہی حال ہے۔ قانونی چارہ جوئی کی صورت میں اسکی ہستی اسکے خاوند کی ہستی میں ضم نہیں ہو جاتی نکاح سے مسلمان عورت کے ذاتی حقوق ضائع نہیں ہو جاتے شادی کے وقت جو کچھ از قسم جائداد وہ اپنے ساتھ لاتی ہے وہ اس کا اپنا مال رہتا ہے۔ جو کچھ وہ نکاح کے بعد حاصل کرتی ہے وہ بھی اسکا اپنا ہی مال رہتا ہے جو کچھ وہ کمائے۔ اسکی اپنی ملکیت ہے عین نکاح کے وقت اس کا حق ہوتا ہے کہ بطور جائداد کے اسکو کچھ دیا جائے جسے شرعی اصطلاح میں مہر کہتے ہیں جس کا ذکر اس سے پیشتر اس کتاب میں ہو چکا ہے خاوند کے زمانہ حیات میں اسکا حق ہوتا ہے کہ اسکے رتبہ اور خاوند کے ذرائع آمدنی کے مطابق اسکو گذارہ دیا جائے +

اگر خاوند بدسلوکی کرے یا ہمیشہ کیلئے مخبوط الحواس ہو جائے۔ تو ایسی صورت میں شریعت نے اسکی سہولیت کا انتظام کیا ہے خاوند کے انتقال پر اسکی جائداد کا ایک حصہ اسکو ورثہ میں ملتا ہے +

نظام تمدن میں مسلمان ماں کو نہایت اعلیٰ مرتبہ دیا گیا ہے۔ اسلام نے اس وقت مستورات کو بلند ترین رتبہ عطا کیا ہے۔ کوئی مسیحی یا مغربی تمدن یا قانون ماں کو اپنے بیٹے کی جائداد پر کسی قسم کا قانونی حق نہیں دیتا۔ شاید بیٹے سے توقع کیجاتی ہے۔ کہ وہ اپنی بوڑھی ماں کو محتاج میں نہیں رکھیگا۔ اور اپنی زندگی میں اسکی امداد کریگا۔ لیکن قانون عورت کو کوئی حق نہیں دیتا کہ وہ اپنے متوفی بیٹے کی جائداد کا وارث ہونے کا دعوے کر سکے۔ خواہ وہ تہی دست ہو اور اس کا بیٹا ایک بھاری ریاست چھوڑ مرا ہو۔ لیکن اسلام ماؤں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرتا ہے اور انکو بیٹوں کے ورثہ میں ایک مقررہ حصہ دیتا ہے +

بچوں کی پرورش اور نگہداشت کا فائق حق جو ماؤں کو حاصل ہے خواہ ان کا باپ زندہ ہی ہو۔ اس کا ذکر اس سے پیشتر الحضانت کے عنوان کے تحت ہو چکا ہے +

بحیثیت عورت ہونے کے یعنی انسانی نظام تمدن کا ایک رکن ہونے کی حیثیت سے مسلمان

عورت کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے +
کوئی مرتبہ ایسا نہیں جو وہ حاصل نہ کر سکتی ہو اور کوئی پیشہ نہیں جس کا دروازہ اس کیلئے نکھلا ہو۔ جہاں انگلستان میں اس وقت تک کوئی عورت وکیل یا جج نہیں ہو سکتی امام ابو حنیفہ نے جو فقہ کا امام ہوا ہے۔ اور فقہ کے متعلق جس کی تصریحات کی دوسرے فقہائے مقابلہ میں بہت زیادہ لوگ پیروی کرتے رہتے ہیں اور کر رہے ہیں آج سے آٹھ ہزار سال پیشتر یہ فیصلہ کر دیا تھا۔ کہ عورتیں جج یا قاضی کے عہدہ پر متمکن ہونے کی ایسی ہی حقدار ہیں جیسے کہ مرد۔ مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض زوجہ مطہرہ آنحضرت صلعم اپنے زمانہ میں سب سے بڑی فقیہہ مانی جاتی تھیں ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف (ان کو (یعنی عورتوں کو) وہی حق حاصل ہیں جو ان سے دستور کے موافق دوسروں کو حاصل ہیں) ایک اور جگہ فرمایا۔ للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن (سورۃ النساء آیۃ ۳۲) جو مرد کماتے ہیں ان کا حق ہے اور جو عورتیں کمائیں وہ ان کا حق ہے +

قرآن کے یہ دو ایسے احکام ہیں جنہوں نے حقوق نسوان کے بارہ میں نہ صرف تیرہ صدی پیشتر کے عرب میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ بلکہ آج بھی حقوق و آزادی نسوان کی بہترین سند ہیں جس سے بہتر اور مراعات آج تک نہیں دی گئیں اسلام نے جو بھلائی عورتوں کے ساتھ بحیثیت عورت ہونے کے کی ہے کوئی قوم اور کوئی مذہب اس سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ اور نہ ہی کبھی بڑھیگا۔ شریعت اسلامی کے تحت وارثوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں :-

(۱) حصہ دار جو ورثہ کے مقررہ حصہ کے حقدار ہوتے ہیں +

(۲) وارثان لبقایا جن کا مقررہ حصہ نہیں ہوتا۔ بلکہ حصہ داروں کے حقوق پورا کرنے کے بعد جو بقایا بچے اس کے وارث ہوتے ہیں +

(۳) رشتہ دار یعنی وہ خون کے رشتہ دار ذکور و اناث جو نہ تو حصہ دار ہوتے ہیں اور نہ ہی وارثان لبقایا + ان میں جماعت بندی کا تصفیہ صورت حالات پر منحصر ہوتا ہے تاہم مندرجہ ذیل نقشہ سے ظاہر ہوگا کہ فرقہ اناث کے اراکین جنس مقابلہ کے اراکین کے برابر حصہ داری کا استحقاق رکھتے ہیں۔ گو حصوں کی مقداروں میں نہایت معقول اور منصفانہ وجوہات سے فرق ضرور ہے +

نقشہ حصہ داران

حصہ دار	حصہ معروف
۱۔ باپ	$\frac{1}{6}$

۲۔ سگا دادا	$\frac{1}{6}$
۳۔ خاوند	$\frac{1}{4}$
۴۔ زوجہ	$\frac{1}{8}$
۵۔ ماں	$\frac{1}{6}$
۶۔ سگی دادی	$\frac{1}{6}$
۷۔ بیٹی	$\frac{1}{2}$
۸۔ پسر زادی (خواہ کسقدر دور کا رشتہ ہو)	$\frac{1}{2}$
۹۔ ہم بطن بھائی	$\frac{1}{6}$
۱۰۔ سگی ہمشیرہ	$\frac{1}{2}$
۱۱۔ ہم پدر ہمشیرہ	$\frac{1}{2}$
۱۲۔ ہم بطن بھائی، ہمشیرہ	$\frac{1}{6}$

*عورتوں کے شرعی حقوق کا تذکرہ کرتے ہوئے اسلام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس نے عورتوں کا عدالتوں میں جانا پسند نہیں کیا ہندوستان میں پردہ نشین مستورات کا حق مسلم ہو چکا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں بلکہ بذریعہ کمیشن شہادت دے سکیں اسلام اسکو پسند نہیں کرتا کہ عورتیں گواہوں کے کٹہرے میں کھڑی ہو کر جرح کی آتشباری کا سامنا کریں۔ لہذا یہ مقرر کر دیا ہے کہ اگر کوئی عورت بطور گواہ کے عدالت میں لائی جائے۔ تو اسکی شہادت کی تائید کسی دوسرے کی شہادت سے ضرور ہونی چاہئے +

کیفیت عمومی

فی الواقع یہ نہایت خوش قسمتی کی بات ہے کہ اسلام نے تمام دیگر مذاہب کی روشنی سے گریز کر کے اس پاک کتاب میں جو اس نے اپنے پیروؤں کی ہدایت کیلئے چھوڑی عورتوں کے مسئلہ پر پوری تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے جیسا کہ اس سے پیشتر بتایا جا چکا ہے۔ قرآن مجید میں مردوں اور عورتوں کے نہ صرف مذہبی فرائض پر بالتفصیل بحث کی گئی ہے۔ بلکہ ان کے باہمی معاشرتی تعلقات انکے مخصوص حقوق و مراعات ان کے ورثہ نکاح طلاق اور بچوں کی نگرانی اور پرورش وغیرہ کے متعلق مفصل قوانین بیان کر دئیے ہیں اس سے بھی زیادہ خوش قسمتی کی یہ بات ہے کہ وہ مقدس کتاب ہدایت جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی جن کے اپنے اعمال و افعال اس کے ماتحت ہوتے تھے۔ اور جو آنحضرت نے ہر ایک ملک و قوم اور زمانہ کے مسلمانوں کی ہدایت کیلئے چھوڑی بالکل محفوظ ہے۔ اور لفظ بلفظ بلکہ حرف بحرف وہی ہے جو آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے نکلی۔ اور آنحضرت کے سامنے عرصہ تحریر میں لائی گئی پس اس کے متعلق ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلعم نے عورتوں کو کس حالت میں پایا۔ اور کس رتبہ پیمان کو بلند کرنے کی آنحضرت نے کوشش کی ہے ان مسئلہ انات پر بحث کرتے ہوئے ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ موجودہ زمانہ

ہے مسلمانوں نے دوران کے پیش روان سابق نے اپنے مذہب کے احکام اور رسول اللہ صلعم کے اسوہ کی اس قدر اطاعت نہیں کی جس قدر کہ نافرمانی انہوں نے کی ہے۔ اور اس وجہ سے وہ خود بھی ذلیل ہو گئے ہیں۔ اور اپنے ملکوں اور قوم کی بربادی اور مذلت کا بھی باعث ہوئے ہیں جس طرح عیسائی اقوام کی موجودہ فارغ البالی کا راز ان کے اپنے مذہب سے تنفر میں مضمر ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی تباہ حالی کی وجہ ان کا اپنے مذہب سے تنفر اور روگردانی ہے مسلمانوں نے جس قدر زیادہ اپنے مذہب کے احکام کی پابندی کی اسی قدر زیادہ عقلی سیاسی تمدنی اور اخلاقی خوشحالی اور ترقی ان کو نصیب ہوئی۔ جب انہوں نے اپنے مذہب کی پابندی سے غفلت کی۔ تو ہر اعتبار سے تنزل اور انحطاط ان میں آگیا۔ اگر ہم کو اسلام کی اصلی تعلیم کا اندازہ کرنا مقصود ہے۔ تو ہمیں اسلام کی غیر محرف اور تصرفات سے پاک کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اور موجودہ زمانہ کے مسخ شدہ متغیر الہیئت مسلمانوں کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی انحطاط ان کے مردوں کی نااہلی کی وجہ سے ہوا ہے۔ عورتیں اس کی ذمہ وار نہیں ہیں ہم اس سے جو پیشتر بتا چکے ہیں۔ کہ تمام اسلامی دنیا کی عورتیں شریف النفس۔ پاکباز۔ فیاض دل۔ مہربان۔ محبت کرنے والی۔ ثقہ۔ وفا شعار۔ راستباز۔ متدین۔ ایثار کرنے والی۔ دوسروں سے بھلائی کرنے کی شائق۔ خوش مزاج اور حسد و دیگر ایسی برائیوں سے پاک ہوتی ہیں زنانہ صفات اور خوبیوں میں وہ کسی سے کم نہیں ہیں حقیقت یہ ہے کہ اسلامی دنیا کا جہاز مسلمان عورتوں کے لنگر کے سہارے ہی کھڑا ہے سیاسی زوال کے بعد قوم میں کامل اخلاقی اور تمدنی انحطاط کے پیدا نہ ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمان عورتوں میں ابھی وہ خوبیاں موجود ہیں جو رسول اللہ صلعم نے ان کو سکھائی تھیں اپنے مردانہ ساتھی کی روش کے خلاف وہ ابھی تک اپنی شاندار روایات اور بلند پایہ قوانین کو گلے لگائے ہوئے ہے مسلمانوں کا مستقبل صرف اسی بات پر منحصر ہے۔ کہ ان کے بچوں کی مائیں جو ہر ایک قوم کے لئے سرمایۂ ناز و افتخار ہو سکتی ہیں ایسی ہی رہیں پس جونہی کہ فرقۂ ذکور کے اثر میں بھی کچھ اصلاح ہوئی اسی وقت تمام کی تمام قوم متحد۔ دلیر۔ ترقی کرنے والی اور بہادر خوج ہو جائیگی جیسی کہ پہلے تھی بخلاف عیسائی اقوام کے اسلامی تہذیب کی بنیاد مضبوط ہے سلطنتیں مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتی رہیں۔ کیونکہ مسلمان مرد عیش و تن آسانی میں پڑ گئے خانہ جنگیوں میں مصروف ہو گئے۔ قومی اور شجاعانہ جوش ان میں سے جاتا رہا۔ اشاعت اسلام کا روح پرور اصول چھوڑ بیٹھے۔ اپنے بیٹوں اور ان سے زیادہ اپنی بیٹیوں کی تعلیم سے لاپرواہ ہو گئے۔ فرقۂ اناث

پر حکومت کرنے لگے یہانتک کہ ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک بھی کیا جانے لگا اور اسلامی ترقی و تمدن کو جس کی بنیاد ان کے آباؤ اجداد نے قرآن کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ڈالی تھی ترک کر دیا تاہم گو مسلمانوں پر زوال آگیا ہے۔ لیکن اسلام پر نہیں آیا۔ مسلمانوں کے سیاسی تنزل کے باوجود اسلام ترقی کرتا رہا ہے۔ اور کر رہا ہے۔ اسلام کی جڑیں روز افزوں ہیں۔ اسلامی قوانین اور اسلامی تمدنی رواجات تمام واضعانِ قوانین کی توجہ اپنی طرف کھینچ رہے ہیں بحیثیت مذہب کے اسلام کی طرف تمام بالغ نظر و معقول پسند لوگ متوجہ ہو رہے ہیں۔ وہ یورپین لوگ جو مسلمان عورتوں کے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ اعتراف کرتے ہیں کہ وہ واقعی بہت بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ عالم ہو یا جاہل غریب ہو یا امیر۔ بیٹی ہو یا بیوی۔ اور یا ماں۔ غرضیکہ ہر ایک حیثیت سے وہ پرستش کے قابل ہے۔ جو شخص اسے محبت کی نگاہ سے نہ دیکھے وہ مرد کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اگر مسلمان مرد عورتوں کی اسقدر تعظیم اور قدر و منزلت نہیں کرتے جیسی کہ انہیں کرنی چاہیئے۔ تو یہ خود اُن کی ذلت پر دال ہے۔ لیکن باوجود اسکے وہ اپنی ہمشیروں مثلاً حضرت فاطمہؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت خولہ یا حضرت رابعہ بصری کا محض ایک ناتمام نمونہ ہیں۔ کیونکہ ان کی طرف لاپروائی برتی گئی ہے۔ رسول اللہ صلعم کا یہ ایک معجزہ تھا۔ کہ آپ نے عرب مردوں کو ایک وحشی قوم سے تہذیب و تمدن کے بلند پایہ معلم بنا دیا۔ لیکن یہ تو کچھ معجزہ سے بھی زیادہ تھا۔ کہ آپ نے عورتوں کو جو تمام دُنیا میں اور خصوصاً ملک عرب میں قعر مذلت میں گری ہوئی تھیں فاطمہؓ یا عائشہؓ کے سے جلیل القدر رُتبہ اور تبحر علمی پر پہنچا دیا +

غیر مسلم عرب عورتوں کی طبیعت کا موازنہ زمانۂ جاہلیت کی عربی تاریخوں سے ہو سکتا ہے جب حضرت حمزہؓ جو آنحضرت صلعم کے چچا تھے۔ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے۔ تو ایک عرب عورت ہند نامی اپنے جذبۂ انتقام اور شیطانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے حضرت حمزہؓ کا جگر نکال کر آگ پر بھون کر کھا گئی۔ لیکن آنحضرت صلعم نے ان سب کو فرشتہ سیرت بنا دیا۔ اسلام لانے کے بعد خود ہند کی فطرت میں تغیر پیدا ہو گیا۔ اور اس بھیانک اور مکروہ جُرم کے ارتکاب کے باوجود اس کا قصور معاف کر دیا گیا +

(باقی دارد)

مطالعۂ اسلام

ایمان

امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالی والبعث بعد الموت ترجمہ میں ایمان لایا اللہ پر اور اُس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر کہ اچھی اور بری اللہ تعالے کی طرف سے ہوتی ہے اور جی اُٹھنے پر مرنے کے بعد +

یہ سات اُمور اسلام میں سات شرائط ایمان کے نام سے موسوم ہیں جنمیں سے کسی ایک سے بھی انحراف اسلامی نقطۂ خیال سے ضلالت کا مُوجب ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خصوصیت یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ یہ ایسے اُمور نہیں۔ جن کا اثر صرف اعتقادات تک ہی محدود ہو اور اعمال کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ بلکہ یہ سات اُمور در اصل ان حقائق اور صداقتوں کا ایک خلاصہ اور نچوڑ ہے جو ایک مسلمان کی زندگی کی رُوح رواں ہوتی ہیں جس سے کہ وہ ان حقائق عالیہ کو عملی جامہ پہنا کر ان سے بہت بڑے بڑے کام لیتا ہے۔ لفظ امنت جس کا ترجمہ میں نے اُوپر "میں ایمان رکھتا ہوں" کیا ہے۔ لفظ "ایمان" سے مشتق ہے جس کے معنے صرف زبانی اعتقاد ہی نہیں بلکہ اُس سے وہ ایمان مُراد ہے جو اعمال سے ظاہر اور ثابت ہو - اسلام کے معنے بلا شبہ کسی ایک اصُول کو بطور صداقت قبُول کرنیکے ہیں لیکن جب وہی صداقت عمل میں آکر ثابت ہوتی ہے تو ایمان کی صُورت اختیار کر لیتی ہے۔ اسلئے یہ سات شرائط ایمان گویا اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ایک مسلمان کو اپنے روزانہ مشاغل زندگی میں انہی سات باتوں کے زیر اثر اور ان کی حکومت کے جُوئے کے نیچے کام کرنا چاہئے یا بالفاظ دیگر مسلمان کو گویا ان شرائط ایمان کا مجسم نمونہ بننا چاہئے پیشتر اس کے کہ میں ایک مسلمان کے عقائد وایمانیات کی کوئی تشریح کروں میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو اصُول اسمیں بتائے گئے ہیں وہ اسقدر اپنے اندر وسعت رکھتے ہیں کہ انسان کے ہر ایک قول وفعل پر مشتمل ہیں خواہ کوئی شخص مسلم ہو یا نہ۔ خدا پرست ہو یا دہریا اور کوئی مذہب رکھتا ہو اس وقت تک

کرۂ ہستی نوع انسان میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے جسکے تعلق کیا ہے وہ اپنے اعمال سے ایمان سے باہر نہیں جا سکتا۔

نیکی اور بدی کا معیار

صحیفۂ فطرت کی وسیع حکومت کا بنظر غور سے مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت ہم پر منکشف ہوتی ہے۔ کہ بذات خود بدی کوئی چیز نہیں صرف خاص خاص مواقع و حالات کے ماتحت ایک چیز کے ناجائز استعمال کا نام بدی ہے۔ وہی چیز ایک خاص مقدار میں مفید اور قیمتی ہوتی ہے۔ اور وہی ایک دوسری مقدار میں ضرر رساں ثابت ہوتی ہے۔ وہی کام کسی خاص حالات میں راحت و آرام برکت کا موجب ہوتا ہے اور وہی کسی اور حالات میں کام کرنیوالے اور اسکے ساتھیوں کیلئے لعنت اور تکلیف کا موجب ٹھیرتا ہے۔ یہ ایک عالمگیر قانون ہے جس کے شکنجے سے کوئی چیز باہر نہیں۔ بطور مثال افیون کو لو بعض خاص حالات میں اس کا استعمال ایک بیمار کیلئے شفا کا موجب ہوتا ہے لیکن اسی افیون کا اگر بلا ضرورت استعمال کیا جائے تو سوائے ہلاکت کے اور کوئی نتیجہ نہیں۔ یہی حالت تمام کائنات کی ہے جو ہر ایک شکل و صورت اور حالت میں نظر آتی ہے۔ یہ متضاد نتائج ایک ہی چیز کی مختلف شکل و صورتیں ہیں۔ اور یہ بوقلمونی صرف ان کے تناسب ہی کے تفاوت و اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ہائیڈروجن کے دو جز اور آکسیجن کے ایک جز سے پانی کا ایک قطرہ بنتا ہے۔ اسی طرح سے اگر ان دونوں کو کسی اور مقدار میں ملایا جائے تو کوئی اور مادی شکل پیدا ہو جائیگی۔ یہ قانون صرف مادے تک ہی محدود نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی معاملات میں بھی یہی قانون کام کرتا ہے۔ قرآن کریم ہی سب سے پہلی کتاب ہے کہ جس نے کہ اس عالمگیر کے قانون کے کام کرنے کے خواص اور اسرار سے ہمیں آگاہ کیا۔ اسی نے ہم پر یہ ظاہر کیا ہے کہ مادی اشیاء کی ترقی کا انحصار صرف مادے ہی کے مختلف تناسب و مقدار پر ہے +

اگر آپ علم موسیقی کے غوامض سے بہرہ ور ہونا چاہتے ہیں۔ تو لازماً آپ کو آواز کے مختلف مدارج زیر و بم سے واقفیت حاصل کرنی ہوگی۔ یہی حال نطق انسانی کا بھی ہے۔ اور اسی طرح ہمارے نیک و بد اعمال بھی ترتیب دیئے گئے ہیں۔ شریعت جو اسلامی اصطلاح میں احکام الٰہیہ کے قائمقام ہے۔ ان چند ایک اخلاقی قوانین کا نام ہے۔ جو انہی نیک و بد اعمال کی حدود و

قوانین بیان کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم ان تمام اوامر و نواہی کو (حدود اللہ) یعنے الٰہی حدود کے نام سے نامزد کرتا ہے +

اعتقادات و ایمانیات

اسلامی تعلیمات کے بموجب وہ ہستی جو ہر ایک چیز کی نیکی اور بدی کی حدود و اوضاع مقرر کرتی ہے ذات باری ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑا خالق ہے۔ اور ہر ایک پیدا کی ہوئی چیز کے حقیقی اور انتہائی مدعا سے کما حقہ واقف ہے اور تمام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ اور یہ اسی کیلئے ضروری بھی ہے تمام قوانین کا منبع ہونے کی وجہ سے وہ اپنے بعض خدام کے ذریعہ جنہیں اسلامی اصطلاح میں ملائکہ کہتے ہیں۔ لوگوں کے اعمال پر نتائج مترتب کرتا ہے۔ اس لحاظ سے گویا ایمان ملائکہ ایمان باللہ ہی کا نتیجہ اور اثر ہے۔ عملی طور پر اگر یہ صحیح ہے کہ خداوند تعالیٰ تمام قوانین کا سرچشمہ ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ ملائکہ اس کے قوانین کے نافذ کرنے والے ہیں۔ اور انہی کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ اپنی منشا کو اپنی مخلوق پر ظاہر کرتا ہے۔ اسلامی نقطۂ خیال سے جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی نسل انسانی کی ہر ایک قوم ہر زمانہ میں الہام الٰہیہ سے متمتع ہوتی رہی ہے۔ اس کا یہ فضل کسی خاص قوم یا وقت تک ہی محدود نہیں ہے وہ صحیفے جن میں یہ قوانین منضبط ہیں کتب الٰہی کے نام سے موسوم ہیں مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے کے بعد اسکی کتب کی بھی کامل پیروی اختیار کرے۔ وہ شخص جس کے ذمے کتاب الٰہی کو دنیا میں پہنچانا ہوتا ہے اور جسے اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول کہتے ہیں اس کے متعلق ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کام کیلئے اپنی مخلوق میں سے سب سے بہتر اور پسندیدہ آدمی کو اس منصب پر کھڑا کرتا ہے۔ اور ملائکہ کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کے احکام ان تک پہنچتے ہیں۔ رسول پہلے خود ان احکام الٰہی کی پیروی کرتا ہے۔ اور اپنے وجود اور تجربہ سے ان کی صداقت کو ثابت کرتا ہے۔ اسلئے اسکی زندگی گویا ان تمام احکام الٰہی کی تفصیل ہوتی ہے وہ ان احکام کی ایک کتاب کی شکل میں ان لوگوں کے حوالے کر دیتا ہے جنمیں وہ زندگی بسر کرتا ہے لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اس کتاب اللہ کا ملنا نسل انسانی میں کسی خاص قوم یا مذہب اور زمانے کیلئے ہی نہیں۔ بلکہ جب کبھی مروجہ احکام اور شرائع میں دستبرد زمانہ سے آمیزش اور تحریف ہو جاتی ہے۔ یا ان کا مفہوم بالکل بگڑ جاتا ہے۔ یا انکی تعلیمات دلوں سے محو ہو جاتی ہیں یا منشاء الٰہی

کے خلاف اسمیں کچھ آمیزش کر دیجاتی ہے تو جدید تعلیم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہ جدید تعلیم دراصل کوئی پُرانی تعلیم کے خلاف نہیں ہوتی۔ بلکہ اُسی پُرانی تعلیم کو ہی زمانے کے متغیر حالات کے مطابق نیا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔ اس سے گویا اللہ تعالےٰ ملائکہ اور کتب پر ایمان لانے کے بعد بیشمار پیغمبروں پر بھی ایمان لانا پڑتا ہے۔ اور ان سب کی عزت و عظمت کے ہم ہوں ہی قائل ہیں اسطرح ان چار شرائط ایمان کو مان لینے سے عالم آخرت* کی حقیقت کو بھی مان لینا پڑتا ہے انہی حقائق ہی کی وجہ سے ہمارے افعال نیک یا بد افعال قرار پاتے ہیں یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہمارے تمام موجودہ افعال اِس اعتقاد و یقین کا نتیجہ ہیں جو ان کے آئندہ نتائج کے متعلق ہم نے قائم کر رکھا ہے اگر صرف اس دُنیا سے ہی اِن افعال کا تعلق ہو۔ اور عالم آخرت میں ان کے نتائج کا کوئی خوف ہمارے دل میں نہ ہو۔ تو اس صورت میں نہ تو کوئی چیز ہمیں بدی سے روک سکتی ہے اور نہ ہی نیکی کیلئے کوئی ترغیب و تحریص ہوتی ہے نیک یا بد اعمال کی تمیز اُن کے بھلے یا بُرے نتائج سے ہی سمجھ آ سکتی ہے۔ اِس طرح ہی مستقبل گویا ہمارے موجودہ حالات پر حکمران ہے یوم آخرت پر ایمان کے بغیر کسی کام کے کرنے کی ترغیب یا رکاوٹ مجھے نہیں ہو سکتی جبتک کہ میں دوسروں سے اپنے اعمال کے نتائج کو چھپا سکتا ہوں لیکن جونہی کہ میں یوم آخر پر اچھی طرح سے ایمان لے آتا ہوں۔ یہ مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ میرے موجودہ افعال کا میرے مستقبل پر یقیناً اثر پڑیگا۔ تو پھر آخر کی وہ اُمید یا خوف ہی ہے جو میرے مشاغل زندگی کو اعتدال میں لا سکتا ہے مستقبل خواہ میری آیندہ زندگی کے تھوڑے ہی عرصہ پر اثر ڈالنے والا ہو یا سارا ہی اُس کے زیر اثر ہو صرف اس کا واجبی خیال ہی مجھ کو نیک مفید کام کرنے کی تحریص دلانے کیلئے کافی ہے علاوہ ازیں تمدن انسانی میں کوئی بھی قاعدہ قابل عزت و القیاد نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ہر شخص کو ان نتائج کا جو اسکی عدم نگہداشت سے ظہور پذیر ہوں نجات محمود

* قرآن کریم کی مندرجہ آیات کو اُوپر کی عبارت کے ساتھ مہربانی فرما کر پڑھیں جو پہلے بیان کی تصدیق کرتی ہیں:۔
قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم و اسمعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ترجمہ۔ ہم ایمان لائے خدا پر اور اس چیز پر جو ہم پر نازل ہوئی۔ اور ایسا ہی جو ابراہیم۔ اسمعیل۔ اسحاق اور اُن کی اولاد پر نازل ہوئی۔ اور ایسا ہی ہم انکو بھی مانتے ہیں جو موسےٰ عیسےٰ اور دُنیا کے تمام نبیوں کو دیا گیا۔ ہم ان سب انبیاء کو قبول کرتے ہیں۔ اور ان میں کوئی فرق اور تمیز نہیں کرتے۔ اور ہم اس (ایک خدا) کو مانتے ہیں +

کردار تعمیر ہوتا ہے یعنی افعال پر ہمارا ایمان لانا جن سے قوانین پر عمل اور انکی عدم تعمیل کی صورت میں جزا و سزا مقرر ہوتی ہے وہ پہیئے ہیں جن پر انسانی مشینری کی گاڑی چکر لگاتی ہے الغرض ایک مسلمان کا یوم آخرت پر ایمان رکھنا بالاخر اعمال کا ایک لازمی نتیجہ ہے سر چشمہ قوانین یعنی اللہ تعالیٰ قوانین کے نافذ کرنے والے یعنی ملائکہ کتب قوانین یعنی کتاب اللہ یا شریعت اور انبیاء جن کے پاس دوسروں کی ہدایت کے لئے قوانین آتے ہیں جیسا کہ یوم آخرت پر ایمان کے بعد آگے آنے والے ہیں۔ دوسرا سوال اُن قوانین کا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نافذ ہوتے ہیں کے متعلق پیدا ہوتا ہے جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں خاص خاص اشیاء یا خیالات کے مفید یا غیر مفید ہونے یا مختلف اندازے بنی ہیں۔ وہ قانون ان اندازوں کو مقرر کرتا ہے بہت ہی سخت اور ناقابل ترمیم ہے۔ کیونکہ انسان سے ایک بالاتر ہستی نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مقرر کیا ہے +

اِن ربانی قوانین اور شرائع کا یہ لازمی خاصہ انہیں اس قابل بنا دیتا ہے۔ کہ انکی اطاعت میں سرِمُو تفاوت نہ ہو۔ کیونکہ ایسے ٹھیک تناسب سے ترتیب دیئے گئے ہیں کہ ان سے بڑھ کر درست طور پر اور کوئی قانون وضع نہیں ہو سکتا۔ ان قوانین کی صحت، خوبی اور پختگی پر جس قدر بھی ہمارا ایمان زیادہ قوی ہوگا اسیقدر زیادہ صدق اور وسیع پیمانہ پر ہم ان پر عمل کرنے کے قابل ہونگے میرا اسبات پر حق الیقین کہ سنکھیا کی ایک خاص مقدار کے استعمال سے انسان کی جان تلف ہو جاتی ہے۔ مجھے اسکے ناجائز استعمال سے روکنے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ اسلئے ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ پر جو ان تمام قوانین کا سرچشمہ اور علت العلل ہے۔ جو اشیاء کو مفید یا ضرر رساں جیسی کچھ بھی حالت ہو بنانے اور تیار کرنے والا ہے ایمان لانا ضروری ہے۔ مذہب کے آنے کی حقیقت یہی ہے۔ کہ وہ انسان کو اسکی حرکات و سکنات اور اشیاء متعلقہ میں نیکی اور بدی کی مقدار اور تناسب کا پتہ دے۔ نادانوں نے اسی حقیقت نفس الامری کو تقدیر کے نام نہاد خیال کا موجب یقینی قرار دیدیا۔ اور اپنے اِس من گھڑت خیال کو اسلام کیطرف منسوب کرنا شروع کیا۔ حالانکہ اس تقدیر کے مسئلہ کو اگر صحیح نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو اسمیں ترقی کا ہر ایک عنصر موجود ہے۔ اس لئے اس مسئلۂ تقدیر پر ایمان لانا ایک مسلمان کی فہرست ایمان میں سے ساتویں شرط ہے۔ ہم مسلمان جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ ہم اپنے ہر ایک قول و فعل کے انکی نیکی اور بدی کے مطابق

معدوم ٹھہرائے جائیں گے۔ اس واسطے بھی اس مہتم بالشان قانون پر ایمان لانا ہمارے لئے ضروری ہو لازم ہے۔ کہ ہم میں حسن کر اخلاقی ذمہ داری اور باضابطگی کی روح پیدا ہو۔ اگر ہمیں یقین ہوتا کہ ہمارے اعمال کے نتائج کا دائرہ اس زندگی تک ہی محدود ہے اور اس کے بعد کوئی اور نتائج ملنے والے نہیں تو اس صورت میں جہاں تک ہم اپنے اثر۔ طاقت اور دیگر ذرائع سے جرائم کی سزا دے سکتے۔ اور سوسائٹی کے دباؤ سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اس حد تک کوئی بھی چیز ہمیں بیراہیوں پر گامزن ہونے سے روک نہیں سکتی لیکن اگر ہمارا یہ ایمان ہو۔ کہ ہمارا ہر ایک قول و فعل کا اثر قائم و برقرار رہتا ہے۔ اور اگر ہم مر بھی جائیں تو بھی ہم ایک اعلٰے ہستی کے حضور پیش ہونگے جس کو اعمال و اقوال کی جزا و سزا دینے کی پوری قدرت حاصل ہے۔ اور کہ نیکی و بدی کوئی بھی ضائع نہیں ہوگی۔ تو پھر اُس وسیع النظری کی جو اس خیال کے موجودہ اور آئیندہ اثرات و نظام کے ساتھ وابستہ ہے بخوبی سمجھ آسکتی ہے۔ یہ ایمان کی ساتویں اور آخری شرط ہے جو مذہب اسلام کی شاندار عمارت کی بنیاد ہے۔ آؤ ہم ان ساتوں شرائط کو اکٹھا ایک ہی مرتبہ دُہرائیں +

"امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخرۃ والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت"۔ میں ایمان لایا اللہ پر جو تمام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ ملائکہ پر جو اس کے احکام اور رضا کی راہوں کو اس کے رسولوں تک پہنچانے کیلئے وسائط کا کام دیتے ہیں میں کُتب پر ایمان لایا جنمیں اُن کی شرائع و قوانین منضبط ہیں ان رسولوں پر جن پر ان شرائع کا نزول ہوتا ہے۔ اور یوم آخرت پر۔ اور اس پر بھی کہ نیکی و بدی کے تمام اندازے اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور بعد الموت اُٹھائے جانے پر بھی میرا ایمان ہے۔ جبکہ مجھے اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہوگی +

آپ بھی مُسلم ہیں

اب اگر آپ کسی ایسے مذہب کو ماننے والے ہیں۔ جو خداوند کو حی و قیوم سمجھتا ہو اور سبکی تمام کتابوں اور رسولوں کو جو ہماری ہدایت کے لئے آتے رہے ہیں ماننے کی تعلیم دیتا ہے اور

جبکہ کسی مقصد ... کی بنیاد کرنے کے بعد یہ بھی ہستی مٹ جانے والی نہیں بلکہ
اس عالم میں بھی اپنے موجودہ اعمال کے نتائج کو حاصل کرتا ہے۔ تو آپ مجھے بتائیں کہ آپ کو
اصول علم کے مطابق کیوں نہیں کہا جاسکتا۔ آپ کو اس بات کا کیا حق ہے۔ کہ اپنی ہی قوم
کے پیغمبروں کو من جانب اللہ تسلیم کریں۔ اور دوسری قوموں کے رسولوں کا انکار کریں؟ جبکہ
آپ کے آباؤ اجداد کا اللہ تعالےٰ سے کوئی خاص رشتہ نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے سب کا ایک ہی جیسا
خدا ہے۔ اس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں ہی ہے۔ اگر اس نے تمہارے لئے ایک رہبر دنیا میں بھیجا
تو کیا وجہ ہے۔ کہ ایک دوسرا رہبر دوسری ہدایت کیلئے بھی مبعوث نہ فرمائے۔ اس کے علاوہ
جب یہ کتب مستند و آمیزش زمانہ سے اپنی اصلی حالت میں نہ رہ سکیں۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جسکو
تمام سابقہ کتب سماوی کے متعلق تسلیم کیا جاچکا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری اور عظیم الشان
پیغام ہماری ہدایت کیلئے دنیا میں بھیجا یعنے قرآن کریم اس نے اپنا آخری عظیم الشان نبی ہمارے
لئے بھیجا جس کا اسم مبارک ذات اطہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ شخص جو خداوند تعالےٰ
کے مرسلوں پر ایمان رکھتا ہے۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کو مانے بغیر اسے چارہ نہیں ہے
اور وہ پیام اس کے اپنے اقوال و اعمال میں تم تک پہنچا ؛

اگر کوئی پیغمبر جس پر آپ کا ایمان ہے کوئی پیغام دنیا میں لایا۔ جسے وہ
اقوال و اعمال کی صورت میں اپنے بعد باقی چھوڑ گیا لیکن آج آپ کے پاس ان کے ان پاکیزہ
اقوال و اعمال کا کوئی مستند مجموعہ نہیں۔ تو کیا یہ ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ہدایت کے
بغیر تاریکی ہی میں ٹاک ٹوئیں مارنے کیلئے چھوڑ دے۔ اگر ایکدفعہ اس نے تمہارے لئے اپنا ہدایت نامہ
بھیجا۔ تو ضروری ہے۔ کہ دوسری مرتبہ بھی نور و ہدایت وہ نازل فرمائے سوائے حضرت محمد
اور قرآن کریم کے کسی بھی کے اقوال کا کوئی مستند مجموعہ ہمارے پاس نہیں۔ اسلئے آپ چاہیں
تو انہیں مانیں ورنہ از روئے علم و عقل آپ اپنے مذہب پر بھی قائم نہیں رہ سکتے۔ ایک اور سوال میں
ان لوگوں سے کرنا چاہتا ہوں۔ جو کسی بھی مذہب سے لگاؤ نہیں رکھتے۔ کیا وہ ان سات شرائط
کے قبول کرنے سے عاری ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ کسی سوسائٹی کے ممبر ہیں۔ تو سوسائٹی کے قوانین
سے کسی صورت میں بھی وہ منکر نہیں ہو سکتے۔ خواہ جناب موسیٰ مجھے اپنے احکام کے ذریعہ

دروغ گوئی یا دوسروں کا مال چرانے یا اس پر قبضہ کرنے سے منع [illegible]
سے یہ سمجھوتہ کریں ہر حال میں ضروری اور لازمی ہیں۔ اور ان کے بغیر سوسائٹی کا وجود قائم
نہیں رہ سکتا کسی نہ کسی طریق سے وہ قانون کی ضرور پیروی کریگی۔ کوئی بھی قانون ایک منبع
رکھتا ہے جس کو آپ بادشاہ کے نام سے نامزد کرنا پسند کرینگے۔ پھر ان کے نفاذ کیلئے بھی
بعض ہستیاں مقرر ہیں جن کو ہم پولیس اور جج کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح غیبی
طور پر کام کرنیوالوں کو ہم ملائکہ کہتے ہیں۔ آپ کے پاس بھی ایک ضابطہ قوانین موجود ہے ایسے
ضوابط مذہب میں بھی موجود ہیں جنہیں ہم قرآن کہتے ہیں۔ یا دیگر کتب مقدسہ۔ بادشاہ یا
حاکم وقت کی منشا سب سے پہلے صرف بڑے بڑے ارکان سلطنت پر ہی ظاہر کیجاتی ہے جنہیں
آپ کی اصطلاح میں وزرائے سلطنت کے نام سے پکارا جا سکتا ہے۔ مذہبی اصطلاح میں انہی لوگوں کو
اللہ تعالےٰ کے مرسل اور نبی کہا جاتا ہے۔ قانون کی پیروی یا اسکی خلاف ورزی پر جزا وسزا کا
بھی ملنا ضروری ہے۔ ورنہ اسکی کوئی حقیقت و اہمیت نہیں ہو سکتی اور شریعت بالکل بیسود
ہو جاتی ہے۔ جزا وسزا کا خوف ثبات کا متقاضی ہے کہ ہم یوم آخر اور بعث بعد الموت پر ایمان لائیں
جو ہمارے ایمانیات کی پانچویں اور ساتویں شرط ہے۔ رہا قانون کی کیفیت کا سوال تو شریعت
صرف ہمارے اعمال پر بعض خاص حدبندیاں قائم کر دیتی ہے۔ اور بعض باتوں کی وہ اجازت دیتی ہے
اور بعض سے منع کر دیتی ہے۔ اول الذکر پر عامل ہونے کا نام نیکی ہے۔ اور موخر الذکر کا نام بدی۔ یہ
اندازے اور حدبندیاں بادشاہ کی طرف سے ہی قائم ہوتی ہیں۔ گویا اسلامی عقیدہ کی چھٹی شرط
والقدر خیرہ وشرہ میں اللہ تعالےٰ نیکی وبدی کے اندازے مقرر کرتا ہے۔ آپ بیشک
مذہب کو نہ مانیں۔ لیکن اگر آپ انسانی سوسائٹی میں بود وباش رکھنا چاہتے ہیں۔ تو طوعاً وکرہاً
آپکو ان سات شرائط ایمان کو ماننا پڑیگا۔ اور اسطرح سے مذہب اسلام کی سات شرائط ایمان سوسائٹی کی ہر ایک
شکل میں تربیت انسانی کے بنیادی اصولوں پر مبنی ثابت ہوتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ اور اسکی شریعت پر ایمان لاؤ۔ اور تم مسلمان
ہو۔ یہی اصلی اور سچا مذہب ہے اسکے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ تعصب کہانی ہے اور مشرکانہ خیالات کا نتیجہ۔

مذہبی شرائع اور اُن کی پابندی

بلفظ قانون بعض قلوب میں کچھ غلط فہمی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ دنیوی معاملات میں تو ہم

کی پابندی و پیروی ہو سکتی ہے لیکن رُوحانیات میں اس قسم کی پیروی مشکل ہے۔ اور قواعد نظم کی
کی دیگر ہر ایک حرکات و سکنات میں تو وہ پابندی کو ملحوظ رکھتے ہیں لیکن مذہبی معاملہ میں
شریعت کو لعنت قرار دیتے ہیں۔ لیکن درحقیقت مذہب کے متعلق وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں
اگر مذہب ہمیں بعد الموت کسی قسم کی خوشی میسر آنے کی بشارت دیتا ہے تو کیا بشارت کسی ایسی
خوشی پر مشتمل ہے۔ جو قواعد و حدود کی پابندی سے باہر ہے کیا ہم اس دن کے منتظر ہیں۔ جب تمام
قسم کی رکاوٹیں ہماری خواہشات پر سے اُٹھائی جائیں گی۔ اور ہمیں اُن کو پورا کرنے کا ایک عمومی
موقع ملجائیگا۔ ایک اوباش بھی اپنی بے اعتدالیوں سے بالآخر تھک جاتا ہے۔ بے اعتدالی کے معنے
حد سے گذر جانے کے ہیں۔ خوشی و تکلیف کے عناصر ایک ہی ہیں۔ گو اُن کی مقدار و انداز میں
تفاوت ضرور ہے۔ خوشی کے معنے حدود و قواعد کے اندر رہکر مسرت حاصل کرنا ہے علاوہ ازیں
لفظ شریعت مذہبی اصطلاح میں تنگ خیالی اور مُلّاپن کے خیالات کا مظہر نہیں سمجھنا چاہئے
بلکہ وہ صرف ہماری تربیت اور ہمارے قوٰے کو ٹھیک استعمال میں لانے کیلئے بعض حدود قائم
کر دینے کا نام ہے۔ اگر رُوحانیت جو بعد الموت ہمارا ورثہ ہو سکتا ہے اخلاق ہی پر مشتمل ہے۔
تو مؤخر الذکر یعنی اخلاق ہی بہت حد تک ہمارے فطرتی جذبات اور محرکات کو مناسب حدود
کے اندر قائم رکھتے ہیں۔ جذبات اور اخلاق کے اس توازن ہی کا نام اصطلاح مذہب میں شریعت
اور قانون ہے۔ اسلام اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے اور ان معنوں میں جو کہ اسلام کی مقدس کتاب
قرآن کریم نے اسکے لئے تجویز کئے ہیں شریعت اور قانون کی کامل اطاعت کا نام ہے۔ اور اگر
صحیفۂ فطرت کو اس کے تمام جملہ آمد و تاثرات سمیت اس حکیم و علیم خدا یا بالفاظ دیگر اس لامحدود
اور غیر فانی سرچشمہ کی جہاں سے بقول ہربٹ سپنسر قدرت کی تمام نہریں پھوٹتی ہیں صحیح طور
پر مظہر سمجھتے ہوئے کسی مذہب کے اختیار کرنے یا اپنے لئے کوئی ضابطہ بنانے میں اپنا رہنما تسلیم کیا
جا سکے۔ تو قلب انسانی کو اسلام کے سوائے اور کسی دوسرے مذہب کے اختیار کرنے کی ہدایت نہ کریگا
یا بالفاظ دیگر وہی قانون کی پیروی ہی اس کا منشائے اصلی ہے۔ ایک سطحی نظر سے دیکھنے والا
بھی یہ دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ کہ صحیفہ قدرت کا ایک ایک ذرہ بعض لاتبدیل مقررہ قوانین
کی بلا چون و چرا پیروی اور اطاعت میں مصروف ہے۔ یہانتک کہ قدرت کے مختلف اجزا کی ہستی جو

صرف تمام عالم کی منفعت بخش کاروبار اور ہم آہنگی پر منحصر ہے۔ قوانین مقررہ کی کامل پیروی ہی کا

نتیجہ ہے ایک حقیر سے حقیر ذرہ کے اپنے مقررہ قوانین سے ایک لحہ کیلئے انحراف کو ذرا اپنے ذہن میں لاؤ۔ پھر دیکھو کہ اس کا نتیجہ سوائے دُنیا کی تباہی کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ سورج۔ چاند ستاروں دن رات۔ موسم۔ درخت اور سمندر وغیرہ کو دیکھو سب کے لئے کوئی نہ کوئی طریق اور قاعدہ مقرر ہے جس کی وہ کامل پیروی اور اطاعت کرتے ہیں۔ اور دُنیا کی تمام تاریخ میں کوئی بھی ایسا دن نہیں آیا کہ ان کی طرف سے ذرا بھی خلاف ورزی واقع ہوئی ہو یہی اسلام کے لغوی معنے ہیں اللہ تعالےٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم جو انہی بیان کردہ صداقتوں کے ثبوت میں ہمیشہ بار بار صحیفۂ قدرت یعنی خدا تعالےٰ کے افعال کو اس کے اقوال کے ساتھ بطور شہادت پیش کرتی ہے اسی طرح میں اسلام کی صداقت کے ثبوت میں انہی مظاہر قدرت کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ پیش کرتی ہے جن کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ اور اس طرح سے اسلام یعنی قانون الٰہی کی کامل اطاعت کی ضرورت کو ہم پر واضح کرتی اور اسکی مخالفت سے ہمیں روکتی ہے۔ چنانچہ صاف الفاظ میں اس نے فرمایا ہے۔ کہ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً والیہ یرجعون ... والشمس تجری لمستقر لھا ذلک تقدیر العزیز العلیم ۝ والقمر قدرنہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم ۝ لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النھار ۝ وکل فی فلک یسبحون .... ومن یتبع غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین ترجمہ۔ دین (حق) تو خدا کے نزدیک یہی اسلام ہے ... کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا (کسی اور دین) کی تلاش میں ہیں جو (فرشتے) آسمانوں (میں ہیں) اور (جو لوگ) زمین میں ہیں چار و ناچار اسی کے حکمبردار ہیں۔ اور اسی طرف سبکو لوٹ کر جانا ہے ... اور آفتاب (بھی کہ) اپنے ایک ٹھکانے کی طرف کو چلا جا رہا ہے۔ یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے۔ جو زبردست اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔ اور چاند (بھی کہ) اس کیلئے ہم نے منزلیں ٹھیرا دیں یہانتک کہ (آخر ماہ گھٹتے گھٹتے) پھر ایسا ٹیڑھا اور پتلا) ہو جاتا ہے جیسے (کھجور کی) پرانی ٹہنی۔ نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے۔ کہ چاند کو جا لے۔ اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے۔ اور کیا چاند اور کیا سورج سب (اپنے اپنے)

ملا رانیتی گھیرے ہیں رمطرے تیر ہے ہیں ..... اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے۔ تو خدا کے ہاں اس کا وہ دین مقبول نہیں۔ اور وہ آخرت میں زیانکاروں میں ہو گا +

جناب مسیح ایک مسلم کی حیثیت میں

فطرتاً ہم قانون کی پیروی کرنے کے قابل ہیں۔ اور یہی اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ جو اپنے موجودہ عیسائیت سے بالکل علیحدہ کر دیتا ہے کیونکہ مسیح نے کبھی بھی ایسے خیالات کی تعلیم نہیں دی۔ جو آج ان کے کلیسیا کی طرف سے جو پولوس کے زیر ہدایت شریعت کو لعنت قرار دیتا ہے سکھائے جاتے ہیں۔ جناب مسیح سچے مسلمان تھے۔ اور انھوں نے نہایت صاف اور سادے لفظوں میں اپنے حواریوں کو اصل اسلام کی تعلیم دی۔ چنانچہ فرمایا :-

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" +

"کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلیگا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے"۔

پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑیگا۔ اور یہی آدمیوں کو سکھائیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ لیکن جو ان پر عمل کریگا۔ اور ان کی تعلیم دیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا" + (پہاڑی وعظ متی باب ۵ آیت ۱۷ تا ۲۰)

یہ امر کہ قانون کے بغیر ہم نہیں رہ سکتے ایک حقیقت نفس الامری ہے شریعت اور قانون کے بغیر زندگی بسر کرنا کسی بھی شعبۂ زندگی میں خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی قابل رشک نہیں سمجھا جائیگا اسلامی نقطۂ خیال سے بقائے انسانیت کے پیدا شدہ اشیاء کے استعمال کی خاص حدود کو بیان کرنے اور اسکو لگا رکھنے کا نام ہی قانون اور شریعت ہے +

ذات باری اور یوم آخرت پر ایمان

کوئی انسانی قانون اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے بغیر اپنی حقیقی نتیجہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔ کیا قلب انسانی تمام انسانی افعال کا سرچشمہ نہیں ؟ کیا وہ تمام ارادے جو کہ ہمارے سینوں میں مخفی ہیں ہمارے افعال کے ذمہ وار نہیں۔ کیا اعمال کی ترتیب و باضابطگی دل کی باقاعدگی پر منحصر نہیں۔ نہ نیک افعال

اسمیں کوئی شک نہیں کہ دل کی نیکی اور صاف باطنی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور بُرے خیالات سے
بُرے ہی اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ پولیس کے کارندے خواہ کتنی ہی دقیق نظر سے تمہارے افعال کی وجہ
تمہارے مخفی ارادوں کو پڑھ لیں لیکن کیا وہ تمہارے دل کے اندر بھی داخل ہو سکتے۔ اور تمہاری
دلی کیفیات کی نگہبانی کر سکتے ہیں بالکل نہیں۔ تو پھر تمہیں ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہے جو تمہاری
ان نیات اور ارادوں کو بھی دیکھ لے۔ جو تمہارے سینوں کے اندر مخفی ہیں تمہیں بقول قرآن کریم
علیم بذات الصدور کی ضرورت ہے جو تمہارے سینوں کی باتوں سے آگاہ ہو۔ تاکہ تمہارے
دل کو اعمال حسنہ کا صاف و شفاف سرچشمہ بنا دے۔ اس حقیقت کو عیاں کرنے کا ایک اور پہلو
بھی ہے افشائے راز سے پہلو تہی کرنا کیا بہت حد تک جرم کو جاری رکھنے کا موجب نہیں کیا جرائم پیشہ
لوگ افعال قبیحہ کیلئے اکثر پولیس کی نگرانی کے اٹھنے اور تنہائی میسر آنے کے متلاشی نہیں رہتے
کیا آپ کسی کے اعمال کی ہر وقت پوری پوری نگرانی کر سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ یہ صرف اس حاکم
اعلےٰ ہی کا خاصہ ہے۔ جو صفت حاضر و ناظر سے متصف ہے۔ آپکے ایسا ہی اگر جرم کا انسداد بہت
حد تک مجرموں کی سزا دہی پر منحصر ہے۔ تو کیا سینکڑوں اور ہزاروں مجرم ایسے نہیں جو سزا سے قطعاً
بچے ہوئے ہیں۔ کیا آپ ان تمام کو قانون کے شکنجہ میں جکڑ سکتے ہیں۔ آپ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے
. . . . ایسا ہی ان لوگوں کو آپ کیونکر سزا دینگے جو جرم کرنے کے بعد
فوراً اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اسلئے اگر سزا واقعی جرم کو روکنے والی چیز ہے تو آپ کا
قانون بالکل ناقص رہجائیگا۔ جب تک کہ ان لوگوں کی بھی سزا دہی کا بندوبست نہ کریں۔ جو
اس دنیا میں اپنے گناہوں کی سزا نہیں پا سکتے۔ اسلئے سوسائٹی کے نظم ونسق اور قوانین کو
مکمل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ آپ پر ایک ایسا حاکم ہو جو دیگر اوصاف کے علاوہ حاضر و
ناظر اور عالم الغیب کی صفت سے بھی متصف ہو۔ اور دل کے بعض ارادوں اور رازہائے سربستہ کو جاننے
کی بھی طاقت ہو۔ ایسا ہی سزا کو موثر اور گناہوں کے انسداد کا موجب بنانے کیلئے بعد الموت
ان جرائم کی سزا ملنا ضروری ہے۔ جن کے نتائج یہاں تمہیں نہیں ملے اسلام صرف اسلئے نہیں آیا
کہ تمہیں چند ایک شرعی قوانین بتا دے۔ جن کے سکھائے جانے سے پہلے ان کے بغیر دنیا کوئی خسارہ
میں نہیں تھی۔ اور نہ ہی اسلام تمہیں کوئی خاص رسومات کے شکنجہ میں جکڑتا ہے۔ اسلام تمہاری

ہو نیز وہ اخلاقی تمدنیت اور ہمیں ایک بہترین شہری بنانے کیلئے زندگی کا ایک مکمل ضابطہ ہے۔ ہماری رہنمائی کیلئے چند ایک اصول ہمیں سکھاتا ہے۔ اور انہیں عملی جامہ پہنانے کیلئے بعض خاص فرائض ہم پر رکھ دیتا ہے کلیسیا کی طرح یہ موجودہ زندگی کی آئندہ حالت کیلئے پروا نہ کرنے کی تلقین نہیں کرتا بلکہ موجودہ اعمال زندگی کو آئندہ زندگی کی خوشی و مصیبت کی اصل بنیاد قرار دیتا ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ - جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ آئندہ کی زندگی میں بھی اندھا ہی رہیگا ہمیں اپنے اعمال و افعال کو راستبازوں کے اعمال و افعال کی طرح بنانے کی تلقین کرتا ہے ✦

بشارتِ صلح و امن

ترجمہ خطبہ جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے مسجد ووکنگ (انگلستان) میں موقعہ عید الفطر تاریخ ۱۰ جولائی ۱۹۱۸ء کو پڑھا ✦

اُس خدا سے جو تمام قوموں کا مالک ہے دُعا ہے کہ وہ اس خوفناک لڑائی کا خاتمہ کرے۔ اور اسکی بجائے ایک عالمگیر اور ابدی امن قائم کردے لیکن ایسا امن نہیں جو کہ آج سے پہلے تھا جبکہ تمام قومیں جنگ کیلئے تیار رہتی تھیں۔ اور نہ ایسی ہنگامی صلح جو بیرحم سائنس کے دیو کو اس قابل بنادے کہ وہ اپنی طاقت پھر جمع کرکے مخلوق خدا کو تباہ اور دُنیا کو ویران کردے۔ خدا کرے کہ وہ امن اس طرح کا ہو کہ جس سے اُن تمام رذیل اور خود غرضانہ اصول زندگی کا قلع قمع ہو جائے۔ جن کی وجہ سے کبھی کبھی زمانہ ماضی میں کُشت و خون ہوتے رہے ہیں مخلوق کے حافظ حقیقی اور رزاق سے دُعا ہے کہ وہ اسکے لئے اعلےٰ ارفع اصول پر امن و آشتی قائم کردے۔ تاکہ ہر فرد بشر اپنے آپ کو پیدائشی آزاد خیال کرے۔ اور ہر ملک کو وہ اپنا جنم بھوم سمجھ سکے۔ میری مراد صلح و آشتی سے اس جسمانی۔ دماغی اور روحانی آسائش و آرام کا قائم ہونا ہے۔ جو خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے مذاہب کے ذریعہ اس کرۂ ارض پر وقتاً فوقتاً دیکھا گیا ہے۔ یعنی وہ امن جو خدائی سلطنت کے ہم معنے اور مترادف ہے۔ اور جس کا ظہور کم حضرت موسیٰ عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے زمانہ سے ہو رہا ہے۔ اور جس کا آخری جلوہ ہمارے

پاک رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانہ میں دیکھا گیا جبکہ تمام قسم کی ذاتی اغراض کالعدم ہو گئیں۔ اور لوگوں میں انسانیت کی تازہ روح پھونکی گئی اور تمام ذاتی خواہشات نے قومی صورت اختیار کر لی۔ اور جبکہ لفظ میرا کا مفہوم لفظ تیرا سمجھا جاتا تھا۔ اور جبکہ تمام حاسدانہ مقابلوں اور مفسدانہ رقابتوں کا نام و نشان تک نہ رہا اور انکی بجائے انسانی بہبودی کیلئے سرگرمی اور قربانی نے جگہ لیلی۔ ابدی امن کے حصول کیلئے دنیا کو ضرورت ہے کہ انسانیت و ہمدردی کے معنے ایسے وسیع کئے جائیں کہ ملک و فرقہ اور قومیت کی دیواریں سب منہدم ہو کر پھر ایکدفعہ جیسا کہ حضرت محمد صلعم کے زمانہ میں ہؤا تھا انسانوں کے تمام مختلف فرقے اور نسبا و اجزاء باہم ملکر ایک جان ہو جائیں +

آج تیرا دن کم چار سال ہوئے ہیں جبکہ یہ عالمگیر آگ سلگی اور اس نے ہر ایک خوبی کو جو انسان میں تھی۔ نہ صرف برباد ہی کر دیا۔ بلکہ بدترین خصائل کو جو ممکن ہو سکتی ہیں آشکارا کیا۔ گویا انسان ابلیس کے لباس میں یا بالفاظ دیگر ابلیس انسان کے لباس میں نمودار ہوا ہے۔ شائستگی کی تمام علامات اور انسانیت کے تمام نشانات مٹا دیئے گئے ہیں۔ شاہ نیرو بھی اگر اس تباہی کو دیکھتا جو زرخیز زمینوں اور خوبصورت شہروں کو نصیب ہوئی تو شرماتا۔ اس ہیبتناک سفاکی اور ظالمانہ تہذیب کا اندازہ انسان خیال میں بھی نہیں کر سکتا۔ جس نے تہذیب اور شائستگی کو صدمہ پہنچایا ہے اور جس کے نزدیک سپاہی اور غیر سپاہی سب یکساں ہیں۔ اور جو میدان جنگ اور شفا خانوں میں خواہ وہ خشکی پر ہوں یا سمندر میں کوئی تمیز نہیں کرتی۔ اور جو خدا کی پرستشگاہوں کو فنا اور ان بیگناہ جانوں کو اچانک تباہ کرتی ہے جو عبادتخانوں میں گھٹنوں کے بل اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اپنی محبت کرنیوالے خدا سے جو آسمانوں پر ہے التجا کرتے ہیں کہ اس شرارت اور بدذاتی کا جو برپا ہو رہی ہے خاتمہ کر دے +

خدا کی شان! یہ سب کچھ صرف انہیں اقالیم میں ہو رہا ہے۔ جو اس آقا کی ہیں جو شیطان کے مارنے کیلئے آیا۔ اور جو اپنی بردبارانہ تعلیم کے باعث مسیح شہزادۂ امن کہلایا۔ لیکن کیا کلیسیا میں ایسی قدرت نہیں کہ وہ اپنی گمراہ جماعت کو واپس بلائے۔ اور دنیا کو اس خطرناک تباہی سے نجات دے۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسی طاقت اسمیں نہیں۔ اگر زمانہ وسطیٰ میں مسیحی قومیں خون کی ندیاں بہاتیں تو اس کا

باعث جہالت قرار دیا جاتا تھا۔ لیکن آج کل کی کلیسا کی نسبت کیا خیال کیا جائے جبکہ تہذیب اور علوم الٰہیات کی ترقی پہلو بہ پہلو ہو رہی ہے۔ کیا جنگ سے پہلے اہل جرمن ہی مذہب کو بہترین طرز پر بیان کرنے والے خیال نہیں کئے جاتے تھے۔ اور کیا جیسا کہ سال گذشتہ سینٹ پال کے پادری صاحب نے بیان کیا علم الٰہیات کا اعلیٰ ترین منبع جرمن ہی نہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ اسی ملک میں کارپردازان جنگ نے مذہبی تعلیم سے جنگ کا کام لیا ہے۔ وہاں تمام گرجوں میں بجائے مذہبی وعظوں کی جگہ اب جنگ کے نئے وعظ ہو رہے ہیں اور کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ جو کچھ جنگ میں ہوتا ہے اُسے جائز قرار دیا جائے۔ جناب مسیح کے صاف اور سادہ الفاظ کو جو امن کی حقیقی بشارت تھی بگاڑ کر اسکے غلط معنے کئے گئے ہیں تاکہ اغراض جنگ کو پورا کیا جائے۔ زمانہ ریفارمیشن سے آجتک بدقسمتی سے اصحاب کلیسا درنے عوام کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ لیکن کلیسا کا حال ہر جگہ مشرق و مغرب میں یکساں ہے۔ ہر جگہ روئے زمین پر مذہب کو نفسانی اور سیاسی اغراض کے حصول کیلئے کم و بیش استعمال کیا گیا ہے۔

— — — — — — — — — — — —

— — — — — کہا جاتا ہے کہ مذہب کے نام پر اس کے خود مختارانہ پرستاروں نے اسقدر خونریزی کی ہے کہ کسی انسان کے قائم کردہ سلسلہ کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ تو کیا اس صورت میں یہ کوئی تعجب کی بات ہے کہ اگر مادہ پرستوں میں سے بعض مذہب کو حقیر ظاہر کریں اور اُسے دراصل ظلم اور خونریزی کا سرچشمہ قرار دیکر اُسے انسانی دائرہ سے باہر نکالنا چاہیں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا انہوں نے کوئی بہتر اور زیادہ تر امن آمیز تجویز روئے زمین پر امن کی بادشاہت قائم کرنے کیلئے کی ہے۔ کیا ان کا اپنا بنایا ہوا فلسفہ زندگی اسی تمام مصیبت کا جو ان خطرناک ایام میں ہم اُٹھا رہے ہیں ذمہ وار نہیں۔ کیا یہ لوگ اس جرمن فلاسفر نیٹشی کے قدم بقدم چلنا نہیں چاہتے جو ہر ایک بات اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہتا ہے بلا لحاظ اسکے کہ دوسروں پر اس کا اثر کیا ہو گا۔ کیا یہ سب کچھ اُسی سفیہانہ اصول کا نتیجہ نہیں جو اس امر کا مقتضی ہے کہ دنیا میں سب سے اچھا انسان یا سب سے اچھی مخلوق ہے۔ ادراد نے پایہ کی مخلوق کو زمین پر سانس لینے کی بھی اجازت نہ دیجائے۔ یا وہ بہترین مخلوق کے خود غرضانہ مدعا کو حاصل کرنے میں مدد دے۔ جنگ کا لارڈ بہ اپنی ذریات کے اپنی قابلیت و فضلیت قائم کرنے اور باقی سب کو پاؤں تلے روندنے کیلئے میدان میں آنکلا ہے۔ اور اب کوئی اصول یا مسئلہ جو یہ دنیاوی فلاسفر کم کرنے

میں ہمارے لئے مفید نہیں ہو سکتا لیکن مذہب اور فقط مذہب ہی اپنی اصلی صورت میں ہماری نجات کا موجب ہو سکتا ہے لیکن یہ غرض کلیسیا کے ذریعہ پوری نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ مشرق میں ہو اور خواہ مغرب میں۔ بلکہ مغرب میں تو یہ حال ہوا کہ بڑے بڑے شارحوں نے اسے ناتسلی بخش قرار دیا ہے جنگ سے بیشتر ہی انہوں نے اس امر کی ضرورت ظاہر کی ہے کہ عیسائی مذہب کی تمام عمارت کی ترمیم کی جائے۔ اور جنگ نے بھی اس عمارت کا کھوکھلا ہونا ثابت کر دیا ہے۔ بلکہ مختلف قسم کے وعظ جو گاہ بگاہ گرجوں میں گذشتہ چار سال کے عرصہ میں ہوئے ہیں ہماری رائے کی تائید کرتے ہیں۔ پادری انجی صاحب تو ایک دوسرے رسول کے ظہور کی امید میں ہیں جو کہ اس موجودہ آفت سے نجات دلائیگا۔ اُن کا یہ خیال گو بہت دلچسپ ہے لیکن اس قوم اور فرقہ کے لئے جس سے پادری صاحب کا تعلق ہے یہ خیال قابل تعریف نہیں لیکن کلیسیا جہاں کہیں بھی ہم جائیں یکساں ہے۔ اور افسوس ہے کہ یہ ایک مایوس کن نظارہ اور دلشکن امید ہے۔ مگر ہمیں خود ساختہ مذہبی داعیوں کی طرف توجہ نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ ہمیں بڑی فروتنی سے انسانوں کے ان سرداروں کی طرف جانا ہی چاہئے جن کے پاس خدائی مذہب خدا ہی کی طرف سے پہنچا۔ اور جو اسکی مخلوق کے پاس اس کی طرف سے آئے یعنے دُنیا کے پیغمبر۔ لیس ہمیں عاجزی سے حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمعیلؑ حضرت یعقوبؑ اور انکی اولاد کے قدموں میں بیٹھنا چاہئے اور سچی اسلامی محبت وجوش سے حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد صلعم اور دُنیا کے دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف رجوع کرنا اور انہیں اپنا رہبر ماننا چاہئے۔ تاکہ ہم مخلوق کو فنا کر دینے والی آفت سے نجات ملے۔

اس موقع پر اسلامی محبت وجوش کے معنے بتلانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور میں اسے قرآن قرآن شریف کے (جو اسلام کی بشارت ہے) اپنے الفاظ ہی میں واضح کرنا چاہتا ہوں۔ اس امر کی تشریح کے لئے کہ مسلمانوں کا اعتقاد دُنیا کے دوسرے پیغمبروں کی نسبت کیا ہے۔ میں ذیل میں اپنا عقیدہ کتاب اللہ کے حکم کے ماتحت پڑھ دیتا ہوں:-

کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم (محمدؐ) پر نازل ہوا۔ اور اس پر جو حضرت ابراہیم یعقوبؑ و سمعیلؑ۔ اسحٰقؑ اور اسکی اور اولاد پر نازل ہوا۔ نیز اس پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور دُنیا کے تمام پیغمبروں کو (خواہ وہ جہان کے کسی حصہ میں ہوئے ہوں)

عطا کیا گیا ہے ہم مسلمان رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے کیونکہ ہم جانتے کہ خدا نے ہی
بھیجا کہ انہیں ہمارے پاس بھیجا ۔

اسلامی خیال پیغمبروں کے متعلق ہے۔ اور کیا یہ مذہبی دنیا میں خلاف ہے کہ
انہیں اتفاق پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں؟ مسلمانوں کیلئے اللہ تعالےٰ کی رضا کے آگے
سر جھکانا لازمی ہے۔ اور اسکے وحی کو ماننے کیلئے اسکے ہر ایک پیغمبر کی طرف جانا ضروری ہے
یہ خیال نہ کیا جائے کہ کوئی خاص انسان یا گروہ یا قوم خدا کی پسندیدہ ہے۔ بلکہ سب خدا کے
یکساں بچے ہیں۔ اگر میرا اللہ جسمانی خوراک کے دینے میں کوئی تمیز نہیں کرتا تو وہ روحانی غذا
کے دینے میں زیادہ تر عیار جانبدار ہے۔ ذرا ان تمام نبیوں کی تعلیم کو دیکھو۔ ان میں ان کی زندگی
کی ذہنیت کی بشارت ملیگی جس سے انسان اپنی خود غرضی سے رہائی نجات پا سکتا ہے ۔

اس مضمون پر لمبے وعظ اور خطبوں کی میں ضرورت نہیں دیکھتا [illegible] آپ کی توجہ
مذہبی زندگی کے اس اعلیٰ مقصد کی طرف مبذول کرونگا جس کا نقشہ تمام رسولوں نے مختلف
طرز پر ایک ہی قالب میں کھینچا ہے۔ یعنے خودی سے خدا کے ساتھ ملو۔ اور جیسا کہ پیغمبر اسلام نے
فرمایا ہے۔ اپنے اندر ربانی صفات پیدا کرو۔ تاکہ بالفاظ جناب مسیح یہ کہنے کے قابل ہو جاؤ کہ
میں اور میرا باپ ایک ہیں۔ روحانیت کی اس قسم کی منزل پر پہنچکر ہم خدا نہیں بنجاتے۔ اور
نہ کبھی کوئی انسان خدا بنتا ہے۔ ان بزرگوں کا ذرہ خیال کرو جنہیں جہالت اور سریع الاعتقادی
نے خدائی کا جامہ پہنا دیا ہے۔ کیا ان بزرگوں میں معمولی انسانی کمزوریاں نہ تھیں ؟

میرے دوستو اگر آپ میں سے بعض کے دل میں خدا کے ساتھ برابری کا خیال سما جائے
تو ایکی نسبت کیا سمجھا جائیگا۔ اس قسم کا خیال محض کفر ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ میں اور میرا باپ
ایک ہیں۔ ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمنے خودی کو مار دیا ہے۔ ہمنے اپنے آپ کو فنا کر دیا ہے ہم اپنی
مرضی کو تابع رضاء مولےٰ کرتے ہیں۔ اور نہایت تابعداری سے اسکے احکام بجا لاتے ہیں۔ اور
اس اسلامی روانا جوئی) میں ہم خدا کے ساتھ ایک ہو جاتے ہیں۔ آپ اس بزرگ کی طرف
دیکھو جس نے فرمایا۔ کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں۔ لیکن اس نے یہ بھی کہا کہ میرا باپ مجھ سے
بڑا ہے (دیکھو یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۸) مجھے تم نیک کیوں کہتے ہو سوائے ایک ہستی کے

ہمارا حصہ لینے نہیں دیتا۔ کیا یہی امر لوگوں کی تکلیف کا موجب نہیں۔ اگر انسان نہایت انکساری کے ساتھ خدا کے قدم بقدم چلے جس کا نقش نہایت صاف طور پر زمین کے ہر حصہ پر ہے تو تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے۔ خونریزی معدوم ہو جائے۔ ہم تمام جرائم ہی قطعی طور پر دنیا سے دور کر سکتے ہیں۔ دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرتے ہوئے احسان کے بدلے نہ ہو۔ چاہئے کہ ہماری فیاضی دوسروں کی ضرورت کیلئے بلا بدل ہو۔ اور بغیر لحاظ ملک۔ رنگ اور قومیت کے ہو کیونکہ ہمارے خالق کا سلوک ہمارے ساتھ اسکے عنایات رحمت کریمی اسی طرز کا ہوا ہے۔ اس طریق سے دنیا میں خدائی سلطنت اور امن کا دور قائم ہو جائیگا۔ خدا کی تیسری صفت رحیم ہے وہ اپنے رحم سے انسان کے کام کا بدلہ کئی ہزار گنا زیادہ دیتا ہے مثلاً دیکھو کہ ہم ایک دانہ زمین میں بوتے ہیں۔ ہم نے زمین میں ہل جوتا ہے۔ اور اسکی مناسب طریق پر آبپاشی کی ہے پس اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کر سکتے لیکن چند ماہ کی انتظار کے بعد خدا کے فضل کا ظہور ایک دانہ کی بجائے سینکڑوں دانوں کی شکل میں ہوتا ہے۔ اگر انسان کو اسکی قابل نفرین خود غرضی اسے خدا کی اس صفت کے رنگ میں عاجزی کے ساتھ چلنے کی اجازت دیتی تو پھر دولتمندی اور مفلسی کے سوال سے متعلق کسی قسم کی تکالیف پیدا نہ ہوتیں۔ کیا دولتمند مفلسوں کا خون نہیں پیتے اور کوشش نہیں کرتے کہ وہ اپنا مفاد حاصل کریں خواہ مفلس اور مزدوری پیشہ لوگ زندہ رہیں یا مریں دولتمندوں کو چاہئے تھا کہ وہ غرباء کے کاموں کی وجہ سے خدا کا شکر کرتے۔ زبانی شکریہ نہیں بلکہ اس قسم کے شکریہ کی خدا کے نزدیک کوئی وقعت نہیں شکریہ تو اس طرح ہونا چاہئے کہ کارکن اور مزدور کو اسکے حق سے زیادہ دیا جائے۔ اس طریق عمل سے صاحب مال کو اخیر میں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا

لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بدمعاش اور مجرموں کا کیا انتظام کیا جائے یہ بھی تو انسان کے ساتھ ساتھ ہی پیدا ہوئی ہے۔ تو کیا جیسا کہ بعض کہہ سکتے ہیں خیرخواہ عالم کے اصول کے ماتحت ایسے لوگوں کی بدلگامی اور آزادی کیلئے انہیں انعام دیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔ میں پھر کہونگا کہ فروتنی سے خدا کے ساتھ چلو جو مالك يوم الدين ہے یعنے مالک ہے یوم جزا و سزا اور یوم حساب کا۔ کتاب اللہ نے مالک کا لفظ لکھنے سے جس کے معنے آقا و خاوند کے ہیں ہمیں اس طرز عمل کو واضح اور عمدہ طور پر سمجھا دیا ہے جو گنہگاروں کے ساتھ خدا برتیگا۔ اسے اس جج یا حاکم کی طرح نہ سمجھنا

اپنے جسم کی مذمت کیلئے بندوں کی وجہ سے کسی مجرم پر کسی قسم کا رحم نہیں کر سکتا۔ اور جو
جسم کی پاداش میں اسے سزا بھگتنے سے بچا نہیں سکتا۔ اور تمام ان کا علاوہ کرنے اور نیز اپنی
انسانی تسکین کے لئے ترسانی پر نظر رکھتا ہے۔ اور پھر بطور معاوضہ کفارہ کا انتظام کرتا ہے +
ایسے ہر دو متعدد منع ایسا صحیح نہیں۔ اس قسم کا معاملہ نہ تو انصاف ہی ہے اور نہ رحم انصاف
کہ ان کا اس شخص کے حق میں نہیں جو دوسروں کیلئے کفارہ ہوتا ہے۔ اور رحم اس حالت میں رحم
نہیں جبکہ معاوضہ بھی لیا جائے یہ ایک قسم کا بیوپار یا سودا ہے۔ خدا کی بیشمار عنایات ہر طرف
کرہ ہماری چاروں طرف ہیں۔ اور جن ہم مستحق نہیں تو کیا خدا نے بغیر معاوضہ کے ہم پر اپنا رحم ظاہر
نہیں کیا۔ کہ ہمارا گناہ معاف کرنے کیلئے اسے معاوضہ کی ضرورت پڑی ہے۔ اب آپ مالک
(آقا) کے معنوں پر توجہ کرو۔ خدا میرا آقا و مالک ہے۔ اور میں گنہگار ہوں۔ لیکن اسکی ملکیت ہوں +
کیا مالک اپنے مال کی حفاظت میں گہری دلچسپی نہیں لیتا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے مال میں بعض
نقص دیکھتا ہو لیکن وہ اس کے دور کرنے کی کوشش کریگا۔ اور اس طریق پر کہ وہ برباد
نہ ہو جائے۔ اور یہی طریق ہے جو فطرت کے تمام کاموں میں دیکھا جاتا ہے۔ فطرت ہر ایسے فعل کے بعد جو کسی کیمیا
جسم کو علیحدہ علیحدہ کرنے میں دکھائی دیتا ہے اس جسم کی ساخت جدید شروع ہو جاتی ہے لیکن کوئی چیز بھی بالکل
معدوم نہیں ہوتی کسی جسم کا انحطاط و تنزل اسکی ساخت کو بگاڑ تا ہے لیکن یہ شکست و ریخت اپنے دوبارہ ترتیب
دینے کیلئے ہوتی ہے۔ موسم خزاں اسلئے نہیں آتا۔ کہ ویران کرے۔ بلکہ اسی لئے کہ درختوں کی ٹہنیاں
بہت ردی و زائد چیز کو دور کر کے انہیں نئی زندگی کیلئے تیار کر دے۔ یہ مختلف قسم کی سزائیں ہیں جو
خدا کے ہاتھ سے ملتی ہیں۔ اور یہ اسی ہستی کی شان کے شایاں ہیں جیسے مخلوق کے ساتھ اتنی ہی دلچسپی
ہے جتنی کہ ایک مالک کو اپنے مال کے ساتھ پس جنہوں نے قانون شکنی کی ہے اور جو شرارت اور گناہ
پھیلاتے ہیں انہیں سزا دیجائے لیکن اسلئے نہیں۔ کہ انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ بلکہ اسلئے کہ انہیں
بد حالت سے بہتر حالت میں لایا جائے +

شاید آپ کہیں گے کہ میں ناممکنات پر بحث کر رہا ہوں۔ اور اپنے وعظ میں خیالی پلاؤ پکا
رہا ہوں لیکن میرے بھائیو ایسا نہیں۔ آپ اس قابل ہیں۔ کہ آپ اپنی طرز زندگی میں حفاظت الٰہی کا اظہار
کر سکیں۔ اور یہی کتاب کا حکم ہے۔ جو کہتی ہے۔ لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا یعنی خدا کسی کی طاقت

سے زیادہ اس پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ آپ غور کریں۔ کہ بلالحاظ اسبات کے کہ ہم میں کسقدر فرو مائیگی ہے یا ہم کسقدر خود غرضی میں منہمک ہیں۔ ہم پھر بھی الٰہی صفات کو ایک محدود حلقے کے اندر ظاہر کرتے ہیں ہم ربّ۔ رحمٰن۔ رحیم اور مالک کی صفات کے ماتحت چلتے ہیں ہم میں سے تمام یا بہت سے متاہل بھی ہیں۔ ہمارے بچے بھی ہیں۔ کیا ہم ان کیلئے ضروریات مہیا نہیں کرتے۔ کیا ہم انہیں کھلاتے پلاتے اور انکی پرورش نہیں کرتے۔ ہم یقیناً سب کچھ کرتے ہیں! استعارے کے رنگ میں ہم سچ مچ رب ہیں پھر کیا ہم بعض وقت انکی ضروریات کا انتظام نہیں کرتے سالہاسال پیشتر اس سے کہ وہ ان ضروریات کو محسوس کریں کیا ہم کسی جائداد پر یا کسی اور رنگ میں روپیہ خرچ نہیں کرتے اس غرض کیلئے کہ ہماری اولاد اس سے فائدہ اٹھائے جبکہ وہ خاص عمر کی ہو۔ اور یہ سب کچھ ہم جبر و اکراہ سے نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی خوشی اور رضا سے اور بلا کسی معاوضے کے یہ ہمارا فعل صفت رحمان کے ماتحت ہے۔ جب آپ کے بچے اور بعض اوقات آپکے دوست ایک معمولی سا کام آپ کی خوشی کیلئے کر دیتے ہیں۔ تو آپ انہیں معاوضہ کئی سو گنا زیادہ دیتے ہیں۔ اور اس طرح بڑی عاجزی سے اپنے خدا کے ساتھ چلتے ہیں جو رحیم ہے۔ اب بتائیے کہ آپ اپنے بچوں کی شرارت کا کیا انتظام کرتے ہیں۔ کیا انہیں شرارت کی وجہ سے مار مار کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ اور انہیں اس طریق پر نصیحت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک دشمن کرتا ہے نہیں۔ آپ ایک سخت چھڑی ہاتھ میں لیتے ہیں۔ لیکن سزا دیتے وقت آپکے دل میں محبت ہوتی ہے کیونکہ آپ کا تعلق ان سے ایسا ہے۔ جیسا کہ ایک مالک کا اپنی جائداد کے ساتھ۔ ہم تو صرف انہیں بُری حالت سے اچھی حالت میں لانا چاہتے ہیں۔ نہ کہ انہیں تباہ و برباد کرنا ہمارا مقصد ہے۔ اس صورت میں آپ رحمان اور مالک کی صفات اختیار کرتے ہیں۔ گو خاص دائرے کے اندر۔ اب ان صفات کی مشق کے حلقے کو وسیع کرتے کرتے ان تک پہنچا دو۔ جو آپکے قریبی اور پیارے ہیں۔ اور آپ خیال کریں۔ کہ یہ میری درخواست ناممکنات سے نہیں۔ آپ ایسا ہر روز کرتے ہیں۔ جبکہ آپ میں حبّ الوطنی کا سخت جوش پیدا ہوتا ہے۔ آپ کی کمائی ان لوگوں کی پرورش۔ امداد اور ضروریات پر خرچ ہوتی ہے جو کہ آپ کی فیاضی پر بوجہ حُبّ الوطنی کے جائز طور پر حق رکھتے ہیں۔ اور میرے خیال میں یہ لڑائی بھی ایک لحاظ سے فضل کی صورت میں آئی ہے۔ اسکی وجہ سے تمام یہ صفات ظہور میں آرہی ہیں۔ ذرا سینئے

عدالت کی طرف دیکھو۔ وہ کتنی ہی کران لوگوں کے قصوروں کو دیکھتی ہیں جو ہمارے لئے لڑ رہے ہیں کیونکہ ہمیں اپنی فوجوں کے قائم رکھنے میں دلچسپی ہے۔ کیا یہ وہی مالک یوم الدین ہی نہیں جو آجکل خدا کے اصولوں کے متعلق ہماری رہنمائی کر رہا ہے۔ ہاں تو آجکل کس بات کی کمی ہے صرف اسکی کہ ہم ان خدائی صفات کو حب الوطنی کے حدود سے باہر تک لیجائیں۔ اور انکو تمام پہنچائیں جو ہماری قوم ملک اور فرقے سے تعلق نہیں رکھتے۔ اور میں پھر کہتا ہوں کہ یہ ناممکن نہیں جنگ نے ہمیں ان تمام صفات کے اظہار کا موقع دے دیا ہے۔ کیا نہیں دو زیادہ قوموں نے اتحادیوں کے اغراض ساتھ نہیں دیا۔ اور کیا آپ کا سلوک ان سے ہی نہیں رہا جو آپ اپنے ہم وطنوں سے کرتے ہیں۔ اور کیا آپ بلجیم کی خاطر نہیں لڑے۔ کیا آپ نے اہل سربیا کے ساتھ فیاضی نہیں دکھلائی۔ کیا آپ نے فرانس کی خاطر اپنا خون نہیں بہایا۔ اس جنگ میں ہر قوم کا خواہ کچھ ہی مقصد پنہاں ہو لیکن اس نازک موقعہ پر دنیا نے جبکہ آدھی ایکطرف اور آدھی دوسری طرف لڑ رہی ہے۔ یہ کافی طور پر بتلا دیا ہے کہ انسان میں قابلیت ہے کہ اپنی ہمدردی اور دلسوزی کا اظہار انکی خاطر بھی کرسکے جن کی قوم اور رنگ اور ملک جدا ہے پس ایک حد تک وہ بڑی عاجزی سے خدا کے ساتھ ساتھ اسکی صفات۔ رب۔ رحمٰن۔ رحیم۔ اور مالک کے ماتحت چل رہا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ صفات ضرورت کے وقت ظاہر ہوتی ہیں لیکن آپ ان کی مشق کریں۔ اور انسان کی خاطر انہیں مستقل سرمایہ کے طور پر بنالیں۔ سوسائٹی کی موجودہ حالت جیسا کہ وزیراعظم صاحب نے تھوڑے دن ہوئے کہا۔ جناب مسیح پر ایک دھبہ ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ خدا اور اسکے تمام پیغمبروں پر بمع جناب عیسیٰ (نعوذ باللہ) دھبہ ہے۔ پھر وزیراعظم صاحب کا خیال ہے کہ آئندہ ہر ایک ملک میں ہر ایک آدمی کا خیال کیا جائیگا۔ اور ہر شخص کی کمائی دوسرے شخص کی ضرورت کیلئے خرچ کیجائیگی اس صورت میں میں کہتا ہوں۔ کہ خدائی سلطنت زمین پر نازل ہوگی۔ جیسا کہ حضرت محمد صلعم کے زمانے میں ہوئی تھی۔ فرشتے تب زمین پر نزول کرینگے اور رحمت کے پر ہم پر پھیلائینگے پھر زمین پر موعودہ ہزار سالہ سلطنت امن یا خدائی سلطنت دکھائی دیگی۔ اور ہم اپنی اصلی وراثت حاصل کرینگے یعنی خدا انسان کے ساتھ ہوگا۔ ہم الوہیت کے سرحد پر اڑینگے جس سے آگے ہم جا نہیں سکتے لیکن وہ لوگ جن کا خیال اس کے خلاف ہے۔ وہ دھوکے میں ہیں۔ جیسے وہ بعض حالات میں خدا سمجھ بیٹھے ہیں۔ وہ ایک مظہر خدا ہے الوہیت استعدادات کے دائرے سے باہر ہے

اور تمثیلات اسکی حقیقت کو ظاہر نہیں کر سکتیں۔ جن مُتبرک حدود کا میں ذکر کر رہا ہوں یہاں تک نا اہل نہیں پہنچ سکتا۔ خدائی حدود تک پہنچنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ ہم فروتنی کی فیاضی اور خیرات کی طرز اختیار کر کے خدا کے ساتھ چلیں۔ پس رب۔ رحمٰن۔ رحیم۔ اور مالک کے سچے پرستار بننے کی کوشش کرو۔ اور جیسا کہ لارڈ ٹالسٹائی کا قول ہے کہ خدا کی عبادت یہی ہے کہ اسکی خواہش ہماری خواہش ہو۔ اور خدا خلق اللہ کی بہبودی چاہتا ہے۔ اس لئے خلق اللہ کی بہتری کیلئے کوشاں ہوں تاکہ خدا کا دروازہ تمہارے لئے کھولا جائے۔ پاک زندگی کیلئے یہ پہلی شرط ہے۔ اس کے بغیر آپ کا تمام علوم الٰہیات ایک قسم کا سراب ہے۔ اس سے مدد تو مل سکتی ہے۔ بشرطیکہ یہ شرط پہلے پوری کیجائے۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے۔ کہ وہ ہمیں اس شرط کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ اور دُنیا کو اس آفت سے نجات دے جسمیں کہ وہ انسان کی رذالت اور خود غرضی کی وجہ سے پھنسی ہے۔ آؤ ہم اب اپنے خدا کی حمد کریں۔ اور ان الفاظ میں جو ہمیں ہمارے رسول صلعم نے سکھائے ہیں۔ اسکی حمد و ثنا کریں۔ اور میں اپنے مسلمان بھائیوں سے التجا کرتا ہوں۔ کہ میرے ساتھ ملکر یہ پڑھیں۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ خدا بڑا ہے۔ خدا بڑا ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ خدا بڑا ہے۔ خدا بڑا ہے اور سب تعریف اور حمد اُسی کیلئے ہے +

جنوری ۱۹۱۹ء کا رسالہ اشاعت اسلام

(۱) جن احباب کا چندہ اس رسالہ دسمبر ۱۹۱۸ء کے پرچہ پر ختم ہوتا ہے ازراہ کرم مبلغ تین روپے بابت چندہ سال ۱۹۱۹ء بذریعہ منی آرڈر بنام امین صاحب ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ورنہ بصورت دیگر جنوری ۱۹۱۹ء کا رسالہ ان سب کی خدمت اقدس میں مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء کو بذریعہ وی پی ارسال ہوگا +

(۲) اگر کسی معزز احباب کو خدانخواستہ کسی سبب سے ایسے اہم اسلامی رسالہ کے آئندہ خریدار بننے میں کچھ پیش ہو تو ازراہ کرم وی پی کی روانگی سے پیشتر ہی مطلع فرمائیں۔ تاکہ دفتر ان کو انکار وی پی سے محصول ڈاک کا نقصان اٹھانا پڑے۔

(۳) اس مفید اسلامی رسالہ کا اکثر حصہ انگریزی کا ترجمہ ہے جو کہ تمام انگلستان میں مسلم مشن ووکنگ کو پہنچتا ہے +

(۴) اس رسالہ کے ساتھ فہرست مضامین بابت سال ۱۹۱۸ء ملفوف کیجاتی ہے معزز ناظرین ازراہ کرم اپنی جلدوں کے شروع میں لگا کر ممنون فرمائیں +

(۵) احباب توسیع اشاعت کی طرف توجہ مبذول فرما کر عنداللہ ماجور ہوں + مینیجر رسالہ

ملنے کا پتہ امین صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر۔ انگلش ویرہوس مال لاہور

ووکنگ مسلم مشن کی اجمالی کیفیت

اور

اس کا حساب آمد و خرچ

اس جگہ نہ تو مجھے اس مشن کو پبلک میں انٹروڈیوس کرانے کی ضرورت ہے اور نہ پبلک پر اسکی اہمیت ظاہر کرنے کی چنداں حاجت ہے۔ جو کچھ بھی اس مشن کی حیثیت ہے وہ پبلک پر ظاہر ہو چکی ہے میں یہاں ایک تو اسکی موجودہ حالت پر کچھ عرض کرونگا۔ کچھ یہ بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ ہمیں آمد و خرچ کیا کرنا ہے۔ اسکی موجودہ مالی حالت کیا ہے۔ اور کہاں تک یہ مشن محض فضل ایزدی سے ایکدم تک مستقل طور پر مالی مشکلات سے نکل گیا ہے۔ اور آج تک اسکی آمد و خرچ کی کیا صورت رہی۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں میں اس طرف آیا۔ سنہ ۱۹۱۳ء کی ابتدا میں رسالہ اسلامک ریویو شائع کیا گیا۔ سنہ ۱۹۱۳ء کے اخیر میں لارڈ ہیڈلے بالقابہ کا اعلان اسلام ہوا۔ جس سے کل اسلامی دنیا میں ایک قسم کا تلاطم پیدا ہوا۔ حسب معمول مسلمانوں کا جوش ابھرا۔ اور چند مہینوں میں بیٹھ گیا۔ ہندوستان میں بمقام لاہور تبلیغ بلاد غیر کے نام سے ایک انجمن بنائی گئی۔ جس نے کچھ روپیہ جمع کیا۔ اس کا کچھ حصہ ووکنگ مشن کی امداد میں بھیجا گیا اور کچھ روپیہ ترجمۃ القرآن کی کمیٹی کے حوالے کیا گیا۔ افسوس کہ یہ فنڈ بھی جہاں تھا وہیں رہا۔ سنہ ۱۹۱۴ء کے اخیر میں میں ہندوستان پہنچا۔ اور سنہ ۱۹۱۵ء کے شروع میں میں نے ہندوستان میں تحریک کی۔ سنہ ۱۹۱۶ء کے اخیر میں میں اس طرف آگیا۔ اور اب تک یہاں ہوں +

سال ۱۹۱۳ء اور اگست سنہ ۱۹۱۴ء تک یہ مشن اس جگہ میری نگرانی میں رہا۔ اس کا خرچ اس وقت زیادہ تر اسلامک ریویو اور اسکی مفت تقسیم تھی۔ میرے بعد اگست ۱۹۱۴ء سے لے کر اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء تک اس مشن کے نگران یہاں اخویم مولوی صدرالدین صاحب تھے تب سے علاوہ تقسیم اسلامک ریویو مشن کو اخراجات مہمان نوازی لندن میں نماز جمعہ کا انتظام مختلف مقام پر لیکچر اور مختلف قسم کے مسلم لٹریچر کی مفت تقسیم کے اخراجات بھی برداشت کرنے پڑے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں جسقدر آمد ہوئی وہ علاوہ قیمت اسلامک ریویو زیادہ تر چند ذاتی احباب کی امداد تھی جو کسی قدر براہ راست اور زیادہ تر اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور کی وساطت سے تھی جسکا بالکل تعلق اسلامک ریویو

یہی حالت قریباً اس آمد کی ہے جو ۱۹۱۴ء میں مجھے براہ راست یا بوساطت شیخ صاحب موصوف موصول ہوئی ۱۹۱۵ء میں مسلم پبلک کا اس مشن سے زیادہ تر تعلق ہو گیا

حساب کتاب کے متعلق یہ صورت ہے کہ جو کچھ ابتدا سے ہندوستان میں وصول ہوا۔ وہ ۱۹۱۴ء کے اخیر تک شیخ صاحب موصوف کی کتب حساب میں درج ہے۔ اور ایسا ہی خرچ بھی۔ اس وقت تک کوئی لاہور میں میرا دفتر متعلق مشن تھا اور نہ کوئی آمد و خرچ براہ راست ہوا۔ ۱۹۱۵ء کے شروع میں میں نے دفتر لاہور میں قائم کیا۔ اس وقت سے آج تک جس قدر آمد ہوتی ہے۔ وہ ہندوستان میں تقریباً کُل کی کُل پہلے شیخ صاحب کی کتابوں میں درج ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بعد ان کا اندراج تفصیل کے ساتھ ہمارے دفتر لاہور کی کتابوں میں کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی اخراجات کا حساب بھی ہمارے دفتر میں بالتفصیل لکھا جاتا ہے۔ خرچ کیلئے رقوم جو وقتاً فوقتاً شیخ صاحب سے لیجاتی ہیں وہ انکے کتب میں درج ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ جو روپیہ ایجنٹ بھی وصول کرتے ہیں۔ یا جو میں نے بھی ہندوستان کے دوروں میں خود وصول کیا۔ وہ بھی بذریعہ منی آرڈر یا بیمہ براہ راست شیخ صاحب کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے ماسوائے اُس رقوم کے جو میں نے حیدر آباد میں وصول کیں میرے دوران قیام حیدر آباد میں آمد کا کل حساب نواب صدر یار جنگ صاحب بہادر کے ہاتھ میں رہا۔ اور انہیں کی وساطت سے روپیہ حضرت مولوی صدر الدین صاحب کے نام بھیجا گیا۔ اس وقت بھی ہندوستان میں آمد کے متعلق یہی دستور العمل ہے۔ انگلستان میں جو آمد وصول ہوتی رہی ہے۔ اس کے حساب کی صورت یہی ہے کہ ۱۹۱۳ء تک میں تنہا انگلستان میں تھا۔ اس کے بعد شیخ نور احمد صاحب بلال یہاں آ گئے۔ آمد کا حساب اندراج میرے اور اُن کے ہاتھ میں رہا لیکن خرچ کا حساب کُلیتہً ان کے ہاتھ میں تھا۔ اگست ۱۹۱۴ء سے لے کر اخیر ۱۹۱۶ء تک آمد خرچ کا حساب شیخ نور احمد صاحب کے ہاتھ سے کتب میں زیر نگرانی مولوی صدر الدین صاحب درج ہوتا رہا۔ آغاز ۱۹۱۷ء سے اس وقت تک کُل آمد جو عموماً کاغذ کی شکل ہوتی ہے وہ میری نگرانی میں ملک عبد القیوم صاحب بی اے کے ہاتھ سے کتاب آمد میں درج ہو کر بینک میں چلی جاتی ہے۔ اخراجات یہاں کے میری ہدایت کے ماتحت انہیں کے ہاتھ سے ہوتے ہیں۔ اور وہی کتب حساب میں درج کرتے ہیں۔ یہ ترتیب حساب کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوگا۔ کہ اگرچہ آمد و خرچ کے ساتھ میں نے براہ راست کوئی تعلق رکھنا پسند نہیں کیا لیکن وہ

مستطابق پر بیتھ کر ہمیں ایک پائی بھی ادھر اُدھر ہونے کا احتمال نہیں جو ہندوستان میں کم ہوتی
ہے۔ وہ شیخ صاحب کے رجسٹروں میں موجود ہے۔ اور جو یہاں آتی ہے۔ ماسوا اُن رقوم کے جو شیخ
رحمت اللہ صاحب بحیثیت مجموعی مجھے بھیجیں یا ایک خاص رقم امداد کر (جس کا ذکر سالانہ رپورٹ
میں آجاتا ہے) باقی کل رقوم لنڈن ملک صاحب میں درج ہو کر بنک میں چلی جاتی ہیں۔ جہاں ان کا
اندراج ہماری کتب کے مطابق ہوتا ہے۔ رقوم آمدہ از شیخ رحمت اللہ صاحب کا اندراج یہاں
کی کتاب آمد میں اسلئے نہیں ہوتا کہ کتب آمد ہندوستان میں وہ ایکدفعہ ہو چکا ہے۔ اگرچہ اس طرح
آمد و خرچ کا حساب دوسروں کے ہاتھ میں ہے اور میں نے اپنی ذات کو اس سے الگ رکھا ہوا ہے
تاہم مجھے ان دوستوں کی امانت پر کلی اعتبار ہے۔ اور اگر نقصان ہو تو اخلاقی طور میں ہی اس کا
جوابدہ ہوں۔ اس وقت بھی سنہ ۱۹۱۰ء کے شروع سے آج تک ہندوستان
میں آمد اس کی وصولی شیخ رحمت اللہ صاحب کے ہاتھ میں ہے اور اس کا
خرچ آمد شیخ نور احمد بلال صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ اور یہاں کی آمد کی وصولی
کا حساب بھی آغاز سنہ ۱۹۱۴ء سے اس وقت تک ملک صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ اور
وہی بینک میں جمع کراتے ہیں۔ خرچ اور اس کا حساب انہیں کے ہاتھ میں ہے۔ بلکہ اس سے بہتر اس
مسلم روپیہ کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ میرے نزدیک یہ بہترین طریق ہے کہ جس میں میری ذات کو بھی
بلا واسطہ آمد و خرچ سے تعلق نہ رہے۔ اور مسلمانوں کے مال کی بھی حفاظت ہو۔ یہ طریق میں نے
کسی کے کہنے پر یا کسی دباؤ سے یا کسی جوابدہی کے خیال سے اختیار نہیں کیا۔ بلکہ ابتدا سے آج تک
جس کسی نے مدد دی ہے۔ وہ مجھے عند اللہ دی۔ نہ حساب طلب کرنے کی غرض سے۔ اور نہ کبھی
کسی نے مجھ سے ابتدا سنہ ۱۹۱۳ء سے سال زیر رپورٹ تک کبھی حساب طلب کیا جس نے جو دیا عند اللہ
مجھے دیا لیکن اس قدر اعتبار جو میری ذات پر کیا گیا۔ اس کا حقیقی شکریہ میری طرف سے یہی ہے کہ
میں ان کے مال کی حفاظت بھی اسی طرح کروں جیسے کہ کوئی اپنے ذاتی مال کی کرتا ہے۔ چنانچہ
جب سے عام طور پر لوگوں نے مدد شروع کی یعنی سنہ ۱۹۱۵ء سے میں تب سے حساب شائع کرتا رہا ہوں
رسالہ اشاعت اسلام میں آپ سنہ ۱۹۱۵ء کا حساب آمد و خرچ ہندوستان پائیں گے۔ جو رسالہ مذکور
بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا۔ اس میں آپ کو نظر آجائیگا۔ کہ جسقدر آمد ہندوستان میں

اس سال ہوئی ہے آنے پائی تک شائع کردیگئی۔ میں نے یہ حساب ہندوستان میں مرتب کرایا۔ اور شائع کردیا۔ انگلستان کا سنہ ۱۹۱۵ء کا حساب اس وقت ہندوستان میں موجود نہ تھا اسلئے اسوقت درج نہ ہوسکا۔ اس کا خلاصہ میں اس رپورٹ میں درج کردیتا ہوں۔ سنہ ۱۹۱۶ء کا حساب رسالہ اشاعت اسلام مجریہ جنوری سنہ ۱۹۱۷ء میں درج ہے۔ اسمیں بھی جس قدر آمد ہندوستان میں ہوئی ہے اسم وار آنے پائی تک درج کردیگئی۔ یہاں بھی آمد ہوئی لیکن اُس کا اندراج شیخ نور احمد کی کتب میں ہے۔ میں نے اُسے اُس خلاصہ میں لیا۔ جو وہ اپنے ہاتھ سے کتب مد کے آخیر میں درج کرگئے تھے۔ خرچ کی بھی تفصیل حسب ضرورت دیدیگئی۔ اب سنہ ۱۹۱۷ء کا حساب یہاں درج ہوتا ہے۔ اسمیں بھی آپ اسم وار آمد ہندوستان کو ملاحظہ کریں یہاں کی آمد بھی اسم وار اسلامک ریویو کے کسی نہ کسی نمبر میں چھاپ دیجائیگی۔ جس کا خلاصہ یہاں دیا گیا ہے ٭

جہاں تک اسلامک ریویو کا سوال ہے۔ اور جس کو میری ذات سے تعلق ہے۔ میں نے خریداروں کی آمد کا خلاصہ یہاں دیا لیکن جو رقم ریویو کی تقسیم بلاقیمت کے لئے وصول ہوئی ہے وہ بھی اسم وار درج کردیگئی ہے۔ اور یہ طریق آج سے نہیں بلکہ آغاز سنہ ۱۹۱۵ء سے لیکر آج تک طبع کی صورت میں آچکا ہے۔ اسلامک ریویو کے اس خرچ کا سوال جو مفت تقسیم ہوتا ہے۔ وہ کسی قدر وقت طلب تھا۔ کہ آیا کس قدر اسکی قیمت محسوب کیجائے۔ یا بالفاظ دیگر کسقدر بطور منافع ایسی آمد سے کچھ وضع کیا جائے۔ علاوہ ازیں اگرچہ شروع سے لیکر اخیر سنہ ۱۹۱۶ء تک جس قدر رسالہ چھپا وہ زیادہ تر مفت ہی تقسیم ہوا لیکن سوائے قیاس کے میں ٹھیک اندازہ اس وقت نہیں کرسکتا۔ کہ کسقدر مفت تقسیم ہوا۔ ہاں سنہ ۱۹۱۷ء میں اور ایسا ہی اس سال بھی ایک تہائی کے قریب یا کچھ زیادہ رسالہ مفت تقسیم ہوتا ہے باقی خریداروں میں جاتا ہے۔ جنگ کے باعث بعض بیرونی ممالک میں اول تو رسالہ جانے نہیں پاتا۔ اور پھر ڈاک کی تکلیف نے مجھے اسی امر پر آمادہ کیا ہے۔ کہ میں اس مفت تقسیم کو انگلستان کے باہر غیر ممالک میں کم کروں۔ غرض شروع سال سنہ ۱۹۱۷ء سے آج تک یہ رسالہ خریداروں کو اور ۱/۳ مفت جاتا ہے۔ اس سے پہلے تعداد نصف سے زیادہ بلاقیمت تقسیم ہوتا رہا۔ بہرحال یہ دقت میں نے یوں حل کردی ہے کہ سنہ ۱۹۱۵ء و سنہ ۱۹۱۶ء میں جو کچھ بھی اسلامک ریویو کی آمد میں وصول ہوا وہ بھی مشن میں ڈالدیا۔ خواہ خریداروں کی طرف سے اور خواہ امدادی طور سے اور جو خرچ ہوا وہ بھی مشن کے نام دکھلادیا۔ ہاں سنہ ۱۹۱۷ء میں جو کچھ بلاقیمت تقسیم کیلئے وصول ہوا وہ مد

تقسیم و تقسیم میں کم لادیا گیا اور اسکے بالمقابل اسلامک ریویو کے خرچ کی ایک تفصیلی خرچ میں ڈالدیگئی اور حساب خرچ کی تفصیل بھی چھاپ دیگئی +

الغرض شروع سے لیکر آج تک بلاقیمت تقسیم اسلامک ریویو کسی قسم کے ذاتی منافع کی غرض نہیں کیگئی اور نہ آیندہ کوئی خیال ہے۔ اب رہا سنہ ۱۹۱۳ء لغایت سنہ ۱۹۱۴ء کا حساب آمد و خرچ سو جیسا میں نے اوپر عرض کیا ہے اس کا حساب کتاب جہانتک ہندوستان کا سوال ہے وہ تو شیخ رحمت اللہ صاحب کی کتابوں میں ہے۔ اور جہانتک یہاں کا حساب ہے وہ زیادہ تر شیخ نور احمد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس کا ترتیب دینا کسی قدر محنت طلب ہے۔ آسان طریق تو یہ تھا کہ میں کتابیں ہندوستان بھیجدیتا۔ اور شیخ نور احمد صاحب حساب ترتیب کر دیتے اور شاید میں ایسا ہی کروں۔ سردست میں نے شیخ رحمت اللہ صاحب کی خدمت میں لکھ بھیجا ہے کہ وہ سنہ ۱۹۱۳ و ۱۹۱۴ء کی آمد و خرچ کا حساب جو ہندوستان میں ہوا مجھے بھیجدیں۔ اور میں یہاں کی کتابوں سے حساب مرتب کر دونگا۔ اگر خدا کو منظور ہوا تو سنہ ۱۹۱۳ء کا حساب سنہ ۱۹۱۸ء کے حساب کے ساتھ ابتدائے سنہ ۱۹۱۹ء میں شائع کر دیا جائیگا +

حساب کے شائع کرنے میں دیر اسلئے لگجاتی ہے کہ حساب دو جگہ ہے۔ اول ہندوستان سے خلاصہ حساب یہاں آتا ہے۔ اور اگر اسمیں کوئی رقم تشریح طلب ہوئی تو پھر خط و کتابت ہوتی ہے اسطرح موجودہ انتظام ڈاک کے ماتحت مہینوں کے مہینے یونہی گذر جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہاں کا عملہ اس قدر تھوڑا ہے۔ اور کام اس قدر زیادہ ہے کہ ہفتے کا کام مہینے پر جا پڑتا ہے۔ کیونکہ دوسرے کاموں سے فرصت نہیں ملتی۔ اب میں یہاں گذشتہ تین سالوں کا حساب اجمالاً دیدیتا ہوں جس کی تفصیل آپ اخیر میں پائینگے۔ تا ناظرین رپورٹ کو سمجھ آجاوے کہ سنہ ۱۹۱۵ء کے آغاز سے لیکر سنہ ۱۹۱۷ء کے اخیر مشن کی مالی حالت کی کیا صورت ہے +

آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۷ء جسمیں آمد و خرچ اسلامک ریویو شامل ہے +

آمد در ہندوستان سنہ ۱۹۱۵ء	۳۰۰۰۸-۵-۰	خرچ در ہندوستان سنہ ۱۹۱۵ء	۱۲۹۰۹-۳-۰
در انگلستان ؍؍	۲۶۳۷-۱۳-۰	خرچ انگلستان سنہ ۱۹۱۵ء	۱۶۱۵۰-۶-۶
آمد در ہندوستان و انگلستان سنہ ۱۹۱۶ء	۲۱۹۰-۱-۶	خرچ در ہندوستان و انگلستان سنہ ۱۹۱۶ء	۲۶۹۶۸-۱۱-۳
میزان	۵۴۹۳۳-۱۱-۶	میزان	۵۶۶۲۸-۸-۹
کمی	۱۷۰۱-۱۲-۳		
	۵۶۶۳۵-۸-۹		

ان دو سالوں میں ۱۷۰۱ روپیہ ۱۲ آنے ۳ پائی کی کمی ہے یہ دو سال درصل سخت امتحانات کے تھے غیر ممالک میں لٹریچر کی تقسیم میں موجودہ قیود اور دقتیں اس قدر نہ تھیں چنانچہ کثرت سے اسلامک ریویو اور دوسرا لٹریچر تقسیم کیا گیا ایسا ہی مہمانوں کی کثرت بھی۔ ان دو سالوں میں زیادہ رہی کیونکہ میدان جنگ نے موجودہ ایام کی طرح کثرت سے اہالیان ملک کو اپنی طرف نہیں بلایا تھا۔ لیکن یہ کوئی کمی نہیں اس کے مقابل جو مجھے سرکار نظام سے رخصتانہ کی رقم ملی اور جو میری ذاتی الاؤنس دو سال تھے۔ وہ بھی احتیاطاً میں نے مشن میں ڈال دی جو رقم اٹھائیس صد ہوتی ہے سو اس طرح کمی پوری ہو جاتی ہے۔ اسلئے سر دست میں اخیر سنہ ۱۹۱۶ء کی آمد و خرچ برابر کر کے سنہ ۱۹۱۷ء سے شروع ہوتا ہوں۔ جب میں نے دوبارہ ہندوستان سے آکر کام کو سنبھالا اس سال کی اجمالی کیفیت آمد و خرچ حسب ذیل ہے۔ تفصیل اس کے اخیر پر ہے +

	پائی	آنہ	روپیہ
آمد	۰	۴	۲۰۴۱۳
خرچ	۶	۳	۱۴۶۳۷
بچت	۶	۱	۵۷۷۶

اس میں اسلامک ریویو کا وہ آمد و خرچ تو شامل ہے جو تقسیم بلا قیمت ہوا۔ ہاں وہ شامل نہیں جو خریداران کے متعلق ہے۔ اگر اسے شامل کیا جائے تو کل آمد ۰ آنہ ۰ - ۲۹۶۸۵ روپیہ - اور خرچ ۶ پائی - ۱۲ آنہ - ۲۳۹۰۷ روپیہ ہوتا ہے بہرحال ابتدائے سنہ ۱۹۱۸ء میں کل مشن کی بچت ۶ پائی - ۱ آنہ - ۵۷۷۶ روپیہ جو مجھے یقین ہے کہ سنہ ۱۹۱۲ و ۱۳ء کے حساب کرنے سے بڑھ جائے۔ لہٰذا اس رقم کی تفصیل یہ ہے۔ اس کی تقسیم میری اقتضائے رائے کے ماتحت زیادہ تر ہے یعنے جو رقم امداد کی ہوتی ہے وہ میں خود ہی مشن کی مدات میں بعض وقت تقسیم کر دیتا ہوں اگر بھیجنے والے نے اپنی مرضی ظاہر نہ کی ہو +

	پائی	آنہ	روپیہ
بمد تقسیم بلا قیمت اسلامک ریویو و دیگر لٹریچر	۰	۶	۱۵۸۹
بغرض ترجمہ انگریزی بخاری شریف	۰	۱۳	۳۵۸
بغرض تقرر مبلغان در انگلستان	۰	۰	۵۰۰
باغراض عامہ مشن	۶	۱۴	۳۴۳۰
میزان	۶	۱	۵۷۷۶

یہ بلحاظ مالی حالت ۱۹۱۷ء کے آخر تک تھی ۱۹۱۸ء میں بھی جہانتک میں سمجھتا ہوں شاید خرچ کسی صورت میں پہلے سے زیادہ ہو گا میں یہ دو سال یعنی جب سے میں دوبارہ ادھر آیا۔ زیادہ طرح اسی طرف متوجہ رہا کہ مشن کو مالی حالت کے لحاظ سے کسی مستحکم بنیاد پر لے آؤں چنانچہ رسالے کے نکالنے یا مختلف مقامات پر لیکچر اور سرمن دینے کے علاوہ میرا زیادہ وقت اسی معاملے میں گزرا۔ اور خدا کا احسان ہے کہ میں اپنی کوشش میں ایک حد تک کامیاب ہو گیا۔ اور اگر مجھے مشن کا کام بڑھانا مدنظر نہ ہو۔ اور اس کے موجودہ کام کو میں کافی سمجھوں تو پھر اگر حالات موافق ہیں تو یہ مشن اب دوسروں کی امداد سے کلیتہً فارغ البال ہو گیا ہے لیکن یہ موجودہ کام کسی طرح کافی نہیں +

مثلاً مسجد ووکنگ۔ اسکی صفائی۔ اسکی روشنی اُس کا باغ وہاں ایک آدمی کا بحیثیت خادم مؤذن مستقل طور پر رہنا۔ یہ ایک مستقل خرچ چاہتا تھا۔ اور سچ پوچھو تو تبلیغ کے سوا اسم مشن ہی ایک لے معنی چیز ہے جب تک ساتھ ہی اسکی وقتاً فوقتاً مرمت اس کی رونق کے دوسرے اسباب کا مُہیا کرنا۔ یہ باتیں یہاں کے حالات کو سامنے رکھ کر مشن کی عزت کیلئے بھی ضروری ہیں۔ عدم ذرائع کے باعث صرف حسب ضرورت ہی ہم بعض چیزیں آج تک مُہیا کرتے رہے لیکن آج مجھے سرکار بھوپال نے جو ایک اسلامی مشہور ریاست ہے کی طرح برادرانِ نقد طور پر بھی مرہونِ احسان ہوں اس خرچ سے فارغ البال کر دیا۔ سرکار عالیہ نے ان واقعات کے لکھے جانے پر مبلغ پندرہ صد روپیہ کی سالانہ رقم مسجد کے اخراجات کے لئے مستقل طور پر مقرر فرما دی۔ یہ رقم ٹرسٹیان[1] مسجد کی نگرانی میں میرے ذریعہ خرچ ہو گی۔ مسجد سے اگر کچھ بچ رہا۔ تو میموریل ہؤس پر خرچ ہو گا۔ جہاں اس مشن کا دفتر اور کارکنان مشن کی رہائش ہے۔ برادرانِ اسلام۔ اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کریں کہ اس ملک میں جہاں ایک آدمی کا کمرہ خواب ایک سال کے واسطے بہت سے پونڈوں کا خرچ چاہتا ہے۔ اور جہاں چپہ بھر زمین سونا بچھا کر ملتی ہے وہاں خدا تعالےٰ نے ہمیں ایک مسجد۔ ایک مکان اور اس کے ملحقہ تین ایکڑ زمین عطا کر رکھی ہے جو ایک دن ایک عمدہ باغ اور ایک مسلم محلہ اپنے اندر بنا سکتی ہے۔ اور اس کے اخراجات کا انتظام بھی ہو گیا۔ یہ امر بھی مسلم احباب کی دلچسپی کا موجب ہو گا کہ یہ مسجد بھی سرکار بھوپال کے روپیہ سے ۱۸۸۶ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ ووکنگ گو ہمارا مرکز ہے اور رہیگا لیکن ضرور تھا کہ لندن میں کوئی مستقل جگہ نماز جمعہ اور مشن کے دیگر کاروبار کی ہو لیکن اس کے معنے ہزار ہا روپیہ کا سالانہ خرچ تھا۔ ۱۹۱۷ء سے پہلے صرف

[1] نوٹ۔ موجودہ ٹرسٹیان حسب ذیل ہیں: رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب۔ مسٹر عباس علی بیگ صاحب۔ آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب

نماز جمعہ کا انتظام کسی پبلک ہال میں اور پھر ایک مکان میں جس کا نصف حصہ مجلسے پاس تھا لندن
میں ہوتا رہا لیکن یہ امر کافی نہ تھا میں نے یہاں آکر اس معاملہ کا مفصل طور پر آنریبل سید امیر علی صاحب
اور مرزا عباس علی بیگ صاحب سے تذکرہ کیا انہوں نے بھی اس مشن کی اہمیت اور اس کے مفید کام پر خود
لندن مسلم فنڈ سے ۱۲۰ پونڈ سالانہ کی مستقل امداد کا میرے کہنے کے مطابق خرچ کرنا منظور کر لیا
الغرض اس رقم سے ہمنے ایک مکان نہایت با موقع ایک معزز حصہ لندن میں لیلیا۔ یہ مکان نہایت وسیع ہے
اس کا ایک کمرہ بطور نماز گاہ کام آتا ہے۔ جہاں معقول تعداد میں نمازی کھڑے ہو سکتے ہیں ایسا ہی ایک
کمرہ لیکچر روم کا کام دیتا ہے۔ ایک اور حصہ بطور گول کمرہ اور دفتر۔ اور ایسا ہی اور ضروریات کے کمرے ہیں
اسی مکان کا نام لنڈن مسلم ہوس ہے۔ اس کے فرنیچر کیلئے جہانتک نماز گاہ اور لیکچر روم کا تعلق ہے وہ بھی
میرے لکھنے پر اسی فنڈ نے قریبًا ایکہزار روپیہ سے اوپر دیدیا۔ باقی فرنیچر بھی جس کی مالیت شاید
ڈیڑھ ہزار روپیہ ہو۔ وہ سنہ ۱۹۱۴ء میں ادا ہوا جس کو آیندہ حساب میں دکھلایا جاویگا۔ اس کا ایک حصہ
ممکن ہے میں اپنے ذمہ ڈال لوں۔ الغرض اس طرح ہم لندن کے اخراجات مکان سے ہمیشہ کیلئے بالکل فارغ ہو گئے
کیونکہ یہ رقم ۱۲۰ پونڈ سالانہ کی ایک مستقل آمد ہے جب تک کہ خود لندن میں مسجد نہ بنے۔ سو تب مکان کی
ضرورت نہ ہوگی۔ رہا اس مشن کا آرگن اور اسلامی لٹریچر کا مفت تقسیم ہونا سو اسلامک ریویو اس
خدمت کے لئے حاضر ہے۔ کسی مزید خرچ کا محتاج نہیں۔ یہ اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہے اس کا مجھ
پر بوجھ نہیں جو کوئی قیمت دیتا ہے وہ اُسے خریدتا ہے۔ خدا تعالے نے اس وقت تک مجھے توفیق دی
کہ اس کا منافع زیادہ تر مشن کے ہی نذر کردوں۔ اور آیندہ بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ لٹریچر کی مفت
تقسیم کے سرمایہ کا سوال دقت طلب تھا سو ایک بزرگ قوم کی فیاضی طبع نے میری عرضداشت
پر چھ ہزار روپیہ سالانہ مستقل طور سے اس مشن کی امداد میں دیا جس کی تقسیم میری اقتضاء رائے
پر چھوڑی گئی ہے۔ سو اسمیں میں نے تین ہزار روپیہ مفت تقسیم لٹریچر کیلئے الگ کردیا ہے علاوہ ازیں
چھ صد روپیہ سالانہ عالیجناب پرنس حمید اللہ خان صاحب بہادر چیف سکرٹری ریاست بھوپال
نے اس مد میں دے رکھا ہے۔ اس طرح تین ہزار چھ صد روپیہ اس خرچ کیلئے مستقل آتا ہے سو جسقدر
کتابیں اس میں چھپ سکینگی۔ تو کم از کم تقسیم ہو سکتی ہیں۔ میں مفت تقسیم کیلئے جسقدر رسالے چھاپتا
ہوں۔ اس کا خالص خرچ ہی ایسے سرمایہ پر ڈالتا ہوں۔ اب رہے دیگر اخراجات جس میں سے

ایک خرچ یہ ہے۔ کہ لندن مسلم ہوس میں ایک مستقل ہوس کیپر ہو۔ اس کے علاوہ وہاں روشنی اور کوئلہ کا خرچ ہے۔ ہوس کیپر کا خرچ سالانہ تو کوئی ڈیڑھ سو روپیہ ہوگا۔ اسی طرح اور اخراجات ووکنگ اور ووکنگ کا عملہ ادائے وغیرہ ہیں جس کی تفصیل ہمارے احباب کسی سال کے مطبوعہ اخراجات سے دیکھ سکتے ہیں

اسکے لئے میرے پاس تین ہزار روپیہ سالانہ ہے۔ یعنے اس چھ ہزار میں جس کا اوپر ذکر کیا۔

مہمانخانہ کا سوال میں نے امسال بہت آسانی سے طے کرلیا۔ سال ۱۹۱۰ء تک جسقدر یہاں کارکن رہے انکو کچھ تو الاؤنس ملتا تھا اور خوراک بھی مشن کے ذمہ تھی۔ میں نے یہ پسند کیا۔ کہ تنخواہیں زیادہ کی جائیں۔ اور سوائے عملہ ادائے کے باقی کل کارکن اپنی خوراک کا خرچ آپ دیں۔ چونکہ ہم ملکر رہتے ہیں۔ اور نہایت کفایت شعاری سے گذر کرتے ہیں۔ جو رقم اس طرح پر بطور بورڈ وصول امسال ہوئی وہی زیادہ تر مہمانوں کے اخراجات کی کفیل ہوگئی۔ مہمانوں کی تعداد میں جنگ کے باعث گو کمی ہوگئی ہے۔ تاہم اگر فی وقت ایک مہمان سمجھا جائے تو کل مہمان ووکنگ اور لندن مسلم ہوس میں ڈھائی سو سے اوپر آئے۔ لندن مسلم ہوس کے مہمانوں کا خرچ تو میں نے اپنے ذمے ڈال لیا۔ یعنے اس جگہ جو باورچیخانہ پر خرچ ہوا اسمیں سے مشن پر صرف سولہ پونڈ یعنے ہوس کیپر کی خوراک مایحتاج ۱۰ ماہ۔ باقی خرچ وہاں کے مہمانوں کا میں نے مشن پر نہیں ڈالا۔ وہ اپنے متعلق کرلیا۔ اور ووکنگ میں جسقدر خرچ باورچیخانہ میں ہوا۔ اسمیں سے مہمانوں کے متعلق صرف ستائیس پونڈ مشن پر ڈالے ہیں یعنے سوا دو پونڈ ماہوار جس کے مقابل ایک وقت کے مہمان اکیماہ میں ۲۰۰ کے قریب تھے۔ اُن کا خرچ کارکنان مشن کے خرچ خوراک سے ہوا انہوں نے دیا کل آیا جسمیں مکرمی شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بھی شامل ہیں جنکی خدمات بالکل عنداللہ ہیں ان کے متعلق میں آئندہ لکھونگا

رہا میری ذات کا بوجھ نہ اسوقت بحمداللہ مشن پر ہے اور نہ کبھی پہلے مشن پر ہوا۔ میرے لئے یہ کوئی امر عیب تھا۔ کہ میں اپنا روزینہ مشن سے لیلیتا۔ میرا ایسا کرنا قرآن اور حدیث کی منشاء کے مطابق ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے محض اپنے فضل سے اس وقت تک اس ضرورت سے الگ رکھا۔ میں نے اس وقت تک کچھ بطور ایڈیٹر اسلامک ریویو گذارہ کے طور پر آمد ریویو سے لیا اور کچھ میری مایحتاج کیلئے سرکار بھوپال و حیدرآباد نے ذاتی طور پر میرے لئے منصب اور وظیفہ مقرر کردیا

اس طرح مشن آئندہ کیلئے بھی اس خرچ سے آزاد ہے۔ یہ ہے اس مشن کی اجمالی کیفیت میرے احباب سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس پانچسال کے خاتمہ پر جو مشن کا پہلا مرحلہ زندگی تھا مشن ایک مختصر کام کرنے کیلئے بالکل مستحکم پاؤں پر کھڑا ہوگیا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا۔ تو اب اسکو کوئی مالی خطرہ اس اپنی مختصر سی ہستی کے قیام کیلئے نہیں۔ ہمارے پاس مسجد ہے۔ اور مکان رہائش ہے اور دفتر

کیلئے جگہ ہے لندن میں ایک مکان ہے۔ جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے ہر اتوار لیکچر اور سرمن ہوتے ہیں۔ نومسلموں کے جمع ہونے اور دیگر جلسہ کرنے کیلئے عمدہ مکان ہے۔ اپنا ایک آرگن ہے مفت تقسیم لٹریچر کا مستقل سامان ہے۔ ادنے عملہ کیلئے اور دیگر اخراجات کیلئے مختصر سی رقم بھی ہے۔ یعنے اس وقت ہمارے مشن کا اپنا مکان اپنی مسجد اور اسکے علاوہ دس ہزار روپیہ سالانہ کی مستقل آمد ہے میری اور میرے ایک معاون کی خدمات مستقل طور پر حاضر ہیں۔ گویا اس وقت یہ مشن پانچ سال کے بعد اپنی مختصر سی ہستی قائم رکھنے کیلئے سوا خدا تعالےٰ کے کسی کا محتاج نہیں۔ لیکن کیا یہ کافی ہے۔ اور کیا یہ ظلم نہیں کہ جب اسی خرچ کے ماتحت اور انہیں وسائل کے ذریعہ موجودہ کام سے دس گنا زیادہ کام ہو سکتا ہو اگر چند کارکن اور ہوں تو ہم کیوں کام نہ بڑھائیں۔ مثلاً اگر اور چار مبلغ ہوں۔ اگر بالفرض موجودہ اشاعت تصنیف کے بالمقابل دس گنا اشاعت ہو عملہ مکان۔ کارکن۔ متفرق خراجات یہ سب کے سب وہی ہونگے۔ اور کوئی فالتو خرچ نہ ہوگا لیکن کام اور اس کے نتائج کئے گنا زیادہ ہونگے۔ اسی دس ہزار روپیہ سے اور اسی مکان میں چار یا پانچ اور کارکن چل سکتے ہیں۔ اگر ان کے ما یحتاج کا انتظام ہو جائے + میرے نزدیک اشاعت اسلام یہی نہیں کہ لیکچر دیدیئے یا جس کسی نے اقرار اسلام لیلیا۔ یہ امر تو بہت ہی تھوڑا خرچ چاہتا ہے اس وقت جب یہاں ایک خاص قسم کا مذہبی انتشار ہو رہا ہے اور عیسائیت سے نفرت پھیلتی جاتی ہے ایسا کام ایک آسان مشغلہ ہے اور یہ طریق چنداں مفید نہیں۔ اصل کام یہ ہے۔ کہ جتنے بھی مسلمان ہوں ان کے ساتھ مستقل طور پر خط و کتابت اور میل جول انکی تعلیم و تربیت۔ پھر عام طور پر اسلامی لٹریچر کی اشاعت مختلف طور پر۔ اس وقت اس ملک میں اسلام کے موافق یا مخالف لکھا جاتا ہے اسکی غور پرداخت ان کے جواب پھر اس کے علاوہ مختلف مواقع پر لیکچر و تقریروں کا انتظام کرنا مختلف جلسوں میں جہاں کہیں اسلام پر یا مذہب پر تقریریں ہوتی ہوں وہاں پہنچنا اور بحث میں حصہ لینا دوسرے ایسے مذہبی پلیٹ فارم پر جاکر تقریر کرنا جو عیسائیت سے تو الگ ہو چکے ہیں لیکن مذہب کی تلاش میں ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہے قبولیت مذہب خدا کے ہاتھ +

اس وقت اگر اس ملک کی حالت مذہبی نقطۂ خیال سے دیکھی جائے تو جس قدر اشاعت اسلام کا موقع بلاد غربیہ میں ہے وہ شاید ہی گذشتہ چند صدیوں میں کسی ملک میں پیدا ہوا ہو۔ لاکھ دو لاکھ

آدمی جہاں ایک طرف عیسائیت سے بیزار ہو چکے ہیں وہاں دوسری طرف حقیقی مذہب کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ان کے دل بہت حد تک تعصب سے خالی ہیں اس جنگ نے رہا سہا عیسائیت کا خاتمہ کر دیا ہے جسقدر مذہبی تحریکیں اس ملک میں نئی پیدا ہوئی ہیں وہ دراصل اسلام کی ہمہ گیر تعلیم کا ایک نہ ایک پہلو ہیں پولیٹیکل۔ مورل۔ سوشل معاملات میں جن حقائق کیطرف مغربی دنیا جا رہی ہے۔ ان سب کا رخ اسلام کی طرف ہے۔ مثلاً گذشتہ سال میں میں نے سوشلسٹوں۔ فری تھنکرز سپرچولسٹوں تھیاسفسٹوں نیو تھاٹ سنٹرز۔ نیو لائیٹ سرکل میں۔ الغرض اس قسم کی مجلسوں میں جنمیں آپس میں سخت اختلاف ہے تقریریں کیں۔ اور ہر جگہ قرآن کو ہی پیش کیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ میرا طریق یہاں مرنجان مرنج نہیں بلکہ میرے ہاتھ میں ہمیشہ قرآن کی ننگی تلوار ہوتی ہے۔ اور میں غیر اسلامی عقائد پر جرح قدح کرنے میں کبھی سست نہیں ہوا لیکن مجھے ایکدن بھی یاد نہیں کہ میرے سامعین میں سے اکثروں نے مجھ سے اتفاق ظاہر نہ کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اسقدر کام پھیلا پڑا ہے اور جن کیلئے جہاں تک ابتدائی اخراجات کی ضرورت ہے وہ مہیا ہو چکے ہیں۔ کیا ایک آدمی سے ہو سکتے ہیں۔ اب میرے کام سنو۔ ہر جمعہ مجھے لندن میں نماز جمعہ اور خطبے کیلئے جانا ہوتا ہے۔ ہفتے میں ایک شام کو درس قرآن لندن میں ہوتا ہے اور ایک لیکچر اتوار کو لندن مسلم ہاؤس میں ہوتا ہے پھر کم از کم ایک لیکچر ہر ہفتے مجھے کہیں اور جگہ دینا ہوتا ہے۔ ووکنگ میں بدھ کی شام کو درس قرآن ہوتا ہے۔ اور اتوار کو حسب معمول جلسہ وعظ۔ پھر اسکے علاوہ اسلامک ریویو کی مضامین نگاری دونوں گھروں کا انتظام پھر مالی دقتوں کا مقابلہ۔ بعض مہینے اس سال کے آغاز میں ایسے بھی گذرے ہیں کہ جب مجھے ایکماہ میں بیس یا اس سے زیادہ تقریریں کرنی پڑیں۔ پھر یہ لیکچر ہمیشہ مختلف مضامین پر دینے پڑتے ہیں۔ اور سامعین ذی استعداد اور قابل ہوتے ہیں۔ پھر ان لیکچروں میں سوال و جواب کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اسلامک ریویو میں میرے بعض لیکچر چھپ چکے ہیں جن جن مشکل مضامین پر مجھے بحثیں کرنی پڑیں اور ان کیلئے جس قدر مطالعہ کرنا پڑا وہ بذات خود ایک اہم کام ہے۔ اس محنت شاقہ کا نتیجہ جو میری صحت پر ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ چنانچہ اس وقت میری صحت کی حالت قابل اطمینان نہیں۔ نیند مجھے بہت کم آتی ہے۔ دوران سر کی شکایت ہے میرے پٹھوں پر اس محنت کا ایسا برا اثر پڑا ہے۔ کہ میں اپنے ہاتھ کے ساتھ دو تین گھنٹے سے زیادہ کام نہیں کر سکتا۔ حالانکہ اخیر ۱۹۱۶ء میں میں آٹھ دس گھنٹہ تک متواتر قلم چلا سکتا تھا

آنکھیں تین چار گھنٹے کے مطالعہ کے بعد تھک جاتی ہیں۔ شیوہ ہضم کی کوشکایت نہیں پھر بھی ٹھیک کام نہیں ہی میرے لئے ابھی دو سال ہوئے تین گھنٹے تک تقریر کر لینا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ جیسا کہ ہندوستان میں میرے احباب اس امر سے واقف ہیں لیکن اب ایک گھنٹے کی تقریر نہ صرف تھکا ہی دیتی ہے۔ بلکہ اس دن اگر کوئی اور دماغی کام کرنا پڑ جائے تو نیند اس رات اچاٹ ہو جاتی ہے۔ اب میرے احباب خود اس پر غور کریں۔ کہ ان حالات کے ماتحت میں کب تک اور کہاں تک کام کر سکتا ہوں۔ پچھلے سال جس خطرناک بیماری کا مقابلہ کرنا پڑا۔ وہ بھی اسی محنت شاقہ کا نتیجہ تھی۔ اس نے مجھے مہینوں بیکار رکھا۔ اب میری یہ حالت ہے کہ جب کوئی مجھے تقریر کیلئے دعوت دیتے ہیں تو میں جان چراتا ہوں۔ یہ کس قدر رنج کا مقام ہے کہ میں نے خود ہی گزشتہ سرما میں مختلف پلیٹ فارموں پر جا کر اسلام کے متعلق مذاق پیدا کیا۔ قریب قریب جہاں میں گیا۔ ان لوگوں پر میں نے اپنی تقریر کا وہی اثر چھوڑا جو ہندوستان کے جلسوں میں ہوا کرتا تھا۔ اب جوان میں شوق پیدا ہو گیا ہے جس نے ان کے مطالبات بڑھا دیئے ہیں تو میں ہوں کہ ان مطالبات کو پورا نہیں کر سکتا۔ کاش مخلص نقد علی پلیٹ فارم پر آنا پسند کرتے تو جس طرح انکی قلم نے مجھے اسلامک ریویو کے ایک حصہ سے فارغ کر دیا ویسے یہ کام بھی ہو جاتا خدا تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اصل کام اشاعت اسلام کا یہ ہے کہ اسلام کے متعلق پیاس پیدا کی جائے۔ وہ پیاس پیدا ہو رہی ہے لیکن سقائے اسلام کہاں ہیں! اچھا اور باتوں کو جانے دو خود اپنے گھر کا حال سن لو۔ دو مقام پر ہر اتوار کو لیکچر ہوتا ہے۔ میں کہاں جاؤں ادھر کہاں نہ جاؤں۔ ناچار یہ تجویز کیا۔ کہ دو اتواریں میں لندن میں تقریر کروں اور دو اتواریں ووکنگ میں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس اتوار کو میں لندن میں نہیں ہوں سامعین کی تعداد نصف بھی نہیں رہتی۔ چونکہ نوٹس ماہواری چھپ جاتے ہیں بعض لوگ گھروں سے ہی نہیں آتے۔ اب اس مصروفیت میں ایک اور ضروری کام ہے! اور وہی اصل کام ہے وہ بالکل رہتا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو اصحاب مشرف باسلام ہوں ان کو اسلامی باتیں بتلائی جائیں۔ اور اسلامی زندگی سے آگاہ کیا جائے۔ ووکنگ پر ایک وقت تھا۔ جب میں ایک جمعہ کا خطبہ۔ ایک اتوار کا لیکچر رسالے کا لکھنا اور کچھ خط و کتابت کرنی ہوتی تھی۔ اس وقت بہت خالی وقت اس کام کیلئے تھا۔ بدھ اور اتوار کا دسترخوان کھولنے کی یہی غرض تھی۔ کہ مسلم اور غیر مسلم اصحاب آتے تھے اور دسترخوان پر یا اس کے بعد دو تین گھنٹوں میں اسلامی مضامین پر کلیتہً گفتگو ہوتی تھی اور

آہستہ سیکھ جاتے تھے۔ اب اول تو مجھے دوسرے اتوار میں ووکنگ جانا ہی نہیں ہوتا لندن ہوتا ہوں۔ پھر بعض وقت ووکنگ کی اتوار بھی اور ایسا ہی بدھ بھی کسی اور سوسائٹی میں لیکچر دینے کیلئے مجھے ووکنگ چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور اگر میں وہاں بھی ہوں تو بعض وقت اس قدر تھکا ماندہ ہوتا ہوں کہ کسی سے گفتگو کرنے کو جی نہیں چاہتا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ان دستر خوانوں کی اصلی غرض مفقود ہوتی جاتی ہے۔ نومسلموں کا خصوصاً لندن میں تقاضا بڑھتا جاتا ہے کہ ہمیں اسلامی زندگی سکھلاؤ میں حیران ہوں کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ وہ مجھ سے وقت مانگتے ہیں میں جی چراتا ہوں +

ان ذرائع کے علاوہ ایک اور طریق اشاعت و خدمت اسلام کا تھا۔ وہ ہے خط و کتابت جو ۱۹۱۵ء میں از حد مفید ثابت ہوئی۔ اب کافی مددگاروں کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں ہو سکتا پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ چٹھیاں بعض وقت ہفتوں جواب کیلئے پڑی رہتی ہیں +

اب ان تمام کاموں کے علاوہ ایک نیا کام اور پیدا ہو گیا ہے۔ جو بذات خود ایک عملہ چاہتا ہے ووکنگ مشن اور اسلامک ریویو کی اشاعت نے انگریزی آبادیوں کے مسلمانوں کو اسلام کی طرف متوجہ کر لیا ہے۔ جزائر غرب الہند اور برٹش گائنا۔ ٹرینیڈاڈ۔ مغربی جنوبی مشرقی افریقہ کی بستیاں۔ پارلس سنگاپور فلپائن۔ پینانگ۔ پورٹ نیو۔ مالابار سب جگہ مادرزاد مسلمان آباد ہیں جو اسلام سے قطعاً ناواقف ہیں۔ ان کے متواتر خطوط آتے ہیں کہ وہ اسلامی شعار سیکھنا چاہتے ہیں انگریزی کسی قدر جانتے ہیں۔ اسلامی لٹریچر مانگتے ہیں۔ مسائل پوچھتے ہیں۔ استفسار کرتے ہیں۔ اب مسلم احباب خود ہی غور کریں۔ کہ ان مطالبات کو کون پورا کرے۔ مغربی افریقہ میں جنگل کی آگ کی طرح اسلام پھیل رہا ہے۔ اور پھیل سکتا ہے۔ چنانچہ وہاں کے عیسائیوں کے متواتر خطوط آتے ہیں جو اسلام چاہتے ہیں تین چار سال ہوئے جب وہاں کے لوگوں نے مجھے لکھا۔ کہ کوئی مشنری وہاں بھیجا جائے۔ نئے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا چھوڑ دو۔ کیا ان مادرزاد مسلمانوں کو اسلام سکھلانا ہمارا فرض نہیں۔ اور اس فرض کا پہلا بوجھ مسلمانان ہند کی گردن پر نہیں۔ حیرت آتی ہے کہ ہمارے بھائی کس شغل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ دنیا کدھر جا رہی ہے۔ اور یہ اب تک سو رہے ہیں۔ دنیا اس قدر پیاسی ہے اور طلب اسلام کر رہی ہے۔ اور ہم ہیں کہ ہمیں اس وقت تک فرقہ بندی کے جھگڑے نہیں چھوڑتے سخت ضرورت اس وقت انگریزی زبان میں ہر قسم کے لٹریچر پیدا کرنے کی ہے۔ کتاب راہ نجات

کئی سی کتابیں مختلف مضامین پر کثرت سے لکھی جائیں اور ہزاروں میں چھاپی جائیں۔ وہ تھوڑی مدت میں ختم ہو جائینگی۔ مثلاً دو کتابیں میں نے پانچ پانچ ہزار کی تعداد میں سنہ ۱۹۱۴ء میں چھاپی تھیں مجموعہ ہستی اسلام اور اسلامی نماز۔ پہلی کتاب کا خرچ بیگم صاحب نواب حاکم الدولہ بہادر حیدر آباد نے دیا تھا۔ اور دوسری کتاب کے خرچ کے متحمل میرے محترم بابو محمد صاحب بکنہ لدہانہ تھے۔ آج یہ کتابیں چند صد رہ گئی ہیں۔ پچاس سے لے کر دو دو سو تک الغرض لوگوں نے منگوائیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر پیاس اسلامی لٹریچر کی ہے۔ مجھے اگر فراغت ہو تو یہ کام آسانی سے ہو سکتا ہے +

اس وقت اس امر کے علاوہ کہ مختصر اسلامی پمفلٹ مختلف مضمونوں پر نکلیں۔ یہ ضرورت بھی ہے کہ بعض مضامین پر مہتم بالشان بسیط کتابیں لکھی جائیں۔ اور اُن پر اسلامی بحث ہو۔ اس وقت مٹیریلزم کمزور ہو چکا ہے۔ خود طبقہ حکماء میں ایسے لوگوں نے جن کی عمریں طبعیات اور مادیات کے معلوم کرنے میں گذری ہیں۔ اب رُوحانیت کی طرف رُخ کیا ہے۔ میں نے بھی کئی جگہ لوگوں کی درخواست پر ایسے لیکچر دیئے جو مفید ثابت ہوئے اور وہ چھپ گئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ موجودہ فلسفے اور حکمت کو ساتھ ساتھ لیکر قرآنی روشنی میں رُوحانیت اور مذہب پر کتابیں لکھی جائیں۔ یہ وقت اس امر کے لئے ازبس موزوں ہے۔ اور یہ کام مشکل نہیں۔ فرصت ہو تو ہو سکتا ہے خدا کرے کوئی بھائی پیدا ہو بہت سے ایسے کام میرے ہاتھ میں ہیں جو وہ اگر کرے اور میں کسی قدر فارغ ہو کر اس ضروری لٹریچر کے پیدا کرنے کی کوشش کروں۔ اخویم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی یہ کام نہایت خوبی سے کر سکتے ہیں خدا تعالےٰ ہی اُن کو جزائے خیر دے۔ اس نے نفس نے ان تین چار سالوں میں انہوں نے یہاں آکر میرا ساتھ دیا۔ اور کسی قسم کا بوجھ مشن پر نہ ڈالا ہمیشہ قلمی امداد سے ریویو کو مالا مال کیا۔ بعض کتابیں خود چھاپ کر ہمارے سپرد لیں۔ جو بعض وقت مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اور جو بکتی ہیں تو قیمت مشن کو جاتی ہے پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میری غیر حاضری میں جب میں کسی اور شہر میں لیکچر دینے جاؤں یا لندن میں تو گھر اور دیگر معاملات مشن کے نگران ہوتے ہیں۔ الغرض شیخ صاحب عند اللہ میرا دہنا بازو ہیں۔ خدا تعالےٰ انہیں اجر دے جس دن وہ مع الخیر یہاں سے وطن گئے تو مشن کو معقول معاوضہ دیکر بھی ان کا بدل نہیں ملیگا۔ یہ آدمی ہیں کہ جب قوم میں ان کے ایثار والے پیدا ہوئے تو قوم سرسبز ہو گئی۔

یہ یہاں کی اجمالی کیفیت ہے اور یہ یہاں کی مصروفیت ہے جو ہم مٹھی بھر کارکنوں کو دیوانہ بنانے کے لئے

کافی بھی نہیں تعلیم ہے کہ مسلم غیر مسلم کی توجہ تو اسقدر ہماری طرف ہو ہمیں کامیاب نتائج پیدا کرتے
کے لئے یہ بھی معلوم ہو کہ ہم میں قابلیت بھی نعمت ہو۔ اور ہم کافی ہاتھوں کے نہ ہونے سے بے بس اور حیران
ہو جائیں۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ ابتدائی اور ضروری خرچ تو ہو چکے ضروری امور مستقل طور پر قائم
ہو جائیں۔ اور چند کام کرنے والوں کے نہ ہونے سے کام ادھورا رہ جائے۔ بلکہ

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا

رہا سہا کام بھی رہ جائے۔ اچھا ہوتا کہ یہ تمام مصارفات مجھے نہ دیں صرف لیکچر دینا ہی کام ہوتا تو
کم از کم تیس ہزار اس سال نو مسلم ہوئے اس سے دو گنے نگنے ہو سکتے تھے لیکن یہ بات مفید اور پائیدار
نہیں کیسی سے کلمہ پڑھا لینا۔ جیسے میں نے پہلے اوپر لکھا کوئی مشکل کام نہیں۔ اور کسی کے منہ
سے آنحضرت صلعم کا نبی منوا لینا۔ اس کے لئے تو چنداں کوشش کی بھی ضرورت نہیں۔ نبی کا ترجمہ
انگریزی میں پرافٹ ہے اور اب تو انگریزی لٹریچر میں آنحضرت کو علی العموم اسی لفظ سے مخاطب کرتے ہیں۔
لیکن ہم دھوکے میں نہ پڑنا چاہئے کہ جو آنحضرت کو پرافٹ کہے وہ مسلمان بھی ہے۔ بہرحال جن
کاموں کی طرف میں برادران اسلام کو متوجہ کرتا ہوں ان کو مہیا کرو۔ یہ دنیا تو مسلمان ہو کے رہیگی وہ
اصول جن پر تمدن۔ پولیٹکس اور ... حصہ سوشیل یہاں بنی ہے وہ قرآن ہی ہے۔ جن امور پر اب
طبیعیات اور روحانیات ایکدوسرے سے ہاتھ ملا رہے ہیں وہ صرف اسلام میں ہیں صرف ان باتوں کا
تسلیم کرانا باقی رہگیا ہے سوا لاکھ روپیہ کے لگ بھگ آج اس مشن پر خرچ ہو چکا ہے۔ اس رقم کے
نصف سے زیادہ میں خود اپنے پیشے میں رہکر کما لیتا۔ اور یہ میں نے اندازہ اپنی اس آمد کا کیا ہے۔ جو
میری سنہ ۱۹۰۲ء میں تھی۔ گویا قوم کا دو لاکھ روپیہ اس مشن کی نذر ہو چکا۔ اگرچہ یہ سب کچھ ان نتائج
کے بالمقابل کچھ بھی نہیں جو اس وقت تک مرتب ہو چکے۔ اور کوئی سال ہم پر ایسا نہیں گذرتا جو ایک
نہ ایک قیمتی انسان ہم میں شامل نہ کرے۔ اگر پچھلے مسٹر محمد پکتھال جیسے مشہور مصنف اور اہل قلم کا اعلان اسلام
مجھے خوش کر رہا تھا تو آج **نصیر الدین فورڈ** بی اے ایل ایل بی بیرسٹر ایٹ لاء کا **مسلمان ہونا**
میرے مسرت کا موجب ہے لیکن میں ان باتوں کو بے سود اور وقتی خوشی کا موجب سمجھتا ہوں اگر کام کا پیمانہ
وسیع نہ کیا جاوے۔ یہ تجربہ کے ایام تھے تجربہ ہو چکا۔ راستہ کھل گیا خیبر کا دروازہ ٹوٹ گیا اسلام نے
دنیا کو یہاں مخاطب کر لیا۔ اسملک میں مسلمان ایک قوم بطور پائندہ سمجھے جانے لگے۔ سرکاری اعلانوں

میں اس کا اعتبار ہو جائے گا۔ پھر اور کیا ہو سکتا تھا۔ ان روحوں کو چھوڑ دو جو ہم میں تو شامل ہوئیں لیکن عمل
بھی کوئی مہینہ ایسا نہیں گیا جو دو ایک مسلمان نہ ہوئے ہوں۔ بھیڑوں کا گلہ پیدا کر لینا تو آسان ہے
لیکن اُن کی پرورش ہی اصل چیز ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اگر موجودہ جماعت ہی کامل مسلمان ہو جائے
تو ایک مُدت کے بعد یہ کس قدر پھیل سکتی ہے لیکن اگر انکو اسلامی تعلیم نہ ملے تو یہ نئے پودے جلد کملا
جائیں گے۔ ان بھیڑوں کو بھیڑیئے کھا جائیں گے۔ کیا فائدہ ہماری تبلیغ کا اور ہمارے مسلمان بنانے کا
اگر ہم اس نئی جماعت کی شیرازہ بندی نہ کر سکیں۔ ان کو اپنے ساتھ ملحق رکھنے کے سامان
نہ کریں۔ ہر وقت ان سے خط و کتابت یا میل جول کا وقت نہ نکال سکیں۔ موجودہ حالات کے ماتحت
ہم پہنچ بھی دیں گے نہ خط بھی کریں گے۔ نئے مسلمان بھی بنائیں گے لیکن جو پہلے مسلمان ہو چکے ہیں وہ
عدم توجہ کے باعث جس کا باعث عدم فرصت و عدم وقت ہے الگ ہو جائیں گے۔ اور یہ نئی شاخیں اور
نئی کونپلیں جو شجر اسلام میں پیدا ہوئی ہیں وہ کافی مالیوں کے نہ ہونے سے خشک ہو جائینگی یا ٹوٹ جائینگی
کئی نئے لوگ ملتے ہیں اُن سے گفتگو ہوتی ہے۔ ملاقات پر ان میں اسلام کی طرف آنے کی استعداد معلوم
ہوتی ہے لیکن فرصت نہیں ملتی کہ اس ملاقات کو بڑھا کر کوئی نتیجہ پیدا کیا جائے۔ اور نہیں تو ایک
ایسا ہی آدمی ہو جو ادھر اُدھر پھرتا رہے تو بہت نتائج پیدا کرے۔

اب میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میں جس حالت پر مشن کو لے آیا ہوں اُسے غنیمت سمجھا جائے۔
خدا تعالیٰ کا کم از کم مجھ پر احسان تھا۔ کہ اس نے مجھے اس ابتدائی کام کیلئے جبکہ ایسے کاموں میں
اخراجات مالی بلا تعین و بلا اندازہ ہوا کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں جیسا کہ مجھے نفسانی اغراض کا
کا مقابلہ کرنے میں چنداں تکلیف نہ ہو۔ اور نہ میری آنکھ اسقدر مال کی طرف جائے جس کو کئی گنا
زیادہ میں آسانی سے کما سکوں۔ اس مشن کے بعض سالوں کی آمد کُل کی کُل جسمیں موٹا موٹا خرچ
تھا ایک کامیاب وکیل کی سالانہ آمد سے بھی کم ہوتی ہے۔ بالمقابل اس مشن کی آمد کے لحاظ سے کامیاب
کامیابی کا سال اس قدر آمد پیدا نہیں کر سکا کہ جسمیں سے میری ذات کو چھوڑ اگر باقی عملے کی تنخواہ
مطبع اور کاغذ کا بل اور دوسرے مقررہ اخراجات کاٹے جائیں تو باقی جو بچ رہا۔ اس کا دگنا
تگنا بھی میری اُس آمد کو پہنچی جو ۱۹۱۲ء میں تھی۔ پھر میرا دل کس طرح میلا ہو سکتا۔ اور یہ سب اسکے
کرم اور اسکی پُر حکمت طریق ہیں۔ یہ ایک کٹھن کٹھالی تھی جسمیں خدا تعالیٰ نے مجھے نکالا۔ یہ میرا

کمال نہیں یہ اس کے افضال میں سے تو ایک ہے کہ میں انسان ہوں اس کے فضل نے ہی مجھے اس قابل کیا کہ میں نے آسائش کی زندگی پر درویشی کو ترجیح دی نہایت عسرت کے ساتھ میں نے ۱۹۱۳ء کے آخر تک گزارہ کیا۔ حالانکہ اس وقت تک زیادہ حصہ مشن کی آمدنی کا ریویو سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ لیکن میں نے اسکے منافع کو اپنا مال جانتے ہوئے اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا بلکہ اپنے ذاتی وظائف اور دیگر عطیات جو میری ذات سے تعلق رکھتے ہیں اُسے احتیاطاً مشن کی آمد میں دکھلایا۔ کہ وقت پر کمی کو پورا کر دیں۔ اور یہ کسی پر احسان نہیں۔ یہ مشن میرے ہی سر کا جنون ہے، جو میرے مرشد حضرت اقدس مرزا صاحب نے میرے سر میں پیدا کیا اور یہ مجھے اپنی اولاد سے زیادہ عزیز ہے میں نے جو کیا اپنے دل کو خوش کرنے کیلئے کیا۔ ابتلاء سے بچنے کیلئے ابتداء ہی سے میں نے حساب کتاب و آمد و خرچ دوسروں کے ہاتھ میں رکھا۔ ہاں ۱۹۱۶ء میں مجھے نئی ضروریات لاحق ہو گئیں جو ذاتی تھیں جن میں بعض ناگزیر تھیں۔ ان کے متعلق میں ۱۹۱۷ء میں سوچ رہا تھا۔ کہ کیا انتظام کیا جائے خدا تعالیٰ کے سابقہ فضلوں کا تقاضا یہی تھا کہ کسی تنگی کے ساتھ ان امور کو حل کرا دیتا۔ کہ خدا تعالیٰ نے خود ہی ایک راہ کھول دی۔ ۱۹۱۷ء کے اخیر میں مشن کے واسطے مالی امداد حاصل کرنے کیلئے میں حیدرآباد گیا۔ وہاں کے عمائد اور شرفا نے میری بے طرح قدر افزائی کی۔ اور مشن کی تو ذی امداد اس سال کی میرے خیال میں جو ہونا تھی وہ ہو چکا۔ لیکن میرے حیدرآباد سے رخصت ہونے سے کچھ ہی پہلے حضور نظام کی حسب معمول فیاض طبیعت جوش میں آئی۔ اور انہوں نے رخصتانے پر مجھے ایک مستقل ذاتی منصب عطا فرما کر میرے پیش آمدہ امور کا حل کر دیا۔ بہرحال جس طرح خدا نے مجھے چاہا۔ مجھے اپنی ذات کے سوا کسی کا محتاج نہ ہونے دیا۔ اور مشن کی ذات پر بوجھ ڈالنے سے مجھے الگ رکھا۔ حتیٰ کہ مشن اس حال پر پہنچ گیا ہے جہاں میں اُسے پہنچانا چاہتا تھا۔

گویا اب مشن کا دور اوّل ختم ہوتا ہے۔ یعنے اسکی ان مالی مشکلات کے وقت کہ جن کی وجہ سے اسکی ہستی معدوم ہو سکتی تھی۔ اور جس کے باعث بہت سی نئی تحریکیں ختم ہو گئیں۔ وہ دور بحمداللہ ختم ہو گیا مشن اپنی مختصر سی ہستی کیلئے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ اگر مشن کے یہ معنے سمجھے جائیں کہ ووکنگ کی مسجد آباد ہے اسلامک ریویو زندہ ہے لندن میں جمعہ ہوتا ہے اور لندن میں ایک مکان جلسہ و نظام اسلامی کیلئے ہو۔ جہاں ہفتے میں ایک آدھ لیکچر ہو۔ تو یہ مشن آج مستقل قدموں پر

کھڑا ہو گیا ہے پبلک امداد کی ہو یا نہ ہو۔ اسلئے میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اس کا سخت خطرناک مرحلہ اولین جس نے نکلنا مشکل کام تھا وہ ختم ہو چکا۔ مجھے اسبات کا بھی اب خیال نہیں کہ یہ کاروبار میرے ہاتھ رہے اور نہ یہ تفصیل یہاں چل سکتا ہے۔ جب یہاں لفظ محمڈن تک چھوڑ دیا گیا۔ اور اصل لفظ مسلم اختیار کیا گیا۔ اور محمڈن یا محمڈن ازم کے مقابل مسلم یا اسلام کے نام نے مخاطبوں پر اثر کیا۔ چنانچہ اسی لہر پر ہمارے بڑے بڑے محققین مثلاً سید امیر علی صاحب نے لفظ محمڈن کی جگہ لفظ مسلمان اپنی تحریر اور تقریر میں استعمال کرتے ہیں۔ الغرض جہاں لفظ محمڈن کو چھوڑ کر قرآن کا لفظ مسلم ہمیں اختیار کرنا پڑا۔ وہاں فرقہ کے ساتھ اسلام کو منسوب کرنا محض کہاں تک مفید ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ ہاں ہندوستان کے فرقہ پرست لوگ تو ضرور خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن عمل یہاں ہی مجبوراً کرنا پڑتا ہے جس پر میں نے قدم رکھا ہے۔ فرقوں کے نام تو محض لنغار فولی غرض کو پورا کرنے کیلئے پیدا ہوئے۔ مجھے اسبات کا بھی اب خیال نہیں۔ کہ یہ کاروبار میرے ہاتھ میں رہے جو امر مجھے بےچین کر رہا تھا کہ کہیں یہ تحریک مر نہ جائے۔ وہ فیصلہ دور ہو گیا۔ خدا تعالےٰ جس سے چاہیگا اور چاہتا ہے خدمت لے لیتا ہے۔ میری خواہش ہے تو صرف اسقدر کہ یہ کام بڑھے اگر کوئی ایسا بے تعصب انسان ملجائے جو روپے پیسے پر نثار کر سکے۔ اپنے مذہب سے پورا واقف ہونیکے علاوہ مغربی طرز خیال سے واقف ہو۔ شعار اسلام کا سخت پابند ہو۔ جذبات پر کامل قابو رکھ سکے صاحب تقویٰ ہو۔ ایسے آدمی کی ضرورت ہے۔ میری تو اس وقت صحت کی حالت بھی ایک لمبا آرام چاہتی ہے۔ مشن کی اہمیت آپ اسی سے اندازہ کر لیں۔ کہ یہ بزرگ مثلاً سید امیر علی صاحب سر عباس علی بیگ۔ آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خان ہر قسم کے معاملات کو سمجھتے ہیں۔ آخر ان لوگوں نے لندن مسلم ہوس کیلئے مستقل امداد ۲۰۰۰ ہزار روپیہ سالانہ کے قریب کچھ دیکھ کر ہی ماسک فنڈ سے دلائی۔ ادھر میرے لکھنے اور اُن کی سفارش نے سرکار بھوپال سے ایک زائد امداد ۱۵۰۰ صد روپیہ سالانہ کی مسجد ووکنگ کیلئے مستقل دلا دی۔ غرض جو بہی آئے مشن کی اہمیت کو سامنے رکھ کر موزونیت کھتا ہو۔ ایک نہیں دس مشنری آئیں۔ الگ الگ کام کریں یا اکٹھے کوئی حرج نہیں۔ نقارہ اسلام بج چکا لوگ چونک اٹھے اسلام نے

جیسے کھنڈراتوں پر اپنا مکان بنانے کیلئے زمین لیلی - اور یہاں تو کھنڈرات کے کھنڈرات موجود ہیں معمار آئیں اور مصالح لائیں جسقدر عمارت چاہیں کھڑی کریں - ہاں مکان یکنی صنعت کے ہونے چاہئیں +

اسلام کو اس ملک میں فرقے کی ذلت سے محفوظ رکھا جائے۔ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ہاں ذاتی غرض کی مصیبتیں ہیں۔ اور نہ یہ کھیل یہاں چل سکتا ہے۔ جب یہاں لفظ محمڈن تک چھوڑنا پڑا اور بعض غلط فہمیوں کو دور کرنے کیلئے لفظ مسلم اختیار کیا گیا۔ جتنے کہ سید امیر علی صاحب جیسے محققین بھی اب اپنی تحریر و تقریر میں لفظ محمڈن کی جگہ لفظ مسلمان استعمال کرتے ہیں تو پھر یہاں اسلامی تحریک کو کسی فرقے سے منسوب کرنا محض ہندوستان کے فرقہ پرستوں کو خوش کرنا ہے۔ ہر ایک شخص یہاں مجبوراً انہیں قدموں پر چل رہا ہے جن پر خدا تعالےٰ نے مجھے چلایا ہے کسی جماعت کا نام تو حسب نص قرآن "لتعارفوا" کی غرض و غایت کے پورا کرنے کیلئے بعض بزرگوں نے اختیار کیا۔ والا وہ تو اسلام میں اتفاق پیدا کرنے آئے نہ تفریق۔ اُن کے بعد گدی پرست اسی تفریق پر گدیاں چلاتے ہیں اور فرقے بناتے ہیں۔ اسی نص قرآنی کے ماتحت ہمارے مرشد حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا نام احمدی رکھا۔ والا حقیقی تکریم تو ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کے ماتحت متقی ہی ہے۔ یاد رکھو اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ اگر قرآن کی تعلیم بھی کسی فرقی اختلافوں کی متحمل ہوتی تو نہ اسمیں ذیل کی آیت ہوتی۔ اور نہ یہ خاتم الکتب ہوتی

وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لهم الذی اختلفوا - (اے نبی صلعم) تم پر جو یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے اسکی غرض ان اختلافات کو مٹا دینا ہے۔ جو دین الٰہی میں لوگوں نے پیدا کر رکھے ہیں آنحضرت صلعم سے پہلے مذاہب میں۔ - - - - - - -

... فرقی اختلافات کا پیدا ہونا ضروری تھا نہ تو الہام قدیمہ اور نہ سابقہ انبیا علیہم السلام کے حالات محفوظ رہے۔ بالمقابل خدا تعالیٰ نے قرآن اور شارح قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات نہایت صحت کے ساتھ محفوظ رکھے اور اس طرح اسلام کو ہمیشہ کیلئے فرقہ کی مصیبت سے جہاں تک اصول اسلام کا تعلق ہے محفوظ رکھا۔ سنی شیعہ مقلدین غیر مقلدین یہ تو معاملات فروعی میں مختلف آرا کا نام ہے۔ ان کا نام فرقہ رکھنا نادانی ہے۔ کوئی اہل اسلام میں سے اُن امور اور عقائد میں

اختلاف نہیں رکھتا کہ جس کا نام ایمان و اسلام ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے کہ جسے ہم پر ہمارے مرشد حضرت مرزا احمد
نے واضح کیا اور ہمیں اُس پر قائم کیا۔ چنانچہ خود اُن کا یہ مشن تھا کہ ان سب نام نہاد فرقوں کو ایک
راہ قرآن و حدیث پر لایا جائے۔ بلکہ آثار میں آیا ہے کہ آنیوالے مسیح کے وقت سب فرقے
ایک راہ پر آجائیں گے۔ اس روایت کی رُو سے اسلام پر پھر ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ اس کی
مختلف شاخیں ایک راہ پر آجائیں۔ وہ کیا ہے وہ ہے قرآن و حدیث ہمارے بعض مہدی دوست غور
کریں کہ یہ جو آثار میں موجود ہے تو کیا اس بات کی یہ کافی دلیل نہیں کہ فرقوں کا وجود اسلام میں
اور احمدی جماعت کا نمایاں مشن اُس اسلام کی تبلیغ ہے جو ان تنازعات سے خالی ہو۔ وہ کیسا پاک القلب
انسان جس نے ہمیں ہندوؤں میں ملہمین کا وجود تسلیم کرایا اور اپنے اجتہاد صحیح سے اُن برادرانِ
وطن کو جنہیں ہم ہمیشہ کافر کے لفظ سے پکارتے تھے آن واحد میں اہل کتاب کے معزز لقب سے ملقب
کردیا۔ کیا وہ اہل قرآن کو کافر کہنا گوارا کرتا جو اپنے پیغام صلح میں ہندو بھائیوں کے مذہبی پیشواؤں
کو سب و شتم ہی یاد نہ کرنے پر ہر قسم کی مراعات روا رکھنے کو طیار تھا۔ کیا وہ عشاق محمد کو اور محمد سے
محبت رکھنے والوں کو اور کون مسلمان ہے جسے یہ محبت نہیں کافر کہتا۔ ہاں کافر وہ ہے جو ایک
اہل قبلہ اور اہل کلمہ اور محمد کے نام لیوا کو کافر کہنے میں سبقت کرتا ہے۔ بہرحال یہ بحثیں ختم ہو چکی
ہیں۔ ان میں زیادہ پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اب کام کرنے کا وقت ہے +

احمدی قوم غور کرے اس وقت ان میں سے اصل کام کون کر رہا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے جو
بڑا کام کیا وہ یہ تھا کہ انہوں نے اعلیٰ درجہ کا اسلامی لٹریچر پیدا کیا۔ اب بتاؤ ان گذشتہ
دو تین سالوں میں کس طرف سے اسلام کی خدمت میں عمدہ تصانیف نکلی ہیں۔ جب سے ہم قادیان چھوڑ کر
آئے وہاں سے کیا نکلا۔ اور لاہور و ووکنگ سے کیا نکلا۔ ہمارا مرشد سلطان القلم تھا اُس کے وارث اس وقت
کون ہیں۔ اور آئندہ بھی یہی ایک امر ہمیں اور دوسری جماعت میں فیصلہ کر دیگا۔ گو ہمیں دلی تمنا ہے کہ قادیان
سے زیادہ کہیں اور جگہوں میں ہے لیکن سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کن کو اعلیٰ تصانیف اسلامی پر لگانے کا
موقعہ دیتا ہے کہ اور جو رقت کی بحثوں میں کاغذ سیاہ کرنا۔ اور ہمیں بھی قادیان کی اس وقت کی کسی تصنیف
میں جدت کا نام نہیں وہی تصنیف سابقہ کا ہیر پھیر ادھر حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب کی قلم
کو دیکھو تو اسی مختصر عرصہ میں انہوں نے کیا اچھوتا اور نیا علم کلام پیدا کیا پھر ان باتوں ...

آج دنیا کے سامنے اُن کا ترجمہ قرآن آ چکا اور مقبول عام ہو گیا۔ دُنیا کے کسی حصے کا نام لو
جہاں انگریزی زبان بولی جاتی ہو۔ اور جہاں یہ قرآن نہ پہنچ گیا ہو۔ ہر طرف سے مبارک کے خطوط آ رہے ہیں
مسلم دنیا میں ایک جان پیدا ہو گئی۔ انگریزی پریس نے اس کے خیر مقدم میں بہترین الفاظ لکھے۔
ہاں دو قرآن کا ترجمہ کیا ہوا جس کے لئے قادیان میں ایک جماعت بیٹھی۔ تا ایک سبق پڑھائے
ان دوستوں کیلئے جنہوں نے عقل و فکر چھوڑ کر دی یا انسان پرستی اختیار کی۔ ایک ترجمہ جو اخلاص
سے نکلا وہ مقبول عام ہو گیا۔ دوسرا جس کی غرض محض نفسانیت اور ضد تھی وہ بھی پڑا ہوا ہے
یہاں میرا فرض ہے کہ میں اُن جانکاہ خدمات کا بھی ذکر کروں جو خواجہ مولوی صدرالدین صاحب نے
ترجمہ قرآن کریم کے متعلق فرمائیں۔ اگر حضرت قبلہ امیر قوم احمدی نے اُسے بے نظیر پیرائے میں لکھا تو
حضرت خواجہ نے اسے بے نظیر شکل دی۔ الترجمۃ القرآن کی ظاہری خوبصورتیوں کے لئے
حضرت مولوی محمد علی صاحب سلمہ شکریہ کے مستحق ہیں تو آپکی ظاہری لڑائیوں نے مولوی صدرالدین صاحب کے
سر پر کامیابی کا سہرا باندھا ہے۔ کسی نے اس ترجمہ کی صحت طبع اور خوبصورتی کی کیا تعریف کرنی
جو دیباں کے اخبار جو اس فن کے نقاد ہیں۔ اس کے حسن صورت پر بھی عش عش کر رہے ہیں۔ مولوی
صدرالدین صاحب نے رات دن برابر کر دیئے اور اپنی صحت کو اس کام پر قربان کیا۔ یہ آپ کی خدمت
ان بیش بہا خدمات کے علاوہ تھی جو انہوں نے اس مشن کے متعلق فرمائیں۔ آپ کا قیام مشن کیلئے موجب
برکت ہوا میں جس مکان کو اگست ۱۹۱۴ء میں بنیادوں پر چھوڑ گیا تھا میں نے واپس آکر ایک قابل معمار
کے ہاتھوں ایک حد تک اُسے اپنی وضع میں تیار پایا۔ مولوی صاحب مکرم یہاں عمدہ صحت لے کر آئے
لیکن یہاں وہ صحت گنوا کر گئے۔ اور اپنی محبت کا نقش بہت سے دلوں پر چھوڑ گئے۔ مشن اب بھی انکی توجہ
اور خدمات کا محتاج ہے۔ اگرچہ اس وقت مشن کی تبلیغی ضروریات اور فرائض اُن کے جانے پر بہت
بڑھ گئیں ہیں۔ تاہم ان کا یہاں قیام اور نتائج جبکہ روپے کے انتظام کیلئے میں ہندوستان میں تھا
اور وہ اس مصیبت سے آزاد تھے۔ اس بات کا کامل ثبوت ہے کہ اگر یہاں کے کام کرنیوالے مالی انتظام
کی مصیبت اور اس کے فکر سے آزاد ہوں تو کس قدر کام ہو سکتا ہے +
قرآن کے اسلامی ترجمے کے سوا یہاں کے اسلامی مشن کا وجود بھی اور نیز سود تھا۔ یہ بڑا بھاری
مرحلہ طے ہو گیا۔ اور اس فضل ایزدی کیلئے احمدی قوم کل مسلمانوں کے شکریہ کی مستحق ہے۔ کاش جماعت

نقشہ الف - اصل گوشوارہ آمد مرتبہ شیخ نور احمد بلال در کتاب آمد متعلقہ ۱۹۱۵ء

نمبر	مد	صحیح پونڈ	صحیح شلنگ	صحیح پنس	رقم پونڈ	رقم شلنگ	رقم پنس	کیفیت
۱	رسید شیخ صاحب	۲۰۰	.	.	.	.	.	
۲	" "	۱۰۰	.	.	.	.	.	
۳	" "	۴۰	.	.	.	.	.	
۴	" "	۲۵۰	.	.	.	.	.	
۵	" سولوٹ صاحب ووکنگ بنک [illegible]	۱۰۰						
۶	" خواجہ صاحب از حیدرآباد	۵۴۰						یہ رقوم آمد ہندوستان میں دکھلائی جا چکی ہیں +
۷	" خواجہ صاحب	۳۰۰			۱۵۳۰	.	.	
۸	چندہ قرآن و قیمت	۱۱	۱۴	۸	.	.	.	
۹	کتب قدوائی صاحب	۲	۲	۶	.	.	.	
۱۰	چندہ لٹریچر اعانت اشاعت	۵۵	۱	.	.	.	.	
۱۱	مسجد ووکنگ بابت مرمت	۳۰	.	.	.	.	.	
۱۲	مسجد ووکنگ چندہ	-	۷	۶	.	.	.	
۱۳	مسجد لندن بابت کرایہ	۱۰	۹	۶	.	.	.	
۱۴	مسجد لندن بابت قیمت [illegible]	۱۷	۱۱	-	.	.	.	
۱۵	قیمت کتاب لارڈ صاحب	۱	۶	۱۰	.	.	.	
۱۶	مولوی شبیر علی [illegible]	.	۵	-	.	.	.	
۱۷	امانت بابت	۱	.	.	.	.	.	
۱۸	شیخ الٰہی صاحب [illegible]	۳۵	.	.	.	.	.	یہ رقوم آمد کی نہیں [illegible]
۱۹	عید از سرکار (عید الفطر)	۴	۱۸	.	.	.	.	
۲۰	چندہ عید	۲	۵	.	.	.	.	
۲۱	قیمت [illegible] متعلقہ [illegible]	۵۵	۷	۵	.	.	.	
۲۲	محمد الدین سوداگر [illegible]	۵	۸	.	.	.	.	یہ رقم بھی مشن سے تعلق نہیں رکھتی +
	میزان	۱۷۸۱	۶	۵				نقل مطابق اصل ہے دستخط خواجہ کمال الدین

اسمیں رقوم امانت ۷، ۵، ۱۸، ۲۲ منہا کر دینی چاہئیں یعنی ۸-۲-۵۹۲ باقی ۹-۳-۱۱۸۹ جو [illegible] ۱۳-۳ [illegible] ہوتی ہیں جو رقوم شیخ صاحب نے بابتہ ہندوستان کے بھیجیں وہ ان رقوم میں کہ جو ہندوستان میں وصول ہو کر شیخ صاحب کی [illegible] جمع ہوئیں جو آمد ہندوستان میں دکھلائی جا چکی ہیں +

دستخط - کمال الدین

نقشہ (ب)

گوشوارہ خرچ رسالہ اسلامک ریویو و مولسلم خانہ وغیرہ ووکنگ مشن بابت سال ۱۹۱۵ء

نمبر	کھاتہ وار	رقم پونڈ	رقم شلنگ	رقم پنس	کیفیت
۱	کھاتہ خوراک	۸۱	۱۴	۹	[illegible]
۲	خرچ متفرق یعنی پہنچانہ	۳	۱	۱½	
۳	بابت چھپوائی رسالہ	۴۷۹	۹	۳	
۴	خرچ ڈاک ماہوار لندن	۴۱	۱۲	۱۱	
۵	خرچ ڈاک و ماہ رسالہ دفتر وغیرہ	۱۱۳	۵	۴	[illegible] شامل ہے
۶	خرچ سٹیشنری دفتر	۴	۲	۸	
۷	لفافہ جات اخیر ٹکٹ	۱	۱۴	۳	
۸	ذاتی خرچ مولوی صاحب	۵	۸	۱½	دھلائی [illegible]
۹	ذاتی خرچ نور احمد	۴	۱۸	۱½	
۱۰	خرچ مسجد ووکنگ	۳۲	۰	۱۰	روشنی بجلی مشین گرم کوئلہ
۱۱	خرچ مکان میموریل ہوس	۴۴	۲	۷½	روشنی بجلی [illegible] و مسل وغیرہ [illegible]
۱۲	اشاعت متفرق تالیف قلوب	۴۶	۵	۶½	
۱۳	خرچ لنگر خانہ	۶۸	۱۰	۷½	
۱۴	متفرق کتب اخبارات و سامان [illegible]	۱۳	۱۱	۱۱	
۱۵	تنخواہ باغبان	۲۵	۴	۱	
۱۶	ٹیکس پارلنسن (بابت مضامین رسالہ)	۱۲	۰	۰	
۱۷	پروفیسر نور الدین سٹیفن "	۲	۰	۰	
۱۸	تنخواہ مصطفٰی بیگ ملازم	۹	۱۵	۰	
۱۹	محمد علی باورچی	۲۱	۴	۹	[illegible] (یعنی [illegible] لنڈن)

[illegible] شلنگ [illegible] پونڈ [illegible] ۱۹۱۴ء [illegible] لارڈ ہیڈلے صاحب شامل ہیں

نقشہ (ب)

گوشوارہ خرچ سالانہ رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا وغیرہ ووکنگ مشن بابت سال ۱۹۱۵ء از جنوری ۱۹۱۵ء تا آخر دسمبر ۱۹۱۵ء

نمبر	کھاتہ وار	رقم پونڈ	شلنگ	پنس	کیفیت
۲۰	عرب صاحب	۱۷	۶	۸	
۲۱	مسٹر خالد شیلڈرک	۱۱	۱	۴½	
۲۲	مسٹر ہائٹ بابت ملاک بی	۲۷	۱	۱	
۲۳	عیدین	۳۶	۸	۱۰	اسمیں قریباً بیس پونڈ کے سرکاری لگ گئے تھے جو ۱۹۱۶ء میں وصول ہوئے متعلق عید الضحیٰ جو آمد ۱۹۱۶ء میں دکھلائی گئی
۲۴	کرسمس	۶	۷	۴	
۲۵	خرچ مسجد لندن	۳۰	۱۴	۹	جون ۱۹۱۵ء تک خرچ جو اس نقشہ میں درج کردہ ہے ایک سال پہلے وصول ہوچکا ہے وہ کرایہ لندن سی ہال کا تھا
	میزان	۱۱۳۳	۷	۲½	نقل مطابق اصل ہے۔ دستخط خواجہ کمال الدین

یہ لفظ بلفظ نقل اس گوشوارہ کی ہے جو شیخ نور احمد بلال صاحب نے کتاب خرچ کے آخر اپنے ہاتھ سے نقل کیا تھا۔ کیفیت میں جو خط وحدانی میں لکھا ہے وہ میں نے بطور شرح لکھا ہے۔ دستخط

خواجہ کمال الدین

خلاصہ حساب آمد و خرچ بابت سنہ ۱۹۱۶ء از کتب منشی ملال نور احمد منیجر دفتر ووکنگ از جنوری ۱۹۱۶ء تا ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء و از یادداشت ملک عبد القیوم محاسب دفتر ووکنگ بابت آخری آٹھ یوم دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء و کتب خواجہ عبد الغنی منیجر دفتر لاہور بابت سنہ ۱۹۱۶ء

نقشہ آمد و خرچ بابت سال سنہ ۱۹۱۶ء

آمد	پائی	آنہ	روپیہ	خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن در انگلستان بروئے نقشہ (ا)	۰	۱۰	۱۶۲۲۶	تنخواہ اسٹاف و سفر خرچ اسٹاف و دیگر عملہ لاہور و ووکنگ بروئے نقشہ (د)	۰	۰	۹۳۷۳
امداد مشن در ہندوستان بروئے نقشہ (ب)	۹	۹	۴۲۱۱	[illegible] طبع [illegible] اسلامک ریویو در انگلستان (ہ)	۰	۰	۷۶۱۹
آمد رسالہ اسلامک ریویو در انگلستان بہ قیمت	۰	۲	۱۰۹۶	اخراجات لنگرخانہ و دیگر اخراجات ووکنگ (و)	۰	۱۲	۸۰۴۴
آمد " " در ہندوستان	۰	۳	۴۷۰۵	اشاعت تبدیلی عملہ ... (ز)	۰	۶	۲۵۸۷
آمد بغرض تقسیم مفت رسالہ و دیگر لٹریچر در ہند (ج)	۰	۰	۱۲۵۰	اخراجات دورہ خواجہ صاحب در ہند و دیگر ایجنٹان (ح)	۰	۸	۶۳۵
امداد خصوصی برائے تقسیم مفت رسالہ و امداد مشن	۰	۰	۶۰۰۰	تیاری پارچات وغیرہ عملہ جو ووکنگ گیا	۰	۸	۱۲۱
از عالیجناب پرنس محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر بھوپال بابت مفت تقسیم رسالہ و دیگر لٹریچر بابت سال سنہ ۱۹۱۶	۰	۰	۶۰۰	محصول ڈاک متعلقہ اسلامک ریویو وی پی وغیرہ در ہند	۹	۷	۳۸۱
				سٹیشنری مجلد کاغذ وغیرہ در ہند	۹	۱۲	۷۸
				واپسی رقوم بہ ڈاکخانہ جو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہوئیں در اصل ووکنگ کی نہیں	۰	۸	۸۳
سفر خرچ از انجمن فرخ آباد	۰	۰	۵۵	قرضہ حسنہ	۹	۶	۶۰۰
قیمت کتاب ام الالسنہ و دیگر کتب بکڈپو	۹	۱	۳۵۳	قیمت اشیاء جو وقتاً فوقتاً ووکنگ و مسلم ... ہوئیں مثلاً لیکچر ...	۰	۷	۱۲۲
				متفرق در ہندوستان و انگلستان جس میں لاہور کے دفتر کی الماریاں بھی شامل ہیں	۰	۱۵	۱۲۰
میزان کل	۶	۱۰	۲۱۶۷۷	میزان کل	۳	۱۱	۲۶۸۶۸

دستخط	دستخط	دستخط
خواجہ عبد الغنی صاحب محاسب دفتر لاہور	ملال نور احمد سابق محاسب ووکنگ حال محاسب اسلامک ریویو دفتر لاہور	ملک عبد القیوم محاسب دفتر اسلامک ریویو ووکنگ

تفصیل آمد سنہ ۱۹۱۷ء							میزان کل		
	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
امداد مشن ہمراہ نقشہ انگلستان	۵۶	۳	۲	۸۴۲	۲	۰	۰	۰	
″ ″ درہندوستان ہمراہ نقشہ (۱)	۰	۰	۰	۶۳۰۱۳	۰	۰	۰		
امداد خصوصی از جائے معلومہ				۳۰۰۰	۰	۰	۰	۰	۰
آمدہ کرایہ لنڈن مسلم ہوس از لندن سنٹ ذریعہ آنریبل سید امیر علی صاحب	۱۱۵	۰	۰	۲۶۷۸	۹	۰	۰	۰	۰
بابت فرنیچر لنڈن مسلم ہوس بذریعہ آنریبل سید امیر علی صاحب	۶۳	۱۱	۵	۰	۰	۰	۱۲۹۰۳	۱۵	۰
بغرض مفت تقسیم اسلامک ریویو جات خاص				۳۰۰۰	۰	۰	۰۰	۰	۰
″ ″ ″ ہمراہ نقشہ انگلستان	۴۶	۹	۱۰	۶۹۷	۶	۰	۰۰	۰	۰
″ ″ درہندوستان ہمراہ نقشہ (۲)				۲۳۲۵	۰	۰	۰۰	۰	۰
از کتب خانہ در انگلستان	۱۵	۱۰	۱۱	۲۳۳	۳	۰	۰۰	۰	۰
در امداد ترجمہ صحیح بخاری شریف	۱۷	۵	۰	۲۵۸	۱۲	۰	۰	۰	۰
امداد از رسالہ اشاعت اسلام	۰	۰	۰	۳۵۰	۰	۰	۶۸۶۴	۵	۰
آمد بابت ایٹ ہوم	۳	۰	۰	۴۵	۰	۰	۴۵	۰	۰
بغرض تقرر مبلغان	۳۳	۶	۸	۵۰۰	۰	۰	۵۰۰	۰	۰
امداد متفرقہ ... درصرف ترجمہ ... ہندوستان	۰	۰	۰	۱۰۰	۰	۰	۱۰۰	۰	۰
میزان کل							۲۰۴۱۳	۴	۰

(امداد مشن) (بغرض مفت تقسیم اسلامک ریویو جات)

نوٹ: آمد و خرچ اسلامک ریویو ملاحظہ ہو نقشہ (۱۲)

نوٹ: اس کی تفصیل رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو گی + اس سال نصف فروری تک نمازگاہ لندن میں بمقام ہنوور روڈ ہوتی رہی جس کا کرایہ بھی لندن مسلم سوسائٹی ادا کرتی تھی اس رقم میں شامل نہیں ہے کرایہ کچھ ایام فروری اور آخر دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء تک کا ہے۔

دستخط	دستخط	دستخط
خواجہ عبدالغنی محاسب دفتر لاہور	ملک شیخ نور احمد مختار ووکنگ حال محاسب دفتر اسلامک ریویو لاہور	ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر اسلامک ریویو ووکنگ (انگلستان)

تفصیل اخراجات ۱۹۱۷ء

	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
مستقل خرچ (نقشہ ۳)	۵۲۴	۳	۰	۰	۰	۰
تنخواہ عملہ در انگلستان بموجب نقشہ (۴)	۱۹۱۹	۹	۰	۰	۰	۰
کرایہ ریل و ٹیوب ۔ (۵)	۳۱۵	۱۲	۰	۰	۰	۰
دیگر اخراجات مشن ۔ (۶)	۳۲۲	۱۳	۰	۰	۰	۰
خرچ متعلق مشن در لندن و انگلستان (۷)	۱۱۷۷	۰	۶	۰	۰	۰
اخراجات لندن مسلم ہاؤس کرایہ ۔ (۸)	۱۰۰۴	۴	۰	۰	۰	۰
کرایہ لندن مسلم ہاؤس فرنیچر روم و نمازگاہ	۲۶۷۸	۹	۰	۰	۰	۰
اخراجات نمازگاہ پیش از گرفتن مسلم ہاؤس نقشہ (۹)	۶۴	۱۳	۶	۰	۰	۰
مسجد ووکنگ نقشہ (۱۰)	۲۰۰	۱۰	۰	۸۲۰۷	۹	۰
اخراجات تقسیم مسلم لٹریچر و اسلامک ریویو بلاقیمت نقشہ (۱۱)	۵۰۱۹	۳	۰	۵۰۱۹	۳	۰
تالیف قلوب	۱۷۲	۳	۰	۱۷۲	۳	۰
قرض حسنہ	۲۲۵	۰	۰	۲۲۵	۰	۰
عیدین و کرسمس	۶۰۸	۳	۶	۶۰۸	۳	۶
مہمان خانہ لندن و ووکنگ	۴۰۵	۰	۰	۴۰۵	۰	۰
میزان کل				۱۴۶۳۷	۲	۶

دستخط ۔ ملک عبد القیوم بی اے ۔ مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۱۸ء

محاسب کتب دفتر ووکنگ (انگلستان)

نوٹ: یہ در اصل خرچ مہمانوں کا نہیں مہمانوں کی تعداد سال زیر حساب میں اگر فی وقت ایک مہمان لکھا جائے تو ڈھائی ہزار سے اوپر ہے ۔ جیسے کہ مفصل رپورٹ سے نظر آئیگا یعنی اوسطاً ماہواری تعداد مہمانوں کی ۲۲۰ کے لگ بھگ تھی ۔ حالانکہ خرچ جو اوپر دکھلایا گیا ہے وہ صرف سالانہ ستائیس پونڈ یعنی سوا دو پونڈ ماہوار ہے ۔ بقیہ کل خرچ کارکنان مشن نے امسال اپنے ذمہ ڈال لیا ہے

نقشہ (۱) امداد عامۂ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
چندہ فراہم شدہ معرفت جناب آنریبل غلام حسین صاحب قاسم عارف۔ کلکتہ	۴۰۰۰	۰	۰	جناب بی اے ممتاز الدین محمد ایوب صاحبان دہلی عام			
				,, حاجی محبوب صاحب دہلی عا			
جناب سید ارتکیہ خاں صاحب بصرہ وقتاً فوقتاً ارسال فرماتے رہے۔	۸۰۰	۰	۰	,, شیخ عبدالوہاب عطاء الرحمن صاحبان ,, صہ			
				,, شمس العارفین صاحب دہلی عمار			
جناب بشیر بادشاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر فیروزپور	۱۰۰	۰	۰	,, حبیب احمد صاحب ,, عہ			
,, نواب چودھری نواب علی صاحب میمن سنگھ	۴۵	۰	۰	,, شیخ عبدالرحمن ,, ۸			
,, محمد رفیع صاحب سوداگر دہلی	۱۰۰	۰	۰	,, عبدالغنی محمد الدین ,, عہ			
,, محمد بخش صاحب لدھیانہ	۲۰۰	۰	۰	,, احسان اینڈ کو عہ			
,, حاجی مردین صاحب لدھیانہ	۱۵	۰	۰	,, ٹرنک والے ,, ,, عہ			
,, فرید بخش نور بخش ,, ,,	۲۱	۰	۰	,, فیاض خان ,, ,, عہ			
,, بابو محمد حسین ,, ,,	۵	۰	۰	,, حاجی محمد یحییٰ صاحب ,, ۶			
,, حاجی محمد حسن ,, ,,	۵	۰	۰	,, عنایت غلام علی ,, ۶			
,, منشی فتح محمد ,, ,,	۲	۰	۰	,, محمد اسحٰق ,, ,, عمار			
,, نواب مزمل اللہ خاں صاحب رئیس بھیکم پور	۵۰	۰	۰	,, حافظ سعید الدین ,, عہ			
معرفت ایجنٹ دفتر بتفصیل ذیل	۷۳۷	۲	۹	,, شیخ امان اللہ صاحب ,, عہ	۰	۰	۰
,, فضل الٰہی صاحب دہلی ۸				,, عبدالکریم عبدالرحمن ,, ,, ۳			
,, عبدالوحید صاحب ,, ۴				,, عزیز الرحمن ,, ,, عہ			
,, شیخ ثناء اللہ محمد رفیق صاحبان دہلی عـه				,, عبدالوہاب محمد سعید صاحبان عـه			
,, کرم الٰہی محمد ابراہیم صاحبان دہلی عـه				,, حاجی محمد عمر صاحب ,, عـه			

* کلکتہ کا چندہ بذریعہ عنایت جو بسرکردگی عالیجناب آنریبل غلام حسین صاحب قاسم عارف وصول ہوا وہ مبلغ ۴۸۳۰ روپیہ تھا جو مختلفات مشن میں تقسیم کر دیا گیا مبلغ ۴۰۰۰ بمد عامۂ اغراض مشن اس نقشہ میں اندراج ہوا ہے اور مبلغ ۸۳۰ روپیہ بمد متفرقات تعمیر ... جو نقشہ نمبر ۲ میں درج ہوا ہے اس چندہ میں باد و ترقم عالیجناب آنریبل صاحب کی جیب خاص سے دی تھی +

نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب میاں جان عبد الرحمن صاحب سوداگر دہلی صر	.	.	.	جناب حاجی نصر الدین محمد دین صاحبان دہلی صر			
ر میاں محمد شفیع صاحب ر ر صر	.		-	ر عبد الواحد عبد الرشید صاحب دہلی صر			
ر شمس الحسن ممتاز الدین ر صدر دہلی عمر				ر حافظ عبد الغنی عبد الحکیم صاحبان ر عہ			
ر حاجی عنایت اللہ و احسان اللہ ر صر				ر محمد شفیع عبد السلام صاحب دہلی صر			
ر فیاض الدین عزیز الدین صاحبان ر للعہ				ر عبد اللہ و الہٰی بخش آلمی ر عہ			
ر شیخ عبد الغفور صاحب ر ر صر				ر مولانا عبد الرحیم صاحب شنی ر صر			
ر حافظ نصیر الدین صاحب ر ر عہ				ر فضل الٰہی انعام الٰہی دہلی عمر			
ر حاجی شہاب الدین عبد الغنی صاحبان سبزی منڈی دہلی صر				ر حاجی فضل الٰہی صاحب منڈی دہلی صر			
ر حاجی علم جان خان صاحب سوداگر ر ر صر				ر حاجی الٰہی بخش محمد ابراہیم ر عہ			
ر چودھری سلطان احمد ر ر ر عہ				ر حافظ عبد العزیز صاحب کیل ر صر			
ر ذکر الرحمن صاحب ر ر للعہ				ر بیجی عبد الصمد صاحب دہلی صر			
ر حافظ عبد الکریم عبد المجید صاحبان سوداگران للعہ				ر سیٹھ محمد ہارون صاحب ر عہ			
ر عبد الرحیم حاجی محمد وزیر صاحب دہلی عہ				ر ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری ر ۱۵			
ر پیرجی احسان اللہ صاحب ر عمر				ر خواجہ عبد المجید و محمد کرم اللہ خان ر عہ			
ر حاجی عبد الغنی صاحب محمد فاروق ر صر				ر حاجی عبد الغنی و عبد الرزاق صاحبان ر ۳۰			
ر مولا بخش محمد حسین صاحب ر صر				ر حکیم علی رضا خاں صاحب دہلی عہ			
ر فتح محمد دوست محمد ر ر صر				ر چودھری الہ دیا نمبردار ر ۳۰			
ر حاجی عبد الکریم الٰہی بخش ر صر				ر قاضی ناصر الدین احمد صاحب انسپکٹر آبکاری دہلی صر ۱۰			
ر عبد الصمد حبیب اللہ سوداگران ر عہ				ر منشی عبد الغفور صاحب ناظر الٰہی ۱۵			
ر فخر الدین عبد الوحید ر ر عہ				ر محمد ایوب صاحب چھنالال میاں دہلی ۲۵			
ر حاجی عبد الرحیم عبد السلام صر							

نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	رقم	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	رقم	روپیہ	آنہ	پائی
جناب حافظ عبد الحفیظ صاحب مزار دہلی	[illegible]				جناب مرزا اکرم بیگ صاحب سیالکوٹ	۴ر			
" نواب حسین علی خاں صاحب گوالیار	[illegible]				" مرزا فضو بیگ صاحب "	۴ر			
" بندۂ خدا دہلی	[illegible]				" مرزا داؤد بیگ صاحب	۲ر			
" عبد الشکور خاں صاحب قصر بازار "	للعہ				" پیر محمد صاحب "	۵ر			
" ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب دہلی	[illegible]				" مستری غلام محمد صاحب "	۴ر			
" معرفت ایجنٹ صاحب از [illegible]	[illegible]				" جیون بخش صاحب کلکتہ	[illegible]			
" معرفت ایجنٹ صاحب از سفر لکھنؤ	[illegible]				" محمد خالق داد صاحب "	۴ر			
۴/۴۹ ... دہلی					" شیر دل صاحب کلکتہ	[illegible]			
موفقت جناب پیر محمد خان صاحب بیرسٹر ایٹ لا اعزازی سیکرٹری مشن		۱۶۲	۱۳	۶	" میاں عبد ل صاحب "	[illegible]			
					" حاجی عبد الکریم "	[illegible]			
جناب عبد الرحمن صاحب سوداگر الہ آباد	۲ر				" شیخ نعمت اللہ صاحب "	[illegible]			
" عبد اللہ صاحب "	۲ر				" میاں عبد الرحیم " "	[illegible]			
" بابو عبد العزیز صاحب	۲ر				" خواجہ شاہ محمد " "	[illegible]			
" عبد الرحیم صاحب اگرہ	۸ر				" عبد الباری " "	[illegible]			
" نور محمد صاحب "	۲ر				" غلام قادر صاحب "	[illegible]			
" نظام الدین صاحب "	۱ر				" میاں عبد الغفور صاحب "	[illegible]			
" محمد یوسف صاحب "	۴ر				" محمد امیر گلاب شاہ "	[illegible]			
" سید غلام رسول صاحب سیالکوٹ	[illegible]				" فتح دین " "	[illegible]			
" عمر خاں صاحب سیالکوٹ	۴ر				" محمد عالم صاحب "	[illegible]			
" شیخ فضل الٰہی صاحب "	[illegible]				" محمد انور خاں "	۲ر			
" مرزا محمد بیگ صاحب "	۴ر				" ماسٹر نذیر احمد " "	[illegible]			

نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ از ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	رقم	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	رقم	روپیہ	آنہ	پائی
بذریعہ شیخ نور محمد غلام نبی صاحب کلکتہ وصول					جناب محمد علی صاحب ...	۲ر			
ر خیر الدین خدا بخش ر ر	عہ/				ر محمد یوسف	عہ/			
ر میاں محمد علی صاحب	عہ				ر عمر خان رنگ ریلور	عہ/			
ر میاں محمد بخش ولد حاجی فتح دین ر	عما				ر ماسٹر محمد یوسف صاحب کلکتہ	عما			
ر ماسٹر غلام محمد صاحب ر	عہ/				ر حاجی یعقوب صاحب کاٹھیاوار	۸ر			
ر غلام محی الدین صاحب سوداگر ر	۴ر				ر عبد الکریم ر دہلی	۸ر			
ر عبد القیوم صاحب کلارک ر	۴عہ				ر سکندر علی ر ٹھیکیدار بمبئی	عہ/			
ر شیخ عبد الرحیم صاحب رنگون	عہ/				ر ماسٹر علم دین صاحب ر	عما/			
ر صوبیدار نذر محمد صاحب کلکتہ	عما				ر نور دین صاحب ر	۸ر			
ر خواجہ عبد الغنی صاحب ر	عہ/				ر ماسٹر محمد دین صاحب	عما/			
ر ملا حاجی محمد صاحب رنگون	عہ/				ر محمد اسمعیل ر امرتسر	۸ر			
ر میاں محمد خان ر	عہ/				ر عبد الرحمن ر بمبئی	۴ر			
ر حاجی عطا محمد صاحب ر	عہ/				ر عبد الغفار ر ر	۲ر			
ر خان بہادر پنجابی ۱۲۸ فورتھ منٹ کمین	۴ر				ر غلام حسن صاحب امرتسری ر	۲ر			
ر حوالدار دیوان علی صاحب ر	۱عہ				ر محمد حسین صاحب ر	۴ر			
ر شاہ محمد صاحب ر ر	۴ر				ر حاجی بخاری ر ر	۴ر			
ر چودھری رام لال صاحب میٹل برما	۴ر				ر محمد یوسف ر ر	۱ر			
ر حوالدار رحمت اللہ خان ر فورٹ سنڈیمن	۲ر				ر ماسٹر محمد اسمعیل ر	۲ر			
ر میمن احمد کاٹھیاوار گجرات	عہ/				ر ماسٹر حفیظ و محمد حسین ر	عہ/			
ر حوالدار حاجی احمد صاحب پشاور	۲ر				ر تجمل حسین صاحب ر	۴ر			
ر جعفر علی صاحب فورٹ سنڈیمن	۴ر				ر عبد الغفور ر ر	۴ر			

نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	رقم	روپیہ	آنہ	پائی
جناب حاجی عبدالرحمن حاجی اسمٰعیل صاحب بمبئی	عہ/			-
" محمد عمر صاحب "	۴/			
" بچو عبدالستار صاحب "	۲/			
" حاجی احمد حاجی دل " "	عہ/			
" چاند ماسٹر شیلیر "	۸/			
" ماسٹر شہاب الدین سیلیمٹر "	عہ/			
" ماسٹر بوطی " " "	عہ/			
" " کرم الٰہی " " "	عا/			
" " سراج دین " " "	عہ/			
" ماسٹر عبدالغفار " "	۴/			
" عبدالکریم " "	۴/			
" ماسٹر عبدالغفار عابد الدین "	عہ/			
" علی باقر سوداگر "	۴/			
" مرزا قیوم صاحب "	[illegible]			
" صالح بائی "	عہ/			
" قادر احمد " "	عہ/			
" دین محمد صاحب معرفت شیخ عبدالغفار "	۴/			
" عبداللطیف صاحب سہارنپور	۴/			
" غلام محی الدین " لاہور	۴/			
" بابو بنواری لال " "	۱۰/			
" عبدالرشید صاحب کراچی	عہ/			
" سیٹھ پیر بخش ابراہیم صاحب	عہ/			
" ماسٹر نور الدین صاحب "	۸/			
" ماسٹر محمد بخش " "	۸/			
" نبی بخش " "	عہ/			
" رحیم بخش " "	۶/			
" خدا بخش صاحب " کوئٹہ	عہ/			
" سراج دین " "	عہ/			
" محمد اسمٰعیل " "	عہ/			
" فضل الٰہی " "	۸/			

اسماے معطی صاحبان	رقم	روپیہ	آنہ	پائی
جناب منشی عزیز الدین صاحب کوئٹہ	عہ			
مہر عالم جان صاحب "	عا/			
" پیر محمد صاحب کی معرفت سفیر مشن	۴/			
" میاں وڈا صاحب فیروز پور	۴/			
" محمد افضل " "	۲/			
" میاں کلو " "	۲/			
" عبدالرحمن " "	۸/			
" نور محمد ملتانی "	عہ/			
" ماسٹر فیروز دین صاحب "	عہ/			
" مولوی محمد حسین صاحب وکیل "	عا/			
" محمد حسن صاحب	۸/			
معرفت پیر محمد صاحب سفیر مشن	عہ			
" شیخ نذر احمد صاحب نینی تال } مرادآباد	۴/			
" محمد یعقوب صاحب " } جیبسی	عہ/			
" حسن "	عا/			
" رحیم اللہ "	۹/			
" عبدالسلام "	۴/			
" چھجو "	عہ/			
" نعمت اللہ "	عہ/			
معرفت جناب پیر محمد صاحب	۱۱/			
عامہ عائشہ مشن از جملہ مسلمین ہند بہ تفصیل ذیل		۴۱۲	۱۱	۰
نا معلوم الاسم معرفت خدا بخش صاحب } از لدھیانہ	عہ			
جناب محمد قائم خان صاحب	للعہ			
" زین الدین ابراہیم صاحب	عہ			
" حکیم غلام محی الدین خان صاحب دہلی	عہ			
" فتح لال تپی صاحب بمبئی	عہ ۴/			
" " الدین " "	عہ			
" محمد امین بیگ جموں	عہ/			

نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ ہندوستان

قم	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
[illegible]	جناب عبد الرزاق صاحب معرفت محمد صاحب مرحوم / محمد حسین صاحب / معرفت عبد الحنان صاحب سکھر بتفصیل ذیل			
[illegible]	مظفر بیگ صاحب سکھر			
[illegible]	بابو عبد القیوم صاحب			
[illegible]	منشی کمال منشی نور محمد			
[illegible]	عبد الحنان صاحب			
[illegible]	محمد بخش صاحب ملتان بمد زکوٰۃ			
[illegible]	احمد حسین صاحب			
	چندہ معرفت عبد الحنان صاحب سکھر بتفصیل ذیل			
[illegible]	مستری عبد اللہ صاحب سکھر			
[illegible]	عبد الحنان طفیل محمد			
[illegible]	داد محمد ابن محمد			
[illegible]	محمد امین بیگ			
[illegible]	عبد الکریم صاحب			
	معرفت عبد الحنان صاحب سکھر بتفصیل ذیل بمد زکوٰۃ			
[illegible]	حاجی اللہ بخش سکھر			
[illegible]	میاں فضل کریم محمد صدیق			
[illegible]	حاجی گل شیر محکم دین			
[illegible]	میاں چراغ دین غلام رسول			
[illegible]	میاں حاجی سلطان محمد			
[illegible]	ابو سعید صاحب			
[illegible]	حافظ سیف اللہ خان صاحب / برٹش ایجنٹ کابل			
[illegible]	نامعلوم الاسم			

قم	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
[illegible]	[illegible]			
[illegible]	محمد صدیق صاحب بمد زکوٰۃ			
[illegible]	[illegible]			
[illegible]	ماسٹر [illegible]			
[illegible]	فضل باقی و [illegible] باقی صاحب			
[illegible]	اے کے صدیق صاحب			
[illegible]	محمد نور صاحب [illegible]			
[illegible]	[illegible]			
[illegible]	[illegible]			
[illegible]	[illegible]			
۵۰ [illegible]	نامعلوم صاحب بمد زکوٰۃ			
[illegible]	محمد صدیق صاحب بمد زکوٰۃ			
[illegible]	از گوپال نگر روڈ ڈاکخانہ علی پور			
[illegible]	جناب رحمت اللہ خان صاحب سابق وزیر ریاست [illegible]			
[illegible]	محمد رحیم بخش صاحب			
[illegible]	منہاج الدین صاحب			
[illegible]	سید احمد حسین صاحب بی اے [illegible] بمد زکوٰۃ			
[illegible]	محسن علی صاحب			
[illegible]	قاضی محمد مرتضیٰ [illegible]			
[illegible] ۱۰	از منیجر کارخانہ [illegible] بمد زکوٰۃ			
	قیمت کتب انگریزی [illegible]	۲۶	۴	۹

نقشہ نمبر (۲) تفصیل امداد بغرض مفت تقسیم لٹریچر و اسلامک ریویو

اسمائے گرامی تقسیم کنندگان مفت سالہ	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے گرامی تقسیم کنندگان مفت سالہ	روپیہ	آنہ	پائی
عالیجناب میجر حاجی پرنس حمید اللہ خان صاحب بھوپال	۶۰۰	۰	۰	جناب محمد اکرم خان صاحب بی اے چارسدہ	۴۹	۰	۰
معرفت آنریبل جناب غلام حسین صاحب قاسم عارف کلکتہ	۸۲۰	۰	۰	معرفت جناب احمد ملا داؤد صاحب چیڈوبا برہما	۶۵	۰	۰
				جناب ڈاکٹر محمد حسین صاحب الہ آباد	۲۰	۰	۰
جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب ایم بی بی ایس سول سرجن کورم پارا چنار	۱۰۰	۰	۰	” منشی محمد خان صاحب اردو ہیڈکلرک کوئٹہ	۲۰	۰	۰
				[illegible]	۵	۰	۰
جناب تاج دین صاحب تحصیلدار ریلی نور	۱۰۰	۰	۰	جناب غلام نبی صاحب ڈھاکہ	۲۰	۰	۰
” شیخ خدا بخش ” مردان	۵۰	۰	۰	” ماسٹر محمد سمیع صاحب گورکھپور	۱۰	۰	۰
” حبیب الرحمٰن ” نشیروانی صیب گنج	۵۰	۰	۰	معرفت جناب ٹیکا خان صاحب صوبیدار از بصرہ بہ تفصیل ذیل ٹیکا خان امیر الدین حمید ارد لال عبداللہ حاجی	۲۰	۰	۰
” قاضی مرتضیٰ حسین صاحب ماپٹوبیہ	۵	۰	۰				
” مرزا امجد علی صاحب نوشہرہ معرفت ڈاکٹر غلام محمد صاحب کورم	۵	۰	۰				

نوٹ: مبلغ چار ہزار آٹھ سو تیس روپے جو آنریبل جناب غلام حسین صاحب قاسم عارف کلکتہ کی وساطت سے وصول ہوئے ہیں ان میں سے مبلغ چار ہزار تو نقشہ نمبر (۱) میں دکھلایا جا چکا ہے۔ اور مبلغ ۸۳۰ روپے اس نقشہ میں اندراج کیا گیا ہے۔ کل رقم مبلغ ۴۸۳۰ روپے کی تفصیل ذیل میں معہ اسمائے گرامی معطی صاحبان بصد شکریہ درج کیجاتی ہے۔

جناب آنریبل غلام حسین قاسم عارف صاحب کلکتہ	۲۰۰	۰	۰	جناب محمد حسن ماموجی صاحب کلکتہ	۲۵	۰	۰
” مسٹر ابراہیم سلیمان صالح جی اینڈ کو ”	۱۵۰	۰	۰	” مسٹر یوسف اینڈ کو محمود موسے جی صالح جی ”	۱۰۰	۰	۰
” حاجی ذکریا حاجی جان محمد صاحب ”	۲۵	۰	۰	” ” حاجی نور محمد ذکریا صاحب کلکتہ	۵۱	۰	۰
” عبداللطیف حاجی احمد اینڈ سنز ”	۲۵	۰	۰	” شیخ عبدالغنی صاحب ”	۵۱	۰	۰
” عبدالرحیم عثمان اینڈ کو ”	[illegible]	۰	۰	[illegible] عبدالغنی صاحب ”	۵۰	۰	۰
” حاجی اعظم غلام حسین اینڈ کو ”	۱۰۰	۰	۰	مسٹر اسمٰعیل سلیمان ماپارا ”	۵۰	۰	۰
” مسٹر عثمان حاجی ابراہیم صاحب ”	۵۰	۰	۰	مسٹر بلا محمود ملا ہاشم صاحب ”	۵۰	۰	۰
” محمد یعقوب ” ”	۲۵	۰	۰	مسٹر محمد یوسف صاحب ”	۲۵	۰	۰
” محمد الیاس عبدالخالق ” ”	۵۱	۰	۰	مسٹر موسیٰ جی حسن اسمٰعیل	۲۵	۰	۰
” عبدالکریم پیر محمد	۲۵	۰	۰	مسٹر شیخ محبوب علی	۱۰۰	۰	۰

سنہ ۱۹۴۱ء میں بھی آپ نے یکصد روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ جو مجموعی رنگ میں آمد سالانہ اسلامک ریویو میں شامل کیا گیا۔ اور علیحدہ مشتہر نہ ہوسکا

نقشہ نمبر (۲) تفصیل امداد بغرض مفت تقسیم لٹریچر و اسلامک ریویو

اسمائے گرامی تقسیم کنندگان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے گرامی تقسیم کنندگان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب محمد حسین صاحب چودھری ...	۱۱	۰	۰	حکومت جناب ... صاحب	۲۰۵	-	۰
بیگم صاحبہ حبیب اللہ صاحب	۲۵	۰	-	...			
" واجد علی خان صاحب ...	۵	۰	۰	" ... حسین صاحب ...	۵	-	-
" عبدالعزیز صاحب ...	۵	۰	۰	" ... سعید ...	۵	۰	۰
" سید ... حسین صاحب	۵	۰	۰	" عبدالمجید صاحب			
" نامعلوم ...	۵	۰	۰	حیدرآباد دکن	۵	۰	۰

دستخط
بلال شیخ نور احمد محاسب کتب دفتر لاہور

نقشہ نمبر ۳

تفصیل مستقل اخراجات مشن ۱۹۱۷ء	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
سٹیشنری - - - - -	۴	۳	۲	۰	۰	۰
متفرق اخراجات مشن روشنی و بجلی و کوئلہ	۱۲	۶	۴			
میموریل ہوس وغیرہ	۱۷	۹	۵			
میزان کل	۳۴	۱۸	۱۱	۵۲۴	۳	۰

دستخط ملک عبد القیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

نقشہ نمبر ۴

تفصیل تنخواہ عملہ در انگلستان	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
تنخواہ باورچی در ووکنگ محسوبہ جولائی ۱۹۱۶ء لغایت دسمبر ۱۹۱۷ء	۲۵	۱۰	۰	۰	۰	۰
ملازمان ادنےٰ جو وقتاً فوقتاً رکھے گئے -	۱۵	۲	۹	۰	۰	۰
خرچ خوراک ملازمان ادنےٰ مع باورچی	۵۶	۰	-	۰	۰	۰
ملک عبد القیوم صاحب جولائی ۱۹۱۶ء لغایت دسمبر ۱۹۱۷ء بعد از منہائی رقوم جو ۱۹۱۶ء میں ان کے نام جا چکی ہیں	۳۱	۶	۸	۰	۰	۰
میزان کل - - - - -	۱۲۷	۱۹	۵	۱۹۱۹	۹	۰

دستخط - ملک عبد القیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

م - اسکے علاوہ ... اور آنکے وصول ہوئے - چونکہ ... کے متعلق معلوم نہیں تھا کہ ... اسلئے

نقشہ نمبر ۵

تفصیل کرایہ ریل وٹیوب در انگلستان	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
کرایہ ریل وٹیوب از ووکنگ تا لندن حسب کرایہ سیزن ٹکٹ ۱ پونڈ ۲ شلنگ ۲ پنس ماہوار از ووکنگ تا لندن شامل ہے از کھاتہ ووکنگ	۱۹	۱۱	۰	۰	۰	۰
از کھاتہ لندن مسلم ہوس	۱	۱۰	۰	۰	۰	۰
میزان کل	۲۱	۱	۰	۳۱۵	۱۲	۰

دستخط ۔ ملک عبد القیوم بی اے ۔ محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

نقشہ نمبر ۶

تفصیل دیگر اخراجات مشن	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
واٹر ایک	۲	۱۰	۰			
کتب خانہ	۲	۱۳	۱۰			
اشتہارات	۷	۱	۸			
[illegible] ہندوستان	۱	۱۳	۱۰			
مولود شریف	۲	۱۰	۰			
محصول ڈاک	۵	۱				
کل میزان	۲۱	۱۰	۴	۳۲۲	۱۲	۰

دستخط ۔ ملک عبد القیوم بی اے ۔ محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

نقشہ نمبر ۷

تفصیل اخراجات متعلق مشن در ہندوستان	روپیہ	آنہ	پائی
* [illegible] بمبئی ایک کلرک اور ایک ایجنٹ برائے وصولی چندہ [illegible] ایک سال کیلئے اور ایک چندہ ایام کے لئے ہے	۵۷۵	۸	۹
اخراجات ایجنٹ برائے وصولی [illegible]	۱۰۰	۰	۰
سفر خرچ واپسی حضرت مولوی صدر الدین صاحب [illegible] از بمبئی تا لاہور	۱۰۰	۰	۰
اشیا آمد از لاہور برائے [illegible]	۱۳	۱۴	۰
متفرق سامان دفتر	۳۲	۰	۰
گرم پوستین از پشاور بابت عملہ دفتر ووکنگ	۳۰	۰	۰
محصول ڈاک و اپیل برائے [illegible] مشن	۱۵	۰	۰
پارسلہائے بہ انگلستان	۴۷	۶	۰
واپسی [illegible] قرآن شریف کی [illegible]	۹۷	۱۰	۹
اخراجات [illegible] ایجنٹ	۱۰۱	۱۵	۹
سٹیشنری مشن	۳۶	۱	۳
کل میزان	۱۱۷۷	۰	۶

* خلیفہ عبد المجید صاحب ایجنٹ علی الحساب [illegible] ۵/۵/۵/۳ [illegible] ماہوار [illegible] تنخواہ [illegible] جو [illegible] کیلئے [illegible] ۱۹۱۶ء [illegible] ایجنٹ [illegible] کام کرتے رہے [illegible]

نقشہ نمبر ۸

تفصیل اخراجات مسلم نماز گاہ ...	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
تنخواہ ہوس کیپر	۲۵	۱۳	٠			
خرچ خوراک ہوس کیپر آٹھ ماہ	۱٦	-				
کوئلہ برائے گرما لکچر روم و کمرہ نماز و دفتر وغیرہ	۸	۵	٠			
متفرق	۱	۱٠	۸			
محصول ڈاک	٠	٦	۵			
کرایہ ہوس کیپر درمیان لندن و ...	۱	۱	۲			
ہوس کیپر و دیگر دھلائی چادر نماز گاہ	۱۲	۱۲	-			
ابسط ہوم بعد نماز جمعہ و لکچر اتوار	۱٠	۱۸	-			
میزان کل	٦٦	۱۵	٠	۱٠٠۴	۴	٠

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے محاسب ... (انگلستان)

لندن میں جس قدر خرچ ہوا ... اس میں ٦٦ پونڈ ... ہوس کیپر کا ... کل خرچ ... صاحب نے اپنے ذمہ ڈال لیا ہے اسطرح آیندہ سال ابسط ہوم کے خرچ کو بھی مشن ... کر دیا جائیگا۔ ... ان کی بس کم از کم ایک پونڈ ... کر دی کہ جو ابسط ہوم کے اخراجات کے لئے ... میں کافی سے زیادہ ہے۔ اس طرح انشاء اللہ ... وحبیب ... اور اتوار کے علاوہ ... ابسط ہوم ... ان سب کا خرچ اس فیس سے نکل جاویگا۔

نقشہ نمبر ۹

پہلے بمقام ... میں ایک مکان نصف تھا جس کا کرایہ ... دیا جاتا تھا۔ ... چنانچہ مکان کی صفائی کا ... یا نماز جمعہ کے وقت مکان کے گرم کرنے ... جائے پانی پر ... نماز ... خرچ ہوتا تھا ... ٦ پونڈ ۵ شلنگ پنس ہوا۔ اسکے لبعدہم نے مستقل مکان لے لیا۔ اور وہاں چلے گئے۔ اس کا سالانہ خرچ نقشہ (۸) میں دکھلایا گیا ہے +

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے محاسب ... ووکنگ انگلستان

نقشہ نمبر ۱٠

تفصیل اخراجات مسجد ووکنگ	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
کوئلہ	۴	٦	٦			
روشنی	۵	۱۱	۸			
آلات باغیچہ	۳	۱	۵			
متفرق	٠	۲	۲			
میزان کل	۱۳	۷	٦	۲٠٠	۱٠	-

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے۔ محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

نقشہ نمبر ۱

تفصیل اخراجات بابت مفت تقسیم لٹریچر	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
چھپائی کتب جدید	۲۹	۸	۸			
اشاعت عیرہ جس میں ۱۲ پونڈ تقسیم رسالہ ہائے سالہائے گذشتہ بھی شامل ہیں	۱۳	۱۶	۰			
اسٹیشنری	۵	۳	۸			
اخراجات طبع رسالہ در انگلستان و ہندوستان بروئے نقشہ ۱۲	۲۸۶	۳	۱۱			
میزان کل	۳۴۴	۱۲	۳	۵۰۱۹	۳	۰

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے فنانشل سیکرٹری ووکنگ مشن انگلستان

نقشہ نمبر ۱۲ تفصیل آمد و خرچ رسالہ اسلامک ریویو

آمد	روپیہ	آنہ	پائی	خرچ	روپیہ	آنہ	پائی
قیمت اسلامک ریویو از خریداران موصولہ در انگلستان	۱۵۹۲	۴	-	اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان و انگلستان	۸۵۸۵	۱۴	۰
در ہندوستان	۷۶۷۰	۸		اخراجات بغرض مفت تقسیم رسالہ	۴۲۹۲	۱۵	-
آمد بغرض تقسیم رسالہ بلا قیمت ہندوستان و انگلستان میں درج ہوئی جس کی تفصیل ابتدا نقشہ میں دی گئی ہے	۵۰۲۲	۶	۰				
میزان کل	۱۴۲۸۵	۲	-	کل میزان بروئے نقشہ الف و ب حسب ذیل	۱۲۸۷۸	۱۳	۰

نقشہ (الف) اخراجات طبع اسلامک ریویو در انگلستان

تفصیل اخراجات طبع اسلامک ریویو	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
اخراجات طبع در انگلستان	۲۱۶	۳	۰			
کاغذ	۱۴۱	۱۴	۴			
محصول ڈاک	۱۱۹	۰	۷½			
سٹیشنری معہ لفافہ جات	۲۰	۰	۰			
متفرق	۱۱	۱	۶			
خط و کتابت وغیرہ	۷	۵	-			
میزان کل	۵۱۵	۴	۵½	۷۷۲۸	۵	۶

نقشہ (ب) اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان

تفصیل اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
محصول ڈاک				۴۰۸	۴	۰
سٹیشنری				۸۰	۱	۶
تار خرچ				۵	۱۰	۰
متفرق واپسی رقوم				۵۴	۰	۶
کرایہ مکان دفتر				۴۲	۸	۰
تنخواہ سٹاف				۷۱۰	۰	۰
بمد تنخواہ ایڈیٹوریل سٹاف				۳۸۵۰	۰	-
میزان کل	۳۴۴	۷	۴	۵۱۵۰	۸	-

مذہبی دنیا میں ہلچل مچا دینے والی کتابیں

حضرت مولوی محمد علی صاحب کی تصنیفات جدیدہ

النبوۃ فی الاسلام :- اس کتاب میں نبوت کاملہ تامہ اور نبوت ناقصہ یا محدثیت کی خوب تشریح قرآن مجید اور اقوال ائمہ سے کی گئی ہے نبوت کی علامت نمائی اور ختم نبوت محمدیہ پر ایک لطیف دلیل پیش کی گئی ہے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مسیح موعود کے دعاوی پر بھی آپ کی تمام تصنیفات سے روشنی ڈالی گئی ہے غرض مسئلہ نبوت میں یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے - حجم پونے چھ سو صفحہ قیمت عہ مجلد عیہ +

نکات القرآن ہر چہار حصص کامل قرآن مجید کے پہلے پانچ پاروں پر تفسیری نوٹ ہیں جنہیں زمانہ کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت مصنف نے لطیف پیرایہ میں لکھا ہے ملک کے نامور اخبارات زمیندار وغیرہ نے اس پر بہت اچھے ریویو کئے ہیں قیمت عہ

مسیح موعود اس کتاب میں نزول ابن مریم پر سیر کن بحث کی گئی ہے حضرت مسیح کس طرح نازل ہونگے کب نازل ہونگے - ان تمام سوالات کو قرآن مجید اور احادیث سے حل کیا گیا ہے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی مسیحیت و مہدویت پر بھی شرح و بسط سے روشنی ڈالی گئی ہے - قیمت عہ مجلد عہ +

جمع قرآن اس کتاب میں جمع قرآن کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیق سے لکھا گیا ہے - اور جو اعتراضات حفاظت قرآن مجید پر غیر مذاہب کیا کرتے تھے انکا رد کیا گیا ہے ڈاکٹر منگانا کے صحف قرآنی کی حقیقت الم نشرح کی گئی ہے قیمت

احمدیہ موومنٹ (سلسلہ احمدیہ انگریزی میں) حضرت مولوی محمد علی صاحب نے انگریزی میں چار ٹریکٹ لکھے ہیں جن کو ... متعلقہ سلسلہ احمدیہ کو قلمبند کیا ہے بانی سلسلہ کی زندگی کے حالات اس کے کارہائے نمایاں اس کی تشریحات ... خلاف غلط الزامات غرض ان تمام مضامین پر ان چار ٹریکٹوں میں روشنی ڈالی گئی ہے - اور چوتھے ٹریکٹ میں سلسلہ کے اختلافی مضامین پر بحث کی گئی ہے - انگریزی خوان حضرات کیلئے یہ کتابیں نہایت مفید ہیں -

قیمت نمبر اول ۱۲ر نمبر دوم ۱۴ر نمبر سوم ۴ر نمبر چہارم ۱۲ر کل عہ ر +

حقیقۃ المسیح از روئے بائبل و قرآن عیسائیوں کے ان اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے جو وہ حضرت مسیح کی ... کو بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلعم کی ذات مقدس پر کیا کرتے ہیں ہر مسلمان کے ہاتھ میں یہ کتاب ہونی چاہئے قیمت ۲ر

درثمین :- حضرت مسیح موعود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصوفانہ نظموں کا ایک دیدہ زیب اور مرغوب مجموعہ ہے جس میں اردو فارسی نظموں کو جمع کر دیا گیا ہے - ان نظموں کی خوبی کے لئے حضرت مصنف کا نام ہی کافی ہے - اسقدر ہم لکھتے ہیں - کہ اگر تصوف اور عشق الٰہی کا بہترین نقشہ دیکھنا ہو - تو ان نظموں کو پڑھئے قیمت مجلد ۱۲ر بے جلد ۹ر +

ملنے کا پتہ مہتمم تصنیفات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

خطبات غربیہ

کے مصنف خطیب مصنف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈیٹر اسلامک ریویو مسجد لندن یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن یعنی آٹھ سال میں اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرکے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں

(۱) پہلا سلسلہ خطبات غربیہ سوم مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات	(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۲) " " توحید - دعا - تصوف -	(۵) اسلام اور دیگر مذاہب
(۳) " " خطبات عیدین	(۶) حقوق نسواں

لمعات انوار محمدیہ

رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا نمونہ علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش نقشہ جس میں شیخ جمیل الرحمٰن بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری جناب ڈی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب مارمیڈیوک پکتھال و جناب ایس ایچ لیڈر مصنف و بزرگان دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا۔

مروارید ثلاثہ

یہ تین کتابیں مسلم گھر میں

براہین ثلاثہ حصہ اول (معروف بہ زندہ و کامل الہام قیمت ۱۲ ر - اسمیں دکھلایا گیا ہے کہ ناطق ایک الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں +

ام الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان قیمت ۱۲ ر) یہ کتاب بالکل جدید تصنیف پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے - اسمیں یہ دکھلایا گیا زبان ہے اور کل زبانیں اس سے نکلی ہیں - اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل

اسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی قیمت ۸ ر) اسمیں آنحضرت کا کامل نمونہ پیش کیا گیا ہے - یہ کتاب مقبولیت عام حاصل کرچکی ہے - اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ محمد صلعم

المشتہر خواجہ **عبدالغنی** منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور کے زیر اہتمام حافظ مظہر الدین کے اہتمام سے چھپ کر خواجہ عبدالغنی پبلشر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کی